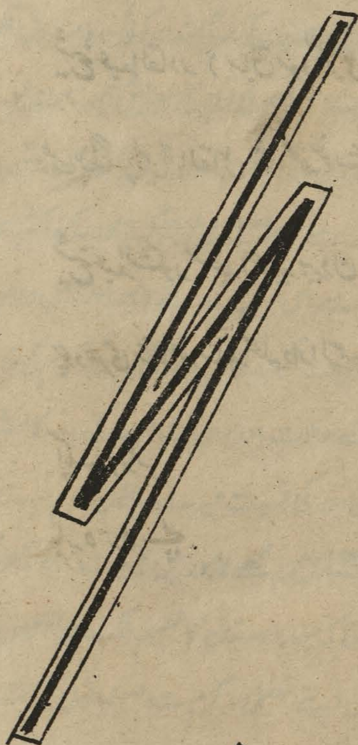
# لاہور

# تاریخ احمدیت

1262

# لاہور

# تاریخ احمدیّت



شیخ عبدالقادر (سابق سوداگرمل)

نام کتاب . . . . لاہور "تاریخ احمدیت"

مؤلف . . . . شیخ عبدالقادر (سابق سوداگرمل)

پریس . . . . "وطن پرنٹنگ پریس" بالمقابل شاہ محمد غوث سرکلر روڈ لاہور

طابع و ناشر . . . شیخ عبدالشکور مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور

کاتب . . . چودھری شاہ محمد شاہد محلہ دارالرحمت وسطی ربوہ

تعداد اشاعت . . ایک ہزار

قیمت . . . بارہ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

# عرض حال

لاہور کی تاریخ احمدیت لکھنے کا خیال محترم جناب چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے گذشتہ سال رمضان المبارک میں ایک موقعہ پر گفتگو کے دوران پیدا ہوا۔ جوں جوں کتاب کی تکمیل قریب پہنچ رہی ہے اس تاریخ کی ضرورت و اہمیت واضح ہوتی جا رہی ہے اور یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ دیگر مشہور اضلاع یا صوبجات ــــ جہاں جہاں مسیح الزماںؑ کے دیوانوں نے ہر قسم کی جانی و مالی قربانیوں سے نہ صرف یہ کہ خود شمع احمدیت کو فروزاں کیا بلکہ اس کی برکات اور فیوض و انوار کو آئندہ نسلوں میں منتقل کرتے ہوئے انہیں بھی اس کا پروانہ بنا دیا ــــ ان علاقوں میں احمدیت کی سرگذشت کوئی دردمند دل قلمبند کر کے ابھی سے محفوظ کر لے ممکن ہے لاہور کی تاریخ احمدیت اس قسم کی تواریخ کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

یہ کام اگرچہ بہت نازک اور اہم ہے کیونکہ پرانے صحابہ کرام میں سے اب صرف خال خال باقی رہ گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ۱۹۳۹ء میں جبکہ لاہور کے اکثر صحابہ زندہ موجود تھے۔ مجھے نظارت تالیف و تصنیف قادیان کی طرف سے اس غرض کے لئے لاہور اور بعض دوسرے مقامات پر بھجوایا گیا کہ میں صحابہ کرام کے مختصر حالات اور روایات قلمبند کروں۔ سو مجھے صحابہ کرام کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ اور عموماً انہی کے الفاظ میں ان کے حالات اور روایات قلمبند کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی اَور کی نسبت میرے لئے یہ کام نسبتاً آسان تھا۔ اس کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اندازاً ۱۹۴۵ء میں مجھے لاہور میں بحیثیت مبلغ بھجوا کر دارالتبلیغ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ میں ابھی لاہور ہی میں تھا کہ ہندوستان کا عظیم ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس بٹوارے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو مملکت خداداد پاکستان کی نعمت سے مالا مال کیا۔ ۔ تقسیم کے کچھ عرصہ بعد محترم جناب مولانا عبد الغفور صاحب فاضلؓ مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے خاکسار سے چارج لیا۔ اور چند سال آپ یہاں خدمات بجا لاتے رہے۔ بعدہٗ ۱۹۵۴ء سے پھر خاکسار یہاں بحیثیت مربی کام کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے خاکسار پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ لاہور میں احمدیت کی

نشاۃ اور اس کے پروان چڑھنے کے حالات قلمبند کرے تا بعد میں آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے عظیم کارناموں کو یاد رکھیں اور ان کے نقش قدم پر چل کر احمدیت کے سچے خادم ثابت ہوں۔ آمین۔

مجھے افسوس ہے کہ گذشتہ سال جب کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ بہت کم ایسے لوگ تھے جو ابتدائی زمانہ میں وفات پا جانے والے صحابہ کے حالات سے بالتفصیل واقف ہوں۔ خدا بھلا کرے حضرت میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی کا جنہوں نے مجھے بعض ابتدائی صحابہ کے حالات سے آگاہ فرمایا۔ ان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں وفات پا جانے والے بعض صحابہ کرام کے حالات مجھے محترم جناب ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی نے بتائے۔ فجزاھما اللہ احسن الجزاء۔ لیکن اکثر صحابہ کے حالات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور اخبارات سلسلہ سے معلوم ہوئے۔

اس جگہ اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کے حالات کا وہ حصہ جو دوسرے احباب سے سُنکر لکھا گیا ہے یا روایات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے کافی عرصہ بعد جمع کی گئی ہیں اپنے اندر غلطی کا احتمال رکھتی ہیں۔ لہذا اگر حضرت اقدس کی کتب یا اُس زمانہ کے لٹریچر سے یہ واقعات یا روایات ٹکرائیں، تو ہرگز قابل قبول نہیں ہوں گی۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس مجموعہ میں بعض صحابہ کے حالات اور روایات بالکل مختصر ہیں اور بعض کے قدرے بالتفصیل۔ اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جن صحابہ کے حالات زیادہ لکھے گئے ہیں وہ دوسروں سے افضل ہیں۔ بالکل ممکن ہے کہ جن صحابہ کے حالات مختصر ہیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز اور مکرم ہوں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض صحابہ جو خدا تعالیٰ کے خاص مقربین میں سے ہوں ان کے اسماء کا علم نہ ہو سکنے کی وجہ سے ان کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ لہذا احباب کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر کسی صاحب کو یقینی شواہد کی بناء پر کسی صحابی کے حالات، سنہ پیدائش، سنہ بیعت اور سنہ وفات میں کوئی غلطی معلوم ہو . . . . . . . . . تو وہ خاکسار مؤلف کو اطلاع دیں، آئندہ ایڈیشن میں انشاء اللہ شکریہ کے ساتھ اصلاح کر دی جائے گی۔ اسی طرح جن بزرگوں کی اولاد کے اسماء گرامی نہیں لکھے جا سکے وہ بھی ازراہ نوازش مطلع فرمائیں تا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی صورت میں موجودہ کمی پوری کی جا سکے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی صحابی نے مثلاً اپنی بیعت کا سنہ خود خاکسار مؤلف سے ۱۹۰۴ء بیان کیا۔ مگر ان کی وفات پر ان کے پسماندگان نے اندازاً ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۵ء بیان کر دیا اور بہشتی مقبرہ کے کتبہ پر بھی وہی لکھا گیا۔ ایسی صورت میں صحیح سنہ یقیناً وہی ہوگا جو اس صحابی نے اپنی زندگی میں خود بتایا۔

بالآخر خاکسار ان احباب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے جنہوں نے گذشتہ سال ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۶۵ء کو جمعۃ الوداع کے روز کتاب کی تالیف شروع کرنے پر خاکسار کو شامل کرکے دعا فرمائی۔ اور وہ ہیں۔ محترم جناب ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب بٹالوی، محترم سید نعیم احمد شاہ صاحب اور محترم میاں بشیر الدین احمد خانصاحب اور یہ تینوں معتکف تھے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اول الذکر بزرگ یعنی محترم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب تو خاص شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کا مسودہ از اوّل تا آخر بڑے شوق، توجہ اور دلچسپی کے ساتھ ملاحظہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خاکسار کی اس ناچیز تالیف کو قبول فرمائے اور اسے عاجز کی مغفرت کا ایک ذریعہ بنا دے۔ آمین۔ اللّٰھم آمین۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا بیشتر حصہ حضرت مصلح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں لکھا گیا۔ اور آخر کا کچھ حصہ امیر المؤمنین حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے زمانہ میں تالیف ہوا۔ چنانچہ اس کا نام بھی حضور ایدہ اللہ تعالےٰ ہی کا تجویز فرمودہ ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار

**عبد القادر** (سابق سوداگر مل)

مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور

۲۰ فروری ۱۹۶۶ء

# جماعت احمدیہ لاہور کی ذمہ داریاں

(بیان فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

"ہماری جماعت کے دوستوں کو یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ احمدیت کو قائم ہوئے ایک لمبا زمانہ گذر چکا ہے۔ اگر براہین احمدیہ سے اس زمانہ کو لیا جائے تو ۷۰ - ۷۱ سال ہو گئے ہیں۔ اور اگر بیعت کے آغاز سے اس زمانہ کو شمار کیا جائے۔ تو پھر ۶۵ سال ہو گئے ہیں۔ اور یہ ایک بہت بڑا وقت ہے۔ اور گو قوموں کی عمر کے لحاظ سے اتنے سال کوئی زیادہ لمبا زمانہ نہیں سمجھے جا سکتے۔ لیکن انسانوں کی عمر میں یہ ایک بہت بڑا وقت ہے۔ اس تمام عرصہ میں ابتدائی زمانہ سے ہی لاہور کا ایک حصہ احمدیت کے ساتھ شامل رہا ہے۔ ہم چھوٹے ہوتے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفروں میں ہم آتے جاتے تھے۔ اس وقت عموماً جب آپ کو رستہ میں ٹھہرنا پڑتا تو لاہور یا امرتسر میں ہی ٹھہرتے۔ یوں ابتدائی زمانہ میں آپ کا قیام زیادہ تر لودھیانہ میں رہا ہے لیکن جماعت کے لحاظ سے لاہور کی جماعت ہمیشہ زیادہ رہی ہے اور دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ مستعد رہی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے والد صاحب کے زمانہ میں مقدمات کے لئے اکثر لاہور آتے تھے اور آپ کے والد صاحب کے تعلقات بھی زیادہ تر لاہور کے رؤسا سے تھے، اس لئے ابتدائی ایام میں ہی یہاں ایک ایسی جماعت پائی جاتی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اخلاص رکھتی تھی۔ الٰہی بخش اکونٹنٹ جو بعد میں شدید مخالف ہو گئے وہ بھی یہیں کے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بعد میں کفر کا فتویٰ لگانے والوں کے سردار بنے۔ وہ بھی یہیں چینیاں والی مسجد کے امام تھے اور ان کا زیادہ تر اثر اور رسوخ لاہور ہی میں تھا گو وہ رہنے والے بٹالہ کے تھے۔ اسی طرح میاں چراغ دین صاحب، میاں معراج دین صاحب اور میاں تاج دین صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت پرانے تعلقات تھے۔ میاں چراغ دین صاحب اور میاں معراج دین صاحب کا خاندان اپنے پرانے تعلقات کے لحاظ سے جو بیعت سے بھی پہلے کے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں بہت قرب رکھتا تھا۔ پھر حکیم محمد حسین صاحب قریشی جنہوں نے دہلی دروازہ والی مسجد بنوائی ان کے تعلقات بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت قدیم اور مخلصانہ تھے۔ میاں چراغ الدین صاحب مرحوم کے تعلقات تو الٰہی بخش اکونٹنٹ سے بھی پہلے کے تھے حتیٰ کہ میرے عقیقہ میں جن دوستوں کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی ان میں میاں چراغ دین صاحب

بھی تھے۔ اتفاقاً اس دن سخت بارش ہوگئی۔ وہ سُناتے تھے کہ ہم باغ تک پہنچے مگر آگے پانی ہونے کی وجہ سے نہ جاسکے اور وہیں سے ہمیں واپس لوٹنا پڑا۔ پس اس جگہ کی جماعت کی بُنیاد ایسے لوگوں سے پڑی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت سے اخلاص رکھتے تھے جب آپ نے ابھی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ اور براہین لکھی جارہی تھی۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان کے خاندانوں کو ترقی دی اور وہ اخلاص میں بڑھتے چلے گئے۔ میاں چراغ دین صاحب اور میاں معراج دین صاحب کے خاندان کے اس وقت درجنوں آدمی ہیں اور ان میں سے بہت سے لاہور میں ہی ہیں۔ میاں مظفرالدین صاحب جو پشاور کی جماعت کے امیر تھے وہ میاں تاج دین صاحب کے بیٹے تھے۔ اسی طرح اور کئی پُرانے خاندانوں کی اولادیں یہیں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اگلی نسل میں اب وہ پہلی سی بات نہیں رہی۔ ان میں کچھ تو مخلص ہیں اور کچھ کمزور ہو گئے ہیں۔ جو لوگ مخلص ہیں ان میں کچھ تو ایسے ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ اپنے آپ کو روشناس کراتے رہیں اور کچھ مخلص تو ہیں لیکن یہ احساس ان کے دلوں سے مٹ گیا ہے کہ سلسلہ کے ساتھ ان کا اہم تعلق ہے۔ وہ اپنی جگہ پر مخلص ہیں مگر اپنے آپ کو آگے لانے اور روشناس کرانے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی جماعت کے بنیادی لوگوں میں سے ہونا بڑے فخر کی بات ہوتی ہے۔ جہاں یہ بات بُری ہوتی ہے کہ انسان جماعت کے متعلق یہ خیال کرے کہ وہ میری چراگاہ ہے اور اس سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے وہاں یہ بات بھی بُری ہوتی ہے کہ کوئی شخص ایک سچی جماعت کے ابتدائی لوگوں میں سے ہو اور پھر وہ اس پر فخر محسوس نہ کرے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس چیز کی قدر اس کے دل میں نہیں۔ ورنہ جن لوگوں کے دلوں میں قدر ہوتی ہے جہاں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے کچھ کام کیا ہے تو سلسلہ پر احسان نہیں کیا بلکہ سلسلہ نے ان پر احسان کیا ہے وہاں وہ اپنی اہمیت کو بھی خوب سمجھتے ہیں۔ . . . غرض لاہور کی جماعت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ میں آپ پر ایمان لائے اور اگر وہ نہیں تو ان کے رشتہ دار ایسے موجود ہیں جو صحابی ہیں۔ خواہ وہ ایسے مقام پر نہیں کہ دعوے سے پہلے انہوں نے آپ کی مدد کی ہو مگر وہ ایسے مقام پر ضرور ہیں کہ وہ اس وقت ہوش والے تھے اور عقل والے تھے۔ جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے خاندانوں میں اب وہ جوش نہیں رہا جو پہلے ہوا کرتا تھا۔ بعض میں تو کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ اور بعض اپنے آپ کو نمایاں کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ . . . . . جلسہ مذاہب عالم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مضمون لکھا اور جو آجکل ساری دنیا میں پیش کیا جاتا ہے وہ

بھی اس لاہور میں پڑھا گیا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو آخری پیغام "پیغام صلح" کے نام سے دیا اور جو اپنے اندر وصیت کا ایک رنگ رکھتا ہے وہ بھی لاہور میں ہی پڑھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آخری ایام بھی اسی جگہ گذارے اور پھر یہیں آپ دنیا سے جُدا ہوئے۔ اس کے بعد جب خلافت کا جھگڑا پیدا ہوا۔ تو مخالفت کا مرکز بھی یہی لاہور بنا اور موافقت کا مرکز بھی لاہور تھا۔ اُس وقت جماعت کی تعداد موجودہ تعداد سے بہت کم تھی۔ باہر سے بھی اگر لوگ آجاتے تو ان کو شامل کر کے یہاں کی جماعت اتنی نہیں ہوتی تھی جتنی اس وقت خطبہ میں بیٹھی ہے مگر اس وقت اخلاص اور محبت کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں لاہور میں آتا تو سینکڑوں لوگ ارد گرد کی جماعتوں کے لاہور میں آجاتے اور یہاں کا ہر احمدی دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتا اور اسے یہ محسوس بھی نہ ہونے دیتا کہ وہ لاہور میں ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اب وہ کیفیت نظر نہیں آتی۔ اب لوگ مسافروں کی طرح آتے اور چلے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق جماعت کے دوستوں میں وہ شوق اور اُنس نہیں پایا جاتا جو پہلے پایا جاتا تھا۔ ۱۹۱۹ء ۲۰ء، ۲۱ء تک یہ کیفیت تھی کہ میرے لاہور آنے پر سیالکوٹ، جہلم، گجرات، شیخوپورہ اور منٹگمری وغیرہ اضلاع کے احمدیوں میں سے آکر یہاں اکٹھے ہو جاتے اور ان کا لاہور میں قریباً اس وقت تک قیام رہتا جب تک میں یہاں موجود رہتا۔ مگر اب جماعت کی تعداد تو زیادہ ہو گئی ہے مگر اس میں وہ بات نہیں رہی جو پہلے پائی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کے لوگوں نے اس مقام کی قدر و قیمت کو نہیں پہچانا جو انہیں پہلے حاصل تھا۔ اگر وہ آنے والوں سے ایسی محبت اور پیار کے ساتھ پیش آتے جس محبت اور پیار سے وہ پہلے پیش آیا کرتے تھے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ لوگ یہاں کثرت کے ساتھ نہ آتے رہتے۔

میرا تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے دوستوں میں ایمان کم نہیں ہو رہا بلکہ بڑھ رہا ہے۔ صرف کچھ لوگوں میں اپنی ذمہ داری کے احساس میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ اگر یہاں کی جماعت اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتی تو یقیناً یہاں پہلے سے بھی زیادہ لوگ آتے۔ بہر حال ابتدائی ایام میں لوگوں نے اپنی ذمہ داری سمجھی اور خدا تعالیٰ نے بھی کہا کہ

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں ان کو اطلاع دی جاوے۔ نظیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی" تذکرہ ص ۳۷۶

گویا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے الہام میں لاہور کے متعلق خبر دی تھا کہ کسی زمانہ میں فتنہ بھی لاہور سے کھڑا ہوگا۔ مگر اُس کا تریاق بھی لاہور سے ہی پیدا ہوگا۔ اور جن جماعتوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کی توفیق ملے اور جن کا خدائی پیشگوئیوں میں بھی ذکر آجائے ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی اس خصوصیت کو قائم رکھیں اور اس فخر کو آئندہ کے لئے ہمیشہ نیکیوں میں ترقی کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

پھر میں کہتا ہوں اگر باہر سے آنے والوں کو جانے دو اور تم صرف اپنے لوگوں کو ہی سہارا دو تو میرے نزدیک ہر پُرانے خاندان میں سے دو چار افراد ایسے ضرور نکل آئیں گے جن میں کچھ کمزوری ہوگی۔ اگر تم ان کی طرف توجہ کرو گے تو یقیناً وہ مخلص بن جائیں گے اور جماعت اپنے پہلے مقام کو پھر حاصل کر لے گی۔

. . . . نوجوانوں کے اندر بڑھنے اور ترقی کرنے کا مادہ ہوتا ہے۔ وہ جہاں اور باتوں میں اپنی ترقی کے دعوے کیا کرتے ہیں وہاں ان کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ روحانی رنگ میں بھی اپنے بزرگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کریں اور نمازوں میں اور روزوں اور چندوں میں اور قربانیوں میں اور اخلاص میں اور سلسلہ کے لئے فدائیت اور جاں نثاری میں اپنا قدم آگے کی طرف بڑھائیں۔

میں سمجھتا ہوں اگر اب بھی آپ لوگ توجہ کریں تو اپنے مقام کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ورنہ تھوڑے دنوں کے بعد ممکن ہے جماعت کراچی کے علاوہ اور بھی کئی جماعتیں تم سے آگے نکل جائیں اور جب بہت سی جماعتیں تم سے آگے نکل گئیں تو پھر اتنا بڑا فاصلہ تم میں اور ان میں پیدا ہو جائے گا کہ اس فاصلہ کو پُر کرنا تمہارے لئے مشکل ہو جائے گا۔

پس اپنے اندر بیداری پیدا کرو اور جس طرح دریا میں کشتی پھنستی ہے اور مرد اور عورتیں اور بچے سب مل کر زور لگاتے ہیں کہ کشتی منجدھار سے نکل جائے اسی طرح تم بھی اس خلا کو پُر کرنے کے لئے اپنا پُورا زور صرف کر دو . . . پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور اپنی غفلتوں کو دُور کرو۔ خدا نے تمہیں اوّل بنایا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اب بھی تم اس مقام کو ضائع نہ کرو۔ . . . ممکن ہے اگر تم سچے دل سے کوشش کرو تو تمہارے کمزور بھی مضبوط ہو جائیں۔ تمہارے نوجوان بھی قربانی کرنے والے بن جائیں اور پھر تمہاری زندگی بالکل بدل جائے اور تم اوّلیت کے مقام کو دوبارہ حاصل کر لو" [1]

---

[1] خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ر فروری ۱۹۵۴ء بمقام رتن باغ لاہور منقول از الفضل ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۱ء

"میں سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کے ماتحت مجھ پر جو لاہور میں موجودہ انکشاف (پیشگوئی مصلح موعود) کیا ہے اس سے لاہور کی جماعت کی ذمہ داریوں اور ساتھ ہی ان کی امداد کے وعدے کا بھی اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کی سنّت کے خلاف ہے کہ وہ ایک چیز کو اپنے کلام اور اپنی رحمت کے لئے مخصوص کرے اور پھر اسے یونہی بھول جائے۔ لوگ بھول جاتے ہیں مگر خدا اسے نہیں بھولتا جبتک بندے اس کو نہیں بھول جاتے۔ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جیسے مکّہ مکرمہ ہے یا جیسے مدینہ منورہ ہے یا جیسے قادیان ہے کہ یہاں کے رہنے والے اگر خدا کو بھول جائیں تب بھی یہ شہر مغضوب نہیں بن سکتے۔ وہ ان لوگوں کو تو سزا دے گا مگر (ان) شہروں کی برکتیں واپس نہیں لے گا۔ لیکن بعض شہر ایسے ہوتے ہیں جن کو عارضی برکتیں مل جاتی ہیں وہ اگر ان کو دائمی بنانا چاہیں تو دائمی بن جاتی ہیں اور اگر ان کو چھوڑ دیں تو چھوٹ جاتی ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام بھی یہاں لاہور میں ہی ہوا کہ

سپردم بتو مایہ خویش را  تو دانی حساب کم و بیش را

یہ الہام درحقیقت آپ کی وفات کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری فرمائے کہ ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را

اے خدا میرے لئے اس دنیا میں تیری مرضی کے مطابق جس قدر رہنا مقدر تھا وہ میں رہ چکا۔ میری عمر کا جو سرمایہ تھا وہ اب میں تیرے سپرد کر رہا ہوں ؎

تو دانی حساب کم و بیش را

تو چاہے تو میرے اس سرمائے کو تباہ کر دے اور چاہے تو قائم رکھ۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنے کرم سے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس سرمایہ کو قائم رکھے۔ دشمن نے چاہا کہ وہ اس کے اندر بگاڑ پیدا کر دے مگر وہ ہمیشہ مُنہ کی کھاتا رہا . . . . مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ

"اے خدا میں تجھ کو حاضر و ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلاؤں گا"

. . . . تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہمیشہ قربانیوں کا تقاضا کیا کرتا ہے۔ میں یہاں کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس جگہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر انکشاف کا ہونا لاہور کی جماعت کی ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیتا ہے۔ یہیں سے پیغامی فتنہ نے سر اُٹھایا اور یہیں ان کا مرکز ہے یہیں سے احراری فتنہ اُٹھا اور یہیں ان کا مرکز ہے۔ اور بھی جس قدر فتنے اُٹھے ان میں زیادہ تر لاہور کا ہی حصہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی زیادہ تر چیلنج لاہور ہی سے ملا کرتے تھے۔ اور یا پھر امرتسر سے، امرتسر سے کم اور لاہور سے زیادہ۔ پھر اس وقت پنجاب کا سیاسی مرکز بھی لاہور ہی ہے۔ پس بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں جو یہاں کی جماعت پر عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے ہی تمہیں ان برکات سے حصہ مل سکتا ہے جو خاص مقامات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب خدا کسی مقام کو اپنی برکتوں کے لئے مخصوص قرار دے دیتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں کو اپنے انعامات سے بھی زیادہ حصہ دیا کرتا ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان مقامات کے رہنے والوں کو قربانیاں بھی دوسروں سے زیادہ کرنی پڑتی ہیں۔ جو قربانیاں مکّہ اور مدینہ والوں کو کرنی پڑیں وہ کسی اَور جگہ کے رہنے والوں کو نہیں کرنی پڑیں مگر جو انعامات مہاجرین اور انصار کو ملے وہ بھی کسی اَور کو نہیں ملے۔ یہ خیال کرنا کہ مکّہ اور مدینہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے یونہی انعام دے دیا ہوگا ایک پاگل پن کی بات ہے۔ انہوں نے اس قدر قربانیاں کیں کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے انہوں نے اپنے آپ کو فنا کر دیا۔ انہوں نے خدا کے لئے اپنے آپ کو خاک میں ملایا اور پھر اپنی خاک کو بھی اس کی رضا کے حصول کے لئے اُڑا دیا۔ تب انہیں انعامات حاصل ہوئے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مستحق ہوئے۔

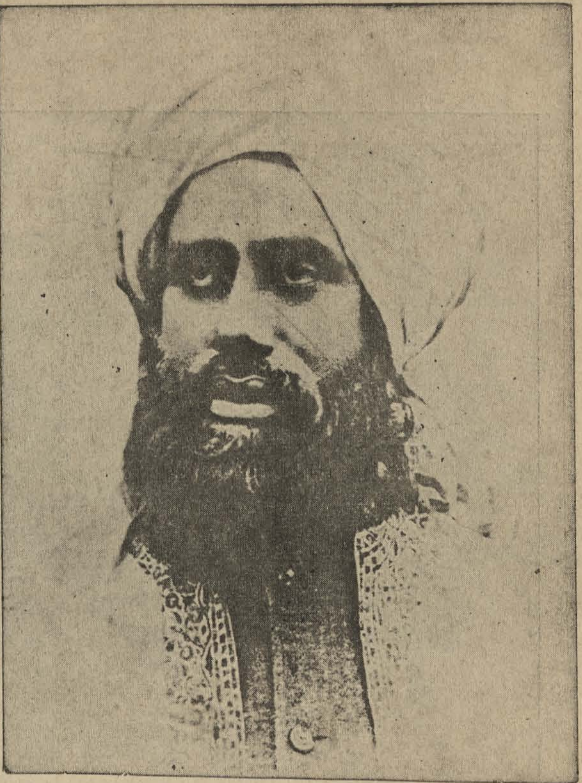
پس جماعتِ لاہور کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے۔ اپنے اندر تغیر پیدا کرے۔ اپنے اخلاص اور اپنی نیکی میں ترقی کرے اور خدا تعالیٰ کی محبت اپنے قلوب میں پیدا کرے۔"

("الفضل" مورخہ ۲۱ جون ۱۹۴۴ء)

---

# فہرست مضامین و اسماء اصحاب مسیح موعود علیہ السلام

نوٹ: بقیہ فہرست مضامین کے لئے دیکھئے کتاب کا آخر



شبیہ مبارک حضرت حکیم حاجی الحرمین مولانا نورالدین
صاحب خلیفتہ المسیح الاول رضی اللہ عنہ



شبیہ مبارک حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب
خلیفتہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ



شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب
مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ          نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

# لاہور
# تاریخ احمدیت

## پہلا باب

## لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد و رفت

احمدیت کی تاریخ میں لاہور کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی باخبر احمدی سے مخفی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ نے بچپن سے یہاں آنا شروع کیا اور زندگی بھر برابر آتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی نہ صرف یہاں تشریف لاتے رہے بلکہ حضور ایدہ اللہ کی پہلی شادی بھی لاہور ہی کے ایک معزز خاندان میں ہوئی اور پھر ہجرت کے بعد بھی لاہور ہی میں کچھ عرصہ تک قیام فرمایا۔

**پہلی مرتبہ حضور کی لاہور میں تشریف آوری،**

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے پہلی مرتبہ حضور لاہور میں اس وقت تشریف لائے جب ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے رؤسائے پنجاب کو معہ ان کے لڑکوں کے اپنی ملاقات کے لئے بُلایا۔ چنانچہ جب حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اپنے دونوں بیٹوں یعنی مرزا غلام قادر صاحب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ساتھ لے کر لاہور میں تشریف لائے تو انھوں نے لاہور کے رئیس میاں محمد سلطان صاحب ٹھیکیدار کے اس رئیس خانہ میں قیام فرمایا جو لاہور اسٹیشن کے سامنے معزز مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے بنوایا ہوا تھا۔ اور جو فروخت ہونے کے بعد اب "BARGANZA HOTEL" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی میں پنجاب کے سارے رؤسا جمع ہوئے تھے۔

محترم ماسٹر میاں نذیر حسین صاحب کی روایت ہے کہ میاں محمد سلطان صاحب چونکہ لا ولد تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے خاندان کے ایک یتیم بچہ کو (جس کا نام فیروزالدین تھا اور جو بعد میں میرے نانا بنے) اپنا متبنّیٰ بنایا ہوا تھا۔ اُسے اور حضرت میاں چراغ دین صاحب کو (جو وہ بھی خاندان میں اکیلے ہی لڑکے تھے) لیفٹیننٹ گورنر سے ملاقات کے لئے ٹھہرایا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر ظہر کی نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے والد ماجد سے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ والد صاحب سے اجازت ملنے پر جب آپ جانے لگے تو میاں فیروزالدین صاحب اور میاں چراغدین صاحب بھی ساتھ چل پڑے۔ کیونکہ یہ دونوں بھی نماز کے پابند تھے۔ میاں محمد سلطان صاحب کے محل[1] کے قریب ہی ایک مسجد ہے جس میں تینوں نے جا کر نماز پڑھی۔

ایک مرتبہ آپ ایک زمینداری مقدمہ کی پیروی کے لئے لاہور تشریف لائے اور قادیان ہی کے ایک معزز زمیندار سید محمد علی شاہ صاحب کے ہاں قیام فرمایا جو ان دنوں محکمہ جنگلات میں ملازمت کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے۔ اور شاہ صاحب کا ملازم آپ کے لئے چیف کورٹ میں روزانہ کھانا لے جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ کھانا لے کر واپس آگیا تو شاہ صاحب نے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب نے کھانا نہیں کھایا؟ نوکر نے جواب دیا کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ گھر پہ ہی آکر کھاتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہشاش بشاش شاہ صاحب کے مکان پہ پہنچے۔ شاہ صاحب نے پوچھا کہ آج آپ اتنے خوش کیوں ہیں؟ کیا فیصلہ ہوا؟ فرمایا مقدمہ تو خارج ہو گیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آئندہ اس کا سلسلہ ختم ہو گیا[2]۔ گویا آپ کو خوشی اس امر سے ہوئی کہ مقدمہ سے فراغت حاصل ہونے کے بعد خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے فرصت مل گئی۔ حالانکہ اگر کوئی دنیادار ہوتا تو مقدمہ میں ہار جانے کی وجہ سے اس کے چہرہ پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا۔ مگر آپ کو کچھ ملال نہ ہوا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

پھر جون ۱۸۷۶ء میں جبکہ آپ کے والد ماجد کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس وقت بھی آپ ایک زمینداری مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور ہی میں تھے۔ یہاں آپ کو ایک خواب کے ذریعہ اطلاع دی گئی کہ آپ کے والد ماجد کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ آپ اسی روز قادیان پہنچے اور دوسرے دن آپ کے والد ماجد وفات پا گئے[3]۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ تصنیف براہین احمدیہ کے دوران میں بھی آپکی لاہور میں آمد و رفت رہی۔

---

[1] میاں محمد سلطان صاحب کا محل سرائے سلطان کے قریب ہی تھا۔ [2] حیات طیبہ صفحہ ۱۹ بحوالہ حیات النبی جلد اول صفحہ ۵۷۔
[3] حیات طیبہ صفحہ ۴۷۔

میری غرض ان واقعات کے پیش کرنے سے یہ ہے کہ حضور دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے قبل بھی متعدد مرتبہ لاہور میں تشریف فرما ہوتے رہے۔ اور یہ تو عام معروف واقعات ہیں۔ ورنہ سیالکوٹ آتے جاتے بھی آپ یقیناً حضرت میاں چراغدین صاحب یا بعض دوسرے دوستوں کے ہاں قیام فرماتے ہوں گے۔

## دعویٰ ماموریت کے بعد لاہور میں حضور کی آمد،

اب ہم دعویٰ ماموریت کے بعد کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ جہانتک تاریخ ساتھ دیتی ہے۔ دعویٰ ماموریت کے بعد سب سے پہلے آپ جنوری ۱۸۹۲ء میں علماء، پیروں، فقیروں اور گدی نشینوں پہ اتمام حجت کے لئے لاہور تشریف لائے اور منشی میراں بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی واقعہ چونے منڈی میں قیام فرمایا۔ ۲۰ جنوری کو آپ تشریف لائے اور سب سے پہلا لیکچر آپ نے ۳۱ جنوری کو دیا۔ اس لیکچر کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ لکھتے ہیں:-

"۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو آپ نے ایک عام لیکچر منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی کے احاطے میں ہی دیا۔ بلا مبالغہ ہزاروں آدمی وہاں موجود تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ تھے۔ تعلیمیافتہ، شرفا شہر، عہدیداران۔ انتظام پولیس نے کیا ہوا تھا۔ حضرت اقدس نے اپنے دعاوی کو مبرہن کیا اور ان کے متعلق ضروری دلائل پیش کئے۔ اور بالآخر آپ نے اس الزام کے جواب میں کہ علماء میرے مقابلہ میں دلائل قرآنیہ سے عاجز آ کر میرے خلاف کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، ایک مومن کو کافر کہہ دینا آسان ہے مگر اپنا ایمان ثابت کرنا آسان نہیں۔ قرآن کریم نے مومن اور غیر مومن کے لئے کچھ نشان مقرر کر دیئے ہیں۔ میں ان کافر کہنے والوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسی لاہور میں میرے اور اپنے ایمان کا قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کر لیں[1]"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تقریر کے بعد حضرت حاجی الحرمین مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی سے فرمایا۔ کہ آپ بھی کچھ تقریر کریں۔ اس پہ حضرت مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"آپ نے مرزا صاحب کا دعویٰ اور اس کے دلائل آپ کی زبان سے سُنے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اُن وعدوں اور بشارتوں کو بھی سُنا جو ان مخالف حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ

---

[1] حیات احمد جلد سوم صفحہ ۲۰۸ ۔

کو دی ہیں۔ تمہارے اس شہر والے لوگ مجھے اور میرے خاندان کو جانتے ہیں۔ علماء بھی مجھ سے ناواقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کا فہم دیا ہے۔ میں نے بہت غور مرزا صاحب کے دعاوی پر کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ ان کی خدماتِ اسلامی کو دیکھا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کے حالات پر غور کیا تو قرآن مجید نے میری رہنمائی فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ ان سے پہلے آنے والوں کا مقابلہ جس طرح پر کیا گیا وہی اب ہو رہا ہے۔ گویا اس پُرانی تاریخ کو دہرایا جا رہا ہے۔ میں کلمہ شہادت پڑھ کر کہتا ہوں کہ مرزا حق پر ہے اور اس حق سے ٹکرانے والا باطل پاش پاش ہو جائے گا۔ مومن حق کو قبول کرتا ہے میں نے حق سمجھ کر اسے قبول کیا ہے اور حضرت نبی کریمؐ کے ارشاد کے موافق کہ مومن جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (وہی) اپنے بھائی کے لئے پسند کرتا ہے آپ کو بھی اس حق کی دعوت دیتا ہوں۔ وما علینا الا البلاغ۔

السلام علیکم۔ یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے اور جلسہ برخاست ہو گیا۔[1]"

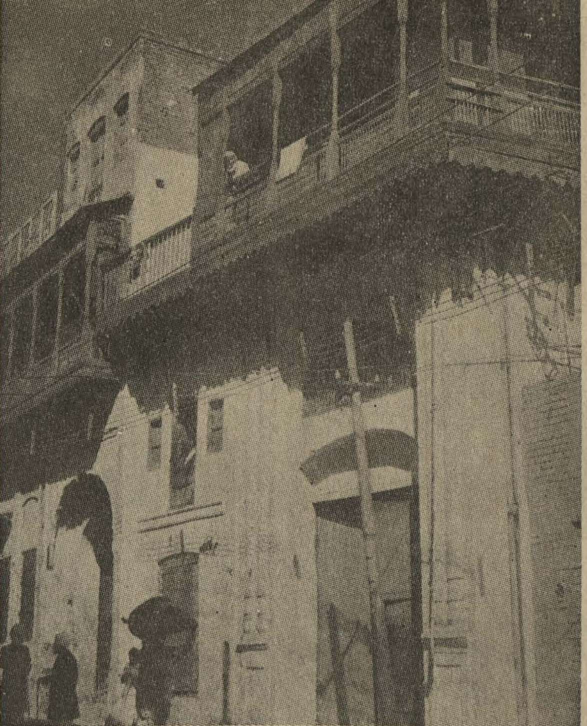
روایات میں آتا ہے کہ حضرت مولانا حکیم صاحب نے جب کلمۂ شہادت پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کی گواہی دی تو سامعین اس قدر متاثر ہوئے کہ تقریر کے بعد چند ہندو صاحبان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر ایک دفعہ آپ پھر وہی کلمہ پڑھ دیتے تو ہم پُورے مسلمان ہو جاتے۔ لیکن آدھے مسلمان تو ہو گئے ہیں۔

ادھر تو یہ کیفیت تھی جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے مگر دوسری طرف علمائے سُوء بھی اپنے مشن کو پُورا کرنے کی مذموم کوشش میں برابر مصروف تھے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر لوگوں کو جلسہ میں شرکت کرنے سے منع کر رہے تھے۔

**حضرت اقدس کے کمال ضبط کا ایک واقعہ،** لوگوں کی بکثرت آمد و رفت اور دن بھر کے ہجوم کو دیکھ کر آپ منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی سے محبوب[2] رائیوں کے ایک وسیع اور فراخ مکان میں منتقل ہو گئے۔ اس مکان کے اندر اتنا بڑا صحن تھا

---

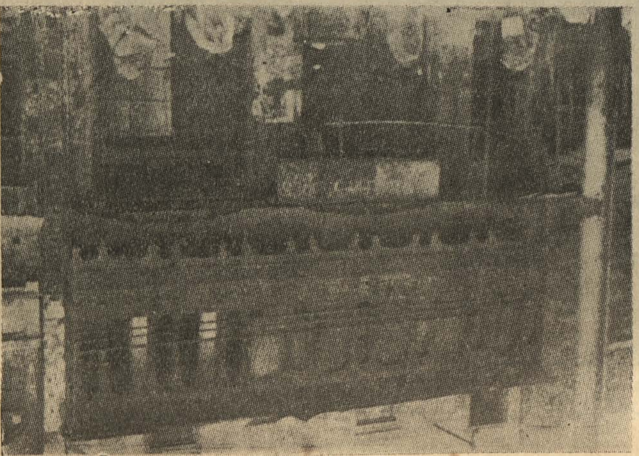
[1] حیات احمد جلد سوم صفحہ ۲۰۹ ٭ [2] محبوب رائیاں ہندو کھتریوں کی گوت کے قبیلہ کا نام ہے۔ اس قبیلہ کے بعض افراد ریاست جموں و کشمیر میں معزز عہدوں پر فائز تھے جس کی وجہ سے حضرت مولانا حکیم صاحبؓ کے ساتھ بھی اُن کے تعلقات تھے۔ یہ مکان اندرون شہر سید مٹھا بازار میں واقع ہے (مؤلف)



محبوب رایوں والا مکان جو حضور علیہ السلام نے ۱۸۹۲ء میں کرایہ پر لیا ۔ یہ مکان سید مٹھا بازار میں ہے ۔ اس مکان کے سامنے حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب اور خاکسار عبدالقادر مؤلف کھڑے ہیں



''رتن باغ'' جس میں حضرت خلیفة المسیح الثانی رض اور حضور کا خاندان ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے بعد قیام پذیر ہوا ۔



← مکان حضرت میاں چراغ الدین صاحب رض بیرون دہلی دروازہ ۔



کرسیوں پر (دائیں طرف سے)
۱ - ۲ صاحبزادہ مرزا بشیر
احمد صاحب میاں معراج
الدین صاحب عمر کی گود
میں - ۳- حضرت مفتی محمد
صادق صاحب - ۴- حضرت
مولانا حکیم نورالدین صاحب
رض (خلیفہ اول) ۵- سیدنا
حضرت اقدس مسیح موعود
علیہ السلام گود میں حضرت
صاحبزادہ مرزا شریف احمد
صاحب رض - ۲ - حضرت
مولوی عبد الکریم صاحب
سیالکوٹی - ۷- مولوی محمد
علی صاحب ایم - اے -
۸- حضرت صاحبزادہ مرزا
بشیرالدین محمود احمد صاحب
فرش پر بیٹھے ہوئے -

(دائیں طرف سے) ۱- منشی کرم علی کاتب - ۲- حضرت مولوی شیر علی رض - ۳- حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی - ۴- ملک شیر محمد آف جموں -
۵- حضرت پیر سراج الحق نعمانی - ۶- مفتی فضل الرحمان ۷- ؟

کھڑے ہوئے - ۱- ملک غلام حسین رہتاسی - ۲- مولوی حکیم قطب الدین - ۳- مہر نبی بخش بٹالوی ۴- حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ
۵- عبداللہ عرب ۶- حکیم فضل الدین بھیروی - ۷- حضرت بھائی عبدالرحیم ۸- حضرت پیر منظور احمد - ۹- مرزا اسماعیل بیگ -

کہ اس میں ہزاروں افراد بآسانی سما سکتے تھے۔ ادھر حضرت میاں چراغدین صاحب اور حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رئیسان لاہور کے مکانات بھی قریب ہی تھے اور ان مکانوں کے سامنے حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ کی مسجد تھی جس میں حضور اور حضور کے اصحاب بآسانی باجماعت نمازیں ادا فرما سکتے تھے۔ اس لئے یہ مکان آپ کے مقاصد کے لئے نہایت ہی موزون تھا۔

حضور کے لاہور آنے کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ حضور اپنی کتاب **"آسمانی فیصلہ"** میں تحریر فرمودہ مضمون کے مطابق لاہور کے ہر طبقہ کے مذہبی لوگوں پر یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ اگر وہ حضور کے ساتھ "تائیدات سماوی" میں مقابلہ کرنا چاہیں تو ان کے لئے یہ راہ بھی کھلی ہے اور چونکہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے سب سے زیادہ موزوں مقام لاہور تھا۔ اس لئے حضور خود لاہور تشریف لے آئے تا لوگوں پر حجت پوری کی جا سکے۔ چنانچہ حضور نے ایک بہت بڑے مجمع میں منشی شمس الدین صاحب (جنرل سکرٹری انجمن حمایت اسلام) سے فرمایا کہ آپ **"آسمانی فیصلہ"** پڑھ کر سنائیں۔ اس مجلس میں چونکہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا تھا جس سے آپ کے کمال ضبط کا اظہار ہوتا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مشہور سوانح نگار حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے الفاظ میں ہی یہ واقعہ یہاں درج کر دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"حضرت مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور منشی شمس الدین صاحب مرحوم جنرل سکرٹری کو آپ نے "آسمانی فیصلہ" دیا کہ اسے پڑھ کر حاضرین کو سنائیں۔ اس وقت کا پورا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس مجلس میں بابو موزمدار جو برہمو سماج کے ان دنوں منسٹر تھے۔ اور ایگزامینر آفس میں بڑے آفیسر تھے اور اپنی نیکی اور خوش اخلاقی کے لئے معروف تھے۔ سوشل کاموں میں آگے آگے رہتے۔ وہ اس جلسہ میں موجود تھے۔ ایک شخص جو مسلمان کہلاتا تھا آیا۔ اور اس نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار نہایت ناسزاوار الفاظ اور گالیوں کی صورت میں کیا۔ حضرت اپنی پگڑی کا شملہ منہ پر رکھے سنتے رہے اور بالکل خاموش تھے۔ آپ کے چہرہ پر کسی قسم کی کوئی علامت نفرت یا غصہ کی ظاہر نہیں ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا آپ کچھ سنتے ہی نہیں۔ آخر وہ تھک کر آپ ہی خاموش ہو گیا اور چلتا بنا۔ حاضرین میں سے اکثر کو غصہ آتا تھا مگر کسی کو یہ جرأت حضرت کے ادب کی وجہ سے نہ تھی کہ اسے روکتا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو موزمدار نے کہا "ہم نے مسیح کی بردباری کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے اور

سُنا ہے مگر یہ کمال تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے" انہوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا اور چونکہ ان کے دفتر میں ہماری جماعت کے اکثر احباب تھے[1] اور وہ ان سب کا احترام کرتے تھے اور حضرت منشی نبی بخش صاحب پر تو ان کی خاص نظر تھی۔ وہ اکثر اس واقعہ کو بیان کرتے اور حضرت کے کمال ضبط کی تعریف کرتے[2]۔"

## مدعی مہدویت کا حضور پر حملہ

انہی ایام کا واقعہ ہے کہ ایک روز حضرت اقدس، حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد واقعہ لنگے منڈی میں ظہر یا عصر کی نماز پڑھ کر واپس اپنی جائے قیام کی طرف جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے جو اپنے آپ کو امام مہدی کہتا تھا۔ آپ کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ وہ آپ کو اُٹھا کر گرانا چاہتا تھا مگر نہ تو اُٹھا سکا اور نہ گرا سکا۔ حضرت سید امیر علی شاہ صاحب سیالکوٹی نے اُسے پکڑ کر مارنا چاہا۔ مگر حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو سمجھتا ہے کہ اس کا عہدہ میں نے سنبھال لیا ہے۔ وہ شخص مکان تک برابر پیچھے آیا۔ اور جب حضرت اقدس اندر تشریف لے گئے تو اس نے باہر کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ یہ شخص گوجرانوالہ کا باشندہ تھا اس کا بھائی پیغمبرا سنگھ احمدی ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کی طرف سے معافی مانگی تھی اور لاہور ہی کی ایک مجلس میں حضور پر پھول نچھاور کئے تھے[3]۔ یہ شخص بہت عرصہ تک قادیان میں بھی رہا۔ نہایت ہی مخلص اور فدائی احمدی تھا۔ اس کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ حضرت بابا نانک کے چولہ جیسا ایک چولہ بنوا کر پہنے پھرتا تھا خلافت ثانیہ میں۔ (بقیہ حاشیہ)

## مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے مباحثہ

قیام لاہور کا ایک اہم واقعہ حضرت اقدس کا مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے اس امر پر مناظرہ تھا کہ آپ نے اپنی کتابوں یعنی "فتح اسلام" "توضیح مرام" اور "ازالہ اوہام" میں یہ الفاظ لکھے تھے کہ "محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔" مولوی صاحب کا موقف یہ تھا کہ ان الفاظ سے نبوت حقیقیہ کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے لیکن حضرت اقدس کے یہ فرمانے پر کہ ان الفاظ سے میری یہ مراد نہیں اور نہ ان کا یہ مطلب ہے کہ میں

---

[1] چنانچہ ۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء کو جو اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی امداد کے لئے شائع فرمایا تھا اس میں چندہ دینے کا جن لوگوں نے وعدہ کیا ان میں دفتر اگزامینر کے حسب ذیل دوست شامل تھے۔ حضرت صوفی نبی بخش صاحب۔ میاں محمد علی صاحب۔ میاں مظفر دین صاحب۔ میاں عبدالرحمان صاحب۔ حافظ فضل احمد صاحب اور منشی مولا بخش صاحب۔ (تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۱۱۸)۔ [2] حیات احمد حصہ سوم صفحہ ۲۱۰۔ [3] حیات طیبہ صفحہ ۱۴۱

[4] یہ صاحب اورنٹیل کالج میں فارسی کے پروفیسر تھے۔

نے نبوت حقیقیہ کا دعویٰ کیا ہے اور یہ مضمون لکھ کر دے دینے پر مناظرہ ختم ہو گیا تھا کہ

"اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب "ازالہ اوہام" صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں میں یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ . . .

. . . اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں"[1]

### لاہور اسٹیشن پر پنڈت لیکھرام کے سلام کا جواب،

نومبر ۱۸۹۳ء میں حضور اپنے خسر حضرت میر ناصر نواب صاحب کو جو ان ایام میں محکمہ نہر میں ملازم تھے، ملنے کے لئے فیروز پور تشریف لے گئے ۱۴/ دسمبر ۱۸۹۳ء کو وہاں سے واپسی پر لاہور اسٹیشن کے پاس ایک مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ مشہور آریہ لیڈر پنڈت لیکھرام نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا مگر حضور نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اس خیال سے کہ شاید آپ نے سُنا نہیں دوسری طرف سے آکر سلام کیا مگر آپ نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی۔ جب پنڈت جی مایوس ہو کر لوٹ گئے تو کسی نے یہ خیال کر کے کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام کا سلام سُنا نہیں ہوگا۔ حضور سے عرض کیا کہ حضور پنڈت لیکھرام آئے تھے اور سلام کرتے تھے۔ حضور نے یہ سُنتے ہی بڑی غیرت کے ساتھ فرمایا۔ "اسے شرم نہیں آتی ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے۔"[2]

### جلسہ مذاہب عالم لاہور

اب ہم ایک مشہور و معروف نشان کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو "جلسہ مذاہب عالم" کی صورت میں لاہور میں ظاہر ہوا۔ اور جس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ چند معززین نے مل کر یہ تجویز کی کہ جملہ مذاہب عالم کے لیڈروں پر مشتمل ایک عظیم الشان جلسہ لاہور میں منعقد کیا جائے۔

---

[1] اشتہار ۳/ فروری ۱۸۹۲ء     [2] "حیات احمد" جلد چہارم صفحہ ۴۲۲-۴۲۳ و سیرۃ المہدی۔

جس میں مذہب سے تعلق رکھنے والے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کے جوابات پر تقریریں ہوں

۱- انسان کی جسمانی، اخلاقی اور رُوحانی حالتیں،

۲- انسان کی دنیوی زندگی کے بعد کی حالت،

۳- دنیا میں انسان کی ہستی کی غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟

۴- کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟

۵- علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں؟

چنانچہ جب اس جلسہ کے مجوز سوامی شوگن چندر حضور کی خدمت میں پہنچے تو حضور نے فوراً مضمون تیار کرنے پر آمادگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس کا پہلا اشتہار قادیان میں ہی چھاپ کر شائع کروایا اور اپنے ایک مُرید کو مقرر فرمایا کہ وہ ہر طرح ان کی مدد کرے۔ آریوں، سناتن دھرمیوں، برہمو سماجیوں، سکھوں، تھیوسافیکل سوسائٹی والوں، فری تھنکروں، عیسائیوں اور مسلمانوں غرضکہ ہر مذہب و ملت کے لیڈروں کو مندرجہ بالا سوالات کے جوابات لکھنے کی دعوت دی گئی۔ مسلمانوں میں سے حضور کے علاوہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی ابُو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی مدعو تھے۔

جلسہ کے لئے ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر کی تاریخیں مقرر کی گئی تھیں اور جلسہ کے انعقاد کے لئے پہلے ٹاؤن ہال تجویز کیا گیا تھا مگر بعد میں اسلامیہ کالج واقعہ اندرون شیرانوالہ دروازہ کا وسیع ہال اس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا۔

حضرت اقدس ابھی مضمون لکھ ہی رہے تھے کہ آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ آپ کا مضمون سب سے بالا رہے گا چنانچہ آپ نے اس وحی الٰہی کی اشاعت کے لئے مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء کو یعنی جلسہ سے پانچ چھ روز قبل ایک اشتہار شائع فرمایا جو یہ ہے:-

"جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارہ میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق و معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے

اور جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سُنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نُور اس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے دروغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن وجمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب رہے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نُور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سُنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ اور خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھُونے سے اس محل میں سے ایک نُور ساطع نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا اللّٰہ اکبر۔ خربت خیبر۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے مراد میرا دل ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے۔ اور وہ نور قرآنی معارف ہیں۔ اور خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھُوٹے مذہبوں کا جھُوٹ کھُل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی۔ جب تک کہ اپنا دائرہ پُورا کرلے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا۔ ان اللّٰہ معک۔ ان اللّٰہ یقوم اینما قمت۔ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہوتا ہے۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔ اب میں

زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج کر کے بھی ان معارف کو سُننے کے لئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔"[له]

یہ اشتہار جو ایک زبردست پیشگوئی پر مشتمل تھا ملک کے طول وعرض میں پھیلا دیا گیا۔ لاہور کے در و دیوار پر بھی چسپاں کیا گیا اور لوگوں میں بھی تقسیم کیا گیا۔

یاد رہے کہ ایگزکٹو کمیٹی یعنی مجلس منتظمہ کی طرف سے اس جلسہ کی صدارت اور تقریروں کو حسب شرائط کمیٹی اندازہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل چھ اصحاب ماڈریٹر مقرر ہو چکے تھے۔

۱۔ رائے بہادر بابو پرتول چندر صاحب جج چیفکورٹ پنجاب۔

۲۔ خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور۔

۳۔ رائے بہادر پنڈت رادھا کشن صاحب کول پلیڈر چیفکورٹ سابق گورنر جموں۔

۴۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی۔

۵۔ رائے بھوانی داس صاحب ایم۔ اے اکسٹرا اسسٹنٹ آفیسر جہلم۔

۶۔ جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور۔

اگزکٹو کمیٹی کی تجویز کے مطابق جلسے کے دوسرے روز یعنی ۲۷ دسمبر کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون سُنایا جانا تھا۔ اس روز کمیٹی نے صدارت کے لئے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کا نام تجویز کیا۔ حضرت مولوی صاحب کی صدارتی تقریر کے بعد پہلے بابو بیجا رام صاحب چٹرجی سابق پریذیڈنٹ آریہ سماج سکھر نے تقریر کی۔ ان کے بعد پنڈت گوردھن داس صاحب فری تھنکر نے اپنا مضمون بیان کیا۔ بعدہٗ نصف گھنٹہ کے وقفہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مشہور و معروف مضمون جو بعد میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع ہوا۔ اور جس کا دُنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سُنانا شروع کیا۔ لیکن ابھی پانچ سوالوں کے جوابات میں سے بمشکل ایک سوال کا جواب ہی سُنایا تھا کہ شام ہونے لگی[٢ه] اور اس پر جلسہ ۵½ بجے شام ختم کرنا پڑا۔

له اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت ۔ ٢ه دراصل اس مضمون کیلئے ۱½ بجے سے لیکر ۳½ بجے تک دو گھنٹے کا وقت مقرر تھا مگر جب ہر طرف سے تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہونے لگے تو حضرت مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے بھی اپنا وقت اس مضمون کے سنائے جانے کیلئے دیدیا۔ مگر مضمون لمبا تھا پھر بھی ختم نہ ہوا۔ اور شام ہو گئی۔ اس پر جیسا کہ متن میں مذکور ہے ۲۹ دسمبر کا دن بڑھانا پڑا۔
(مولف)

مگر حاضرین نے اصرار کیا کہ اس مضمون کو مکمل طور پر سنانے کے لئے جلسہ کا ایک دن بڑھا لیا جائے چنانچہ اگزکٹو کمیٹی نے موڈریٹر صاحبان کی رضامندی سے انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری اور پریذیڈنٹ سے چوتھے دن کے لئے ہال کو استعمال کرنے کی اجازت حاصل . . . . . . . کر کے صدر جلسہ حضرت مولوی صاحبؒ کو اطلاع دی کہ آپ چوتھے دن کا اعلان فرما دیں۔ جس پر آپ نے ذیل کے الفاظ میں اس روز کے اجلاس کی کارروائی کو ختم کیا:-

"میرے دوستو! آپ نے پہلے سوال کا جواب جناب میرزا صاحب کی جانب سے سنا۔ ہمیں خاص کر جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا مشکور ہونا چاہیئے جنہوں نے ایسی قابلیت کے ساتھ اس مضمون کو پڑھا۔ میں آپ کو مژدہ دیتا ہوں کہ آپ کے اس فرط شوق اور دلچسپی کو دیکھ کر جو آپ نے مضمون کے سننے میں ظاہر کی اور خصوصاً موڈریٹر صاحبان اور دیگر عمائد و رؤسا کی خاص فرمائش سے اگزکٹو کمیٹی نے منظور کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصہ مضمون کے لئے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے۔ اب نماز مغرب کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور میں زیادہ آپ کا وقت لینا نہیں چاہتا۔ صرف میں آپ کو کل کا پروگرام سناتا ہوں[1]۔"

ان الفاظ کے بعد آپ نے اگلے روز کے اجلاس کا پروگرام سنا کر جلسہ کو برخاست کر دیا۔ ۲۹ تاریخ کو جب یہ مضمون ختم ہوا تو ایک معزز ہندو کی زبان سے جو اس جلسہ کا صدر تھا بے اختیار یہ فقرہ نکلا کہ "یہ **مضمون تمام مضمونوں سے بالا رہا**" اور لاہور کے مشہور انگریزی اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے لکھا کہ

"جلسہ اعظم مذاہب لاہور جو ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے ہال میں منعقد ہوا۔ اس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کا جواب دیا (آگے پانچوں سوالات نقل کئے گئے ہیں) لیکن سب مضمونوں سے زیادہ توجہ اور زیادہ دلچسپی سے مرزا غلام احمد قادیانی کا مضمون سنا گیا جو اسلام کے بڑے بھاری مؤید اور عالم ہیں۔ اس لیکچر کو سننے کے لئے ہر مذہب و ملت کے لوگ کثرت کے ساتھ جمع تھے۔ چونکہ مرزا صاحب خود جلسہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ اس لئے مضمون ان کے ایک قابل اور فصیح شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ ۲۷ تاریخ والا مضمون قریباً ساڑھے تین گھنٹہ تک پڑھا گیا اور گویا ابھی پہلا سوال ہی

---

[1] رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۴۰۔

ختم ہوا تھا۔ لوگوں نے اس مضمون کو ایک وجد اور محویت کے عالم میں سُنا اور پھر کمیٹی نے اس کے لئے جلسہ کی تاریخوں میں ۲۹؍دسمبر کی زیادتی کر دی۔"

اس تقریب کے متعلق جو رپورٹ ہندوؤں کی طرف سے مرتب ہوئی، اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے پیش ہونا تھا۔ اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا ڈیڑھ بجنے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا۔ اور چند ہی منٹوں میں مکان پُر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات ہزار کے قریب مجمع تھا۔ مختلف مذاہبُ ملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔ اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤسا، عمائد پنجاب، علماء و فضلاء، بیرسٹر، وکیل، پروفیسر، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈاکٹر غرضیکہ اعلیٰ اعلیٰ طبقہ کی مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ انہیں نہایت صبر و تحمل کے ساتھ برابر چار پانچ گھنٹے اسوقت گویا ایک ٹانگ پر کھڑا رہنا پڑا۔ اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی مقرر تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو تب تک کاروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے۔ اُن کا ایسا فرمانا عین اہلِ جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشا کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت کے گذرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دے دیا تو حاضرین اور ماڈریٹر صاحبان نے ایک نعرۂ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ یہ مضمون شروع سے آخر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔"[1]

کلکتہ کے قدیم اخبار "جنرل و گوہر آصفی" نے ۲۴؍جنوری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں "جلسہ اعظم منعقدہ لاہور اور "فتح اسلام" کے دوہرے عنوان سے ایک شاندار تبصرہ شائع کیا جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:۔

---

[1] رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب لاہور صفحہ ۷۹-۸۰

"ہمیں معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ کارکنانِ جلسہ نے خاص طور پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور سر سید احمد صاحب کو شریک جلسہ ہونے کے لئے خط لکھا۔ تو حضرت مرزا صاحب نے گو علالت طبع کی وجہ سے بنفسِ نفیس شریک جلسہ نہ ہو سکے مگر اپنا مضمون بھیجکر اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو اس کی قرأت کے لئے مقرر فرمایا۔ لیکن جناب سر سید نے شریک جلسہ ہونے اور مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی فرمائی۔ یہ اس بنا پر نہ تھا کہ وہ معمّر ہو چکے اور ایسے جلسوں میں شریک ہونے کے قابل نہ رہے ہیں۔ اور نہ اس بنا پر تھا کہ انہیں ایام میں ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد میرٹھ میں مقرر ہو چکا تھا بلکہ یہ اس بنا پر تھا کہ مذہبی جلسے ان کی توجہ کے قابل نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی چٹھی میں جس کو ہم انشاء اللہ اپنے اخبار میں کسی اور وقت درج کریں گے، صاف لکھدیا ہے کہ وہ کوئی واعظ یا ناصح یا مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں یا ناصحوں کا ہے۔ جلسے کے پروگرام کے دیکھنے اور نیز تحقیق کرنے سے ہمیں یہ پتہ ملا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری۔ جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی ہمارے مقدس زمرۂ علماء سے کسی اَور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بنایا۔ ہاں دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے مانحن فیہا میں قدم رکھا مگر اُلٹا۔ اس لئے انہوں نے یا تو مقررہ مضامین پر کوئی گفتگو نہ کی یا بے سروپا کچھ ہانک دیا جیسا کہ ہماری آئندہ کی رپورٹ سے واضح ہوگا۔ غرض جلسہ کی کاروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پُورا حق ادا فرمایا ہے اور اس انتخاب کو راست کیا ہے جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور۔ راولپنڈی۔ جہلم۔ شاہ پور۔ بھیرہ۔ خوشاب۔ سیالکوٹ۔ جموں۔ وزیر آباد۔ لاہور۔ امرتسر۔ گورداسپور۔ لدھیانہ۔ شملہ۔ دہلی۔ انبالہ۔ ریاست پٹیالہ۔ کپورتھلہ۔ ڈیرہ دون الہ آباد۔ مدراس۔ بمبئی۔ حیدر آباد دکن۔ بنگلور وغیرہ بلادِ ہند کے مختلف اسلامی فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعہ مزین بدستخط ہو کر وقوع میں آیا تھا۔ حق تو یہ ثابت ہوتا ہے

کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اُٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے، بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھُلی۔ جو انتخاب تیر بہدف کی طرح روز روشن میں ٹھیک نکلا اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے۔ اس لئے کہ اس میں اسلامی شوکت ہے اور اسی میں اسلامی عظمت اور حق بھی یہی ہے"[1]

اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی نے یکم فروری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں لکھا۔

" ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی رُوح و رواں تھا، مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ ۲۷ دسمبر قریباً چار گھنٹے اور ۲۹ دسمبر کو دو گھنٹے تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹے میں لیکچر تمام ہوا جو حجم میں سو صفحے کلاں تک ہوگا۔ غرضکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کیلئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سُنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے مگر ان میں جاندار بات کوئی نہیں تھی۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالات کا علیحدہ علیحدہ اور مفصل و مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سُنا اور بڑا ہی بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا

---

[1] بحوالہ تاریخ احمدیت حصہ سوم صفحہ ۴۸۷ - ۴۸۸۔

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے۔ لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کُل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول و فروعاتِ اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ بہترین مُزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے مسئلہ کو ثابت کیا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور توالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآن کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔ غرضکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف و حقائق و حِکَم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر ہو گئے تھے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اُوپر نیچے سے بھر رہا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں کے امتیاز کے لئے اس قدر کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے وقت خلقت اس طرح آ آ کر گری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لُطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اُٹھ جاتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب کا لیکچر بہت معمولی تھا۔ وہی مُلّائی خیالات تھے جن کو ہم روز سُنتے ہیں۔ اس میں کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی۔ اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اُٹھ کر چلے گئے مولوی صاحب ممدوح کو اپنا لیکچر پُورا کرنے کے لئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی"[1]

اس طرح جب یہ مضمون کتابی شکل میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع ہوا۔ اور دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے تو بڑے بڑے اہل الرائے اصحاب نے اس مضمون کے متعلق تعریف و توصیف سے پُرآراء لکھیں مگر افسوس کہ اس مختصر سے مضمون میں ان کا اندراج ممکن نہیں۔

## پنڈت لیکھرام کا قتل

لاہور ہی وہ مقام ہے جہاں مشہور آریہ لیکھرام اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اپنی بد زبانی کے جُرم کی پاداش میں قہار خدا کے قہر کا نشانہ بن گیا۔

---

[1] بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۲

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ۱۸۸۵ء میں غیر مسلموں کو نشان نمائی کی دعوت دی تو یہ بھی مقابلہ کے لئے قادیان میں آئے مگر چند روز مخالفوں کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ یہ حضرت اقدس سے بار بار نشان طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میری نسبت جو پیشگوئی آپ چاہیں شائع کر دیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے جب ان کے متعلق دعا کی تو الہام ہوا:-

عِجْلٌ جَسَدٌ لَّہٗ خُوَارٌ لَہٗ نَصَبٌ وَّعَذَاب

یعنی "یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل رہے گا"[1]

اس الہام کے بعد ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کو جب حضرت اقدس نے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا کہ

"آج کی تاریخ سے جو ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء ہے۔ چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا"[2]

ایک الہام اس کے متعلق یہ بھی ہوا کہ

"یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِیْ سِتٍّ"[3]

کہ پنڈت لیکھرام کا معاملہ چھ میں ختم کر دیا جائے گا۔

حضرت اقدس نے اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کے ابتداء میں پنڈت لیکھرام کے متعلق مندرجہ ذیل فارسی اشعار بھی لکھے:-

اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ

رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم بجو در آل و اعوانِ محمدؐ

اَلا اے مُنکر از شانِ محمدؐ ہم از نور نمایانِ محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است

بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

---

[1] از اشتہار ۲۰ر فروری بحوالہ "حیات طیبہ" صفحہ ۲۱۴ ۔ [2] ایضاً ۔ [3] استفتاء اردو حاشیہ صفحہ ۱۷

یعنی "خبردار اے اسلام کے نادان اور گمراہ دشمن! تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔ اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا رستہ جسے لوگ کھو بیٹھے ہیں آ اور اُسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزندوں اور آپ کے لائے ہوئے دین کے مددگاروں میں تلاش کر۔ ہاں اے وہ شخص جو محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کے کھُلے کھُلے نُور کا بھی منکر ہے اگرچہ کرامت بے نام و نشان ہے لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے اس کا مشاہدہ کرلے۔"

پھر ۲؍اپریل ۱۸۹۳ء کو حضور نے ایک اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ

"آج جو ۲؍اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴؍ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مینے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا کہ اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا ہے۔ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اُس کو دیکھتا تھا کہ اس نے مجھ سے پُوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اَور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ دوسرا شخص کون ہے۔"[1]

پھر آپ نے اپنی کتاب "کرامات الصادقین" میں جس کا سن تصنیف ۱۸۹۳ء ہے اس پیشگوئی کے پُورا ہونے کی مدت مقرر فرمادی۔ چنانچہ لکھا:۔

وبشرنی ربّی وقال مبشراً ستعرف یوم العید والعید اقرب

یعنی مجھے لیکھرام کی موت کی نسبت خدا نے بشارت دی اور کہا کہ عنقریب تو اس عید کے دن کو پہچان لے گا اور اصل عید کا دن بھی اس عید کے قریب ہوگا۔

پنڈت لیکھرام کے بار بار نشان طلب کرنے پر حضرت اقدس نے جو نشان اُسے دکھانا چاہا اس کے متعلق پیشگوئی کی کافی وضاحت ہوچکی ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرنا بھی ضروری ہے۔ پنڈت صاحب

---

[1] نزول المسیح صفحہ ۱۸۰۔

مذکور چونکہ حضرت اقدس کی پیشگوئیوں کو بالکل ہی ناقابل التفات سمجھتے تھے۔ اس لئے جوں جوں حضور کی طرف سے پیشگوئی کی وضاحت ہوتی گئی پنڈت صاحب شوخی و شرارت میں بڑھتے گئے۔ وہ اس وہم میں مبتلا تھے کہ جس طرح انہوں نے چند سال قبل حضرت اقدس کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا تھا کہ

"یہ شخص (یعنی حضرت مرزا صاحب) تین سال کے اندر ہیضہ سے مر جائے گا کیونکہ (نعوذ باللہ) کذاب ہے"

اور پھر لکھا تھا کہ

"تین سال کے اندر اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس کی ذریت میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا"۔[۱]

اسی طرح حضرت کی پیشگوئی بھی (نعوذ باللہ) جھوٹی ثابت ہوگی۔ مگر دیکھئے خدائے ذوالجلال کا فیصلہ کہ حضرت اقدس کی پیشگوئی کے پانچویں سال عید الفطر کے دوسرے روز ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو شام کے ۶ بجے پنڈت لیکھرام صاحب اپنے مکان واقعہ وچھووالی میں کسی نامعلوم شخص کے ہاتھوں چھری کے ذریعہ قتل ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پنڈت صاحب کے پاس ایک مسلمان شدھ ہونے کے لئے آیا ہوا تھا۔ پنڈت جی کرسی پر بیٹھے تصنیف کا کام کر رہے تھے اور وہ سامنے کمبل اوڑھے زمین پر بیٹھا تھا۔ پنڈت جی نے جب ذرا سستانے کے لئے کھڑے ہو کر انگڑائی لی تو اس نے اس زور سے چھری ان کے پیٹ میں گھونپی کہ انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ مونہہ سے شدت درد کی وجہ سے بیل کی سی آواز سُنکر اُن کی ماں اور بیوی بھی جو کسی دوسرے کمرہ میں تھیں، پہنچ گئیں مگر قاتل غائب ہو چکا تھا۔ نہ معلوم اُوپر چڑھ گیا یا نیچے اُتر گیا۔ کئی قسم کی روائتیں اس کے متعلق مشہور ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ باوجود تلاش بسیار قاتل کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ لاہور کے بڑے بڑے مسلمان گھرانوں کی تلاشیاں بھی ہوئیں۔ قادیان میں حضرت اقدس کے گھر کی تلاشی بھی لی گئی مگر قاتل کا کہیں سے بھی سُراغ نہ مل سکا۔

اب پنڈت جی کا حال سُنئے۔ انہیں پولیس کی مدد سے فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم (جو اُن ایام میں میڈیکل کالج کے طالب علم تھے) ڈیوٹی پر تھے مگر اپریشن انگریز ڈاکٹر پیری نے کرنا تھا۔ جب اُن کے آنے میں ذرا تاخیر ہوئی تو ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان ہے کہ پنڈت جی نے بار بار یہ کہنا

---

[۱] "تکذیب براہین احمدیہ" مصنفہ پنڈت لیکھرام صاحب۔

شروع کیا کہ "ہائے میری قسمت! کوئی ڈاکٹر بھی نہیں بوہڑدا" یعنی ڈاکٹر بھی نہیں پہنچتا۔ خیر کچھ انتظار کے بعد جب ڈاکٹر صاحب آگئے تو چونکہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ان کے معاون تھے اس لئے وہ انہیں بار بار مرزا صاحب! مرزا صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ جب بار بار ان کی زبان سے مرزا صاحب کے الفاظ نکلے تو پنڈت جی یہ سمجھ کر کانپ اُٹھے کہ شاید یہاں ہسپتال میں بھی وہی مرزا صاحب آدھمکے ہیں۔ خیر ڈاکٹر صاحب نے رات بارہ بجے تک اپریشن کا کام ختم کیا۔ مگر ابھی وہ ہاتھ ہی دھو رہے تھے کہ زخم کے ٹانکے کھُل گئے اور ان کو دوبارہ سینا پڑا۔ اس وقت پولیس والوں نے پنڈت جی کا بیان لینا چاہا مگر ڈاکٹر نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ مگر تکلیف لحظہ بہ لحظہ بڑھتی چلی گئی۔ یہانتک کہ چار بجے صبح پنڈت جی چل بسے۔ اور جس طرح پیشگوئی میں بتایا گیا تھا سامری کے بچھڑے کی طرح پنڈت جی کی ارتھی جلائی گئی اور راکھ دریا میں ڈال دی گئی

اس پیشگوئی کا مقصد چونکہ احقاق حق اور ابطال باطل تھا اس لئے جب یہ اپنی پُوری شان کے ساتھ پُوری ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا:-

"یہ پیشگوئی ایک بڑے مقصد کے ظاہر کرنے کے لئے کی گئی تھی یعنی اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ آریہ مذہب بالکل باطل اور وید خدا تعالٰے کی طرف سے نہیں اور ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پاک رسُول اور برگزیدہ نبی اور اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے۔ سو اس پیشگوئی کو نِری ایک پیشگوئی خیال نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ خدا تعالٰے کی طرف سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ ہے۔"[1]

## حسین کامی سفیر ترکی کا لاہور سے قادیان جانا

مئی ۱۸۹۷ء میں ایک ترکی قونصل مسمّی حسین کامی متعینہ کراچی لاہور آئے۔ عبدالحمید ثانی سلطان ٹرکی کا زمانہ تھا۔ لاہور اسٹیشن پر اُن کا بڑا زبردست استقبال کیا گیا۔ ڈپٹی برکت علی صاحب شاہجہانپوری پریذیڈنٹ انجمن اسلامیہ لاہور کی کوٹھی واقعہ بیرون موچی دروازہ میں ان کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ بعض احمدی احباب بھی انہیں تبلیغ کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ ان کی تبلیغ کا نتیجہ یہ نکلا کہ قونصل صاحب اپنی کسی سیاسی غرض کے ماتحت قادیان جانے کے لئے تیار ہو گئے مگر وہاں ان کا مدعا حاصل نہ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں لاہور واپس آکر انہوں نے سخت مخالفت کی۔

---

[1] "سراج منیر" صفحہ ۹-۱۰

اور اُن کی ایک ایسی ہی مخالفانہ تحریر کی اشاعت کے سلسلہ میں اخبار "ناظم الہند" کے ایڈیٹر نے خوب حصہ لیا۔ اور پبلک کو مشتعل کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

اس واقعہ کے بعد ایسے حالات پیش آئے کہ اسی سال یعنی ۱۸۹۷ء میں یُونان اور ترکی کی لڑائی چھڑ گئی ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی کی امداد کے لئے چندہ جمع کر کے ترکی قونصل حسین کامی کو دیا جو انہوں نے ترکی حکومت کے خزانہ میں جمع کروانے کی بجائے خود ہضم کر لیا۔ اس کی خبر جب سلیم پاشا ملحمہ کارکن کمیٹی چندہ کو پہنچی تو انہوں نے بڑی کوشش کے ساتھ اس روپیہ کو اُگلوانے کی کوشش کی اور قونصل مذکور کی اراضی مملوکہ کو نیلام کروا کر وصولی رقم کا انتظام کیا اور باب عالی میں خبر بھجوا کر انہیں نوکری سے موقوف کروا دیا۔[1]

## "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب"

وہ مشہور و معروف رسالہ جس کا نام ہے "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" سراج الدین بھی لاہور ہی کا تھا۔ اور لاہور مشن کالج میں پروفیسر تھا۔ یہ رسالہ حضرت اقدسؑ نے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو شائع فرمایا تھا۔

## سفر ملتان اور لاہور میں قیام۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اوائل اکتوبر ۱۸۹۷ء میں ایک رؤیا میں دیکھا کہ آپ ایک حاکم کی عدالت میں کسی گواہی کے لئے پیش ہوتے ہیں مگر حاکم نے شہادت کے دستور کے مطابق آپ کو قسم نہیں دی۔[2] اس کے بعد حضور نے ۸ر اکتوبر ۱۸۹۷ء کو پھر خواب میں دیکھا کہ اس شہادت کے ضمن میں ایک سپاہی سمن لے کر آیا ہے۔[3]

ان ایام میں حالات ایسے تھے کہ بظاہر کسی مقدمہ کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ مگر چند روز کے بعد ہی ایک سپاہی سمن لے کر آ گیا اور معلوم ہوا کہ مولوی رحیم بخش صاحب پرائیویٹ سکرٹری نواب صاحب بہاولپور نے لاہور کے اخبار "ناظم الہند" کے ایڈیٹر پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر رکھا ہے۔ اس اخبار کے ایڈیٹر سید ناظم حسین صاحب کاظمی تھے جو شیعہ تھے اور حضور کے سخت مخالف تھے۔ اور جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے، یہی صاحب تھے جنہوں نے ترکی قونصل حسین کامی کے سلسلہ میں حضرت اقدس کے خلاف اشتعال انگیزی کی تھی۔ بایں ہمہ انہیں یہ یقین تھا کہ حضرت اقدس اپنے بلند کیریکٹر اور عالی حوصلگی کی وجہ سے شہادت کے معاملہ میں اظہار حق میں ہرگز پس و پیش نہ کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور نے اپنی

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے "تریاق القلوب" صفحہ ۱۲۱ و اخبار "نیر آصفی" مدراس مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۸۹۹ء۔

[2] و [3] نزول المسیح صفحہ ۲۲۱۔

بلندیٔ اخلاق کی وجہ سے ملتان کا لمبا سفر اختیار کیا اور وہاں جا کر شہادت دی۔ مگر عجیب بات ہے کہ رویار کے مطابق جب حاکم آپ سے شہادت لینے لگا تو قسم دینا بھول گیا اور یاد آنے پر قانون کا منشا پورا کرنے کے لئے بیان کے بعد قسم دی۔

واپسی پر حضور نے لاہور میں محترم جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مالک بمبئی ہاؤس کے مکان واقعہ انارکلی بالمقابل پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی میں چند دن قیام فرمایا۔ لاہور میں ان دنوں حضور کی شدید مخالفت تھی۔ جہاں سے بھی آپ گذرتے آوارہ اور بد مذاق لوگ آپ پر آوازے کستے۔ مگر آفرین ہے آپ پر کہ ذرا بھی ماتھے پر شکن نہ آتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا بیان ہے کہ

"یہاں (یعنی لاہور میں) جن جن جگہوں سے آپ گذرتے وہاں کے لوگ آپ کو گالیاں دیتے اور پکار پکار کر بُرے الفاظ آپ کی شان میں زبان سے نکالتے۔ میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی اور میں بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں اس مخالفت کی جو لوگ آپ سے کرتے تھے وجہ تو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس لئے یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب آتا کہ جہاں سے آپ گذرتے ہیں لوگ آپ کے پیچھے کیوں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے ہیں؟ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک ٹنڈا شخص جس کا ایک پونہچا کٹا ہوا تھا اور بقیہ ہاتھ پر کپڑا بندھا ہوا تھا نہیں معلوم کہ ہاتھ کے کٹنے ہی کا زخم تھا یا کوئی نیا زخم تھا وہ بھی لوگوں میں شامل ہو کر غالباً مسجد وزیر خاں کی سیڑھیوں پر کھڑا تالیاں پیٹتا اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتا تھا اور دوسروں کے ساتھ مل کر شور مچا رہا تھا کہ "ہائے۔ ہائے مرزا نٹھ گیا" (یعنی میدان مقابلہ سے فرار کر گیا) اور میں ان الفاظ کو دیکھ کر سخت حیران تھا خصوصاً اس شخص پر اور دیر تک گاڑی سے سر نکال کر اس شخص کو دیکھتا رہا[۱]"

لاہور شہر میں جہاں مخالفت کا یہ عالم تھا وہاں سنجیدہ اور با وقار طبقہ بھی موجود تھا اور ایسے لوگ ہر مذہب و ملت میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ کثرت کے ساتھ حضرت اقدس کی مجلس میں آتے۔ اور حضور کی پُر معارف گفتگو کو سُنکر اپنی رُوحانی پیاس بجھاتے۔ بعض لوگ سوالات بھی کرتے مگر آپ کے جوابات

---

[۱] "سیرت مسیح موعود" مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔

سنکر حیران رہ جاتے۔ چنانچہ محترم چودھری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی مرحوم[1] کا بیان ہے کہ

"حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کا دولتکدہ جو ان کی پُرانی دکان بمبئی ہاؤس کے عقب میں تھا حضرت اقدس کے نزول اجلاس کے باعث رشک جنت بنا ہوا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ ایک وسیع کمرہ کی باہر والی طاقچی میں حضرت صاحب تشریف فرما تھے۔ اس وقت کے حالات کے مطابق یہ جگہ بہت غیر محفوظ تھی۔ باہر سے بڑی آسانی سے حملہ ہو سکتا تھا مگر بغیر کسی محافظ کے حضرت اقدس نہایت اطمینان سے بیٹھے تھے۔ خدام کے علاوہ شہر کے بہت سے معزز اشخاص وہاں موجود تھے۔ کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ غیر از جماعت لوگ مختلف قسم کے اعتراض کرتے تھے اور حضرت صاحب جواب دیتے تھے۔ آخر عیسائیوں کی طرف سے ایک اعتراض پیش ہوا کہ "قرآن مجید میں جو قصے درج ہیں وہ بائیبل سے لئے گئے ہیں"۔ معلوم نہیں یہ اعتراض کسی عیسائی نے پیش کیا یا کسی مسلمان نے کسی عیسائی کی طرف سے پیش کیا۔ چونکہ مسئلہ اہم تھا اور حاضرین کی تعداد اتنی تھی کہ اگر حضرت صاحب بیٹھ کر جواب دیتے تو سب حاضرین نہ سُن سکتے۔ اس واسطے حضرت صاحب کھڑے ہو گئے اور ایسی معرکہ کی تقریر فرمائی کہ اپنی جماعت کے لوگ تو ایک طرف رہے دوسرے لوگ بھی عش عش کرنے لگے۔ مجھے وہ سماں نہیں بھول سکتا جب بہت سے دلائل دے کر حضرت صاحب نے فرمایا "غرض جس طرح گھاس پھوس اور چارہ گائے کے پیٹ میں جا کر لہو اور پھر تھنوں میں جا کر دودھ بن جاتا ہے۔ اسی طرح توراۃ اور انجیل کی کہانیاں اور داستانیں قرآن میں آکر نور اور حکمتیں بن گئیں" یہ سُنکر ہال جزاک اللہ اور بارک اللہ کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ میں جب کبھی اس طرف جاتا ہوں اور اس طاقچی کو دیکھتا ہوں تو وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور اس کے سامنے آنے سے جو دل پر گذرتی ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے" [2]

---

[1] خاکسار عرض کرتا ہے کہ چودھری صاحب مرحوم گو اختلاف کے بعد غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بہت ادب و احترام کیا کرتے تھے۔ قادیان میں بھی جایا کرتے تھے۔ چنانچہ راقم الحروف نے خود ان کو احمدیہ چوک قادیان میں ایک مرتبہ دیکھا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عقاید مولوی محمد علی صاحب کے ٹھیک ہیں مگر دعا حضرت میاں صاحب (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) کی قبول ہوتی ہے۔

[2] "مجدد اعظم" حصہ اول صفحہ ۵۶۱ - ۵۶۲

## بشپ آف لاہور کو چیلنج

لاہور ہمیشہ مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ لاہور میں لندن سے ایک پادری صاحب جن کا نام لیفرائے تھا اور جو بشپ کے عہدہ پر فائز ہو کر آئے تھے، انہوں نے لاہور آتے ہی "معصوم نبی" اور "زندہ نبی" کے مضامین پر لیکچر دینے کا اعلان کیا۔ اور بڑی جرأت کے ساتھ مسلمانوں کو مقابلہ کا چیلنج دیا چنانچہ ان کا پہلا لیکچر ۱۸ رمئی ۱۹۰۰ء کو فورمین چیپل لاہور انارکلی لاہور میں "نبی معصوم" کے موضوع پر ہوا۔ اس لیکچر میں انہوں نے ضعیف روایات اور تفاسیر کی بنا پر حضرت مسیح کے سوا سارے انبیاء کو گنہگار ثابت کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو مقابلہ پر آئے۔ حضرات علماء جو جلسہ میں موجود تھے لاحول ولا قوۃ پڑھتے ہوئے جلسہ سے چل دیئے۔ اتفاقاً اس جلسہ میں احمدیت کے شیدائی حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی موجود تھے۔ ان کی غیرت بھلا کب برداشت کر سکتی تھی کہ بشپ صاحب مسلمانوں کو مباحثہ کا چیلنج دے کر فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے جلسہ گاہ سے نکل جائیں۔ آپ فوراً کھڑے ہوئے اور بآواز بلند کہا کہ پادری صاحب! آپ نے جو دلائل مسیح کی عصمت ثابت کرنے کے لئے اناجیل سے دیئے ہیں وہ کسی محقق کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو سکتے کیونکہ اناجیل تو حضرت مسیحؑ کے ارادتمندوں کی تصانیف ہیں اور ارادتمند ہمیشہ تعریف کیا ہی کرتے ہیں۔ البتہ اگر انہوں نے حضرت مسیحؑ کا اپنا کوئی قول حضرت مسیحؑ کی معصومیت کے ثبوت میں پیش کیا ہو تو پھر وہ واقعی التفات کے قابل ہوگا۔ سو جب ہم اناجیل کو دیکھتے ہیں تو وہاں حضرت مسیحؑ اپنے ایک ارادتمند کے قول کے جواب میں اپنی نسبت صاف طور پر فرماتے ہیں کہ "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں سوائے باپ کے جو آسمان پر ہے"۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو معصومیت کے مقام پر کھڑا کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتے۔ البتہ ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ضرور معصوم ہیں کیونکہ خدا تعالےٰ انہیں فرماتا ہے "واللہ یعصمک من الناس" یعنی اللہ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے صرف تو ہی معصوم ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا یہ استدلال سُنکر پادری صاحب بہت گھبرائے اور جلسہ گاہ چھوڑ کر چل دیئے۔

جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بشپ صاحب کے اس لیکچر کا علم ہوا تو حضور نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں بشپ صاحب کو "معصوم نبی" کے موضوع پر بحث کرنے کے لئے بلایا اور لکھا کہ کسی نبی کا معصوم ثابت کرنا کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا کیونکہ نیکی کی تعریف میں کئی مذاہب کا آپس میں شدید اختلاف ہے۔ مثلاً بعض مذاہب شراب پینا حرام کہتے ہیں بعض نہ صرف

جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پس عمدہ طریقہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدیسی اور برکاتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضۂ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے۔ یعنی یہ دکھلایا جائے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کس کی ثابت نہیں۔ وغیرہ[ل]

حضور کا یہ اشتہار لاہور اور دیگر شہروں میں تقسیم کر دیا گیا اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر بشپ صاحب کو بھی پہنچا دیا گیا۔ مگر بشپ صاحب ایسے مرعوب ہوئے کہ گویا انہوں نے ابتداءً کوئی چیلنج کیا ہی نہیں تھا۔

دوسرے جس روز حضور کا یہ چیلنج پادری صاحب کو ملا۔ اسی روز یعنی ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو پادری صاحب نے "زندہ رسُول" کے موضوع پر لیکچر دینے کا اعلان کیا تھا اور حسب سابق اس میں بھی مسلمانوں کو مقابلہ پر آنے کی دعوت دی تھی۔ یہ جلسہ رنگ محل ہائی سکول میں بڑے وسیع پیمانہ پر منعقد ہوا تھا۔ اور اس میں تین ہزار کے قریب آدمی تھے۔ مسلمانوں کو لاہور کے علماء میں سے تو کوئی عالم مقابلہ کے لئے نہ ملا۔ امرتسر سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو لایا گیا۔ لیکن مولوی صاحب نے ڈاکٹر لیفرائے کا مقابلہ کرنے کی بجائے مسلمانوں کو یہ تلقین شروع کی کہ لیکچر سُننے کے لئے ہرگز کوئی مسلمان نہ جائے۔ مسلمانوں نے اپنے علماء کی بے بسی دیکھ کر سخت شرمندگی محسوس کی اور حضرت اقدس کی طرف رجُوع کیا۔ حضرت اقدس نے رُوح القدس کی تائید سے ڈاکٹر لیفرائے کے متوقع مضمون سے پہلے ہی "زندہ رسُول" کے موضوع پر ایک مضمون لکھا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جو لیکچر پادری صاحب نے دینا تھا اس کے دلائل کا مکمل جواب حضور کے اس مضمون میں موجود تھا۔ چنانچہ جب پادری صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے حضرت اقدس کا مضمون پڑھنا شروع کیا تو سامعین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کیونکر حضرت مرزا صاحب کو پادری صاحب کے دلائل کا قبل از وقت علم ہو گیا جو آپ نے ان دلائل کو ایک ایک کر کے توڑ کر رکھ دیا۔ بشپ صاحب اور اُن کے ساتھی بھی اس مضمون کو سُنکر ششدر رہ گئے کیونکہ یہ مضمون ان کے لیکچر کا مکمل جواب تھا۔

غرض حضرت اقدس کا چیلنج وصول کر کے بشپ صاحب سخت سٹپٹائے اور مباحثہ سے صاف انکار

---

ل دیکھو اشتہار "بشپ صاحب لاہور سے ایک سچے فیصلہ کی درخواست" محررہ ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت؛

کر دیا۔ اور اس انکار پر متعدد انگریزی اخبارات مثلاً پاؤنیر، انڈین سپیکٹیٹر اور انڈین ڈیلی ٹیلیگراف وغیرہ نے حیرت کا اظہار کیا۔[1]

## سفر جہلم کے دوران لاہور میں قیام ۱۵ر جنوری ۱۹۰۳ء

یہ بات جماعت میں شائع و متعارف ہے کہ جب پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی حضرت اقدس سے رُوحانی اور علمی مقابلہ میں عاجز آ گئے۔ تو انہوں نے اپنے مریدوں کی معرفت اپنی علمیت کا جھوٹا دعویٰ کر کے پبلک کو دھوکہ دینے کی کوشش شروع کر دی۔ حضرت اقدس نے ان کی علمیت کا پردہ چاک کرنے کے لئے فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کا عزم فرمایا۔ اور انہیں بھی بالمقابل ایسی ہی تفسیر لکھنے کی دعوت دی اور اس کے لئے ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۰ء سے لے کر ۲۵ر فروری ۱۹۰۱ء تک ستّر دن کی مدت مقرر کی چنانچہ آپ نے پیر صاحب کو مخاطب کر کے لکھا کہ

"اگر میعاد مجوزہ تک یعنی ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۰ء سے لے کر ۲۵ر فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستّر دن ہیں فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر سورۃ فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اَور دلیل کی ضرورت نہیں رہے گی۔"[2]

اور ساتھ ہی لکھا کہ

"اگر اہلِ علم میں سے تین کس جو ادیب اور اہل زبان ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں قسم کھا کر کہدیں کہ پیر صاحب کی کتاب کیا بلاغت اور کیا فصاحت کی رُو سے اور کیا معارفِ قرآنی کی رُو سے فائق ہے تو میں عہد صحیح شرعی کرتا ہوں کہ پانسو روپیہ نقد بلا توقف پیر صاحب کی نذر کروں گا"

یہ چیلنج دے کر اور انعام مقرر فرما کر حضور نے تو اپنی کتاب بنام "اعجاز المسیح" وقت مقررہ کے اندر یعنی ۲۰ر فروری ۱۹۰۱ء کو شائع فرما دی لیکن پیر صاحب اس کتاب کے مقابل میں کوئی کتاب نہ لکھ سکے۔ البتہ اُن کے ایک مرید مولوی محمد حسن صاحب سکنہ بھیں ضلع جہلم نے "اعجاز المسیح" کا جواب لکھنا شروع کیا۔ مگر ابھی چند صفحے ہی لکھے تھے کہ دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے "اعجاز المسیح" اور "شمس بازغہ" مصنفہ حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے حاشیوں پر نوٹ لکھے تھے اور حضرت اقدس کی بیان فرمودہ بعض صداقتوں

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے "حیات طیبہ" ایڈیشن دوم صفحہ ۲۷ ۔ [2] از اشتہار ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۰ء

کو جھٹلانے کے لئے لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھا تھا مگر ابھی اس لعنت بھیجنے پر ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ وہ خود اس لعنتی موت کا شکار ہو گئے۔

پیر مہر علیشاہ صاحب کو اپنے اس متوفیٰ مرید مولوی محمد حسن صاحب کے نوٹوں کا علم تھا۔ لہذا انہوں نے اپنے کسی مرید کے ذریعہ مذکورہ بالا دونوں کتابیں جن کے حاشیوں پر متوفی کے نوٹ لکھے ہوئے تھے، منگوا لیں اور انہیں ترتیب دے کر ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا "سیف چشتیائی"۔ مگر مولوی محمد حسن صاحب کا اپنی اس کتاب میں ذکر تک نہ کیا۔ پھر کتاب بھی بجائے عربی کے اُردو میں لکھی اور مضمون بھی تفسیر کی بجائے اِدھر اُدھر کی لایعنی باتیں تھیں اور میعاد بھی گذر چکی تھی۔ غرض کسی پہلو سے بھی یہ کتاب حضرت اقدس کی کتاب کا جواب نہ تھی۔ بہرحال یہ کتاب شائع ہو گئی۔ انہی ایام کا ذکر ہے کہ موضع بھیں ہی کا ایک نوجوان مسمیٰ شہاب الدین یہ کتاب دیکھ رہا تھا کہ اتفاقاً اُسے ایک آدمی ملا جس کے پاس کچھ کتابیں تھیں اور اس نے میاں شہاب الدین سے پوچھا کہ مولوی محمد حسن صاحب متوفیٰ کا گھر کہاں ہے؟ حضرت پیر مہر علیشاہ صاحب نے ان کے گھر سے یہ کتابیں منگوائی تھیں، واپس کرنی ہیں۔ میاں شہاب الدین صاحب نے جب وہ کتابیں لے کر دیکھنا شروع کیں تو یہ معلوم کر کے اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ پیر صاحب کی کتاب "سیف چشتیائی" لفظ بلفظ مرحوم محمد حسن کا سرقہ ہے چنانچہ اس نے اس حقیقت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ خط اطلاع کر دی۔ حضور نے اُسے لکھا کہ وہ دونو کتابیں جن پر مولوی محمد حسن مرحوم کے نوٹ لکھے ہیں خرید کر یہاں لے آؤ۔ ہم تمہیں کتابوں کی قیمت بھی دیں گے اور آمد و رفت کا خرچ بھی۔ مگر میاں شہاب الدین نے اپنی مشکلات کے مدنظر اس امر سے معذوری کا اظہار کیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی اُسے ایک چِٹھی اسی مضمون پر مشتمل لکھی تھی اس نے وہ چِٹھی مولوی کرمدین صاحب سکنہ بھیں کو دکھا دی۔ مولوی کرمدین صاحب ان ایام میں حضرت اقدس کے مداح تھے۔ انہوں نے بھی حضرت صاحب کی خدمت میں پیر صاحب کے تصنیفی سرقہ سے اطلاع دے دی۔ اور حضرت مولوی فضل دین صاحب بھیروی کے ایک خط لکھنے پر مولوی محمد حسن صاحب کے ایک لڑکے سے چھ روپیہ میں ایک کتاب "اعجاز المسیح" حاصل کر کے حضرت حکیم صاحب کو بھیجدی۔ بعد ازاں حضرت حکیم صاحب نے چھ روپے اَور دے کر دوسری کتاب "شمس بازغہ" بھی حاصل کر لی اور جب یہ سارا مواد حاصل ہو گیا تو چونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا تھا حضرت اقدس نے اسے اپنی کتاب "نزول المسیح" میں شائع فرما دیا۔ "نزول المسیح" کا شائع ہونا تھا کہ پیر صاحب کے مریدوں نے مولوی

کرم دین صاحب کی مخالفت شروع کر دی۔ اس مخالفت سے گھبرا کر مولوی کرم دین صاحب نے جہلم کے اخبار "سراج الاخبار" کے ۶؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے پرچہ میں لکھا کہ یہ خطوط جو مرزا صاحب نے میری طرف منسوب کئے ہیں جعلی اور بناوٹی ہیں۔ میں نے ہرگز نہیں لکھے۔ اس کے بعد اس نے جہلم میں لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں حضرت اقدس، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم[1] اور حضرت مولوی فضل دین صاحب بھیروی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کی نالش دائر کر دی۔ جس کے سلسلہ میں حضرت اقدس کو جہلم کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ مقدمہ کی تاریخ ۱۷؍ جنوری ۱۹۰۳ء تھی۔ اس لئے حضور ۱۵؍ جنوری کو قادیان سے روانہ ہوئے اور راستہ میں ۱۶؍ جنوری کو بمقام لاہور حضور کو الہام ہوا۔ اریک برکات من کل طرف۔ یعنی میں تجھے ہر ایک پہلو سے برکتیں دکھلاؤں گا۔ رات آپ نے لاہور میں حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے نئے مکان واقعہ بیرون دہلی دروازہ میں گذاری۔ اور جب جہلم سے بانیل مرام واپس ہوئے تو بھی ۱۸؍ جنوری کو رات حضرت میاں چراغ دین صاحب کے مکان میں ہی قیام فرمایا۔ اس سفر میں علاوہ اور اصحاب کے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ لاہور میں میاں فیملی نے حضور اور حضور کے ہمراہیوں کی مہمان نوازی میں دن رات ایک کر دیا اور خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

## حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا لاہور میں قیام

حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف افغانستان سے حج خانہ کعبہ کے لئے نکلے تھے۔ مگر جب پشاور پہنچے تو یک دم ذہن اس طرف مائل ہو گیا کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ مجھے پہلے امام الزمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کرنا چاہیئے مگر قادیان پہنچ کر حضرت مسیح زمان کی پاک صحبت سے ایسے وارفتہ ہو گئے کہ دو تین مہینے گذار دیئے حتی کہ حج کے ایام بھی گذر گئے۔ واپسی کے وقت آپ نے لاہور میں چند روز مسجد حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب[2] واقعہ لنگے منڈی میں قیام فرمایا۔ کشمیری بازار سے کچھ کتابیں خریدیں اور اس دوران میں جو جمعہ کا دن آیا تو آپ نے گمٹی بازار والی مسجد میں جو حضرت مولوی غلام حسین صاحبؓ کی مسجد کہلاتی تھی ایک نہایت ہی لطیف وعظ بھی فرمایا۔ دوران قیام میں ایک صاحب نے اپنے کسی عزیز کی شادی پر دعوت ولیمہ دی۔ اس دعوت میں جو لوگ مدعو تھے ان میں حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ کا بھی نام تھا۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل فرمایا کرتے تھے کہ اس دعوت میں حضرت صاحبزادہ صاحب

---

[1] یہ خط و کتابت حضرت شیخ یعقوب علی صاحب نے بھی "الحکم" میں شائع کر دی تھی۔ مؤلف + [2] حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی زندگی تک نماز جمعہ بھی انہی کی مسجد میں ہوا کرتی تھی۔ ان کی وفات کے بعد نمازیں تو برابر وہاں ہوتی رہیں مگر جمعہ حضرت مولوی غلام حسین صاحب کی مسجد میں ہوا کرتا تھا۔

کے ہمراہ میں بھی گیا تھا۔ جب آپ دعوت کے کمرہ میں پہنچے تو دسترخوان پر قسم قسم کے کھانے نہایت ہی قرینے سے چُنے ہوئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ پر کشفی حالت طاری ہو گئی اور آپ نے اس کھانے کو دیکھ کر فارسی زبان میں مجھے فرمایا کہ تم لوگ مجھے یہاں گُوہ کھلانے کے لئے لائے ہو؟ یہ کہہ کر اُٹھے اور تیز تیز چلنے لگے۔ آپ کا جُبّہ ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ راستے میں آپ نے مجھے چار آنے دیئے۔ اور فرمایا کہ نان اور کباب خرید لو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر وہ نان اور کباب جو کافی مقدار میں تھے ہم لوگوں نے گمٹی بازار والی مسجد میں جو اس وقت احمدیوں کے پاس تھی بیٹھ کر کھائے۔ میزبان نے جب اس طرح حضرت صاحبزادہ صاحب کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کی کشفی نظر سے بہت متاثر ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ دعوت سودی روپیہ سے کی گئی ہے۔[1]

## حضرت اقدس کی لاہور میں آمد

اس بات سے جماعت کے باخبر لوگ خوب واقف ہیں کہ جن ایام میں گورداسپور میں حضور کے خلاف مولوی کرم دین صاحب سکنہ بھین کی طرف سے مقدمات چل رہے تھے۔ عدالت کی طرف سے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تاریخیں ملنے کی وجہ سے حضور سخت مصروف رہتے تھے۔ ادھر جماعت لاہور کے متواتر اصرار کی وجہ سے حضور نے لاہور تشریف لانے کا وعدہ بھی کر رکھا تھا۔ ۱۸ اگست ۱۹۰۴ء کی پیشی کے بعد جو ۵ ستمبر ۱۹۰۴ء کی تاریخ پڑی تو درمیانی وقفہ کو کافی سمجھ کر حضور لاہور تشریف لے آئے۔ حضور کی آمد آمد کی خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ چنانچہ جب حضور اسٹیشن پر پہنچے تو اسٹیشن پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا اس قدر مجمع تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ کافی تعداد میں انگریز بھی حضور کو دیکھنے کے لئے اسٹیشن پر پہنچے ہوئے تھے۔

## ایک ایمان افزا روایت

اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان افزا روایت بیان کر دی جائے جو خاکسار نے ۱۹۳۹ء میں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل اور حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین سے متعدد بار سُنی تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضور لاہور تشریف لائے تو ہم چند نوجوانوں نے یہ مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان کی قوموں کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں

---

[1] "حیات طیبہ" صفحہ ۳۲۷۔

رکھتے۔ پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں حضور کی گاڑی کھینچنی چاہیئے چنانچہ ہم نے گاڑی والے کو کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کر لو آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچوان نے ایسا ہی کیا۔ جب حضور اسٹیشن سے باہر تشریف لائے تو گاڑی کو دیکھ کر فرمایا کہ گھوڑے کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ حضور دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضور کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کرینگے حضرت نے ہماری یہ بات سُنکر فرمایا "فوراً گھوڑے جوتو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دُنیا میں نہیں آئے۔ ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں"[1]

خاکسار عرض کرتا ہے کہ خاکسار نے جب یہ روایت اپنی کتاب "حیات طیبہ" میں درج کی تھی۔ اس وقت اس واقعہ کا سن بھول گیا تھا اور کوئی شخص اس کی تعیین بھی نہ کر سکا۔ لیکن جب کتاب شائع ہو گئی تو گوجرانوالہ کے حضرت شیخ صاحبدین صاحب ڈھینگڑا جو ایک لمبا عرصہ تک لاہور میں قیام فرما رہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ واقعہ ۱۹۰۴ء کا ہے جب حضور اگست میں گورداسپور سے تشریف لائے تھے اور مَیں بھی اُن نوجوانوں میں شامل تھا جنہوں نے حضور کی گاڑی کھینچنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

حضور کے قیام کے لئے جماعت نے حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کا نیا مکان واقعہ بیرون دہلی دروازہ تجویز کیا ہوا تھا اور باقی مہمانوں کے لئے ساتھ ہی حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کا مکان۔ حضرت شیخ صاحبدین صاحب ڈھینگڑہؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ

"مَیں نے حضور کی خدمت میں رقعہ لکھا تھا کہ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو بھی بُلا لیا جائے۔ لوگ ان کے مواعظ حسنہ سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ اس پر حضور نے حضرت مولوی صاحب کو بُلا لیا۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت! لوگ آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔ کچھ فرمائیے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ایک ہوتا ہے امیر اور وہ ہیں حضرت مرزا صاحب اور ایک ہوتا ہے مامور اور وہ میں ہوں اگر حضور مجھے حکم دیں تو میں حاضر ہوں ورنہ میں "اگر وصت" (یعنی خواہ مخواہ آگے آنے والا) نہیں بننا چاہتا۔ اس پر میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا۔ حضور کی طرف سے اجازت آنے پر حضرت مولوی صاحب نے وعظ بیان کرنا شروع کر دیا"[2]

---

[1] "حیات طیبہ" صفحہ ۱۵۶-۱۵۷ ؛ [2] بحوالہ "حیات نور"

## پانی ناپاک نہیں ہوا

۲۱ اگست ۱۹۰۴ء کے روز جب حضور ظہر کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے تو نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد احباب جماعت نے درخواست کی کہ حضور کرسی پر تشریف فرما ہوں تا سب لوگ بآسانی حضور کی زیارت کر سکیں۔ حضور نے خدام کی اس درخواست کو قبول فرما لیا اور کرسی پر تشریف فرما ہو کر حقائق و معارف سے لبریز ایک نہایت ہی لطیف تقریر فرمائی۔

اس روز کا ایک دلچسپ واقعہ یہ بھی ہے کہ چونکہ پنجاب کے اکثر ضلعوں میں سے کافی تعداد میں مرد اور عورتیں جمع ہو گئی تھیں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل فرمایا کرتے تھے کہ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے پانی کے بڑے بڑے مٹکے رکھے ہوئے تھے۔ بعض دیہاتی عورتوں نے جو اپنے بچوں کے ہاتھ پاؤں دھونے کے لئے اُن سے پانی لیا تو کسی نے شکایت کر دی کہ حضور عورتوں نے تو پانی ناپاک کر دیا ہے۔ حضور بڑی متانت سے مٹکوں کی طرف تشریف لائے۔ ایک مٹکہ سے کچھ پانی لے کر پیا اور پھر فرمایا کہ پانی تو بڑا ٹھنڈا ہے۔ گویا حضور نے خود اپنے عمل سے بتا دیا کہ پانی ناپاک نہیں ہوا۔ اگر ناپاک ہوتا تو میں کیوں پیتا۔

۲۸ اگست ۱۹۰۴ء کو صبح سات بجے حضور نے توبہ، ایمان اور نزولِ بلا کی فلاسفی پر ایک نہایت ہی ایمان افزا تقریر فرمائی۔ حاضری سینکڑوں افراد پر مشتمل تھی۔ بیرون جات کے بہت سے احباب نے بیعت بھی کی جو کثرت بیعت کنندگان کی وجہ سے پگڑیوں کے واسطہ سے کی گئی۔ یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ اس موقعہ پر جماعت لاہور کو مسلسل کئی روز تک سینکڑوں احباب کی مہمان نوازی کی خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

## لیکچر لاہور۔ ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء

۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو آپ کا مشہور و معروف لیکچر "اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب" کے موضوع پر اس منڈوہ میں ہوا جو مزار حضرت داتا گنج بخش ؒ کے عقب میں ہے۔ اور اس وقت میلا رام کا منڈوہ کہلاتا تھا۔ لیکچر کے متعلق اشتہارات سارے لاہور میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے لیکچر شروع ہونے سے قبل ہی سارا منڈوہ بھر گیا۔ مخالف علماء لیکچر گاہ کے نزدیک لوگوں کو جلسگاہ سے روکنے کے لئے گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہہ رہے تھے کہ جو مسلمان لیکچر سُنے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ ایک مولوی جو شیشم (ٹاہلی) کے درخت پر چڑھ کر لوگوں کو روک رہا تھا وہ بعد میں مولوی ٹاہلی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ خدا کی قدرت! کہ جیسے جیسے حضرات علماء لوگوں کو روکتے تھے ویسے ویسے مخلوق زیادہ ذوق و شوق کے ساتھ اس طرف امڈی چلی آتی تھی۔ پولیس کا بھی زبردست

انتظام تھا۔ لیکچر ٹھیک اپنے وقت مقررہ پر صبح ساڑھے چھ بجے شروع ہوا۔ حضرت اقدس کا لیکچر جو طبع کروا لیا گیا تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے ہزارہا کے مجمع میں بلند آواز سے پڑھ کر سُنایا۔ لیکچر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلے حصہ میں اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب کے درمیان موازنہ کیا گیا تھا اور دوسرے حصہ میں زندہ خدا کے زندہ نشانات پیش کر کے اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت دیا گیا تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ جب حضور کا لیکچر سُنا چکے تو پبلک نے اصرار کیا کہ حضرت اقدس زبانی بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ لیکن جب حضور کھڑے ہوئے تو بعض مخالفین نے شور مچانا شروع کر دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے قرآن کریم خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ لوگ ایسے متاثر ہوئے کہ مجمع پر بالکل سکوت طاری ہوگیا۔ اس کے فوراً بعد حضرت اقدس کی تقریر شروع ہوئی۔ حضور نے پہلے پبلک کا شکریہ ادا کیا اور پھر فرمایا کہ مذہبی اختلافات کو آپس کی عداوت اور ایذارسانی کی وجہ نہ بنائیں۔ خدا تعالیٰ کے اخلاق وسیع ہیں۔ آپ لوگ بھی اپنے اندر وسعت قلبی پیدا کریں۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ مذاہب کے اختلاف کا ذکر نہ کرو۔ کرو اور بے شک کرو مگر نیک نیتی کے ساتھ کرو۔ تعصب اور کینہ کو درمیان میں نہ لاؤ۔

لیکچر کا اثر نہایت ہی اچھا پڑا۔ اور حضرات علماء کی ساری مخالفانہ کوششیں اکارت گئیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

۵ ستمبر ۱۹۰۴ء کو مقدمہ کرمدین کی پیشی تھی اس لئے حضور ۴ ستمبر ۱۹۰۴ء کو واپس گورداسپور تشریف لے گئے۔

## احباب لاہور کی خدمات

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لاہور کی جماعت خدماتِ دینیہ میں ہمیشہ پیش پیش رہتی اور حضرت اقدس بھی ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ چنانچہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو جب حضور دہلی تشریف لے گئے تو علاوہ اور اصحاب کے جناب خلیفہ رجب دین صاحب بھی حضور کے اس سفر میں شریک تھے۔

پھر جب حضور نے فروری ۱۹۰۶ء میں صدر انجمن احمدیہ کے لئے مجلس معتمدین کے رکن نامزد فرمائے تو ان میں لاہور کے مندرجہ ذیل احباب بھی شامل تھے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب قانونی مشیر۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب۔ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔

مگر افسوس ہے کہ ان احباب میں سے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے علاوہ باقی سب حضرت

خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات پر مرکز احمدیت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے خیر باد کہہ کر لاہور میں آ گئے اور احمدیہ بلڈنگس میں "انجمن اشاعت اسلام" کے ممبر بن کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خلاف مخالفانہ پراپیگنڈہ کرنا اپنا شیوہ بنا لیا اور "عداوت محمود" میں اس حد تک ترقی کی کہ گویا ان کے مذہب کا خلاصہ اور لُب لباب ہی "عداوتِ محمود" بن کر رہ گیا۔

## آریہ سماج وچھووالی کی مذہبی کانفرنس کیلئے حضور کا مضمون۔ دسمبر ۱۹۰۷ء

آریہ سماج وچھووالی لاہور نے ۲-۳-۴ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس کے لئے انہوں نے نومبر ۱۹۰۷ء میں ہی اپنے تئیسویں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ایک اشتہار دے رکھا تھا جس میں عہد کیا تھا کہ مختلف مذاہب کے ودوان نہایت مہذبانہ رنگ میں اس سوال پر روشنی ڈالیں گے کہ "کیا کوئی کتاب الہامی ہو سکتی ہے۔ اگر ہو سکتی ہے تو کونسی؟"

آریہ سماج کے سکرٹری نے حضرت اقدس کی خدمت میں بھی نہایت عاجزانہ رنگ میں متعدد خطوط لکھے تھے کہ آپ بھی ضرور اس میں شامل ہوں مگر حضور کو چونکہ سابقہ تجربہ کی بنا پر یقین تھا کہ آریہ قوم کے لوگ اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بد زبانی اور دشنام طرازی سے باز نہیں رہ سکتے۔ اس لئے ابتداءً حضور نے اس کانفرنس میں شرکت کرنے سے معذوری کا اظہار فرما دیا تھا۔ مگر بعد ازاں محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کی درخواست اور آریوں کے اس اقرار پر کہ قرآن مجید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی دلآزار بات نہیں کہی جائے گی۔ رضامندی کا اظہار فرما دیا تھا۔

چنانچہ ۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کو دس بجے صبح اس کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کی امارت میں ایک وفد روانہ فرمایا جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، محترم ابو سعید صاحب عرب کے علاوہ اور بھی کئی ایک اصحاب شامل تھے۔

جو مضمون حضور نے اس موقعہ پر پڑھنے کے لئے دیا۔ وہ گو بہت عجلت میں لکھا گیا تھا مگر جناب الٰہی میں ایسا مقبول ہوا کہ جب مضمون ختم ہوا تو حضور کو الہام ہوا

اِنَّمَا صَنَعُوا کَیْدُ سَاحِرٍ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی۔ اَنْتَ مِنِّی

ا۔ الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء

بمنزلة روحی۔ انت منی بمنزلة النجم الثاقب۔ جاء الحق وزھق الباطل۔ یعنی جو کچھ انہوں نے بنایا ہے وہ جادوگر کی تدبیر ہے۔ اور جادوگر کسی راہ سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوگا۔ تو مجھ سے بمنزلہ میری روح کے ہے۔ تو مجھ سے بمنزلہ اس ستارے کے ہے جو قوت اور روشنی کے ساتھ شیطان پر حملہ کرتا ہے۔ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔[۱]"

یہ مضمون سُنانے کے لئے حضور نے حضرت مولانا حکیم صاحب کو ہی مقرر فرمایا مگر ساتھ یہ اجازت بھی دی کہ اگر مولوی صاحب اسے مکمل طور پر نہ سُنا سکیں تو بقیہ مضمون ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سُنا دیں اس مضمون کے لئے منتظمین جلسہ نے ۳ر دسمبر ۱۹۰۷ء کی شام کو ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک کا وقت مقرر کر رکھا تھا مگر حضرت اقدس کے مضمون کی اہمیت کے پیشِ نظر لوگ ۵ بجے سے ہی آنا شروع ہو گئے تھے۔ اور جب حضرت اقدس کا لیکچر شروع ہوا تو اس قدر مخلوق کا ہجوم تھا کہ آریہ سماج کے مندر میں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ نیچے اور اوپر تمام کمروں اور صحن میں آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ لیکچر شروع ہونے سے قبل ہی مزید داخلہ کے ٹکٹ جگہ کی قلت کے باعث بند کر دیئے گئے تھے۔ مضمون کا ابتدائی حصہ حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم صاحب رضؓ نے پڑھ کر سُنایا اور آخری حصہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے۔ لیکچر کے آخر میں صاحب صدر اور حاضرینِ مجلس کے اصرار پر حضرت مولوی صاحب رضؓ نے آخری حصہ کے الہامات کا ترجمہ بھی سُنایا مگر ترجمہ شروع کرنے سے قبل اس امر کی وضاحت فرما دی کہ جو ترجمہ آپ کریں گے اس سے کوئی صاحب حجت نہیں پکڑ سکیں گے کیونکہ قابلِ استناد ترجمہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو حضرت اقدس کا اپنا کیا ہوا ہو۔ حضور کے اس مضمون میں اسلام کے محاسن اس عمدگی اور دلکش انداز میں بیان کئے گئے تھے کہ اپنے تو الگ رہے غیروں نے بھی اس مضمون کی خوبیوں کا برملا اعتراف کیا۔ چنانچہ "پیسہ" اخبار نے اپنی ۳ر دسمبر ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں لکھا۔

"مذہبی مباحثہ کا جلسہ بہ سرپرستی آریہ سماج شہر لاہور ۳ر دسمبر کی شام کو سماج مذکور کے مندر واقعہ وچھووالی میں ٹھیک ۶ بجے شروع ہوا۔ اور ۱۰ بجے شب تک قائم رہا۔ خلقت کا ہجوم پہلے دن سے کہیں زیادہ اور اس قدر عظیم تھا کہ مندر کا سارا صحن۔ دالان۔ کمرے۔ بالائی

---

[۱] "چشمہ معرفت" ضمیمہ صفحہ ۶۸ +

برآمدے اور سب سے اُوپر والی چھت کے کنارے لوگوں سے بھر گئے اور کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ آخرکار ٹکٹ بند کر دینے پڑے۔ اتنے بڑے اژدحام میں خوش انتظامی تو دشوار تھی تاہم غنیمت ہے کہ کسی قسم کی بدمزگی نہ ہونے پائی۔ کارروائی جلسہ کا افتتاح مسٹر روشن لال صاحب پریسیڈنٹ کی ایک مختصر سی تقریر سے ہوا۔ اور پہلے گھنٹہ میں برہمو سماج کے ایک نمائندہ نے اپنا لیکچر بلند آواز سے پڑھا جو جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ کو قابلِ قدر ماننے کے خیالات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد حکیم مولوی نورالدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بالترتیب ایک ایک گھنٹہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک مطبوعہ لیکچر جس کی ضخامت ۴۲ صفحہ تھی سُنایا جس کے ابتدائی حصہ میں اسلام کی عالمگیر تعلیم صلح جوئی و امن پسندی پر قابلِ تعریف بحث کی گئی تھی اور مذاہب غیر کو توجہ دلائی گئی تھی کہ اسلام جس طرح اپنے پیرووں کو سابق پیغمبران کی تعظیم اور کتب ہائے مقدسہ کی تکریم کا حکم دیتا ہے اسی طرح وہ بزرگانِ اسلام کو ناگوار لفظوں میں یاد کر کے مسلمانوں کا دل نہ دُکھائیں۔[1]

ولایت کا مشہور ماہنامہ "ریویو آف ریویوز" نے لکھا۔

"راقم مضمون بہت سی قرآن مجید کی آیات حوالہ میں پیش کرتا ہے جن کی بابت اس کا دعوے ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لاویں جن کو دنیا کے کثیر حصہ نے قبول کر لیا ہے یہ تحمل کا بہت ہی وسیع اصل اور قاعدہ ہم اپنے آزاد خیال عیسائی بھائیوں کے سامنے بطور سفارش پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بالکل نئی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ مذہب جو اب تک تمام مذہبوں سے زیادہ متعصب اور غیر متحمل خیال کیا گیا تھا۔ اپنے تمام دشمنوں اور مقابل کے لوگوں کے مشن کو خدا کی طرف سے سمجھتا ہے۔"[2]

اس کے مقابل میں آریوں نے جس درندگی اور بے باکی سے پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبان طعن دراز کی۔ اس سے مسلمانوں کے جگر چھلنی ہو گئے اور غصہ سے ان کا خون کھولنے لگا اور اگر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے بار بار صبر و تحمل سے برداشت کرنے کی تلقین نہ ہوتی تو قریب تھا کہ اس مجلس میں خون کی ندیاں بہہ نکلتیں۔ بایں ہمہ جب اس جلسہ کی کارروائی کی اطلاع حضرت

---

[1] بحوالہ "الحکم" ۱۰ دسمبر ۱۹۰۷ء [2] بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۹۱-۱۹۲

مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچی تو حضور سخت ناراض ہوئے۔ خصوصاً حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب پر سخت ناراض ہوئے۔ اور بار بار جوش کے ساتھ فرمایا کہ جس مجلس میں ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیسے بیٹھے رہے۔ اور کیوں نہ خود اُٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سُنتے رہے؟ اور پھر آپ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھی کہ

اِذا سمعتم اٰیات اللّٰہ یُکفر بھا و یُستھزءُ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ [1]

یعنی اے مومنو! جب تم سُنو کہ خدا کی آیات کا دلآزار رنگ میں کُفر کیا جاتا اور ان پر ہنسی اُڑائی جاتی ہے تو تم ایسی مجلس سے فوراً اٹھ جایا کرو تا وقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ انداز گفتگو کو اختیار کریں۔ [2]

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا بیان ہے کہ

"حضرت خلیفہ اوّل رضؓ اس وقت سر جھکائے آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جماعت کے ایک بڑے آدمی تھے مگر وہ بھی سر ڈالے بیٹھے رہے۔ آپ بار بار فرماتے کہ تمہاری غیرت نے کیونکر برداشت کر لیا کہ تم اس جگہ پر بیٹھے رہو جہاں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہو رہی ہے۔ تب مولوی محمد احسن صاحب امروہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ناراضگی کے موقعہ پر یہ الفاظ کہے تھے کہ رضیت باللّٰہ ربًّا و بالاسلام دینًا و بمحمّد رسولًا۔ اسی قسم کے الفاظ انہوں نے کہے اور پھر کہا حضور ذہول ہو گیا یعنی ہر آدمی سے بعض موقعوں پہ غلطی ہو جاتی ہے۔ ہم سے بھی ذہول کے ماتحت یہ غلطی ہوئی ہے حضور درگذر فرمائیں۔ آخر بہت دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غصہ فرو ہوا۔ اور آپ نے اس غلطی کو معاف فرمایا [3]"

**آخری سفر لاہور۔ ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء**

اب ہم لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا آخری واقعہ لکھتے ہیں۔ لاکھوں آدمی لاہور میں آئے لیکن مذہبی رہنماؤں میں

---

[1] سورہ نساء۔

[2] "سیرت طیبہ" لیکچر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ صفحہ ۳۶-۳۷

[3] "سیرۃ المھدی" صفحہ ۲۲۰ و "الفضل" ۱۶ جنوری ۱۹۴۴ء۔

سب سے زیادہ اہم شخصیت آپ ہی کی تھی جس کی لاہور میں اتنی مرتبہ آمد و رفت رہی۔

اپریل ۱۹۰۸ء میں حضرت ام المومنین علیہا السلام کی طبیعت علیل رہتی تھی۔ اس لئے انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ لاہور جا کر کسی قابل لیڈی ڈاکٹر کے مشورہ سے علاج ہونا چاہیئے۔ حضرت اقدس کو غالباً اپنی طبیعت کے کسی مخفی اثر کے ماتحت ان ایام میں سفر اختیار کرنے میں تامل تھا مگر حضرت ام المومنین علیہا السلام کے اصرار پر حضور تیار ہو گئے۔ ۲۶ اپریل ۱۹۰۸ء کو علی الصبح ۴ بجے حضور کو الہام ہوا۔

"مباش ایمن از بازی روزگار"

اس پر اس روز حضور نے توقف اختیار فرمایا اور ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب حضور بٹالہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آج ریزرو گاڑی کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ اس پر آپ نے پہلے تو واپس قادیان جانے کا ارادہ فرمایا۔ مگر پھر کچھ سوچ کر بٹالہ میں ہی ریزرو گاڑی کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ ۲۹ اپریل ۱۹۰۸ء کو جو گاڑی ملی تو آپ اس میں لاہور کو روانہ ہو گئے۔

لاہور میں آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا اور خواجہ صاحب کے مکان کو مرجع خلائق بنا دیا۔ احمدی اور غیر احمدی احباب حضور کی زیارت کو آنے لگے۔ وہاں چونکہ قیام کا ارادہ ذرا لمبا ہو گیا اس لئے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضؓ، حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی اور دیگر احباب بھی لاہور پہنچ گئے۔ اخبار بدر کا دفتر بھی عارضی طور پر لاہور میں میاں نبی بخش صاحب احمدی کے مکان میں منتقل ہو گیا تاکہ تازہ بتازہ خبریں احباب تک پہنچ سکیں۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضؓ نے احمدیہ بلڈنگس کے میدان میں جہاں اب مسجد ہے روزانہ قرآن کریم کا درس جاری فرما دیا۔ نماز جمعہ کا انتظام بھی اسی جگہ شامیانہ لگا کر کیا گیا۔ حضور کی لاہور میں آمد کی خبر سُنکر بیرونجات سے بھی کثرت کے ساتھ احباب تشریف لائے تھے۔ گو احباب کے قیام و طعام کے جملہ انتظامات جماعت لاہور نے اپنے ذمہ لے رکھے تھے مگر اس کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے چند دن بعد ایک نانبائی کی صاف اور ستھری دکان کا بھی انتظام کر لیا گیا تھا۔

## لاہور میں مخالفت کا زور

لاہور میں مخالفت کا بڑا زور تھا اور حضرت اقدس کے لاہور پہنچنے پر تو یہ مخالفت اور تیز ہو گئی۔ روزانہ آپ کی فرودگاہ کے سامنے شریر اور بد باطن لوگ اڈہ جما کر نہایت ہی گندے اور اشتعال انگیز لیکچر دینے لگے۔ جماعت کے کچھ احباب لوگوں

کی ان شرارتوں کو دیکھ کر سخت پیچ وتاب کھاتے تھے۔ جس پر حضور نے احباب کو جمع کر کے یہ نصیحت فرمائی کہ ان گالیوں کو آپ لوگ صبر سے برداشت کریں اور ضبط نفس سے کام لیں۔ مغلوب الغضب انسان بہادر نہیں ہوتا۔ بہادر وہ ہے جو غصہ کو پی کر اپنے نفس پر قابو حاصل کر کے دکھاوے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ خدام نے آپ کی نصیحتوں پر عمل کیا اور بہت صبر سے کام لیا۔ بداخلاق لوگ تو ان نامعقول حرکات میں مبتلا تھے لیکن شریف طبقہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا خیال پیدا کیا۔ اور وہ پے در پے حضور کے پاس آتے اور فائدہ اُٹھاتے رہے۔ اسی دوران میں ۹ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کو پھر الہام ہوا۔

اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحْمِلُ کُلَّ حِمْلٍ

یعنی کوچ اور پھر کوچ۔ اللہ تعالیٰ سارا بوجھ خود اُٹھالے گا[1]

یہ حضور کے وصال کی گھڑی کے قریب آجانے کا بالکل واضح اشارہ تھا۔ مگر حضور نہایت استقلال کے ساتھ اپنے کام میں منہمک رہے اور کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں فرمایا۔ البتہ انبیاء کی سنت کے مطابق حضور نے اس الہام کو ظاہری طور پر پورا کرنے کے لئے اپنی جائے قیام کو بدل لیا اور فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا کوچ ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اَور منظور تھا۔ پس آپ خواجہ صاحب کے مکان سے منتقل ہو کر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں تشریف لے گئے۔ چند دن بعد جو قادیان سے ایک مخلص احمدی بابو شاہدین صاحب اسٹیشن ماسٹر کی وفات کی خبر پہنچی تو لوگوں کی توجہ اس طرف منتقل ہو گئی کہ شاید کوچ والے الہام سے بابو صاحب کی طرف ہی اشارہ تھا۔ مگر قرائن سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت اقدس کو خوب پتہ تھا کہ یہ الہام حضور کے متعلق ہے۔

## مختلف الخیال لوگوں کی حضور سے ملاقاتیں

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے حضور علیہ السلام کی لاہور میں آمد پر زائرین کا تانتا بندھ گیا تھا۔ ان ملاقاتیوں میں سے بعض اہم شخصیتیں ایسی بھی تھیں۔ جنہوں نے ایسے سوالات پیش کئے جن کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں ہوگا چنانچہ ایک صاحب پروفیسر کلیمنٹ ریگ تھے جو انگلستان کے ایک مشہور سیاح اور ہیئت دان تھے۔ یہ صاحب ریلوے اسٹیشن کے قریب علم ہیئت پر میجک لینٹرن کے ذریعہ لیکچر دے رہے تھے کہ حضرت مفتی محمد صادق

---

[1] "الحکم" جلد ۱۲ نمبر ۳۵ و "بدر" جلد ۷ نمبر ۲۱۰

صاحب رضی کا وہاں سے گذر ہوا۔ لیکچر سُننے کے بعد حضرت مفتی صاحبؓ نے ان سے ملاقات کی اور حضرت اقدس کے دعاوی اور دلائل سے انہیں آگاہ کیا۔ مفتی صاحب کی تقریر کا پروفیسر صاحب پر اس قدر اثر ہوا کہ انہوں نے حضور سے ملاقات کا شوق ظاہر کیا چنانچہ انہوں نے اور ان کی میم صاحبہ نے دو مرتبہ احمدیہ بلڈنگس میں آکر حضرت اقدس سے ملاقات کی اور جن سوالات کا وہ تسلی بخش جواب وہ کہیں سے بھی حاصل نہ کر سکے تھے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت اقدس سے ملاقات کے نتیجہ میں انہیں اپنے سوالوں کے تسلی بخش جوابات مِل گئے اور وہ حضور کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ

"مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے اطمینان کامل حاصل ہو گیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں"[1]

دوسرے صاحب جو خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر تھے جو بعد میں سر فضل حسین صاحب کہلائے اور کئی سال تک گورنمنٹ آف انڈیا میں وزارت کے جلیل القدر عہدہ پر متمکن رہے۔ آپ ایک شریف النفس انسان تھے اور یوں تو تمام بنی نوع کے ہمدرد تھے لیکن مسلمان قوم کی مظلومیت تو ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ آپ ۱۵ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور بعض سوالات کئے جن کے حضرت اقدس نے تسلی بخش جوابات دیئے۔[2] مثلاً ایک سوال ان کا یہ تھا کہ اگر تمام غیر احمدیوں کو کافر کہا جائے تو پھر تو اسلام میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

"ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے آپ کو شاید معلوم نہ ہو۔ جب میں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابو سعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے، دجّال ہے، ضال ہے۔ اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ جو ان سے السلام علیکم کرے یا مصافحہ کرے یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر۔ اب سنو! یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ خود ہی کہدیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے؟ ہم نے ان پر کوئی

---

[1] "بدر" ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء

فتویٰ نہیں دیا۔ اب جو انہیں کافر کہا جاتا ہے تو یہ انہیں کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی۔ ہم نے کہا کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ہم تو تجھے پکا کافر سمجھتے ہیں۔

اس شخص (میاں فضل حسین صاحب) نے عرض کیا کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں۔ لیکن اگر آپ نہ کہیں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔

اس شخص نے کہا کہ جو کافر نہیں کہتے ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ فرمایا لایدخل المومن فی جحر واحد مرتین۔ ہم خوب آزما چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے واذا لقوا الّذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا واذا خلوا الیٰ شیاطینہم قالوا انّا معکم انما نحن مستھزءُون یعنی سامنے تو کہتے ہیں کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں۔ مگر جب اپنے لوگوں سے تخلّی بالطبع ہوتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے استہزاء کر رہے تھے۔ پس جب تک یہ لوگ ایک اشتہار نہ دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں بلکہ اُن کو کافر کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں تو میں آج ہی اپنی جماعت کو حکم دے دیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں۔ ہم سچائی کے پابند ہیں۔ آپ ہمیں شریعت اسلام سے باہر مجبور نہیں کر سکتے۔ . . . . قرآن مجید میں فمنھم ظالمٌ لنفسہٖ ومنھم مقتصدٌ ومنھم سابقٌ بالخیرات۔ ہم تو تینوں طبقوں کے لوگوں کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر ان کو کیا کہیں کہ جو مومن کو کافر کہیں ہم انہیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ سمجھیں گے جب تک وہ ان سے اپنے الگ ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار نہ کریں اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں"[۱]

۱۶ مئی ۱۹۰۸ء کی رات کو آپ کو الہام ہوا "مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار" یعنی ناپائیدار عمر پر بھروسہ نہ کر جس سے معلوم ہوا کہ وفات کا وقت بالکل قریب ہے مگر حضور پورے اطمینان کیساتھ اپنے کام میں مصروف رہے!

---

[۱] "بدر" ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء

## رؤسائے لاہور کو دعوت طعام اور تبلیغ ہدایت۔ ۱۷؍مئی ۱۹۰۸ء

حضرت اقدس یہ چاہتے تھے کہ لاہور کے عمائد و رؤسا تک اپنا دعویٰ اور دلائل پہنچانے کا کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے ۱۷؍مئی کو ایک دعوت طعام کا انتظام کیا گیا۔ حضور سے ملاقات کا انتظام ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے صحن میں کیا گیا تھا۔ جب شامیانے کے نیچے سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت اقدس نے لوگوں کی درخواست پر ۱۱ بجے تقریر شروع فرما دی۔ حضور نے اپنی تقریر میں ان تمام اعتراضات کے مکمل اور تسلی بخش جوابات دیئے جو حضور کے دعاوی اور تعلیمات پر مخالفین کی طرف سے کئے جاتے تھے۔ جب بارہ بج گئے اور ایک گھنٹہ تقریر ہو چکی تو حضور نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ "اب کھانے کا وقت گزرا جاتا ہے چاہو تو میں اپنی تقریر بند کر دوں"۔ مگر اکثر لوگوں نے یکزبان ہو کر کہا کہ یہ کھانا تو ہم روز کھاتے ہیں۔ لیکن یہ رُوحانی غذا ہر روز کہاں نصیب ہوتی ہے۔ پس حضور تقریر جاری رکھیں۔ آپ کی یہ معرکۃ الآرا تقریر ایک بجے بعد دوپہر ختم ہوئی[1]

اس کے بعد حضرت اقدس مہمانوں سمیت جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے مکان کے صحن میں جو چند قدم کے فاصلہ پر تھا کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔

## اخبار عام کی غلط فہمی کا ازالہ بذریعہ خط

حضرتِ اقدس کی اس تقریر کی جو رپورٹ ۲۳؍مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار "عام" میں شائع ہوئی۔ اس میں چونکہ غلط رپورٹ درج کرتے ہوئے یہ لکھا گیا تھا کہ گویا حضور نے دعویٰ نبوت کو واپس لے لیا ہے حالانکہ حضور نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ

"میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفا نہیں کر سکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے اسی کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔

دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کہ قُولوا اِنَّہٗ خاتم النبیین ولا تقولوا لانبی بعدہٗ اس امر کی صراحت کرتا ہے۔ نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے

---

[1] یہ مکمل تقریر ۱۸؍جولائی ۱۹۰۸ء کے الحکم میں چھپی ہوئی موجود ہے۔

تو یقین جانو کہ اسلام بھی مر گیا۔ اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے[1]"

اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اصل حقیقت کا اظہار کیا جائے۔ چنانچہ حضور نے "ایڈیٹر صاحب اخبار عام" کو ایک خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ

"پرچہ اخبار عام ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوی کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدار اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں ......[2]"

---

[1] "الحکم" ۱۴ر جولائی ۱۹۰۸ء۔ [2] "تبلیغ رسالت" جلد دہم صفحہ ۱۳۲۔

## ایک پبلک لیکچر کی تجویز اور "پیغام صلح" کی تصنیف

دعوت طعام کے موقعہ پر جو لیکچر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دیا تھا وہ چونکہ ایک محدود طبقہ میں دیا گیا تھا اس لئے بعض معززین نے یہ تجویز پیش کی کہ حضور ایک پبلک لیکچر بھی دیں جس میں کثرت سے لوگ شامل ہو کر فائدہ اُٹھائیں۔ حضور نے یہ تجویز منظور فرمالی اور اس کے لئے ایک مضمون لکھنا شروع فرمادیا۔ مضمون کا عنوان تھا "پیغام صلح"۔ حضور چاہتے تھے کہ اس پیغام کے ذریعہ سے ہندوستان کی دو مشہور قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی طور پر صلح ہو جائے اور حضور نے اس کے لئے چند تجاویز بھی پیش فرمائی تھیں لیکن ابھی مضمون کے سنائے جانے کا موقعہ نہیں آیا تھا کہ حضور کا وصال ہو گیا۔ فانّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

حضور کے وصال کے بعد یہ لیکچر ۲۱ جون ۱۹۰۸ء کو اتوار کے روز سات بجے صبح یونیورسٹی ہال میں ایک بڑے مجمع کے سامنے جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے سُنایا۔ اس جلسہ کے صدر لاہور چیف کورٹ کے جسٹس سر پرتول چندر چیٹرجی تھے۔ ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا بلکہ باہر بھی کثرت سے لوگ کھڑے تھے۔ اس لیکچر میں بیان فرمودہ تجاویز کو لوگوں نے بہت پسند کیا اور اسی وقت لوگوں نے دستخط کرنے پر آمادگی کا بھی اظہار کیا۔ لیکن اس خیال سے کہ یہ ارادہ مضمون کے فوری اثر کی وجہ سے نہ ہو، دستخط کیا جانا دوسرے وقت پر ملتوی کیا گیا۔ مگر پھر ان دستخطوں کی نوبت نہیں آئی اور سُنا گیا کہ آریہ صاحبان نے ان تجاویز کو اپنے مقصد کے خلاف سمجھ کر دستخط کرنے پسند نہیں کئے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ اس وقت صلح کے شہزادہ نے ہندو مُسلم اتحاد کے لئے جو تجاویز پیش کی تھیں کسی نہ کسی وقت ضرور ان سے فائدہ اُٹھایا جائے گا۔

حضور کا یہ مضمون جو "پیغام صلح" کی صورت میں شائع شدہ موجود ہے قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے چنانچہ اس وقت سے لیکر اب تک جن لوگوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ اس سے ازحد متاثر ہوئے ہیں۔ ذیل میں چند آراء درج کی جاتی ہیں:۔

۱۔ مدراس کے مشہور ہندو اخبار "ہندو پیٹریٹ" نے لکھا:۔

"وہ عظیم الشان طاقت اور اعلیٰ درجہ کی ہمدردی جو قادیان کے بزرگ کے اس آخری پیغام صلح سے ظاہر ہوتی ہے وہ یقیناً ایک خاص امتیاز کے ساتھ اسے ایک عظیم الشان انسان ثابت کرتی ہے . . . ایسی اپیل ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے یونہی ضائع نہیں جاتی

چاہیئے اور ہر ایک محب وطن ہندوستانی کا مدعا ہونا چاہیئے کہ وہ مجوزہ صلح کو عملی رنگ پہنانے کی کوشش کرے۔[۱]"

۲- مشہور انگریزی رسالہ "ریویو آف ریویوز" نے اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"یہ پیغام ایک سنہری پل کا کام دے سکتا ہے جس پر سوار ہو کر مسلمانان ہند قانون اساسی کے خیمہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ پیغام صلح شروع میں ہی تمام ہندوستانیوں کے ایک ہونے کو تسلیم کرتا ہے۔ . . . . . وہ بات جس سے اس کی خواہش کی سچائی ثابت ہوتی ہے (یہ ہے) کہ تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے مان کر مذہبی اتفاق اور اتحاد کی بنیاد رکھی جائے۔ اس پیغمبر صلح کی یہ نرالی تجویز ہے[۲]"

۳- ایک غیر مسلم دوست پی۔ بی سنگھ لکھتے ہیں:-

"کتاب "پیغام صلح" نے مجھ پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ میں اسلام کو اچھا مذہب خیال نہیں کرتا تھا۔ اسلام کے متعلق مسلمانوں کا جو تھوڑا بہت لٹریچر میں نے مطالعہ کیا ہے اس سے مجھ پر یہی اثر ہوا تھا کہ اسلام جارحانہ مذہب ہے۔ میں اسے کبھی رواداری کا مذہب نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں[۳]"

۴- مسٹر برہم دت ڈیرہ دون نے لکھا:-

"چالیس برس پیشتر یعنی اس وقت جبکہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے افق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ "پیغام صلح" کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری، اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو۔ بیشک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابل قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردے میں سے دیکھا اور (صحیح) راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔[۴]"

---

۱ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو ۱۹۰۸ء صفحہ ۴۴۰-۴۴۴ ۔ ۲ ایضاً صفحہ ۴۳۸--۴۴۰ ۔

۳ بحوالہ الفضل ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ ۔ ۴ اخبار "فرنٹیر میل" ۲۲ دسمبر ۱۹۴۸ء بحوالہ "تحریک احمدیت" مؤلفہ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم ۔

## مرض الموت

حضرت اقدس اپنے لیکچر "پیغام صلح" کی تصنیف میں مصروف رہے کہ ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا۔

الرحیل ثم الرحیل والموت قریب[1]

"یعنی کوچ کا وقت آگیا ہے ہاں کوچ کا وقت آگیا ہے اور موت قریب ہے۔"

یہ الہام صراحت کے ساتھ حضور کی وفات کے بالکل قریب ہونے پر دلالت کرتا تھا۔ اس لئے حضور نے اس کی کوئی تاویل نہیں فرمائی۔ یکے بعد دیگرے اس قسم کے الہامات دیکھ کر حضرت ام المومنین علیہا السلام نے ایک دن گھبرا کر عرض کی کہ اب قادیان واپس چلیں۔ فرمایا "اب تو ہم اس وقت چلیں گے جب خدا لے جائے گا" حضور ان ایام میں پیغام صلح کی تقریر لکھنے میں مصروف تھے۔ اس الہام کے بعد تقریر کے لکھنے میں حضور نے زیادہ کوشش اور تیزی اختیار فرمائی۔ آخرکار پچیس مئی کی شام کو یہ مضمون قریباً مکمل کرکے کاتب کے سپرد فرما دیا۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے یہ سمجھ کر کہ یہ مضمون لکھنے کے لئے پھر شاید موقعہ نہ ملے اپنے بقیہ نوٹوں پر کچھ لکھنا ملتوی فرما کر جتنا لکھا جا چکا تھا وہ کاتب کے حوالے کر دیا۔ عصر کی نماز کے بعد حضور نے وفات مسیحؑ پر ایک مختصر سی تقریر کی جو حضور کی آخری تقریر تھی۔ اس تقریر میں فرمایا کہ

"عیسیٰؑ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے[2]"

اور پھر حسب معمول سیر کے لئے باہر تشریف لائے۔ کرایہ کی ایک گاڑی حاضر تھی۔ حضور نے اپنے ایک مخلص مرید حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے فرمایا کہ

"میاں عبدالرحمٰن! اس گاڑی والے سے کہدیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے۔ وہ ہمیں صرف اتنی دور تک لے جائے کہ ہم اس روپے کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں"[3]

چنانچہ حضور کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور آپ ہوا خوری کرکے واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت حضور

---

[1] "بدر" جلد ۷ نمبر ۲۲۔ [2] "بدر" ۱۱ جون ۱۹۰۸ء۔

[3] بحوالہ "دُرِّ منثور" تقریر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔

کو کوئی خاص بیماری نہیں تھی۔ صرف مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا اور غالباً آنے والے مخفی اثر کے ماتحت ایک گونہ ربودگی اور انقطاع کی کیفیت طاری تھی۔ آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر آرام کے لئے لیٹ گئے۔ اس کے بعد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب "سلسلہ احمدیہ" میں لکھتے ہیں:۔

## وصال اکبر۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء

"کوئی گیارہ بجے کا وقت ہوگا کہ آپ کو پاخانے کی حاجت محسوس ہوئی اور آپ اُٹھ کر رفع حاجت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ کو اکثر اسہال کی تکلیف ہو جایا کرتی تھی۔ اب بھی ایک دست آیا اور آپ نے کمزوری محسوس کی اور واپسی پر حضرت والدہ صاحبہ (یعنی حضرت ام المومنین علیہا السلام۔ ناقل) کو جگایا اور فرمایا کہ مجھے ایک دست آیا ہے جس سے بہت کمزوری ہو گئی ہے۔ وہ فوراً اُٹھ کر آپ کے پاس بیٹھ گئیں اور چونکہ پاؤں کو دبانے سے آرام محسوس ہوا کرتا تھا۔ اس لئے آپ کی چارپائی پر بیٹھ کر پاؤں دبانے لگ گئیں۔ اتنے میں آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور آپ رفع حاجت کے لئے گئے اور جب اس دفعہ واپس آئے تو اس قدر ضعف تھا کہ آپ چارپائی پر لیٹتے ہوئے اپنا جسم سہار نہیں سکے اور قریباً بے سہارا ہو کر چارپائی پر گر گئے۔ اس پر حضرت والدہ صاحبہ نے گھبرا کر کہا کہ "اللہ! یہ کیا ہونے لگا ہے؟" آپ نے فرمایا "یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا" یعنی اب وقت مقدر آن پہنچا ہے اور اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جو آپ کے خاص مقرب ہونے کے علاوہ ایک ماہر طبیب تھے) کو بلواؤ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ محمود (یعنی ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب) اور میر صاحب (یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے خسر تھے) کو جگا دو۔ چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے اور بعد میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی بلوا لیا اور علاج میں جہانتک انسانی کوشش ہو سکتی تھی وہ کی گئی۔ مگر خدائی تقدیر کو بدلنے کی کسی شخص میں طاقت نہیں۔ کمزوری لحظہ بلحظہ بڑھتی گئی اور اس کے بعد ایک اور دست آیا جس کی وجہ

سے ضعف اتنا بڑھ گیا کہ نبض محسوس ہونے سے رُک گئی۔ دستوں کی وجہ سے زبان اور گلے میں خشکی بھی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے بولنے میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ مگر جو کلمہ بھی اس وقت آپ کے مونہہ سے سُنائی دیتا تھا وہ ان تین لفظوں میں محدود تھا "اللہ۔ میرے پیارے اللہ" اس کے سوا کچھ نہیں فرمایا۔

صبح کی نماز کا وقت ہوا تو اس وقت جبکہ خاکسار مؤلف (یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ۔ ناقل) بھی پاس کھڑا تھا۔ نحیف آواز میں فرمایا "کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟" ایک خادم نے عرض کیا۔ ہاں حضور ہوگیا ہے۔ اس پر آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمم کے رنگ میں چھُو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی مگر اسی دوران میں بیہوشی کی حالت ہوگئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا "کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟" عرض کیا گیا ہاں حضور ہوگیا ہے۔ پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ اس کے بعد نیم بیہوشی کی کیفیت طاری رہی۔ مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ "اللہ۔ میرے پیارے اللہ" سُنائی دیتے تھے اور ضعف لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا۔ آخر دس بجے صبح کے وقت نزع کی حالت پیدا ہوگئی اور یقین کر لیا گیا کہ اب بظاہر حالات بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت تک حضرت والدہ صاحبہ نہایت صبر اور برداشت کے ساتھ دعا میں مصروف تھیں اور سوائے ان الفاظ کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہیں آیا تھا کہ "خدایا! ان کی زندگی دین کی خدمت میں خرچ ہوتی ہے تو میری زندگی بھی ان کو عطا کر دے" لیکن اب جبکہ نزع کی حالت پیدا ہوگئی تو انہوں نے نہایت درد بھرے الفاظ سے روتے ہوئے کہا "خدایا! اب یہ تو ہمیں چھوڑ رہے ہیں لیکن تو ہمیں نہ چھوڑیو۔" آخر ساڑھے دس بجے کے قریب حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دو لمبے لمبے سانس لئے اور آپ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے ابدی آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔[1]"

**آپ کی عُمر** | وصال کے وقت آپ کی عمر اپنے ایک مشہور الہام ثمانین حولاً او قریباً من ذٰلک

---

[1] "سلسلہ احمدیہ" از صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۴۔

اَوْ تَزِیدَ عَلَیہ سِنِیْنًا[1] کے مطابق شمسی حساب سے ۷۴ اور قمری حساب سے ۷۶ سال کی تھی۔

## اہل بیت کا صبر

حضرت ام المومنین علیہا السلام نے صبر کا جو نمونہ دکھایا۔ اس کا ذکر اُوپر گذر چکا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بھی نہایت ہی صبر کے ساتھ اس صدمہ کو برداشت کیا اور بجز یا حیّ یا قیّوم کے اور کوئی کلمہ آپ کی زبان سے نہیں نکلا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب بھی باوجود اس سخت صدمہ کے نہایت استقامت اور استقلال کے ساتھ ضروری امور کے انتظام میں مصروف رہے۔

## احباب جماعت کو اچانک وفات کا صدمہ

حضور کے وصال کی خبر آناً فاناً تمام شہر میں پھیل گئی۔ مگر چونکہ حضور ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء تک باقاعدہ اپنے تصنیف کے محبوب مشغلہ میں مصروف رہے، اور اس روز قبل شام حسب معمول سیر کے لئے بھی تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے باہر کے احباب تو الگ رہے، لاہور کے احمدیوں کو بھی حضور کے وصال کا یقین نہیں آتا تھا اور وہ یہ دعائیں کرتے کرتے احمدیہ بلڈنگس میں جمع ہو رہے تھے کہ خدا کرے یہ افواہ غلط ہو۔ مگر جب احمدیہ بلڈنگس میں پہنچتے تھے تو اس افواہ کو حقیقت پر مبنی سمجھ کر دنیا ان کی نگاہوں میں تیرہ و تار ہو جاتی تھی اور وہ شدتِ غم سے دیوانوں کی طرح نظر آتے تھے۔ جو لوگ حضرت اقدس کے خاص تربیت یافتہ تھے۔ گو ان کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں مگر وہ وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے جذبات کو روکے ہوئے تھے اور حضرت اقدس کے وصال کے بعد جو ذمہ داریاں ان پر عاید ہوتی تھیں ان کے انجام دینے میں مصروف تھے۔

## مخالفوں کی حالت

یہ تو اہل جماعت کا حال تھا۔ رہے غیر از جماعت۔ تو وہ دو حصوں میں منقسم تھے۔ ایک حصہ جو شریف طبقہ سے متعلق تھا۔ ان کو تو حضرت اقدس کی وفات پر بلحاظ آپ کے اسلامی جرنیل ہونے کے رنج و قلق تھا اور ان میں سے ایک خاصی تعداد حضور کا آخری دیدار اور اظہار غم و ہمدردی کے لئے احمدیہ بلڈنگس میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزا دے۔ دوسرا طبقہ جو پہلے طبقہ کی ضد تھا اس نے ایسی کرتوت کا مظاہرہ کیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ طبقہ اپنے رہنماؤں کی اقتدا میں اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں جمع تھا اور اس کے افراد گندے نعرے

---

[1] (ترجمہ) یعنی تیری عمر اسّی برس کی یا اس سے چند سال کم یا زیادہ ہوگی۔

لگاتے اور غلیظ گالیاں دیتے ہوئے حملہ آوروں کی صورت میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کی طرف جس میں حضرت اقدس کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی، بڑھتے اور پسپا ہوتے تھے اور ان کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایسے ارادے رکھتے ہیں جو کسی قوم کے ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذلیل سے ذلیل افراد سے بھی سرزد ہونا مشکل ہیں۔

## تجہیز و تکفین

احمدی احباب علاوہ اس طوفان بے تمیزی کو روکنے کے حضرت اقدس کی نعش مبارک کو قادیان لے جانے کی تیاری بھی کر رہے تھے۔ دن میں دو اور تین بجے کے درمیان بڑی کوشش کے بعد غسل دینے اور کفنانے سے فراغت ہوئی۔ اس کے بعد جنازہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم کے مکان کی اُوپر کی منزل سے نیچے صحن میں لایا گیا اور حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور یہ حضور کی پہلی نماز جنازہ تھی جو لاہور میں ہی ادا کی گئی۔

مخالفین نے علاوہ طرح طرح کی لغویات اور خلاف انسانیت حرکات کے یہ بھی کیا کہ ریلوے افسران کو یہ جھوٹی خبر پہنچائی کہ (حضرت) میرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی ہے۔ یہ حرکت اس غرض کو مدنظر رکھ کر تھی کہ ہیضہ سے فوت ہو جانے والے کی نعش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا متعدی بیماری ہونے کی وجہ سے ریلوے قانون کے خلاف تھا۔ مخالفین چاہتے تھے کہ نعش مبارک قادیان کو نہ لے جائی جا سکے اور یہاں تدفین میں جس قسم کی دقتیں وہ ڈالنا چاہتے تھے، جی کھول کر ڈال سکیں۔ مخالفوں کی اس شرارت کا احمدیوں کو بھی علم ہو چکا تھا۔ اس لئے مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم پرنسپل میڈیکل کالج لاہور کے پاس گئے جو آخر وقت میں حضرت اقدس کے علاج کے لئے بُلائے گئے تھے اور ان سے اس کاروائی کا جو مخالفین نے کی۔ اظہار کیا اور چاہا کہ جس مرض سے حضرت اقدس کی وفات ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس کے متعلق سرٹیفکیٹ دیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ سرٹیفکیٹ دیا۔ کہ آپ کی وفات ہیضے سے ہرگز نہیں بلکہ اعصابی تکان کے دستوں سے ہوئی ہے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ حضرت اقدس کو یہ پُرانا عارضہ تھا اور گاہے گاہے اسہال کی شکایت ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ جب جنازہ اسٹیشن پر پہنچا تو ریلوے حکام نے اس جھوٹی رپورٹ کی بنا پر یہ اعتراض کیا کہ ہمیں رپورٹ پہنچی ہے کہ (حضرت) میرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی ہے اس لئے گاڑی نہیں دی جا سکتی۔ مگر جب معالج ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا تو اجازت دیدی اور جنازہ سیکنڈ کلاس کی گاڑی میں جو ریزرو کرائی گئی تھی۔ رکھوا دیا گیا۔

## مُعاندوں کی ایک اور مذموم حرکت

مُعاندوں نے جنازے کی روانگی کے بعد ایک مذموم حرکت یہ کی کہ اپنوں میں سے کسی کا منہ کالا کر کے اور اس کو چارپائی پر لٹا کر فرضی جنازہ تیار کیا اور اسے اُٹھا کر "ہائے ہائے مرزا" "ہائے ہائے مرزا" کا شور کرتے ہوئے موچی دروازہ سے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی یہ حرکات جس قسم کی تھیں ہر وہ شخص جس کو ذرا بھی شرافت کا احساس ہو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ احمدیوں نے ان کی ان تمام لغویات پر صبر سے کام لیا اور ان کی طرف سے کوئی بات ایسی نہ ہوئی جو قابلِ گرفت ہوتی بحالیکہ اس رنج و غم کی حالت میں مخالفین کا یہ رویہ جس قدر دلخراش اور اشتعال انگیز تھا، محتاجِ بیان نہیں۔ یہ تھے ان لوگوں کے افعال جو اسلام کے نام پر حضرت اقدس کی مخالفت کرنے والے تھے۔ ہم اس موقعہ پر نہ تو مخالفین کی ان حرکتوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیں گے کہ اس وقت حضرت اقدس کے مسلمان کہلانے والے مخالفوں نے جو مظاہرہ کیا وہ اسلامی تعلیم، شرافت بلکہ انسانیت کیلئے کس درجہ باعث ننگ و عار تھا۔

## جنازہ قادیان پہنچایا گیا

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت اقدس کی نعش مبارک سیکنڈ کلاس کے ایک ریزرو ڈبہ میں رکھوا دی گئی تھی۔ گاڑی لاہور سے پونے چھ بجے شام روانہ ہوئی اور دس بجے رات کو بٹالہ پہنچی جنازہ گاڑی میں رہا جس کی حفاظت کے لئے خدام پاس رہے۔ دو بجے رات نعش مبارک صندوق سے باہر نکالی گئی اور ایک چارپائی پر رکھ کر خدام نے جنازہ کندھوں پر اُٹھا لیا۔ صبح آٹھ بجے کے قریب ۱۱ میل کا سفر طے کر کے مسیح محمدی کے عاشقوں نے چند گھنٹوں کے اندر اندر نعش مبارک قادیان پہنچا دی اور یہ جسدِ اطہر و مبارک اس باغ میں جو بہشتی مقبرہ کے ملحق ہے، بحفاظت تمام رکھ دیا گیا اور جماعت کے تمام دوستوں کو جو ملک کے طول و عرض سے جمع ہو گئے تھے اپنے محبوب آقا کی آخری زیارت کا موقعہ دیا گیا۔

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو تمام حاضر الوقت جماعت نے متفقہ طور پر حضرت مولانا حکیم حافظ نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو حضور کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور نمازِ جنازہ کے بعد جو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے پڑھائی۔ شام کے چھ بجے حضور کا جنازہ بہشتی مقبرہ میں لے جا کر دفن کر دیا گیا[۱] اور اس

---

حاشیہ [۱] ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تدفین کے متعلق مرحوم۔ مغفور مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل سابق انچارج

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طرح اس پاک اور مقدس وجود کو جس کی کُل انبیاء بشارتیں دیتے چلے آئے تھے اور جس نے ساری مذہبی دُنیا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :-

صیغہ زود نویسی ربوہ کا ایک نوٹ درج کیا جاتا ہے جو آنمرحوم نے محترم مستری مہر دین صاحب سے مل کر اور سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کر کے بڑی محنت سے لکھا تھا اور گو اس کتاب کے مضمون کے لحاظ سے اس کے اندراج کا یہاں موقعہ نہیں تھا مگر میں یہاں محض اس لئے درج کر رہا ہوں کہ یہ تاریخی مواد محفوظ ہو جائے ۔ وہو ہٰذا :-

اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جسدِ اطہر کو لحد میں نہیں بلکہ شق میں رکھا گیا ہے[1] اور بغیر تابوت کے آپ کو دفن کیا گیا ہے ۔ تدفین کے وقت آپ کی قبر کی تیاری حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی کی زیر نگرانی ہوئی[1] ۔ کام کرنے کے لئے جو مزدور اور مستری لگائے ہوئے تھے ان میں سے ایک مستری حضرت میاں مہردین صاحب ولد مستری گوہر دین صاحب تھے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ابتک زندہ ہیں اور قادیان کے قدیمی باشندے ہیں ۔ ان کی بیعت ۱۹۰۱ء کی ہے اور اس وقت نوابزادہ میاں محمد احمد خاں صاحب کی زمینوں پر نگرانی کا کام کر رہے ہیں ۔ وہ چونکہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے حضور کی قبر کی تیاری کا کام مکمل کیا[2] اس لئے میں اب ذیل میں انہی سے بیان کردہ واقعات درج کرتا ہوں ۔ یہ واقعات میں نے خود ان کی زبان سے سُنے ہیں ۔ مستری صاحب کی عمر گو اس وقت اسّی سال سے زیادہ ہے مگر جسمانی قویٰ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھے ہیں اور دماغ بھی پوری طرح کام کرتا ہے اور واقعات کو انہوں نے خوب اچھی طرح یاد رکھا ہے ۔ انہوں نے بتایا کہ

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی اطلاع لاہور سے قادیان پہنچ چکی تھی اس لئے بہشتی مقبرہ میں آپ کی قبر راتوں رات تیار کی گئی ۔ قبر کھودنے میں ثواب کی خاطر پانچ سات احمدی دوستوں نے حصہ لیا ۔ جن میں سے میاں امام دین ۔ میاں فضل دین اور میاں صدرالدین صاحبان کے نام انہیں خاص طور پر یاد ہیں ۔ میاں صدرالدین صاحب نے خدا تعالیٰ کے فضل سے لمبی عمر پائی اور تقسیم ملک کے بعد وہ قادیان میں ہی بطور درویش مقیم رہے ۔ ان کی اولاد ربوہ میں ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ سے مخلصانہ تعلقات رکھتی ہے ۔

جب جنازہ قادیان پہنچا تو لاہور کے اکابر جماعت کا مشورہ یہ تھا کہ قبر پختہ بنائی جائے ۔ ان دنوں قادیان

[1] روایت حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ۔ میاں رحم دین صاحب باورچی ، حکیم دین محمد صاحب و دیگر صحابہؓ ۔
[2] " اصحاب احمد " جلد ششم صفحہ ۸۲ ۔

میں زندہ مذہب، زندہ خدا اور زندہ نبی کو پیش کر کے ایک رُوحانی انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ ہمیشہ ہمیش کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:-

میں کوئی اینٹوں کا بھٹہ نہ تھا بلکہ پختہ اینٹیں بٹالہ سے منگوائی جاتی تھیں۔ اس لئے پختہ اینٹوں کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحن کی ایک پردہ کی دیوار سے پختہ اینٹیں اکھیڑی گئیں اور گدھوں پر لاد کر بہشتی مقبرہ لے جائی گئیں۔ یہ اینٹیں چھوٹے سائز کی تھیں۔

مستری صاحب کہتے ہیں کہ قاضی عبدالرحیم صاحب نے مجھے اور مستری محمد اسماعیل صاحب کو جو حضرت نواب محمد علیخاں صاحب کے ملازم تھے اور معماری کا کام جانتے تھے بلایا اور ہم قبر بنانے لگے۔ آپ کی قبر ساڑھے سات فٹ لمبی تھی اور چار یا پونے چار فٹ چوڑی تھی۔ اس کے اندر پختہ اینٹوں کی جو چھوٹے سائز کی تھیں ایک چار دیواری بنائی گئی۔ یہ دیواریں چھ سات انچ موٹی تھیں اور زمین سے اڑھائی فٹ اُونچی تھیں۔ جب یہ چار دیواری پختہ اینٹوں کی قبر کے اندر بن چکی تو میں نے قاضی صاحب سے کہا کہ اب چھوٹی اینٹوں کی ڈاٹ سیمنٹ یا چونہ سے لگنی چاہیئے تب محفوظ رہ سکے گی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت مولوی صاحب یعنی حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیتے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اوپر سے پکّی نہیں ہے اس لئے یہ بھی پکّی نہیں بنانی چاہیئے۔ اس کے بعد ہم نے ڈاٹ کے لئے کچی اینٹوں کو گرانا شروع کر دیا۔ اس وقت ہمیں خیال آیا کہ اگر یونہی ڈاٹ لگا دی گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسد اطہر پر مٹی اور کنکریاں وغیرہ گریں گی اس لئے بہتر ہے کہ اس پختہ چار دیواری کے اوپر تختے رکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے اس تابوت کو جو لاہور سے لایا گیا تھا ایک احمدی دوست مستری فقیر محمد صاحب نے کاٹا اور اس کے تختے بنا بنا کر اوپر رکھے مگر وہ تختے پورے نہ ہوئے۔ اس پر ایک پُرانی میز کا فرش اُکھیڑا گیا اور اس کے تختے بنائے گئے تب اس چار دیواری کے تختے مکمل ہوئے۔

مستری صاحب کہتے ہیں کہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں جلدی سے گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رُخ انور کی آخری بار زیارت کی۔ اس وقت کثرت سے لوگ آپ کی زیارت کر چکے تھے۔ میں نے جب آپ کو دیکھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے آپ سو رہے ہیں۔ آپ کے چہرہ مبارک پر کوئی زردی وغیرہ نہیں تھی۔

زیارت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خلیفۂ اولؓ نے فرمایا کہ اب بہت دیر ہو چکی ہے اب جلدی دفنانا چاہیئے۔ مستری صاحب کہتے ہیں اس وقت معاً میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا۔ اور میں نے کچھ مزدور ساتھ لئے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے لئے اپنے مالک اور حی وقیوم خدا کے سپرد کر کے گھروں کو واپس لوٹ آئے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :-

اور جلدی سے باہر چلا گیا۔ اُن دنوں بہشتی مقبرہ کے باغ کے باہر قریب ہی ایک کنوآں لگ رہا تھا۔ میں نے مزدوروں سے کہا کہ یہاں سے فوراً ریت لے چلو اور خود بھی ریت اُٹھا لی اور پھر چھلنی سے اُسے چھانا اور اس کے بعد قبر کے نیچے میں نے وہ تمام ریت بچھا دی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسدِ اطہر کو قبر میں اُتارا گیا۔ اس وقت بہت بڑا ہجوم قبر کے اردگرد جمع ہو گیا اور بیسیوں ہاتھ آپ کو قبر میں اُتارنے کے ثواب میں شریک ہونے کے لئے بیتابی کے ساتھ آگے بڑھے۔ حضرت خلیفۃ ثانی بھی پاس ہی تھے اور حضور کے خاندان کے دوسرے افراد اور مخلصین بھی۔ جب آپ کو قبر میں اُتار دیا گیا تو پھر تختے رکھے گئے مگر انہیں کیلوں سے بند نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد کچی اینٹوں کی ڈاٹ لگا دی گئی۔ چونکہ شام کا وقت ہو رہا تھا۔ اس لئے اس وقت ہجوم میں سے دو اور احمدی راج بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ انہوں نے ایک طرف سے اور میں نے دوسری طرف سے ڈاٹ لگانی شروع کر دی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جلدی ہی تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ گول ڈاٹ تھی جو کچی اینٹوں سے بنائی گئی۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا بیان "اصحاب احمد" میں یوں درج ہے کہ قاضی عبدالرحیم صاحب نے پختہ اینٹوں کی ڈاٹ بنوائی اور جب حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اُسے ناپسند فرمایا مگر چونکہ شام کا وقت ہو چکا تھا اور باغ کے گھنے اور گنجان درختوں کی وجہ سے تاریکی اور بھی بڑھ گئی تھی اس لئے قاضی صاحب نے اس ڈاٹ کو ویسا ہی رہنے دیا اور مٹی ڈال دی گئی۔[1]

مستری مہر دین صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ڈاٹ میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی تھی اور کچی اینٹوں کی بنائی تھی۔ پھر یہ بھی کیسے ہو سکتا تھا کہ حضرت خلیفۃ اولؓ ایک بات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے اور قاضی صاحب ویسا ہی رہنے دیتے۔ بہرحال کچی اینٹوں کی ڈاٹ بنائی گئی اور پھر مٹی ڈال دی گئی۔

مکرم حکیم دین محمد صاحب کی روایت ہے کہ تدفین سے بعد کسی دوست نے حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ سے اس تابوت کی بچی کھچی لکڑیوں کے متعلق جو قبر سے پاس پڑی تھیں دریافت کیا کہ ان کو کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا ان کو پرے پھینک دو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کے ساتھ شرک کریں۔[2]

---

[1] "اصحاب احمد" جلد نہم صفحہ ۲۷۷ ؛ [2] "الفضل" ۲۷ مئی ۱۹۶۳ء ؛

الیہ راجعون۔ وکل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام ۔

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :-

مزار مبارک پر آخری دعا بھی حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ نے ہی فرمائی۔ تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کی فرطِ غم سے یہ کیفیت تھی کہ آپ سے چلا بھی نہیں جاتا تھا۔ چنانچہ آپ بمشکل مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور مکرم حکیم دین محمد صاحب کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بہت آہستگی سے جبکہ آپ سے اپنا جسم بھی سہارا نہیں جاتا تھا اور قدم گھسٹتے چلے آتے تھے اپنے گھر پہنچے۔ یہی کیفیت دوسرے صحابہؓ کی بھی تھی۔ اور اُن میں سے ہر ایک بزبانِ حال یہی کہہ رہا تھا کہ ؎

حیف در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شُد
رُوئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شُد



## دُوسرا باب

# حالات و روایات صحابہ کرام لاہور

---

## حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت اندازاً ۲۳-۱۸۲۲ء بیعت :- بالکل ابتدائی ایام میں

وفات :- ۹۴-۱۸۹۳ء

لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے کا فخر حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ حضرت مولوی صاحب موصوف مسجد کوچہ سیٹھاں بالمقابل تالاب آب رسانی لنگے منڈی بازار کے امام الصلوٰۃ تھے۔[1]

مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۶۴ء کو بعد نماز ظہر محترم مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر مرحوم فاضل انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ اور خاکسار مؤلف حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی کی خدمت میں ان کی کوٹھی واقعہ دار الصدر میں حاضر ہوئے اور ان سے حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات بیان کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا کہ

حضرت مولوی صاحب میانہ قد کے آدمی تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ جسم درمیانہ یعنی نہ زیادہ جسیم تھے اور نہ دُبلے پتلے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے۔ حافظ قرآن بھی تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ آپ اس زمانہ کے رواج کے

---

[1] محترم میاں نذیر حسین صاحب ابن حضرت حکیم محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ المعروف مرہم عیسیٰ کے بیان کے مطابق حضرت میاں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مطابق غرارہ پہنا کرتے تھے۔ ان کی مسجد ہمارے مکانوں کے بالکل سامنے تھی۔ ہمارا خاندان ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ آپ مغرب کی نماز میں ارأیت الذی۔۔۔ اور تبت یدا۔۔۔ دونوں سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مغرب، اور فجر کی سنتوں میں قل یایھا الکافرون۔۔۔ اور قل ھو اللہ احد پڑھنی چاہئیں۔ آپ کا نام ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں شامل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو حضور کے ساتھ عقیدت رکھنے کی وجہ سے بیعت پر آمادہ ہوگئے مگر بیعت کرنے سے قبل پُرانے وفات یافتہ بزرگوں کے مزاروں پر جا کر کشف القبور کے ذریعہ حضرت اقدس کی صداقت دریافت کی۔ ان کی تصدیق پر فوراً قادیان جا کر بیعت کرلی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ہمارے خاندان کے چھوٹے بڑے تمام افراد چونکہ ان کے شاگرد تھے اس لئے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر یکے بعد دیگرے سب نے بیعت کرلی۔

آپ بہت نیک اور متقی بزرگ تھے۔ آپ کے درس میں شامل ہونے کے لئے حضرت مرزا ایوب بیگ رضی اللہ عنہ (جو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے بھائی تھے اور چیفس کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ بڑے لمبے قد کے، گورا رنگ، خوبصورت داڑھی) بھی چیفس کالج سے پیدل تشریف لایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی آپ کے بہت معتقد تھے اور نمازوں اور درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ ان کی مسجد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو بھی میں نے نمازیں پڑھتے دیکھا ہے۔ جب حضور ۱۸۹۲ء میں محبوب رایوں کے مکان میں اُترے تھے اور حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ بھی جموں سے تشریف لائے ہوئے تھے تو ان ایام میں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے اور حضرت اقدس علیہ السلام، حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب رضی اللہ عنہ اور دیگر احباب مقتدی ہوا کرتے تھے۔ آپ کی وفات جہانتک مجھے یاد ہے ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر اندازاً ۷۰ سال کی تھی۔

---

حاشیہ: چراغ الدین صاحب رضی اللہ عنہ رئیس لاہور کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے رہائشی مکان واقعہ لنگے منڈی کے سامنے یہ مسجد بنوائی تھی اور امام الصلوٰۃ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کو مقرر کیا تھا۔ ان ایام میں حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ بالکل عنفوان شباب میں تھے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ "آئینہ کمالات اسلام" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونیوالوں کی فہرست میں حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کا نام بھی درج فرمایا ہے۔ اور ساتھ "لنگے منڈی لاہور" لکھا ہے۔ لیکن "انجام آتھم" کے ضمیمہ میں جو ۳۱۳ اصحاب کی فہرست درج ہے اس میں آپ کے نام کے ساتھ حضور نے مرحوم لکھا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ "انجام آتھم" کی تصنیف سے قبل آپ وفات پا چکے تھے۔ ۳۱۳۔اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام ۱۳۲ نمبر پر ہے۔

حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب رضؓ کی وفات کے بعد ہم لوگ حضرت مولوی غلام حسین صاحب رضؓ کی اقتدا میں گمٹی بازار والی مسجد میں جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

حضرت میاں عبدالرشید صاحب ابن حضرت میاں چراغ دین صاحب رضؓ نے بیان کیا کہ ہمارے جد امجد میاں الٰہی بخش صاحب کی زندگی امیرانہ ٹھاٹھ میں گذری تھی۔ ایک دن وہ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مولوی صاحب! میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ فرمائیں کہ اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ آپ کسی کامل رہنما کی بیعت کریں۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ سے بہتر اور کون رہنما ہو گا۔ آپ میری بیعت لے لیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے بیعت لے لی۔ پھر مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا پتہ چلا تو آپ پا پیادہ قادیان پہنچے اور جا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔

**نوٹ:۔** بعض زبانی روایات کی بنا پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لودھیانہ جا کر بیعت کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (عبدالقادر)

---

## حضرت مُفتی محمد صادق صاحب رضؓ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ولادت:۔ | ۱۸۷۲ء | بیعت:۔ | ۳۱ر جنوری ۱۸۹۱ء |
| وفات:۔ | ۱۳ر فروری ۱۹۵۷ء | عُمر:۔ | ۸۵ سال |

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضؓ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے عزیزوں میں سے تھے حضرت

مولوی صاحب رضؓ ہی کے ذریعہ آپ بالکل ابتدائی زمانہ میں حضرت اقدس کے غلاموں میں شامل ہوئے۔ آپ کچھ عرصہ جموں میں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضؓ کے پاس رہے۔ پھر لاہور میں اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ میں مدرس کے طور پر ملازمت کی۔ حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی کا بیان ہے۔ کہ ۱۸۹۴ء میں جب میں چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا حضرت مفتی صاحب رضؓ میرے ریاضی کے اُستاد تھے۔ اور حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد کے ملحق پیپل والی گلی میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ بعد میں آپ اکونٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ پھر وہیں سے ہجرت کر کے جولائی ۱۹۰۰ء میں مستقل طور پر قادیان تشریف لے گئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ ملازمت کے دوران قریباً ہر اتوار قادیان میں گذارا کرتے تھے اور حضرت اقدس کو انگریزی اخبارات اور کتب کا ترجمہ سنایا کرتے تھے۔ انگریزی زبان میں خط و کتابت بھی آپ ہی کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔ انگریزوں کو تبلیغ کرنے کا بہت شوق تھا۔

قادیان میں ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بی۔اے کا امتحان پاس کرنے کی اجازت چاہی تا ڈگری ہاتھ آجائے۔ حضور نے فرمایا۔ مفتی صاحب! آپ کو ڈگری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا آپ کو بہت ڈگریاں دے گا۔ حضرت اقدس کی یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ جب آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تبلیغ کے لئے امریکہ بھیجا تو وہاں مختلف یونیورسٹیوں میں لیکچر دینے کے نتیجہ میں آپ کو اس قدر ڈگریاں ملیں کہ جن سے کئی لائینیں بھر جاتی ہیں۔ ڈی۔ڈی (DOCTOR OF DIVINITY) کی ڈگری خاص طور قابل ذکر ہے جو حضرت مفتی صاحب سے پہلے کسی ہندوستانی کو نہیں دی گئی تھی۔

۲۱ مارچ ۱۹۰۵ء کو جب اخبار "البدر" کے مالک و مدیر بابو محمد افضل صاحب رضؓ وفات پا گئے۔ تو اُن کا اخبار حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رضؓ نے خرید لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مفتی صاحب رضؓ کو "البدر" کا ایڈیٹر مقرر فرمایا اور ۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء کو ایک خاص اعلان کے ذریعہ جماعت کو اطلاع دی کہ

"میں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ منشی محمد افضل صاحب مرحوم ایڈیٹر اخبار "البدر" قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور فضل سے اُن کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آگیا ہے۔ یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن جوان صالح اور ہر ایک طور سے لائق جن کی خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائمقام منشی محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔ میری دانست میں

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ اس کو ایک ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا۔ خدا تعالیٰ یہ کام ان کے لئے مبارک کرے۔ اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین"[1]

دو پرچوں کے بعد اس اخبار کا نام "البدر" کی بجائے "بدر" رکھا گیا اور حضرت اقدس کی توقع کے مطابق حضور کی زندگی میں حضرت مفتی صاحب نے اس کام کو خوب نباہا۔ حضرت اقدس کی وحی اور ملفوظات لکھنے کا کام جس طرح حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ایڈیٹر الحکم نے کیا بالکل اسی طرح حضرت مفتی صاحبؓ کرتے رہے۔ اس عظیم الشان کام کی وجہ سے آپ کا نام انشاء اللہ قیامت تک زندہ رہے گا اور بعد میں آنے والے مخلص لوگ آپ کی ترقی درجات کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے۔

آپ کافی عرصہ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے پرائیویٹ سکرٹری بھی رہے اور صدر انجمن احمدیہ میں ناظر امور خارجہ کے طور پر بھی قابل قدر کام کیا۔ آپ نے کئی عمدہ اور نفیس کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ آپ کے "ذکر حبیب" پر لیکچر اب تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ کی تقریر اور تحریر بناوٹ اور تصنع سے پاک اور سادگی سے پُر ہوتی تھی۔ انداز بیان ایسا دلکش اور مسحور کن تھا کہ سامعین پر محویت طاری رہتی اور وہ بُت بن کر بیٹھے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص کشش اور جذب عطا فرمایا تھا۔ انگریزی، اردو دونو زبانوں پر کافی عبور حاصل تھا۔ فارسی اور عربی، عبرانی زبانوں سے بھی واقف تھے۔

درمیانہ قد، گورا رنگ، لمبی اور خوبصورت گھنی داڑھی، نہایت خوبصورت اور وجیہہ، لباس ہمیشہ صاف ستھرا اور قیمتی زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ طبیعت از حد نفاست پسند، کھانا عمدہ اور بہترین تناول فرمایا کرتے تھے۔ بات کرتے تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مونہہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ بہت لمبی عمر پائی اور ربوہ دار الہجرت میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ابدی استراحت فرما رہے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے حالات اگر مفصل لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے گا وہ تفصیل سے لکھے گا۔ ہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا اُستاد ہونے کا بھی فخر حاصل تھا۔ آپ کی روایات سلسلہ کے لٹریچر میں محفوظ ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں آپ کا نام ۶۵ نمبر پر ہے۔

---

[1] "البدر" ۶ اپریل ۱۹۰۵ء

# حضرت مولوی غلام حسین صاحبؓ

ولادت　　　　　　　　　بیعت　　۱۸۹۱ء

وفات　　یکم فروری ۱۹۰۸ء

حضرت میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی نے بیان فرمایا کہ

آپ دُبلے پتلے گورے رنگ کے تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے۔ قد درمیانہ تھا۔ آپ گمٹی بازار والی مسجد کے امام اور متولی تھے۔ جب حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ وفات پاگئے تو ہم حضرت مولوی غلام حسین صاحب کی مسجد میں جا کر نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کتابوں کے بڑے شوقین تھے۔ قادیان جاتے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی لائیبریری میں داخل ہو جاتے اور کتابیں پڑھنا شروع کر دیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ ان کی خوراک وغیرہ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ جب آپ کوئی کتاب پڑھنے کے لئے اُٹھاتے تو پہلے عزرائیل کو مخاطب کر کے کہتے کہ اے عزرائیل! تو بھی خدا کا بندہ ہے اور میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ میری تم سے درخواست ہے کہ جب تک میں یہ کتاب نہ پڑھ لوں میری جان نہ نکالنا۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب موصوفؓ کے متعلق جو کچھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۴۴ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک قادیان میں بیان فرمایا تھا وہ آپ کی تعریف میں کافی و وافی ہے اور سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔

"ہماری جماعت میں ایک بہت بڑے عالم اور نیک انسان ہوا کرتے تھے۔ مولوی غلام حسین صاحب ان کا نام تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے تو حسرت ہی رہ گئی کہ کوئی دس بجے جمعہ پڑھا کرے۔ مگر کوئی نہیں پڑھتا۔ وہ بعض دفعہ سرکاری دفاتر میں کام کرنے والوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تمہیں دفتری مصروفیات کی وجہ سے جمعہ کیلئے وقت نہیں ملتا تو میرے پاس آجایا کرو۔ میں تمہیں دس بجے ہی جمعہ پڑھا دیا کروں گا۔

ان کے اندر بہت ہی علمی شوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے حضرت خلیفۂ اولؓ اور ایک وہ گویا کتابوں کے کیڑے تھے۔ بلکہ مولوی غلام حسین صاحب کو حضرت خلیفۂ اولؓ سے بھی زیادہ کتابوں کا شوق تھا۔ ان کی وفات بھی اسی رنگ میں ہوئی۔ کہ وہ

کلکتہ کسی کتاب کے لئے گئے اور وہیں سے بیمار ہو کر واپس آئے اور فوت ہو گئے۔

اُن کا حافظہ اتنا زبردست تھا کہ حضرت خلیفۂ اوّلؓ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے انہیں ایک دفعہ ایک کتاب دی کہ اُسے پڑھیں۔ انہوں نے میرے سامنے جلدی جلدی اس کے ورق اُلٹنے شروع کر دیئے۔ وہ ایک صفحہ پر نظر ڈالتے اور اسے اُلٹ دیتے۔ پھر دوسرے پر نظر ڈالتے اور اُسے چھوڑ دیتے۔ حضرت خلیفۂ اوّلؓ خود بھی بہت جلدی پڑھتے تھے۔ مگر آپ فرماتے تھے کہ انہوں نے اس قدر جلدی ورق اُلٹنے شروع کئے کہ مجھے خیال آیا کہ شاید وہ کتاب پڑھ نہیں رہے۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب آپ کتاب پڑھیں بھی تو سہی۔ وہ کہنے لگے۔ مجھ سے اس کتاب میں سے کوئی بات پوچھ لیجئے۔ حضرت خلیفۂ اوّلؓ نے کوئی بات پوچھی تو کہنے لگے۔ یہ بات اس کتاب کے فلاں صفحہ پر فلاں سطر میں لکھی ہے۔

لاہور میں گمٹی بازار والی مسجد پہلے ہماری ہوا کرتی تھی۔ مگر بعد میں خواجہ کمال الدین صاحب کی غفلت کی وجہ سے غیر احمدیوں کے پاس چلی گئی۔ اس مسجد میں مولوی غلام حسین صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے مگر بہت ہی غریب تھے۔ بعض دفعہ اس قسم کی حالت بھی آجاتی۔ کہ انہیں کئی کئی وقت کا فاقہ ہو جاتا لیکن وہ اس بات کو کہیں ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ کہ مجھے سات یا آٹھ وقت کا فاقہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنی انتڑیوں کو کچھ اس قسم کی عادت ڈالی ہوئی تھی کہ اتنے دنوں کے فاقہ کے بعد جب انہیں کھانا ملتا تو سات سات آٹھ آٹھ آدمیوں کا کھانا ایک ہی وقت کھا جاتے۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک دن ان کے علم کو دیکھ کر شوق پیدا ہوا کہ میں ان کی کچھ خدمت کروں۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب! مجھے بھی اپنی خدمت کا موقع دیں اور اگر کوئی خواہش ہو تو بیان فرمائیں تاکہ میں آپ کی اس خواہش کو پورا کروں فرماتے تھے میں نے جب یہ بات کہی تو تھوڑی دیر خاموش رہ کر اور کچھ سوچکر کہنے لگے۔ جی چاہتا ہے۔ میرے لئے ایک ایسا مکان بنا دیا جائے جس کی دیواریں کتابوں کی بنی ہوئی ہوں گویا نئی سے نئی کتابوں کی ایک چار دیواری ہو جس کے اندر مجھے بٹھا دیا جائے پھر کوئی شخص مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ تم نے روٹی بھی کھائی ہے یا نہیں۔ بس میں کتابیں

پڑھتا جاؤں اور اُتارتا جاؤں۔ جب رستہ بن جائے تو باہر نکل جاؤں۔

باوجود اس قدر علم کے ان کا طرز بحث مباحثہ کا نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ مقدمات کے سلسلہ میں گورداسپور میں مقیم تھے کہ آپ کی مجلس میں بحث مباحثہ کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی غلام حسین صاحب سے پوچھا۔ مولوی صاحب کیا آپ کو بھی کبھی بحث کرنے کا موقعہ ملا ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب فرمانے لگے جب میں نیا نیا پڑھ کر آیا تو لاہور میں میری خوب شہرت ہوئی۔ انہی دنوں امرتسر کے قریب حنفیوں اور وہابیوں کا مناظرہ تجویز ہو گیا۔ میں اس مناظرہ میں وہابیوں کی طرف سے پیش ہوا۔ حنفی مناظر نے کسی موقعہ پر کہہ دیا کہ فلاں امام نے یوں کہا ہے۔ میں نے اسے کہا امام کیا ہوتا ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں تو پھر کسی امام کا کیا حق ہے کہ اس کے خلاف بات کرے۔ بس میرا یہ کہنا تھا کہ سب نے سونٹے اُٹھا لئے اور مجھے مارنے کے لئے دوڑے میں نے بھی جوتیاں اُٹھائیں اور وہاں سے بھاگ پڑا۔ اور بیس میل تک برابر بھاگتا چلا گیا۔ یہانتک کہ شہر میں آ کر دم لیا۔ اس کے بعد میں نے توبہ کی کہ اب کبھی بحث نہیں کروں گا۔ غرض بہت ہی مخلص آدمی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ان کی وفات کی نسبت الہام بھی ہوا تھا اور آپ نے ان کا بہت لمبا جنازہ پڑھایا تھا۔

ان کے اندر علم کا اس قدر شوق تھا کہ میں نے کسی میں نہیں دیکھا۔ بڑھاپے میں جبکہ ۷۵ سال ان کی عمر تھی۔ وہ کلرکوں کو پکڑتے تھے اور کہتے تھے اگر تمہیں دین کا کچھ شوق ہو تو میں تمہیں پڑھانے کے لئے تیار ہوں۔ ان کے چہرے پر کچھ تردد کے آثار دیکھتے تو کہتے۔ میں پیسے نہیں لوں گا، مُفت پڑھا دوں گا۔ پھر کچھ تردد دیکھتے تو کہتے۔ آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں میں خود آپ کے گھر پہ پڑھانے کے لئے آ جایا کروں گا۔

مجھے ایک دفعہ چھ مہینے تک بخار رہا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے مشورہ دیا کہ مجھے پہاڑ پہ بھجوایا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے شملے بھجوا دیا۔ اس وقت ان کی عُمر پچھتر سال کے قریب تھی۔ ایک غیر احمدی کلرک تھا جس کو انہوں نے پڑھانا شروع کیا تھا۔ اس کی شملہ تبدیلی ہوئی تو مولوی صاحب اپنے خرچ پر ہی شملہ چلے گئے۔ تا کہ اس

کی پڑھائی میں حرج واقعہ نہ ہو۔ روٹی اپنے پلّے سے کھاتے اور اُسے مُفت پڑھاتے رہتے۔
اُن کے اندر اخلاص بھی اس قدر تھا کہ جب ہم سَیر کے لئے نکلتے تو وہ ہمارے ساتھ چل پڑتے۔ ایک لمبا سونٹا ان کے ہاتھ میں ہوا کرتا تھا۔ چونکہ وہ بوڑھے تھے اور پہاڑ کی چڑھائی میں انہیں دقت پیش آتی تھی۔ اس لئے ہم پر یہ سخت گراں گذرتا کہ وہ تکلیف اُٹھا کر التزاماً ہمارے ساتھ آتے ہیں۔ ایک دن میں نے خانصاحب منشی برکت علی صاحب اور مولوی عمردین صاحب شملوی سے کہا کہ یا تو میں آئندہ گھر میں بیٹھ جاؤں گا اور سَیر کے لئے نہیں نکلوں گا یا پھر کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے کہ مولوی صاحب کو پتہ نہ لگے کہ ہم کس وقت سَیر کے لئے چلے جاتے ہیں۔ انہوں نے باتوں باتوں میں مولوی صاحب سے پتہ لگا لیا کہ وہ کس وقت غائب ہوتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن ہم اسی وقت سَیر کے لئے چل پڑے۔ ابھی پندرہ بیس منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ ہم نے دیکھا وہ دُور سے ایک بڑا سا سونٹا اپنے ہاتھ میں پکڑے اور لمبے لمبے ڈگ بھَرتے ہوئے ہماری طرف آ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ۔ مجھے بھی آ لینے دو۔ جب ہمارے پاس پہنچے تو میرے ساتھیوں سے کہنے لگے۔ یہ حضرت صاحب کے لڑکے ہیں اور یہاں سب لوگ دشمن ہیں۔ ان کو اکیلے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ آپ لوگ میرا بھی انتظار کر لیا کریں۔
غرض بہت ہی مخلص اور نیک انسان تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ رُومی ٹوپی والوں سے مصافحہ کرنے سے بہت گھبراتے تھے اور اگر کوئی ان کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر لیتے۔ اور کہتے "تُسیں مصافحہ نہیں کردے تُسیں تے باہواں توڑ دے او" یعنی آپ لوگ مصافحہ نہیں کرتے آپ تو ہاتھ توڑتے ہیں۔" [1]

حضرت میاں محمد شریف صاحب نے بیان کیا کہ

جب آپ آخری بیماری میں بیمار ہوئے تو جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ان کا علاج کیا کرتے تھے۔ جب بہت ہی کمزور ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب نے ایک دن ان سے عرض کیا کہ مولوی صاحب! اگر آپ وفات پا جائیں تو کیا ہم آپ کا جنازہ قادیان لے جائیں؟ فرمایا۔ کیا حرج ہے؟ چنانچہ جب فوت ہوئے تو

---

[1] ملفوظات فرمودہ ۱۳ مئی ۱۹۴۴ء بحوالہ "الفضل" ۲۲ جنوری ۱۹۴۵ء۔

ان کا جنازہ قادیان لے جایا گیا۔

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ ریٹائرڈ فورمین فرمایا کرتے تھے کہ

جب ہم ان کا جنازہ قادیان لے کر گئے تو ہم چاہتے تھے کہ انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جائے مگر معترضین نے اعتراض کیا کہ ان کی وصیت کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ان کے اس اعتراض کا علم ہوا تو حضور نے فرمایا کہ ان کی وصیت کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو مجسم وصیت ہیں۔ یہ ہوئے خلیفہ ہدایت اللہ لاہوری ہوئے۔ ایسے لوگوں کی وصیت کی کیا ضرورت ہے؟

مولوی صاحب حد درجہ کے متقی تھے۔ حضور کے عاشق تھے اور دینی کاموں پر ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ اور خلیفہ ہدایت اللہ صاحب کے متعلق مجھے افسوس ہے کہ اُن کے ورثاء نے ان کو یہاں دفن کر دیا ہے۔ ان کے لئے صندوق نہیں بنوایا گیا تھا ورنہ میں اپنے خرچ پر ان کی نعش کو قادیان لے جاتا۔ ایک تیسرے شخص کا نام بھی حضور نے لیا تھا مگر مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا۔

رجسٹر روایات صحابہ حصہ چہارم میں لکھا ہے کہ

"مولوی غلام حسین صاحب لاہوری کا جنازہ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھایا اور جنازہ کو کندھا دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ مسجد مبارک میں تشریف رکھتے تھے کہ انبیاء کے متبعین کا ذکر چل پڑا۔ حضور نے فرمایا کہ عام طور پر انبیاء کے ماننے والے ان سے کم عمر کے لوگ ہوتے ہیں۔ بڑے بوڑھے بہت کم مانتے ہیں مگر مولوی غلام حسین صاحب لاہوری اور بابا ہدایت اللہ شاعر لاہوری یہ دونوں ایسے ہیں جو بڑے اور بوڑھے ہو کر ایمان لائے ہیں" (صفحہ ۴۲)

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں آپ کا نام ۱۳۳ نمبر پر ہے۔

---

# محترم مرزا خدا بخش صاحب

ولادت ۱۸۵۹ء بیعت ابتدائی ایام میں

وفات ۶ اپریل ۱۹۳۷ء

مرزا خدابخش صاحب دراصل جھنگ کے رہنے والے تھے۔ چند سال چیف کورٹ پنجاب میں مترجم کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بہت ابتدائی زمانہ میں بیعت کی۔ حضرت نواب محمد علیخاں صاحب کے اتالیق بھی رہے اور ایک مشہور کتاب "عسل مصفیٰ" کے نام سے تصنیف کی۔ حضرت خلیفة المسیح الاول رضؓ کی وفات کے بعد غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور اسی حالت میں فوت ہوئے۔

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں آپ کا نام ۴۲ نمبر پر درج ہے۔ رجسٹر بیعت میں آپ کا نام ۶۴ نمبر پر ہے۔

---

# جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہاؤس لاہور

ولادت بیعت ۲۹ر مئی ۱۸۹۱ء

وفات ۱۰ر مارچ ۱۹۲۴ء

آپ بالکل ابتدائی صحابہ میں سے تھے چنانچہ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جو سفر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دہلی کا اختیار فرمایا اس میں آپ ساتھ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "ازالہ اوہام" صفحہ ۸۰۷ میں ان کے متعلق لکھا ہے:۔

"حبی فی اللہ شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی۔ . . . جوان صالح یکرنگ آدمی ہے۔ ان میں فطرتی طور پر مادہ اطاعت اور اخلاص اور حسنِ ظن اس قدر ہے جس کی برکت سے وہ بہت ہی ترقیات اس راہ میں کر سکتے ہیں۔ ان کی مزاج میں غربت اور ادب بھی از حد ہے اور ان کے بشرہ سے علامات سعادت ظاہر ہیں۔ حتی الوسع وہ خدمات میں لگے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کشاکش مکروہات سے انہیں بچا کر اپنی محبت کی حلاوت سے وافر حصہ بخشے۔ آمین۔ ثم آمین"

شیخ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ چونکہ کپڑے کے بڑے تاجر تھے اس لئے عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں گرم کپڑے تیار کر کے بڑے اخلاص سے پیش کیا کرتے تھے

افسوس کہ یہ بھی حضرت خلیفۃ اولؓ کی وفات کے بعد مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اور خواجہ کمال الدین صاحب کی پارٹی میں شامل ہو گئے مگر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ حضور کا نام بھی عزت واحترام کے ساتھ ہی لیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۰ر مارچ ۱۹۲۴ء کو ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۳۰ر ستمبر ۱۸۹۵ء کو چولہ باوا نانک صاحب کی تحقیقات کے لئے جو سفر اختیار فرمایا تھا اس میں علاوہ اور احباب کے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب بھی ساتھ تھے۔[1]

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں آپ کا نام ۲۷ نمبر پر ہے۔

ان کے بھائی شیخ عبدالرحمٰن صاحب اور بھتیجے شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر بھی صحابی تھے۔ خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ شیخ عبدالرزاق صاحب ۱۹۳۴ء میں لائل پور پریکٹس کرتے تھے اور لاہوری فریق کے ساتھ شامل تھے۔ لیکن جب حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مسجد احمدیہ لائل پور کا افتتاح کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے حضور کی بیعت کر لی۔ اور پھر اس قدر اپنے اندر تبدیلی پیدا کی کہ فجر، مغرب اور عشار کی نمازیں باقاعدگی کے ساتھ مسجد میں جا کر پڑھنے لگے اور ظہر و عصر کچہری کے احاطہ میں پڑھتے تھے۔ نوجوان بچیاں جو انگریزی لباس میں پھرا کرتی تھیں ان کو برقعے تیار کروا دیئے اور انہیں باقاعدہ جمعہ کی نماز میں ساتھ لایا کرتے تھے، اللّٰھم اغفرہ وارحمہ

---

# حضرت صوفی نبی بخش صاحب لاہوریؓ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ولادت | اندازاً ۱۸۶۳ء | بیعت | ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۱ء |
| وفات | ۱۹۴۴ء (۲۱ر رمضان المبارک) | | |

آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"اپریل ۱۸۸۱ء میں خاکسار نے راولپنڈی مشن سکول سے مڈل پاس کیا۔ فضل ربانی نے میری تائید کی۔ انٹرنس کلاس میں داخل ہونے کے اسباب مہیا کر دیئے فقط ایک وظیفہ مبلغ چار

---

[1] "حیات طیبہ" صفحہ ۱۹۱

روپے کا انٹرنس کلاس کے لئے منظور شدہ تھا۔ اور اگرچہ میرا نمبر نتیجہ کے لحاظ سے تیسرا تھا لیکن وہ وظیفہ مجھے ہی دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جو طالب علم اول نمبر پہ تھا اس نے وظیفہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور دوسرا ایک سال پہلے فیل ہو چکا تھا۔ لاجرم اس وظیفہ کے پانے کا میں ہی مستحق گردانا گیا۔ اور والد صاحب مرحوم کی ذمہ داری پہ یہ وظیفہ مجھے دیا گیا۔ شرط یہ ٹھہرائی گئی کہ نہ تو آپ کے لڑکے کو اس مدرسہ کو چھوڑ کر کسی اَور مدرسہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے اور نہ ہی تعلیم کو ادھورا چھوڑنا ہو گا۔ بصورت وعدہ شکنی تمام روپیہ واپس کرنا پڑے گا۔ والد صاحب مرحوم نے اس پہ اپنی رضامندی ظاہر کی اور ایک اقرار نامہ پہ اُن سے دستخط لئے گئے۔

سکول کا ہیڈ ماسٹر ایک بنگالی مگر سخت متعصب عیسائی جو دین عیسوی کا فدائی اور جانثار تھا، بڑے ذوق سے بائیبل پڑھاتا۔ کبھی کبھی اسلام پہ اعتراض بھی کرتا۔ لیکن وہ اسی رنگ میں ہوا کرتے جو اکثر پادری بغیر سمجھ کے قرآن شریف پر کیا کرتے ہیں۔ اگرچہ میں اس کوچہ سے بالکل نابلد تھا لیکن مسلمان ہونے کی حیثیت سے کبھی کبھی غیرت بھی آجاتی اور بے خوف و خطر اس کا مقابلہ کرتا۔ اور اس بات کا کبھی خیال بھی نہ آتا کہ ایک طالب علم وظیفہ خوار کیلئے اس کا انجام کیا ہو گا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب بھی متانت سے سُنتے اور برداشت کرتے لیکن دل میں کینہ رکھتے۔ کوئی رنجش ان کے چہرہ سے عیاں نہ ہوتی۔ ان سب باتوں کا نتیجہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد اس رنگ میں انہوں نے ظاہر کیا کہ میں کالج میں تعلیم پانے سے روکا گیا۔ راولپنڈی میونسپل کمیٹی نے ایک وظیفہ مبلغ ؎ کا اس لڑکے کے لئے منظور کیا ہوا تھا جو اپنے سکول میں اول رہے لیکن ہیڈ ماسٹر کی سفارش اس کے لئے ضروری تھی جس سے انہوں نے بالکل انکار کیا۔ اس مجبوری کی وجہ سے میں کالج میں داخل نہ ہو سکا۔

انہیں ایام میں میں نے ایک خواب دیکھا جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو پورا ہوا۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک پیر مرد نورانی صورت میرے سامنے آیا۔ اس کا حُلیہ تمام و کمال میرے لوح دل پر نقش ہونے کے بعد وہ غائب ہو گیا اور میں بیدار ہو گیا۔

۱۳ جون ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے کہ پنڈت لیکھرام پشاوری نے ایک اشتہار حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اشتہار کی مخالفت میں شائع کیا جس میں آنجناب نے ایک بشیر لڑکے کی پیدائش کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ اس اشتہار میں پنڈت صاحب نے اپنی فطرت کے مطابق دشنام دہی اور سب وشتم سے کام لیا۔ اتفاقًا وہ اشتہار میری نظر سے بھی گذرا۔ میں نے استفسار کے طور پر حضرت صاحب کی خدمت میں ایک کارڈ لکھا۔ لیکن بباعث عدم علم ایسے طرز سے لکھا گیا کہ حضور نے مجھے معاندین میں سے تصور کیا۔ الاعمال بالنیات۔ خیریہ گذری کہ حضرت صاحب نے چند مخلص دوستوں سے بذریعہ خط وکتابت خاکسار کے متعلق دریافت فرمایا جنہوں نے از راہ کرم حضور کی تسلی کی اور لکھا کہ یہ شخص ہمیشہ سے آپ کا مداح رہا ہے اس کے بعد آپ نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس کے عنوان میں یہ شعر درج تھا کہ

ہم نے الفت میں تری بار اُٹھایا کیا کیا      تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

اس اشتہار کے پڑھنے اور براہین احمدیہ کے بار بار کے مطالعہ سے میرے دل میں ایک امنگ پیدا ہوئی کہ میں خود قادیان جا کر حضرت صاحب سے ملاقات کروں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار فیض آثار گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس نیت سے اکتوبر ۱۸۸۶ء کو میں پہلی دفعہ حاضر خدمت ہوا۔ اور مغرب کی نماز میں نے مسجد مبارک میں حضرتِ اقدس کی اقتدا میں پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ وہیں بیٹھ گئے اور بطور نصیحت مختصر الفاظ میں ایک تقریر فرمائی [لے]

اپریل ۱۸۸۹ء سے اپریل ۱۸۹۲ء تک خاکسار انجمن حمایت اسلام کا مہتمم کتب خانہ رہا اور حضور کا ایک مضمون "ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب" میرے ہی اہتمام سے چھاپا گیا۔

ایک دن حسب معمول میں انجمن کے کتب خانہ میں گیا۔ ان دنوں رسالہ فتح اسلام چھپ چکا تھا اس کی ایک کاپی انجمن کے دفتر میں بھی پہنچی۔ بہت سے مولوی صاحبان جن میں اکثر اہلحدیث تھے اس کو پڑھتے اور نہایت تعجب سے کہتے کہ جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے اس کو کوئی بھی نہیں مانے گا۔ مگر یہ رسالہ بھی لاجواب ہے۔ اس کا بھی کوئی جواب نہیں۔ اس کے بعد رسالہ توضیح مرام بھی میری نظر سے گذرا۔ ان دونوں رسالوں کے شائع ہونے کے بعد ہندوستان

---

لے اس تقریر کا خلاصہ صوفی صاحب کے الفاظ میں پڑھئے الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۳۵ء (مؤلف)

میں ایک سخت طوفان بے تمیزی برپا ہوا۔ اور ہر طرف سے مولوی صاحبان نے کفر کے فتوے تیار کئے۔ یہانتک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان میں ایک جلسہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مجھے بھی ایک کارڈ پہنچا لیکن بعض ضروری خانگی امورات کی وجہ سے میں نے حاضر خدمت ہونے سے انکار کیا۔ لیکن اسی ہفتہ میں پھر دوبارہ کارڈ پہنچا۔ جس کے الفاظ یہ تھے۔

"دسمبر کی تعطیلات پر آپ ضرور قادیان تشریف لاویں اور خدا تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ آپ کو اپنے جذب خاص سے اپنی طرف کھینچ لے۔"

ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس خط کو پڑھا اور مجھ پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ میں نے تمام خانگی امورات کو جن کی بنا پر قادیان آنے سے میں نے معذرت کی تھی۔ خیر باد کہی اور مصمم ارادہ کیا کہ قادیان جانا ضروری ہے۔

الغرض ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کے جلسے پر جس میں حاضرین کی تعداد اسّی کے قریب تھی میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ اور دن کے دس بجے کے قریب چائے پینے کے بعد ارشاد ہوا کہ سب دوست بڑی مسجد میں جو اب مسجد اقصیٰ کے نام سے مشہور ہے، تشریف لے جائیں۔ حسب الحکم سب کے ساتھ میں بھی حاضر ہوا۔ زہے قسمت کہ میرے لئے قسام ازل نے اس برگزیدہ بندہ کی جماعت میں داخل ہونے کے لئے یہی دن مقرر کر رکھا تھا۔ اس وقت مسجد اتنی وسیع نہ تھی جیسی آج نظر آتی ہے۔ سب کے بعد حضرت صاحب خود تشریف لائے اور مولوی عبدالکریم صاحب "فیصلہ آسمانی" سُنانے کے لئے مقرر ہوئے۔ لیکن میرے لئے ایک حیرت کا مقام تھا کیونکہ جب میں نے حضرت اقدس کے روئے مبارک اور لباس کی طرف دیکھا تو وہی حُلیہ تھا اور وہی لباس زیب تن تھا جس کو ایام طالب علمی میں مَیں نے دیکھا تھا۔

حاضرین تو بڑی توجہ سے آسمانی فیصلہ سُننے میں مشغول رہے اور میں اپنے دل کے خیالات میں مستغرق تھا اور فیصلہ کر رہا تھا کہ یہ وہی نورانی صورت ہے جس کو طالب علمی کے زمانہ میں مَیں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ اور ہر ایک

حضرت صاحب سے مصافحہ کرتا اور رخصت ہوتا۔ میں نے عمداً سب سے پیچھے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ میرے لئے کیا حکم ہے کیونکہ میں نے ایک شخص کی آگے بیعت کی ہوئی ہے آپ نے فرمایا۔

"آپ کی بیعت نورٌ علیٰ نور ہو گی بشرطیکہ وہ شخص نیک ہے ورنہ وُہ بیعت فسخ ہو جائے گی اور ہماری بیعت رہ جائے گی۔"

ایک دفعہ میں نے ۱۸ اگست ۱۸۹۶ء کا ایک واقعہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ ایک لمبا قصہ ہے جو مجھے اپنی ملازمت میں پیش آیا۔ یعنی کچھ ایسی تکالیف پیش آئیں جن سے میں استعفار دینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس غم میں مَیں نے اپنے اہل و عیال کو موضع سید کراں تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی میں بھیج دیا۔

میاں کریم بخش صاحب کی مسجد میں جو لاہور واٹر ورکس کے متصل ایک خوبصورت اور وسیع مسجد ہے بعد نماز عشا اسی فکر میں غرق تھا کہ یکایک میرے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور ایک غیبی آواز سُنائی دی۔ جو یہ تھی

"صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی تکلیف ہو تو وہ کوئی وظیفہ پڑھا کرتا ہے۔ تم بھی کوئی وظیفہ پڑھو۔ میں کیا وظیفہ پڑھوں۔ تم بعد نماز عشار دس نفل پڑھو اور تین سو دفعہ درود شریف پڑھو"

اس کے بعد وہ کیفیت جاتی رہی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی توفیق دی کہ اس وقت سے میں نے دس نفل اور تین سو دفعہ درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اور کچھ مدت اس پر عمل کرنے کے بعد میری تمام ملازمت کی تکالیف جاتی رہیں۔ یہ واقعہ جب میں نے حضرت مسیح موعود کے حضور عرض کیا تو آپ نے فرمایا

اس کے ساتھ تین سو مرتبہ استغفار کا اضافہ کر لو

---

ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا۔ اور خلوت میں ملنے کا موقعہ ملا۔ ایک ضرورت درپیش تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے میاں چراغ الدین صاحب کے نام سفارش لکھ دیں کہ میری

اس کام میں مدد کریں۔ آپ نے فرمایا۔

"جب خدا ہے تو سفارش کی کیا ضرورت ہے"

خدا تعالیٰ کی قدرت وہ میرا کام بغیر سفارش کے ہو گیا"[۱]

---

ایک مرتبہ صوفی صاحب پر سخت تنگی کا زمانہ آیا کہ آپ ایک ہزار روپے کے مقروض ہو گئے۔ بیوی کا زیور بھی بک گیا۔ آپ کے والد صاحب بھی شکایت کرنے لگے کہ یہ میری خدمت نہیں کرتا۔ سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کے لئے بھی دل چاہتا تھا۔ نیز آپ کے ایک دوست کے خاندان کی جوان لڑکی کا خاوند چار سال سے مفقود الخبر تھا۔ یہ تمام امور پیش کر کے آپ نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا:۔

"آپ نے کبھی اپنی تکالیف کا ذکر نہیں کیا۔ یاد دلاتے رہا کرو"

جس وقت حضور نے یہ الفاظ کہے اس وقت آپ کی تنخواہ ۱۵ روپے تھی۔ اس کے چھ ماہ کے اندر اندر حضور کی دعا سے آپ کو افریقہ میں ماعنتلے ۱۲۰ کی ملازمت مل گئی۔ ساتھ ہی ۱۵ روپے کو ارٹر الاؤنس بھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کا قرضہ بھی اُتر گیا اور ڈیڑھ ہزار روپیہ بچت بھی ہو گئی۔ اس مفقود الخبر آدمی کی بھی خبر مل گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک[۲]

تین سال افریقہ میں رہنے کے بعد جب آپ واپس ہندوستان میں پہنچے تو چند دن دفتر ریویو آف ریلیجنز میں بطور کلرک بھی کام کیا۔ مگر ایک شخص بابو ابناش صاحب کی وساطت سے آپ کو دوبارہ کالکا شملہ ریلوے میں ملازمت مل گئی۔ اس ملازمت کے لئے قادیان سے روانہ ہونے کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے جب کارڈ پہنچا تو میں نے ظہر کی نماز کے بعد حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے فرمایا۔

"اسی وقت چلے جاؤ"

آپ نے عرض کی کہ حضور وقت بہت تھوڑا ہے۔ حضور نے فرمایا:۔

"جب ہم جوان تھے تو تیز تیز چلا کرتے تھے"

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خوف کے لہجہ میں عرض کیا کہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ حضور نے پھر دوبارہ

---

[۱] "الحکم" ۱۴ اپریل ۱۹۳۵ء

[۲] "الحکم" ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء

فرمایا:۔

"جب ہم جوان تھے تو بہت تیز چلا کرتے تھے"

فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت چل پڑا۔ لیکن جب نہر سے پار ہوا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا زمین پاؤں کے نیچے سے سمٹ رہی ہے۔ میں ایسے وقت میں بٹالہ پہنچا جبکہ گاڑی سٹیشن پر پہنچ چکی تھی۔ بغیر گنتی کے میں نے پیسے ٹکٹ بابو کے آگے رکھ دیئے۔ اس نے گن کر کہا کہ ٹھیک ہیں۔ جب میں ٹکٹ لے کر پلیٹ فارم کی طرف چلا تو خود بخود گیٹ کیپر نے دروازہ کھول دیا۔ اور ایک معمر آدمی نے گاڑی کی کھڑکی کھول دی جب میں گاڑی میں بیٹھ گیا تو دریافت کیا کہ گاڑی کے اتنی دیر سے پونچنے کا کیا سبب ہے؟ اس پر اس پیر مرد نے کہا کہ ظاہر میں تو کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے سٹیشن پر گاڑی ۴۵ منٹ ٹھہری رہی۔

صوفی صاحب فرماتے ہیں:۔

غرض بیٹھتے ہی گاڑی چل پڑی اور جب میں لاہور اسٹیشن پر پہنچا تو مجھے الہام ہوا

ان اللّٰہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین

شام کو میں بابو ابناش چندر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انہوں نے مجھے ایک چھٹی پنڈت گوپی ناتھ پانڈیہ کے نام لکھ دی اور میں کالکا ریلوے اسٹیشن پر ملازم ہوگیا۔ یہ بھی حضرت اقدس علیہ السلام کی استجابت دعا کا ایک معجزہ ہے۔[لہ] اولاد:۔ تاج دین صاحب مرحومؒ۔ جہتاب بیگم مرحومہؓ۔ عبدالعزیز صاحب۔ محمودہ بیگم جان۔ عبدالحمید مرحومؒ۔ فاطمہ بیگم۔ عبدالسلام۔ حمیدہ بیگم۔ محمد شریف۔ آمنہ بیگم مرحومہؓ۔ عبدالقدیر۔ سکینہ بیگم۔

---

# خاندان حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کے مختصر حالات

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی تبلیغ سے اس خاندان میں سب سے پہلے حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی اور ان کے بعد چند سال کے اندر اندر سارا خاندان سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوگیا۔ چونکہ شہر لاہور کے اصل باشندوں میں سے یہی ایک بڑا خاندان ہے جس نے سب سے پہلے احمدیت قبول کی۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا شجرۂ نسب

---

لہ "الحکم" ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء

اور مختصر سے حالات درج کئے جائیں۔

- میاں قادر بخش
  - میاں الٰہی بخش
    - میاں حسن دین
      - میاں چراغ دین
        - حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ
          - ڈاکٹر عبدالحمید چغتائی
          - میاں نذیر حسین
          - عبدالرحمٰن
          - احمد حسین
          - محمد احمد
          - محمد عیسیٰ
          - محمد یحییٰ
          - محمد زکریا
          - محمد الیاس
          - محمد ادریس
          - عبدالواسع
          - رابعہ
          - عائشہ
          - سعیدہ
          - حمیدہ
          - صغریٰ
        - میاں عبدالعزیز المعروف مغل
        - میاں عبدالمجید
        - میاں عبدالرشید
        - میاں محمد سعید المعروف سعدی
        - فاطمہ
        - فضل النساء
        - محمودہ
        - اقبال
        - فہمیدہ
    - میاں عمر دین
      - میاں سراج دین
        - میاں محمد شریف
        - میاں محمد اشرف
        - میاں محمد یعقوب
        - زینب النساء
      - میاں معراج دین
        - نذیر
        - بشیر
        - علاؤالدین
        - نور دین
        - صلاح الدین
        - رقیہ
        - مبارکہ
        - مریم
        - اسلم
        - سلطان
        - زبیدہ
        - خورشیدہ
        - امۃ القیوم
        - کلثوم
      - میاں تاج دین
        - میاں کمال دین
        - میاں فیروز الدین
      - زینب جس کی شادی شاہ مسکین میں ہوئی
  - میاں محمد سلطان
  - میاں عبدالرحمٰن
  - اماں جائی (دہان بی)

میاں قادر بخش صاحب کے بڑے فرزند میاں الٰہی بخش صاحب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں محکمہ عمارات کے وزیر اعلیٰ تھے اور بڑے بارسوخ تھے۔ انگریزوں کی آمد پر انہوں نے میاں محمد سلطان صاحب کو لاہور چھاؤنی کا ٹھیکہ لے کر دیا۔ اسی طرح جب لاہور سے ملتان تک ریلوے لائن بنی تو اس کا ٹھیکہ بھی انہوں نے میاں محمد سلطان صاحب کو دلایا۔ میاں محمد سلطان صاحب ان ٹھیکوں کی وجہ سے بڑے امیر کبیر بن گئے۔ مشہور ہے کہ لاہور ریلوے اسٹیشن اور ضلع کچہری کی عمارت بھی میاں محمد سلطان صاحب نے ہی بنوائی تھی۔ لاہور ریلوے اسٹیشن کی تیاری کے بعد انگریز انجنیئروں نے کہا کہ یہ عمارت ہمارے منشا کے مطابق تیار نہیں ہوئی۔ اس پر میاں محمد سلطان صاحب نے کہا کہ میں ایک پیسہ بھی نہیں لیتا اور مفت میں یہ عمارت آپ کی نذر کرتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی لاکھ روپیہ کے مقروض ہو گئے اور چونکہ ٹھیکے لینے کی وجہ سے مہاراجہ جموں و کشمیر کے ہاں بھی انہیں بڑا رسوخ حاصل تھا۔ اس لئے انہوں نے مہاراجہ صاحب کے پاس اپنے حالات بیان کئے اور اپنی جائداد ان کے پاس رہن رکھ کر تین چار لاکھ روپیہ حاصل کیا۔ مگر خدا کی قدرت ! کہ اس واقعہ کے جلد ہی بعد اس خاندان کے تینوں سرکردہ افراد یعنی میاں الٰہی بخش صاحب خود، میاں محمد سلطان صاحب اور میاں عبدالرحمٰن صاحب وفات پا گئے۔ میاں عبدالرحمٰن صاحب کا ایک لڑکا میاں سراجدین نام تھا وہ بھی فوت ہو گیا۔ اب ورثاء میں سے کوئی شخص اس قابل نہ تھا کہ ان کی جائیداد، زرو جواہرات، اور روپیہ اور مال مویشی پر قبضہ کر سکتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خاص خدام نے ہر چیز پر قبضہ کر لیا اور جائز وارث بے چارے منہ تکتے رہ گئے۔

حضرت میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی کا بیان ہے کہ رہن کی میعاد ختم ہونے سے کچھ عرصہ قبل مہاراجہ جموں و کشمیر نے ہمارے بزرگوں کو جموں بلایا اور کہا کہ روپیہ لاؤ اور اپنی جائیداد واپس لے لو۔ مگر روپیہ کہاں سے لاتے ؟ قریب تھا کہ بالکل خالی ہاتھ لوٹتے مگر ان دنوں حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ بھی جموں میں شاہی طبیب تھے۔ ان کی مدد سے پچاس ہزار روپیہ مالیت کی جائیداد تو انہیں واپس مل گئی البتہ باقی جائیداد کے متعلق انہوں نے بیعنامہ لکھ کر دے دیا۔ اس کے بعد ہمارے چچا حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رضی اللہ عنہ نے میاں محمد سلطان صاحب کی بیوہ گلاب بی بی کے مرنے کے بعد اس کے حصہ کے حصول کے لئے عدالت عالیہ میں دعویٰ دائر کر دیا۔ اور ہزارہا روپیہ خرچ کر کے بھرپور کوشش کی مگر افسوس کہ یہ کوشش بھی کامیاب نہ ہو سکی بلکہ الٹا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو روپیہ اس جائداد کے

ل اس کے متعلق ایک نوٹ دیکھئے حاشیہ صفحہ ۹۰

حصول کے لئے قرض لیکر مقدمہ میں خرچ کیا گیا تھا۔ اس کے بدلہ میں بھی ایک حصہ جائیداد کا فروخت کرنا پڑا۔

حضرت میاں صاحب موصوف نے ایک لطیفہ بھی سُنایا کہ لاہور میں ایک سرائے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میاں محمد سلطان صاحب نے اپنے خرچ پر یہ سرائے تعمیر کروا دی جو سلطان کی سرائے کے نام سے مشہور ہے۔ اس سرائے کی تکمیل پر تمام بڑے بڑے انگریز افسروں نے اُن کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا جس میں اُن کو "نواب" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر حکام بالا کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے میرا اعزاز کیا مگر ساتھ ہی کہا کہ خدا نے مجھے "سلطان" بنایا ہے اس لئے میں "نواب" نہیں بننا چاہتا۔ مجھے اس سے معاف فرمایا جائے۔

محترم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی ابن حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کا بیان ہے کہ جو جائیداد مہاراجہ صاحب سے تصفیہ کے بعد ہمیں حاصل ہوئی تھی۔ وہ حسب ذیل تھی۔

دہلی دروازہ کے باہر چالیس کنال زمین، بھمہ کی زمین اور باغ جو بارہ مربعے تھے۔ چھانگا مانگا میں ۴۸ مربعے زمین تھی۔ ریلوے اسٹیشن لاہور کے قریب دیوان خانہ جو اب برگنزا ہوٹل کے نام سے مشہور ہے۔ ریلوے ٹکنیکل سکول والی زمین۔ اندرون یکی دروازہ دو احاطے۔ لنگے منڈی میں دو مکان۔ بھاٹی دروازہ کے اندر تین مکان اور باہر انگریزوں کے قبرستان کے پاس کچھ زمین۔ لوہاری دروازہ کے اندر چند مکان۔ چوہٹہ مفتی باقر میں ایک کٹڑی وغیرہ

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۰ء میں یہ جائیداد ہمارے بزرگوں کو ملی مگر ۱۹۲۰ء میں جب ہمارے بزرگ دادا جان یعنی حضرت میاں چراغدین صاحب رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سوائے ایک احاطہ اور ایک مکان کے جو مبارک منزل کے نام سے مشہور ہے باقی تمام جائیداد ہمارے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس خاندان کے نوجوانوں میں بیداری پیدا ہو چکی ہے اور مالی لحاظ سے ان کا قدم ترقی کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ خدا کرے کہ یہ پھر اپنے بزرگوں کی پہلی سی عظمت وجاہ کو دوبارہ حاصل کرلیں۔ آمین۔ اللّٰھم آمین؛

---

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۸۹۔ محترم ڈاکٹر عبید اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے بعض بزرگوں سے سُنا ہے کہ لاہور ریلوے اسٹیشن کی عمارت قریباً تیار ہو چکی تھی کہ ریلوے کے انگریز چیف انجنیئر نے میاں سلطان سے فوٹو طلب کی مگر میاں صاحب نے جواب دیا کہ آج جمعہ ہے میں نے شاہی مسجد میں جمعہ پڑھنے کیلئے جانا ہے اس لئے فوٹو فارغ نہیں۔ اس پر وہ انگریز انجنیئر ناراض ہو گیا اور اس نے عمارت کے زیادہ حصہ کو غیر تسلی بخش قرار دے دیا؛

# حضرت میاں معراجدین صاحب عمرؓ

ولادت اندازاً ۱۸۷۵ء سمت ۹۲-۱۸۹۱ بیعت۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل سے آٹھ دن پہلے کی تھی

وفات ۲۸ر جولائی ۱۹۴۰ء عمر ۶۵ سال

آپ لاہور کی میاں فیملی کے سب سے پہلے احمدی تھے۔ بیعت حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل سے آٹھ دن پہلے کی تھی۔ آپ کو تحریر کا خوب ملکہ حاصل تھا اور ایک قابل انشا پرداز تھے۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصص جب دوسری مرتبہ طبع ہوئی تو آپ نے اس کا دیباچہ لکھا جس میں حضرت اقدس کے خاندانی حالات درج فرمائے۔ بعض کتابوں کے آپ نے تراجم بھی شائع کروائے تھے۔ اخبار "بدر" کے مالک تھے۔ لاہور کے سرکردہ اور اولین احمدیوں میں سے تھے۔ حضرت اقدس کی تائید میں ٹریکٹ وغیرہ لکھ کر شائع کرواتے رہتے تھے۔ آپ کی چند روایات درج ذیل ہیں :-

۱- جب حضور ایڈیٹر ناظم الہند کے خلاف مقدمہ میں شہادت دینے کی غرض سے ملتان تشریف لے گئے تو ملتان میں حضور کے استقبال کا بڑا انتظام کیا گیا تھا۔ مولوی بدرالدین صاحب پرائمری اسلامیہ سکول کے ہیڈ ماسٹر بڑے بارسوخ آدمی تھے۔ انہوں نے تمام سکول کے لڑکوں کو سڑک پر دورویہ یکرنگ پگڑیاں بندھائے ہوئے اور ہاتھوں میں جھنڈیاں دیئے ہوئے کھڑا کیا ہوا تھا۔ جب حضور ان کے درمیان سے گذر رہے تھے تو وہ دعائیہ کلمات پڑھتے السلام علیکم کہتے اور نظمیں پڑھتے تھے۔

واپسی پر حضور شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے تھے۔ شیخ صاحب ان دنوں اپنے بھائی کے ساتھ دکان میں شریک کار تھے اور دکان کا نام بمبئے ہاؤس تھا جو موجودہ مارکیٹ کے سامنے ایک عمارت میں تھی۔ حضرت صاحب نے اُوپر کی منزل میں تقریر بھی فرمائی تھی۔ ان دنوں مومی تصویروں کا ایک تماشا آیا ہوا تھا جو اس مکان کے سامنے تھا۔ اس میں کئی قسم کی مومی تصویریں تھیں۔ انسانی اعضاء کے بھی مومی مجسمے تھے جیسے انسان کا دل، دانت، ہڈیاں، دماغ وغیرہ وغیرہ سارے اعضا انسان کے دیئے ہوئے تھے۔ ان تصویروں کو بھی حضرت صاحب نے دیکھا اور فرمایا تھا کہ علمی رنگ میں اس قسم کی تصویروں سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

۲- حضور کو لاہور اسٹیشن پر کچھ دیر انتظار کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت ام المومنین بھی آپ کے ساتھ

تھیں۔ حضرت صاحب حضرت ام المومنین کو ساتھ لیکر اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسٹیشن پر آزادی سے ٹہل رہے تھے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو کہا کہ آپ جاکر کہیں کہ اسٹیشن پر بہت سے لوگ ہیں وہ کیا کہیں گے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو اتنی جرأت نہیں۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب خود گئے۔ حضور نے ان کی بات سُنکر فرمایا کہ آخر لوگ کیا کہیں گے یہی نا کہ مرزا اپنی بیوی کے ساتھ پھر رہا ہے۔

نوٹ: چونکہ اس واقعہ کے مقام میں اختلاف ہے اس لئے خاکسار مؤلف کے سوال کرنے پر آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ یہ واقعہ لاہور اسٹیشن کے پلیٹ فارم ۱ پر اور مشرقی پُل کے قریب کا ہے۔

۳۔ آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ

۱۸۹۲ء میں جب حضور لاہور میں تشریف لائے "آسمانی فیصلہ" سُنانے کے لئے تو سید مٹھا بازار میں محبوب رائیوں کا مکان ستائیس روپے ماہوار کرایہ پر لیا گیا تھا۔ "آسمانی فیصلہ" حاجی شمس الدین صاحب نے پڑھ کر سُنایا تھا۔

انہی ایام کا واقعہ ہے کہ حضور حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ کر واپس مکان کی طرف جارہے تھے کہ پیغمبر اسنگھ کے بھائی اللہ دتا نام نے جو مدعی مہدویت تھا اور سنگترے بیچا کرتا تھا۔ حضرت کو بیخبری میں پیچھے سے پکڑ کر گرانے کی کوشش کی تھی جس سے حضور کی پگڑی گر گئی تھی۔ ہم لوگ کوئی دس گز کے فاصلے پر پیچھے تھے۔ ہم اُسے پکڑنا چاہتے تھے مگر حضور نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ بیچارہ سمجھتا ہے کہ میں نے اس کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔

۴۔ ایک شخص جس کا نام سائیں سراج الدین تھا، پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ والوں کا مُرید تھا اور شیخ نورالدین نانبائی کے مکان پر رہا کرتا تھا۔ ایک روز وہ حضرت صاحب کی ملاقات کرنے کے بہانے سے آیا اور سامنے آکر بیٹھ گیا۔ جب موقعہ پایا تو اجازت چاہی کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضور نے اجازت دی۔ اس نے اس قدر گالیاں دیں کہ گالیوں کی لغات میں کوئی لفظ اس نے باقی نہ چھوڑا۔ جب ذرا ٹھہر جاتا تو حضور فرماتے کہ سائیں صاحب! کچھ اَور۔ وہ پھر بھڑک اُٹھتا اور پھر گالیاں شروع کر دیتا۔ حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ داڑھی پر ہاتھ رکھے اس کی گالیاں سُنتے رہے۔ ہمیں جوش پیدا ہوا مگر حضور نے ہمیں منع فرما دیا۔

اس مکان میں حضور کی ملاقات کے لئے ہندو عورتیں اور مرد بھی آتے تھے مگر عام طور پر نہایت مؤدب رہتے تھے۔ آریہ اور دہریہ بھی سوالات کرنے آتے تھے جن کے حضور جوابات دیا کرتے تھے اور وہ آرام سے چلے جاتے تھے۔ مگر جاہل مسلمانوں نے عام طور پر بازاری لڑکوں کو انگیخت کر کے گالیاں دلوانے کی خوب خدمت سر انجام دی۔

۵۔ ۱۸۹۲ء کے بعد ایک مرتبہ حضور پھر لاہور تشریف لائے[1]۔ اور میراں بخش کی کوٹھی میں قیام فرمایا۔ ان ایام میں حضرت صاحب نے ایک اشتہار بھی شائع فرمایا تھا کہ میں کل عصر کی نماز کے بعد چونہ منڈی میں میراں بخش کی کوٹھی میں اپنے عقائد بیان کروں گا۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھی چند دنوں کی رخصت حاصل کر کے جموں سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ پہلے حضرت مسیح موعودؑ نے تقریر فرمائی اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے۔ حاضری قریباً دس ہزار تھی۔ کوٹھی کے صحن اور آس پاس کے مکانوں کی چھتوں پر اور کوچوں میں باہم اس طرح پیوستگی کے عالم میں لوگ کھڑے تھے کہ ہل جل بھی نہیں سکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب تھک گئے تو اندر کمرے میں تشریف لے گئے۔ ہم نے آپ کو دبانا شروع کیا۔ حضور کے جانے کے معاً بعد حضرت مولوی صاحب کھڑے ہو گئے، میز کے اوپر بدوی طرز میں۔ اور سب سے پہلے کلمہ شہادت بلند آواز سے اور ایک جذبہ کے ساتھ پڑھا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گرد و نواح کی اینٹوں میں سے بھی کلمہ کی آواز گونج رہی ہے۔ آپ کے لیکچر کا حاضرین پر یہ اثر تھا کہ رونے چیخنے اور چلانے کی چاروں طرف سے آوازیں نکل رہی تھیں۔ تقریر کے بعد چند ہندو معززین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مبارکباد دے کر کہا کہ اگر آپ وہی کلمہ پھر پڑھتے تو ہم پورے مسلمان ہو جاتے لیکن آدھے مسلمان تو ہو گئے ہیں۔

اُن دنوں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بڑے زور سے مخالفت کر رہے تھے۔ ایک اور شخص جو گدڑ کے نام سے مشہور تھا مگر دراصل اس کا نام محمد یاسین ولد حافظ محمود تھا اور کسی عدالت میں مختار تھا اور موچی دروازہ کا رہنے والا تھا۔ عموماً حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر لچر اعتراض کیا کرتا تھا۔

۶۔ "ذکر حبیب" کی ایک تقریر میں جو آپ نے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں فرمائی۔ ایک خاکروب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

موچی دروازہ کے ایک شخص محمد سلطان کے ذریعہ وہ شاہی مسجد میں جا کر مسلمان ہو گئی۔ اس کے رشتہ داروں

---

[1] حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کا بیان ہے کہ سنہ ۱۸۹۲ء ہی میں حضور نے پہلے منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی میں قیام فرمایا اور پھر چند دن بعد محبوب رائیوں والے مکان میں منتقل ہو گئے۔ دیکھئے "حیات طیبہ" ایڈیشن اول صفحہ ۱۲۹۔ اصل حقیقت کا علم اللہ کو ہے۔ مؤلف؛

نے بہتیری مزاحمت کی مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئی۔ بعدازاں اسے حضرت مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی کے پاس پہنچایا گیا۔ انہوں نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ حضرت مفتی صادق صاحب ان ایام میں یہاں ہی تھے۔ میں نے اس عورت کو نئے کپڑے بنوا دیئے اور قادیان بھجوانے کے لئے حضرت مُفتی صاحب کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ قادیان بھجوائی گئی تو قادیان کی عورتیں اس سے نفرت کرتی تھیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ حضور کا ایسا کرنے سے مقصد یہ تھا کہ تا وہ لوگ جو ہندوانہ اثر کے ماتحت ادنیٰ اقوام کے افراد سے ان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی نفرت کرتے ہیں انہیں سبق حاصل ہو اور وہ نفرت نہ کریں۔

۷۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں :-

"مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ مکرم میاں معراجدین صاحب عمر نے کسی بات کے دریافت کرنے کے واسطے ایک چھوٹا سا دو سطر کا رقعہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لکھا۔ حضرت نے چند لفظوں میں اس کا جواب دے دیا۔ مگر پہلے السلام علیکم و رحمۃ اللہ لکھا۔ اور پھر لکھا کہ ہر رقعہ پر مضمون سے قبل السلام علیکم لکھا کریں۔ میاں صاحب کے رقعہ پر السلام علیکم نہ تھا۔"[1]

۸۔ خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر حضرت میاں چراغ الدین صاحب کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ نے اس مشہور خاندان میں سے جو میاں فیملی کے نام سے مشہور ہے۔ سب سے پہلے بیعت کی۔ آپ ایک نہایت ہی مخلص اور سلسلہ کے شیدائی احمدی تھے۔ جماعت کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ انگریزی قانون سے بھی خوب واقف تھے۔ بلکہ اپنے خاندان کی طرف سے یا اس کے خلاف جو مقدمات ہوتے تھے خصوصاً جائیداد سے متعلق۔ ان میں آپ ہی خاندان کی طرف سے پیروی کیا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ جب مباہلہ والوں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور حضور کے خاندان پر گندے الزامات لگائے تھے۔ تو اس سلسلہ میں مقدمہ کی پیروی کے لئے محترم جناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل کے ساتھ آپ کو بھی پیروی کے لئے بٹالہ بھیجا گیا تھا۔ محترم ملک محمد عبداللہ صاحب فاضل اور خاکسار

---

[1] درس الحدیث صفحہ 12

راقم الحروف بھی ان دونوں بزرگوں کے ہمراہ تھے۔ ہماری طرف سے بحث لاہور کے مشہور وکیل جناب ملک برکت علی صاحب مرحوم نے کی تھی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ آپ صاحب قلم بھی تھے۔ آپ نے یکم ستمبر ۱۹۰۶ء کو تقویم عمری کے نام سے ایک جنتری بھی شائع کی تھی جو ۱۷۸۳ء سے لیکر ۱۹۰۷ء تک ۱۲۵ برس پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ایک مشہور کتاب آپ نے "صداقت مریمیہ" کے نام سے بھی لکھی تھی۔ مارچ ۱۹۱۳ء میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے ایک حواری کی کتاب "دی کروسی فکشن بائی این آئی وٹنس"[1] کا ترجمہ "واقعات صلیب کی چشمدید شہادت" کے نام سے شائع کیا تھا۔

آپ بھاری بھرکم جسم کے وجیہ انسان تھے۔ آپ کا لباس عموماً سلوار، قمیص، کوٹ اور عمامہ ہوا کرتا تھا۔ بہت ملنسار اور خوش گفتار انسان تھے۔ ۱۹۳۹ء میں اَور صحابہ کے حالات کی طرح ان کے حالات بھی میں نے لاہور میں پہنچکر تحریر کئے تھے۔ مگر عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے انہوں نے بہت کم حالات لکھوائے تھے۔

۹۔ "الحکم" پرچہ ۱۴؍ اگست ۱۹۳۵ء میں آپ کی چند روایات درج ہیں۔ انہیں بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ فرمایا:۔

(ا) حضور (حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل) کی پیدائش اس مکان میں ہوئی جو مرزا سلطان احمد صاحب کا مکان ہے۔ میں نے اس کمرہ کو دیکھا ہے۔

(ب) جہاں اب مدرسہ احمدیہ ہے۔ اس جگہ فصیل تھی جو ٹوٹ گئی تھی۔ ایک دیوار جو بیس فٹ لمبی اس وقت موجود تھی وہ نیلام ہوئی تو تیس روپے میں آپ (یعنی حضرت اقدس۔ ناقل) نے خرید لی۔ اور اس جگہ عمارتیں بنوائیں۔ عمارتیں بننے سے قبل یہاں آپ ٹہلا کرتے تھے۔ یہ جگہ بذریعہ خرید آپ کی ملکیت تھی اس لئے اس جگہ سے کسی کو مٹی گارا لینے کا حق نہیں تھا۔ مگر آپ کے رشتہ دار زبردستی یہاں سے مٹی گارا لیتے تھے اور احمدیوں کو تنگ کرتے تھے۔ بعض شریر لوگ بھی ان کی شہ پر احمدیوں کو تنگ کرتے مگر حضرت اقدس صبر اور تحمل سے کام لیتے۔

آپ نے اس زمانہ میں بعض زمین کے ٹکڑے بہت زیادہ قیمت دے کر خرید ے تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے

[1] "THE CRUCIFIXION BY AN EYE-WITNESS"

آپ فرماتے تھے کہ جو مانگتے ہیں دے دو۔ الغرض دشمنوں کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات محسنانہ تھے۔
آپ کا طریق تھا کہ ان تعلقات کو جو خدا تعالیٰ کے لئے ہوں مقدم رکھتے تھے۔ آپ دنیوی املاک اور مقبوضات کو ہیچ سمجھتے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ کے رستے میں ہر چیز کو لاشئے سمجھ کر قربان کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔

(ج) آپ کے آزار بند کے ساتھ چابیوں کا گچھا بندھا رہتا تھا۔ یہ چابیاں ان صندوقچوں کی تھیں۔ جن میں مختلف مخالف مولویوں کے گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط مقفل تھے جن پر آپ کو قلم اُٹھانا پڑتا تھا اور مضامین لکھنے ہوتے تھے اور وہ صندوق جن میں ضروری کاغذات اور کتابیں تھیں۔ آپ اپنے پاس عمدہ اور اچھی دوائیں بھی رکھا کرتے تھے۔ وہ بھی محفوظ رکھا کرتے تھے۔

(د) فرمایا کرتے تھے "خدا تعالےٰ کی عطا کی حفاظت بھی شکر میں داخل ہے۔"

(س) حضور کا لباس سادہ ہوتا تھا۔ مگر حضور مولویانہ اور صوفیانہ لباس نہیں پہنا کرتے تھے۔ شرفاء کے رنگ کا پاجامہ۔ شرعی سلوار کی طرز کا پاجامہ مگر کھُلا۔ میں نے ہمیشہ دیکھا دیسی کرتہ کھُلی آستینوں والا پہنا کرتے تھے۔ کرتہ پر ایک صدری ہوا کرتی تھی۔ جس کی بڑی بڑی جیبیں ہوتیں۔ اوپر کوٹ یا جبہ پہنا کرتے۔ سر مبارک پر پگڑی پہنتے۔ جرابیں کھُلی پہنتے۔ اعصاب کو ہمیشہ گرم رکھتے۔ جُوتی کھُلی پہنا کرتے تھے۔

(ص) ایک دفعہ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی نے انگریزی جُوتا بھیجا۔ تھوڑی دور چل کر ایڑی کو دبا دیا۔ فرمایا۔ بڑی تکلیف ہوئی۔ ہم تو ایک اُنگل کھلا رکھتے ہیں۔ تنگ جوتا پاؤں کے لئے دوزخ ہوتا ہے"

۱۰۔ حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کا نام ۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں ۱۳۷ نمبر پر ہے۔
محترم مولوی محب الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ
حضرت اقدس کا پہلا فوٹو جو گردھر لعل فوٹو گرافر انار کلی لاہور نے لیا تھا۔ حضرت میاں صاحب نے اُسے خرید لیا تھا اور اس کی کاپیاں کروا کر جماعت میں فروخت کی تھیں۔ میرے والد محترم میاں حبیب الرحمٰن صاحب نے بھی ایک فوٹو خریدا تھا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ سے اس کے متعلق فتویٰ پوچھا تو حضور نے میری موجودگی میں فرمایا۔ " اچھا۔ آپ نے بھی خریدی ہے۔ ہمارا یہ منشا تو نہ تھا کہ دوست اس کو خریدیں۔ اچھا اگر آپ نے لے لی ہے تو کہیں ڈال چھوڑیں۔ . . ."

نوٹ۔ حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے بعض مضامین کی فہرست درج ذیل ہے:۔

| | | |
|---|---|---|
| کفارہ پر | بدر | ۱۶ - ۲ - ۱۹۰۶ |
| وحدت پر | " | ۱۶ - ۳ - ۱۹۰۶ |
| نیوگ اور طلاق پر | " | ۱۴ - ۸ - ۱۹۰۳ |
| آریہ صاحبان کی نیک نیتی اور حق جوئی کا ثبوت | " | ۲۱ - ۸ - ۱۹۰۳ |

| | | |
|---|---|---|
| | بدر | ۱۷ - ۷ - ۱۹۰۳ |
| | " | ۲۴ - ۷ - ۱۹۰۳ |
| | " | ۳۱ - ۷ - ۱۹۰۳ |

**اولاد** :۔ میاں نذیر احمد ۔ میاں بشیر احمد ۔ میاں علاؤالدین ۔ میاں نورالدین ۔ میاں صلاح الدین مرحومین

(نوٹ :۔ میاں نذیر احمد صاحب نے کچھ عرصہ "الفضل" میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی کام کیا تھا۔)

میاں محمد اسلم صاحب ۔ میاں محمد سلطان نصرت۔

دختران ۔ رقیہ بیگم مرحومہ ۔ مبارکہ بیگم مرحومہ ۔ لیڈی ڈاکٹر زبیدہ خاتون ۔ خورشید بیگم صاحبہ ۔ امۃ القیوم صاحبہ ۔ فرخندہ سلطان ۔ عذرا بیگم مرحومہ ۔

---

# حضرت سید فضل شاہ صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۱۸۶۰ء     بیعت ۲؍جنوری ۱۸۹۱ء

وفات یکم فروری ۱۹۲۴ء

حضرت سید فضل شاہ صاحب ، حضرت سید ناصر شاہ صاحب جن کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں خصوصاً "حقیقۃ الوحی" میں آتا ہے کے بڑے بھائی تھے۔ محلہ ستھاں لاہور میں رہتے تھے۔ ابتدا میں کچھ عرصہ ریاست جموں وکشمیر میں بھی ملازمت کی۔ بڑے عبادت گزار تھے۔ محترم ڈاکٹر سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے والد محترم تھے۔ خلافت ثانیہ میں یکم فروری ۱۹۲۴ء کو فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ

قادیان میں مدفون ہیں

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں ان کا نام ۲۳۹ نمبر پہ ہے۔

جنوری ۱۹۰۰ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین صاحب نے حضور کے گھر کے آگے ایک دیوار ایسے طور پر کھینچ دی تھی کہ اس سے مسجد مبارک میں آنے جانے کا رستہ رُک گیا تھا۔ یہ ایام جماعت کے لئے بہت ابتلاء کے تھے اور حضور بھی بہت تشویش میں تھے کہ ایک روز جو طبیعت دعا کی طرف راغب ہوئی تو بعد دعا حضور کو ایک سلسلہ الہام ہوا جو حقیقۃ الوحی میں درج ہے۔ اس الہام کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"مجھے یاد ہے کہ اس وقت سید فضل شاہ صاحب لاہوری برادر سید ناصر شاہ صاحب اوورسیر متعین بارہ مولا کشمیر میرے پَیر دبا رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ یہ سلسلہ الہام دیوار کے مقدمہ کی نسبت شروع ہوا۔

میں نے سید صاحب کو کہا کہ یہ دیوار کے مقدمہ کی نسبت الہام ہے۔ آپ جیسا جیسا یہ الہام ہوتا جائے، لکھتے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے قلم دوات اور کاغذ لے لیا۔ پس ایسا ہوا کہ ہر یک دفعہ غنودگی کی حالت طاری ہو کر ایک ایک فقرہ وحی الٰہی کا جیسا کہ سنت اللہ ہے زبان پر نازل ہوتا تھا۔ پھر جب ایک فقرہ ختم ہو جاتا تھا اور لکھا جاتا تھا تو پھر غنودگی آتی تھی اور دوسرا فقرہ وحی الٰہی کا زبان پر جاری ہو جاتا تھا یہانتک کہ کل وحی الٰہی نازل ہو کر سید فضل شاہ صاحب لاہوری کی قلم سے لکھی گئی"[1]

اس وحی کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

اَلرَّحٰی تَدُوْرُ وَیَنْزِلُ الْقَضَاءُ اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ . . . . .

"لَاٰتٍ" کے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے:۔

"عجیب بات ہے کہ اس الہام میں بشارت فضل کے لفظ سے شروع ہوتی ہے اور جس کے ہاتھ سے بر وقت نزول یہ وحی قلمبند کرائی گئی اس کا نام بھی فضل ہے"[2]

آپ کی اہلیہ سکینہ بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں جن کی ولادت ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ بیعت ۱۸۹۸ء میں کی اور وفات ۱۶ جنوری ۱۹۶۱ء کو ہوئی۔

---

[1] و [2] حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۰

# حضرت سیّد ناصر شاہ صاحبؓ

ولادت ۱۸۶۳ء بیعت ۱۸۹۱ء

وفات یکم و ۲؍ جنوری ۱۹۳۶ء کی درمیانی رات

حضرت سیّد ناصر شاہ صاحب کو خاکسار راقم الحروف نے قادیان میں خوب دیکھا ہے۔ باتیں بھی جی بھر کر کرنے کا متعدد بار موقعہ ملا۔ "ذکر حبیب" کی تقریر بھی سُنی۔ آپ ایک نہایت ہی وجیہہ، قدآور اور بزرگ انسان تھے۔ لاہور کے رہنے والے تھے۔ زیادہ عرصہ ریاست جموں و کشمیر میں ملازم رہے۔ آپ کے بھائی حضرت سید فضلشاہ صاحب بھی ریاست جموں و کشمیر میں ملازمت کرتے رہے ہیں خدمت دین کا اس قدر جذبہ تھا کہ ہر وقت موقعہ کی تاڑ میں رہتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کو عالم رؤیا میں دکھایا گیا کہ حضرت اقدس کو آپ کی ضرورت ہے۔ رخصت لیکر قادیان پہنچے، پتہ چلا کہ حضور کو اپنی کتاب "نزول المسیح" کی طباعت کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم جو حج بیت اللہ کے لئے جمع کر رکھی تھی حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ نیز وعدہ کیا کہ طباعت کے بقیہ اخراجات کشمیر جا کر ارسال کر دیں گے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ بھی ضرور لایا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کو بھی آپ سے بڑی محبت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے آپ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر فرمایا:۔

"شاہ صاحب! حضرت صاحب جس طرح آپ کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اسے دیکھ کر خدا کی قسم ہمیں تو رشک آتا ہے"

ریٹائر ہونے کے بعد موجودہ قصر خلافت (قادیان) کے سامنے آپ اپنے مکان میں رہتے تھے۔ یکم جنوری ۱۹۳۶ء کو آپ نے انتقال فرمایا۔[1] فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

[1] "الحکم ۲۱-۲۸ جنوری ۱۹۳۶ء۔

# حضرت منشی تاج الدین صاحب رضؓ

ولادت — بیعت ۱۸۹۲ء سے قبل

وفات۔

حضرت منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ دفتر ریلوے لاہور ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ محلہ کوٹھی داراں لاہور میں ان کی رہائش تھی۔ بہت وجیہہ اور سلسلہ کے فدائی اصحاب میں سے تھے۔ جب بھی موقعہ ملتا فوراً قادیان پہنچ جاتے۔ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں بھی آپ شامل ہوئے تھے۔ "آئینہ کمالات اسلام" میں آپ کا نام جلسہ میں شامل ہونے والوں میں درج ہے۔

سلسلہ کی خدمات کا بھی آپ کو بہت موقعہ ملا۔ چنانچہ جو وفد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتداءً چولہ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کے لئے ڈیرہ بابا نانک بھیجا تھا، اس کے ممبر آپ بھی تھے۔

آپ کی بیٹھک سنہری مسجد کی سیڑھیوں کے سامنے تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ بھی بعض اوقات آپ کی بیٹھک میں ٹھہرا کرتے تھے۔

اولاد: سردار محمد - مظفر الدین (جو پشاور کی جماعت کے امیر بھی رہے)

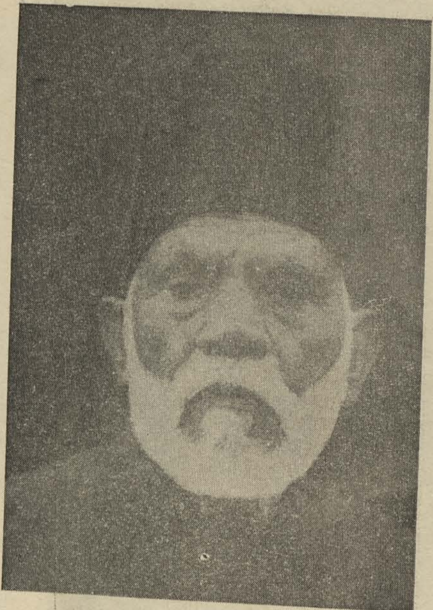
---

# حضرت میاں عبد العزیز صاحب المعروف مُغل رضؓ

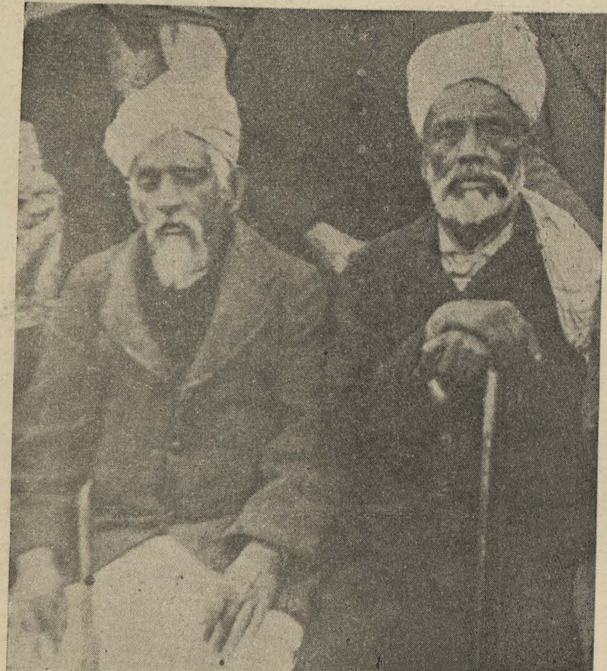
ولادت ۱۸۷۶ء — بیعت جنوری ۱۸۹۲ء

وفات یکم مارچ ۱۹۴۳ء — عمر اندازاً ۶۸ سال

آپ حضرت میاں چراغ الدین صاحب رضؓ رئیس لاہور کے فرزند تھے۔ مگر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اپنے والد ماجد سے پہلے کی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خاندان میں حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب رضؓ کی تربیت کے نتیجہ میں سب سے پہلے حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رضؓ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ان کے ایک ہفتہ بعد میں نے قادیان جا کر بیعت کی۔



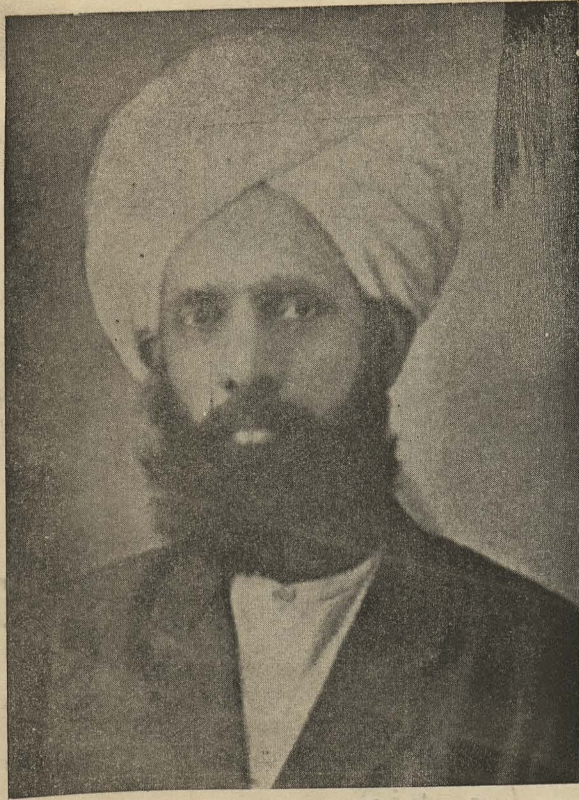
حضرت شیخ صاحبدین صاحب ڈھینگڑہ
(صفحہ ۱۳۰)



(۱) حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل رضؓ
(۲) حضرت سید دلاور شاہ صاحب رضؓ (صفحہ ۳۳۵)



حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ



حضرت حکیم قریشی محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری

ابھی آپ سیکنڈ مڈل میں ہی پڑھتے تھے کہ "تذکرۃ الاولیاء" آپ کے مطالعہ میں آئی۔ اولیاء اللہ کا حال پڑھ کر دل چاہا کہ ان بزرگوں جیسا آج بھی کوئی مل جائے تو آپ اس کی بیعت کر لیں۔ بلکہ آپ کی بڑی خواہش یہ تھی کہ اگر آنجناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو جائے تو حضورؐ کی بیعت سے مشرف ہو کر صحابہ کرام میں داخل ہو جائیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن جبکہ آپ ابھی سن سکول میں پڑھ رہے تھے۔ ایک اُستاد نے پیسہ اخبار سے یہ خبر پڑھ کر سُنائی کہ قادیان میں ایک شخص نے مہدی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ خبر آپ کے دل میں میخ کی طرح گڑ گئی اور پختہ ارادہ کر لیا کہ جب بھی سکول میں کچھ رخصتیں ہوئیں آپ فوراً قادیان پہنچ کر حضور علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل کریں گے۔ چنانچہ بڑے دن کی رخصتوں پر آپ اپنے والد بزرگوار سے اجازت حاصل کر کے امرتسر گئے۔ اپنے نانا میاں قائم دین صاحب کو ہمراہ لیا اور عازم قادیان ہو گئے۔ لیکن جب بٹالہ پہنچے تو آپ کے نانا صاحب نے اس خیال سے کہ اس بچے نے انہیں خواہ مخواہ تکلیف دی ہے۔ ممکن ہے قادیان میں کوئی ٹھہرنے کی جگہ بھی ملے یا نہ ملے، آپ کو ایک تھپڑ رسید کیا جس سے آپ کو بخار ہو گیا۔ مگر قادیان پہنچنے کا جنون آپ کو قادیان لے ہی گیا۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم قادیان پہنچے تو جہاں اب (یعنی ۱۹۳۹ء میں جبکہ آپ نے یہ باتیں خاکسار کو مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں متعدد نشستوں میں سُنائیں اور خاکسار نے قلمبند کیں۔ عبدالقادر) مسجد مبارک کی سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تخت پوش پڑا تھا اور اس کے پاس ایک انگریز سیاہ اوور کوٹ پہنے کھڑا تھا جس کے متعلق بعد میں پتہ لگا کہ احاطہ مدراس سے آیا ہے[1]۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادم حافظ حامد علی صاحب گول کمرہ کے پاس کھڑے تھے۔ اُن سے میں نے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ وہ ہمیں مسجد اقصیٰ میں لے گئے جہاں حضرت صاحب چہل قدمی فرما رہے تھے۔ ہاتھ میں چھڑی بھی تھی۔ حضور نے ہمیں دیکھتے ہی حافظ صاحب سے فرمایا کہ حافظ صاحب! ان کے کھانے کا بندوبست کریں۔ مگر ہم نے عرض کی کہ حضور ہم نے کھانا کھا لیا ہے۔ پھر ہم سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضور لاہور سے۔ فرمایا۔ آپ کے والد صاحب کا کیا نام ہے؟

---

[1] یہ انگریز مسٹر ویٹ جان تھے جو ۱۲ر جنوری ۱۸۹۲ء کو احاطہ مدراس سے تشریف لائے تھے۔ دیکھئے "حیات طیبہ" ایڈیشن دوم صفحہ ۱۲۸۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضرت میاں مغل صاحب کی بیعت جنوری ۱۸۹۲ء کی ہے۔

میں نے کہا حضور میرے والد صاحب کا نام میاں چراغ دین ہے۔ فرمایا میں ان کو جانتا ہوں۔ پھر فرمایا۔آپ نے کوئی دین کی کتاب بھی پڑھی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور تذکرۃ الاولیاء پڑھی ہے۔ اس کے بعد حضور نے بھی اور ہم نے بھی میاں جان محمد کی اقتدار میں نماز پڑھی۔ پھر حضور ہمیں گول کمرہ میں لے آئے اور چونکہ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی اور سردی کا موسم بھی تھا اس لئے حضور ہمارے لئے اندر سے قہوہ لے آئے ساتھ خطائیاں بھی تھیں۔ اس کے بعد شام کو حضور اندر سے ہمارے لئے کھانا لائے جو ہاتھ کی پکی ہوئی روٹیاں اور آلو گوشت تھا۔ رات کو سوتے وقت حضور نے حافظ حامد علی صاحب کو حکم دیا کہ اس بچے کو بخار ہے لہٰذا اس کو ذرا دبا دو۔ صبح حضور فجر کی نماز سے پہلے لالٹین ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے اور ہمیں جگا کر فرمایا کہ اٹھو چل کر نماز پڑھیں۔ پھر حضور اندر تشریف لے گئے اور کوئی آٹھ نو بجے کے قریب پہلے اس انگریز کی بیعت لی اور پھر میری۔ ان ایام میں حضور ایک ایک آدمی کی الگ الگ بیعت لیا کرتے تھے۔

اب ہم حضرت مغل صاحب کی کچھ روایات درج کرتے ہیں۔ آپ کی روایات تو بہت ہیں۔ اگر سب کو درج کیا جائے تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو سکتا ہے مگر اس کتاب کی غرض اور ضخامت کو مدنظر رکھتے ہوئے محدود روایات کے اندراج پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔

فرمایا:۔

۱۔ ایک مرتبہ ہم رات کے آٹھ بجے بذریعہ ریل گاڑی بٹالہ پہنچے۔ بیس بائیس آدمی تھے۔ جن میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور بابو غلام محمد صاحب بھی تھے۔ چاند کی روشنی تھی اور گرمی کا موسم، ہم رات کے ½۱۱ بجے قادیان پہنچے۔ حضور اطلاع ملنے پر باہر تشریف لائے۔ حافظ حامد علی صاحب کو بلا کر دریافت فرمایا کہ لنگر میں جا کر دیکھو۔ کوئی روٹی ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ حضور ½۲ روٹیاں اور کچھ سالن ہے۔ فرمایا۔ وہی لے آؤ۔ مسجد مبارک کی چھت پر ایک سفید چادر بچھائی گئی۔ جس پر حضور تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی حضور کے آس پاس بیٹھ گئے۔ حضور نے ان روٹیوں کے ٹکڑے کر کے ہمارے آگے پھیلا دیئے مجھے خوب یاد ہے۔ ہم نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ مگر چند ٹکڑے پھر بھی بچ گئے۔ یہ واقعہ قریباً ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء کا ہے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت بابو غلام محمد صاحب سابق فورمین نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی۔

۲۔ ایک دفعہ لیکھرام کے قتل کے بعد ہم قادیان گئے۔ غالباً حکیم مرہم عیسیٰ صاحب بھی تھے۔ حضور نے

فرمایا۔ جاتی دفعہ اشتہارات ساتھ لے جانا۔ اس زمانہ میں بٹالہ سے گاڑی تین بجے چلا کرتی تھی۔ لہذا گیارہ بجے ہم نے عرض کی کہ حضور ابھی تک اشتہارات نہیں ملے اور ہم نے بٹالہ پہنچ کر تین بجے گاڑی سوار ہونا ہے۔ فرمایا۔ آپ اشتہارات لے کر جائیں۔ گاڑی آپ کو مل جائے گی۔ ڈیڑھ یا پونے دو بجے ہمیں اشتہارات ملے۔ اڈے پر پہنچے تو یکہ کوئی نہ تھا۔ پیدل چل پڑے۔ ساڑھے پانچ بجے بٹالہ پہنچے۔ سرائے چونکہ اسٹیشن کے قریب تھی۔ ہم نے وہاں سے دیکھا کہ اسٹیشن پر شور پڑا ہوا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چھینہ اسٹیشن پر ریلوے کا انجن خراب ہو گیا ہے۔ لہذا گاڑی ابھی تک بٹالہ نہیں پہنچی۔ پونے چھ بجے گاڑی آئی اور ہم اس پر سوار ہو کر ½ ۹ بجے رات لاہور پہنچ گئے۔

۴۔ نیلہ گنبد میں میری کنفیکشنری (CONFECTIONERY) مٹھائی کی دکان تھی۔ اور یہ وہ دکان تھی جہاں اب موتی اینڈ سنز کی دکان ہے۔ اس میں مَیں بیٹھا ہوا تھا۔ غالباً ۱۸۹۲ء یا ۱۸۹۳ء کی بات ہے۔ ایک شخص محمد رمضان جو نیلہ گنبد والی مسجد میں طالب علم تھا اور بڑا سخت مخالف تھا۔ ایک سکھ کو ساتھ لا کر میرے پاس چھوڑ گیا۔ اس سکھ کا نام چھتر سنگھ تھا۔ میں نے اُسے کھانا کھانے کے لئے دو آنے دیئے۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے قادیان کا رستہ دریافت کیا اور قادیان چلا گیا۔ آٹھ دن کے بعد پھر میرے پاس دکان پر آیا اور السلام علیکم کہا جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر چکا ہوں اور حضور نے میرا نام عبدالعزیز رکھا ہے۔ پھر وہ شخص بڑا مخلص رہا۔ اب اس کی وفات کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں۔ میں نے قادیان میں اُسے بارہا دیکھا ہے۔ خیر اس نے بتایا کہ میں ایک عورت پر عاشق تھا اور اس کا خیال میرے دل سے محو نہیں ہوتا تھا۔ میں بہت گوروں کے پاس گیا میرے دو ہی سوال تھے کہ یا تو وہ عورت مجھے مل جائے اور یا اس کا خیال میرے دل سے محو ہو جائے۔ مگر کوئی گورو میری تسلّی نہ کر سکا۔ اس پر میں نے مسلمان گدی نشینوں کی طرف رجوع کیا حتیٰ کہ گولڑے میں مجھ سے ضرب البحر کا چلہ بھی کٹوایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر کسی نے مجھے از راہ تمسخر کہا کہ "مرزے کے پاس قادیان جاؤ۔ اس کا بڑا دعویٰ ہے"۔ اس لئے میں نے لاہور میں آ کر پوچھا کہ قادیان کا رستہ بتاؤ اور محمد رمضان آپ کے پاس چھوڑ گیا۔ (یہ محمد رمضان خود بھی بعد میں احمدی ہو گیا تھا) پھر میں قادیان چلا گیا۔ نماز عصر کے بعد حضرت کی ملاقات کے لئے بیدھڑک

اوپر چلا گیا اور عرض کیا کہ حضور! اس طرح میں ایک عورت پر عاشق ہوں۔ میرا بُرا حال ہے۔ یا مجھے وہ عورت مل جائے اور یا اس کا خیال میرے دل سے محو ہو جائے۔ اس پر حضور نے ایک نظر بھر کر میری طرف دیکھا (حضور نظر اُٹھا کر بہت کم دیکھا کرتے تھے) اور فرمایا کہ رات یہاں رہو اور کل چلے جانا۔ چنانچہ میں رات رہا۔ مگر عجیب بات ہے کہ اس نظر کے بعد وہ عورت مجھے بالکل بھُول گئی۔ رات کو میں نے خواب میں سید عبدالقادر جیلانیؓ کو دیکھا اور خواب ہی میں مجھے ان کا نام بتلایا گیا اور سمجھایا گیا کہ یہ ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ صبح میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! میں مسلمان ہوتا ہوں۔ فرمایا کچھ ٹھہرو۔ پھر دوسرے یا تیسرے روز حضور نے مجھے مسلمان کر کے میرا نام عبدالعزیز رکھا۔ اب میں آپ کو ملنے آیا ہوں۔ چنانچہ پھر وہ قادیان چلا گیا۔

۴۔ میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل صاحب نے بتایا کہ اس وقت جو گھڑی میرے پاس ہے۔ یہ حضرت اقدس کی جیب کی گھڑی ہے۔ حضرت ام المومنین علیہا السلام نے حضور کے وصال کے بعد مجھے عطا فرمائی تھی۔ یہاں لاہور میں اس گھڑی کو چلتے ہوئے تیس سال ہو گئے ہیں۔ آٹھ روز کے بعد اسے ایک دفعہ چابی دینا پڑتی ہے۔ پہلے اس کا کیس چاندی کا تھا۔ میں نے پالش کے لئے ایک شخص فیروزالدین کو دیا مگر اس سے کہیں گم ہو گیا۔ اب اَور کیس ہے۔ اس گھڑی کی مرمت میں نے اب تک دو دفعہ کرائی ہے۔ ایک دفعہ چودھری عبدالرحیم صاحب ہیڈ ڈرافسمینؓ سے اور دوسری

---

ؓ آج مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۴ء کو بعد نماز مغرب خاکسار مؤلف نے جناب چودھری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ اسلامیہ پارک سے اس سلسلہ میں ان کے مکان واقعہ اسلامیہ پارک میں ملاقات کی۔ انہوں نے فرمایا کہ

جس خواب کا حضرت مغل صاحب نے ذکر کیا ہے وہ میں نے ۱۹۱۷ء میں اپنے گھر واقعہ امرتسر میں دیکھی تھی۔ ان دنوں میں احمدیت کا اشد مخالف تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے دائیں طرف سے مجھے ایک گھڑی دی ہے اور اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کی مرمت کروں۔ وہ کہتا ہے۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گھڑی ہے کیا اس کی مرمت ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گھڑی ہے تو اس کی مرمت کیوں نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب میں نے اسے کھول کر دیکھا تو وہ ایک نہایت ہی قیمتی گھڑی تھی۔ اس کا ہر پرزہ نہایت ہی شاندار تھا۔ مین سپرنگ (MAIN SPRING) بھی دو تھے۔ آج تک میں نے دو مین سپرنگوں والی جیبی گھڑی نہیں دیکھی۔ اس میں جو ہیرا لگا ہوا ہے وہ بھی بہت

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مرتبہ ایک گھڑی ساز سے جس کا نام عبدالرحمٰن تھا اور اس نے دوسرا کیس لگایا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ یہ گھڑی جب نئی خریدی گئی ہو گی کم از کم تین سو روپیہ میں ملی ہو گی۔

چودھری عبدالرحیم صاحب ابھی غیر احمدی تھے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی گھڑی مرمت کے لئے میرے پاس آئی ہے۔ چنانچہ اتفاق سے میں نے اُن کو یہ گھڑی مرمت کے لئے دی۔ جب انہوں نے اسے کھولا تو کہنے لگے کہ یہ گھڑی آپ نے کہاں سے لی ہے؟ اسے تو میں خواب میں دیکھ چکا ہوں اور مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گھڑی ہے۔ اس گھڑی کا نقشہ بالکل وہی ہے جو اس کا تھا۔ اس میں بھی دو سپرنگ تھے اور اس میں بھی۔ میں نے جب انہیں بتایا کہ یہ حضرت مرزا صاحب کی گھڑی ہے تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ وہ خواب میں دیکھ چکے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ گھڑی [1] کسی نے آپ سے مرمت کروائی تھی۔

---

اعلیٰ ہے۔ بخیر خواب میں ہی میں نے اس کی مرمت کی۔ جب مرمت کر چکا تو خواب میں زور سے آندھی آئی جس سے میں بیدار ہو گیا۔ ۱۹۲۱ء کے شروع میں مَیں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گیا۔ ۱۹۲۲ء کے شروع میں کسی تقریب پر لاہور میں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے مکان پر آنے کا اتفاق ہوا۔ مغل صاحب اوپر سے ایک گھڑی لائے اور دائیں طرف سے مجھے دکھا کر فرمایا۔ کیا آپ اس گھڑی کی مرمت کر سکتے ہیں؟ نیز فرمایا کہ آپ کو علم ہے کہ کس کی گھڑی ہے؟ میں نے کہا۔ مجھے تو علم نہیں۔ فرمایا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گھڑی ہے جو حضور کے وصال کے دوسرے سال حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے مجھے لاہور میں ہمارے مکان پر عطا فرمائی تھی۔ میں نے جب اس گھڑی کو دیکھا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ یہ وہی گھڑی تھی جس کی میں ۱۹۱۷ء میں خواب میں مرمت کر چکا تھا اور جس کے متعلق مجھے کہا گیا تھا کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گھڑی ہے۔ میں وہ گھڑی امرتسر اپنے گھر لے گیا۔ بچوں کو دکھائی اور بتایا کہ خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جس گھڑی کا واقعہ میں آپ لوگوں کو کئی مرتبہ سُنا چکا ہوں وہ یہ گھڑی ہے اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے۔ چودھری صاحب نے یہ واقعہ سُنا کر فرمایا کہ میں نے حضرت مغل صاحب سے عرض کی تھی کہ میری زندگی تک آپ کو جب بھی اس گھڑی کی مرمت کی ضرورت پیش آئے میری خدمات حاضر ہیں۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد۔

محترم چودھری صاحب نے فرمایا۔ یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ جس طرح ۱۹۱۷ء کی خواب میں گھڑی کی مرمت کے بعد زور سے آندھی آگئی تھی۔ ۱۹۲۲ء میں گھڑی کی مرمت کے بعد رات کو زلزلہ آیا جس سے شور پڑ گیا۔

[1] (حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۵۔ فجر کی نماز کے بعد آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر لوگوں کے رُویا سُنا کرتے تھے اور اپنے الہامات یا رویا بیان کیا کرتے تھے اور پھر اندر تشریف لیجایا کرتے تھے اور جب اچھا سُورج نکل آتا تھا تو کوئی آٹھ بجے کے قریب سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ماہ رمضان میں بھی حضور سیر کو جایا کرتے تھے۔ اکثر موجودہ اسٹیشن کی طرف جایا کرتے تھے۔ پہلے چوک میں کھڑے ہو کر مہمانوں کی انتظار فرمایا کرتے تھے۔ پھر حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اوّلؓ) کے دروازے پر کھڑے ہو کر مولوی صاحب کو اطلاع بھجوایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب فوراً حاضر ہو جاتے تھے۔ سیر قریباً تین میل ہوا کرتی تھی۔ کبھی کبھی حضور نہر کی طرف بھی جاتے تھے۔ جب ہم تھک جایا کرتے تھے تو چار پانچ آدمی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر حضور کے آگے چل پڑتے تھے اور چند قدم آگے چل کر واپس قادیان کا رُخ کر لیتے تھے۔ حضور بھی ہمارے پیچھے ہو لیتے تھے۔ چونکہ حضور مسائل بیان فرما رہے ہوتے تھے اس لئے ہم عرض نہیں کرتے تھے کہ حضور واپس چلیں۔ سیر میں بعض اوقات اس قدر گرد اُڑتی تھی کہ سر اور مُنہ مٹی سے بھر جاتے تھے۔ حضور اکثر پگڑی کے شملہ کو بائیں طرف سے مُنہ کے آگے رکھ لیا کرتے تھے۔ حضور کے دائیں ہاتھ میں چھڑی ہوتی تھی۔ بعض اوقات لوگوں کے پاؤں کی ٹھوکر لگ کر چھڑی گر جاتی تھی مگر حضور پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ بلکہ جب کوئی چھڑی پکڑاتا تھا تو پکڑ لیا کرتے تھے۔

اگر کسی وقت سیر میں حضور پیشاب کے لئے الگ ہوتے تھے تو بہت دُور جا کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ اور ڈھیلہ بیٹھ کر ہی لیا کرتے تھے۔ کھڑے ہو کر ہم نے کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا۔

---

حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ :- خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ گھڑی میں نے تین مرتبہ دیکھی ہے۔ دو مرتبہ تو حضرت مغل صاحب نے خود مسجد احمدیہ لاہور میں لا کر مجھے دکھائی تھی اور تیسری مرتبہ جون ۱۹۶۴ء میں جب محترم مولوی قمر الدین صاحب، فاضل انسپکٹر اصلاح و ارشاد اور خاکسار دورہ پر کراچی گئے تھے تو اس موقعہ پر دیکھی تھی۔ اور اس کی تقریب یُوں پیش آئی کہ مغل صاحب کی اہلیہ بچوں سمیت لاہور سے سکونت ترک کر کے کراچی چلی گئی ہیں۔ میں نے وہاں پہنچنے پر اُن کے ایک بچے عزیزم عبد الرزاق صاحب کو کہا کہ اپنی امّی کو میرا اسلام کہنا اور اُن سے وہ گھڑی لے آنا جو حضرت ام المومنینؓ نے مغل صاحب کو دی تھی۔ چنانچہ وہ گھڑی لے آیا۔ اتفاقاً اس روز احمدیہ ہال میں کوئی جلسہ تھا اور حاضری تقریباً تین چار سو کے لگ بھگ تھی۔ میں نے باری باری سب کو وہ گھڑی دکھلائی تھی اور اس کی مرمت کا واقعہ بھی بیان کیا تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

۶۔ حضور جب "اسلام اور دیگر مذاہب" کے موضوع پر لیکچر دینے کے لئے لاہور میں تشریف لائے تو میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ چند دن بعد حضور نے حضرت خلیفہ اوّلؓ اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو بھی بُلا لیا تھا اور مولوی صاحبان ہمارے مکان میں ٹھہرے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ ہم نے پانی کے لئے کورے مٹکے لاکر رکھے ہوئے تھے۔ گوجرانوالہ، وزیر آباد، سیالکوٹ اور امرتسر وغیرہ سے جو مہمان آتے تھے اہل و عیال سمیت آتے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ چھتیس سو روٹی ایک وقت میں پکا کرتی تھی۔ ہمارے گھروں کے سامنے دکانوں کا ایک بازار لگ گیا تھا۔ مولوی لوگ مجھے لگا کر گالیاں دیتے اور اعتراضات کیا کرتے تھے۔ ایک مولوی صاحب شیشم (جسے پنجابی میں "ٹہلی" کہتے ہیں۔ ناقل) کے درخت پر چڑھ کر بدزبانی کیا کرتا تھا اور اس کا نام مولوی ٹہلی پڑ گیا تھا۔

ایک دن حضرت ام المومنین نے میری والدہ کے سامنے حضور سے عرض کیا کہ چونکہ عورتیں مٹکوں سے پانی لے کر بچوں کو نہلاتی ہیں اور کئی قسم کے ہاتھ مٹکوں میں پڑتے ہیں۔ اس لئے پانی پلید ہو جاتا ہے۔ حضور اُٹھے اور ایک مٹکے سے پانی لے کر پیا۔ اور پھر فرمایا۔ دیکھو یہ ٹھنڈا کیسا ہے؟

لیکچر کے لئے جو دن مقرر تھا شور کی وجہ سے اور مناسب انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے ڈپٹی کمشنر نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ لیکچر کی تاریخ ذرا بڑھا دیں تو ہمیں انتظام میں سہولت رہے گی۔ چنانچہ حضور نے کچھ دن آگے بڑھا دیئے۔ مجھے یاد ہے۔ انتظام کے لئے ڈپٹی کمشنر نے دو سو سوار رسالہ میانمیر سے منگوایا تھا۔ لیکچر بھاٹی دروازہ کے باہر منڈوہ رائے میلا رام میں ہوا تھا اور مخلوق ہزاروں کی تعداد میں تھی۔ لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا تھا۔ لیکچر کے بعد جب حضور نے خود کھڑے ہو کر کچھ تقریر کرنا چاہی تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے کھڑے ہو کر ایک رکوع خوش الحانی کے ساتھ پڑھا جس پر لوگ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حضور نے مختصر سی تقریر فرمائی۔ اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ کہ اس قدر مخلوق کو پیغام حق پہنچانے کا موقعہ مل گیا۔

کمیٹی کے داروغہ نے سڑک پر چھڑکاؤ کروایا تھا۔ حضور کے ساتھ فٹن پر خان رحمت اللہ صاحب کوتوال سوار تھے۔ ڈرائیور کے ساتھ بھی ایک سپاہی بیٹھا ہوا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف گھوڑ سوار فوجی تھے۔ غیر احمدی ٹولے بنا بنا کر کھڑے تھے اور چھاتیاں پیٹتے ہوئے کہتے تھے۔ ہائے ہائے مرزا۔

۷۔ ایک مرتبہ قادیان میں حضور مسجد مبارک کی چھت پر تشریف فرما تھے۔ حضور نے مہمانوں کے واسطے

چائے کے برتن پرچ پیالیاں وغیرہ منگوائیں۔ وہ سارا سامان میر مہدی حسین صاحب سے گر کر ٹوٹ گیا۔ حضور نے بھی گرنے کی آواز سُنی۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ حضور آواز آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے میر مہدی حسین صاحب سے پرچیں ٹوٹ گئی ہیں۔ فرمایا " دیکھو! جب گری تھیں تو ان کی آواز کیسی اچھی تھی"۔

۸۔ ایک دفعہ ہمارے والد میاں چراغ دین صاحب مرہم عیسٰی، عبدالمجید اور ہماری والدہ اور میں اور میری بیوی قادیان گئے۔ کوئی ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے۔ حضرت صاحب نے عورتوں کو کچھ نصائح فرمائیں۔ حضرت صاحب کی نصائح سُنکر ہم حضرت خلیفہ اولؓ کے گھر گئے۔ آپ نے بھی وہی نصائح کیں جو حضرت صاحب کر چکے تھے۔ مفہوم یہ تھا کہ ناشکری نہیں کرنی چاہیئے۔ بچوں کو گالیاں نہیں دینی چاہئیں۔ بعض اوقات گالی کا اثر سچ مچ ہو جاتا ہے۔

۹۔ خاکسار مؤلف کے اس سوال پر کہ کیا کبھی آپ نے حضرت صاحب کو کسی سے بغلگیر ہوتے دیکھا ہے؟ فرمایا کہ

ہاں! حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو حضور گلے لگا کر ملے تھے۔ جب صاحبزادہ صاحب لاہور میں پہنچے تو ہمارے مکان میں قریباً آٹھ دن ٹھہرے تھے اور جمعہ کی نماز گمٹی والی مسجد میں پڑھائی تھی اس خطبہ میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا۔ محمد است عین محمد۔ یہ الفاظ ابھی تک ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں اور مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد میں جو ہمارے لنگے منڈی والے مکانوں کے بالکل سامنے تھی، آپ نے ایک نظم بھی لکھی تھی۔ جس کا پہلا شعر کچھ اس قسم کا تھا۔ ؎

عجب کہ احمد اطہر بایں گذر آمدہ    محمد است بگیسوئے معطر آمدہ

یہ نظم شائع ہو چکی ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے یہاں لاہور سے آٹھ نو ٹرنک حدیث اور دیگر علوم کی کتابوں کے خریدے تھے۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب غیر مبائع جو خواجہ کمال الدین صاحب کے بہنوئی ہیں۔ ان کے بڑے بھائی کی شادی تھی۔ دعوت ولیمہ پر انکے والد منشی نبی بخش صاحب نے . . . . . . . . ہمیں بھی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی بُلایا تھا۔ جب صاحبزادہ صاحب کے آگے کھانا رکھا گیا۔ جو

زردہ پلاؤ وغیرہ تھا تو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا "ایں گُوہ است" اور اُٹھ کر چل دیئے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ آپ کا جبہ تیز چلنے کی وجہ سے ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ آپ نے مجھے چار آنے کے پیسے دیئے اور فرمایا کہ نان اور کباب خرید و۔ چنانچہ میں نے خرید لئے اور وہ ہم نے لنگے منڈی والی مسجد میں جا کر کھائے۔ بعد ازاں پتہ لگا کہ جس دعوت پر ہم مدعو تھے وہ شادی سے پہلے تھی اور روپیہ بھی سود پر لیا گیا تھا۔ اس زمانہ میں دعوت ولیمہ کی بجائے شادی سے قبل کھانا کھلا دیا جاتا تھا۔

۱۰- ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور نے عرض کیا کہ حضور میری دکان کے لئے دُعا کریں۔ فرمایا میں تو دن رات یہی دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کسی طرح کسرِ صلیب کرے اور آپ کو دکان کی فکر پڑی ہوئی ہے۔

۱۱- ایک دفعہ حضور کچھ لکھ رہے تھے کہ حضور کے پاس دودھ رکھا گیا مگر آپ لکھنے میں مشغول رہے۔ اتنے میں بلی آئی اور دودھ پی گئی۔ دوسرے دن اسی وقت پھر آپ کچھ لکھ رہے تھے کہ بلی نے آکر آپ کے پاؤں پر پنجہ مارنا شروع کیا۔ گویا وُہ دودھ مانگتی تھی۔ حضور نے اندر آواز دی کہ اس کے لئے دودھ لاؤ اور فرمایا کہ دیکھو اس نے اپنی طرف سے پیار کیا ہے اور میرے پاؤں کو چھیل دیا ہے۔

۱۲- ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے جب حضرت صاحب لیکچر دینے کے لئے لاہور تشریف لائے تو ہم چند نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان قوموں کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں ان کی گاڑی کھینچنی چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے سے کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کر لو۔ آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچ مین نے ایسا ہی کیا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو فرمایا گھوڑے کہاں ہیں۔ ہم نے عرض کیا حضور دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضور کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا گھوڑے جوتو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں[1]۔

---

[1] یہ روایت حضرت شیخ صاحبدین صاحب ڈھینگرہ آف گوجرانوالہ نے بھی شائع کروائی تھی مگر الفاظ روایت میں قدرے فرق ہے مفہوم میں فرق نہیں۔ دیکھئے بدر ۲۱ اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۳۔

۱۳۔ ایک مرتبہ جبکہ حضور لاہور تشریف لائے ہوئے تھے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا:۔

"میاں تم جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کے لئے بے شک جاؤ لیکن اس کی قبر پہ نہ کھڑے ہونا کیونکہ اس نے ہمارے ایک بھائی حضرت مجدد الف ثانی کی ہتک کی تھی"

۱۴۔ "حیات طیبہ" ایڈیشن دوم صفحہ ۲۴۳ میں حضرت میاں عبد العزیز صاحب مغل کی روایت سے یہ لکھا جا چکا ہے کہ کرم دین والے مقدمات میں مجسٹریٹ آتمارام نے پہلے حضرت صاحب کے خلاف فیصلہ سنانے کے لئے یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء کی تاریخ مقرر کی تھی۔ مگر

"اس روز غیر احمدیوں کا ایک جم غفیر احاطہ کچہری میں موجود تھا اور احمدی احباب بھی اڑھائی تین سو کے قریب کراچی، حیدر آباد سندھ، پشاور، وزیر آباد، کپورتھلہ، قادیان، لاہور، امرتسر، نارووال، دینا نگر وغیرہ مقامات سے آئے ہوئے تھے۔ غالباً اس کثرت اژدحام کو دیکھ کر یا کسی اَور مصلحت سے مجسٹریٹ صاحب نے اس روز فیصلہ نہ سُنایا بلکہ فیصلہ سُنانے کی تاریخ ۸ر اکتوبر ۱۹۰۴ء مقرر کر دی۔ ان کا ارادہ چونکہ حضرت اقدس کے متعلق خطرناک تھا اس لئے انہوں نے یہ طریق اختیار کیا کہ حضرت اقدس کے مقدمہ کا فیصلہ اس وقت سُنایا جائے جبکہ عدالت کا وقت ختم ہو رہا ہو اور جرمانہ کی ادائیگی کا فوری طور پر انتظام نہ ہو سکے۔ دوسرے اُنہوں نے مصلحتاً فیصلہ سُنانے کا دن ہفتہ مقرر کیا۔ حضرت میاں عبد العزیز صاحب مغل فرمایا کرتے تھے کہ مجسٹریٹ کی نیت یہ تھی کہ میں فیصلہ سُناتے سُناتے کچہری کا وقت گذار دونگا اور پھر جُرمانہ کی رقم پیش کرنے پر کہدوں گا کہ اب کچہری کا وقت ختم ہو چکا ہے لہذا جرمانہ پرسوں پیر کو وصول کیا جائے گا اور اس طرح سے (حضرت) مرزا صاحب کو کم از کم دو دن جیلخانہ میں رہنا پڑے گا"

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ چند دن ہوئے خاکسار پُرانے کاغذات دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے ایک رجسٹر برآمد ہوا جس میں جماعت احمدیہ حلقہ دہلی دروازہ لاہور کے ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء کے ہفتہ وار تربیتی جلسوں کی روئداد درج ہے۔ اس رجسٹر میں حضرت میاں عبد العزیز صاحب مغل کی "ذکر حبیب" پر کئی تقریریں درج ہیں۔ ان تقریروں میں سے ایک تقریر میں جو انہوں نے ۵ر اپریل ۱۹۳۸ء کو مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں محترم جناب چودھری عبد الرحیم صاحب صدر حلقہ کی صدارت میں فرمائی۔ کرم دین والے مقدمات

میں اٰتمارام مجسٹریٹ کے فیصلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

" اس (یعنی آتمارام۔ ناقل) نے یہ منصوبہ کیا کہ چار بجے فیصلہ سناؤں گا۔ کل اتوار ہے اور پرسوں ویسے چھٹی ہے۔ اس طرح حضور تین چار دن تو جیل میں کاٹیں گے"

اس روایت کے اس حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مجسٹریٹ آتمارام نے جو یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء کی بجائے آٹھ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو فیصلہ سنانے کی تاریخ مقرر کی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ۸؍اکتوبر کے بعد ۹ کو اتوار اور ۱۰؍ اکتوبر کو بھی کوئی چھٹی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ نعوذ باللہ من ذالک حضور زیادہ سے زیادہ وقت جیل میں رہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض صحابہ سے میں نے یہ بھی سنا ہوا ہے کہ آتمارام کا پختہ ارادہ تھا کہ حضور کو قید کی سزا کا حکم سنائے مگر چونکہ حضور کی شخصیت بہت اہم تھی اس لئے جب اس نے فیصلہ سنانے سے قبل ڈپٹی کمشنر صاحب کے سامنے اپنے اس ارادے کا ذکر کیا تو ڈپٹی کمشنر نے اس کو بہت سخت اقدام قرار دیا۔ اس لئے اسے مجبوراً جرمانہ کی سزا پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔

۱۵۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ حضرت اقدس کا بیحد ادب کیا کرتے تھے چنانچہ حضور جب کبھی کوئی مسئلہ حضرت مولوی صاحب سے دریافت کرتے تو حضرت مولوی صاحب نہایت سادگی سے جواب عرض کر دیتے۔ لیکن اگر حضور اس کے برعکس کوئی بات بیان فرماتے تو حضرت مولوی صاحب بھی فوراً اس کی تائید شروع کر دیتے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز باجماعت میں شریک تھے۔ قعدے میں حضور پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ جب تک امام نے کھڑے ہو کر قرأت ختم نہیں کی آپ نہیں اُٹھے۔ جب امام رکوع میں گیا تو آپ شامل ہو گئے۔ نماز ہو چکنے کے بعد علماء سے آپ نے مسئلہ دریافت فرمایا کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ علماء کا فتویٰ یہی تھا کہ نماز نہیں ہوئی۔ جب حضرت مولوی صاحب سے دریافت فرمایا تو آپ نے بھی علماء سے اتفاق کیا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ نماز ہو گئی ہے۔ یہ سُنکر حضرت مولوی صاحب نے بلا توقف عرض کی کہ ہاں حضور ہو گئی۔

حضرت مولوی صاحب حضور کے علم کے سامنے اپنے تمام علوم کو ہیچ سمجھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ علم طب کو بھی چھوڑ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ میں بھی حضرت مولوی صاحب کے پاس مطب میں بیٹھا تھا۔ بعض اور لوگ بھی تھے کہ حضرت ام المومنینؓ کے ملازم نے آکر کہا کہ حضرت اماں جان کی طبیعت علیل ہے فرماتی ہیں کہ آپ آکر فصد کھولیں۔ حضرت مولوی صاحب نے کہلا بھیجا کہ اس بیماری میں اس وقت فصد کھولنا

سخت مضر ہے۔ اماں جان نے پھر آدمی بھیجا کہ مجھے سخت تکلیف ہے۔ ضرور فصد کھول دیں۔ حضرت مولوی صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب جن کی عمر اس وقت کوئی گیارہ برس کی ہو گی، تشریف لائے۔ حضرت مولوی صاحب آپ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے، مصافحہ کیا، ماتھے پر بوسہ دیا اور فرمایا۔ میاں کیسے آئے ہو۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ ابا جان نے بھیجا ہے کہ اماں جان سخت بیمار ہیں آپ آکر فصد کھول دیں۔ حضرت مولوی صاحب فوراً نشتر وغیرہ لے کر اُٹھے اور جا کر فصد کھول دی۔ جب آپ واپس تشریف لائے۔ تو ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت! آپ تو فرماتے تھے کہ اس بیماری میں فصد کھولنا درست نہیں ہے پھر کھول بھی آئے فرمایا۔ پہلے تو طبی مشورہ تھا۔ پھر جب حضرت صاحب کا حکم آگیا تو وہاں طب کا کیا کام؟ پھر تو حکم کی تعمیل میں ہی سب خیر تھی۔

۱۲۶۔ ایک دفعہ جبکہ حضور گورداسپور میں تھے۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ گرمی کا موسم تھا اور دو بجے کا وقت۔ میں حضور کو پنکھا کر رہا تھا۔ حضور ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اس کرسی کے پیچھے کئی بنچ تھے۔ کچھ لوگ ان پر بیٹھے تھے۔ کچھ چاروں طرف کھڑے تھے حلقہ باندھے ہوئے۔ حضور کی کرسی کے پاس ہی چندو لال مجسٹریٹ کی میز تھی۔ اچھی بڑی میز تھی۔ پہلے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے گواہی دی۔ پھر حضرت صاحب سے اس نے پوچھا کہ آپ کا الہام ہے۔ اِنِّیْ مُہِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ۔ اگر میں آپ کی توہین کروں تو . . . ؟ حضور نے فرمایا۔ یہ خدا کا کلام ہے خواہ آپ بھی کریں . . .

اس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کہا کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور۔ اور جو اس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور۔

کرم دین کا وکیل محمد عمر بٹالہ کا تھا۔ عدالت باہر درختوں کے نیچے لگ رہی تھی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد چندو لال ایک واقعہ کی بنا پر DEGRADE ہو کر منصف بنا کر ملتان بھیجا گیا۔ بعد میں کسی موقعہ پر جب وہ لاہور آیا تو اس نے خواجہ صاحب سے پوچھا کہ مرزا صاحب نے میرے متعلق اللہ تو کچھ نہیں کہا۔

**حضور کا لباس وغیرہ** جب حضور مجلس میں بیٹھا کرتے تھے تو بسا اوقات آپ کا ہاتھ آپ کی ران پر لگتا تھا اور کبھی ایک پاؤں دوسری ران پر رکھ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

حضور عموماً سفید پگڑی پہنا کرتے تھے۔ فوٹو کے وقت آپ نے ایک لنگی پہنی ہوئی تھی جس کا پلہ تلے کا تھا حضور پگڑی شیشہ کے بغیر ہی باندھ لیا کرتے تھے۔ جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ تھا تو اس وقت حضور لنگی باندھے ہوئے تھے۔

سُرخ بنات کا چغہ بھی پہنے حضرت صاحب کو میں نے دیکھا ہے۔ یہ یاد نہیں کہ آپ کہاں سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ لاہور کے اسٹیشن پر غالباً دیکھا تھا۔

چونکہ دائیں ہاتھ کو چوٹ لگی ہوئی تھی اس لئے پانی کا گلاس حضور بائیں ہاتھ سے اُٹھاتے تھے۔ البتہ دایاں ہاتھ پانی پیتے وقت گلاس کو لگا لیا کرتے تھے۔ حضور کے دائیں ہاتھ کو چوٹ زمانہ ماموریت سے پہلے غالباً سیڑھیوں سے یا کسی اور جگہ سے گر جانے کی وجہ سے لگی تھی جس کا اثر آخر تک ہاتھ پر رہا۔

سلوار پہنتے میں نے حضور کو کبھی نہیں دیکھا۔ شرعی پاجامہ حضور پہنتے تھے۔ قمیص فلالین کی گرم ہوتی تھی۔ جن دنوں دہلی کے اخبار "پنچ" نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ حضور کو (نعوذ باللہ) کوڑھ ہو گیا ہے۔ ان دنوں حضور اکثر ململ کا کرتہ لیٹھے کا پاجامہ پہنتے تھے۔ اس کرتہ کے اُوپر اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور اکثر دیکھا ہے کہ آپ پنڈلیوں سے پاجامہ بھی بار بار اُٹھاتے تھے اور بازوؤں سے کُرتہ بھی کہنیوں تک اُٹھاتے تھے۔ یہاں لاہور میں یہ بات بکثرت مشہور ہو گئی تھی، اور بہت سے لوگوں کو ہم دکھانے کے لئے قادیان لے جایا کرتے تھے۔ جن میں سے اکثر بیعت کر کے آتے تھے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ دہلی کے پنچ اخبار کے ایڈیٹر نے اپنے مکان کے دروازہ کے اُوپر دیوار پر موٹے الفاظ میں لکھا ہوا تھا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ چنانچہ وہ جلد ہی لعنت کا شکار ہو کر تباہ ہو گیا۔

حضور دوسرے تیسرے روز مہندی بھی لگایا کرتے تھے۔ آخری عمر میں وسمہ بھی لگاتے تھے۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ کیا حضور نے کبھی بُوٹ بھی پہنے ہیں۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ براؤن گرگابی کسی نے لا کر دی تھی مگر دائیں بائیں کے پہننے میں حضور کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے حضور نے پہننا چھوڑ دی تھی۔ مفتی صاحب نے دائیں طرف سیاہی کا نشان لگا دیا تھا مگر میاں محمود احمد صاحب نے بائیں طرف بھی ویسا ہی نشان لگا دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اس کو لے جاؤ۔

میرے اس سوال پر کہ حضور ازار بند کس چیز کا پہنا کرتے تھے، فرمایا کہ ٹوٹی ریشم کا ازار بند ہوتا تھا جو اصلی ریشم نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ حضور ایک دفعہ یہاں تشریف لائے تو ازار بند کے ساتھ چابیوں کا ایک بڑا گچھا بندھا ہوا تھا۔ جو میاں امیر الدین پراچہ کے لئے ابتلا کا موجب بن گیا۔ ان کا لڑکا آجکل کلکتہ میں ہے۔ دوست محمد اس کا نام ہے مخلص احمدی ہے (۱۹۳۹ء میں)

حضور گالیوں کے خطوط کو بھی محفوظ رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ گالیوں کے خطوط چار من وزن میں ہو گئے ہیں۔ یہ طاعون سے پہلے کا واقعہ ہے۔ پھر طاعون شروع ہو گئی۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ کیا حضرت صاحب کے ہاتھ کو کبھی آپ نے بوسہ بھی دیا ہے۔ فرمایا کہ ہم ہمیشہ حضور کے ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک کشمیری آیا اور حضور کے پاؤں پر گر پڑا۔ حضور نے اس کو اٹھا لیا اور خلیفہ رجب دین صاحب کو کہا کہ ان کو سمجھائیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے

خاکسار کے اس سوال پر کہ کیا آخری عمر میں حضرت صاحب کے چہرہ پر جھریاں پڑ گئی تھیں۔ فرمایا۔ نہیں جب حضور کی وفات ہوئی ہے تو میں جنازہ کے ساتھ قادیان گیا تھا جنازہ باغ والے مکان میں رکھا گیا تھا اور عصر کے وقت تمام لوگوں کو چہرہ مبارک کی زیارت کرائی گئی تھی۔ اس وقت میں نے حضور کی پیشانی پر بوسہ بھی دیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور سوئے ہوئے ہیں۔ چہرہ پر تندی بھی نہیں تھی۔

خاکسار مولف عرض کرتا ہے کہ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کو میں نے خوب دیکھا ہے بلکہ گھنٹوں پاس بیٹھ کر ذکر حبیب کے تذکرے سُنے ہیں۔ آپ کو تبلیغ کا ایک جنون تھا۔ میاں معراج الدین اور مولوی غلام حسین صاحبان شیر فروش بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات حضرت مغل صاحب گھر سے رومال لیکر سودا سلف خریدنے یا دودھ دہی لینے کے لئے برتن لے کر نکلتے تھے۔ مگر جب دکان پر یا رستہ میں تبلیغ کا موقعہ نکل آتا تو سب کچھ بھول کر اسی میں محو ہو جاتے۔ بعض اوقات تو راتوں کو اتنی اتنی دیر تبلیغ میں مصروف رہتے کہ جب واپس جانے کے لئے بازار سے گذرتے تو پولیس والے آوارہ گردی میں پکڑ لیتے اور رات کا بقیہ حصہ حوالات میں رہنا پڑتا۔ میاں معراج الدین صاحب شیر فروش بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغل صاحب کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس سعادت سے ہمیں بھی حصہ ملا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہجوم نے آپ پر حملہ کیا میں آپ کے اوپر لیٹ گیا تا آپ کو کوئی چوٹ وغیرہ نہ لگے۔

آپ کی جب وفات ہوئی تو آپ چونکہ آخری عمر میں کوئی کام نہیں کرتے تھے اس لئے خطرہ تھا کہ کہیں نظارت بہشتی مقبرہ والے آپ کے ذمہ آمد کا بقایا نکال کر کوئی عذر نہ کر دیں۔ مگر اتفاق سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ان ایام میں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور کو جب مغل صاحب کی وفات کی اطلاع ملی تو حضور آپ کے مکان پر تشریف لائے۔ پسماندگان کی دلجوئی کرنے کے بعد ایک سو روپیہ کا نوٹ جیب سے نکال کر دیا اور فرمایا کہ یہ روپیہ نعش کو قادیان لے جانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ اب بھلا کس کو جرأت ہو سکتی تھی کہ ایسے انسان کے بقایا کا سوال کرے جس کی نعش کو قادیان پہنچانے کا انتظام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ خود فرما رہے ہوں چنانچہ نتیجہ یہی ہوا کہ بلا روک ٹوک آپ کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

**اولاد** :۔ شریف احمد۔ عبد الرحمٰن۔ عبد الباسط۔ عبد الرزاق۔ عزیزہ۔ امۃ اللہ

---

# زینب صاحبہ بنت میاں عمر الدین صاحب و ہمشیرہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ

**ولادت** — **بیعت** ۱۹۰۲ء

**وفات** اپریل ۱۹۴۹ء

بی زینب حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کی شادی شاہ مسکین کے بزرگ سید رمضان شاہ صاحب کے ساتھ ہوئی۔ سید رمضان شاہ صاحب کی اولاد سید محمد شاہ صاحب۔ سید ولی محمد شاہ صاحب، سید ولایت شاہ صاحب، سید محمد صدیق شاہ صاحب، سیدہ اقبال بیگم صاحبہ، سیدہ زیب النساء صاحبہ ہیں۔ ان میں سید ولایت شاہ صاحب بڑے بزرگ انسان تھے سلسلہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ وفات تک انسپکٹر وصایا کے طور پر شاندار خدمات سرانجام دیں۔ ان کا لڑکا سید امین شاہ بھی واقف زندگی ہے اور اخلاص کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہے۔

---

# حضرت حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسیٰ

## خلف

## حضرت میاں چراغدین صاحبؓ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ولادت | ۱۸۶۰ء | بیعت | ۱۸۹۲ء |
| وفات | ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۴ء | عمر | ۹۴ سال |

حضرت حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسیٰ حضرت میاں[1] چراغدین صاحب رئیس اعظم لاہور کے فرزند اکبر تھے۔ ۱۸۶۰ء کے قریب آپ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب سے حاصل کی۔ ایک عجیب واقعہ آپ کے خود نوشت سوانحیات میں یوں درج ہے کہ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی

"مسجد میں جو ہمارے مکان کے سامنے تھی۔ شام کے وقت جب آپ (یعنی والد ماجد حکیم صاحب حضرت میاں چراغدین صاحبؓ۔ ناقل) نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو کشف کے طور پر آپ نے میرے رونے کی آواز سنی۔ اس وقت میں تین چار برس کا تھا اور بھاٹی دروازہ میں میرے ننھیال رہتے تھے۔ وہاں میں اپنی والدہ بزرگوار کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ ان دنوں بابا قائم دین جو میرے نانا تھے، ان کی وفات ہوئی تھی۔ تمام گھر کے لوگ اور مستورات اور تمام کنبہ وہاں اکٹھا ہوا ہوا تھا۔ اور میں نیچے کوئیں کی منڈیر پر کھڑا تھا اور رو رہا تھا۔ میرے رونے کی آواز حضرت والد صاحب بزرگوار کو شام کے وقت لنگے منڈی کی مسجد میں جو بھاٹی دروازہ سے بہت دور تھی۔ ان کے کان میں سنائی دی تھی اور ان کو کشفاً دکھایا گیا تھا کہ میں کوئیں کے اندر ڈول کا رسا پکڑ کر لٹک رہا ہوں اور قریب تھا۔ کہ میں

---

[1] یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دہلی دروازہ کے باہر مکانات تعمیر کروانے سے پہلے میاں فیملی کے افراد اندرون شہر پانی والا تالاب کے قریب رہا کرتے تھے۔ وہاں ہی حضرت مولوی رحیم صاحب والی مسجد ہے۔ اور اس مسجد کے پاس ہی اس فیملی کے مکانات تھے جو فروخت کر دیئے گئے۔ اب بھی وہ مکانات موجود ہیں۔ (عبدالقادر)

کوئیں کے اندر گر جاتا۔ حضرت والد بزرگوار میرے رونے کی آواز کان میں پڑنے سے لنگے منڈی سے بھاٹی دروازے تک دوڑتے ہوئے پہنچے اور انہوں نے مجھے کوئیں میں لٹکا ہوا اور روتے ہوئے دیکھا اور مجھے اپنی گود میں اُٹھا لیا اور پھر مجھے میری والدہ کے پاس لے گئے اور یہ ساری کیفیت بیان کی۔ والدہ بزرگوار نے بہت بہت خدا کا شکر ادا کیا اور صدقہ و خیرات بھی بہت کیا"

۱۸۸۷ء میں آپ کے والد ماجد نے آپ کو گورنمنٹ سکول لاہور کی مڈل کلاس میں داخل کروایا۔ ان کا ارادہ تھا کہ آپ کو انگریزی تعلیم دلا کر کوئی اچھی سی ملازمت دلائیں مگر آپ کا ارادہ طبیب بننے کا تھا۔ چنانچہ آپ کے والد ماجد حضرت میاں چراغ دین صاحب نے آپ کے اس رجحان کو دیکھ کر آپ کو عربی اور فارسی پڑھانے کے لئے مولوی فضل دین صاحب کے پاس بٹھایا۔ ضروری علمی قابلیت پیدا کرنے کے بعد آپ نے علم طب حاصل کرنے کے لئے اس وقت کے ایک مشہور طبیب حکیم ضیاء الدین صاحب لاہوری کی شاگردی اختیار کی۔ حکیم صاحب موصوف کے چھوٹے بھائی حکیم شجاع الدین صاحب بھی آپ سے بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ اور مریضوں کے علاج کے وقت آپ کو اپنے پاس بٹھا لیا کرتے تھے اور تشخیص الامراض کا طریق بتلاتے رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی طبی تعلیم کی تکمیل کے لئے "حکیم حاذق" "عمدۃ الحکماء" اور "زبدۃ الحکماء" کے امتحانات پاس کر کے سند بھی حاصل کر لی۔ جب آپ کے اُستادوں کو یقین ہو گیا کہ یہ اب اچھی طرح سے مریضوں کا علاج کر سکے گا تو انہوں نے آپ کے والد صاحب کو کہہ کر الگ مطب کھلوا دیا۔

طالب علمی کے زمانہ میں ہی آپ نے حضرت مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی بازار اور مولوی غلام قادر صاحب سے صرف و نحو، منطق اور معانی پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ سر سید احمد خاں صاحب مرحوم کی تحریرات اور اخبارات اور تہذیب الاخلاق اور ان کے رسائل اور کتابیں پڑھنے کا بھی آپ کو شوق تھا اور بحث مباحثہ کے بھی بے حد شوقین تھے۔ جب [illegible]ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تو حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کی شاگردی کا بھی شرف حاصل ہو گیا اور جب حضور علیہ السلام نے "مرہم عیسیٰ" کے متعلق انکشاف فرمایا تو محترم حکیم محمد حسین صاحب اس جستجو میں لگ گئے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"اس وقت میں نے قرابادینوں میں اس کے اصل نسخہ کے متعلق تلاش شروع کی۔ کیونکہ اس کے مختلف نسخے تھے۔ کسی نسخہ میں ایک دوائی تھی اور کسی میں دوسری اور کسی میں

کسی دوائی کا بدل لکھا ہوا تھا۔ میری طبیعت میں چونکہ خاص جستجو کا مادہ ہے۔ اس لئے میں نے لاہور کی پبلک لائبریری میں جو عجائب گھر کے سامنے ہے تمام قرابادینوں کو پڑھنا شروع کیا خدا کی شان ہے کہ میں نے جتنے نسخے مرہم عیسیٰ کے دیکھے۔ ایک کتاب کے دوسری کتاب کے ساتھ وہ نسخے نہیں ملتے تھے۔ کہیں اوزان کا اختلاف تھا اور کہیں دواؤں کا۔ آخر تلاش کرتے کرتے لائبریری میں سے ایک انگریزی طبی ڈکشنری سے یہ اصل نسخہ مل گیا۔ اور اس میں تمام نام جو دوائیں مرہم عیسیٰ میں پڑتی تھیں وہ انگریزی میں لکھے ہوئے تھے۔ جب میں نے مرہم بنانے کا ارادہ کیا تو پہلے میں نے تمام دیسی عطاروں اور دواخانوں سے مرہم عیسیٰ کی دوائیں تلاش کرنی شروع کیں۔ مگر ان میں جاؤشیر، سکبینج اور زراوند طویل کہیں سے دستیاب نہ ہوئی۔ آخر میں نے انگریزی نام جو ان دواؤں کے تھے اور وہ یہ تھے۔

| | |
|---|---|
| ارسٹولوچیا لانگا | (زراوند طویل) |
| اوپوپونکسا کائی رونم | (جاؤشیر) |
| سگابینم | (سکبینج) |

یہ تین دوائیں ہم نے خاص ولایت سے منگوانے کا آرڈر دے دیا۔ ولایت میں بیروز ویلکم ایک بہت بڑی کمپنی مشہور دوا فروش کی تھی۔ اس سے یہ دوائیں منگوائیں اور نہ پونڈ پونڈ بلکہ بیس بیس پونڈ تک منگوائیں۔ جس پر میرا ایک ہزار روپیہ خرچ ہوگیا۔ اس وقت میں نے یہ دوائی اصلی اجزاء کے ساتھ بنانی شروع کی اور خدا کے فضل سے میں اس کے بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ اور اصل دوا مہیا ہوگئی یعنی اصل نسخہ مرہم عیسیٰ کا تیار ہوگیا اور میں نے اس دوا کا اشتہار اس رنگ میں دینا شروع کیا کہ ایک تو اس سے تبلیغ کا پہلو نکلے اور دوسرا عیسائیت پر حجت تمام ہو اور خدا کا کلام قرآن وما قتلوہ وما صلبوہ صحیح اور بالکل خدا کا ہی کلام ثابت ہو۔ اور عیسائی دنیا معلوم کرلے کہ قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بالکل حق ہے۔ چنانچہ میں نے اشتہار کی یہ صورت بنائی کہ اشتہار کے سرے پر تو مرہم عیسیٰ، مرہم حواریین، مرہم رسل موٹے حروف کے ساتھ چھپوایا اور اشتہار کے درمیان حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کی وہ تصویر جو گرجوں میں لگی ہوتی ہے اور حواریوں کی وہ تصویر جو حضرت مسیح کے ساتھ دکھائی جاتی

ہے۔ اور حضرت مسیح کے ہاتھوں میں وہی صلیب پر میخیں ٹھوکنے کے نشان جو وہ حواریوں کو دکھاتے ہیں اور ان حواریوں میں سے ایک حواری کا طبیب ہونا جیسا کہ لوقا کے متعلق انجیلوں میں لکھا ہے۔ بیبار الطبیب۔ وہ بارہ حواری اور بارہ دوائیں اور پرانے وقت کا وہی کھرل اور وٹہ اور دوائیں بنانے کی ترکیب۔ حضرت مسیح کے صلیبی زخموں کے لئے جو یہ مرہم بنائی گئی تھی۔ اس کا رنگ دے کر اس تصویر کے نیچے اس مرہم کے فوائد درج کئے گئے تھے۔ اور میں اس وقت بھاٹی دروازہ کے اس مکان میں رہتا تھا جو والد صاحب بزرگوار نے مجھے علیحدہ بنا کر دیا تھا۔ اس تصویر والے اشتہار کے ساتھ ایک بہت بڑا پوسٹر بہت بڑی جلی قلم سے نہایت خوشخط اس زمانے میں میاں نتھو بہت بڑے خوشنویس تھے۔ ان کے ہاتھ سے لکھوا کر اور گلاب سنگھ کے پریس میں چھپوا کر اس مرہم کی وجہ تسمیہ یہ لکھی تھی کہ مرہم عیسیٰ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح صلیب پر سے زندہ بچ گئے۔ حواریوں نے حضرت مسیح کے صلیبی زخموں پر لگانے کے لئے الہام الٰہی کے ماتحت اس مرہم کو بنایا تھا حضرت مسیح تو بیماروں کو اچھا کرتے تھے مگر اس مرہم نے حضرت مسیح کو چنگا کر دیا۔ اس اشتہار کا نکلنا تھا کہ تمام عیسائی دنیا کے اندر ایک تہلکہ مچ گیا۔ اس زمانہ میں لاہور کے جو ڈپٹی کمشنر تھے وہ سلطان پورہ کیمپ میں گئے ہوئے تھے۔ وہاں سے انہوں نے پولیس کے ایک بڑے افسر انگریز کو میرے پتے پر میرے مکان پر یہ کہلا کر بھیجا کہ اس اشتہار کو جو تم نے شائع کیا ہے۔ فوراً تمام در و دیوار سے اتار دو۔ ورنہ تمہیں گرفتار کیا جائے گا۔ اس زمانہ میں خواجہ کمال الدین صاحب وکیل اور کالی پرسن ایک بنگالی وکیل ان دونوں کو میں نے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے مقرر کر لیا۔ والد صاحب بزرگوار چونکہ نہایت ہی رقیق القلب تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید میرے بیٹے کو کہیں قید ہی نہ کر لیا جائے اور کوئی سزا ہی نہ دی جائے رات دن روتے رہتے تھے اور مجھ سے کہتے تھے کہ تم نے ایسا اشتہار کیوں نکالا مگر میرے دل کے اندر اس قدر خوشی اور اس قدر مسرت اور اس قدر جوش تھا کہ میں والد صاحب بزرگوار سے عرض کرتا تھا کہ آپ گھبرائیں نہیں اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل کرنے والا ہے ادھر حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ اس اشتہار کو دیکھ کر بڑے خوش تھے اور ہر تاریخ پر جو

اس مقدمہ کی ہوا کرتی تھی۔ میں حضرت صاحب کے پاس جایا کرتا تھا اور وہ بھی اس قدر خوش تھے کہ میں ان کی خوشی کو بیان نہیں کر سکتا۔ صبح کی سیر کے وقت جب حضرت مسیح موعود دوستوں کے ہمراہ جایا کرتے تھے تو ڈاکٹر نور محمد نے جو کہ کوچہ چابک سواراں لاہور لوہاری دروازہ میں رہا کرتے تھے، آگے بڑھ کر حضرت سے عرض کیا کہ حضور! اگر فرمائیں تو میں بھی اس کا اشتہار دوں اور محمد حسین کے ساتھ میں بھی ان کے اس مقدمہ میں شریک ہو جاؤں۔ تو حضرت نے بڑی نفرت سے فرمایا کہ آپ ہرگز یہ اشتہار نہیں نکال سکتے جس کا حصہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسی سے یہ کام کرایا ہے۔

اس اشتہار کے واقعات بہت ہی عجیب ہیں۔ سیالکوٹ اور لاہور کی اخباروں میں اس مقدمے کا اتنا چرچا ہوا کہ حد ہی ہو گئی۔ اخباروں نے اس بات پر زور دیا۔ کہ "امہات المؤمنین" جو عیسائیوں نے شائع کی ہے جس میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات اور حضور کی خانگی زندگی پر نہایت ناپاک اور دور از حقیقت جو حملے کئے گئے ہیں۔ ان کے مقابل پر یہ اشتہار عیسائیوں کے لئے ایک سبق ہے۔ ان کو آخر اس اشتہار سے جو واقعات کے مطابق اور صحیح تاریخ کے ساتھ لکھا گیا ہے اور حق بات بیان کی گئی ہے اس قدر غیظ و غضب کیوں ہوا کہ تمام عیسائی پبلک ہی بغاوت کیلئے تیار ہو گئی۔

غرض ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں ہم پہنچے۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور کالی پرسن میرے وکیل تھے۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں یہ بیان کیا کہ اشتہار جو دیواروں پر لگ چکے ہیں وہ اتنی کثرت سے چسپاں ہیں کہ باوجود ساری جماعت احمدیہ کی کوشش کے ہم ان کو ایک دن کے اندر نہیں اتار سکتے۔ ڈپٹی کمشنر اپنے عملے کو حکم دے کہ وہ اشتہار دیواروں پر سے اُتار لے۔ اس کے جواب میں ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ میں اپنا حکم نہیں بدل سکتا۔ پھر ہم اوپر کی کچہری میں سشن جج کے پاس پہنچے۔ اور اس مقدمہ کی اپیل وہاں دائر کر دی۔ سشن جج . . . . (نے) قصور والا اشتہار دیکھ کر اس قدر غضب کا اظہار کیا کہ بیان نہیں ہو سکتا اور اس نے ہمارے مقدمہ کے متعلق کوئی اپیل نہ سنی اور اس کو خارج

کردیا۔ اور پھر ہم چیفکورٹ میں پہنچے چیفکورٹ میں جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو عیسائیوں کی طرف سے لاٹ پادری اور دوسرے عیسائی مناد بھی موجود تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ججوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک عرضداشت اپنی قلم مبارک سے لکھ کر دی تھی۔ گویا عیسائیوں پر حجت تمام کر دی۔ اس میں حضور نے ایک ایسی بےنظیر بات لکھی تھی کہ جس کا کوئی جواب لاٹ پادری بھی نہیں دے سکتا تھا۔ حضور نے اس میں یہ لکھا تھا کہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے صلیب کے بعد اپنے صلیبی زخم حواریوں کو دکھائے تھے اور حواریوں میں سے ایک طبیب بھی تھا۔ چنانچہ لُوقا کے متعلق انجیلوں میں لکھا ہے۔ پیارا طبیب۔ طب کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ یہ مرہم مسیح کے لئے بنائی گئی تھی اور حضرت مسیحؑ کی زندگی میں سوائے صلیب کے واقعہ کے کوئی واقعہ نہیں ہوا جس کے لئے حضرت مسیحؑ کے لئے مرہم بنائی جاتی۔

پس انجیلیں بتاتی ہیں کہ حضرت مسیح کے ہاتھوں میں صلیبی زخم تھے اور طب کی کتابیں بتاتی ہیں۔ کہ وہ زخم اس مرہم سے اچھے ہوئے تھے۔

چیفکورٹ میں اس مقدمہ کو سننے کے لئے بڑی مخلوق جمع تھی اور حضرت والدم بزرگوار میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی اور میرے چچا اور دوسرے تمام رشتہ دار اس مقدمہ کو سننے کے لئے چیفکورٹ میں گئے ہوئے تھے۔ اس وقت جج ایک انگریز تھا جس کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا تھا۔ اس نے حضرت مسیحؑ کی اشتہار میں تصویر دیکھ کر اور مرہم عیسیٰ کے بڑے اشتہار، پوسٹر اور ایک انگریزی اشتہار جو میں نے الگ بطور ہینڈ بل کے تقسیم کیا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ ایسا برہم ہوا۔ اور غصے میں بھر گیا اور اسی غصے کی حالت میں اس نے کہا کہ اس اشتہار کا لکھنے والا کون ہے؟ میں جج کے سامنے حاضر ہوا۔ مگر اس کو غصے کے اندر کچھ نظر نہ آیا۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا کہ کس نے یہ اشتہار شائع کیا۔ پھر میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور میں نے کہا کہ یہ اشتہار میں نے شائع کیا ہے۔ وہ اپنے غیظ و غضب میں اس قدر بھرا بیٹھا تھا کہ میں باوجود اس کے سامنے دو دفعہ پیش ہونے کے اس کو پھر بھی نظر نہ آیا کہ اشتہار دینے والا میں ہوں۔ پھر اس نے تیسری دفعہ کہا کہ کون

ہے جس نے یہ اشتہار شائع کیا ہے؟ پھر میں اُٹھا تو میرے وکیل کالی پرسن نے جج کو مخاطب کیا اور کہا کہ کیا یہ عدالتیں ہیں۔ کہ تین دفعہ میرا مؤکل کھڑا ہوا ہے اور اس نے کہا کہ میں نے یہ اشتہار دیا ہے مگر جج کو نظر تک نہیں آیا۔ اس وقت تمام گیلری کے اندر ایک شور مچ گیا۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسرا جج اس مقدمے کو سُننے کے لئے آگیا۔ اس وقت حضرت امام سیدنا مسیح موعود کا لکھا ہوا وہ مضمون پڑھ کر سُنایا گیا جس کا ترجمہ خواجہ کمال الدین صاحب نے بنا کر دیا تھا کہ انجیل بتاتی ہے کہ حضرت مسیح کے صلیبی زخم تھے جو انھوں نے اپنے حواریوں کو صلیب پر سے زندہ اُتر آنے کے بعد دکھائے تھے اور حواریوں میں سے ایک حواری طبیب بھی تھا جس کا نام لوقا تھا۔ الہام الٰہی کی بنا پر اس مرہم کو بنایا گیا تھا اور حضرت مسیح کے صلیبی زخم بھی اسی سے اچھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اس بات پر بحث ہوئی کہ مرہم عیسیٰ کا نام کچھ اَور رکھ کر اس کو فروخت کیا جائے۔ اس وقت ہم نے اپنے وکیلوں کو سمجھا دیا ہوا تھا کہ اگر کوئی ایسی بات پیش ہو جس سے اس مرہم کو دوسرے نام سے موسوم کرنے کے لئے جج اپنا فیصلہ لکھے تو اُن کو بتا دیا جائے کہ اس طرح تو بہت سی دواؤں کے متعلق عدالت کو قانون بنانا پڑے گا۔ آج عیسائی لوگ مرہم عیسیٰ کے نام سے رنجیدہ ہوتے ہیں تو کل ہندو سوسائٹی گاؤزبان کے نام سے بھی رنجیدہ ہوگی اور حکومت کی لیجسلیٹو اسمبلی کو مندرجہ ذیل دواؤں کے نام بدلانے کے لئے ایک قانون نافذ کرنا پڑے گا کیونکہ ہندو لوگ گاؤزبان اور گئودنتی کا لفظ اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اسی طرح عیسائی عود صلیب اور پنجہ مریم کے نام سے چڑتے ہیں۔ اور بھی بے شمار نام ہیں جن کے نام مذہبی نقطہ نظر کے رو سے ہر مذہب والا ان کو سُننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس لئے یہ قانون نیا بنانا پڑے گا کہ یہ یہ دوائیں جو اس نام کی مشہور ہیں ان کا نام بدلنا چاہیئے۔ اگر حکومت ایسا کوئی قانون بنائے گی تو ہم بھی اس مرہم کا نام بدل لیں گے۔ طب کی کتابوں میں سے نہ یہ نام محو ہو سکتے ہیں اور نہ کوئی دوسرے نام ان کے مقرر ہو سکتے ہیں۔

آخری حیص و بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ نام تو یہی رہے مگر وجہ تسمیہ اس مرہم کی یہ نہ لکھی جائے کہ حضرت مسیح کے صلیبی زخموں کو چنگا کرنے کے لئے حواریوں نے اس کو بنایا تھا

حضرت مسیح تو دوسرے بیماروں کو چنگا کرتے تھے اس مرہم نے حضرت عیسیٰؑ کو چنگا کر دیا۔
بہر حال جب یہ فیصلہ ہو چکا تو ہم نے پمفلٹوں میں سے اس کی وجہ تسمیہ نکال دی اور اس کی
بجائے یہ لکھا کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ کے لئے بنائی تھی اور یہ مرہم سرطان خنازیر۔
بواسیر۔ طاعون اور تمام قسم کے زہریلے پھوڑوں کے لئے اکسیر ہے۔ اس کامیابی پر تمام
اخباروں نے ہمیں مبارکباد دی اور اسی مرہم کی وجہ سے ہندوستان، انگلستان اور تمام
دوسرے ممالک میں میرا نام مرہم عیسیٰ مشہور ہو گیا اور مرہم کی اتنی بکری ہوئی کہ ہزاروں روپے
ہم نے اس کی وجہ سے کمائے۔

دواخانہ میں اس دوائی کے ذریعہ دوسری دواؤں کو بھی بہت شہرت حاصل ہو گئی اور ہم نے
اپنے دواخانہ کا نام بھی دواخانہ مرہم عیسیٰ رکھا۔ اور اسی نام سے تمام ہندوستان اور دوسرے
ملکوں میں یہ دواخانہ مشہور ہے[1]"

حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب اپنے احمدی ہونے کا باعث یہ بیان کیا کرتے تھے کہ آپ سر سید احمد خاں مرحوم
کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت صاحب کا تذکرہ سُنا اور کچھ اشتہارات بھی دیکھے۔ براہین احمدیہ بھی
پڑھنے کا موقعہ ملا۔ اس سے آپ کے دل میں حضرت کی محبت کا جوش پیدا ہوا۔ اور آپ قادیان تشریف لے گئے۔
حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وساطت سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف
ہوئے۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ امرتسر میں جو حضرت اقدس کا مباحثہ ہوا تھا۔ اس میں بھی آپ شامل تھے
اسی طرح عبدالحق غزنوی کے ساتھ جو مباہلہ ہوا۔ اس میں بھی شامل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے والد صاحب
بھی اس مباہلہ میں شامل تھے گو اس وقت تک انہوں نے بیعت نہیں کی تھی مگر اس میدان میں حضرت صاحب
کی خدا کے حضور دعائیں اور التجائیں سُن کر ان کا دل پگھل گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد قادیان جا کر بیعت کر لی۔

آپ کو چونکہ شروع سے ہی بحث مباحثہ کا بہت شوق رہا ہے اس لئے آپ تمام مذاہب کے مشہور مذہبی
لیڈروں سے تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ پنڈت لیکھرام پشاوری شاہ عالمی میں رہتا تھا۔ اس
کے قتل سے پہلے رمضان شریف میں آریہ سماج مندر میں جو وچھو والی میں تھا وہ میرے اور صوفی نبی بخش صاحب
اور ایک اور صاحب کے ساتھ جن کا نام یاد نہیں رہا روح و مادہ کے متعلق بحث کیا کرتا تھا۔ قرآن مجید پر بار بار

---

[1] خود نوشت سوانحیات حکیم مرہم عیسیٰ۔

حملے کرتا تھا ہم اس کا جواب دیتے تھے۔ خدا کی شان ہے کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہم نے اس سے مباحثات چھوڑ دیئے تھے اور اس سے کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق عنقریب تم عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے والے ہو۔ چنانچہ ہم نے ایک بڑے مجمع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پڑھ کر بھی سنائی تھی۔ اس گفتگو پر ابھی دس دن نہ گذرے تھے کہ وہ قتل ہو گیا۔ میرے والد محترم کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ میرا بچہ پنڈت لیکھرام کے ساتھ مباحثات کیا کرتا تھا کوئی ہندو اس پر الزام نہ عاید کر دے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے بعد ہندو مسلم کا سوال پیدا ہو گیا اور سب مسلمانوں نے حضرت صاحب کی پیشگوئی کے سچا ہونے کا اقرار کیا۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت حکیم مرہم عیسٰی صاحب قرآن مجید کے عاشق تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت خلیفۃ المسیح الاول رض اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے ازحد محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو جب ایک شقی القلب مخالف نے نماز کے بعد مسجد مبارک ربوہ کے محراب میں گردن پر چاقو مارا تو آپ یہ سُنکر بے چین ہو گئے۔ ہسپتال میں بیمار تھے۔ آنکھ کا تازہ تازہ اپریشن ہوا تھا۔ مگر آپ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور جب تک ربوہ پہنچ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی عیادت نہیں کر لی چین نہیں آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رض کے احسانات سُناتے وقت اکثر آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

مرحوم کے عقاید غیر مبائعین کے ساتھ ملتے تھے۔ اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ لاہوری فریق کے ساتھ مل گئے تھے۔ مگر چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ شدید محبت رکھتے تھے اس لئے یہ محبت انہیں کشاں کشاں جماعت قادیان کی طرف کھینچ لائی اور آپ نے حضور ایدہ اللہ کی بیعت کر لی اور آخر دم تک جماعت کے ساتھ وابستہ رہے۔ چنانچہ جب آپ کی وفات ہوئی تو نماز جمعہ کے بعد بیرونی باغ میں خاکسار راقم الحروف ہی کو ان کا جنازہ پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور مجھے خوب یاد ہے کہ سینکڑوں افراد نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی تھی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی اجازت سے آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی تھی۔

۳۱۳ اصحاب کی جو فہرست "انجام آتھم" میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کی ہے اس

---

سلہ "کشتی نوح" صفحہ ۳۵ ؎

میں حضرت حکیم صاحب کا نام ۲۷۱ نمبر پر ہے۔

باوجود اس بات کے کہ حضرت حکیم صاحبؓ کی عمر نوے برس سے تجاوز کر چکی تھی آپ کی صحت نہایت ہی عمدہ تھی۔ وفات سے دو روز پہلے بھی فجر کی نماز آپ نے مسجد میں آکر ادا کی۔

مباحثات میں آپ کی گرفت مخالف پر کڑی ہوا کرتی تھی۔ محترم قریشی محمد صادق صاحب سیالکوٹی حال محلہ دارالرحمت وسطی ربوہ کا بیان ہے کہ

ان ایام میں جبکہ میری رہائش مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور کے پاس والے مکان میں تھی۔ ایک چکڑالوی آگیا اور اس نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ "تم لوگوں نے جو کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ بنایا ہوا ہے یہ قرآن میں ایک جگہ تو ہے نہیں اور نبی خائن نہیں ہوتا پھر نامعلوم اسے کس نے اکٹھا کر دیا ہے؟" میں تو یہ اعتراض سُنکر حیران رہ گیا۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے ہاں گیا۔ لیکن آپ گھر میں موجود نہیں تھے۔ حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب مل گئے۔ ان سے میں نے کہا کہ حکیم صاحب! ایک چکڑالوی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ تمہارا کلمہ طیبہ قرآن کریم میں اس طرح ایک جگہ تو اکٹھا کہیں نہیں ملتا اور نبی خائن بھی نہیں ہوتا تو پھر اسے اکٹھا کس نے کیا ہے؟ حضرت حکیم صاحب نے بلاتوقف جواب دیا کہ اس چکڑالوی بدبخت سے جا کر کہو کہ نبی تو خائن نہیں ہوتا تمہاری نماز جس کا کچھ حصہ تم نے کسی پارہ سے لیا ہے کچھ کسی پارہ سے اور کچھ کسی سے، اسے موجودہ شکل میں کس نے اکٹھا کیا ہے۔ میں یہ جواب سُنکر بہت خوش ہوا۔ اور چکڑالوی کو جا کر یہ جواب سُنایا تو وہ مبہوت ہو گیا۔

**اولاد:-** ڈاکٹر عبدالحمید چغتائی۔ میاں نذیر حسین۔ عبدالرحمٰن۔ احمد حسین۔ محمد احمد۔ محمد عیسیٰ۔ محمد یحییٰ۔ محمد زکریا۔ محمد الیاس۔ محمد ادریس۔ عبدالواسع۔ رابعہ۔ عائشہ۔ سعیدہ۔ حمیدہ۔ صغریٰ۔

---

## ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (غیر مبائع)

ولادت ۱۸۷۲ء بیعت ۱۸۹۲ء وفات ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب دونوں بھائیوں نے ۱۸۹۲ء میں لاہور میں

ہی حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ دونو نہایت ہی مخلص تھے اور سلسلہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ افسوس کہ حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب تو ۱۹۰۰ء میں وفات پا گئے۔ لیکن جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے لمبی عمر پائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کے زمانہ میں اخلاص سے کام کیا۔

آپ کی بیعت کا واقعہ نہایت ہی ایمان افزا ہے۔ آپ کی عمر ابھی اٹھارہ انیس سال کی ہی تھی اور آپ میڈیکل کالج کی سیکنڈ ایر کلاس کے طالب علم تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے۔ اور محبوب رائیوں کے مکان واقعہ ہیرامنڈی میں قیام فرمایا۔ آپ زیارت کے لئے پہنچے۔ پہلے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ سے ملاقات کرکے لطف اندوز ہوئے اور پھر حضرت اقدس کی زیارت کرکے بے اختیار کہہ اُٹھے کہ "یہ شخص صادق ہے جھوٹا نہیں" چنانچہ بیعت کرکے واپس لوٹے۔ اگلے روز آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی پہلی ملاقات میں ہی بیعت کرلی۔ بیعت کے بعد دونوں بھائیوں میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوئی جس کو آپ کے والد دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت مولانا رحیم اللہ صاحب سے قرآن شریف ختم کیا۔ بیعت کے ایک سال بعد محترم مرزا یعقوب بیگ صاحب قادیان پہنچے اور وہاں سے ہی یکے بعد دیگرے دو تبلیغی خطوط اپنے والد محترم کو لکھے۔ حضرت اقدس کی آپ کی طرف خاص توجہ تھی۔ اس لئے حضور کی دعاؤں سے بیعت کے بعد ہر سال وظیفہ ملتا رہا اور کالج سے فارغ ہوتے ہی ہاؤس سرجن کا عہدہ مل گیا۔

امرتسر میں جب حضرت اقدس کا عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہو رہا تھا۔ اس میں یہ دونوں بھائی شامل ہوتے رہے۔ اس مباحثہ کے دوران میں ان کے والد مرحوم مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور نے بھی بیعت کرلی۔ جس سے دونوں بھائیوں کو بہت ہی خوشی ہوئی۔ اب تو فدائیت کا یہ حال تھا۔ کہ اگر کالج میں ایک دن کی بھی رخصت ہوتی تو راتوں رات قادیان پہنچ کر وہ دن قادیان میں گذارتے۔ حضرت مولانا حکیم صاحب اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب بھی ان سے بہت ہی محبت سے پیش آتے اور یہ بھی ان پر فدا تھے۔ چنانچہ جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ آخری بیماری میں بیمار ہوئے تو محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تین ماہ کی رخصت پر قادیان ہی میں تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تقریباً ڈیڑھ دو ماہ مجھے ان کی خدمت کا خوب موقع ملا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۵ء میں جو وفد چولہ بابا نانک صاحب سے متعلق تحقیقات کے لئے

ڈیرہ بابا نانک صاحب بھیجا تھا وہ لاہور ہی کے چار احباب پر مشتمل تھا یعنی جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ دفتر ریلوے لاہور، جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور جناب میاں عبدالرحمٰن صاحب لاہوری۔ ان چاروں نے قادیان جا کر حضرت اقدس کی خدمت میں یہ رپورٹ کی کہ واقعی ڈیرہ بابا نانک میں ایک چولہ موجود ہے جس پر کلمہ طیّبہ اور قرآن کریم کی کئی ایک آیات لکھی ہوئی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چونکہ اس چولہ کو حضرت بابا نانک صاحب کے مسلمان ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کرنا تھا اس لئے اس اہم ذمہ داری کے پیش نظر بعد میں حضور نے بعض احباب کی معیت میں ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو خود بھی ڈیرہ بابا نانک کا سفر اختیار کیا تھا۔ اور اس سفر میں بھی لاہور کے احباب میں سے جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی اور جناب مرزا ایوب بیگ صاحب شامل تھے۔

حضرت اقدس علیہ السلام آپ کو حضرت ام المومنین اور دیگر اہل بیت کی بیماری کے علاج کے لئے عموماً لاہور سے بُلا لیتے تھے اور جب حضور خود آخری بیماری سے لاہور میں بیمار ہوئے تو اس وقت بھی آپ کو بُلانے کا حکم دیا۔ غرض آپ نے زندگی بھر نہایت ہی اخلاص سے کام کیا مگر افسوس کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی وفات پر آپ غیر مبائعین کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی بھی آپ نے زندگی بھر خدمت کی۔ مگر جب فروری ۱۹۳۶ء میں انجمن کے ممبروں خصوصاً مولوی احمد علی صاحب نے آپ کو احمدی ہونے کی وجہ سے انجمن کی ممبری سے خارج کروا دیا تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا اور گھر پہنچتے ہی بیماری کا ایسا حملہ ہوا کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے اور دو تین روز کے اندر ہی ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء کو وفات پا گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

"انجام آتھم" میں مندرجہ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام ۴۰ نمبر پر ہے۔

**اولاد۔** مرزا داؤد بیگ۔ مرزا عبدالرحمٰن بیگ اور تین بیٹیاں بقید حیات ہیں۔

---

## حضرت مرزا ایوّب بیگ صاحب رضؓ

ولادت اگست ۱۸۷۵ء بیعت ۱۸۹۲ء وفات ۲۸ اپریل ۱۹۰۰ء

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے بھائی تھے۔ دونوں نے ۱۸۹۲ء

میں بمقام لاہور حضرت اقدس کی بیعت کی تھی۔ مرزا ایوب بیگ صاحب چیفس کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ لمبا قد، گورا رنگ، خوبصورت داڑھی اور عمدہ لباس پہن کر اپنے کالج سے حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کا درس سُننے کے لئے پیدل لنگے منڈی والی مسجد میں نماز فجر کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ بعض اوقات حضرت اقدس کو دباتے دباتے حضور کے پلنگ پر ہی لیٹ جاتے تھے۔ افسوس کہ عین جوانی کے وقت انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت اقدس کو اُن کی وفات کا بہت صدمہ ہوا تھا۔

ان کے مفصل حالات اصحاب احمد جلد اول صفحہ ۶۳ تا ۱۰۴ میں موجود ہیں۔ جوانی ہی میں صاحب رویا وکشوف بزرگ تھے۔ سید شاہ محمد صاحب سکنہ شاہ مسکین بیان فرمایا کرتے ہیں کہ جس دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کی تلاشی پنڈت لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ اس دن ہم نے فجر کی نماز لاہور میں مسجد لنگے منڈی والی میں مرزا ایوب بیگ صاحب کے پیچھے پڑھی تھی۔ مرزا صاحب مرحوم اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ

"میں نے سجدہ میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے حضور فوجی لباس میں ہیں۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور دوڑتے جارہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ حضور کیا بات ہے؟ فرمایا۔ آج مرزا غلام احمد کی تلاشی ہونی ہے۔ میں قادیان میں ان کی حفاظت کے لئے جارہا ہوں۔"

مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو جو وفد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چولہ باوانانک صاحبؒ کی تحقیقات کے سلسلہ میں ڈیرہ بابا نانک گیا تھا۔ اس میں علاوہ اور احباب کے حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ بھی شامل تھے۔[1]

گو حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کی وفات بہشتی مقبرہ کے قیام سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی۔ مگر جب بہشتی مقبرہ کا قیام عمل میں آیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی نعش نکلوا کر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کروائی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی وفات پر جو تعزیتی خط جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب کو لکھا اس میں حضور فرماتے ہیں:-

---

[1] "حیاۃ طیبہ" صفحہ ۱۹۱

"اس خط کے لکھنے کے وقت جو ایوب بیگ مرحوم کی طرف توجہ تھی کہ وہ کیونکر جلد ہماری آنکھوں سے ناپدید ہو گیا اور تمام تعلقات کو خواب و خیال کر گیا۔ کہ یک دفعہ الہام ہوا۔

"مبارک وہ آدمی جو اس دروازہ کے راہ سے داخل ہو"

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی ہے اور خوش نصیب وہ ہے جس کی ایسی موت ہو۔"[1]

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں آپ کا نام ۱۴۱ نمبر پر ہے۔

---

# حضرت منشی محمد افضل صاحب رضؓ لاہور

ولادت　　　بیعت　　　وفات　۲۱ مارچ ۱۹۰۵ء

حضرت منشی محمد افضل صاحب لاہور کے باشندہ تھے۔ بیعت بالکل ابتدائی زمانہ میں کی تھی اور اس کے بعد جلد ہی ممباسہ (افریقہ) میں بسلسلہ ملازمت ریلوے چلے گئے تھے۔ ۱۹۰۲ء میں وہاں سے ریٹائر ہونے کے بعد قادیان میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک اخبار "القادیان" قادیان سے جاری کیا۔ لیکن اگلے ہی مہینے یعنی اکتوبر ۱۹۰۲ء میں حضرت اقدس نے اس اخبار کا نام بدل کر "البدر" رکھ دیا۔

افسوس کہ محترم منشی صاحب جو بابو محمد افضل صاحب کے نام سے مشہور تھے، مارچ ۱۹۰۵ء میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت بابو صاحب اپنے اخبار میں بڑی باقاعدگی کے ساتھ حضرت اقدس کی ڈائری شائع کیا کرتے تھے ان کی وفات کے بعد اخبار "البدر" حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رضی اللہ عنہ نے خرید لیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو جو ان دنوں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اخبار "البدر" کا ایڈیٹر مقرر فرما دیا۔

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں ان کا نام ۶۷ نمبر پر ہے۔

---

[1] از مکتوب مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۰ء مندرجہ الحکم جلد ۴ نمبر ۱۸ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۰ء۔

# حضرت میاں الہ دین صاحب رضؓ

ولادت　　　بیعت　　　وفات

حضرت میاں الہ دین صاحب ولد میاں عمر دین صاحب کٹرہ ولی شاہ درخانہ پیر بخش صاحب لاہور کے باشندہ تھے۔ گورنمنٹ سنٹرل پریس کیمپ شملہ میں ایک عرصہ تک ملازمت کی۔ آپ کی بیعت کا نمبر رجسٹر بیعت میں ۷۳ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔

---

# حضرت شیخ صاحبدین صاحب ڈھینگرہ رضؓ

ولادت　اگست ۱۸۷۵ء　　بیعت　۱۸۹۲ء یا اس سے قبل

وفات　یکم مئی بروز جمعہ ۱۹۶۴ء

حضرت شیخ صاحبدین صاحب ڈھینگرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جد امجد لالہ چوہڑمل صاحب موضع لالیاں ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے اور ہندوؤں کے اروڑا خاندان ڈھینگرہ ذات کے ساتھ تعلق رکھتے تھے جھنگ شہر کے کسی پیر صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں لالیاں سے انتقال مکانی کر کے گوجرانوالہ میں آباد ہو گئے۔ حضرت شیخ صاحب مرحوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ لالہ چوہڑمل کی چھٹی پشت میں آکر پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کی تاریخ ۱۶ بھادوں ۱۹۳۲ بکرمی مطابق اگست ۱۸۷۵ء ہے۔ والد ماجد کا نام شیخ محمد بخش تھا اور والدہ ماجدہ کا نام بھاگن بی بی دتی والی۔ شیخ محمد بخش صاحب کی اولاد یہ تھی:۔

مولا بخش۱ ۔ اللہ بخش۲ ۔ کریم بخش۳ ۔ صاحبدین۴ ۔ فضل الٰہی۵ ۔ محمد الٰہی۶ ۔ کریم بی بی۷ ۔ رحیم بی بی۸

حضرت شیخ کریم بخش صاحب اور حضرت شیخ صاحبدین صاحب کو خدا تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت صاحب کے دعویٰ کے معاً بعد جب شہر میں حضور کا ہر جگہ چرچا شروع ہوا تو حضرت شیخ صاحبدین صاحب کو جو اُن دنوں مڈل کے طالب علم تھے۔ انہوں نے اپنے استاد حضرت

مولوی احمد جان صاحب سے دریافت کیا کہ یہ مرزا صاحب کون ہیں جن کی شہر میں ہر جگہ باتیں ہو رہی ہیں۔ حضرت مولوی صاحب موصوف شیخ صاحب کی خوش قسمتی سے احمدی تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا! آج دنیا میں قرآن کریم کو جاننے اور سمجھنے والے صرف مرزا صاحب ہیں۔ ان کی اس بات سے متاثر ہو کر حضرت شیخ صاحب نے اپنے بڑے بھائی شیخ کریم بخش صاحب سے بھی اس گفتگو کا ذکر کیا۔ شیخ کریم بخش صاحب نے کہا کہ کل تم اپنے ماسٹر صاحب سے حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب لے آنا چنانچہ حضرت شیخ صاحب کے مطالبہ پر حضرت مولوی صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب براہین احمدیہ ہر چہار حصص دے دی حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ تو اس کتاب کو پڑھ کر لٹو ہو گئے اور فوراً قادیان جا کر بیعت کر آئے۔ ان کی واپسی پر حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ واقعہ ۹۲-۱۸۹۱ء کا ہے۔

یہ دونوں بھائی چونکہ گوجرانوالہ کی ایک وسیع برادری کے افراد تھے۔ اس لئے ان کی خوب مخالفت ہوئی۔ مگر انہوں نے اس کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد دونوں بھائی قادیان گئے اور حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی دستی بیعت کر لی۔

سنہ ۱۸۹۴ء میں آپ نے انٹرنس کا امتحان دیا اور پھر اپنے بڑے بھائی شیخ الہ بخش صاحب کے چمڑہ کے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے ملتان تشریف لے گئے مگر ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ آپ کے والد ماجد شیخ محمد بخش صاحب کا گوجرانوالہ میں انتقال ہو گیا اور آپ واپس گوجرانوالہ آ گئے۔

آپ کی شادی بچپن میں ہی آپ کی برادری میں ہو گئی تھی۔

ابھی آپ کو بیعت میں داخل ہوئے تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ آپ کے غیر احمدی بھائیوں کے پیر حافظ عبدالکریم صاحب اپنے مریدوں سے ملاقات کے لئے گوجرانوالہ آ گئے۔ آپ نے حافظ صاحب سے بھری مجلس میں سوال کیا کہ پیر صاحب! مہربانی فرما کر بتائیے کہ عام لوگ تو اس لئے پیروں کی بیعت کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو کمزور اور گنہگار سمجھتے ہیں مگر آپ جیسے پیروں کے پاس پیر بننے کی کیا سند ہے؟ کیا انبیاء یا خلفاء کی طرح خدا تعالیٰ نے آپ کو اس منصب پر کھڑا کیا ہے یا اس کا اور کوئی باعث ہے؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا پیر صاحب کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہو سکتا تھا وہ کھسیانے ہو کر بات کو ٹال گئے۔

حضرت شیخ صاحبؓ چونکہ اس زمانہ کے پڑھے لکھے لوگوں میں شمار ہوتے تھے اس لئے آپ کے بڑے بھائی شیخ مولا بخش نے آپ کو بکر منڈی لاہور میں بطور منشی ملازم کروا دیا۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں آپ نے یہ ملازمت اختیار کی۔

ابھی اس ملازمت پر دو ہی سال گذرے تھے کہ آپ ٹائپ کا کام سیکھ کر ریلوے کی ٹی۔ ایس برانچ میں ملازم ہو گئے۔ اس عرصہ میں آپ کی رہائش اندرون بھاٹی گیٹ ایک بیٹھک میں تھی۔ جس میں ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب اور ایک اور دوست بھی رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف بھی ان دنوں بیعت کر چکے تھے اور احمدی جماعت میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۹۰۲ء میں آپ کی اہلیہ صاحبہ کا گوجرانوالہ میں انتقال ہو گیا۔ جس پر آپ نے اپنے بچوں اور ان کی نگہداشت کے لئے اپنی والدہ محترمہ اور اپنی بیوہ بہن رحیم بی بی کو بھی لاہور میں بلوا لیا۔

۱۹۰۹ء تک آپ کی رہائش بسلسلہ ملازمت لاہور میں رہی۔ اس عرصہ میں آپ وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے قادیان بھی جاتے رہے اور جب حضور لاہور میں تشریف لاتے تو دفتر کے بعد سیدھے آپ حضور کی فرودگاہ پر حاضر خدمت ہو جاتے۔ ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء کو بھی دفتر سے سیدھے احمدیہ بلڈنگس پہنچے اور سارا دن وہاں رہے۔ ۲۶ رمئی کو ہندوؤں کے ایک تہوار بھدر کالی کی وجہ سے چھٹی تھی۔ اس لئے دفتر بند ہونے کی وجہ سے رخصت حاصل کرنا مشکل تھا۔ اس وجہ سے حضرت اقدس کی نعش کے ساتھ قادیان نہ جا سکے۔ دوسرے دن ۲۷ رمئی کو دفتر سے رخصت حاصل کر کے قادیان پہنچے اور حضرت اقدس کے جنازہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کی۔ اور دوسرے دن واپس لاہور آ گئے۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ۱۹۰۹ء تک آپ نے لاہور میں ملازمت کی۔ بعد ازاں آپ نے اس ارادہ سے استعفاء دے دیا کہ آپ اپنے ایک نسبتی بھائی میاں عبدالکریم صاحب ابن میاں نبی بخش صاحب رئیس راولپنڈی کے ساتھ بیرسٹری کرنے کے لئے انگلستان جانا چاہتے تھے مگر بمبئی پہنچ کر اس وجہ سے واپس آ گئے کہ میاں نبی بخش صاحب موصوف یہ چاہتے تھے کہ اپنی لڑکی کی شادی بہت جلد شیخ صاحب کے ساتھ کر دیں چنانچہ اسی وجہ سے لڑکی کے بھائی میاں عبدالکریم صاحب بھی ولایت جا کر جلد ہی واپس آ گئے۔ مگر بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی رُو سے وہ لڑکی بوجہ رضاعی بھتیجی ثابت ہونے کے آپ کے عقد میں نہ آ سکی۔

۱۹۱۰ء میں آپ ملتان پہنچے اور اپنے ایک ماموں زاد بھائی شیخ قادر بخش صاحب کے ساتھ مل کر پیپرمنٹ کی ٹکیہ کا کارخانہ قائم کیا اور فرم کا نام "ڈھینگرہ ہاؤس کنفکشنری ورکس" رکھا گیا۔ یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی منظوری سے رکھا گیا۔ بعد ازاں جب یہ فرم گوجرانوالہ میں منتقل ہو گئی تو بھی اس کا نام یہی رہا۔ اور اب تک اسی نام سے اندرون و بیرون ملک سے خطوط وغیرہ آتے ہیں۔

آپ کے ملتان میں قیام کے دوران ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ ایک شہادت کے سلسلہ میں ملتان تشریف لے گئے اور آپ کو وہاں بحیثیت سکرٹری جماعت خدمت کا موقعہ ملا۔ دوسرے ایک تبلیغی جلسہ بھی جماعت نے کیا جس میں قادیان سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت میر قاسم علی صاحب تشریف لے گئے۔ اور جلسہ بہت کامیابی کے ساتھ ہوا۔

اس جلسہ سے قبل لاہور سے مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی کی طرف سے دو گمنام ٹریکٹ "اظہار الحق نمبرا" اور "اظہار الحق نمبر۲" ملتان پہنچ چکے تھے۔ اس جلسہ میں ان ٹریکٹوں کے جوابات "خلافت احمدیہ" اور "اظہار حقیقت" احباب میں تقسیم کئے گئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی وفات کی خبر ملتان پہنچی تو اس کے ساتھ ہی ڈاک میں "ایک ضروری اعلان" کے نام سے مولوی محمد علی صاحب کا ایک ٹریکٹ بھی ملتان پہنچا۔ جماعت نے اسی وقت اپنے دو نمائندے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے قادیان بھیجے۔ جب وہ واپس ملتان پہنچے۔ تو سوائے تین چار دوستوں کے جن میں حضرت شیخ صاحب ؓ بھی شامل تھے۔ باقی تمام نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں بیعت کے خط لکھ دے۔

شیخ صاحب اس وقت بیعت سے اس واسطے رُک گئے کہ آپ کے ابتداء ہی سے جناب مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقار کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء میں جب آپ نے ملتان سے گوجرانوالہ میں اپنا کارخانہ منتقل کر لیا۔ تو لاہور نزدیک ہونے کی وجہ سے ان لوگوں سے اور زیادہ تعلقات بڑھ گئے۔ گوجرانوالہ میں بھی غیر مبائعین کے آٹھ دس افراد تھے اور شیخ صاحب بھی آ گئے۔ اس لئے یہاں ان کی ایک مضبوط جماعت قائم ہو گئی۔

اس موقعہ پر آپ کا ایک تبلیغی لطیفہ یاد آگیا جو نہایت دلچسپ ہے۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کے خاندانی پیر نذرانہ وصول کرنے کے لئے ہر سال گوجرانوالہ آیا کرتے تھے۔ اس مرتبہ جب آئے تو چونکہ آپ بھی گوجرانوالہ میں موجود تھے۔ آپ کے پاس بھی آئے۔ آپ نے فرمایا کہ پیر صاحب! آپ لوگوں کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہماری نسلیں مل کر بھی اس احسان کو اُتارنا چاہیں تو نہیں اُتار سکتیں۔ اب خدا تعالیٰ نے ایک اور انتظام کر دیا ہے اور وہ یہ کہ قادیان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک بروز حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اور ہم نے انہیں قبول کر لیا ہے۔ اب ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ بھی

انہیں تسلیم کر کے نئے سرے سے مسلمان بن جائیں۔ یہ بات سُنکر پیر صاحب بہت گھبرائے۔ جواب تو کیا دینا تھا، آئندہ کے لئے گوجرانوالہ میں آنا ہی بند کر دیا۔

۱۹۱۵ء سے لیکر ۱۹۲۲ء تک محترم شیخ صاحب غیر مبائعین کے ساتھ رہے۔ ۱۹۲۲ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کوٹھی پر قیام فرما تھے۔ محترم شیخ صاحب حضور کی ملاقات کے لئے لاہور آئے اور حضور کے سامنے کھُل کر اپنے شکوک و شبہات پیش کئے۔ حضور کے جوابات سُنکر آپ کی بہت حد تک تسلّی ہو گئی۔ ادھر غیر مبائعین کی اندرونی اور بیرونی حالتوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ اس لئے جلسہ سالانہ ۱۹۲۲ء پر آپ قادیان تشریف لے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی حقائق و معارف سے پُر تقاریر سُنکر ایسا اثر ہوا کہ جلسہ کے ایام میں ہی بیعت کر لی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اس کے بعد آپ نے اپنی وفات تک فدائیت کا وہ نمونہ دکھایا کہ مرکز کی ہر تحریک پر انشراح صدر سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ موصی تو تھے ہی، حصہ آمد کے علاوہ تحریک جدید، وقف جدید کے چندوں میں وفات تک حصہ لیا۔ انصار اللہ کا چندہ بھی باقاعدگی کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ بلکہ انصار اللہ کے ہال کی تعمیر کے لئے سَو روپیہ چندہ دینے والوں میں بھی آپ کا نام کندہ ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور آپ کے بھائی محترم جناب چودھری محمد عبداللہ خاں صاحب مرحوم اور محترم جناب چودھری محمد اسد اللہ خاں صاحب حضرت شیخ صاحب کا خاص لحاظ کرتے اور بہت محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کا حلقہ احباب بھی بہت وسیع تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے دیرینہ دوست جناب شیخ دین محمد صاحب سابق گورنر سندھ کو جو سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں میں سے تھے، چائے کی میز پر کہا کہ شیخ صاحب! میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کیا آپ مانیں گے؟ شیخ صاحب موصوف نے کہا۔ شیخ صاحب، آپ جانتے ہیں کہ میں باوجود آپ کی جماعت کا مخالف ہونے کے آپ کا ادب و احترام کرتا ہوں اور کبھی میں نے آپ کی بات کو ردّ نہیں کیا۔ آپ فرمایئے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ شیخ صاحب نے فرمایا۔ آپ ایک مرتبہ حضرت اقدس امام جماعت احمدیہ کی ملاقات کیلئے ربوہ تشریف لے چلیں۔ پہلے تو شیخصاحب یہ بات سُنکر گھبرائے۔ مگر پھر کہا کہ بھائی صاحب! آپ جانتے ہیں مجھے لوگ ملک کے بڑے آدمیوں میں شمار کرتے ہیں۔ میں بغیر دعوت کے کیسے جاؤں؟ یہ سُنکر محترم

شیخ صاحب دین نے فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں چِٹھی لکھ دی جس میں جناب شیخ دین محمد صاحب کا یہ فقرہ بھی لکھ دیا۔ حضرت اقدس نے شیخ صاحبدین صاحب کو لکھا کہ اگر شیخ دین محمد صاحب آ جائیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ یہ خط لے کر شیخ صاحب فوراً شیخ دین محمد صاحب کے پاس پہنچے۔ محترم شیخ دین محمد صاحب یہ خط پڑھ کر ربوہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ربوہ پہنچ کر دو تین گھنٹے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اس ملاقات میں محترم شیخ صاحبدین صاحب کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور بعض اور بزرگ بھی شامل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب شیخ دین محمد صاحب ملاقات کے کمرہ سے باہر آئے تو اس قدر خوش تھے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں اور پھر تو اکثر کہا کرتے تھے کہ مسلمان تو یہ لوگ ہیں ہم تو کچھ بھی نہیں۔ اس ملاقات کے بعد محترم شیخ صاحب موصوف نے وفات تک نہ صرف یہ کہ جماعت کی مخالفت نہیں کی بلکہ مداح رہے۔

۱۹۳۱ء میں حضرت شیخ صاحبدین صاحب کو بعض ضلعی خدمات کی وجہ سے ڈسٹرکٹ درباری کا سرٹیفکیٹ بھی ملا۔ آپ شہر گوجرانوالہ کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے اور آپ کی رائے کو حکام وقت اور دیگر رؤسا بہت وقعت دیتے تھے۔ میونسپل کمیٹی کی پریذیڈنٹی کے لئے بہترین شخصیت کے انتخاب کے لئے بھی آپ کا فیصلہ ہی صحیح سمجھا جاتا تھا۔ جس شخص کو بھی کوئی دقت پیش آتی وہ آپ کو مدد کے لئے تیار پاتا۔

۱۹۵۳ء میں جب احمدیوں کے خلاف شورش بہت بڑھ گئی اور احمدیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے منصوبے قریباً مکمل ہو گئے تو آپ نے اس شورش کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ پھر جب ۶؍مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء لگا اور شورش پسند مولوی صاحبان گرفتار ہو گئے تو آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے یہ اشعار خوب زور و شور سے پڑھا کرتے تھے۔

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ۔۔۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ نگوسار ہو گئے ۔۔۔ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

بازاروں میں، گلیوں میں، بڑی بڑی دکانوں پہ، کچہری میں، بار روم میں، دفاتر میں، غرضکہ ہر عمدہ موقعہ پہ آپ نے یہ اشعار اس کثرت کے ساتھ پڑھے کہ آپ کو دیکھ کر ہی لوگ یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ آپ لوگوں کی زبان سے یہ اشعار سنکر خوب زور سے کہتے کہ ہاں! خدا کی بات پوری ہو گئی۔

آپ جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے تیس سال تک سکرٹری امور خارجہ رہے۔ یکم مئی ۱۹۶۴ء کو بروز

جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب قریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے بڑے صاحبزادے محترم جناب شیخ خواجہ محمد شریف صاحب[1] جنہوں نے یہ حالات لکھوائے ہیں۔ فرمایا کہ آپ نے وفات کے روز تین بجے بعد دوپہر مجھ سے فرمایا کہ پانی کا لوٹا لاؤ تا میں وضو کر کے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھ لوں۔ چنانچہ وضو کے بعد آپ نے پلنگ پر بیٹھ کر ہی دونوں نمازیں پڑھیں۔ چار بجے شام میں نے چائے کے لئے پوچھا تو مجھے غور سے دیکھا۔ پھر کمرے میں ادھر ادھر دیکھ کر چھت کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں تو بہت خوش ہوں۔ میں نے جب یہ حالت دیکھی تو سمجھا کہ یہ ان کا آخری وقت ہے۔ چنانچہ پانچ بجے میں نے آپ کی چارپائی صحن میں نکالی۔ آٹھ بجے شام تک دودھ اور شہد دیا جاتا رہا۔ آخر وقت تک آنکھیں کھلی رہیں۔ دیکھتے رہے مگر زبان سے کوئی بات نہ کی۔ آہستہ آہستہ سانس لمبے اور چھوٹے ہوتے گئے اور آٹھ بجے شب اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ۲ مئی بروز ہفتہ ۱۹۶۴ء کو شام سے پہلے گوجرانوالہ کے قبرستان میں امانتاً دفن کئے گئے۔

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ خاکسار کے بڑے لڑکے شیخ عبدالماجد صاحب کی اہلیہ کے چونکہ آپ دادا تھے۔ اس لئے خاکسار کو بھی اطلاع مل گئی تھی۔ آپ کا جنازہ بھی خاکسار ہی کو پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔

**اولاد۔** آپ نے اپنے پیچھے تین ۳ لڑکے شیخ خواجہ محمد شریف صاحب، شیخ محمد لطیف صاحب، شیخ محمد حنیف صاحب، ۹ پوتے، ۱۱ پوتیاں اور ۴۴ پڑپوتے پڑپوتیاں چھوڑی ہیں۔

---

## محترم خلیفہ رجب دین صاحب (غیر مبائع)

ولادت　　　بیعت ۱۸۹۲ء یا اس سے قبل　　　وفات

جناب خلیفہ رجب دین صاحب احمدیت قبول کرنے سے پہلے کٹر اہلحدیث تھے۔ محترم خواجہ کمال الدین صاحب کے خسر تھے۔ خلافت ثانیہ کے شروع میں غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اخبار "پیغام صلح" کے مینیجر بھی رہے۔ ان کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں ۱۱۳ نمبر پہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم بہت پرانے احمدی تھے۔

---

[1] یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ محترم شیخ خواجہ محمد شریف صاحب کی پیدائش ۱۸۹۳ء کی ہے لہذا آپ بھی پیدائشی صحابی ہیں۔

# حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضؓ

ولادت　　　بیعت　۲ جنوری ۱۸۹۲ء　　　وفات　　یکم جولائی ۱۹۲۶ء

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضؓ ایک نہایت ہی متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ کی رہائش اندرون موچی گیٹ تھی۔ آپ نے بالکل ابتدائی زمانہ میں یعنی ۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ بسلسلہ ملازمت آپ کو "ہندوستان" کے مختلف علاقوں میں رہنا پڑا۔ آپ ان خوش قسمت اصحاب میں سے تھے جن کی بیٹیاں خاندان مسیح موعودؑ میں بیاہی گئیں۔ چنانچہ آپ کی سب سے بڑی بیٹی سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کا نکاح اکتوبر ۱۹۰۲ء میں سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ساتھ ہوا۔ اور اگلے سال ۱۹۰۳ء میں اکتوبر کے دوسرے ہفتہ میں تقریب رخصتانہ عمل میں آئی جبکہ آپ آگرہ میں میڈیکل کالج کے پروفیسر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے اخلاص کی بہت تعریف کی ہے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان آ گئے تھے اور نور ہسپتال میں کئی سال تک انچارج کے طور پر کام کیا۔ خاکسار راقم الحروف کے ساتھ بہت محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی محبت کا کچھ تذکرہ میں نے "حیات نور" میں بھی کیا ہے۔ خاکسار کی آنکھوں میں ناخونہ اُتر آیا تھا اس کا اپریشن بھی آپ ہی نے کیا تھا۔ آپ کی وفات یکم جولائی ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے والد ماجد خلیفہ حمید الدین صاحب "انجمن حمایت اسلام" کے بانیوں میں سے تھے۔ اس خاندان کی عورتوں کو بھی حفظ قرآن کا شوق تھا۔ آپ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں بھی شامل ہوئے تھے۔[1]

"انجام آتھم" میں ۳۱۳ اصحاب کی مندرجہ فہرست میں آپ کا نام ۱۶۱ نمبر پر درج ہے۔

اولاد: خلیفہ تقی الدین۔ خلیفہ علیم الدین۔ سیدہ محمودہ (ام ناصر)۔ رشید حمیدہ رشید۔ رضیہ بیگم۔ سعیدہ بیگم۔ امینہ بیگم۔ خلیفہ صلاح الدین مرحوم۔ خلیفہ عبد الرحمن۔ خلیفہ ناصر الدین۔ خلیفہ جلال الدین۔ خلیفہ منیر الدین۔

# حضرت خان عبد المجید صاحب (خان) کپورتھلوی حال لاہور

ولادت　　　بیعت　ابتدائی زمانہ میں　　وفات　۴ جنوری ۱۹۶۳ء

---

[1] دیکھئے "آئینہ کمالات اسلام" و یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب صدر انجمن احمدیہ کے ممبر اور محاسب بھی تھے۔

حضرت خاں عبد المجید خانصاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور صحابی حضرت منشی محمد خاں صاحب کپورتھلوی کے صاحبزادے تھے۔ کپورتھلہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز رہے۔ تقسیم ملک کے بعد ماڈل ٹاؤن سی بلاک میں رہائش اختیار کی۔ نماز باجماعت کے آپ بیحد پابند تھے۔ خاکسار کو جب کبھی ماڈل ٹاؤن جانے کا موقعہ ملا ۔ آپ کو باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے نماز کے لئے موجود پایا ۔ایک خصوصیت آپ میں یہ بھی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے تتبع میں کوٹ پہنے بغیر گھر سے باہر نہیں نکلا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ سخت گرمی کے دنوں میں آپ کے بعض دوست کوٹ پہننے پر آپ سے مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ مگر جب آپ یہ فرماتے کہ میں تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے تتبع میں کوٹ پہن کر آتا ہوں تو وہ دوست خاموش ہو جایا کرتے حضرت میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور صدر حلقہ ماڈل ٹاؤن کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی حضرت میاں صاحب موصوف بھی ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ غرضکہ بہت عمدہ صفات کے آپ مالک تھے۔ ۱۴ر جنوری ۱۹۶۳ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

"آئینہ کمالات اسلام" میں آپ کا نام ان خوش قسمت اصحاب میں درج ہے جو ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہوئے تھے۔

**اولاد۔** امۃ اللہ بیگم ، حمیدہ بیگم ، عبد الحمید خاں ، صادقہ بیگم ، زبیدہ بیگم۔

---

# حضرت منشی عبد العزیز صاحب باغبانپورہ (سابق فارسٹر)

ولادت | بیعت ۱۸۹۲ء یا اس سے قبل | وفات

حضرت منشی عبد العزیز صاحب سکنہ باغبانپورہ لاہور (سابق فارسٹر) کا نام اس فہرست میں شامل ہے جو ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے تھے[۱]

حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ ماسٹر عبد العزیز صاحب باغبان پورہ کے رہنے والے تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے پرائمری سکول اندرون شہر کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ مخلص احمدی تھے۔ میں ان ایام میں پرائمری سکول کا

---

[۱] دیکھئے "آئینہ کمالات اسلام" آخری حصہ۔

طالب علم تھا۔ ان کے ایک لڑکے کا نام عبدالرحمٰن تھا جو اے۔ جی آفس سے ریٹائر ہونے کے بعد انجمن حمایت اسلام کے فنانشل سکرٹری بھی رہے۔

# جناب ماسٹر احمد صاحب (غیر احمدی)

ولادت

وفات

جناب ماسٹر احمد صاحب لاہور کا نام بھی اس فہرست میں شامل ہے جو حضور نے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی تیار کی تھی۔[1]

حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ ماسٹر احمد صاحب محکمہ ریلوے میں کلرک تھے۔ ان کی شادی میاں کریم بخش صاحب ٹھیکیدار کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ پانی والا تالاب سے آگے جو مسجد ہے اور میاں کریم بخش والی مسجد کہلاتی ہے، یہ انہی میاں کریم بخش کی طرف منسوب ہے۔ ماسٹر صاحب اہلحدیث گروہ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ عالم آدمی تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے بھی رُکن تھے۔ میاں شمس الدین صاحب کے ساتھ بھی خاص تعلقات رکھتے تھے۔ ماسٹر صاحب اور اُن کے خُسر میاں کریم بخش صاحب دونوں احمدی نہیں تھے البتہ شروع شروع میں اعتقاد رکھتے تھے۔[2]

---

# وہ احباب جو جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہوئے مگر ان کے تفصیلی حالات کا علم نہیں ہوسکا

---

۱۔ حضرت منشی مظفر الدین صاحب کلرک ایگزامینر آفس لاہور

۲۔ حضرت منشی محمد بخش صاحب

---

[1] دیکھئے "آئینہ کمالات اسلام" آخری حصہ۔

[2] ان کا ذکر یہاں اس لئے کیا گیا ہے کہ جلسہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے کی وجہ سے انہیں بعد میں آنیوالے احمدی نہ سمجھ لیں۔

۳۔حضرت حاجی شہاب الدین صاحب لاہور

۴۔حضرت منشی محمد حسین صاحب کلرک اگزیمنر آفس لاہور۔ ان کی رہائش اندرون موچی گیٹ تھی۔

۵۔حضرت منشی کرم الٰہی بخش مدرس مدرسہ نصرت الاسلام لاہور۔ ان کی رہائش تکیہ سادھواں میں تھی۔ ۳۱۳ اصحاب میں بھی ان کا نام ہے۔

۶۔حضرت میاں عبداللطیف صاحب باغبانپورہ لاہور۔

---

# حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت　　　بیعت ۹۳-۱۸۹۲ء　　　وفات ۸ را پریل ۱۹۰۶ء

حضرت میاں مغل صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھے احمدی حکیم نے جن کا نام حکیم فضل الٰہی تھا اور وہ لاہور میں بمقام ستھاں رہا کرتے تھے، حضور سے سوال کیا کہ حضور! بعض اوقات کنچنیاں جو بیمار ہوتی ہیں علاج کروانے آجاتی ہیں۔ اور کچھ نذرانہ بھی پیش کرتی ہیں۔ کیا اسے قبول کر لینا چاہیئے یا نہیں۔ فرمایا۔ کہ آپ انہیں کچھ نصیحت کر دیا کریں اور اُن سے لیا کچھ نہ کریں۔ اس کے بعد حضور سے کسی نے عرض کیا کہ حضور اگر آپ کو کوئی چیز تحفۃً پہنچے جو مالِ حرام سے ہو یا مشتبہ ہو تو آپ تو یہ تحقیق کرتے ہی نہیں کہ کیسی ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ میرے تک حرام پہنچاتا ہی نہیں۔ وہ راستے میں ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر میں تحقیق میں لگ جاؤں تو میرا عزیز وقت کافی ضائع ہو جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ خود ہی مجھ تک ایسی چیز نہیں پہنچنے دیتا جو حرام ہو۔

یہ حکیم صاحب جن کا اوپر ذکر ہوا ہے بڑے مخلص اور جانثار صحابی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مخالفین احمدیت کے سامنے ہر وقت سینہ سپر رہتے تھے۔ سلسلہ کی تاریخ میں اس بات کا تفصیل سے ذکر آچکا ہے کہ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی کے ساتھ بالمقابل تفسیر نویسی کے بارہ میں خط و کتابت ہو رہی تھی تو احباب لاہور کی ایک انجمن جس کا نام تھا "انجمن فرقانیہ" اور اس کے صدر حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب، سکرٹری حضرت منشی تاج الدین صاحب

اور جائنٹ سکرٹری حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر تھے، نے خوب کام کیا۔ پیر صاحب چونکہ حیلے بہانے سے اس مقابلہ کو ٹال رہے تھے اور لاہور کی پبلک کو مغالطہ میں ڈال کر حضرت اقدس کے خلاف مشتعل کر رہے تھے۔ اس لئے اس انجمن نے ان ایام میں متعدد اشتہارات شائع کر کے لوگوں پر حقیقت حال کو واضح کیا تھا۔

مالی قربانی میں بھی حضرت حکیم صاحب پیش پیش رہا کرتے تھے۔ چنانچہ ٹریکٹوں کے خرچ میں کافی حصہ ان کا ہی ہوتا تھا۔ قومی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعۃ المبارک جب "منارۃ المسیح" کی بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو حضرت حکیم صاحب موصوف، مرزا خدا بخش صاحب، شیخ مولا بخش صاحب اور قاضی ضیاء الدین صاحب نے حضور ؑ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور آج "مینارۃ المسیح" کی بنیاد رکھی جائے گی۔ اگر حضور خود اپنے ہاتھ سے رکھیں۔ تو بہت مبارک ہوگا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ آپ ایک اینٹ لے آئیں۔ میں اس پر دُعا کر دوں گا۔ پھر جہاں میں کہوں وہاں جا کر رکھ دیں۔ چنانچہ حکیم فضل الٰہی صاحب اینٹ لے آئے اور حضور نے اُسے ران مبارک پر رکھ کر لمبی دعا فرمائی۔ دعا کے بعد آپ نے اس اینٹ پر دَم کیا اور حکیم صاحب موصوف سے ارشاد فرمایا کہ آپ اس کو (مجوزہ) منارۃ المسیح کے مغربی حصہ میں رکھ دیں۔ حضرت حکیم صاحب اور دوسرے احباب یہ مبارک اینٹ لے کر مسجد اقصیٰ میں پہنچے اور میاں فضل الدین صاحب معمار نے بنیاد کے مغربی حصہ میں اُسے پیوست کر دیا۔[1]

۳۱۳۔ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں آپ کا نام ۲۱۰ نمبر پر ہے۔

نوٹ:۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں لاہور کے ایک صاحب "فضل الٰہی" کا کتبہ درج ہے۔ سو اگر حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب مراد ہوں تو ان کی وفات ۸ اپریل ۱۹۰۷ء کو ہوئی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

## حضرت میاں فیروز الدین صاحب رضؓ

ولادت | بیعت ۱۸۹۲ء کے بعد | وفات

حضرت میاں فیروز الدین صاحب حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے خسر اور میاں محمد سلطان

---

[1] "تاریخ احمدیت" حصہ سوم صفحہ ۱۲۸

صاحب کے متبنّٰی تھے۔ آپ کی بیعت ۱۸۹۲ء کے بعد کی ہے۔ آپ کا نام "الانذار" میں درج ہے۔ بہت مخلص صحابی تھے۔ ان کا ذکر بعض صحابہ کی روایات میں بھی آتا ہے۔ حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ میاں فیروزالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک تعاونی کمیٹی بنائی تھی۔ اس سلسلہ میں ان کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ بنا۔ ابتدائی عدالت میں سزا ہوئی۔ مگر حضرت اقدس کی دُعا سے اپیل کرنے پر بری قرار دیئے گئے۔ ریٹائر ہونے کے بعد متفرق کام کرتے رہے۔ انگریزی اور فارسی زبانیں خوب جانتے تھے۔ ان کے ایک لڑکے کا نام محمود دین تھا۔ احمدی نہیں تھا۔ میاں صاحب نے ۱۹۱۳ء کے کچھ عرصہ بعد وفات پائی۔

---

## حضرت ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب نومسلمؓ (سابق دیوانچند)

ولادت　　　　بیعت　　　　وفات ۴ ستمبر ۱۹۵۳ء

محترم جناب ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب بہت پُرانے احمدیوں میں سے تھے۔ بڑے ہی مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ ابتداء میں آپ "انجمن حمایت اسلام لاہور" میں بطور کمپونڈر ملازم تھے۔ مگر پھر ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔ اور ایک لمبا زمانہ نور ہسپتال میں کام کیا۔ مدرسہ احمدیہ اور غالباً مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہوسٹلوں میں بھی سالہا سال تک طبی معائنہ کے لئے جاتے رہے۔ خلافت ثانیہ میں ان کے ایک بچے نے شرارت کی۔ مگر سزا برداشت کرنے سے انکار کیا۔ جس پر محترم ڈاکٹر صاحب کو کہا گیا کہ اس کا خرچ بند کر دیں۔ مگر وہ کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ جس کی بنا پر انہیں اخراج از جماعت کی سزا ملی۔ محترم ڈاکٹر صاحب قادیان سے لائل پور تشریف لے گئے۔ اور اپنا تعلق "انجمن اشاعت اسلام" کے ساتھ قائم کر لیا۔ مگر حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا نام ہمیشہ ادب و احترام کے ساتھ لیا کرتے تھے۔ ایک عرصہ بعد دو مرتبہ قادیان جا کر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ سے ملاقات بھی کی۔ سُنا گیا ہے کہ حضور بہت ہی محبت سے پیش آئے۔ بلکہ جب خاکسار لائل پور میں بحیثیت مبلغ متعین تھا تو مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ وہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خلیفہ برحق سمجھتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ ڈاکٹر صاحب! اگر آپ حضرت امیرالمومنین

ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خلیفہ برحق مانتے ہیں تو نماز جمعہ لاہوری فریق کی مسجد میں جاکر کیوں پڑھتے ہیں؟ اس پر فرمایا کہ جماعت کے اکثر احباب کو چونکہ اس بات کا علم ہے کہ مجھے نظام سلسلہ کی طرف سے سزا ملی ہوئی ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوتے ہی بیسیوں احمدیوں کی انگلیاں میری طرف اُٹھیں گی۔ اس پر گو میں نے انہیں تسلی دلائی تھی کہ جماعت کے احباب انگشت نمائی نہیں کریں گے بلکہ خوش ہوں گے۔ مگر وہ جرأت نہ کر سکے۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب جب بھی ملتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خیریت دریافت کرتے تھے۔

محترم ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحبزادے کا نام عبدالرحیم تھا۔ وہ بھی ڈاکٹر تھے۔ چند سال انہوں نے فوج میں ملازمت کی اور پھر طارق آباد۔ لائل پور میں ڈسپنسری کھول لی۔ ان کا بھی گو بظاہر جماعت کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ مگر دل سے وہ بھی جماعت کے ساتھ تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ ہمیشہ اُن کی خط و کتابت رہتی تھی۔ ربوہ میں بھی آمدورفت رکھتے تھے بلکہ اُن کے ایک بچے نے جب میٹرک کا امتحان پاس کیا تو اُسے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل کیا۔

میں نے جب "حیاتِ طیبہ" لکھی تو مجھے خط لکھا کہ دو کتابیں مجھے وی۔ پی کر دیں۔ میں نے انہیں جواب میں لکھا۔ کہ میں عنقریب لائلپور آرہا ہوں۔ کتابیں انشاء اللہ ساتھ لیتا آؤں گا۔ چنانچہ جب میں ان کی ڈسپنسری پر پہنچا تو بڑی ہی محبت سے پیش آئے اور دونو کتابیں فوراً خرید لیں۔ اس موقعہ پر جب میں نے انہیں مرکز کے ساتھ وابستگی کے لئے کہا تو فرمانے لگے کہ شیخ صاحب! میں تو الگ ہوا ہی نہیں۔ صرف کمزور ہوں۔ میں نے تو اپنے بچے کو بھی تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل کیا تھا مگر اس کی والدہ روز ربوہ کو چل پڑتی تھی۔ اسے بچے کے بغیر قرار ہی نہیں تھا اس لئے مجبوراً چند ماہ کے بعد مجھے اسے واپس بلانا پڑا۔ افسوس کہ دو تین سال ہوئے کیپٹن ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب بیمار ہوئے میو ہسپتال لاہور میں علاج ہوتا رہا مگر جانبر نہ ہو سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر عبداللطیف صاحب شیخوپورہ میں پریکٹس کرتے ہیں۔ پہلے میونسپل کمیٹی شیخوپورہ میں ملازم تھے مگر اب کئی سال سے مین بازار میں اپنی ڈسپنسری بنالی ہے۔ یہ مخلص احمدی ہیں اور جماعت کے ساتھ پوری طرح وابستہ ہیں۔

۳۱۳۔ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں ڈاکٹر عبداللہ صاحبؓ کا نام ۲۱۱ نمبر پر ہے۔

اولاد:۔ عبدالرحیم۔ عبداللطیف۔ عبدالسلام۔

# جناب منشی عبدالرحمٰن صاحب (غیر مبائع)

ولادت　　　　بیعت　　　　وفات

جناب منشی عبدالرحمٰن صاحب موچی دروازہ کے اندر رہتے تھے۔ ریلوے میں کلرک تھے۔ تلاش روزگار میں افریقہ چلے گئے تھے۔ شروع خلافت ثانیہ میں وفات پائی۔ آپ کا نام بھی ۳۱۳ اصحاب مندرجہ "انجام آتھم" کی فہرست میں ۲۱۶ نمبر پر ہے۔

غالباً یہی بزرگ تھے جنہیں حضرت اقدس نے خود تشریف لے جانے سے قبل ڈیرہ بابا نانک میں "چولہ صاحب" کی تحقیقات کے لئے اور دوستوں کے ہمراہ بھیجا تھا۔ اختلاف کے بعد غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے۔

---

# حضرت منشی مولابخش صاحب رضؓ

ولادت　　　　تحریری بیعت ۱۸۹۱ء دستی ۱۸۹۲ء　　　　وفات ۲۴ فروری ۱۹۲۸ء

حضرت منشی مولابخش صاحب حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کے چچا تھے۔ لودھیانہ کے قریب کسی گاؤں کے باشندہ تھے۔ ایک مدت تک لاہور میں اگزامینر آفس میں کلرک رہے۔ آپ کا نام ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں ۲۱۶ نمبر پر ہے۔ آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہیں۔

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی فرماتے ہیں کہ لاہور کے ایک اور بزرگ صحابی کا نام بھی مولابخش تھا۔ وہ بہاول پور ہاؤس میں منصرم تھے۔

اولاد:- شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب۔ شیخ مسعود احمد صاحب انجنیئر۔ شیخ محمد اسحاق صاحب۔

# حضرت میاں نورالدین صاحبؓ

ولادت　　　بیعت　　　وفات

اس نام کے دو صحابی لاہور میں تھے۔ ایک کلرک تھے، دوسرے پوسٹ مین۔ اول الذکر جھنگ کے باشندہ تھے اور دوسرے گورداسپور کے۔ ایک کا نام آئینہ کمالات اسلام کی اس فہرست میں درج ہے جو جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہوئے۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں ایک صاحب "نورالدین" کے مدفون ہونے کا ذکر ہے۔ اور تاریخ وفات ۱۸ستمبر ۱۹۳۰ء درج ہے۔ پتہ نہیں کونسے بزرگ مراد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

# حضرت میاں عبدالسبحان صاحبؓ

ولادت　　　بیعت　　　وفات

میاں عبدالسبحان صاحب حمال یعنی پانڈی تھے۔ ہجرت کر کے قادیان چلے گئے تھے۔ عام طور پر مکانوں میں سفیدی کرنے کا کام کرتے تھے۔ بھاٹی دروازہ کے کشمیری تھے اور بڑے مخلص تھے۔ ۳۱۳۔ اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام ۲۷۸ نمبر پر ہے۔ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

---

# حضرت عبداللہ صاحب قرآنی رضی اللہ عنہ

ولادت　　　بیعت　　　وفات

حضرت عبداللہ صاحب قرآنی کا نام ۳۱۳۔ اصحاب کی فہرست مندرجہ انجام آتھم میں ۲۸۹ نمبر پر

ہے۔ ایک صاحب "عبداللہ لاہور" کا نام بہشتی مقبرہ قادیان میں درج ہے اور تاریخ وفات ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء لکھی ہے۔ ممکن ہے یہی مراد ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

# حاجی منشی شمس الدین صاحب

(جماعت سے الگ ہو گئے تھے)

ولادت                    بیعت                    وفات

حاجی منشی شمس الدین صاحب اگو امینٹ آفس میں کلرک تھے۔ ابتدائی زمانہ میں حضرت اقدس سے تعلق تھا مگر پھر انجمن حمایت اسلام کے کارکن بن گئے اور لائف سکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔ جماعت سے تعلق توڑ دیا۔ اندازاً ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے۔ ان کا نام بھی جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی فہرست میں درج ہے۔ محترم جمعدار فضل دین صاحب کا بیان ہے کہ منشی شمس الدین صاحب کی میاں الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کے ساتھ دوستی تھی۔ جب وہ حضرت اقدس کی پیشگوئی کے ماتحت طاعون کا شکار ہو گیا تو میں لاہور میں ان دنوں نقشہ نویسی کا کام سیکھ رہا تھا۔ ایک روز حاجی منشی شمس الدین صاحب کو جو ملنے کے لئے گیا تو حاجی صاحب ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے اس امر کا اقرار کیا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

---

# جناب حافظ فضل احمد صاحب (غیر مبائع)

ولادت                    بیعت ابتدائی زمانہ میں                    وفات

جناب حافظ فضل احمد صاحب کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں ۸۹ نمبر پر درج فرمایا ہے۔ محترم حافظ صاحب گجرات کے باشندہ تھے اور اگو امینٹ آفس لاہور میں کلرک تھے۔ جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی فہرست مندرجہ "آئینہ کمالات اسلام" میں

آپ کا نام درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں چار آنہ ماہوار چندہ دینے کا بھی وعدہ کیا تھا[۱]۔ ان کا تعلق جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی کے ساتھ تھا اس لئے آخری عمر میں غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے۔

---

## حضرت میاں کرم الٰہی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت — بیعت ابتدائی زمانہ میں — وفات ۱۶ دسمبر ۱۹۳۲ء

حضرت میاں کرم الٰہی صاحب کمپوزیٹر محترم صوفی فضل الٰہی صاحب مرحوم کے والد تھے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی کے مرید تھے۔ نماز باجماعت کے بڑے پابند تھے۔ خاموش طبع مگر ہنس مکھ تھے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۲ء کو فوت ہوئے۔ کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔

"انجام آتھم" میں مندرجہ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام ۲۹۰ نمبر پر ہے۔

اولاد:- صوفی فضل الٰہی۔ فضل احمد۔ بشیر احمد مرحوم۔ حمیدہ بیگم۔

---

## حضرت صوفی محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۱۸۵۹ء — بیعت ابتدائی ایام میں — وفات ۵ ستمبر ۱۹۱۴ء

حضرت صوفی محمد علی صاحب ریلوے ایگزیمینر آفس میں کلرک تھے۔ بہت عبادت گذار، نیک اور مخلص احمدی تھے۔ جلال پور جٹاں ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ بہت ابتدائی زمانہ میں بیعت کی۔ ان کے فرزند ارجمند محترم جناب صوفی محمد رفیع صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی سکھر میں امیر جماعت احمدیہ ہیں۔ ان کا نام جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی فہرست مندرجہ "آئینہ کمالات اسلام"[۱] میں درج ہے۔ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں ۲۱۲ نمبر پر مندرجہ نام "منشی محمد علی صاحب" سے غالباً آپ ہی مراد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ صاحب کشف و الہام بزرگ تھے منارۃ المسیح پر آپ کا نام کندہ ہے۔

---

[۱] "آئینہ کمالات اسلام"

# حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشیؓ "موجد مفرح عنبری"

ولادت ۳؍مئی ۱۸۶۹ء بیعت ۱۸۹۲ء کے بعد

وفات ۱۱ ذی الحجہ بمطابق ۱۲؍اپریل ۱۹۳۲ء بروز پیر عید کے دوسرے روز

حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی ۳؍مئی ۱۸۶۹ء کو پیر کے دن لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ لاہور کے ایک پُرانے متمول خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دادا جناب محمد بخش صاحب اور والد مولوی الٰہی بخش صاحب لاہور میں پشم و ریشم کے سر کردہ تاجروں میں سے تھے۔ آپ کے دادا محمد بخش صاحب کا رنگ چونکہ بہت گورا تھا اور گورے کو پنجابی میں چِٹّا کہتے ہیں اس لئے وہ "چِٹّو" نام سے مشہور تھے۔

حضرت قریشی صاحبؓ نے ابتدائی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی چنانچہ آپ کا نام ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں ۲۷۱ نمبر پر درج ہے۔

آپ نے طب کی تعلیم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ سے لاہور اور سرینگر میں حاصل کی۔ اس طرح آپ کو بہت قریب سے حضرت مولوی صاحبؓ کو دیکھنے کا موقعہ ملا چنانچہ جب آپ نے سُنا کہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جیسے متقی اور عالم فاضل انسان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے تو آپ بھی بہت جلد حضور کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔ باپ اور دادا چونکہ سخت گیر واقع ہوئے تھے اس لئے آپ کو احمدیت قبول کرنے کے بعد تکالیف بھی بہت برداشت کرنا پڑیں۔ مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔ آپ کی شادی لاہور کے ایک تاجر گھرانے میں ہو چکی تھی۔ بیوی سے جب آپ نے اپنی احمدیت کا ذکر کیا تو اس نے بھی سر تسلیم خم کیا اور احمدیت قبول کر لی۔ آپ کی سوتیلی والدہ اور والد صاحب نے آپ کو گھر سے نکال دیا۔ مگر پروردگار عالم نے اس بے یار و مددگار نوجوان کے اخلاص کو نوازا اور آپ کو بہت جلد قریشی بلڈنگ جیسا شاندار مکان بنانے کی توفیق عطا فرمائی اور آپ کے مخالف آپ کے اقبال کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

لاہور سے باہر کے بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ جوانی کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا اور عمر بھر نماز تراویح میں سُناتے رہے۔ آپ ایک لمبا عرصہ جماعت لاہور کے جنرل سکرٹری رہے اور ۱۹۲۴ء میں جب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کچھ عرصہ کے لئے یورپ تشریف لے گئے تو

امارت کے فرائض بھی آپ ہی سر انجام دیتے رہے اور اسی عرصہ میں آپ نے لاہور کی مسجد احمدیہ تعمیر کروائی جو بیرون دہلی دروازہ میں واقع ہے۔

جناب شیخ غلام قادر صاحب کا بیان ہے کہ جس احاطہ میں مسجد بنی یہ احاطہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کی ملکیت تھا۔[1] اور شیخ عبدالرحیم، شیخ عبدالقادر اور شیخ غلام قادر صاحبان آف گوجرانوالہ نے کرایہ پر لیکر چمڑے کا گودام بنایا ہوا تھا۔ جماعت نے یہ احاطہ دس ہزار روپے میں خرید لیا جس میں سے پانچ ہزار روپے کی ایک خطیر رقم محترم شیخ شمس الدین صاحب تاجر چرم نے بطور چندہ ادا کی تھی۔ مسجد کی تعمیر میں یوں تو ساری جماعت نے حصہ لیا لیکن حضرت قریشی صاحب گویا اس کام کے اصل انچارج اور روح رواں تھے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سکرٹری اور حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب نگران تھے۔ نقشہ حضرت میاں محمد صاحب نے بنایا تھا اور وہ آکر اس بات کی کڑی نگرانی کرتے تھے کہ عمارت نقشہ کے مطابق بن رہی ہے یا نہیں۔

حضرت قریشی صاحبؓ اور آپ کے ساتھی مسجد میں آکر مزدوروں کی طرح کام کرتے تھے چنانچہ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ حضرت قریشی صاحب اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے گرد کپڑا لپیٹ کر اور ہاتھ میں ہتھوڑا لے کر روڑی کوٹا کرتے تھے۔ اور اینٹیں گڈے پر آتیں تو اپنے ہاتھ سے اُتار کر اندر رکھتے تھے۔ اور آپ جیسے امیر طبع آدمی کو دیکھ کر سارے موجود احمدی ان کاموں میں برابر آپ کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ مسجد کی تعمیر کے لئے جب آپ چندہ کی تحریک کرتے تو ایسے درد کے ساتھ کرتے تھے کہ لوگ اپنی جیبیں خالی کر کے ہی گھر جاتے تھے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مسجد کی تعمیر ان ایام میں ہوئی جبکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ویمبلے کانفرنس میں شمولیت کے لئے اور مسجد لندن کا سنگِ بُنیاد رکھنے کے لئے لندن تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں جب حضور کو روپیہ کی ضرورت پیش آئی تو بعض احباب نے اس بات پر زور دیا کہ جو روپیہ مسجد کے لئے جمع ہو چکا ہے وہ حضور کی خدمت میں بھیج دیا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ روپیہ مسجد پر ہی خرچ ہوگا۔ حضرت صاحب کے لئے اللہ تعالیٰ اَور جگہ سے انتظام کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان ایام میں آپ ہر دم اس فکر میں رہتے تھے کہ مسجد جلد مکمل ہو اور جماعت پراگندہ اور

---

[1] محترم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ احاطہ تھا تو حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کا ہی۔ مگر ان سے سید نادر شاہ صاحب جہلمی نے اندازاً ساڑھے گیارہ ہزار میں خرید لیا تھا۔ پھر ان سے جماعت نے اسی قیمت پر خرید لیا۔

منتشر ہونے سے بچ جائے۔

آپ نہایت ہی خوددار، راستباز، صبر و قناعت اور استغنار کے پتلے تھے۔ اپنی زبان سے ہمیشہ وہی بات نکالا کرتے تھے جس کے متعلق آپ کو یقین ہوتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا کلام نہایت ہی پُراثر ہوتا تھا۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر نے آپ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا اُس میں آپ کی اس صفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

تیری تقریروں میں تحریروں میں تھا صدق وصفا
تیرے خطبوں میں ہوا کرتا تھا اک سوز وگداز

یاد ہے گوہر کو وفد صلح کا سب ماجرا
گفتگو میں تجھ سے گھبراتے تھے باغی وعدو

حضرت قریشی صاحب سلسلہ کے ان چند خوش نصیب اصحاب میں سے تھے جن کو اہم مواقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتے تھے۔ لاہور سے متعلق جو بھی کام ہوتا حضور بے تکلفی سے حضرت قریشی صاحب کو لکھ دیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ کو حضرت اقدس کی خوشنودی حاصل کرنے اور دعاؤں سے فیضیاب ہونے کا خاص موقعہ ملتا رہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضور کے خلفار کا بھی یہی طریق رہا۔ چنانچہ ان خطوط سے جو حضرت اقدس نے یا حضور کے خلفار نے حضرت قریشی صاحب کو لکھے۔ آپ کی سیرت کے بعض اہم پہلو اُجاگر ہوتے ہیں۔ نیز یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کے دلوں میں سلسلہ کے اس خادم کے لئے کس قدر محبت وشفقت بھری ہوئی تھی۔ ذیل میں آپ کے نام کے بعض خطوط . . . کی صرف نقول دی جا رہی ہیں جن سے احباب اندازہ لگا سکیں گے کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت قریشی صاحبؓ کو کس قدر خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یہ خطوط ہمیں حضرت قریشی صاحب کے صاحبزادے قریشی محمد اسماعیل صاحب نے عطا فرمائے ہیں۔ فجزاہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔

۱۔ ذیل کا خط حضرت اقدس نے قریشی صاحب کے لڑکے بشیر احمد کی وفات پر آپ کو لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی مشفقی اخویم حکیم محمد حسین صاحب قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کے لخت جگر محمد بشیر کا واقعہ وفات درحقیقت سخت صدمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس مرحوم بچے کی ماں کو صبر

عطا فرماوے اور نعم البدل عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

اے عزیز! دنیا ہر ایک مومن کے لئے دار الامتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ آزماتا ہے کہ اس کی قضاء و قدر پر صبر کرتے ہیں یا نہیں۔ بچہ والدین کے لئے فرط ہوتا ہے یعنی ان کی نجات کے لئے پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ ہمیشہ درود شریف (جو درود یاد ہو) اور نیز استغفار (جو استغفار یاد ہو) آپ دونوں پڑھا کریں۔ میں نے بہت دعا کی ہے کہ خدا تعالےٰ سلامتی ایمان اور اس بچہ کا بدل بخشے اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو منظور فرماوے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۴؍جنوری ۱۸۹۶ء

۲۔ ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زلزلہ کانگڑہ کے بعد چند ماہ کے لئے اپنی جماعت کے ہمراہ قادیان سے باہر اپنے باغ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ آپ کی تتبع میں حضرت قریشی صاحبؓ بھی شہر لاہور سے باہر باغبانپورہ کی طرف چند مخلصین سمیت ایک جگہ کرایہ پر لے کر آباد ہو گئے تھے۔ بعد میں جب آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت اقدس گھر میں واپس تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے حضور کی خدمت میں لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعالیجناب حضرت امامنا و مرشدنا حضرت مسیح موعود سلمہ الودود

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مولوی عبد الکریم صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ حضور نے اب گاؤں میں واپس جانے کا عنقریب ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ بنا بریں عرض ہے کہ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے احسان سے اور حسن اتفاق سے عمدہ مکان باہر جنگل میں ملا ہوا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت بھائیوں کی ہمراہ ہے مل کر نماز ہو جاتی ہے۔ دعاؤں کا اکثر موقع ملتا ہے۔ اگر اس کو ہم چھوڑ دیں تو دوبارہ ایسا مکان ملنا لاہور میں قریباً محال معلوم ہوتا ہے۔ اگر حضور کو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کچھ عرصہ بعد پھر باہر نکلنا ہو گا تو کیا ہم یہیں رہ سکتے ہیں یا شہر میں چلا جانا ضروری ہے۔ اس بارے میں جیسا حضور کا حکم ہو گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ لاہور میں مکانوں کی یہ قلت ہو گئی ہے کہ دو ماہ سے اکثر بھائی تلاش کر رہے اور تلاش بھی ہر روز دو تین گھنٹہ کرتے ہیں لیکن مکان قابل رہائش کوئی نہیں ملتا۔ والسلام

عاجز محمد حسین قریشی لاہور ۲؍جولائی ۱۹۰۵ء

اس خط کی پشت پر حضور نے اپنی قلم سے تحریر فرمایا :-

"چونکہ خدا تعالیٰ (نے) حادثہ آنے کی کوئی تاریخ نہیں بتلائی اس لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں بباعث آمد برسات قادیان میں آگیا ہوں۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ شہر میں آجائیں۔ کہ برسات میں باہر تکلیف نہ ہو۔ اگر خدا تعالیٰ نے کوئی خاص اطلاع دی تو میں اطلاع دوں گا۔

از غلام احمد عفی عنہ"

یہ پورا خط حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے مندرجہ ذیل نوٹ کے ساتھ حضرت قریشی صاحب کو بھجوایا۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پرسوں سے ہم سب گاؤں میں آگئے ہیں۔ آپ کی خوشی کے لئے حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب بھیجتا ہوں۔ ایک نہایت ضروری عرض ہے کہ مسجد مبارک کے جنوبی سمت کا ویران مکان کل حسب مشورہ حضرت اقدس فیصلہ ہوگیا ہے کہ (مسجد کو فراخ کرنے کی غرض سے) خرید اجاوے۔ روپیہ (اس مد کا) موجود نہیں۔ بڑی غور کے بعد فیصلہ ہوا کہ عالی ہمت بھائی یا بھائیوں سے سردست قرضہ لیا جائے اور رفتہ رفتہ ہم ادا کر دیں۔ انشاء اللہ جلد ادا ہو جائے گا۔ میرے دل میں آیا کہ آپ کی طرف لکھا جائے۔ جس طرح ممکن ہو آپ سات سو روپے بواپسی ارسال کرنے کی فکر یا انتظام کریں۔ اس میں توقف نہ ہو۔ بڑا کارِ ثواب ہے۔ والسلام۔ خاکسار عبدالکریم"

بعد کی خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قریشی صاحب نے روپے کا فوراً انتظام کر کے بھجوا دیا تھا چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"میرا قلب گواہی دیتا ہے کہ تمام بھائیوں کی نسبت آپ میں خاص اخلاص اور حُبّ ہے خدا تعالیٰ آپ کے اخلاص اور توجہ کی جزا ہو۔"

۳۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت قریشی صاحب کی لڑکی زینب تقریباً ہم عمر تھیں۔ بچپنے میں جب تیاریٔ لباس کی ضرورت پیش آتی تو حضور قریشی صاحب کی بچی کے ناپ پر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے لئے کپڑے تیار کروا لیتے تھے۔ چنانچہ حضور ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :-

محبی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت بتاکید والدہ محمود لکھتا ہوں کہ آپ مبارکہ میری لڑکی کے لئے ایک قمیص ریشمی یا جالی

کی جو چھ روپے قیمت سے زیادہ نہ ہو۔ گوٹہ لگا ہوا ہو۔ عید سے پہلے تیار کرا کر بھیج دیں۔ رنگ کوئی ہو۔ مگر پارچہ ریشمی یا جالی ہو۔ اندازہ قمیص کا آپ کی لڑکی زینب کے اندازہ پر ہو۔

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۱۴ر فروری ۱۹۰۴ء

مارچ ۱۹۰۴ء میں قریشی صاحب کی یہ لڑکی قضائے الٰہی سے وفات پا گئی۔ حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا گیا۔ لیکن حضور کو قبل از وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے افسوسناک خبر آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ ۲۰ر فروری ۱۹۰۴ء کو حضور کو الہام ہوا "افسوسناک خبر آئی ہے" حضور نے فرمایا۔

"اس الہام پر ذہن کا انتقال بعض لاہور کے دوستوں کی طرف ہوا"[1]

چنانچہ اس بچی کی وفات کی خبر حضور کو بھیجی گئی۔ تو حضور نے قریشی صاحب کو لکھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آج کے خط سے واقعہ معصومہ زینب پر اطلاع ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ آپ کو معہ اس کی والدہ کے صبر بخشے اور بعد میں ہر ایک بلا سے بچا وے۔ آمین۔ دعا تو بہت کی گئی تھی مگر تقدیر مبرم کا کیا علاج ہے۔ میں نے پہلے اس سے دیکھا تھا یعنی الہام ہوا تھا کہ لاہور سے ایک خوفناک خبر آئی۔ اس الہام کو میں نے اخبار میں شائع کر دیا تھا۔ سو وہ بات پوری ہوئی . . .

. . . اور اب صبر کریں۔ خدا تعالیٰ صبر پر اس کا اجر دے گا۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۰ر مارچ ۱۹۰۴ء

**اپنوں اور غیروں میں آپ کا مقام**

حضرت قریشی صاحب نیکی، حق گوئی، امانت، دیانت اور مخلوق خدا کی بے لوث خدمت کی وجہ سے اپنوں اور غیروں میں برابر احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے یہانتک کہ محلہ کے غیر مسلم بھی نجی جھگڑے مشترک تجارت اور رشتہ داری کے فسادات وغیرہ سبھی قسم کی الجھنیں آپ سے دور کروایا کرتے تھے۔

**لین دین کے معاملات میں صفائی**

لین دین کے معاملات میں صفائی کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ آپ کے صاحبزادہ قریشی محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا کہ

[1] "تذکرہ" صفحہ ۵۰۰ بحوالہ البدر جلد ۳ نمبر ۷ ۲۰ر فروری ۱۹۰۴ء

"ایک دفعہ ایک ہندو صراف ایک باہر کے دوست کو اس شرط پر زیور دے دیا کہ اگر زیور اُن کے گھر میں پسند آگیا تو قیمت ورنہ زیور فلاں دن فلاں وقت واپس کر دیں گے۔ لیکن جب وہ زیور مقررہ وقت پر واپس نہ آیا تو آپ نے چپکے سے اس صراف کو قیمت ادا کر دی اور جب بعد میں وہ زیور آیا۔ تو اُسے دوسرے صراف کے پاس گھاٹے میں بیچ دیا۔ بعد ازاں جب زیور دینے والے صراف کو اس بات کا علم ہوا تو اُس نے گھر میں آکر عرض کی کہ آپ نے معاہدہ کا ایک دن کیوں نہ بڑھوا لیا۔ خواہ مخواہ گھاٹا برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر قریشی صاحب نے جواب دیا کہ مسلمان اپنے عہد کا پابند ہوتا ہے لہٰذا اس میں میرے لئے کسی قسم کی تاخیر مناسب نہ تھی"

## جماعت کے غربا، اور یتامیٰ کی دیکھ بھال

حضرت قریشی صاحب جماعت کے غربا، یتامیٰ اور بیوگان کا خیال رکھتے تھے اور ان کی مدد کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ باہر سے جو احمدی تلاش روزگار کے لئے لاہور میں آیا کرتے تھے۔ آپ ان کی ہر ممکن امداد فرمایا کرتے تھے۔ ہر نووارد سے پوچھتے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا کام جانتے ہیں؟ پھر جو شخص جس قابل ہوتا اسی رنگ میں اس کی امداد فرماتے۔ اکثر لوگوں کو کچھ نہ کچھ رقم دے کر فرمایا کرتے تھے کہ پھل یا کوئی اور چیز لے کر بیچو۔ چنانچہ آپ سے روپیہ لے کر پندرہ بیس غریب احمدی باہر ٹوکروں میں فروٹ ڈال کر بیچا کرتے تھے۔ اپنے محلہ کے غیر احمدی غربا، کی بھی آپ اسی طرح امداد فرمایا کرتے تھے۔

میاں محمد عظیم صاحب جو بعد میں کھدر فروش کے نام سے مشہور ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جب پہلی مرتبہ تلاشِ روزگار کے لئے لاہور میں آئے تو اس زمانہ میں مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ زیر تعمیر تھی اور حضرت قریشی صاحب مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ ابھی مسجد کے صحن کا فرش نہیں بنا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی قریشی صاحب نے دریافت فرمایا کہ "آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں؟" انہوں نے کہا کہ وہ گجرات کے رہنے والے ہیں اور آجکل بالکل بیکار ہیں۔ تلاش روزگار کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ یہ سامنے جو اینٹیں پڑی ہیں ان کو اسی شکل میں ذرا پیچھے ہٹا کر رکھ دو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس پر آپ نے اپنی جیب سے دو روپے نکال کر دیئے اور فرمایا کہ جاؤ کوئی چیز خرید کر بیچو حالانکہ ان ایام میں آٹھ آنہ یومیہ مزدوری ملا کرتی تھی۔ وہ روپے لے کر عظیم صاحب نے ایک اور دوست کے ساتھ مل کر مٹھائی بنانا شروع کر دی۔ آپ روزانہ

پوچھا کرتے تھے کہ عظیم صاحب! بتائیے آج کس قدر بکری ہوئی اور کتنا منافعہ ہوا؟ عظیم صاحب بتا دیا کرتے تھے۔ ایک روز بکری بہت کم ہوئی یعنی صرف دس آنے کے پیسے آئے۔ اس پر عظیم صاحب کو بہت افسوس ہوا۔ اور تھک ہار کر مسجد کے باہر بیٹھ گئے۔ حضرت قریشی صاحب تشریف لائے تو آتے ہی دریافت فرمایا کہ بتاؤ عظیم صاحب! کیا حال ہے؟ عظیم صاحب نے کہا۔ جناب آج تو بکری بہت ہی کم ہوئی ہے۔ فرمایا۔ ساری مٹھائی تولو۔ جب اُسے تولا گیا تو کُل مٹھائی ساڑھے چار یا پانچ روپے کی تھی وہ آپ نے ساری خرید لی اور اس طرح ایک ستم رسیدہ دل کی ڈھارس بنے۔

قریشی صاحب کے بعد حضرت میاں محمد صاحب تشریف لائے اور آتے ہی پوچھا سُناؤ میاں مٹھائی والے! کیا حال ہے؟ عظیم صاحب نے کہا۔ جناب! آج بکری بہت کم ہوئی تھی مگر قریشی صاحب نے ساری مٹھائی خرید لی ہے۔ فرمایا۔ کل دو روپے کی مجھے دے دینا۔ چنانچہ دوسرے دن دو روپے کی مٹھائی حضرت میاں محمد صاحب نے خرید لی اور باقی بھی ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ حضرت میاں محمد صاحب کے بعد حضرت قریشی صاحب تشریف لائے اور آتے ہی پوچھا۔ سُناؤ۔ میاں عظیم! آج بکری کا کیا حال رہا۔ عرض کی۔ جناب آج تو ساری مٹھائی ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے۔ فرمایا۔ پھر آؤ! دُعا کریں۔ چنانچہ سب حاضرین نے مل کر دُعا کی۔

**آپ کا لباس اور حُلیہ** اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لباس اور حُلیہ کا بھی ذکر کر دیا جائے۔ آپ سلوار، قمیص، لمبا کوٹ اور سفید پگڑی پہنا کرتے تھے۔ قد لمبا، چہرہ لمبوترا مگر بڑا ہی خوبصورت اور بارُعب، ماتھا کشادہ اور اُبھرا ہوا، ناک اُونچی۔ آنکھیں موٹی۔ ڈاڑھی لمبی، ہر وقت ہشاش بشاش معلوم ہوتے تھے۔ پاؤں میں دہلی والی کھال کی جُوتی پہنا کرتے تھے۔ سینہ کشادہ، پاؤں بھارے۔ جرابیں سردی گرمی ہر موسم میں پہنا کرتے تھے۔ کوئی ہنسی والی بات سُن کر مسکراتے تھے مگر مُنہ زیادہ نہیں کھولا کرتے تھے۔ تقریر کرتے وقت ہاتھ پاؤں نہیں مارتے تھے بلکہ نہایت ہی آرام اور سکون کے ساتھ کھڑے ہو کر بڑے ہی وقار کے ساتھ بولتے جاتے تھے۔

خاکسار راقم الحروف کو یہ شرف حاصل ہے کہ جنوری ۱۹۲۵ء کو جبکہ یہ خاکسار پہلی مرتبہ ہندو ہونے کی حالت میں محترم میاں محمد مراد صاحب کے ساتھ قادیان جا رہا تھا تو راستہ میں رات حضرت قریشی صاحب کے گھر میں گذاری تھی۔ مجھے آپ کے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وتر کی نماز پڑھنے کا نظارہ ابتک یاد ہے۔ ایک قالین کے اُوپر جائے نماز پر آپ نے پہلے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر ایک رکعت الگ پڑھ کر وتر مکمل کئے

نماز پڑھتے وقت آپ کی شکل دیکھ کر مجھے یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی فرشتہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے

**تربیت جماعت** تربیت جماعت کا آپ خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ اگر دو احمدیوں میں کوئی جھگڑا پیدا ہوجاتا، بدعہدی، بدمعاملگی یا حساب فہمی کا۔ تو آپ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جبتک اُسے رفع دفع نہ کر لیتے۔

جماعتی تربیت کا ایک لطیف پہلو یہ بھی تھا کہ آپ بعض اوقات کسی غریب احمدی سے ایک یا دو روپے چندہ وصول کرنے کی خاطر اپنی گرہ سے سواری پر دو تین روپے خرچ کر دیا کرتے تھے اور مقصد آپ کا یہ ہوتا تھا کہ اس دوست کو چندہ دینے کی عادت پڑ جائے۔

**آپ کی تبلیغی سرگرمیاں** آپ کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا اور بعض اوقات اپنے خرچ پر تبلیغی ٹریکٹ شائع کر کے اپنی دوا "مفرح عنبری" کے پیکٹ میں رکھ کر ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں آپ نے حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نورالدین صاحب رضؓ کی بیان فرمودہ ایک تفسیر سُورۃ جُمعہ شائع کی اور اس کا ایک نسخہ اور چند رسالے ریویو آف ریلیجنز کے برہمن بڑیہ (بنگال)، کے ایک وکیل محمد دولت خاں صاحب کو "مفرح عنبری" کے ہمراہ بھیجدیئے۔ وکیل صاحب نے وہ تفسیر اور رسالے حضرت مولوی سیّد عبدالواحد صاحب کو دے دیئے۔ مولوی صاحب نے تحقیقات شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئے۔

حضرت قریشی صاحب نے حضرت مولانا سیّد عبدالواحد صاحب کے بعد دوسرے پراونشل امیر پروفیسر عبداللطیف صاحب کے زمانہ میں بنگال کی جماعتوں کا دَورہ بھی کیا تھا۔

**حضرت خلیفہ ثانی کی کتاب "تحفۃ الملوک" کی طباعت** ایک اور کام اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ لیا کہ ۱۹۱۴ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نواب آصف جاہ نظام حیدر آباد دکن کے نام ایک تبلیغی خط لکھا جو کتاب کی صورت میں "تحفۃ الملوک" کے نام سے آپ کی معرفت لاہور میں طبع کروایا گیا اور پھر حضور نے آپ ہی کو یہ سعادت بخشی کہ حضور کے ایک ذاتی خط کے ساتھ حیدر آباد دکن لے جا کر حضور نظام کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت اقدس کے اس حکم کی تعمیل کی مگر افسوس کہ نظام صاحب نے مولویوں کی شورش سے ڈر کر

اس وقت وفد سے ملاقات نہ کی۔ تاہم بعد میں جب دوسرا وفد حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی قیادت میں گیا تو یہ تبلیغی تحفہ جناب نظام صاحب نے قبول کر لیا۔ اس بارہ میں حضرت مفتی صاحب نے جو خط حضرت قریشی صاحب کے نام لکھا وہ درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

برادرم مکرم حکیم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمدللہ یہاں کا کام بہت عمدہ ہوا ہے۔ حضور نظام نے حضرت خلیفۃ المسیح کے خط اور تبلیغی کتاب کو قبول فرمایا۔ اور قبولیت اور خوشنودی کا پروانہ آج ہمیں عطا کیا۔ اب یہاں امراء کے درمیان کتاب تقسیم کی جائے گی۔ اور تبلیغ کی جائے گی۔ بخدمت جمیع احباب سلسلہ السلام علیکم۔ یہاں کی جماعت احمدیہ جو سب مبائعین حضرت خلیفۃ المسیح ثانی میں سے ہیں، احباب لاہور کو السلام علیکم کہتے ہیں۔

آپ نے جو بیج بویا تھا اس کا پودا نکل آیا۔ آپ کو مبارک ہو۔ والسلام۔ خادم محمد صادق عفی عنہ

## آپ کا اخلاص

آپ کے اخلاص کی تعریف کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۱۹ جون ۱۹۱۳ء کے الفضل میں آپ کے ایک مضمون "فضل اور تجارت" کو درج اخبار کرنے سے قبل حسب ذیل تعارفی نوٹ دیا تھا:۔

"حکیم صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے مخلصین میں سے ہیں اور ان چند لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو حضرت صاحب بے تکلفی سے کام بتلا دیا کرتے تھے چنانچہ اکثر کام جو لاہور کے متعلق ہوتے تھے ان کی نسبت حضرت صاحب حکیم صاحب کو ہی لکھا کرتے تھے اور اس طرح آپ کو حضرت صاحب کی دعاؤں سے فائدہ اُٹھانے کا خاص موقع ملتا تھا چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سلسلہ کے لئے ایک خاص جوش دیا ہے جو اُن کے مضمون سے ظاہر ہے"[1]

آپ نے اپنے اخلاص کا بہترین مظاہرہ اس وقت کیا جب خلافت اولیٰ کی ابتداء میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے احباب لاہور کو اپنے مکان پر بُلا کر ایک جلسہ کیا جس میں احباب کے دل میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے جو ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کو قادیان میں ایک جلسہ طلب کیا ہے اور جس میں

---

[1] "الفضل" جلد اوّل نمبر ا صفحہ ۱۳۔

اس امر کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ خلافت اور انجمن کے جھگڑے کا صحیح حل کیا ہے۔ اس جھگڑے کا صحیح حل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات مندرجہ رسالہ الوصیت کی رُو سے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جانشین صدر انجمن ہے نہ کہ خلیفہ۔ چنانچہ جناب خواجہ صاحب کی شخصیت سے مرعوب ہو کر جماعت کی اکثریت خواجہ صاحب کے ساتھ متفق ہو گئی تھی۔ حضرت قریشی صاحب اور حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین نے اس معاملہ کو بھانپ لیا اور خواجہ صاحب کی طرف سے اس بارہ میں جو محضر نامہ تیار کیا گیا تھا اس پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ جب ہم نے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے تو اب ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم خلیفہ کے اختیارات کے بارہ میں سوچنا شروع کر دیں۔ خلیفۃ المسیح ہم سے زیادہ عالم ہیں۔ زیادہ خشیۃ اللہ رکھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور سب سے زیادہ مقرب صحابی ہیں لہذا جو فیصلہ حضور خود کریں گے ہم تو اسی پر عمل کریں گے چنانچہ جب ان ہر دو مخلصین کی طرف سے یہ آواز اٹھی تو بہت سے دوسرے احباب کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی اور آہستہ آہستہ دستخط واپس لینے شروع کر دیئے۔

پھر مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کو قادیان میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ نے سلسلہ کے نمائندوں کے سامنے تقریر فرمائی تو غیر مبائعین کی غلط بیانیوں کا سارا تار و پود کھل گیا۔ حضرت ان پر سخت ناراض ہوئے اور اُن کے لیڈروں جناب مولوی محمد علی صاحب اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب سے دوبارہ بیعت لی۔

محترم مولوی محب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ

"آخری عمر میں آپ بیمار ہوئے۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ پھیپھڑے بالکل گل چکے ہیں۔ چند یوم کے مہمان ہیں۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا ہے۔ اس نے آپ کا سینہ چاک کیا۔ پھیپھڑے نکال کر دکھائے جو بالکل گل سڑ چکے تھے۔ پھر ان کو پھینک دیا اور اُن کی بجائے صحیح و سالم پھیپھڑے رکھ دیئے۔ اس رُویا کے بعد آپ تندرست ہو گئے۔ اور کئی سال عمر پائی اور طبعی موت سے وفات پائی۔

---

# حضرت میاں چراغ الدین صاحب رضؓ

ولادت ۱۸۴۷ء بیعت ۱۸۹۳ء وفات ۱۶ مئی ۱۹۲۰ء

حضرت میاں چراغ الدین صاحب کے حالات کے لئے میں سب سے پہلے "الحکم" کا وہ مضمون درج کرتا ہوں جو آپ کا جنازہ لاہور سے قادیان لے جانے کے بعد معزز ایڈیٹر صاحب "الحکم" نے شائع فرمایا۔

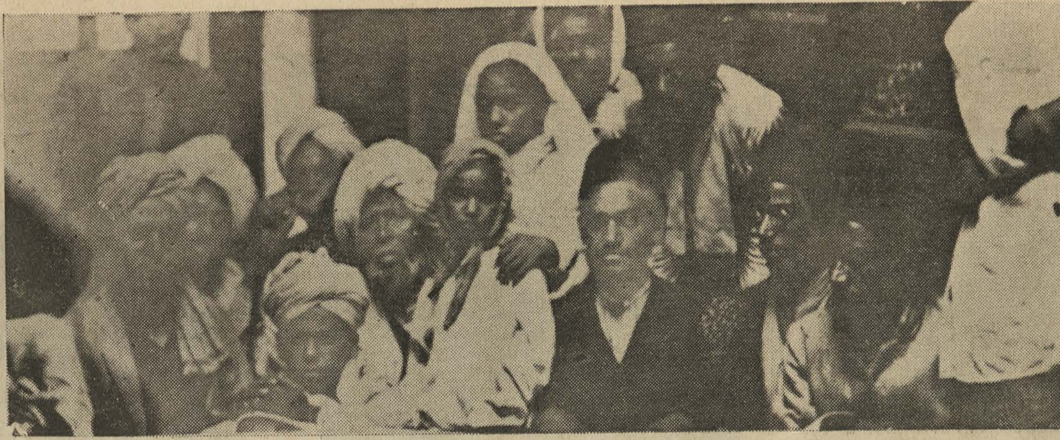
"حضرت میاں چراغ دین صاحب کی پیدائش ۱۸۴۷ء میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد ماجد میاں حسن دین صاحب ایک جری اور بہادر انسان حکومت وقت کے معزز رکن یعنی مہاراجہ شیر سنگھ کی فوج خاصہ کے سپہ سالار تھے۔ جب میاں چراغ دین صاحب کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب کا انتقال ۱۸۶۶ء میں ہوا۔ تو میاں چراغ دین صاحب کے والد میاں حسن دین صاحب ملازمت ترک کر کے خانگی کاروبار اور اپنی جائداد کے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ مگر اُن کا انتقال چھیالیس سال کی عمر میں سیالکوٹ میں ہوا۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

مرحوم میاں چراغ دین کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب بھی اپنے وقت کی حکومت میں ایک معزز و مکرم عہدے پر سرفراز تھے۔ یہ سکھوں کی حکومت کا زمانہ تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ پنجاب پر حکمران تھے۔ چنانچہ میاں الٰہی بخش صاحب مہاراجہ موصوف کے محکمہ عمارات کے وزیر اعلیٰ تھے۔ جب حکومت میں تغیر و تبدل ہوا۔ اور انگریزوں کو حکومت پنجاب قدرت کے ہاتھوں سے ملی۔ اس وقت اگرچہ میاں الٰہی بخش مرحوم اپنے سرکاری عہدے سے علیٰحدہ ہو چکے تھے مگر جتنا عرصہ اس دور میں زندہ رہے۔ عزت سے رہے۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ۱۸۶۶ء میں قضا کر گئے۔ لاہور شہر کے مخیر رئیس میاں محمد سلطان میاں الٰہی بخش کے چھوٹے بھائی تھے اور ان کے والد کا نام میاں قادر بخش بن میاں پیر محمد بن میرزا محمد تقی بیگ تھا۔ چونکہ دو تین پشت تک عمارتوں کے محکموں کی افسری اور عمارتی ٹھیکیداری اس خاندان میں رہی اس لئے عوام میں ان کی ذات معمار مشہور ہو گئی۔ مگر اصل میں آپ کا خاندان

مغل تھا۔ اور آپ بابری چغتائی مغل نسل کی ایک شاخ ہیں۔ اس خاندان میں پشتوں حکومت رہی اور اس خانوادے کے لوگ ممالک دکن و بنگال و پنجاب میں مختلف اوقات میں یا یوں کہو کہ جب زمانہ موافق تھا حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے لیکن سیاسی تغیرات اور زمانہ کی شاطرانہ چالیں جو طرفۃ العین میں گداؤں کو شہنشاہ اور شہنشاہوں کو گدائے بے نوا بنا دیا کرتی ہیں اور جنہوں نے کتنے ہی خاندانوں کو مٹا دیا اور کتنوں کو خاک سے اُڑا بلندی درجہ کی انتہائی چوٹی پر بٹھا دیا۔ اس خاندان کے لئے گمنام ہونے کا موجب ہوئیں۔

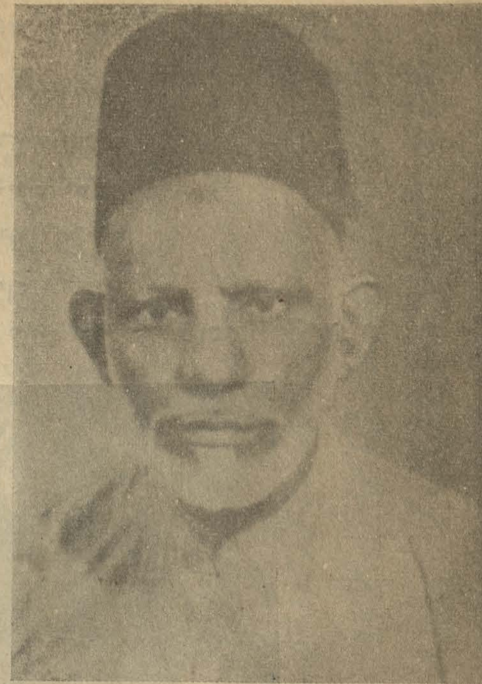
میاں چراغ دین صاحب ابھی بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ فوت ہو گئی تھیں۔ اس لئے ان کی چچی نے اپنی گود میں لیا اور اپنے دُودھ سے پرورش کیا۔ مرحوم اپنی اس نیک نہاد چچی کو ہمیشہ والدہ ہی سمجھتے رہے اور ماں سے زیادہ اس کی عزّت کرتے رہے۔

جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ باوجود تغیرات اور انقلابات کے یہ خاندان دنیاوی حیثیت سے اچھی حالت میں رہا۔ چنانچہ مرحوم کے دادا الٰہی بخش اور ان کے چھوٹے بھائی میاں محمد سلطان اور میاں عبدالرحمٰن اور ایک اَور بزرگ میاں امام بخش جو ریاست دکن میں بیش قرار ماہوار تنخواہ پاتے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔ اور ان کی اولاد بھی وہیں ہے۔ یہ لوگ بہت مرفہ الحال تھے۔ چونکہ ان بزرگوں کے اولاد کم تھی۔ یہی ایک پوتا تھا جو سب کی توجہ کا مرکز اور سب کے گھر کا چراغ تھا اس لئے سب مرحوم کے ساتھ محبت اور پیار کرتے۔ اور ان کی ناز برداریاں کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریزی حکومت پنجاب میں ابھی قائم ہی ہوئی تھی۔ اس لئے گویا دس سال کی عمر میں انگریزی تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کئے گئے۔ ذہانت اور حافظہ میں خاص طور پر ممتاز تھے۔ ابھی تعلیم حاصل کرتے ہوئے کوئی بڑا زمانہ نہیں گذرا تھا کہ تمام بزرگ ناز برداریاں کرنے والے ایک ایک کر کے اُٹھ گئے۔ لاکھوں روپیہ کی جائداد اور املاک اہل کاروں اور کارندوں نے متاع بے وارث سمجھ کر تباہ کر ڈالی۔ اب ایسی مشکلات پیش آئیں کہ اس طباع اور ذہین اور ہونہار بچے کو اپنی تعلیم مجبوراً چھوڑنا پڑی۔ میاں مرحوم اگرچہ ہوشیار تھے تاہم کم عمر تھے جب ملازموں نے اُن کو اکیلا دیکھا تو اپنے ہاتھ پاؤں نکالے۔ بہت سی جائداد ضائع کر ڈالی اور بہتنا کھا سکے کھا پی کر علیٰحدہ ہو گئے۔ ابھی عمر ہی کیا تھی۔ کوئی ایسا

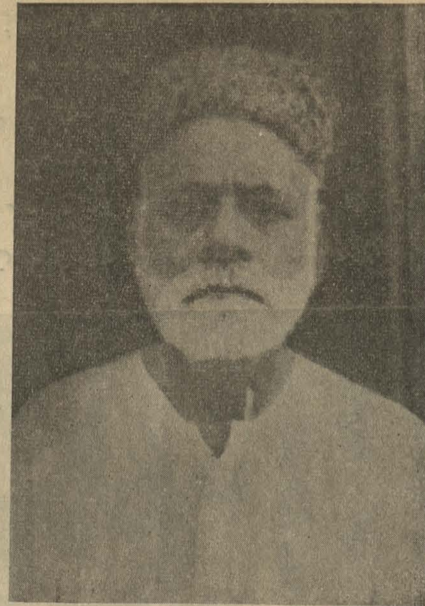


بائیں سے دائیں - ۱- میاں نظام الدین صاحب داماد میاں چراغ الدین صاحب ۲- میاں احمدالدین صاحب داماد میاں چراغ الدین صاحب ۳- ڈاکٹر عبدالحمید صاحب ریٹائرڈ چیف میڈیکل آفیسر بچپن میں - ۴- میاں عبداللطیف صاحب خالہ زاد بھائی حکیم مرحوم عیسیٰ صاحب - ۵- حضرت میاں چراغ دین صاحب رضؓ - ۶- میاں عبدالرحمان صاحب ولد میاں نظام الدین صاحب - ۷- میاں عبدالغنی صاحب انجنیئر ولد میاں نظام الدین صاحب - ۸- میاں عبدالعزیز صاحب مغل -

کھڑے بائیں سے دائیں - دو بچیاں - میاں محمد سعید صاحب سعدی - میاں عبدالکریم صاحب ولد میاں نظام الدین صاحب و برادر ڈاکٹر عبدالحمید صاحب -



محترم میاں نذیر حسین صاحب چغتائی



محترم میاں عبدالرشید صاحب



محترم میاں نظام الدین صاحب رضؓ

نہ تھا جو سربراہی کرتا۔ نہ کسی قسم کا تجربہ تھا۔ اس لئے ٹھیکیداری کی طرف متوجہ نہ ہوئے جو دو تین پُشت سے بزرگوں کا پیشہ تھا۔ مگر چونکہ ایک حد تک تعلیم سے بہرہ ور ہو چکے تھے اس لئے ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے اور محکمہ نہر میں ابتداءً ایک معمولی سی ملازمت اختیار کر لی۔ اور تمام عرصہ ملازمت دفتر چیف انجنیر محکمہ انہار میں گذار دیا اور اسی سے پنشن یاب ہوئے۔ اکتالیس سال کی ملازمت اور ۱۶ سال پنشن پاتے رہے اور غالباً آپ کو یک صد یا اس سے کچھ زیادہ پنشن ملتی تھی۔

اپنے کام میں نہایت قابل، محنتی اور متدین مانے جاتے تھے۔ جن حکام بالادست کو آپ سے واسطہ پڑتا وہ ہمیشہ آپ کے مداح رہتے۔ درآں حالیکہ باقاعدہ انگریزی تعلیم اعلیٰ درجہ کی حاصل نہ کی تھی۔ مگر زبان دانی میں اتنی ترقی کی تھی کہ خاص انگلش نژاد ان کے ماتحت کر دیئے جاتے تھے۔ اور ان کو حکم دیا جاتا تھا کہ اپنے مسودات پہلے میاں چراغ دین سے اصلاح کرا لیا کرو۔ اور تحریر میں ایسے خوشخط اور زود نویس تھے کہ پنجاب بھر میں اپنے وقت میں مشہور تھے۔ تمام حکام خاص طور پر آپ کے دیانتدار، ایماندار، نیکدل، ہوشیار، محنتی، وفادار وغیرہ اخلاق و عادات کے قایل و شاہد تھے۔ سرکاری کاغذات میں بھی یہ تمام تعریفیں آپ کی موجود ہیں۔ عام طور پر یہ خیال کہ امراء کے بچے ابتداء میں بگڑ جایا کرتے ہیں اور جن خاندانوں پر ادبار آتا ہے۔ ان کے پسماندے اپنی افتادگی کو بھی اوج افتخار خیال کیا کرتے ہیں۔ لوگ ان کی حالت پر روتے اور وہ اپنی حالت پر فاخر ہوتے ہیں۔ مگر میاں چراغ دین صاحب کی خوش قسمتی اُن کے آڑے آئی اور قدرت کا ہاتھ ان کا معین ہوا۔ متمول اور ذی وجاہت خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ نازپروردہ تھے۔ چھوٹی عمر میں بزرگ بھی سر سے اُٹھ گئے تھے لیکن برخلاف بگڑنے کے ابتدا ہی میں مرحوم کو دینداری کی طرف توجہ تھی۔ خوش قسمتی سے دوست بھی نیک اور دیندار ملے۔ اور نیک لوگوں کے حالات اور تذکرے سُننے کا شوق تھا۔ اور جب سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اس وقت سے انہی لوگوں سے تعلقات رہے جن کو آپ دیندار سمجھتے تھے اور الٰہی بخش اکونٹنٹ اور عبدالحق وغیرہ سے بھی آپ کے تعلقات تھے انہی ایام میں حضرت صاحب سے بھی آپ کا تعلق مودت پیدا ہوا۔ براہین احمدیہ کے زمانہ

تصنیف میں قادیان میں آئے اور حضور کے مہمان رہے اور حضور کے فیوض سے مستفاض ہوئے۔ بشیر اول کا جب عقیقہ ہوا تو مدعوین میں آپ بھی تھے۔ براہین کے مددگاروں اور خریداروں کے سلسلہ میں آپ کو عزت حاصل ہے۔ الٰہی بخش وغیرہ تو کٹ گئے لیکن مرحوم کا پائے ثبات کبھی نہیں ڈگمگایا بلکہ محبت اور تعلق میں ہمیشہ بڑھتے رہے۔

کیا ہی عجیب فقرہ تھا جو کل ۱۸ ؍ مئی کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں مرحوم مبارک کے عزیزوں کے سامنے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ "پرانی پارٹی میں سے تو یہی ثابت قدم رہے تھے" اور پھر فرمایا کہ "اگر ان (میاں چراغ دین) کی زندگی کا خلاصہ کیا جائے تو یہ ہے کہ اخلاص سے آئے، اخلاص سے رہے اور اخلاص سے گئے"

جب حضرت اقدس نے دعویٰ مسیحیت فرمایا تو ایک دو سال تک بیعت میں متوقف رہے مگر وہ توقف کسی بدظنی یا بدگمانی کی بنا پر نہ تھا۔ بالآخر ۱۸۹۳ء[1] میں سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے اور جب بیعت کر لی تو پھر کبھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ مرتے دم تک محبت میں ثابت قدم اور اخلاص و عشق و فدائیت میں قائم و مستقیم رہے۔ قدرتِ خداوندی دیکھئے۔ آپ تو ابھی متوقف تھے مگر آپ کے بڑے سے چھوٹے صاحبزادے میاں عبدالعزیز صاحب نے سنہ ۱۸۹۱ء میں اسی وقت بیعت کر لی جس وقت حضور نے اپنے دعویٰ کا اشتہار فرمایا۔ میاں عبدالعزیز صاحب بڑے ہی محبت والے اور پیاری باتیں کرنے والے بزرگ ہیں۔ لاہور کے بعض دوستوں نے بتایا کہ وہاں کی جماعت کا ایک حصہ ان ہی کے ذریعہ سلسلہ میں داخل ہوا ہے اور انہوں نے ابتدا میں بہت اینٹ پتھر اور گالی گلوچ برداشت کی ہے مگر یہ کوئی زیادہ عجیب بات نہیں کیونکہ یہ تو عشق کے کوچے کا پہلا قدم ہے ؎

"شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی"

میاں چراغ دین کے صاحبزادے میاں عبدالعزیز مسبوق الذکر، میاں عبدالمجید اور میاں عبدالرشید اور میاں محمد سعید سعدی حضرت مسیح موعودؑ کے سچے خادم اور خلافت احمدیہ کے ساتھ دلی تعلق اور اخلاص رکھنے والے ہیں

میاں صاحب مرحوم کے سب سے بڑے لڑکے حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ ہیں جن سے احمدی

---

[1] صحیح سنہ بیعت ۱۸۹۲ء ہے۔ مؤلف

جماعت خوب واقف ہے۔ کیا تماشہ ہے کہ حکیم صاحب جس طرح مخالفت میں نمایاں ہیں اسی طرح سلسلہ کی واقفیت میں میاں صاحب کا تمام خاندان بالعموم اور بالخصوص بلحاظ سلسلہ کی قلمی خدمت اور مسائل سلسلہ کی اخص واقفیت کے میاں سعدی میاں چراغ دین مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے بہت نمایاں ہیں۔ آپ کا تمام کنبہ خدائی سلسلہ میں منسلک ہے۔ آپ کے بھائی، آپ کے بھتیجے، آپ کے لڑکے لڑکیاں، پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں سب احمدی ہیں۔ آپ کے بھائی میاں تاج الدین صاحب اور سراج الدین صاحب اور میاں معراج الدین صاحب عمر (جو چچازاد بھائی ہیں) پُرانے اور بااخلاص احمدی ہیں میاں محمد شریف صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر آپ کے بھتیجے اور مخلص احمدی ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ سے آپ کو دلی تعلق تھا۔ آپ کے خاندان سے دلی محبت تھی۔ اور حضرت خلیفہ ثانی کے جاں نثاروں اور وفاشعاروں میں تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے مسیح موعود کو آپ سے محبت تھی اور آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ اور آپ حضرت مسیح موعودؑ کے تین سو تیرہ اصحاب میں شامل ہیں۔ حضرت اقدس آپ کے مکان پر ٹھہرنے کو ترجیح دیتے۔ ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعودؑ مرحوم کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ دروازے کے سامنے ایک شیشم کا درخت تھا۔ اس پر ایک مولوی چڑھا بیٹھا رہتا تھا۔ اور مسیح موعود کو گالیاں دیتا رہتا تھا۔ قاضی اکمل صاحب بتلاتے تھے کہ لوگ اس مولوی کو "ٹاہلی مولوی" کہنے لگ گئے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو معتمدین صدر انجمن احمدیہ کا ممبر نامزد فرمایا تھا مرحوم کا مکان لاہور میں احمدی جماعت کے لئے ہر وقت کُھلا رہتا تھا۔ احباب جاتے اور گھر کی طرح وہاں فروکش ہوتے۔ آپ ہی کے مکان پر نماز جمعہ و جماعت ہوتی ہے۔ مرحوم کریم الاخلاق تھے اور دوست دشمن سے محبت سے ملتے تھے۔ خاندان کے سب چھوٹے بڑے آپ کی بہت عزت کرتے۔ آپ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ آپ کے بھائیوں کو آپ سے بدرجہ غایت محبت تھی۔

آپ کے چھوٹے بھائی میاں سراج الدین صاحب جو میاں محمد شریف صاحب بی اے ایل ایل بی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے والد ہیں۔ ۱۷ مئی کی شام کو جب مرحوم میاں چراغ دین کی لاش مدرسہ

احمدیہ کے صحن میں پڑی تھی، آنکھوں میں آنسو بھر کر کہہ رہے تھے کہ چند دن کی بات ہے کہ میرے چھوٹے لڑکے نے کہا کہ بابا تو اب بہت کمزور ہوگیا۔ اب شاید تھوڑا عرصہ ہی یہاں رہے میں نے اس کو کہا کہ تم دونوں بیٹوں کو میں اس بھائی پر قربان کر دوں کیونکہ تم سے میرا ساتھ بیس تیس سال سے ہے لیکن اس سے ساٹھ سال سے تعلق ہے۔ لاکھوں روپیہ کی جائداد کے معاملے ہوئے مگر کبھی رنجش نہیں ہوئی۔ اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ بھائی بھائیوں میں کیسا سلوک تھا اور ایک دوسرے سے کتنی محبت رکھتے تھے۔

جب ۱۸ رمئی کو بعد ظہر مرحوم کے اعزا و اقارب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیحؑ سے رخصت ہونے لگے تو حضور نے ان کو باہمی محبت و یکجہتی اور نیکی میں بڑھنے کی نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ "میں نے ان (میاں چراغ دین) کو کبھی غصہ میں نہ دیکھا اور جب کسی پر غصہ ہوتے تو اس طرح جس طرح ماں اپنے بچہ پر خفا ہوتی ہے مگر خفگی سے بھی محبت ٹپک رہی ہوتی ہے" آپ نے فرمایا کہ "جس طرح مرحوم دینداری اور اخلاص میں بڑھے ہوئے تھے آپ لوگوں کو ان سے بھی بڑھنا چاہیئے اور دنیاوی معاملات میں خاندان میں ایک بزرگ ایسا ہونا چاہیئے جس کی سب مانیں تاکہ آپس میں اتفاق رہے۔ کیونکہ جس خاندان میں اتفاق نہ رہے وہ کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔"

مرحوم بڑے ہی بااخلاق اور محبت والے بزرگ تھے۔ بچوں سے بچوں کی طرح محبت کرتے اور بڑے خلوص سے ملتے۔ مرحوم ایک خوبصورت بشرے اور گوری رنگت کے آدمی تھے۔ آپ کا چہرہ متبسم اور آنکھیں محبت سے پُر تھیں۔ آپ خدا کے فضل سے کثیر العیال تھے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ جن میں سے دو لڑکیاں فوت ہوگئی تھیں۔ ان کے سوا آپ کے لڑکے لڑکیوں اور نواسے نواسیوں اور ان کی اولاد کی مجموعی تعداد ماشاء اللہ پچاس ہے۔ بجز حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰؑ کے آپ کا تمام خاندان مبائعین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کو بڑھائے اور دنیا و دین میں ترقی دے۔

---

ؔ (نوٹ از مؤلف)۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے بھی بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کر لی تھی اور وفات تک اس پر قائم رہے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

مرحوم کی وفات سے ایک ہفتہ قبل آپ کی اہلیہ مکرمہ فوت ہوگئی تھیں۔ ان کی وفات کا آپ کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس کے بعد علیل ہوگئے۔ علالت میں ہی آپ کو حضرت مفتی صاحب کے امریکہ میں داخل ہونے کی خبر ملی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور بار بار الحمد للہ الحمد للہ کہنے لگے۔ ۱۶-۱۷/ مئی سنہ ۱۹۲۰ء کی درمیانی شب کو اپنے مکان مبارک منزل لاہور میں تحلیل گردہ کے مرض میں انتقال ہوا۔ اور ۱۷/ مئی کو بذریعہ موٹر آپ کا جنازہ لاہور سے دارالامان میں لایا گیا۔ اگرچہ بہشتی مقبرہ میں قبر تیار تھی۔ مگر اعزا مرحوم نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے درخواست کی کہ مرحوم کے لئے حضرت مسیح موعود کے قریب بجانب مغرب جو زمین ہے اس میں جگہ دی جائے۔ آپ نے منظور فرمایا مگر قبر کھُدی ہوئی نہیں تھی۔ دُوسرے دن صبح کے وقت قبر تیار ہوگئی۔ حضرت امام نے مدرسہ احمدیہ میں دیر تک اشنائے جنازہ مرحوم کے لئے دُعا فرمائی اور حضرت منشی روڑے خاں مرحوم کی قبر کے ساتھ ہی بجانب مغرب آپ کو دفن کر دیا گیا۔ سبحان اللہ۔ منھم من قضی نحبه ومنھم من ینتظر۔ اللّٰھم اغفرله وارحمه وادخله فی الجنة۔[1]

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مُغل فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ سیر میں میرے والد حضرت میاں چراغ دین صاحب کو حضور نے فرمایا کہ میاں صاحب! اب آپ پنشن لے لیں اور کوئی دین کا کام کریں۔ اس پر والد صاحب نے دل میں خیال کیا کہ میں اُردو تو لکھ نہیں سکتا، انگریزی لکھ سکتا ہوں میں کس طرح خدمتِ دین کر سکتا ہوں۔ ابھی آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہی تھا کہ حضور نے فرمایا۔ دیکھو! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا کام لیا۔ اس پر والد صاحب نے پنشن لے لی اور بڑی دیر تک قادیان میں محاسب کا کام کرتے رہے۔ رہتے لاہور ہی میں تھے مگر ہفتہ میں ایک دفعہ قادیان میں ضرور جایا کرتے تھے۔

میاں مُغل صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے والد صاحب، الٰہی بخش اکونٹنٹ، منشی عبدالحق صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حضور نے بشیر اوّل کے عقیقہ پر بھی بلایا تھا۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ راستہ میں اس قدر بارش ہوئی تھی کہ بٹالہ تک پانی ہی پانی نظر آتا تھا اور بہت سے آدمی سردی کی وجہ سے بیمار ہو گئے تھے۔

---

[1] "الحکم" ۲۱/ مئی سنہ ۱۹۲۰ء

نیز فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی اہلسنّت والجماعت کا کوئی شخص تمسخر کے طور پر یہ کہتا کہ اہلحدیث میں کوئی ولی اللہ نہیں تو اکثر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو پیش کیا کرتے تھے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہی سے اخلاص ومحبت کے تعلقات رکھتے تھے۔ بیعت میں توقف کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے پہلے سیّد محمد صدیق صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بیعت کے لئے تیار ہوئے تو سیّد صاحب موصوف نے انہیں کہا کہ آپ نے تو میری بیعت کی ہوئی ہے آپ دوسرا مُرشد کیسے پکڑ سکتے ہیں؟ اس پر حضرت میاں معراجدین صاحب عمرؔ نے کہا کہ میں نے تو کسی کی بیعت نہیں کی اس لئے میں حضرت صاحب کی بیعت کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے بیعت کرلی۔ پھر مغل صاحب اور حکیم مرہم عیسٰی صاحب نے یکے بعد دیگرے بیعت کرلی۔ اس پر حضرت میاں چراغ دین صاحب نے حضرت صاحب سے پُوچھا کہ حضور! میں نے سیّد محمد صدیق صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے۔ کیا میں بھی حضور کی بیعت کرسکتا ہوں؟ حضور نے فرمایا۔ اب سب بیعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ بجُز میری بیعت کے اب کوئی بیعت درست نہیں۔ اس پر میاں چراغدین صاحب نے بھی بیعت کرلی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو حضرت میاں چراغدین صاحب سے بہت محبت تھی۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ میرے بچپن کے رفیقوں میں سے خدا تعالیٰ نے مجھے صرف میاں چراغ دین دیا ہے۔ باقی مجھ سے دُور ہوگئے

آپ کی ایک روایت الفضل میں یوں درج ہے کہ

ایک دفعہ میں قادیان گیا۔ دو چار دن کے بعد جب میں جانے لگا تو خیال آیا کہ اگر آج نہ جاؤں تو کل دفتر میں دس کی بجائے بارہ بجے حاضر ہو جاؤں گا اور صبح چھ بجے یہاں سے چل پڑونگا اس طرح آج کی رات اَور فیض صحبت سے مستفیض ہونے کا موقعہ مل جائے گا۔ یہ خیال کرکے میں ٹھہر گیا۔ صبح ۶ بجے جب حضور سَیر کو نکلے تو میں نے جانے کے لئے اجازت چاہی آپ نے دعا فرمائی اور اجازت دے دی۔ جب میں چلنے لگا تو فرمایا منشی صاحب! ابھی وقت ہے۔ آؤ سَیر کو چلیں۔ میں حضور کے ساتھ ہولیا۔ اڑھائی گھنٹہ کے بعد جب حضور سَیر سے واپس آئے تو مجھ سے مصافحہ کیا اور فرمایا جاؤ اجازت ہے۔ میں نے کچھ نہ کہا اور چپکا ہو کر چل پڑا۔ یکہ کرایہ کیا اور گیارہ بجے بٹالہ کے اسٹیشن پر پہنچا۔ میرے وہاں پہنچنے پر گھنٹی بجی۔ تو مَیں نے پوچھا کہ کدھر جانے والی گاڑی کی گھنٹی بجی ہے۔ لوگوں نے کہا۔

لاہور جانے والی گاڑی۔ آج گاڑی دو گھنٹہ لیٹ ہو کر آئی ہے۔ میں نے ٹکٹ لیا اور اس میں سوار ہو کر بآرام لاہور پہنچ گیا۔"[1]

محترم میاں نذیر حسین صاحب ابن حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت میاں چراغ دین صاحب کے ہاں پہلا بچہ یعنی ہمارے والد صاحب حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب پیدا ہوئے۔ تو آپ پانچ سال کی عمر تک نہ بولنا سیکھے نہ چلنا۔ اس پر ایک روز جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہمارے دادا محترم نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ حضور! میرا صرف ایک ہی لڑکا ہے اور وہ بھی گونگا اور لُنجا ہے۔ حضور دعا فرماویں کہ وہ تندرست ہو جائے۔ حضور نے فرمایا۔ میاں صاحب۔ اس بچے کو لے آئیں چنانچہ حضور نے محترم حکیم صاحب کو اپنی گود میں لے کر ایک لمبی دعا کی۔ اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ چاہے گا تو یہ بچہ درست ہو جائے گا۔ چنانچہ جب حضور دوبارہ لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں چراغ دین صاحب سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرمالی ہے۔ آپ کا یہ بچہ بڑا بولنے والا اور چلنے والا ہوگا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہم نے حضرت حکیم صاحب کو اسی نوے سال کی عمر میں بھی اس قدر اُونچا اور مسلسل بولتے دیکھا ہے کہ ہم حیران رہ جاتے تھے۔

محترم ماسٹر نذیر حسین صاحب ہی کا بیان ہے کہ ہمارے والد صاحب کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ہمارے دادا صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ حضور دعا فرماویں کہ خدا مجھے اَور بھی لڑکے عطا فرمائے چنانچہ حضور نے دُعا کا وعدہ فرمایا اور جب دوبارہ لاہور میں تشریف لائے تو حضرت میاں چراغدین صاحب کو یہ خوشخبری سُنائی کہ خدا تعالیٰ آپ کو پانچ لڑکے اَور دے گا اور آپ کی وفات تک آپ کے پانچ لڑکے زندہ رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہمارے والد صاحب کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مندرجہ ذیل لڑکے اور دیئے۔

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل۔ میاں عبدالرحیم صاحب۔ میاں عبدالمجید صاحب۔ میاں عبدالرشید صاحب اور میاں محمد سعید صاحب سعدی۔ میاں عبدالرحیم صاحب تو بچپن میں وفات پا گئے۔ مگر باقی پانچ لڑکے حضرت میاں چراغدین صاحب کی وفات تک زندہ تھے۔

میاں قادر بخش صاحب درویش بیان کرتے ہیں[2] کہ میں مسجد شاہ محمد غوث میں درویشانہ زندگی بسر

---

[1] "الفضل" ۲۷ دسمبر ۱۹۱۷ء صفحہ ۵ ٭ [2] یہ بیان میاں قادر بخش صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں مجھے لکھوایا تھا (مؤلف)

کرتا تھا۔ اور حضرت میاں چراغ دین صاحب کے پاس بھی جا کر بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب مسجد شاہ محمد غوث سے میرے کپڑے چرائے گئے تو میں صرف پاجامہ پہن کر ہی حضرت میاں صاحب کے پاس چلا گیا۔ فرمایا۔ میاں قادر بخش کیا بات ہے! عرض کی۔ میاں صاحب! میرے کپڑے کسی نے چرا لئے ہیں۔ فرمایا۔ تم وہاں کیوں جاتے ہو؟ عرض کی۔ میاں جی! وہاں روٹی مل جاتی ہے۔ فرمایا۔ کوئی کام کیوں نہیں کرتے؟ عرض کی۔ میں کوئی کام نہیں جانتا۔ آپ نے اسی وقت اپنی جیب سے چھ روپے نکالے اور ایک ہندو کو رقعہ لکھا کہ اسے کھدر دے دو۔ چنانچہ میں وہ کھدر لے کر میاں صاحب کی بیٹھک میں آگیا۔ وہ دو تھان تھے۔ آپ ان میں سے ایک تھان لے کر اوپر زنانخانہ میں گئے اور چھ روپے لے کر آئے۔ آتے ہی فرمایا۔ میاں قادر بخش! دیکھو! تمہیں کتنا نفع ہوا۔ تین روپے کا تھان چھ روپے میں بک گیا۔ پھر آپ نے مجھے دو آنے کا گز بھی لے دیا۔ اب میرا کاروبار چل پڑا۔ میں وہ کھدر گاؤں میں لے جاتا اور وہاں سے لحاف لے آتا۔ تھوڑے عرصہ کے اندر میرے پاس کافی روپے جمع ہو گئے اور اس قدر کام چلا کہ کھدر کا کوٹھا بھر جاتا تھا۔ چنانچہ پانچ آدمی میں نے ملازم رکھ لئے۔ جو کھدر بیچا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جو آپ پنشن لینے گئے۔ تو کسی شخص نے آپ کی جیب سے روپیہ نکال لیا۔ قریشی محمد حسین صاحب نے پوچھا کہ میاں جی! سنا ہے آپ کی جیب سے کسی نے روپے نکال لئے ہیں۔ فرمانے لگے۔ قریشی صاحب! میں تو حیران ہوں کہ اس نے روپے نکال کس طرح لئے؟

---

## حضرت میاں عبدالمجید صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت اندازاً ۱۸۸۰ء　بیعت ۱۸۹۳ء　وفات ۱۹۵۳ء

حضرت میاں عبدالمجید صاحب حضرت میاں چراغ دین صاحب کے بیٹے تھے۔ دفتر چیف انجنیئر انہار میں ملازم رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد پانچوں وقت مسجد میں آ کر نماز باجماعت پڑھتے تھے مگر بہت کم گو تھے۔ چپکے سے آ کر مسجد میں بیٹھ رہتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی بہت اچھی تربیت کی۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ ان کی اولاد میں

محترم میاں محمد عمر صاحب پی۔ ڈی۔ ایس۔ پی سلسلہ کے لٹریچر کے ساتھ واقفیت رکھنے کی وجہ سے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
باقی اولاد کے نام یہ ہیں:۔ میاں محمد عثمان۔ میاں محمد صادق۔

---

## حضرت میاں محمد سعید صاحب سعدیؓ

ولادت ۱۸۸۵ء وفات اپریل ۱۹۳۹ء

میاں محمد سعید صاحب سعدی بھی حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کے صاحبزادہ تھے۔ بڑے جوشیلے اور غیور احمدی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے خصوصاً لاہوری فریق کے ساتھ بحث میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کئی چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ آپ کی یادگار موجود ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زمانہ میں ایک مرتبہ ۱۹۱۷ء میں آپ نے حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری کے ساتھ مل کر پنجاب کی انجمنوں کی تنظیم کے سلسلہ میں دورہ بھی کیا تھا[۵]
آپ نے بھی ایک عرصہ تک چیف انجنیئر محکمہ انہار کے دفتر میں ملازمت کی مگر پھر بیماری کی وجہ سے استعفیٰ پیش کر دیا۔

اولاد:۔ بشارت احمد۔ بشریٰ۔ سعیدہ۔ عارفہ

---

## حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء وفات ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس زندگی کے پاکیزہ واقعات اور طیب سیرت پر خاکسار اپنی تالیف "حیات بشیر" میں بہت سی باتیں لکھ چکا ہے۔ اس جگہ صرف اس کتبہ

---

۵ ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۱۷ء۔

کی عبارت درج کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں جو آپ کے مزار پر بہشتی مقبرہ ربوہ میں لگایا گیا ہے:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مزار

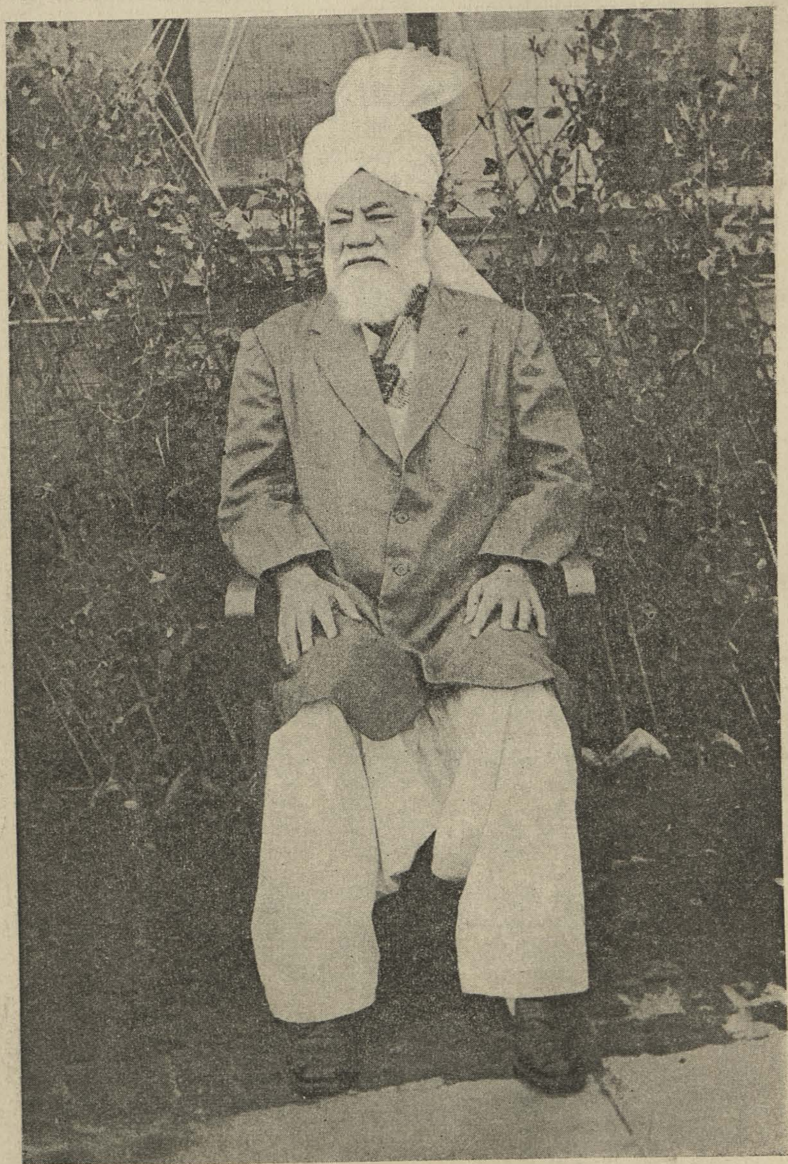
قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ کے ایک درخشندہ ستارے قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی ولادت ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو حسب بشارات الٰہیہ ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف الہامات میں آپ کا ذکر آتا ہے۔ ایک الہام الٰہی میں آپ کو قمر الانبیاء کے خطاب سے نوازا گیا اور بچپن میں آپ کے آشوب چشم سے بیمار ہونے پر آپ کی شفایابی کے متعلق "بَرّق طفلی بشیر" کا مُبَشّر الہام ہوا۔ آپ کی تمام زندگی خدمت دین اور خدمت خلق کے لئے وقف رہی۔ آپ علوم دینیہ کے بہت بڑے عالم اور جماعت احمدیہ کے لئے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔ عمر بھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست راست رہے۔ نہایت بلند پایہ اور جاذبیت رکھنے والے مصنف تھے۔ آپ نے دین کی حمایت میں ایک قیمتی علمی خزانہ چھوڑا ہے۔ جماعت احمدیہ علمی اور روحانی رنگ میں آپ سے رہنمائی حاصل کر کے اطمینان پاتی تھی۔ بہت نیک، متقی اور دعاؤں میں شغف رکھنے والے صاحب الہام و کشوف تھے۔ آپ عاشق خدا و رسول، غرباء سے گہری ہمدردی رکھنے والے، منکسر المزاج، نہایت صائب الرائے، بالغ النظر اور ہر کام میں حد درجہ محتاط تھے۔

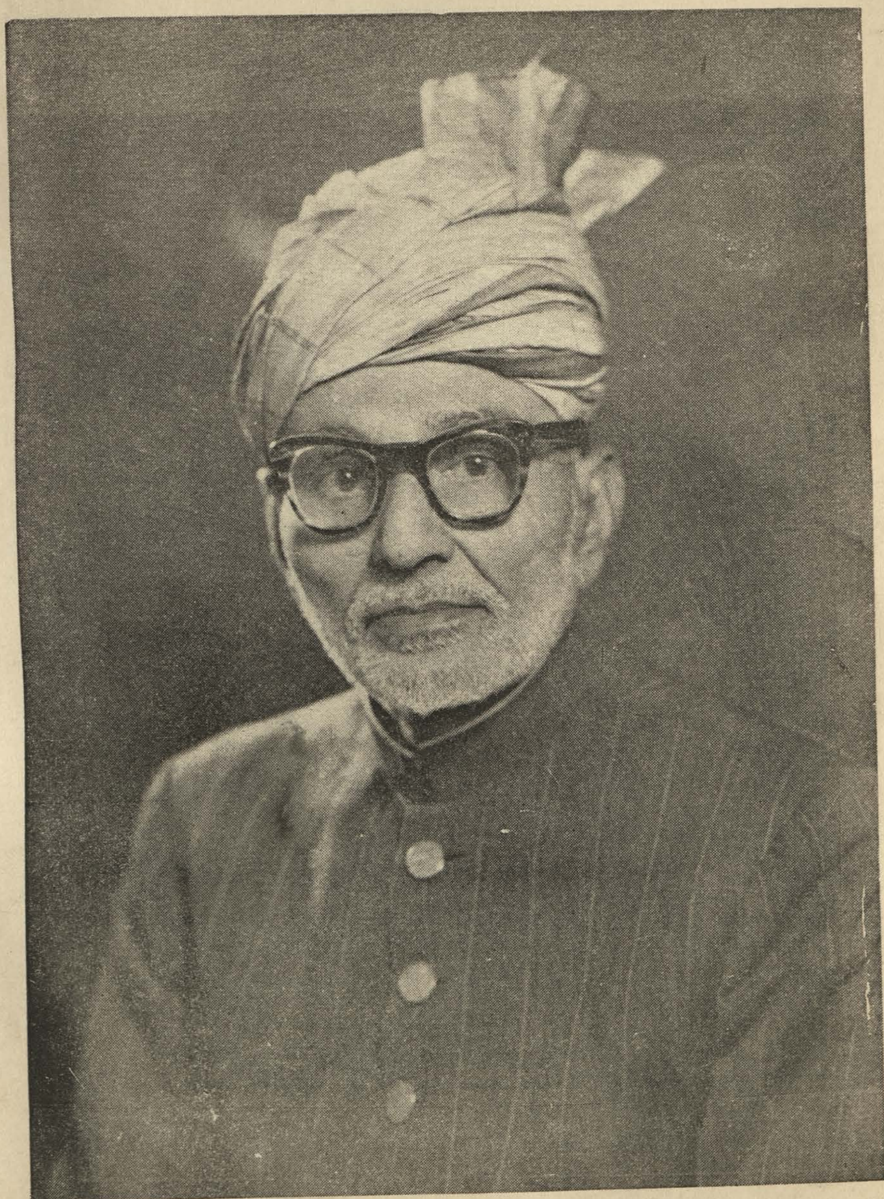
آپ کا وصال جس کی اطلاع آپ کو کچھ عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جا چکی تھی۔ بروز دوشنبہ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء (شام کو۔ ناقل) چھ بجکر اڑتالیس منٹ پر قریباً ستر سال کی عمر میں کوٹھی ۲۳۔ ریس کورس روڈ (کوٹھی حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔ ناقل) لاہور میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ زیر ہدایت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قدموں میں دفن کئے گئے۔

اے خدا بر تربت اُو ابر رحمت ہا ببار
داخلش کُن از کمال فضل در بیت النعیم

اللّٰھم نور مرقدہ وارفع درجاتہ فی جنّت النعیم۔"



حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رض



حضرت نواب میاں عبداللہ خان صاحب رض

اولاد :-

۱۔ صاحبزادی امۃ السلام بیگم صاحبہ

۲۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

۳۔ صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب

۴۔ صاحبزادی امۃ الحمید بیگم صاحبہ

۵۔ صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب

۶۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب

۷۔ صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب

۸۔ صاحبزادی امۃ المجید بیگم صاحبہ

۹۔ صاحبزادی امۃ اللطیف بیگم صاحبہ

---

## حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء

وفات ۱۸ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی سیرت مقدسہ کے حالات تفصیل کے ساتھ تو اخویم محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے درویش قادیان لکھ رہے ہیں۔ اس جگہ صرف اس کتبہ کی عبارت درج کی جاتی ہے جو آپ کے مزار مبارک پر بہشتی مقبرہ ربوہ میں لگایا گیا ہے۔

"حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ کی بشارت کے ماتحت ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء کو قادیان میں تولد ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت طیبہ کے ان مقدس پانچ افراد میں سے تیسرے فرد تھے جن کے متعلق حضور نے فرمایا ہے کہ ؎

یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد الہاموں کے مورد تھے۔ ایک لمبے عرصہ تک بطور ناظر صدر انجمن احمدیہ خدمات سر انجام دیں۔ حق و صداقت کی خاطر کچھ عرصہ کے لئے قید و بند کی صعوبت بھی برداشت کی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدّ و خال اور رنگ ڈھنگ میں بہت مشابہت رکھتے تھے۔ بہت متقی، فیاض، غریب پرور، سادہ طبیعت، دل کے درویش مگر طبیعت کے بادشاہ اور نہایت صائب الرائے تھے۔ صاحب کشف و الہام بھی تھے۔ ایک لمبے عرصہ تک اعصابی تکلیف میں مبتلا رہے۔ کئی مواقع پر بظاہر زندگی کا خاتمہ معلوم ہوتا تھا مگر خدا تعالیٰ کی رحمت انہیں بچاتی رہی۔ اور یہ الہام بار بار پورا ہوا۔ عمرہ اللہ علےٰ خلاف التوقع۔ آخر ۱۷ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو جبکہ جلسہ سالانہ کا افتتاح ہونے والا تھا، خدائی مشیّت کے ماتحت ۷۶ سال سات ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اور ہزار ہا مخلصین نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ کو علاج کے لئے ایک لمبے عرصہ تک لاہور میں رہنا پڑا۔ پہلے کافی عرصہ آپ رتن باغ میں رہے۔ مگر جب کوٹھی رتن باغ کا الحاق میو ہسپتال کے ساتھ ہو گیا تو آپ نے کوٹھی پام ویو نزد شملہ پہاڑی میں رہائش اختیار کر لی۔ پہلے آپ کو انتڑیوں میں درد کی تکلیف تھی مگر بعد ازاں پیٹ میں بھی تکلیف ہو گئی۔ اس کے علاوہ گھٹنوں اور رانوں میں سختی کی شکایت بھی پیدا ہو گئی جو دائیں ٹانگ میں نسبتاً زیادہ محسوس ہوتی تھی۔ فرش پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، کرسی یا چارپائی پر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ ہاتھ کی انگلیوں میں بھی تکلیف رہتی تھی۔ مگر ان تمام عوارض کے باوجود یہ عجیب بات ہے کہ جب تک چلنے کی طاقت رہی آپ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹے ٹہلتے رہتے تھے۔ راقم الحروف جب بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا آپ اس عاجز کا ہاتھ پکڑ لیتے اور ٹہلنا شروع فرما دیتے۔ عاجز تھک جاتا۔ مگر آپ نہیں تھکتے تھے۔

ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ابھی آپ رتن باغ ہی میں تھے کہ خاکسار حاضر ہوا۔ پہلے کچھ دیر ٹہلتے رہے۔ پھر فرمایا میرا PEN (پین) گم ہو گیا ہے۔ خیال ہے کہ گوالمنڈی چوک کے ایک دکاندار کے پاس بھول آیا ہوں۔ چلو چل کر پتہ کریں۔ خیر ہم چل پڑے۔ رستہ میں فرمایا۔ انسان کی بھی عجیب حالت ہے۔ کبھی اس کے سینکڑوں روپے بھی گم جائیں تو اُسے پروا نہیں ہوتی اور کبھی ایک سُوئی گم ہو جائے تو بہت پریشان ہو جاتا ہے۔ یہی

حال میرا ہے۔ یہ پین چونکہ کافی عرصہ میرے پاس رہا ہے اس لئے اس کے گم جانے کا مجھے بہت افسوس ہے جب ہم دکان پر پہنچے تو خدا کا شکر ہے کہ وہ پین مل گیا جس سے آپ کو بہت خوشی ہوئی۔

کوٹھی پام ویو میں بھی متعدد مرتبہ آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ شروع شروع میں تو آپ وہاں بھی ٹہلنا شروع کر دیتے تھے مگر آخری ایام میں جب تکلیف بڑھ گئی تو چلنا دشوار ہو گیا بلکہ پاؤں میں جوتا ڈالنا بھی تکلیف دیتا تھا اس لئے آپ اطلاع ملنے پر ننگے پاؤں ہی آہستہ آہستہ باہر تشریف لاتے تھے اور برآمدہ میں دو آدمیوں کے سہارے سے کرسی پر بیٹھ سکتے تھے مگر چہرہ پر پھر بھی بشاشت ٹپکتی نظر آتی تھی۔ مجھے یاد ہے۔ آخری ایام میں آپ نے مجھے فرمایا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ دو کتابیں تیار کروائی جائیں۔ ایک شیعہ مذہب کی تاریخ اور دوسری ان مخالفین کے حالات پر مشتمل جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شدید مخالفت کی مگر خائب و خاسر رہے۔ فرمایا۔ ان کتابوں کے لئے خواہ کس قدر خرچ ہو۔ میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ پھر فرمایا کہ میرا یہ پیغام دفتر اصلاح و ارشاد میں پہنچا دینا۔ چنانچہ خاکسار نے آپ کا یہ پیغام انہی ایام میں تحریری طور پر پہنچا دیا تھا۔ بلکہ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک کتاب ایسے لوگوں کے حالات پر بھی لکھنی چاہیئے۔ جنہوں نے گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نہیں کی مگر آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں جیسے سیالکوٹ کے مولانا میر حسن صاحب عربی پروفیسر مرے کالج سیالکوٹ۔

میرا ارادہ تو یہ تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے حالات کے سلسلہ میں وہ نوٹ ہی کافی ہے جو آپ کے مزار مبارک پر لکھا گیا ہے مگر آپ کا ذکر آنے پر رہ نہ سکا اور کئی ایک باتیں جو یاد آئیں وہ بھی لکھ دیں۔

**اولاد:۔**

۱۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب،

۲۔ 〃 مرزا ظفر احمد 〃

۳۔ 〃 مرزا داؤد احمد 〃

۴۔ صاحبزادی امۃ الودود۔ صاحبہ

۵۔ 〃 امۃ الباری 〃

۶۔ 〃 امۃ الوحید 〃

# حضرت نوابزادہ میاں محمد عبداللہ خانصاحب رضی اللہ عنہ

ولادت یکم جنوری ۱۸۹۵ء

وفات ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء

حضرت نوابزادہ میاں محمد عبداللہ خاں صاحب حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کے صاحبزادے تھے۔ یکم جنوری ۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ نہایت ہی مخلص باپ کی وجہ سے عمدہ تربیت پائی۔ آپ کے والد محترم چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ اس لئے قادیان کی رہائش اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگاہ لُطف و کرم نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ اور آپ نہایت ہی نیک ماحول میں پروان چڑھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اپنے باپ کی طرح آپ کو بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی شادی حضرت اقدس کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس رشتہ کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتا ہوں اور پُوری کوشش کرتا ہوں کہ اپنی بیگم صاحبہ کی ہر خواہش کو پُورا کرنے کی سعادت حاصل کروں۔ خاکسار جب ۱۹۳۵ء سے لے کر ۱۹۳۶ء تک کراچی میں بطور مبلغ متعین تھا تو آپ اکثر میر پور خاص سے اپنے ضروری کاموں کی انجام دہی کے لئے کراچی تشریف لایا کرتے تھے اور عموماً رائل ہوٹل میں ٹھہرا کرتے تھے۔ انجمن احمدیہ کا دفتر چونکہ وہاں سے بہت نزدیک تھا۔ اس لئے آپ کوشش فرمایا کرتے تھے کہ نمازیں انجمن ہی میں آکر پڑھا کریں۔ شام سے قبل سیر کو بھی ہم اکٹھے ہی جایا کرتے تھے۔ ان ایام میں قریب رہنے کی وجہ سے مجھے آپ کی عظمت کا صحیح احساس ہوا۔

آپ وجیہ اس قدر تھے کہ کراچی کے بعض بڑے بڑے آدمی جو مجھے جانتے تھے مجھ سے علیحدگی میں دریافت کیا کرتے تھے کہ یہ صاحب کون ہیں؟ میں جب انہیں بتاتا کہ آپ مالیر کوٹلہ کے رؤسا میں سے ہیں۔ اور سینکڑوں مربعہ زمین کی جاگیر ضلع میر پور خاص میں رکھتے ہیں تو وہ کہتے کہ پھر یہ اسمبلی کی ممبری کے لئے کیوں کھڑے نہیں ہوتے۔ اس پر میں انہیں بتاتا کہ انہیں دنیا کی جاہ و حشمت کی طرف قطعاً توجہ نہیں۔ یہ اپنا فارغ وقت اکثر تبلیغ اسلام و احمدیت اور دیگر دینی کاموں میں صَرف کرتے ہیں۔ اس پر وہ لوگ حیران ہو

جاتے اور بعض آگے بڑھ کر مصافحہ کا شرف بھی حاصل کرتے۔

تقسیم ملک کے بعد لاہور میں بھی آپ سے فیض حاصل کرنے کے کافی مواقع میسر آتے رہے۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ ماڈل ٹاؤن کے احباب آپ کی زندگی میں آپ کی کوٹھی ۱۰۸ سی میں ہی نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے اور مَیں بھی جب دورہ پر جاتا تو آپ سے مل کر بہت ہی خوشی ہوتی اور آپ کی ایمان افزا باتیں سُن کر ایمان کو ایک جلا حاصل ہوتی۔ تبلیغ احمدیت میں آپ کو اس قدر شغف تھا کہ بیماری کے ایام میں بھی جب کوئی غیر از جماعت رشتہ دار یا دوست ملاقات کے لئے آتا تو اپنی تکلیف بھول کر اُسے تبلیغ شروع کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اس قدر شکر گذار تھے کہ ہر وقت ان کا تذکرہ آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ سخی بھی بیحد تھے۔ کسی غریب کی باتیں سُن کر دل پگھل جاتا تھا اور اپنی بساط سے بڑھ کر اس کی مدد کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اولاد کی تربیت کا بھی ہمیشہ خیال رہتا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں نے "حیاتِ طیبہ" شائع کی تو اس کے چند دن بعد آپ کا ایک بچہ مجھے مال روڈ پر نہایت ہی تپاک سے ملا اور اپنا تعارف کروا کر کہنے لگا کہ ہمارے ابا جان نے آپ کی کتابیں خرید کر ہم سب بہن بھائیوں کی چارپائیوں کے سرہانے رکھوا دی ہیں تا جب بھی ہمیں موقع ملے ہم ان کا مطالعہ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سے واقفیت حاصل کر لیں۔

مجھے خوب یاد ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک مسجد نہ ہو صحیح معنوں میں جماعت کی تنظیم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ نے ماڈل ٹاؤن کے احباب کے ساتھ یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ آپ کی کوٹھی کے ساتھ ہی شمالی جانب جو زمین ہے۔ اس کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر مل گئی تو آپ انشاء اللہ خود ہی مسجد بنوا دیں گے۔ مگر افسوس کہ آپ بہت جلد وفات پا گئے جس کی وجہ سے مسجد نہ بن سکی۔

آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ میں جب بھی دورہ پہ ماڈل ٹاؤن جاؤں شام کا کھانا اُن کے ساتھ کھایا کروں۔ مگر مجھے یہ دقّت ہوتی تھی کہ واپسی کے لئے بس ۹ بجے کے بعد نہیں ملتی تھی۔ اس لئے اکثر میں معذرت کر دیتا تھا۔ لیکن بعض اوقات کھانے میں شامل بھی ہو جاتا تھا۔ آخری ایام کی ہی بات ہے کہ جب میں آپ کی کوٹھی سے بس کی طرف جانے لگا تو کچھ بارش شروع ہو گئی۔ اتفاقاً اس روز آپ کے گھر کی کچھ مستورات نے "پام ویو" کوٹھی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو جانا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ آپ بھی اسی کار میں چلے جائیں اور ڈرائیور کو جو آپ کا کوئی عزیز ہی تھا۔ فرمایا کہ پہلے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جا کر انہیں پہنچانا اور پھر

"پام ریو" جانا۔ اللہ اللہ! کس قدر بلند اخلاق کے مالک وہ بزرگ تھے کہ ایک ادنیٰ غلام کے لئے یہ نوازشات!

گیارہ بارہ سال کی لمبی اور پیچیدہ بیماری کو آپ نے نہایت ہی صبر و سکون کے ساتھ گذارا۔ آخر میں دل کے دورے پڑنے بھی شروع ہو گئے تھے۔ کئی مرتبہ تشویشناک حد تک بیماری ترقی کر گئی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچ جاتے رہے۔

آپ کی وفات پر بہشتی مقبرہ ربوہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کے مزار پر جو کتبہ لکھا گیا ہے وہ درج ذیل ہے:۔

"اخویم نواب زادہ میاں عبداللہ خاں صاحب حضرت نواب محمد علیخاں صاحب کے فرزند ہونے کی وجہ سے صحابی ابن صحابی تھے اور انہیں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ اپنے والد ماجد کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی کی فضیلت بھی ملی۔ نہایت نیک، شریف، منکسر المزاج، اور ہمدرد طبیعت رکھتے تھے۔ فرض نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کے بھی پابند تھے اور دعاؤں میں بہت شغف رکھتے تھے اور سلسلہ کی مالی خدمت میں ذوق شوق سے حصہ لیتے تھے۔ ۶۶ سال کی عمر میں ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء کو لاہور میں فوت ہو کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ اللّٰھم اغفرہ وادخلہ الجنۃ۔ مرزا بشیر احمد۔ ربوہ"

**اولاد:۔**

صاحبزادی طیبہ آمنہ بیگم صاحبہ۔ صاحبزادہ نواب عباس احمد خاں صاحب۔ صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ صاحبزادی زکیہ بیگم صاحبہ۔ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ۔ صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ۔ صاحبزادہ میاں شاہد احمد خاں صاحب۔ صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ۔ صاحبزادہ میاں مصطفیٰ احمد خاں صاحب،

---

# حضرت میاں عبدالغفار صاحب جرّاح امرتسری

ولادت ۱۸۹۳ء  بیعت پیدائشی احمدی  وفات ۱۳ مئی ۱۹۵۹ء  عمر ۶۶ سال

حضرت میاں عبدالغفار صاحب جراح امرتسری حضرت میاں غلام رسول صاحب جراح امرتسری کے فرزند

تھے۔حضرت میاں غلام رسول صاحب کو یہ فخر حاصل تھا کہ آپ نے بیسیوں مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حجامت بنائی اور متعدد مرتبہ باورچی کا کام کیا۔چنانچہ آپ کے فرزند میاں عبدالغفار صاحب کے پاس حضور علیہ السلام کے ناخن، بال اور گرم وسرد کپڑے کافی تعداد میں موجود تھے۔خود راقم الحروف نے امرتسر میں بھی اور یہاں لاہور میں بھی متعدد مرتبہ یہ تبرکات دیکھے ہیں۔ایک مرتبہ یہاں لاہور میں میاں صاحب موصوف سارے تبرکات ہمارے گھر میں بھی لائے تھے اور ہمارے بچوں نے دیکھے تھے۔اب یہ تبرکات ان کے فرزندوں کے پاس محفوظ ہیں۔

حضرت میاں عبدالغفار صاحب ۱۹۴۷ء میں تقسیم برصغیر کے بعد لاہور میں تشریف لے آئے تھے۔ اور مسجد وزیر خاں کے پاس ایک حویلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کو اس قدر محبت تھی کہ حضور کی کئی ایک تحریریں خصوصاً کشتی نوح کی زبانی یاد کر رکھی تھیں اور مختلف اجتماعات کے مواقع پر سنایا کرتے تھے اور اس جذبہ کے ساتھ سناتے تھے کہ حاضرین پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن ہیں۔ اللّٰھم نوّر مرقدہ۔آمین۔ثم آمین۔

اولاد:- محمد انور۔ محمد اکرم۔ محمد اسلم۔ زبیدہ بیگم۔ سعیدہ بیگم۔

---

## حضرت میاں سراج دین صاحبؓ ولد میاں عمر دین صاحب

ولادت مارچ ۱۸۵۹ء بیعت ۱۸۹۳ء وفات ۲۸ جولائی ۱۹۲۸ء

حضرت میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی نے بیان فرمایا کہ

میرے والد حضرت میاں سراج دین صاحب اور حضرت میاں چراغ دین صاحب نے خلیفہ محمد صدیق صاحب آف آلو مہار کی بیعت کی ہوئی تھی۔ پھر اہلحدیث بھی تھے۔مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ تعلق تھا۔اس لئے حضرت اقدس کے دعویٰ کے معاً بعد اس خیال سے بیعت نہ کی کہ پہلے ایک بزرگ کی بیعت کی ہوئی ہے۔مگر جب کچھ مدت کے بعد حضرت اقدس سے مسئلہ پوچھا تو حضور نے فرمایا جس شخص سے آپ نے بیعت کی ہوئی ہے۔اگر وہ نیک آدمی ہے تو آپ کی بیعت نورٌ علیٰ نور ہوگی ورنہ وہ بیعت فسخ ہو جائیگی۔

اور ہماری بیعت رہ جائے گی۔ اس پر آپ نے بیعت کر لی۔

پرانے خاندانی ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ والد صاحب نے مارچ ۱۸۹۰ء میں ڈسٹرکٹ جج لاہور کے پاس درخواست دی تھی کہ میرے بھائی میاں معراج دین اور میاں تاج دین نابالغ ہیں اس لئے مجھے اُن کا گارڈین مقرر کیا جائے۔

آپ کا بیس سال کی عُمر میں چھانگا مانگا کے جنگل میں ایک انگریز فارسٹ آفیسر کے ماتحت ملازمت اختیار کرنے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

میاں سراج الدین صاحب بہت نیک اور سادہ مزاج آدمی تھے۔ آپ نے جولائی ۱۹۲۸ء میں ۶۹ سال ۴ ماہ کی عُمر پا کر وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کئے گئے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

اولاد :۔

میاں محمد شریف۔ میاں محمد اشرف۔ میاں محمد یعقوب۔ زیب النساء۔

---

# حضرت میاں تاج الدین صاحب ولد میاں عمر دین صاحب

ولادت ۱۸۶۲ء بیعت اندازاً ۱۸۹۴-۹۵ء وفات

میاں تاج الدین صاحب حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت ہی مخلص اور عبادت گذار بزرگ تھے۔

رات ۱۲ بجے کے بعد اُٹھ کر بقیہ رات عبادت میں گذار دیتے تھے۔ نقشہ نویس تھے۔ اوورسیر بھی تھے۔ پہلے ٹھیکیداری کرتے تھے۔ مگر مزدوروں کو پیشگی رقمیں دے دیا کرتے تھے جو بعض اوقات "رفوچکر" ہو جایا کرتے تھے۔ اس لئے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے یہ کام چھوڑ دیا تھا۔

اولاد :۔

میاں کمال دین۔ میاں فیروز دین

---

# جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۷۰ء بیعت ۱۸۹۴ء وفات ۲۷/۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء

محترم جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر نے ۱۸۹۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اسلام سے متنفر ہو کر عیسائیت اختیار کرنے کا عزم کر چکے تھے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "براہین احمدیہ" کہیں سے ہاتھ لگ گئی۔ اس کتاب کے مطالعہ نے آپ کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور آپ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ محترم جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے بھی انہیں کی تبلیغ سے ۱۸۹۷ء میں داخل احمدیت ہوئے تھے۔

محترم خواجہ صاحب مرحوم نے بحیثیت وکیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جو مقدمات حضور پر مخالفین و معاندین کی طرف سے دائر کئے گئے۔ قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر اور جماعت کے مشہور لیکچرار بھی تھے۔ قدآور، بھاری بھر کم، بارعب اور وجیہ انسان تھے۔

آپ کا ایک رؤیا بہت مشہور ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام میں دیکھا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ اور آپ کے ہمراہ نو یا دس یا گیارہ افراد ہیں اور یہ سب کسی شاہی خاندان کے ہیں۔ لیکن جس خاندان کے یہ ممبر ہیں اس کا سرتاج تخت سے الگ ہو گیا ہے اور نئی سلطنت قائم ہو گئی ہے اور پہلا دور بدل گیا ہے اور یہ سارے کے سارے اسیران سلطانی ٹھہرائے گئے ہیں۔ رؤیا ہی میں آپ کو بتلایا گیا کہ نئے سلطان حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب ؓ ہیں اور اپنے دربار میں طلب فرما کر کہتے ہیں کہ "کیا وجہ ہے کہ تمہارے ساتھ وہی سلوک نہ کیا جائے جو اسیران سلطانی کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم کو ان وطنوں سے نکال کر دوسرے وطنوں میں آباد نہ کیا جاوے"

یہ رؤیا جو تفصیل کے ساتھ "تاریخ احمدیت" جلد چہارم میں بھی شائع ہو چکی ہے، واضح طور پر بتا رہی ہے کہ جناب خواجہ صاحب اور آپ کے ساتھی خلافت اُولیٰ میں کچھ ایسے کام کریں گے جو خلاف منشاء سلطان ہوں گے اور اُن کی بناء پر یہ لوگ اسیران سلطانی ٹھہرائے جائیں گے اور اس قابل ہوں گے کہ انہیں اصل وطن یعنی قادیان سے نکال کر کسی اور وطن (جس کے متعلق بعد میں پتہ چلا کہ لاہور ہے۔ ناقل) میں آباد

کر دیا جائے گا" مگر اس وقت ان لوگوں کے معافی طلب کرنے پر حضور نے ان کو معاف کر دیا۔ لیکن خلافتِ ثانیہ کی ابتداء میں یہ قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے اور اپنا الگ مرکز بنا لیا۔

آپ نے ۲۷/۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

۳۱۳۔ اصحاب کی فہرست مندرجہ انجام آتھم میں آپ کا نام ۶۴ نمبر پر ہے۔

---

# حضرت خواجہ جمال الدین صاحبؓ

ولادت　　　　بیعت　　　　وفات

حضرت خواجہ جمال صاحب بی۔ اے ایک مدت تک جموں میں انسپکٹر مدارس رہے۔ آپ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے بھائی تھے۔ خلافت اولیٰ میں وفات پائی۔ ۳۱۳۔ اصحاب کی فہرست میں ان کا نام ۲۱۵ نمبر پر ہے۔

ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے:-

"خواجہ جمال الدین صاحب بی۔ اے جو ہماری جماعت میں داخل ہیں جب امتحان منصفی میں فیل ہوئے اور ان کو بہت ناکامی اور ناامیدی لاحق ہوئی اور سخت غم ہوا تو ان کی نسبت مجھے الہام ہوا کہ

سَیُغْفَرُ

یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے اس غم کا تدارک کرے گا۔ چنانچہ اس کے مطابق وہ جلد ریاست کشمیر میں ایک ایسے عہدہ پہ ترقی یاب ہوئے جو عہدہ منصفی سے ان کے لئے بہتر ہوا۔ یعنی وہ تمام ریاست جموں و کشمیر کے انسپکٹر مدارس ہو گئے۔"[1]

نوٹ:- ان کی بیعت کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اندازاً ان کے حالات یہاں درج کئے گئے ہیں۔ (مولف)

---

[1] نزول المسیح صفحہ ۲۱۳۔

# حضرت میاں محمد افضل صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت　　　　بیعت ۱۸۹۴ء

میاں محمد افضل صاحب سکنہ اوجلہ ضلع گورداسپور حال مکان نمبر ۷ گلی نمبر ۵۸ نیا دھرمپورہ لاہور نے ۱۸۹۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ ان ایام میں گو آپ بچے ہی تھے اور پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ مگر چونکہ آپ کے تایا حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی پٹواری اور آپ کے حقیقی چچا منشی عبدالمجید صاحب بیعت کر چکے تھے اور ۳۱۳ اصحاب میں شامل تھے۔ اسی طرح آپ کے والد ماجد منشی عبدالحق صاحب پٹواری بھی بیعت کر چکے تھے۔ اس لئے آپ کا بیعت کر لینا آسان تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جن ایام میں کرم دین سکنہ بھیں کے ساتھ مقدمات چل رہے تھے۔ ان ایام میں میری بیوی نے بھی بیعت کر لی تھی گو وہ اُن ایام میں بہت کم عمر تھی مگر بڑی عورتوں کے ساتھ مل کر اس کے لئے بھی بیعت کرنا آسان تھا۔

آپ فرماتے ہیں :-

"جب میں نے سکول چھوڑا تو اس وقت سب سے پہلا منشی رسالہ تشحیذ الاذھان کا میں ہی مقرر ہوا تھا اور میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھایا تھا"

آپ تقسیم ملک کے بعد لاہور میں آ گئے۔ نومبر ۱۹۶۵ء میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

# حضرت شیخ عطاء اللہ صاحب رضی اللہ عنہ نومسلم

ولادت ۱۸۷۵ء　　　　بیعت ۱۸۹۴ء　　　　وفات ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء

حضرت شیخ عطاء اللہ صاحب نومسلم ولد لالہ گنپت رائے صاحب، اسلامیہ پارک پونچھ روڈ مزنگ لاہور نے بیان کیا کہ میں نے ۱۸۹۴ء میں حضور انور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور بیعت کی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نماز پڑھایا کرتے تھے اور بعض اوقات

اذان بھی دیتے تھے۔ بہت خوش الحان اور بلند آواز تھے۔ ان کی اذان سُنکر انسان پر رقت طاری ہوجاتی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اُم المومنین بھی بہت پسند فرماتے تھے۔ حضور علیہ السلام شام سے لیکر عشاء تک مسجد مبارک میں قیام رکھتے تھے اور اسی جگہ سب احباب کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ ایک روٹی توڑ کر چھوٹا سا ٹکڑا اُٹھا کر اپنے دستِ مبارک میں پکڑ لیتے اور آہستہ آہستہ کھاتے رہتے۔ ہر جمعہ کو سب احباب کے لئے پلاؤ تیار ہوتا تھا۔ حضور انور بھی تھوڑا سا تناول فرماتے تھے۔ حضور مُسکرا کر گفتگو کرتے اور ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے تھے۔ اُوپر نظر اُٹھا کر عموماً کسی کو نہ دیکھتے تھے مگر اس کے باوجود بصیرت الٰہی اتنی تھی کہ سب کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے۔ میں کسی قدر حضور کے پاؤں، بازو، شانے اور جسم مبارک کو زور سے دباتا۔ مگر حضور انور ہرگز آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے کہ دبانے والا شخص کون ہے مگر کبھی صاف طور پر فرماتے کہ میاں عطاء اللہ چھوڑ دیں۔ میں نے ہرگز حضور کو مغموم نہیں دیکھا۔

مغرب کے وقت حضور ایک معمولی گلاس بکری کے کچے دُودھ کا نوش جان فرمایا کرتے تھے۔ جماعت میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ حضور کچا دُودھ نہ پیا کریں۔ فرمایا۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کچا دودھ ہی پیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب میں محکمہ ٹیلیگراف میں ملازم تھا۔ تپ دق سے بیمار ہوگیا۔ دو ماہ رخصت حاصل کر کے قادیان چلا گیا۔ حضرت مولانا حکیم صاحب کے دولت خانہ میں رہتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے جموں میں مشرف باسلام کیا تھا۔ اس رُوحانی تعلق کی وجہ سے بڑی محبت کے ساتھ علاج کے لئے صبح سویرے پہلے کھچڑی چاولوں کی اور بعد کو معاً ایک انڈا اُبلا ہوا کھلا کر دوائی دیتے تھے اور رات کو اول دال مونگی کے ساتھ روٹی دیتے تھے۔ میری زبان کا ذائقہ بالکل خراب ہوگیا تھا۔ ایک روز میں نے محترمہ اماں جی والدۂ مولوی عبدالسلام سے التجا کی کہ اماں جی! میرے مونہہ کا ذائقہ خراب رہتا ہے۔ اگر کچھ شوربا یا کوئی نمکین چیز ہو۔ تو یقیناً ذائقہ درست ہوجائے گا (انشاء اللہ)۔ فرمایا۔ مولوی صاحب ناراض ہوجائیں گے۔ مگر انہوں نے میرے اصرار پر ایک کپڑے سے مرچوں کو چھان کر مجھے پلا دیا۔ حسب دستور علی الصبح مولوی صاحب نے میری نبض دیکھی جو بڑی تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ حیران ہو کر فرمایا۔ رات کیا کھایا تھا؟ میں نے کہا۔ کچھ نہیں۔ آپ درس بخاری کو چھوڑ کر دوڑے ہوئے گھر گئے۔ دریافت فرمایا کہ رات کو عطاء اللہ نے کیا کھایا۔ انہوں نے کہا۔ کھانے کے بعد اس نے ضد کر کے تھوڑا سا شوربا پیا تھا۔ اس پر حضور اُن پر بھی

ناراض ہوئے کہ شور با کیوں دیا اور مجھ پر بھی کہ جھوٹ کیوں بولا۔

حضرت مولوی صاحب نے میری دروغگوئی اور بد پرہیزی کا حضرت صاحب سے بھی ذکر کر دیا۔ نیز مجھے کہا کہ حضرت صاحب کے پاس جوارش ہے اگر آپ کو کچھ دستیاب ہو جائے تو یہ کمزوری دُور ہو جائے گی۔ میں نے جرأت کر کے حضرت سے مانگ لی۔ فرمایا کہ آپ بہت بدپرہیز ہیں اس لئے آپ کو یہ دوائی نہیں مل سکتی۔ میں شرمندہ ہو کر مسجد سے چلا گیا۔ حضرت مولوی صاحب کو میری صحت کا بہت فکر رہتا تھا۔ بہت ادویات وغیرہ بنا کر مجھے دیں۔ فرمایا کہ دعائیں کریں اور دوا بھی استعمال کریں۔ میں بھی انشاء اللہ آپ کے لئے دُعا کروں گا۔

پھر میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا کہ میں اب واپس جاتا ہوں۔ رخصت ختم ہو گئی ہے صحت خراب ہو گئی ہے دُعا فرماویں۔ فرمایا۔ آپ نمازوں میں عاجزی، انکساری اور اضطراب سے دُعائیں کیا کریں اور خط ضرور لکھتے رہا کریں۔ بدپرہیزی کو چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور پختہ وعدہ کریں۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ انشاء اللہ صحت دے گا۔

جب میں راولپنڈی گیا تو رات کے ۱½ بجے کے قریب مجھے ایک رویا کسی غیر زبان میں ہوئی جس کو مَیں نہ سمجھ سکتا تھا۔ حیران ہو کر پھر اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ اے اللہ! تو سب زبانوں پر قدرت رکھتا ہے۔ مجھے سمجھ عطا فرما کہ یہ کیا خواب تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے رات کے ۲½ بجے کے قریب بلند آواز سے میری زبان پر جاری کرا دیا کہ

HEALTHY, HEALTHY, HEALTHY.

اس تین بار کی آواز نے مجھے بیدار کر دیا کہ صحت ہو گئی ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے قریباً بیس پچیس برس تک کبھی سر درد سے بھی بیمار نہیں ہوا۔ اور دیگر آپ کی دُعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے سامان مہیا ہو گئے کہ متواتر چھ سال کے بعد صحت یاب ہونے پر اولاد پیدا ہونی شروع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے تین لڑکے اور چار لڑکیاں عطا فرمائیں۔ ھٰذا من فضل ربّی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور قوت قدسیہ سے فیضان، روحانیت، تقویٰ، طہارت اور نورِ ایمان میں ترقی ہوئی اور نورِ یقین میں اضافہ ہوا۔

ریلوے اسٹیشن راولپنڈی سے میری تبدیلی درگئی ہو گئی۔ درگئی غیر علاقہ کے پاس ریلوے اسٹیشن ہے۔ وہاں میری تبدیلی اس لئے کی گئی کہ پٹھان لوگ نومسلم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ بُرا سلوک نہیں کریں گے۔

خطرناک علاقہ ہونے کی وجہ سے تنخواہ بھی دُگنی تھی۔ مگر گھر کے سب لوگوں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ میں دو روز کی رخصت لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور بیمار تھے مگر اس کے باوجود بڑے کمرے میں ٹہل کر کچھ لکھ بھی رہے تھے۔ میرا رقعہ پہنچنے پر حضور نے ایک بڑھیا کے ذریعہ مجھے اندر بلوا بھیجا۔ دیکھتے ہی محبت سے فرمایا کہ کھانا کھا لیا ہے؟ اور گھر میں خیریت ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور میرے لئے دُعا فرمادیں میری تبدیلی درگئی ہو گئی ہے اور درگئی غیر علاقہ کے متصل ہے جہاں آجکل لڑائی ہو رہی ہے۔ میں وہاں پر جانا نہیں چاہتا۔ حضور نے فرمایا۔ آپ چلے جائیں۔ اللہ تعالےٰ رحم کرے گا۔ گورنمنٹ جہاں حکم دے انکار نہ کیا کریں۔ اللہ تعالےٰ ناراض ہوتا ہے۔ مگر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میرے گھر والے ڈر کے باعث وہاں جاکر رہنا پسند نہیں کرتے۔ پس آپ دعا فرمائیں۔ جب میں واپس راولپنڈی گیا تو ریلوے چپراسی دوڑتا ہوا میرے پاس آیا کہ آپ کی تبدیلی کینسل ہو گئی ہے۔ آپ سرائے کالا کے پاس لے کر وہاں چلے جائیں۔ میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ حضرت اقدس کی دُعاؤں کا کس قدر جلدی اثر ہوتا ہے۔

حضور فرمایا کرتے تھے کہ اس مقدس مقام (قادیان) پر بار بار آیا کریں اور بہت بہت عرصہ رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو توفیق بخشے کیونکہ یہ ایام پھر نہ ملیں گے اور یہ کہانیاں رہ جائیں گی۔

ان ایام میں یعنی ۱۸۹۷ء میں حضور کے دو ملازم تھے۔ حافظ حامد علیخاں صاحب اور میاں رجب علی صاحب حافظ صاحب حضور کے پرائیویٹ کام کرتے تھے اور میاں رجب علی صاحب لنگرخانہ میں کام کرتے تھے۔ ایک بوڑھی عورت اندر گھر میں کام کرتی تھی۔ کھانے کی اشیاء یعنی چاول۔ آٹا۔ دال وغیرہ کی بوریاں نیچے گول کمرہ میں پڑی رہتی تھیں۔

ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لودھیانہ میں ایک مسجد کے صحن میں لیکچر دینا شروع کیا۔ لوگوں نے پتھراؤ کیا۔ روڑے مارے۔ مسجد کے صحن کی اینٹیں اکھیڑ دیں۔ لوٹے توڑ دیئے۔ حضور کو پیاس محسوس ہوئی مگر پانی کہیں سے نہ ملا وہ لوگ کنوئیں کی چرکھڑی بھی اُتار کر لے گئے تھے۔ اس مسجد کی چھت کے اُوپر کچھ مستورات حضور کی تقریر سُن رہی تھیں۔ ایک عورت دوڑتی ہوئی اپنے گھر گئی اور دُودھ کی ہنڈیا اُٹھا کر لائی۔ جلدی میں پینے والا برتن بھی نہ لاسکی اور آتے ہی کہا کہ لے بھرا وا اس کو مُونہہ لگا کر پی جا۔ حضور انور نے مُنہہ لگا کر وُہ دُودھ پی لیا۔ وہ بڑھیا عورت جزاک اللہ جزاک اللہ کہتی جاتی تھی اور نیز کہتی جاتی تھی کہ یہ خبیث لوگ تو ہمیشہ فتوے لگاتے رہے اور اپنا شکم دوزخ کی آگ سے بھرتے رہے۔

**اولاد:۔** شیخ عنایت اللہ۔ شیخ عباد اللہ۔ شیخ شریف اللہ کوثر۔ امۃ الرشید۔ امۃ الحفیظ۔ امۃ النظیر۔ امۃ النصیر۔

# حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ (ماریشس)

ولادت ۱۸۸۱ء بیعت ۱۸۹۵ء وفات ۱۷/۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء بمقام لاہور

۳۱۳-اصحاب کی فہرست میں انجام آتھم صفحہ ۱۴۹ پر مچھر الہ لاہور کے ایک طالب علم میاں غلام محمد کا بھی ذکر ہے۔ یہ طالب علم بعد میں حضرت صوفی غلام محمد صاحب آف ماریشس کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ پہلے مبلغ تھے۔ جو خلافت ثانیہ کی ابتداء میں جزیرہ ماریشس میں بھیجے گئے اور مسلسل بارہ سال تک آپ کو وہاں کام کرنے کی توفیق ملی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیش بہا کامیابیاں عطا فرمائیں۔ اُن کے ماریشس میں کام کو دیکھ کر جماعت احمدیہ کی وہاں دھاک بیٹھ گئی۔ نہایت ہی خوش خلق، شیریں بیان اور متحمل مزاج بزرگ تھے۔ حافظ قرآن بھی تھے۔ قرآن کریم ایسے دلکش لہجہ میں پڑھتے تھے کہ پُرانے اصحاب کے بیان کے مطابق کسی حد تک حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ قادیان میں محلہ دارالرحمت میں رہائش تھی۔ ہجرت پر رتن باغ لاہور میں وفات پائی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور حضرت چودھری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر کی کفالت میں آگئے اور اُنہی کے خرچ پر قادیان میں تعلیم پائی۔ ۱۹۰۷ء میں جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے وقف زندگی کی تحریک کی تو آپ نے بھی اپنا نام پیش کر دیا۔ ہجرت کے بعد لاہور میں وفات پائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ بعد ازاں دارالہجرت ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں ان کا تابوت لیجا کر دفن کیا گیا۔

اولاد:- آمنہ بیگم صاحبہ۔ ڈاکٹر احمد صاحب۔ صوفی محمد صاحب۔ محمود ناظم صاحب۔ حامد صاحب۔ نسیمہ بیگم۔ نعیمہ بیگم۔ حمید احمد صاحب۔

---

# حضرت منشی امام الدین صاحب

ولادت بیعت وفات

حضرت منشی امام الدین صاحب کلرک لاہور کا نام بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۱۳- اصحاب کی اس فہرست میں لکھا ہے جو انجام آتھم میں درج ہے۔

# حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب بھیرویؓ

ولادت ۱۸۷۵ء بیعت ۱۸۹۶ء وفات ۲۵ اگست ۱۹۵۷ء عمر ۸۲ سال

۲۱۳۔ اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں آپ کا نام غلطی سے "فضل دین" شائع ہوگیا تھا جو کچھ عرصہ ہوا پرائیویٹ سکرٹری نے لکھا تھا کہ اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب بھیروی حال لاہور ایک نہایت ہی نیک فطرت اور متدین بزرگ تھے۔ قد چھوٹا، بھاری اور مضبوط جسم رکھتے تھے۔ ساری عمر تہجد کی نماز نہیں چھوڑی۔ خاکسار راقم الحروف نے حضرت مولوی صاحب کو مدتوں دیکھا مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کا ذریعہ معاش کیا تھا۔ نہایت ہی متوکل بزرگ تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کا پیشہ تبلیغ ہی ہے۔ خاکسار کے خسر حضرت شیخ عبد الرب صاحب نومسلم مرحوم نے چونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک لمبا زمانہ لائل پور میں محترم جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم غیر مبائع کی ملازمت میں گذارا۔ اور اس کا انہیں علم تھا اس لئے ایک مرتبہ فرمایا کہ پنجاب کے مشہور صنعت کار محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب لائل پوری کی بیعت کا ذریعہ بھی خدا تعالیٰ نے مجھے ہی بنایا تھا مگر افسوس کہ خلافت ثانیہ کی ابتدا میں وہ غیر مبائعین میں شامل ہو گئے۔ آج اتفاق سے خاکسار غیر مبائعین کی مرتبہ کتاب "یاد رفتگان" مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کے حالات کے ضمن میں ان کا بھی ذکر آگیا جو درج ذیل ہے:-

"آپ (یعنی محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم ناقل) کے چھوٹے بھائی الحاج میاں محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں ہماری کپاس لاہور اور قصور جایا کرتی تھی اور بڑے بھائی صاحب کپاس کے بھگتان کے لئے اکثر لاہور میں رہا کرتے تھے۔ اُن دنوں آپ اکثر پرانی انار کلی کی ایک مسجد میں نمازیں پڑھنے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں پر آپ نے مولوی فضل الٰہی صاحب کو نماز پڑھتے دیکھا جو کہ احمدی تھے۔ آپ خود بھی حد درجہ عبادت گذار تھے مگر آپ نے جب مولوی صاحب کی نمازوں کا رنگ اور سوز و استغراق دیکھا تو حد درجہ متاثر ہوئے اور ان سے راہ و رسم پیدا کر لی چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ آپ کو حضرت مجدد وقت کے پیغام کا تفصیلی طور پر علم ہوا۔ اور آپ کو یقین ہوگیا کہ نبی زمانہ اعلائے کلمہ حق اور اسلام کی خدمت کے

لئے تحریک احمدیت میں شمولیت ضروری ہے چنانچہ آپ معہ برادران حضرت مجدد وقت کے دست حق پرست پر بیعت کر کے تحریک احمدیت میں شامل ہو گئے[1]"

آپ کے فرزند محترم مولوی عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی مولوی فاضل کا بیان ہے کہ

حضرت مولوی صاحب نے لاہور اورنٹیل کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد سرگودھا میں ٹھیکیداری کا کام شروع کیا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو نمایاں کامیابی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے مکان کے ساتھ "مسجد احمدیہ" بنوائی کیونکہ آپ نماز باجماعت پڑھنے کے عادی تھے۔ سرگودھا اور اس کے ارد گرد چکوں میں آپ نے جماعتیں قائم کیں اور سلسلہ کی بہت خدمت کی۔ سرگودھا میں قیام کے دوران آپ نے حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ عنہ کی شادی کا بندوبست کیا اور نکاح خود پڑھا۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد آپ نے ان کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کے نام جو ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے پرائیویٹ سکرٹری تھے، خط لکھ کر دیا کہ مولوی بقاپوری صاحب کو جماعت احمدیہ کا مبلغ مقرر کرا دیں کیونکہ مولوی صاحب بہت قابل عالم ہیں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے وہ خط حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ان کا تقرر بطور مبلغ جماعت احمدیہ کر دیا اور راولپنڈی بھیج دیا کیونکہ ان دنوں وہاں غیر مبائعین کا زور تھا۔ حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب ۲۵ برس سرگودھا میں قیام کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے قادیان ہجرت کر گئے اور تقسیم ملک تک وہاں ہی رہے قادیان میں سب سے پہلی عمارتی لکڑی کی دوکان کھولی اور قادیان میں اپنے دوستوں کے متعدد مکانات اپنی زیر نگرانی تعمیر کروا کر دیئے۔ دوست باہر سے روپیہ بھیج دیتے۔ مولوی صاحب اپنی زیر نگرانی مکان تعمیر کروا دیتے اور کسی شخص کو یہ شکایت نہیں ہوئی کہ مکان اچھا نہیں بنا یا مہنگا بنا ہے بلکہ اُن کی دیانتداری کے لوگ مداح تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو توفیق عطا فرمائی کہ ان کی زیر نگرانی قادیان میں قصرِ خلافت تعمیر ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک رویا کی بناء پر حضرت مولوی صاحب موصوف کے سپرد قصرِ خلافت کی تعمیر کا کام کیا تھا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ ان کے والد میاں کرم دین صاحب خاندان مغلیہ میں سے تھے۔ اور ۱۸۵۷ء کے غدر میں دلی چھوڑ کر پنجاب آ گئے تھے اور پھر احمد آباد میں جو کہ دریائے جہلم کے کنارے ایک گاؤں ہے آباد

---

[1] "یاد رفتگان" صفحہ ۲۲۳-۲۲۴

ہو گئے اور بقیہ عمر یادِ الٰہی میں گزاری۔ یہیں شادی کی اور ان کے ہاں ایک ہی لڑکا ہوا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین صحابہ میں شامل ہونے کا فخر عطا فرمایا۔ ہر سال یکم محرم کو حضرت مولوی صاحب کے والد مرحوم کا عُرس ہوتا ہے اور اردگرد کے دیہات کے لوگ اپنے عقیدے کے مطابق اُن کے مزار پر جمع ہو کر عقیدت کے پھُول نچھاور کرتے ہیں۔

اولاد

۱۔ حمیدہ بیگم اہلیہ مولوی غلام احمد صاحب ارشد۔ ۲۔ فضل الرحمٰن صاحب
۳۔ امۃ الحفیظ بیگم بیوہ ملک غلام رسول صاحب ۴۔ عطاء الرحمٰن مولوی فاضل جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور
۵۔ امۃ المجید زوجہ ملک محمد حیات صاحب ۶۔ برکات الرحمٰن نسیم

---

# حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۲۴ جون ۱۸۷۶ء بیعت ۱۸۹۶ء وفات ۹ اگست ۱۹۶۵ء

حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب رضی اللہ عنہ کو حضرت مولانا غلام حسین صاحب پشاوری رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "ازالہ اوہام" مطالعہ کے لئے دی جسے پڑھ کر آپ کے سارے شکوک رفع ہو گئے۔ اور آپ نے ۱۸۹۶ء میں احمدیت قبول کر لی۔ قبول احمدیت کے اگلے سال ہجرت کر کے قادیان پہنچ گئے۔ وہاں پر آپ کافی عرصہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ٹیچر رہے۔ چنانچہ آپ ان خوش قسمت اساتذہ میں سے ہیں جنہیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو سکول میں پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک عرصہ تک آپ نے قادیان میں رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کے مینیجر کے طور پر بھی کام کیا۔ صدر انجمن میں نائب محاسب اور سپرنٹنڈنٹ دفاتر کے طور پر بھی خدمت کرنے کا موقعہ ملا مگر خلافتِ ثانیہ کی ابتدا میں جناب مولوی محمد علی صاحب اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر کی دوستی کے باعث اُن کے ساتھ مل گئے۔ لیکن ۱۹۴۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مصلح موعود ہونے کا اعلان پڑھ کر پھر توجہ کی اور ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو خلافت ثانیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ ربوہ میں کئی سال تک افسر امانت

تحریک جدید کے فرائض سر انجام دیئے۔

ریٹائر ہونے کے بعد چند سال لاہور میں گذارے اور ۹ر اگست ۱۹۶۵ء کو ½ ۱۱ بجے قبل دوپہر ۹۰ سال کی عمر میں لاہور ہی میں وفات پائی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی روز رات کے ½ ۸ بجے جنازہ ربوہ لیجایا گیا اور ۱۱ بجے کے قریب بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن کئے گئے۔ بہت متقی، پرہیزگار اور خدا ترس بزرگ تھے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ کے ایام میں اپنی تقریر سے قبل حضرت ماسٹر صاحب سے قرآن کریم کی تلاوت کروایا کرتے تھے۔

**اولاد:۔** ۶ بیٹے، ۵ بیٹیاں اور کثیر التعداد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں آپ کی یادگار ہیں۔

---

## حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ ایم۔اے

**ولادت** ۱۸۹۴ء **بیعت** پیدائشی **وفات** ۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء **عمر** ۶۳ سال

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بچپن کے دوستوں میں سے تھے۔ لاہور میں جب حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کی امارت کے ابتدائی زمانہ میں احمدیہ ہوسٹل کی بنیاد پڑی تو اُن ایام میں آپ ایم۔اے عربی کرنے کے لئے لاہور تشریف لے آئے۔ اور احمدیہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کی خدمات بھی بجالاتے رہے۔ اس زمانہ میں آپ کا نام "رحیم بخش" تھا جسے بعد ازاں کسی موقعہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تبدیل کر کے "عبدالرحیم" مقرر فرما دیا تھا۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۲۴ء تک حضرت اقدس کے پرائیویٹ سکرٹری کے طور پر بھی کام کیا۔ ۱۹۲۴ء میں جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ویمبلے کانفرنس میں شرکت اور مسجد احمدیہ لندن کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے لندن تشریف لے گئے تو جو بارہ حواری حضور کے ساتھ تھے۔ اُن میں حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ بھی تھے۔ لندن سے واپسی پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سابق مبلغ انچارج حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؔ کو اپنے ساتھ قادیان لے آئے اور ان کی جگہ مشن کا انچارج حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ کو مقرر فرمایا اور اُن کے نائب محترم جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے

مقرر ہوئے۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے تقرر کے ساتھ ہی رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" جو پہلے قادیان سے شائع ہوتا تھا، لنڈن سے نکلنے لگا۔ ایک ہفتہ وار اخبار "مسلم ٹائمز" بھی آپ کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ آپ نے اپنے زمانہ قیام میں مسجد کی تعمیر کی طرف خاص توجہ فرمائی جس کے نتیجہ میں ۱۹۲۶ء میں مسجد خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو گئی چنانچہ ۳ر اکتوبر ۱۹۲۶ء کو اس کا افتتاح کرنے کی سعادت خان بہادر سر شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر کو نصیب ہوئی۔ اس موقعہ پر پہلی اذان مسجد کے مینار پر محترم جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے نائب امام مسجد لندن نے دی۔ اور مسجد کے پہلے برطانوی مؤذن ہونے کا شرف ایک نومسلم بلال دانیال ہاکر نیٹل ( MR. BILAL DANIAL HAWKER NUTTAL ) کو حاصل ہوا۔ مسجد کے افتتاح پر انگلستان کے پریس نے بڑے بڑے آرٹیکل لکھے جس کی وجہ سے دُنیا بھر میں سلسلہ احمدیہ کی خوب شہرت ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب امام مسجد کی حیثیت سے لندن تشریف لے گئے۔ اور درد صاحب واپس تشریف لے آئے اور صدر انجمن احمدیہ میں ناظر تعلیم و تربیت کے عہدہ پر کام کرتے رہے۔ ۲ر فروری ۱۹۳۳ء کو آپ دوبارہ لنڈن بھیجے گئے۔ آپ کے زمانہ میں امام مسجد لندن کی شخصیت یورپ میں نہ صرف مذہب کے طور پر اسلام کی نمائندہ سمجھی جاتی تھی بلکہ اسلامی سیاست میں بھی اہم کردار ادا کیا کرتی تھی۔ ہندوستان اور انگلستان کے لیڈر خاص خاص مواقع پر مسجد لندن میں تشریف لاکر اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح جب گول میز کانفرنس کے بعد ہندوستان کے ہندو لیڈروں کی روش سے بیزار ہو کر لندن میں ہی مستقل طور پر قیام کا فیصلہ کر چکے تھے تو حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے محترم مولانا درد صاحب کو لکھا کہ میری طرف سے مسٹر محمد علی صاحب جناح کو سمجھائیں کہ موجودہ حالات میں آپ جیسے درد دل رکھنے والے لیڈر کا ہندوستان کے مسلمانوں کو چھوڑ کر لندن جا کر بیٹھ رہنا مناسب نہیں۔ آپ کو بہت جلد ہندوستان واپس پہنچ کر مسلمانانِ ہند کی سیاسی قیادت سنبھالنی چاہیئے۔ اس اہم واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا درد فرماتے ہیں کہ

> "یہ بھی حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قائداعظم نے انگلستان سے ہندوستان واپس آکر مسلمانوں کی سیاسی قیادت سنبھالی اور اس طرح بالآخر ۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا۔ . . . جب میں ۱۹۳۳ء میں امام مسجد لندن کے طور پر انگلستان پہنچا تو اُس وقت

قائداعظم انگلستان میں ہی سکونت رکھتے تھے۔ وہاں میں نے اُن سے تفصیلی ملاقات کی۔ اور اُنہیں ہندوستان واپس آکر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی۔ میں نے اُنہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جبکہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے اُن کی پھنسی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بیوفائی کے مترادف ہوگی۔ چنانچہ اس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ مسجد احمدیہ لندن میں تشریف لائے۔ اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی جس میں ہندوستان کے مستقبل کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد قائداعظم انگلستان کو خیرباد کہہ کر ہندوستان واپس آئے۔ مسلم لیگ کو منظم کیا اور اس طرح چند سال کی جدوجہد کے بعد پاکستان معرض وجود میں آگیا۔"[1]

اس قسم کی عظیم الشان خدمات بجالا کر حضرت مولانا درد صاحب حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کو چارج دے کر ۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو واپس قادیان پہنچ گئے۔

مولانا درد صاحب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس امر کا خاص ملکہ حاصل تھا کہ آپ اپنے نظریات کو بڑے بڑے لوگوں کے سامنے پیش کر کے انہیں اپنا ہمنوا بنا لیتے تھے۔ "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کے دوران میں آپ نے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں بحیثیت سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ۱۹۴۱ء سے لیکر ۱۹۴۲ء تک آپ نے دوبارہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے سکرٹری کے طور پر کام کیا اور پھر بعدازاں وفات تک کسی نہ کسی نظارت کے انچارج رہے۔ آپ نے میکلوڈ روڈ لاہور میں اپنی رہائش کے لئے مکان الاٹ کروایا تھا۔ چنانچہ آپ کے بچے یہیں رہائش پذیر ہیں۔ مرحوم خاکسار کے ساتھ بہت ہی محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ مرحوم کے والد بزرگوار حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب لدھیانوی بھی حضرت اقدس کے صحابی تھے۔

آپ کی وفات ۷ دسمبر ۱۹۵۵ء کو ۶۳ سال کی عمر میں ربوہ میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد:۔ عطیہ۔ رضیہ۔ لطف الرحمٰن مرحوم۔ ختم النساء۔ مجیب الرحمٰن۔ نعیم الرحمٰن۔ صفیہ۔ نعیمہ عطاء الرحمٰن درد۔ حبیب الرحمٰن درد۔ عیسیٰ درد۔ ہاجرہ درد۔ قانتہ درد۔ صالحہ۔

---

[1] "الفضل" یکم جنوری ۱۹۵۵ء

# حضرت مولوی رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا

ولادت ۱۸۹۳ء بیعت پیدائشی احمدی وفات ۱۳؍اگست ۱۹۵۹ء عمر ۶۵ سال

حضرت مولوی رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا حضرت بابا حسن محمد صاحب واعظ موصی نمبر ا کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش پر ابھی بمشکل دو سال ہی گذرے تھے کہ آپ کے والد محترم احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اس لحاظ سے آپ کا بچپن بھی احمدیت ہی میں گذرا۔ اور پھر خاص طور پر قادیان میں، کیونکہ آپ کے والد ماجد اپنے گاؤں ادھلہ ضلع گورداسپور سے ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان میں آ گئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک وقفِ زندگی میں اپنا نام پیش کر دیا تھا۔ حضرت منشی عبدالعزیز صاحب ادھلوی آپ کے چچا تھے۔ آپ نے قادیان میں مولوی فاضل پاس کیا اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں مدرس مقرر ہو گئے۔

۱۹۲۵ء میں جب حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انڈونیشیا میں مبلغ بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو حضور کی نظرِ انتخاب حضرت مولوی رحمت علی صاحب پر پڑی۔ حضرت مولوی صاحب موصوف ۱۷؍اگست ۱۹۲۵ء کو قادیان سے روانہ ہوئے۔ اور ستمبر ۱۹۲۵ء میں سماٹرا پہنچ گئے۔ شروع میں آپ نے کوئی باقاعدہ مشن قائم کئے بغیر دو تین جماعتیں قائم کیں مگر مئی ۱۹۲۶ء میں ایک کرایہ کا مکان لے کر باقاعدہ مشن ہاؤس قائم کیا۔ چار سال کام کرنے کے بعد حضرت اقدس کی ہدایت کے ماتحت آپ کچھ عرصہ کے لئے واپس قادیان پہنچے۔ ۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۹ء کو آپ واپس تشریف لائے اور پھر حضور کے حکم سے ۶؍نومبر ۱۹۳۰ء کو دوبارہ عازم سماٹرا ہو گئے۔ اس مرتبہ محترم جناب مولوی محمد صادق صاحب کنجاہی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت اقدس کی ہدایات کے ماتحت کچھ عرصہ آپ مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ سماٹرا میں رہے اور پھر انہیں سماٹرا چھوڑ کر آپ عازم جاوا ہو گئے۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ اسی اثنا میں ۸؍مارچ ۱۹۴۲ء کو جاپانیوں نے جزائر شرق الہند پر قبضہ کر لیا اور مشکلات اور تکالیف کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تمام سیاسی اور مذہبی تنظیمیں حکماً بند کر دی گئیں۔ اس زمانہ میں حضرت مولوی رحمت علی صاحب نے کئی ایک کتابوں کا انڈونیشین زبان میں ترجمہ کیا۔ ۱۹۴۵ء میں جب جاپانی حکومت کا خاتمہ ہوا تو ان کتابوں کا ترجمہ شائع کر دیا گیا۔

نومبر ۱۹۴۹ء میں انڈونیشیا کی جماعتوں کی از سرِ نو تنظیم کرنے کے لئے حضرت مولوی رحمت علی صاحب کی صدارت میں تمام مبلغین کا پہلا اجتماع منعقد ہوا۔ جس کے نتیجہ میں جماعت کے لئے قواعد وضوابط مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی اور جب قواعد بن گئے تو ان کے مطابق ۹۔۱۰۔۱۱ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جماعت ہائے انڈونیشیا کی پہلی سالانہ کانفرنس "جاکرتہ" میں منعقد ہوئی جس کا سلسلہ (ایک سال کے وقفہ کے ساتھ) اب تک جاری ہے۔ اس طرح حضرت مولوی رحمت علی صاحب ایک لمبے عرصہ کے تبلیغی جہاد کے بعد ۳۰ اپریل ۱۹۵۰ء کو واپس تشریف لائے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت مولوی رحمت علی صاحب بہت ہی سادہ مزاج بزرگ تھے۔ خاکسار راقم الحروف نے ایک مرتبہ اُن سے دریافت کیا کہ آپ وہاں راہ ورسم پیدا کرنے کے لئے کیا طریق اختیار کرتے تھے۔ فرمانے لگے۔ جو شخص مجھے آگے سے آتا ہوا ملتا میں اُسے کہتا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" وہ جواب میں کہتا "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" میں دریافت کرتا کہ "آپ خوش ہیں" وہ کہتا "ہاں خوش ہوں" میں کہتا "کس قدر خوش ہو" اس پر وہ ہنس پڑتا اور میری اس کے ساتھ دوستی قائم ہو جاتی۔

بعض سفروں میں مجھے حضرت مولوی صاحب کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ جب ہم کسی مقام پر پہنچتے تو آپ چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی دوستی پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ جب کوئی بچہ ملتا تو آپ اس سے دریافت کرتے کہ میاں! تم کس کلاس میں پڑھتے ہو؟ وہ مثلاً کہتا دوسری میں، تو آپ تعجب سے فرماتے۔ اوئے! تم تو مجھ سے بھی زیادہ پڑھ گئے ہو! اس طرح اس بچے کا حوصلہ بڑھ جاتا اور وہ خوش ہو کر آپ سے باتیں شروع کر دیتا۔

لاہور میں ڈیوس روڈ پر آپ نے اپنی رہائش کے لئے ایک کوٹھی الاٹ کروائی ہوئی تھی۔ اس لئے کبھی یہاں رہتے اور کبھی مرکز میں خدمات سلسلہ بجالانے کے لئے چلے جاتے۔ آخری سال آپ بیمار ہو کر کئی ماہ میو ہسپتال میں زیر علاج رہے اور ۳۱ اگست ۱۹۵۹ء کو ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہے۔

اولاد:۔

رحمت النساء ۔ عطاء اللہ ۔ لطف المنان

# حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب

ولادت ۳۰ مئی ۱۸۸۲ء بیعت ۵ مارچ ۱۸۹۷ء

حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی ۳۰ مئی ۱۸۸۲ء کو بمقام لاہور پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت میاں سراج دین صاحب تھا جو حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے بڑے بھائی تھے۔

آپ فرمایا کرتے ہیں کہ مارچ ۱۸۹۷ء کے اوائل میں مڈل کا امتحان دے کر آپ اپنے چچا حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے ساتھ قادیان تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔ انہی ایام میں آپ نے پنڈت لیکھرام کے قتل سے ایک روز پہلے یعنی ۵ مارچ ۱۸۹۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔

بچپن میں آپ کی رہائش اپنے والد ماجد اور دیگر افراد خاندان کے ساتھ لنگے منڈی کوچہ سیٹھاں میں تھی۔

ابتدائی تعلیم آپ نے حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب امام مسجد اور حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب سے حاصل کی۔ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب اس مسجد کے امام تھے۔ جو آپ کے مکان کے سامنے تھی اور مولوی فضل الٰہی صاحب اس مسجد کے امام تھے جو بازار لنگے منڈی کی بڑی مسجد کہلاتی ہے۔ ان بزرگوں سے آپ نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم بھی حاصل کی اور پھر اسلامیہ سکول کی چوتھی جماعت میں داخلہ لیا۔

آپ فرمایا کرتے ہیں کہ اُن ایام میں دودھ، دہی اور مٹھائی وغیرہ کی دوکانیں عموماً ہندوؤں ہی کی ہوا کرتی تھیں مگر جب لیکھرام کے قتل کے بعد بعض ہندو دکانداروں نے مسلمان بچوں کو مٹھائی میں زہر ملا کر دی تو مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنی دکانیں کھولنا شروع کر دیں۔

آپ نے ۱۹۶۳ء کے جلسہ سالانہ ربوہ میں جو تقریر "ذکر حبیب" کے موضوع پر فرمائی۔ اس میں فرمایا کہ پنڈت لیکھرام کے قتل کے بعد

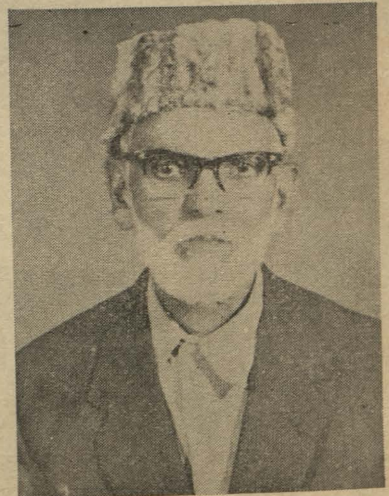
"ہماری جماعت کے احباب گمٹی بازار والی مسجد میں (جو اُن ایام میں جماعت احمدیہ کے پاس ہوا کرتی تھی۔ مؤلف) حضرت اقدس کی پیشگوئی درباره پنڈت لیکھرام کے پوری ہو جانے پر تقریریں کیا کرتے تھے۔ میں اکثر قادیان جایا کرتا تھا۔ اور عید کے دن تو لاہور کے اکثر احباب قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور میں بھی اُن کے ساتھ کبھی کبھی



حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب (صفحہ ۱۹۴)

حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب (صفحہ ۱۸۶)

(دائیں سے بائیں)- حضرت بابو غلام محمد صاحب رضی اللہ - محترم پہلوان کریم بخش صاحب رضی اللہ حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی کی نعش کے پاس پاؤں کی طرف بیٹھے ہیں- (صفحہ ۲۰۸ و ۲۹۱)



محترم مرزا محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ
(صفحہ ۲۲۰)



محترم بابو فضل دین صاحب
(صفحہ ۲۰۴)

ہوتا تھا اور ہم لوگ حضور کے خطبہ عید سے مستفیض ہوا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گرمی کے موسم میں نماز مغرب کے بعد پرانی مسجد مبارک کی چھت پر اس کی غربی جانب کی شہ نشین پر رونق افروز ہوتے تھے۔ اور حضور کی دائیں جانب حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب اور بائیں جانب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ہوا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں حضور کھانا بھی اپنے مہمانوں کے ساتھ ہی تناول فرمایا کرتے تھے۔ اگر کسی مہمان کے پاس سالن کم ہو جاتا تھا تو حضور اپنے سامنے سے سالن کا زائد پیالہ اس کے سامنے بڑھا دیتے تھے۔ حضور کھانا تھوڑا ہی کھاتے تھے۔ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے شوربے کے ساتھ لگا لگا کر کھاتے تھے۔ مسجد کی چھت پر جانے کے لئے لکڑی کے تختوں کی سیڑھی ہوتی تھی اور پیرانہ سالی کے باوجود اس کے دائیں بائیں بازو سے سہارا لئے بغیر ایک پہلوان کی طرح سیدھے اُوپر چڑھتے تھے۔ اس وقت حضور کے پاس گرم چادر یا دُھسّہ ہوتا تھا جو حضور شہ نشین پر بیٹھنے سے پہلے اپنے نیچے رکھ لیتے تھے۔ ظہر کی اذان کے بعد حضور جلد ہی مسجد مبارک میں تشریف لے آتے اور احباب جماعت کے ساتھ بیٹھ کر دینی گفتگو شروع فرما دیتے۔ حضور کے پاس بیٹھنے والوں کو حضور کی طرف سے ایک اعلیٰ قسم کی بھینی بھینی خوشبو آتی تھی جو عام خوشبوؤں سے نرالی اور عجیب ہوتی تھی"[ل]

"۱۹۰۲ء کے اوائل میں ایک عیسائی نوجوان عبدالحق نامی قادیان آ گئے۔ وہ لاہور کے مشن کالج میں بی۔ اے کے طالب علم تھے۔ انہوں نے چند روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مذہبی سوالات کئے اور تشفی ہو جانے کے بعد اسلام قبول کر کے حضور کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ وہ قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ٹیچر مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضور نے ان کو پچاس روپے اپنی جیب سے دے کر فرمایا کہ ماسٹر صاحب! آپ لاہور جا کر کتابیں خرید لائیں اور بی۔ اے کے امتحان کی پرائیویٹ تیاری کر لیں کیونکہ مجھے یہ خیال آ رہا ہے کہ پادری لوگوں کو شماتت کا موقعہ نہ ملے اور وہ یہ نہ کہیں کہ مسلمان ہو جانے کی وجہ سے آپ کی ترقی رُک گئی ہے۔ چنانچہ ماسٹر صاحب نے لاہور جا کر کتابیں خرید لیں اور بی۔ اے کی تیاری

---

ل "الفضل" ۱۷؍جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۔

شروع کر دی۔ اس کے بعد امتحان کے قریب آجانے پر وہ لاہور میں میرے پاس آگئے۔ کیونکہ وہ مشن کالج میں میرے کلاس فیلو رہ چکے تھے۔ اور اُن کے احمدی ہو جانے کے بعد مجھے اُن سے محبت ہو گئی تھی۔ جب وہ بی۔ اے کا امتحان دے کر واپس قادیان گئے تو میں اُن کے ساتھ گیا۔ جب ماسٹر صاحب نے حضور سے مصافحہ کیا تو حضور نے اُن سے پوچھا کہ آپ کے پرچے کیسے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضور پرچے تو معمولی ہی ہوئے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ میں نے آپ کی کامیابی کے لئے بہت دُعا کی ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی کامیابی کے متعلق بشارت بھی مل جائے۔ مجھے پادریوں کی شماتت کا بڑا خیال ہے۔ یہ سُنکر ہم دونوں مسجد کے باہر آگئے اور میں نے ماسٹر صاحب کو کہہ دیا کہ آپ انشاء اللہ ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ماسٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ حضور نے میری کامیابی کی بشارت بھی مجھے دے دی تھی چنانچہ کامیاب ہونے کے بعد بھی ماسٹر صاحب عرصہ تک تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور ٹیچر کے ملازم رہے۔ اب وہ وفات پا چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"[1]

"سنہ ۱۹۰۳ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی کرم دین والے مقدمہ کے لئے اکثر گورداسپور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بتاریخ ۱۹ر اگست اس مقدمہ کی پیشی تھی۔ میں بھی اس دن گورداسپور چلا گیا اور مجھے بھی عدالت میں حاضری کا موقعہ مل گیا حضور شیخ علی احمد صاحب پلیڈر کی کوٹھی میں قیام فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور کوٹھی میں ہی رہے۔ اور احباب جماعت کچہری کے احاطہ میں جا بیٹھے تھے۔ لیکن حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ حضور ہی کے پاس کوٹھی میں پیچھے رہے تھے مجھے خیال آیا کہ واپس جا کر دیکھوں کہ وہ دونوں بزرگ کیوں نہیں پہنچے۔ جب میں کوٹھی میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور غنودگی کی سی حالت میں الہامات لکھوا رہے ہیں اور حضرت مفتی صاحب لکھ رہے ہیں۔ حضور نے میرے سامنے ایک یہ الہام سُنایا کہ

یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون

---

[1] "الفضل" ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۶۲ء صفحہ ۳

یعنی تیری شان اور مرتبے کے بارے میں پوچھیں گے تو کہہ کہ وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا ہے۔ پھر اُن کو اپنی لہو ولعب میں چھوڑ دے۔ یہ الہام سُنکر میں واپس کچہری میں چلا آیا۔ اور کسی کو میرے آنے جانے کی خبر نہ ہوئی۔ اسی دن جب حضور عدالت میں تشریف لائے تو مجسٹریٹ نے حضور سے آپ کی شان اور مرتبہ کے متعلق دریافت کیا اور سوال کیا کہ کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ آپ کی کتاب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے تو حضور نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے میرا یہی مرتبہ ہے۔ اسی نے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔ تب وہ الہام جو خدا کی طرف سے صبح کے وقت ہوا تھا وہ اسی دن عصر کے وقت پُورا ہو گیا اور جماعت کے احباب میں ایمان کی زیادتی کا موجب ہوا۔

۱۹۰۵ء میں مَیں نے بی۔ اے کا امتحان پاس کر لیا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ملازم ہو گیا۔ ایک دن میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے بذریعہ عریضہ دریافت کیا کہ میں مزید تعلیم کے لئے ولایت جانا چاہتا ہوں۔ حضور اپنے مشورہ سے مشرّف فرمائیں۔ حضور نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اپنے رشتہ داروں سے مشورہ کر لیں اور استخارہ بھی کر لیں۔ پھر جس طرف طبیعت مائل ہو اُسے اختیار کر لیں۔ اس کے چند منٹ بعد حضور مولوی محمد علی صاحب کے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ یہ وہی کمرہ ہے جس میں سُرخ سیاہی کے قطرات حضور کی قمیص پر گرنے والا کشف ہوا تھا۔ حُسنِ اتفاق سے میں بھی اس وقت اس کمرہ میں موجود تھا۔ پہلے تو حضور نے مولوی محمد علی صاحب سے چند ضروری باتیں فرمائیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کس غرض سے ولایت جانا چاہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ چونکہ میں نے بی۔ اے پاس کر لیا ہے، مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ میں کسی نوجوان کا وہاں جانا پسند نہیں کرتا کیونکہ وہاں دہریّت پھیلی ہوئی ہے اور مذہب کو لوگ ایک سوسائٹی سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی خدا کا نام لے تو لوگ اس پر ہنسی کرتے ہیں اور جیسا کہ آجکل یہاں زلزلے آ رہے ہیں اگر وہاں زلزلہ آ جائے تو شہر کے تباہ ہو جانے کا خطرہ ہے کیونکہ شہر نیچے سے کھوکھلا ہے۔ شہر کے نیچے پانی کی، بجلی کی، پاخانے کی اور ریلوں کی نالیاں ہیں۔ یہ سُنکر مَیں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ کر عرض کیا کہ حضور میری توبہ میں کبھی

ولایت جانے کا نام نہیں لوں گا۔ پھر حضور کمرہ سے باہر تشریف لے گئے۔

یہ یاد رہے کہ حضور کا یہ مشورہ صرف میرے لئے ہی تھا۔ کیونکہ ان ایام میں ہندوستان سے باہر ہماری کوئی مسجد نہیں تھی اور مشن کا کوئی مرکز یورپ میں اس وقت موجود نہیں تھا کہ جہاں جاکر نوجوان علم دین حاصل کر سکیں اور اس طرح دہریت کی فضا سے محفوظ رہ سکیں مجھے حضور کے اس مشورہ سے بہت فائدہ ہوا کیونکہ میں نے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی دعا اور ارشاد کے ماتحت کوشش کر کے ای۔ اے۔ سی کا عہدہ حاصل کر لیا اور آخر کار پنشن لے کر قادیان میں ہجرت کر لی۔"[۱]

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ آجکل حضرت ڈپٹی صاحب نے محلہ دارالصدر ربوہ میں اپنی کوٹھی بنوا کر اس میں رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔

"۱۹۰۶ء کا ذکر ہے کہ ایک دن میں قادیان ہائی سکول[۲] میں بیٹھا ہوا تھا تو مجھے کسی لڑکے نے آکر بتایا۔ خواجہ کمال الدین صاحب آگئے ہیں اور سیدھے مسجد مبارک چلے گئے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ شاید خواجہ صاحب سلسلے کے متعلق کوئی خبر لائے ہوں میں بھی مسجد مبارک میں چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب دونوں کھڑے آپس میں باتیں کر رہے ہیں میں بھی ان کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اسی اثنار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہاں تشریف لے آئے اور السلام علیکم اور مصافحہ کے بعد خواجہ صاحب سے حضور نے فرمایا کہ میں نے آپ کے متعلق ایک خواب دیکھا ہے اور میں نے مولوی صاحب سے کہا تھا۔ کہ خواجہ صاحب کو تار دے کر بلالیں۔ اور وہ خواب یہ ہے کہ آپ گندے پانی کی نہر کے کنارے پر کھڑے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے کاموں میں دنیا کی ملونی ہوتی ہے۔ اس سے آپ کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ اس موضوع پر حضور نے خواجہ صاحب کو کچھ نصیحتیں بھی کیں اور پھر مکان میں واپس تشریف لے گئے۔"[۳]

"رسالہ "الوصیت" شائع ہونے کے بعد ۱۹۰۶ء میں ایک دن لاہور سے آئے ہوئے مستری محمد موسیٰ صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ بہشتی مقبرہ کا ایک نقشہ تیار

---

[۱] و [۳] "الفضل" ۱۷ر جنوری ۱۹۶۲ء[۲] ان دنوں تعلیم الاسلام ہائی سکول وہاں ہوا کرتا تھا جہاں اب مدرسہ احمدیہ ہے (مؤلف)

کردیں۔ جس میں قبروں اور راستوں کے نشانات دکھائے جائیں۔ جس وقت مستری صاحب نے وہ نقشہ تیار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت میں بھی حاضر تھا۔ حضور نے وہ نقشہ پسند فرمایا۔ اس پر مستری صاحب نے نقشہ میں ایک قبر پہ اُنگلی رکھ کر عرض کیا۔ کہ حضور یہ قبر میرے لئے مخصوص کر دی جائے۔ حضور نے فرمایا کہ کوئی قبر کسی کے لئے مخصوص نہیں کی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما تدری نفسٌ بایِّ ارضٍ تموت

یعنی کسی کو معلوم نہیں یعنی اس نے کس زمین میں مرنا ہے۔

مستری صاحب خاموش ہو گئے۔ اس کے قریباً دو سال بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا گئے تو حضرت مستری صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ وہی قبر ہے جو میں نے اپنے لئے چاہی تھی لیکن اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر اس میں دفن کیا گیا ہے۔ دراصل یہ وہ قبر تھی جو حضور کو کشف میں چاندی کی طرح چمکتی دکھائی گئی تھی جس کا ذکر حضور نے رسالہ "الوصیۃ" میں فرمایا ہے"[1]

⁝

"میں ۱۹۰۸ء میں قانون کا پہلا امتحان یعنی ایف۔ ای۔ ایل (F.E.L) دے کر اس کے نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا۔ مئی یا جُون میں مجھے لاہور سے یہ اطلاع آئی کہ میں قانونی امتحان میں کامیاب نہیں ہوا۔ کیونکہ ایک آریہ ممتحن چُونی لال بیرسٹر نے تمام مسلمان امیدواروں کو فیل کر دیا ہے اور ایک مسلمان بھی کامیاب نہیں ہوا۔ اس اطلاع کے بعد جب میں ظہر کی نماز کے لئے مسجد مبارک میں گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضور اذان کے بعد جلد ہی مسجد میں تشریف لے آیا کرتے تھے اور میں بھی مسجد میں جا کر حضور کے قریب پہلی صف میں بیٹھ جایا کرتا تھا۔ لیکن اس دن جب میرے فیل ہونے کی اطلاع آئی تو میں شرمندگی کی وجہ سے پچھلی صف میں سُنّتیں ادا کر کے بیٹھ گیا۔ حضور نے مجھے اپنے قریب بُلا لیا اور مجھ سے نتیجہ امتحان کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے لاہور سے آئی ہوئی اطلاع عرض کر دی۔ تب حضور نے فرمایا۔ کہ آپ کوئی فکر نہ کریں اور آئندہ سال پھر امتحان دے دیں اللہ تعالیٰ آپ

---

[1] "الفضل" ۸ر جنوری ۱۹۶۲ء۔

کو کامیاب کر دے گا۔ دیکھو قادیان میں جتنے آریہ لوگ ہمارے سخت دشمن تھے وہ سب تباہ ہو گئے (ان الفاظ میں حضور کا اشارہ اس تصنیف کی طرف بھی تھا جو "قادیان کے آریہ اور ہم" کے نام سے شائع فرما چکے تھے) اور حضور نے فرمایا کہ آریوں کو اللہ تعالےٰ ختم کر دے گا۔ دیا شاید "نابُود" فرمایا) چونکہ حضور نے مجھے آئندہ سال امتحان میں کامیاب ہونے کی بشارت دے دی۔ اس لئے میں نے تعلیم الاسلام سکول قادیان میں پھر ملازمت کر لی تھی اور امتحان کی تیاری کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ امتحان سے تین ماہ پہلے لاہور جا کر تیاری شروع کی جسے مکمل تیاری نہیں کہہ سکتے مگر میں بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ہو گیا اور اس کامیابی کی اطلاع مجھے لاہور میں اس دن اور اس وقت ملی جبکہ حضرت اقدس وفات پا چکے تھے اور میں خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے مکان سے باہر دوسرے احباب جماعت کے ساتھ کھڑا افسوس کر رہا تھا"

"حضور کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے میں لاہور سے اپنے تایا صاحب مرحوم میاں چراغدین صاحبؓ کے ساتھ قادیان گیا تھا۔ دوپہر کے قریب جب حضور کو تایا صاحب کے آنے کی خبر ملی تو حضور نے ہمیں اپنے مکان کی پچھلی جانب بالاخانہ میں بُلا لیا۔ اور میں بھی اُن کے ساتھ گیا۔ حضور نے اندر سے ٹھنڈا شربت منگوا کر ہمیں پلایا اور کچھ گفتگو کے بعد فرمایا کہ جلدی جلدی آنا چاہیئے۔ اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیں قادیان میں حضور کے ساتھ بیٹھنے کا موقعہ نہیں ملا اور جلد ہی حضور وفات پا گئے"

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی وفات سے ایک دن پہلے لاہور میں جب نماز عصر کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں تشریف لائے تو لاہور کا ایک شخص ڈاکٹر محمد سعید نامی حضور سے ملاقات کرنے کے لئے آ گیا۔ اس نے سلسلہ کے متعلق سوالات شروع کئے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ "میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں۔ میں نے سب کچھ اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے" یہ فرما کر حضور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت مجھے تعجب ہوا تھا۔ کہ حضور نے خلاف عادت سائل کو نہایت مختصر جواب دے کر یہ فرما دیا کہ میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں۔ لیکن دوسرے دن صبح کو آپ کا فرمانا پورا ہو گیا۔

اور آپ وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

**اولاد:۔** شریف احمد ۔ محمد لطیف ۔ انیس احمد ۔ عزیزہ بیگم ، رضیہ بیگم ، رفیقہ بیگم ، ذکیہ بیگم ، صفیہ بیگم ۔ امینہ بیگم ۔

---

## حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

**ولادت** ۲ مارچ ۱۸۹۷ء

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں ۲ مارچ ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئیں ۔ آپ کی ولادت سے قبل حضرت اقدس کو الہاماً یہ خبر دی گئی تھی کہ "تنشأ فی الحلیۃ" کہ یہ دختر نیک اختر زیورات میں نشوونما پائے گی ۔ پھر ۱۹۰۱ء میں آپ کے متعلق الہام ہوا " نواب مبارکہ بیگم " ان الہامات اور بعض دوسرے الہامات کی روشنی میں حضرت اقدس نے اپنے تینوں صاحبزادگان اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی آمین کے موقعہ پر آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

| | |
|---|---|
| اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر | ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر |
| کلام اللہ کو پڑھتی ہے فرفر | خدا کا فضل اور رحمت سراسر |
| ہوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر | کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر |
| لقب عزت کا پاوے وہ مقرر | یہی روز ازل سے ہے مقدر |

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق آپ کی شادی حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ سے ہوئی ۔ حضرت نواب صاحب نوابی خاندان کے درخشندہ گوہر ہونے کے باوجود نہایت ہی متقی اور پارسا بزرگ تھے ۔ ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں سیدہ موصوفہ کے نکاح کا اعلان حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔ نکاح کی اس مبارک تقریب میں شامل ہونے کے لئے لاہور سے حضرت میاں چراغدین صاحب ، ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب ، حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی ، حضرت بابو غلام محمد صاحب ، حضرت مستری محمد موسیٰ صاحب ، محترم شیخ رحمت اللہ صاحب ، محترم خواجہ کمال الدین صاحب اور محترم خلیفہ رجب دین

صاحب اور بعض دیگر احباب بھی پہنچ گئے۔

رخصتانہ حضرت اقدس کے وصال کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۰۹ء کو نہایت ہی سادگی سے عمل میں آیا۔ یعنی حضرت ام المومنینؓ نے پہلے حضرت نواب صاحبؓ کو جہیز کی فہرست بھیجدی اور پھر خود اپنی بچی کو ساتھ لے جا کر نواب صاحب کے مکان کے دروازہ پر جو حضرت اقدس کے مکان کے ساتھ ہی تھا بھرائی ہوئی آواز میں یہ کہہ کر کہ "میں اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں" واپس دارِ مسیح میں تشریف لے گئیں۔ اگلے روز یعنی ۱۵ مارچ ۱۹۰۹ء کو حضرت نواب صاحبؓ نے قادیان کے تمام احمدیوں کو اور قصبہ کے بعض عمائدین کو دعوت ولیمہ دی۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا وجود جماعت احمدیہ کے لئے بہت ہی مبارک اور گوناگوں برکات کا موجب ہے۔ جماعت کی خواتین آپ سے ملاقات کر کے ایک نیا ایمان لے کر واپس لوٹتی ہیں۔ آپ کا کلام خواہ نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی، نہایت ہی بلند پایہ اور لطیف رُوحانی اور ادبی ذوق سے پُر ہوتا ہے۔ آجکل آپ کی رہائش لاہور میں شملہ پہاڑی کے نزدیک کوٹھی ۵ پام ویو میں ہے۔ حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں اسی کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔

اولاد:-

| | | |
|---|---|---|
| نواب محمد احمد خاں صاحب | ولادت | ۱۱ جولائی ۱۹۱۰ء |
| صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ | " | ۲۷ ستمبر ۱۹۱۱ء |
| نواب مسعود احمد خاں صاحب | " | ۱۷ اپریل ۱۹۱۳ء |
| صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ | " | ۱۵ اگست ۱۹۱۸ء |
| صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ | " | ۲ ستمبر ۱۹۲۹ء |

---

# محترم چوہدری شریف احمد صاحبؓ اوجلوی

ولادت ۱۸۹۰ء بیعت ۱۸۹۷ء وفات ۴ جنوری ۱۹۶۱ء عمر ۷۱ سال

محترم چوہدری شریف احمد صاحب اوجلہ (حال لاہور) ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے مختلف مقامات

پرسٹیشن ماسٹر رہے۔ تقسیم ملک کے بعد گوالمنڈی لاہور میں سکونت اختیار کی۔ بہت پرانے احمدی تھے۔ ۱۸۹۷ء میں بیعت کی اور ۴ر جنوری ۱۹۶۱ء کو ۸۱ سال کی عمر پا کر وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ ان کے ایک بھائی منشی عبدالحمید صاحب تقسیم ملک کے بعد ڈھاباں سنگھ ضلع شیخوپورہ میں رہا کرتے تھے۔ پنشن لینے کے لئے لاہور آیا کرتے تھے اور مسجد بیرون دہلی دروازہ کی بجلی کا خرچ زندگی بھر دیتے رہے۔ ان کی وفات پر بھی دس بارہ سال گذر گئے ہیں۔

---

## محترم مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم (غیر مبائع)

ولادت ۱۸۷۳ء بیعت ۱۸۹۷ء وفات اندازاً ۱۹۶۰ء

محترم مولانا عزیز بخش صاحب برادر اکبر جناب مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے ریاست کپورتھلہ کے ایک گاؤں موضع مراد میں حافظ فتح دین صاحب کے ہاں ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک میں دونوں بھائیوں نے وظیفہ حاصل کیا۔ اور گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ بی۔ اے ۱۸۹۶ء میں کیا۔ بی۔ اے کرنے کے بعد جناب مولوی محمد علی صاحب نے تو ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی کے امتحانات پاس کئے۔ مگر مولانا عزیز بخش صاحب نے ٹیچنگ لائن اختیار کرنے کے لئے ٹریننگ کالج میں داخلہ لیا اور کالج سے فارغ ہو کر تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں کے ہائی سکول میں ٹیچر ہو گئے۔ کچھ عرصہ وہاں کام کرنے کے بعد آپ نے وہ ملازمت چھوڑ دی اور ڈی۔ سی آفس میں ریکارڈ کیپر بن گئے اور ۱۸ - ۲۰ سال اسی ملازمت میں گذار دیئے۔ آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر الہ بخش صاحب کا بیان ہے کہ[1] ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کا زمانہ تھا جبکہ مولانا موصوف نے بچوں سمیت تین ماہ کی رخصت قادیان میں گذاری۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات پر سوائے دو تین افراد کے ڈیرہ غازیخاں کی تمام جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی بیعت کر لی۔ ان دو تین افراد میں سے ایک مولانا موصوف بھی تھے۔

۱۹۳۰ء میں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آ کر مستقل سکونت اختیار کر لی اور رہائش کے لئے ایک مکان

---

[1] "یاد رفتگان" صفحہ ۲۱۶

بھی خرید لیا۔ زندگی بھر غیر مبائعین کی مسجد میں امامت کے فرائض سر انجام دیئے۔ آپ کی وفات اندازاً ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

**اولاد:۔** ڈاکٹر الٰہ بخش

---

# محترم بابو فضل دین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ لاہور ہائیکورٹ

**ولادت** ۲ر فروری ۱۸۹۷ء **بیعت** پیدائشی

محترم بابو فضل الدین صاحب سیالکوٹ میں ۲ر فروری ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام میاں فیروز الدین صاحبؓ تھا اور وہ بھی صحابی تھے۔ تعلیم امریکن مشن سکول سیالکوٹ میں حاصل کی۔ ۱۹۱۴ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۵ء میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج سیالکوٹ کے ہاں بطور امیدوار کام کیا۔ ۱۹۱۶ء کے شروع میں محکمہ چیف انجنیئر انہار پشاور میں ملازم ہوئے۔ مگر دسمبر ۱۹۱۶ء میں استعفا دے کر واپس سیالکوٹ چلے آئے۔ اپریل ۱۹۱۷ء میں دفتر چیف کورٹ حال ہائیکورٹ لاہور میں ملازمت اختیار کی اور یہیں سے ریٹائر ہوئے۔

آپ فرماتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دینی مشاغل دوران ملازمت سیالکوٹ سے ہمارے پردادا میاں نظام دین صاحبؓ کو کسی حد تک واقفیت تھی۔ اس لئے جب حضور ۱۸۹۲ء میں سیالکوٹ تشریف لائے اور آپ کے دعویٰ کا چرچا ہوا تو ہمارے پردادا صاحب نے خاندان کے سب افراد کو اکٹھا کر کے کہا کہ "یہ مُنہ جھوٹ بولنے والا نہیں" تم سب کو بیعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ ان کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے خاندان کے سب افراد نے فوراً بذریعہ چٹھی بیعت کر لی۔ میرے والد محترم میاں فیروز الدین صاحب رضی اللہ عنہ مدفون بہشتی مقبرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم جب پہلی مرتبہ ۱۸۹۶ء میں قادیان گئے تو حضور کی دستی بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی چونکہ والد محترم کے ہموطن تھے اس لئے اُن کے ساتھ بے تکلفی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم حضرت مولوی صاحب موصوف کے ساتھ مسجد مبارک کے ساتھ ملحقہ کوٹھڑی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کا وہاں سے گذر ہوا۔ ہم نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ صاحبزادہ صاحب کہاں تعلیم

حاصل کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں اس کا باپ تعلیم حاصل کرتا ہے!

جب حضور ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لائے تو والد محترم گوجرانوالہ پیشوائی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ مگر افسوس کہ ہمارے پردادا صاحب حضور کی سیالکوٹ تشریف آوری سے چند ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔ حضور کی تشریف آوری پر ہمارے چچا بابو عزیز الدین صاحبؓ، محترم بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعت سیالکوٹ، بابو محمد حیات صاحب اور خاکسار کو اپنے ہمراہ اسٹیشن پر لے گئے تھے۔ جب حضور فٹن پر سوار ہوئے تو ہم فٹن کے بالکل پیچھے پیچھے ہو لئے۔ حتیٰ کہ ہم گلی حکیم حسام الدین صاحبؓ تک پہنچ گئے۔ وہاں فٹن سے اُتر کر حضور تو محترم حکیم صاحب کے مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ ہمارا گھر چونکہ قریب ہی تھا۔ اس لئے حضور ہمیں حکیم صاحب کے مکان پر چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ وہ لیکچر جو حضور نے سیالکوٹ میں دیا تھا وہ بھی حضور نے اسی مکان پر چلتے چلتے لکھا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ بعض اوقات حضور لکھتے لکھتے سجدہ میں بھی جا پڑتے تھے مگر اُٹھ کر پھر لکھنا شروع کر دیتے تھے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ہمارے خاندان کی چار پشتوں کو حضور کی زیارت اور بیعت نصیب ہوئی۔ یعنی ہمارے پردادا میاں نظام الدین صاحب، دادا میاں گلاب الدین صاحب، والد میاں فیروز الدین صاحب اور عاجز۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے خاندان کی چھٹی پُشت سلسلہ میں داخل ہے۔ حضور کے قیام سیالکوٹ کے دوران جہاں اور بہت سے احباب نے بیعت کی تھی۔ وہاں محترم مولوی فیض الدین صاحب امام و متولی جامع مسجد کبوتراں والی بھی شرفِ بیعت سے مشرف ہو گئے جس کا فائدہ جماعت کو یہ پہنچا کہ ایک عالم بھی مل گیا اور عظیم الشان مسجد بھی مل گئی۔ میں جب فروری ۱۹۵۴ء میں ریٹائر ہو کر سیالکوٹ پہنچا تو ہائی کورٹ کے جج صاحبان یعنی جسٹس محمد منیر صاحب، جسٹس کیانی صاحب اور جسٹس محمد خورشید زمان صاحب نے مجھے دوبارہ ملازمت کی پیشکش کی مگر میں بوجہ خرابی صحت واپس نہ گیا"

## قیام لاہور کے دوران جماعتی کاموں میں حصّہ

آپ نے جماعتی کاموں میں حصہ لینے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ ۱۹۲۴ء میں جب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ تعمیر ہو رہی تھی تو ان ایام میں مَیں نے خود بھی حسب توفیق حصہ لیا اور دوسرے احباب کو بھی تحریک کرنے کا ثواب حاصل کیا۔

## محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے کا تقرر بحیثیت امیر

جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی موجودگی میں کارکنان جماعت احمدیہ لاہور

کا انتخاب ہوا تو اس انتخاب میں محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے، امیر جماعت، محترم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب جنرل سکرٹری اور عاجز کا تقرر بطور سکرٹری مال ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو اس وقت سے لے کر ۱۹۳۹ء تک یہ کام کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد خاکسار بطور نگران اس کام میں حصہ لیتا رہا۔ مجلس عاملہ کا ممبر بھی ۱۹۵۸ء تک برابر رہا۔ مجلس انصار اللہ لاہور کے قیام پر ۱۹۵۰ء تک بطور زعیم کام کرنے کا موقعہ ملا۔ محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت کی ہدایات کے مطابق محترم ملک خدا بخش صاحب، میاں عبد الکریم صاحب مرحوم اور خاکسار شہر لاہور کے مختلف حلقوں کے تنظیمی، تربیتی اور تبلیغی دورے کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جب بھی کسی چندہ کی تحریک ہوتی، احباب اس پر لبیک کہتے ہوئے پورا پورا تعاون فرماتے تھے۔ ایک دفعہ جب ہمیں مقامی اخراجات کے لئے دقت پیش آئی تو میں نے محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب اور محترم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ باہمی گفت وشنید سے یہ فیصلہ ہوا کہ مجلس مشاورت کے موقعہ پر یہ تجویز سب کمیٹی مال میں زیر بحث لائی جائے اور کوشش کی جائے کہ مرکز باہر کی اہم جماعتوں کو مقامی اخراجات کے لئے کچھ رقم بطور گرانٹ دیا کرے۔ چنانچہ ایسا کرنا مفید ثابت ہوا۔ اور مرکز کی طرف سے گرانٹ ملنا شروع ہو گئی۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی امارت کے زمانہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جب بھی لاہور میں تشریف لاتے تھے عموماً شیخ صاحب کے مکان پر ہی قیام فرمایا کرتے تھے ان ایام میں شیخ صاحب کا مکان مہمانوں سے بھر جایا کرتا تھا۔ اور شہر کے مختلف حصوں سے نمازی بھی کثرت کے ساتھ حضور کی اقتدار میں نمازیں پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ۱۹۴۴ء کے آغاز میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بسلسلہ علالت حضرت اُمّ طاہر صاحبہؓ لاہور میں تشریف لائے اور تین چار ماہ کے قریب حضور نے شیخ صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ میں دفتر سے فارغ ہو کر شیخ صاحب کے مکان پر حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ محترم چودھری اسد اللہ خاں صاحب حال امیر جماعت لاہور بھی باقاعدگی کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے۔ اس موقعہ پر ہم دونوں نماز کے اوقات میں حضور کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ انہی ایام میں محترم شیخ صاحب کے مکان کی بالائی منزل پر حضور کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے "مصلح موعود" ہونے کی بشارت ملی۔

اس مقام پر حضور کے ہمراہ اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو بھی شیخ صاحب کے مکان کی بالائی چھت پر لیا گیا۔ اس فوٹو میں خاکسار اور خاکسار کے والد ماجد محترم میاں فیروز الدین صاحب بھی شامل ہوئے۔

"مصلح موعود" کا جلسہ جب ہوشیار پور میں ہوا تو اس موقعہ پر بھی میں لاہور سے سَو کے قریب دوستوں

کو لیکر ہوشیار پور پہنچا۔ وہاں جو ۳۵ افراد صحابہ میں سے حضور کے ساتھ اس مکان میں داخل ہوئے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلہ کشی کی تھی۔ ان میں میرے والد محترم بھی شامل تھے۔

"مصلح موعود" کا جو جلسہ لاہور میں ہوا۔ اس کا انتظام بھی محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت نے خاکسار اور محترم ملک خدا بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا۔ کھانے اور مہمانوں کی رہائش کا انتظام محترم چودھری اسد اللہ خاں صاحب کی قیام گاہ ٹرنر روڈ پر کیا گیا۔ اس انتظام میں محترم چودھری صاحب نے بیحد مدد فرمائی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ محترم چودھری عبدالرحیم صاحب نے جلسہ گاہ کا نقشہ تیار کیا تھا اور جلسہ رتن باغ کے بالمقابل سیمنٹ بلڈنگ سے ذرا آگے۔ ہدگیل خانہ پٹیالہ ہاؤس میں ہوا تھا۔

جب بونڈری کمیشن کا اعلان ہوا تو اس وقت حضور قادیان سے لاہور تشریف لائے جسٹس منیر کی کوٹھی پر بھی بعض امور کی وضاحت کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر بھی عاجز ساتھ تھا۔ ہجرت کے بعد لاہور میں جو پہلا جلسہ سالانہ ہوا۔ اس کا انتظام بھی محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت نے میرے سپرد کیا تھا۔ یہ جلسہ بھی رتن باغ کے سامنے خالی زمین میں ہوا تھا جہاں اب بلڈنگ بن چکی ہے۔

جب تحقیقاتی عدالت کا اعلان ہوا۔ تو حضرت امیر المومنین نے وکلاء کی جو میٹنگ بلائی تھی اس میں ازراہ نوازش مجھے بھی شامل فرمایا تھا۔

جب تقسیم ملک کے بعد مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جماعت کے لئے ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جماعت کو کسی کھلی جگہ میں مسجد بنانے کے لئے زمین خریدنی چاہیئے جو امید ہے کہ دس ہزار روپیہ میں حاصل ہو جائے گی۔ نماز جمعہ کے بعد شیخ بشیر احمد صاحب نے مجھے فرمایا کہ میری کار لے لو اور فوری طور پر چندہ جمع کرو۔ چنانچہ میں نے محترم میاں غلام محمد صاحب اختر کو ساتھ لیا سب سے پہلے ہم محترم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب کی کوٹھی واقعہ ڈیوس روڈ پر گئے۔ انہوں نے ایک ہزار روپیہ کا چیک دیا۔ پھر جماعت کے اَور دوستوں کے پاس گئے۔ شام کو ہم نے پانچ ہزار روپے نقد اور پانچ ہزار کے وعدوں کی فہرست محترم شیخ صاحب کو دی تا وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ جب انہوں نے مغرب کے وقت یہ فہرست حضور کی خدمت میں پیش کی تو حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ بعد میں دارالذکر کی زمین اس غرض کے لئے سولہ ہزار روپیہ میں خریدی گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

---

# حضرت بابو غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ولادت ۱۸۶۰ء بیعت مارچ ۱۸۹۷ء وفات ۲۵ اپریل ۱۹۴۶ء عمر ۸۶ سال

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ

۱۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں ہم لاہور کے کافی نوجوانوں نے جو سارے کے سارے تعلیمیافتہ تھے اور جن کی صحیح تعداد یاد نہیں رہی، ارادہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب کو قادیان جا کر دیکھنا چاہیئے کیونکہ باہر تو انسان تصنّع سے بھی بعض کام کر سکتا ہے لیکن اگر اس کے گھر میں جا کر اُسے دیکھا جائے تو اصل حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ خیر ہم حضرت اقدس کے دعویٰ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے عازم قادیان ہو گئے۔ ہم میں سے ہر شخص نے الگ الگ اعتراضات سوچ لئے تھے جو وہ کرنا چاہتا تھا۔ مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر محمد اقبال صاحب، مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری، چودھری شہاب الدین صاحب، مولوی سعد الدین صاحب (بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی) وغیرہ بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب جو ۱۸۹۳ء میں بیعت کرکے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر آپ چونکہ اس پارٹی اور خصوصاً مولوی محمد علی صاحب کو تبلیغ کیا کرتے تھے اس لئے آپ بھی ہمارے ساتھ گئے تھے۔ جب ہم قادیان پہنچے تو گول کمرہ میں ہمارے لئے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ حضور جب تشریف لائے۔ تو آتے ہی ایک تقریر کے رنگ میں ہمارے ایک ایک اعتراض کو لیکر اُس کا جواب دینا شروع کیا۔ حتیٰ کہ ہم سب کے اعتراضات کا مکمل جواب آگیا۔ تب ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر تعجب کرنے لگے کہ یہ کیسے ہوا؟ جب باہر نکلے تو بعض نے کہا کہ یہ سچ مچ ماٗمور من اللہ ہے اور بعض نے کہا یہ جادوگر ہے۔ چودھری شہاب الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ نے کہا کہ یہ ضرور سچا ہے ہم تو بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب، چودھری سر شہاب الدین صاحب، ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، اور مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور خاکسار نے بیعت کر لی۔ بعض اور لوگوں نے بھی بیعت کی تھی مگر اُن کے نام مجھے یاد نہیں رہے۔ اندازاً بارہ تیرہ آدمیوں نے بیعت کی تھی

رات کو کھانا کھانے کے بعد جب چارپائیاں تقسیم ہوئیں تو میں نے مضبوط اور بڑی چارپائی لے لی مگر

چودھری شہاب الدین صاحب نے (جو بعد میں سر شہاب الدین کہلائے) میرا بستر اس سے اٹھا کر میری چارپائی پر قبضہ کر لیا۔ حضرت صاحب تشریف لائے۔ ہر ایک سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ ہر شخص نے کہا کہ حضور مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ لیکن جب میرے پاس پہنچے تو میں پریشان کھڑا تھا کیونکہ میری چارپائی پر چودھری شہاب الدین صاحب قبضہ کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! میری چارپائی چودھری شہاب الدین نے چھین لی ہے اور میں حیران ہوں کہ کہاں سوؤں۔ فرمایا۔ ٹھہریئے! میں آپ کے لئے اور چارپائی لاتا ہوں۔ چنانچہ حضرت صاحب تشریف لے گئے۔ مگر جب کافی دیر گذر گئی اور چارپائی نہ آئی تو میں نے حضور کے مکان کے صحن کے دروازہ سے اندر جو جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جلدی جلدی چارپائی بُن رہا ہے اور حضور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیا ہاتھ میں لے کر اُسے روشنی کر رہے ہیں۔ حضور کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بہت شرم آئی۔ میں آگے بڑھا اور عرض کی کہ حضور دیا مجھے پکڑا دیں مگر حضور نے فرمایا کہ اب تو ایک ہی پھیرا باقی ہے۔ حضور کے یہ اخلاق دیکھ کر مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میرے آنسو نکل آئے۔ اس وقت میں حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر کہہ رہا تھا کہ یہ چہرہ جھوٹے شخص کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس سے پہلے جب ہم مغرب کے بعد حضور کے ساتھ کھانے پر بیٹھے تھے تو میں چونکہ حضور کے قریب تھا۔ حضور اُٹھاتے بٹیر اور فرماتے کہ یہ کھائیں۔ دوسرا گوشت اُٹھاتے اور میرے آگے رکھ کر فرماتے کہ یہ کھائیں۔ اس لئے میں حضور کے اخلاق عالیہ سے بہت ہی متاثر تھا۔ مگر رات چارپائی والے واقعہ کو دیکھ کر تو میں دل وجان سے حضور کا غلام بن گیا۔

چودھری شہاب الدین صاحب اب بڑے آدمی ہیں مگر میرے ساتھ اسی طرح بے تکلفی سے باتیں کرتے ہیں۔ مجھے جب بھی ان سے ملنے کا موقع ملتا ہے یہی کہتے ہیں کہ دیکھا! میں حضرت صاحب کو اب بھی نبی مانتا ہوں۔ گو اپنے اعمال کی وجہ سے نظام سلسلہ میں داخل نہیں۔ مگر مولوی محمد علی صاحب نے انکار کر دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ قادیان کے آریہ حضرت اقدس کے شدید مخالف تھے مگر جب کبھی کوئی ضرورت پیش آئی۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بے تکلفی سے عرض کرتے اور حضور ان کی ضرورت کو پورا کر دیتے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں قادیان میں ہی تھا کہ ان آریوں کے ہاں کسی بچی کی شادی تھی۔ انہوں

نے منتظمین سلسلہ سے شامیانے مانگے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر وہ حضرت کے حضور حاضر ہو گئے حضور نے اسی وقت منتظمین کو بلوایا اور فرمایا کہ نہ صرف یہ کہ شامیانے دو بلکہ اپنے آدمیوں کے ذریعہ جا کر شامیانے لگواؤ اور پھر خود ہی اُتار کر واپس لاؤ کیونکہ ان بیچاروں کو کیا علم کہ شامیانہ کس طرح لگایا جاتا اور کس طرح اُتارا جاتا ہے۔

۳۔ جب حضور آخری سفر میں لاہور تشریف لائے تو اکثر تیسرے پہر فٹن پر سوار ہو کر سیر کیلئے میانمیر کیطرف تشریف لے جاتے۔ ملک مبارک علی صاحب اپنی گاڑی پر مع اپنے ساتھیوں کے حضور کی گاڑی کے پیچھے کچھ فاصلے پر رہتے اور اکثر احباب جو پیدل پہلے ہی پہنچے ہوئے ہوتے، صرف حفاظت کے طور پر دُور دُور فاصلے پر کہیں نہ کہیں کھڑے رہتے۔ چنانچہ میں بھی اکثر حفاظت کے لئے پہلے ہی نکل جایا کرتا تھا۔

۴۔ ایک دفعہ حضور نے ایک جنازہ اتنا لمبا پڑھا کہ قریب تھا کہ ہم گر جائیں۔ یہ معلوم نہیں کہ جنازہ کس کا تھا نماز سے فارغ ہو کر ایک دیہاتی دوڑا ہوا آیا۔ اور عرض کیا کہ حضور میری ماں کا جنازہ بھی پڑھ دیں مُسکرا کر فرمایا کہ اس کا بھی پڑھا ہے۔ تمہارا بھی پڑھا اور (مقتدیوں کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا۔ ان سب کا بھی پڑھا ہے۔

۵۔ گورداسپور کے مقدمہ کے دوران میں ایک رات ہم ٹرین سے اُترے۔ ہوا سخت تیز تھی، سردی کا موسم تھا، حضور ایک کوٹھی میں فروکش تھے۔ کھانا کھانے کے بعد حضور نے سب کو حکم دیا کہ احباب تھکے ہوئے ہیں سو جائیں۔ ہم سب اپنا اپنا بستر کر کے لیٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضور اپنے بستر سے اُٹھے اور دبے پاؤں ایک چھوٹی سی لالٹین لئے ہوئے ہر ایک کا بستر ٹٹولا تا یہ معلوم کریں کہ کس کے پاس بستر ناکافی ہے۔ پھر حضور جس کا بستر کم دیکھتے اس کے لئے اپنے بستر میں سے کوئی کپڑا اُٹھا کر لاتے اور اُس پر ڈال دیتے۔ میں نے دیکھا کہ حضور نے اپنے بستر میں سے چھ سات کپڑے نکال کر اپنے خدام پر ڈال دیئے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ و آل محمدٍ۔ یہ اخلاق عالیہ بھلا اور کہاں مل سکتے ہیں!

پھر جب زیادہ دیر ٹھہرنا پڑا تو حضور نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا جس میں باقاعدہ لنگر اور مہمان خانہ کا انتظام تھا۔

خواجہ کمال الدین صاحب یہ کوشش کیا کرتے تھے کہ مقدمات کے متعلق حضور کے ساتھ آہستہ سے الگ گفتگو کریں۔ مگر حضور ہر بات تمام احباب کے سامنے بیان فرما دیتے تھے حتیٰ کہ کچہری کے احاطہ میں بھی

حضور ایسا ہی کرتے تھے۔ کچہری کے احاطہ میں ایک بڑی دری بچھی ہوتی تھی۔ تمام احباب اس پر بیٹھ جاتے۔ حضور بھی ساتھ ہی تشریف فرما ہوتے۔ اگر کسی وقت حضور رفع حاجت کے لئے اُٹھتے تو حافظ حامد علی صاحب کو آواز دیتے۔ حافظ صاحب ایک تانبے کا لوٹا پانی سے بھر کر ساتھ ہو لیتے۔ اور کھیت میں جو قریب ہی تھا۔ حضور رفع حاجت کے لئے دُور چلے جاتے۔

لوٹا چھوٹا سا ہوتا تھا جس سے آبدست بھی کرتے اور کبھی اسی سے وضو بھی فرما لیتے۔ میرے خیال میں اس لوٹے میں ڈیڑھ سیر کے قریب پانی آجاتا تھا۔

۶۔ ۱۹۰۴ء میں جو جلسہ مزار داتا گنج بخش کے عقب میں ہوا تھا اس کی جلسہ گاہ بنانے کے لئے ایک سٹیج لگایا گیا تھا۔ جس کے دونوں طرف قریباً پچاس پچاس سائبان لگائے گئے تھے۔ ایک سائبان سولہ مربع گز کا ہوتا تھا۔ حضور کی گاڑی کے پیچھے میرا بھائی پہلوان کریم بخش اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب گوڑیانوی بھی کھڑے تھے اور پولیس اور رسالے کا بھی کافی انتظام تھا۔

مجھے یاد ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جب لیکچر کے بعد کمر کھولی تو تکان کی وجہ سے اس کے مُنہ سے ہائے کی آواز نکلی اور کہا کہ "آج تو خدا کے بیٹے نے مار ڈالا" رات دو بجے اُٹھا ہوں اور ابتک آرام کا موقعہ نہیں ملا۔

۷۔ حضور اکثر معزز اور مخلص مہمانوں کو رخصت کرنے کے لئے کچھ دُور ساتھ بھی جاتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب جو کہ ایک متقی احمدی تھے وہ جب آخری دفعہ قادیان گئے اور واپسی پر حضور سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو حضور ان کے ساتھ ہو لئے اور فرمایا۔ چلئے میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔ چنانچہ یکہ خالی ساتھ تھا۔ حضور علیہ السلام اور خدام بھی ساتھ تھے جو سیر کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے راستہ میں ایک دفعہ اصرار کیا کہ حضور اب واپس تشریف لے جائیں۔ مگر حضور باتیں کرتے کرتے موڑ تک تشریف لے گئے۔ اس کے چند دن بعد اطلاع موصول ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب فوت ہو گئے ہیں اور اس کی وجہ یہ پیش آئی کہ وہ کسی مریض کا اپریشن کر رہے تھے کہ ان کے ہاتھ پر نشتر لگ گیا اور اس نشتر کے زہر سے ان کی موت واقع ہو گئی۔

۸۔ ایک روز ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب معہ اہل و عیال قادیان سے واپس آنے کے لئے یکہ لیکر آئے۔ اور اجازت طلب کی۔ یہانتک کہ جب یکے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے تو حضور باہر تشریف لائے اور پُوچھا

لہ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کی روایات میں آتا ہے۔ کہ منڈوہ رائے میلارام بھاٹی دروازہ کے باہر تھا۔ اور یہاں لکھا ہے۔ جلسہ مزار داتا گنج بخش کے عقب میں ہوا تھا۔ یہ دونوں باتیں درست ہیں۔ مزار کا عقب بھاٹی دروازہ کی طرف ہی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں؟ دوستوں نے عرض کیا کہ حضور وہ تو چلے گئے۔ فرمایا۔ کوئی آدمی دوڑ کر ان کو واپس لائے۔ اکثر احباب دوڑ پڑے اور اُن کے یکے کو راستہ سے واپس لائے۔ ابھی وہ واپس پہنچے ہی تھے۔ کہ اس قدر زور سے آندھی اور بارش کا طوفان آیا کہ الامان والحفیظ! ہم نے اُس وقت سمجھا کہ حضور کو اللہ تعالےٰ نے اطلاع دے دی تھی کہ سخت آندھی اور بارش آنے والی ہے اس لئے حضور نے ڈاکٹر صاحب کو واپس بُلا لیا۔

۹۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور خاکسار اکٹھے قادیان جاتے اور اکٹھے ہی واپس آتے تھے۔ اتوار کے روز عموماً ٹرینوں کے متصل ہونے کی وجہ سے پانچ منٹ ہی ملاقات کے لئے ملتے۔ حضور کو اس بات کا علم تھا۔ اس لئے جب ہم اندر اطلاع بھجواتے تو اکثر حضور بہت جلد باہر تشریف لاتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یہ آپس میں جزو لاینفک ہیں۔ قریشی صاحب آئیں تو سمجھا جاتا ہے کہ غلام محمد ساتھ ہوگا۔ غلام محمد صاحب آئیں تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ قریشی صاحب ساتھ ہوں گے۔

بات یہ تھی کہ اتوار کی رخصت ہوتی تھی اور اسی وقت واپس آنا ضروری ہوتا تھا اور حکیم صاحب کا کارخانہ تھا۔

۱۰۔ حضرت بابو غلام محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

میں نے جب بیعت کی تو میری ڈاڑھی مُنڈی ہوئی تھی۔ ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔ کانوں میں بالیاں تھیں۔ بٹن سونے کے تھے۔ میری یہ حالت دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب نے حضور سے عرض کی کہ حضور اس کو کہیں کہ ڈاڑھی رکھے۔ مسکرا کر فرمایا "دین کا ڈاڑھی پر انحصار نہیں ہے۔ جب یہ لوگ ہماری ڈاڑھی دیکھیں گے۔ آپ کی داڑھی دیکھیں گے اور دوستوں کی ڈاڑھیاں دیکھیں گے تو یہ بھی رکھ لیں گے۔ اگر ڈاڑھی ہی دین کے لئے لازمی ہوتی۔ تو ہمارے زمانہ میں ایک شخص کی اتنی لمبی ڈاڑھی تھی اور وہ جب اُسے کھڑا ہو کر کھولتا تو ایک دو بل اس کے پاؤں پر بھی پڑتے۔"

پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے میرے کان اور بٹن حضور کو دکھائے اور کہا۔ حضور! یہ سارا سونا پہنے ہوئے ہے۔ فرمایا۔ کہتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کوٹ کے تکمے سونے کے تھے اور کوٹ ستّر روپے گز کا تھا۔ بلکہ بعض اوقات ~~سَو~~ ۱۰۰ روپیہ گز کا کپڑا بھی پہنتے تھے۔ کسی نے ان کو کہا کہ یہ تو تبذیر ہے فرمایا۔ من حرّم زینة اللہ التی اخرج لعبادہٖ والطیبات من الرزق۔ پھر فرمایا۔

آہستہ آہستہ سب باتیں خود بخود کرنے لگ جائیں گے۔ چنانچہ بعد میں مَیں نے سونا اُتار دیا۔ میری ایک ٹوپی تھی۔ جو سیکنڈ ہینڈ میں نے تیس ۳۰ روپوں میں بیچی تھی۔

۱۱۔ گورداسپور میں کرم دین سکنہ بھیں والے مقدمہ کے دوران میں چندولال مجسٹریٹ کے وقت حضور نے ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ شخص بڑا بدباطن ہے۔ اس کے اندرونے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ جب سامنے آتا ہے تو ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور بڑی لجاجت سے پیش آکر کہتا ہے کہ حضور! میرا عہدہ ہی کچھ اس قسم کا ہے کہ میں قدموں پر گر نہیں سکتا لیکن دوسری طرف اس کا یہ حال ہے کہ سارا دن بٹھا کر کہہ دیتا ہے کہ کل تشریف لاویں۔ روزانہ ایسا ہی کرتا ہے۔

آتمارام کی عدالت میں جب حکم سنانے کا وقت آیا تو اس وقت بہت سی پولیس بُلوائی گئی تھی چھڑکاؤ کروایا گیا تھا۔ اور ساری کچہری کو پولیس نے محصور کر رکھا تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر خواجہ کمال الدین صاحب نے یہی مطلب لیا کہ یہ شخص سزا دینے کا پختہ ارادہ رکھتا ہے اور مجھے کہا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ یہ شخص بدی پر تُلا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر حضور حکم دیں تو تین وکلاء بُلوائے جائیں۔ احمد شاہ اور مولوی فضل دین لاہور سے اور تیسرا میں ہوں۔ ایک کو ڈویژنل کورٹ میں بھیج دیا جائے۔ دوسرے کو گورنر کے پاس جو دورے پر ہے اور تیسرا میں یہاں رہتا ہوں۔ جب میں نے حضور سے جا کر یہ بات بیان کی تو حضور بہت مسکرائے اور فرمایا۔ ان سے جا کر کہو کہ آج تک ہم آپ کی قانونی باتوں کی اقتدار کرتے رہے۔ اب خدا پر چھوڑ دو۔ میں نے جا کر ایسا کہہ دیا۔ خواجہ صاحب بہت پژمردہ ہو کر نیچا سر کر کے کھڑے ہو گئے۔ جب میں نے خواجہ صاحب کو حضور کی یہ بات پہنچائی تو خواجہ صاحب کچہری سے باہر تھے۔ مگر میری بات سُنکر ذرا تامل کر کے خواجہ صاحب نے جُرأت کی اور دروازہ پر جو تھانیدار کھڑا تھا اُس کی بغل میں سے نکل کر عدالت کے اندر داخل ہو گئے اور اندر جا کر مجسٹریٹ کو کہا کہ کیا آپ نے حکم دیا ہے کہ اندر کوئی نہ آئے حتیٰ کہ وکیل بھی اندر نہ آئے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی حکم نہیں دیا۔ اس پر خواجہ صاحب نے کہا کہ میں تو گھنٹوں سے انتظار کر رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کسی ڈھب سے اندر پہنچوں مگر پولیس کسی کو اندر نہ آنے دیتی تھی۔

۱۲۔ حضرت بابو غلام محمد صاحب دہلی کے سفر میں بھی جو ۱۹۰۵ء میں کیا گیا، حضور کے ساتھ تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ

دہلی میں ایک روز حضور نظام الدین اولیاء کے مزار پر تشریف لے گئے اور اتنی لمبی دُعا کی۔ کہ ہم سب تھک گئے۔ دعا ختم کرنے کے بعد خاکسار کو جو قریب ہی کھڑا تھا۔ مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ یہ مقامات بھی قبولیت کے ہوتے ہیں۔ یہاں سے دُعا جلد سُنی جاتی ہے۔ میں آپ لوگوں کے سبب جلد فارغ ہو گیا۔ ورنہ میں نظام الدین سے باتوں میں لگا رہتا۔ یہ بڑا با اقتدار انسان گذرا ہے جس کو دلّی والوں نے قبول کر لیا۔ میں تو کئی دفعہ دلّی میں آیا۔ جس طرح پتھریلی زمین دلّی کی ہے۔ اس سے زیادہ پتھر دل یہاں کے لوگوں کو پایا۔ اتنے میں ایک مجاور اُونچی آواز سے بولا کہ کوئی وثیقہ نہیں، کوئی پنشن نہیں۔ میں جاروب کش ہوں اور مزار کی خدمت کرتا ہوں۔ کوئی تنخواہ دار نوکر نہیں ہوں۔ اس پر حضور نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چاندی کی دوّنی نکالی اور ایک مٹی کی صُراحی میں جو مزار کے سرہانے پڑی تھی۔ اس میں ڈال دی اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپ لوگ بھی کچھ کچھ اس میں ڈال دیں۔ چنانچہ سب نے ادھنیاں، پیسے اور دوّنیاں اس میں ڈالیں (اس زمانہ میں آنے کا سکّہ نہیں ہوتا تھا)

اتنے میں ایک شخص چٹائی پر لیٹا ہوا پاجامہ کی جگہ ایک لُنگی باندھے ہوئے اور سر و پا سے برہنہ لیٹ کر کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس کا نام بعد میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خواجہ حسن نظامی ہیں۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض گذار ہوا کہ غلام کی بھی ایک آرزو ہے للہ سُن لیں اور کہا کہ کٹیا میں تشریف لا کر ایک پیالی چائے نوش فرمالیں۔ اس پر حضور نے دعوت قبول کی اور ایک چھوٹی سی کھڑکی میں سے اندر تشریف لے گئے۔ اور بھی چائے کے شوقین ساتھ چلے گئے۔ چنانچہ حضور نے اندر بیٹھ کر چائے نوش فرمائی۔ حضرت باقی باللہ کے مزار پر بھی گئے مگر میں وہاں موجود نہیں تھا۔

دہلی سے واپسی پر جب امرتسر پہنچے تو رمضان کا مہینہ تھا۔ ایک حویلی امرتسر میں حضور کے لئے تجویز ہوئی تھی حضور وہاں آکر اُترے۔ رات کو بالاخانہ پر سوئے تھے۔ . . . صبح ہال میں جلسہ ہوا۔ مجھے حکم ہوا کہ نظم پڑھو۔ میں نے خوب عُمدگی سے نظم ادا کی جسے حاضرین نے توجہ سے سُنا۔ جب حضور بیان کرنے کیلئے کھڑے ہوئے تو حاضرین نے شور مچا دیا۔ پہلا امر شور پڑنے کا یہ ہوا کہ کسی نے ٹیبل پر چائے لا کر رکھ دی۔ میرے قریب میر ناصر نواب صاحب بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے۔ دیکھو کیا بیوقوفی ہے۔ کیا کسی نے چائے مانگی تھی۔ اب دیکھو اَور مصیبت بنتی ہے۔ حضور بائیں ہاتھ سے اُٹھائیں گے اور لوگ شور مچائیں گے دیکھو کہ

حضور کے دائیں ہاتھ میں تکلیف تھی اس لئے بائیں ہاتھ سے چیز اُٹھاتے تھے اور دایاں ہاتھ ساتھ لگا لیتے تھے) خیر حضور نے چائے اُٹھائی اور پھر رمضان میں۔ خوب شور مچا۔ پھر حضور نے نعت پڑھنے کا حکم دیا۔ میں کھڑا ہوگیا۔ جب تک نعت پڑھتا رہا سب خاموش ہو کر سُنتے رہے۔ جب نعت ختم کی تو شیخ یعقوب علی صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم لوگ دور دراز سے صرف یہ لیکچر سُننے کے لئے آئے ہیں۔ اگر تم لوگ سُننا نہیں چاہتے تو خاموش تو ہو جاؤ یا چلے جاؤ تا ہم تو اطمینان کے ساتھ سُن لیں۔ پھر حضرت صاحب نے کھڑے ہو کر بیان کرنا شروع فرمایا۔ مگر لوگوں نے اس قدر شور مچایا کہ ایک حرف بھی سُننے نہیں دیا۔ جب شور بڑھ گیا تو حضور کو دوسرے راستے سے نکال لینا تجویز ہوا۔ اور حاضرین کو مشغول رکھنے کے لئے خلیفہ رجب دین صاحب کو کھڑا کر دیا گیا۔ جب حضور بند گاڑی میں سوار ہوئے تو اس کی سب کھڑکیاں بند کر دی گئیں۔ درمیان میں ایک طرف کی کھڑکی نہ تھی۔ اس میں پائیدان پر کھڑکی کی جگہ مَیں کھڑا ہو گیا۔ تاکہ اندر کوئی اینٹ پتھر نہ جا سکے۔ گاڑی پر اس قدر پتھراؤ کیا گیا کہ ہم نے سمجھا کہ پتھروں کی کوئی مشین چل رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس قدر پتھر لوگ جمع کر سکتے تھے۔ انہوں نے جمع کر کے گاڑی پر مارنا شروع کر دیئے ہیں۔ حضرت صاحب کے ساتھ جہاں تک مجھے رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس قدر پتھر میرے خیال میں اور کہیں نہیں پڑے۔ جب گاڑی اشرار کی زد سے نکل گئی تو سامنے ایک لمبی داڑھی والا مولوی داڑھی مُنہ میں ڈال کر لٹھ گھماتا ہوا آیا اور اس زور سے گاڑی پر لٹھ مارا کہ لکڑی کی جھرمنیاں ٹوٹ گئیں۔ لٹھ کا درمیانی حصہ میری کمر پر لگا۔ حضور نے زور سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ ایک مولوی نے لٹھ مارا ہے اور یہ جھرمنیاں کھڑکی کی ٹوٹ گئی ہیں۔ فرمایا۔ آپ کو تو نہیں لگی۔ میں نے عرض کیا۔ درمیانی حصہ تھا اگر سرا لگتا تو شاید میری کمر بھی ٹوٹ جاتی۔ حضور بہت متاسف ہوئے۔ اور اکثر یاد دلایا کرتے تھے کہ وہ امرتسر کا لٹھ تمہیں یاد ہوگا۔

چنانچہ میری بھاوج صاحبہ نے جب حضور سے بیعت کے لئے کہا اور عرض کیا کہ میں بابو غلام محمد کے بھائی کی بیوی ہوں تو حضور نے بلاتامّل فرمایا کہ سوچ لو۔ بابو غلام محمد کو وہ لٹھ پڑا تھا کہ اگر اس کا سرا اس کی کمر پر پڑتا تو اُن کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ احمدیت میں یہ چیزیں لازمی ہیں۔ تم ان چیزوں کے لئے تیار ہو؟ اس نے کہا حضور میں تیار ہوں۔ چنانچہ بیعت حضور نے لے لی۔

حضور عورتوں کی بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں لیا کرتے تھے بلکہ کسی کپڑے کے ذریعہ بیعت لیا کرتے تھے۔

۱۳۔ ۱۹۰۵ء میں جب حضور دہلی تشریف لے گئے تو ایک محلہ چتلی قبر میں جہاں میر ناصر نواب کے رشتہ دار رہتے تھے اور ایک بڑا مکان پہلے ہی سے لے رکھا تھا۔ جا کر اُترے۔ ایک روز اہل محلہ حویلی کے اندر آ گھسے اور کہا کہ مکان کے قریب ہی مسجد ہے اس میں آ کر نماز پڑھا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ میں شرّ سے بچنے کے لئے اندر ہی پڑھ لیتا ہوں۔ انہوں نے بار بار مجبور کیا کہ مسجد کے ہوتے ہوئے آپ اندر کیوں نماز پڑھتے ہیں۔ اتنے میں ان لوگوں کی موجودگی میں نماز کی تکبیر ہو گئی۔ عصر کی نماز تھی۔ میں حضور کے بائیں طرف صف میں کھڑا ہوا۔ ایک رکعت ہونے کے بعد پیچھے کچھ گڑبڑ ہوئی۔ تو میں نے سوچا کہ ایسا نہ ہو۔ ان میں سے کوئی حضور پر وار کرے۔ میں نے ایک لٹھ اُٹھا لیا اور کھڑا ہو گیا۔ حضور نے جب سلام پھیرا تو میں نماز کی نیت کرنے لگا۔ حضور نے فرمایا کہ آپ کی نماز تو ہو گئی۔ اب چاہے پڑھو یا نہ پڑھو۔ میں ایک رکعت پڑھ چکا تھا۔ فرمایا۔ یہ جنگ کا میدان ہے اور تم حفاظت کر رہے تھے۔ چنانچہ میں نے پھر بقیہ رکعتیں نہیں پڑھیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضور نماز جمعہ ادا فرما رہے تھے۔ حضور پہلی صف میں داہنے کنارے پر کھڑے تھے۔ اُوپر شامیانہ نصب کیا گیا تھا۔ دفعتہً غیر احمدیوں نے اس کا رسہ کاٹ دیا۔ اور شامیانہ حضور کی طرف گرا۔ میں حضور کے ساتھ کھڑا تھا۔ میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے تھام لیا جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو میری طرف دیکھ کر مُسکرائے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور اٹھیں گے تو چھوڑ دُوں گا۔ چنانچہ حضور اُٹھے اور میں نے شامیانہ کو پھر باندھا۔ یہ حفاظت حضور کی میں نے نماز چھوڑ کر کی اور بعد میں نماز ظہر پڑھی۔ یہ فتویٰ دریافت کرنے کے بغیر ہی پڑھی تھی۔

۱۴۔ مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ حضور گورداسپور میں تشریف فرما تھے کہ غیر احمدیوں، سکھوں اور ہندوؤں کا ایک وفد حضور کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ ہمارے واسطے دُعا کریں۔ ہم طاعون سے تباہ ہو گئے ہیں۔ مجھے خیال پیدا ہوا کہ حضور کا الہام

**یا مسیح الخلق عدوانا**

پُورا ہو رہا ہے۔ حضور نے ان کے الحاح پر دُعا فرمائی۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت بابو صاحب رضؓ کی روایات تو بہت ہیں۔ میں نے کتاب کے حجم کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ روایات لے لی ہیں۔ اگر کسی وقت ان اصحاب کے الگ الگ حالات لکھنے کا کسی

موقعہ ملا تو سب کا بالتفصیل ذکر آجائے گا۔

حضرت بابو صاحب درمیانہ قد کے جہیر الصوت آدمی تھے۔ لوہاری منڈی سے فجر کی نماز پڑھنے کے لئے بالالتزام مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کمر میں پٹکا بندھا ہوا ہوتا تھا اور پرانے شہر کے ارد گرد جو باغ ہے اس میں دُرِّثمین کے اشعار پڑھتے آتے تھے۔ عموماً تہجد کی نماز مسجد ہی میں ادا فرماتے تھے اور پھر فجر کی اذان کہتے تھے۔ بڑھاپے میں بھی آپ کی آواز اس قدر بلند تھی کہ محلے کے بچے بھی چونک پڑتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر بہت مزے لے لے کر کیا کرتے تھے۔ آپ چونکہ گھڑیوں کی مرمت کرنا بھی خوب جانتے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان ہی کو اپنی گھڑی دکھایا کرتے تھے۔ اور اگر ضرورت پڑے تو ان ہی کے ذریعہ منگوایا بھی کرتے تھے۔ مسجد احمدیہ کی گھڑی کی مرمت بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔ مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جب تیار ہو رہی تھی تو آپ بھی حضرت حکیم محمد حسین صاحب موجد "مفرح عنبری" کے پہلو بہ پہلو روڑی کوٹا کرتے تھے اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر مستریوں کو پکڑایا کرتے تھے۔ اپریل ۱۹۴۶ء میں جب آپ کی وفات ہوئی تو اس زمانہ میں چونکہ خاکسار ہی لاہور میں بطور مبلغ متعین تھا۔ اس لئے مسجد احمدیہ لاہور میں آپ کا جنازہ بھی میں نے ہی پڑھایا تھا۔ بہت خوب آدمی تھے۔ جب آپ کی نعش بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے قادیان لے جائی گئی۔ تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک میں حضرت بابو صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"بابو غلام محمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی کے ساتھ انہیں بڑی محبت تھی اور دونوں مل کر قادیان آیا کرتے تھے۔ اختلاف کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ابتدا ہی سے اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ ہر قسم کی ٹھوکر اور ابتلا سے بچے رہے۔ حالانکہ اثر ڈالنے کے سامان ان کے ارد گرد بہت زیادہ تھے مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ سے ان کی دوستیاں اور تعلقات تھے۔ اور خود غریب آدمی تھے۔ اور غریب آدمی بڑے آدمی کے تعلقات کے اثر کو بہت جلد قبول کر لیا کرتا ہے مگر باوجود ہر قسم کی شورش کے وہ محفوظ رہے۔ جب اختلاف ہوا۔ اور حضرت خلیفۂ اولؓ فوت ہوئے تو شروع میں حکیم محمد حسین صاحب قریشی کو خواجہ صاحب نے اپنی

مجلسوں میں بُلانا شروع کیا۔ اس پر بابو غلام محمد صاحب ہمیشہ ان سے کہتے رہے کہ دیکھنا۔ بُرے اثر سے بچ کر رہنا۔ اس طرح انہیں نیکی پر اکساتے رہتے۔ حالانکہ وہ تعلیم یافتہ تھے اور یہ معمولی پریس میں ملازم تھے۔ مگر اس کے باوجود انہیں ہوشیار کرتے رہتے کہ ایسا نہ ہو ٹھوکر لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا انجام بخیر کر دیا۔ اور ہر قسم کے فتنوں کا مقابلہ کر کے وہ ایسے وقت میں فوت ہوئے جبکہ بہت سے نشانات انہوں نے دیکھ لئے اور سلسلہ کی اشاعت اور اس کی ترقی بھی دیکھ لی۔[۱]"

**اولاد۔** میاں غلام محمد صاحب ثالث اور امۃ اللہ بیگم مرحومہ

---

# جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر غیر مبائعین

ولادت ۱۸۷۴ء بیعت مارچ ۱۸۹۷ء وفات ۱۳ / اکتوبر ۱۹۵۱ء

جناب مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل بی۔ نے جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی تبلیغ سے مارچ ۱۸۹۷ء میں قادیان جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ جون ۱۸۹۹ء میں ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ نے تحریری رنگ میں سلسلہ عالیہ کی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی ریویو آف ریلیجنز انگریزی اور اُردو کے ایڈیٹر رہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے سکرٹری شپ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ مگر افسوس کہ خلافت اولیٰ میں سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی نیکی، تقویٰ اور علمی قابلیتوں کی وجہ سے حسد میں مبتلا ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کے بعد خلافت کا بارِ گراں اُن کے کندھوں ہی پر ڈالا جائے گا مگر سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ کی طرف رجوعِ خلق کو دیکھ کر چکرا گئے اور خلافت ثانیہ کی ابتدا میں ہی قادیان دارالامان کو ترک کر کے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اپنا الگ مرکز بنا لیا۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، جناب

---

[۱] ملفوظات ۲۵ / اپریل ۱۹۴۶ء بحوالہ "الفضل" ۱۶ / اگست ۱۹۶۰ء

ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور جناب شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ کو ساتھ لے کر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی اور ساری عمر سیدنا محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مخالفت میں گذار کر ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو بمقام کراچی وفات پا گئے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ ترجمہ قرآن کریم انگریزی اور دیگر متعدد کتب کی تالیف کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ خواب میں مولوی صاحب مرحوم کو کہا کہ

"آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ"[1]

---

## جناب مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری (غیر از جماعت)

ولادت | بیعت مارچ ۱۸۹۷ء | وفات ۱۹۶۴ء

مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری ابھی بچہ ہی تھے کہ اپنے والد ماجد حضرت ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب رضی قصوری کے ساتھ قادیان جایا کرتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب تو بہت ہی مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ مگر مولوی صاحب بڑے ہو کر عملاً احمدیت کو چھوڑ گئے۔ وکالت میں بہت نام پیدا کیا اور آخر عمر میں کافی عرصہ "انجمن حمایت اسلام لاہور" کے صدر رہے۔ آپ کا نام بھی ۳۱۳ - اصحاب کی فہرست مندرجہ "انجام آتھم" میں درج ہے۔ آپ نے بیعت تو مارچ ۱۸۹۷ء میں کی تھی مگر چونکہ بیعت سے قبل بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ قادیان جایا کرتے تھے۔ اسی لئے ۱۸۹۶ء کی کتاب "انجام آتھم" میں آپ کا نام درج ہوا۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مشہور شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، جناب چودھری سر شہاب الدین صاحب اور مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اکٹھے قادیان گئے تھے اور ایک ہی روز انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔

---

[1] "البدر" یکم اگست ۱۹۰۴ء

# حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۱۸۸۳ء بیعت ۱۸۹۷ء وفات ۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء عمر ۸۲ سال

حضرت مرزا محمد اسمٰعیل صاحب حلقہ بھاٹی گیٹ لاہور نے فرمایا کہ

میں پانچویں یا چھٹی جماعت کا طالب علم تھا جب میرے ماموں مرزا خدا بخش صاحب مصنف "عسل مصفیٰ" مجھے قادیان لے گئے اور میں نے بیعت کی۔ اس کے بعد میں نے میٹرک کے امتحان تک تعلیم قادیان ہی میں حاصل کی۔

میں جھنگ سیال کا رہنے والا ہوں۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۰۳ء میں لاہور آگیا اور ملازمت اختیار کی اس وقت سے میں یہاں ہی ہوں۔ اور سکونت بھی اندرون بھاٹی گیٹ میں ہے۔

افسوس کہ حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب ۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ چھوٹے قد کے پتلے دُبلے گورے رنگ کے بزرگ تھے۔ بہت نیک اور متقی انسان تھے۔

اولاد۔ محمد احمد۔ صلاح الدین۔ محمد فضل نسیم۔ سلیمہ۔ طاہرہ۔ محمودہ۔

---

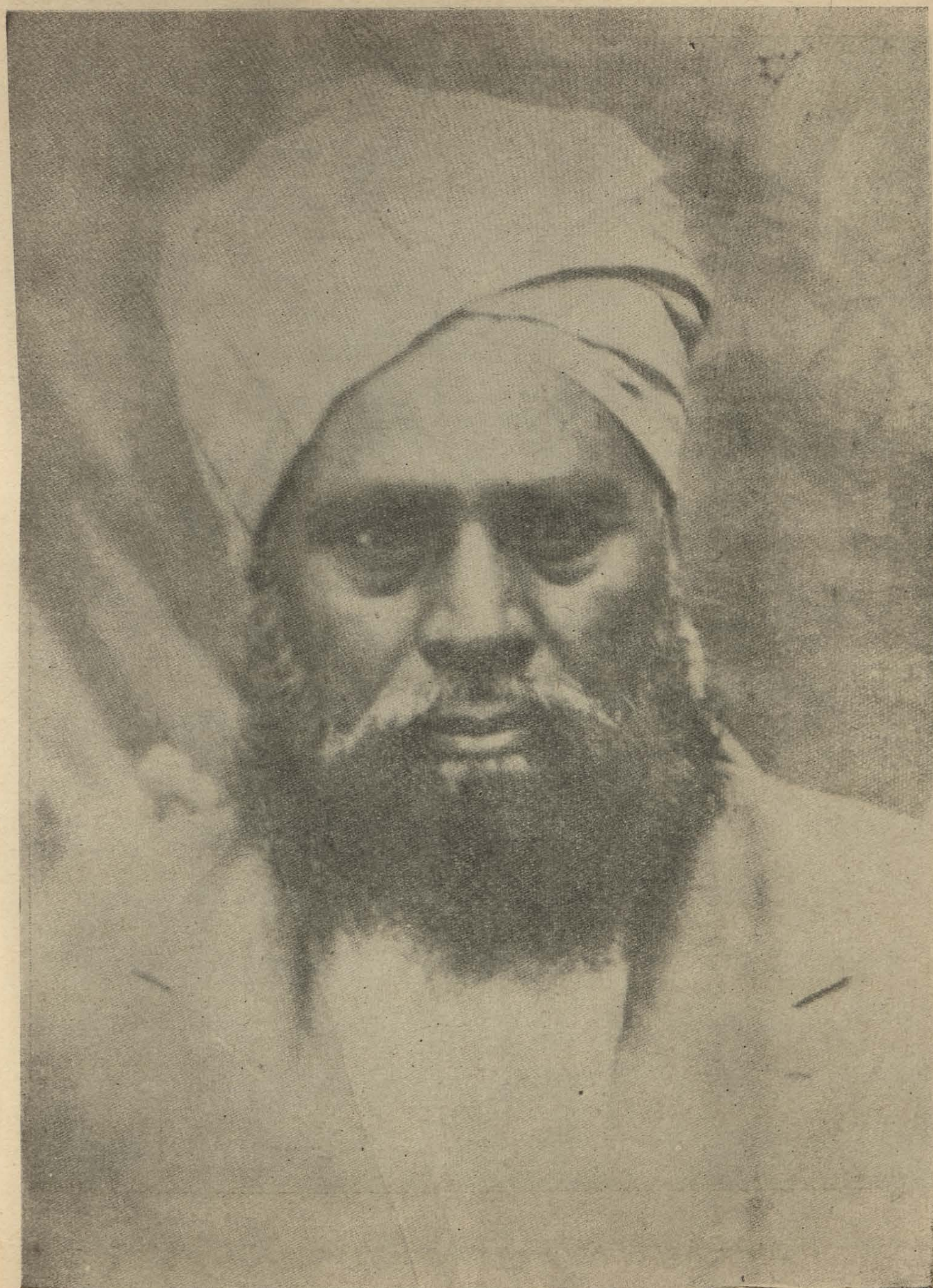
# حضرت قاضی محبوب عالم صاحب رضی اللہ عنہ

پیدائش ۱۸۷۸ء بیعت ۱۸۹۸ء وفات ۱۹ جولائی ۱۹۵۶ء

۱۔ آپ ابھی طالب علم ہی تھے کہ مذہب کا شوق ہونے کی وجہ سے حنفیوں اور اہلحدیث کی بحثیں سُنا کرتے تھے۔ مذہباً آپ حنفی تھے مگر چینیاں والی مسجد میں بھی جو کہ اہلحدیث گروہ کی تھی، جایا کرتے تھے۔ اُن کی باتیں سُنکر آپ پہ یہ اثر ہوا کہ یہ لوگ حنفیوں کی نسبت قال اللہ اور قال الرسول پر زیادہ عمل کرنے والے ہیں۔ مگر اُن کی مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ذکر ہوتا تھا۔ اور



حضرت قاضی محبوب عالم صاحب مالک راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد



حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب نیلہ گنبد والے (صفحہ ۲۹۶)

وہ لوگ حضور کے دعوائے مسیحیت کے خلاف بہت کچھ کہا کرتے تھے۔ اب آپ اس جستجو میں لگ گئے کہ اگر کوئی حضرت مرزا صاحب کا مُرید ملے تو اس سے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی نسبت حالات معلوم کئے جائیں چنانچہ ایک شخص ولی اللہ صاحب ابن بابا ہدایت اللہ مشہور پنجابی شاعر کوچہ چابک سواراں کا آپ کو پتہ لگا۔ آپ نے ان کے پاس جانا شروع کر دیا۔ انہوں نے آپ کو استخارہ کرنے کے لئے توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ نے ان سے طریق استخارہ سیکھ کر استخارہ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

"دوسرے روز رات کے دو بجے ابھی میں استخارہ کی دعا پڑھ کر سویا ہی تھا کہ رویا میں مجھے کسی شخص نے کہا کہ آپ اُٹھ کر دوزانو بیٹھیں کیونکہ آپ کے پاس حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور مجھے بھی زینے سے کسی شخص کے چڑھنے کی آواز آئی۔ چنانچہ میں رویا ہی میں دوزانو بیٹھ گیا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک نہایت متبرک انسان سفید لباس میں آیا ہے اور اس نے ایک بازو سے حضرت مرزا صاحب کو پکڑ کر میرے سامنے لا کھڑا کر دیا ہے اور فرمایا

ھٰذا الرجل خلیفة اللّٰہ واسمعوا واطیعوا

پھر وہ واپس چلا گیا۔ اور حضرت صاحب میرے پاس کھڑے ہو گئے اور اپنی ایک انگلی اپنی چھاتی پر مار کر کہا۔

"ایہو رب خلیفہ کیتا اِس نُوں مہدی جانو"

پھر ایک رُباعی بھی پڑھی لیکن میں بھُول گیا ہوں۔ اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ پھر میں بیدار ہو گیا۔ صبح میں سکول جانے کی بجائے قادیان روانہ ہو گیا"

بٹالہ میں گاڑی شام کو پہنچی۔ نماز مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ اڈہ کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ آپ اس میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے صاف صاف سب کچھ بیان کر دیا۔ اس پر ان لوگوں نے حضرت اقدس کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا اور آپ کو قادیان جانے سے روکا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ "میں قادیان ضرور جاؤں گا" اس پر انہوں نے آپ کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ آپ اڈہ پر تشریف لے گئے۔ کچھ لوگ آپ کو قادیان جانے سے روکنے کے لئے اڈے تک بھی پیچھے گئے اور یہ لالچ بھی دیا کہ تم طالب علم ہو۔ ہم تمہیں یہاں بڑے میاں کے پاس بٹھا دیں گے اور تمہاری رہائش اور لباس کا بھی انتظام کر دیں گے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ آپ پہلے ہی لاہور میں پڑھ رہے ہیں۔ یہاں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ان باتوں کے بعد آپ رات ہی کو قادیان کی طرف چل پڑے۔ مگر

اندھیرا بہت تھا۔ راستہ سے بھی ناواقفیت تھی۔ اس لئے کچھ راستہ طے کرنے کے بعد غلطی سے چراغ کی لو دیکھ کر مسانیاں چلے گئے۔ وہاں عشاء کی نماز ہو چکی تھی۔ لیکن ایک آدمی ابھی مسجد میں ذکر الٰہی کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ قادیان تو یہاں سے دُور ہے اور راستہ بھی مخدوش ہے۔ اس لئے رات یہاں سو رہو۔ صبح چلے جانا۔ چنانچہ صبح چار بجے کے قریب جب چاند نکلا تو وہ شریف آدمی آپ کو وڈالہ تک چھوڑ گیا۔ آپ نے نماز فجر نہر پر پڑھی اور سُورج نکلنے کے قریباً ایک گھنٹہ بعد آپ قادیان پہنچ گئے۔ قادیان کے چوک میں جا کر ایک شخص سے پوچھا کہ بڑے مرزا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ سامنے کی بڑی حویلی میں تخت پوش پر بیٹھے حُقّہ پی رہے ہیں۔ آپ نے جب آگے بڑھ کر دیکھا تو اس شخص کی ہیئت کذائی دیکھ کر سخت افسوس ہوا۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ کاش میں یہاں نہ آتا۔ ابھی واپس لوٹے ہی تھے کہ حضرت حافظ حامد علی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کس جگہ سے تشریف لائے ہیں اور کسے ملنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں نے جس کو ملنا تھا مل لیا ہے اور اب واپس جا رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تو آپ حضرت مرزا صاحب کو ملنے کے لئے آئے ہیں تو وہ یہ مرزا نہیں ہے وہ اَور ہیں۔ اور میں آپ کو اُن سے ملا دیتا ہوں ان کی یہ بات سُنکر آپ کی جان میں جان آئی۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ آپ ایک رقعہ لکھ دیں۔ میں حضور کی خدمت میں اندر بھجوا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے رقعہ میں لکھا کہ "میں طالب علم ہوں۔ لاہور سے آیا ہوں۔ زیارت چاہتا ہوں اور آج ہی واپس جانے کا ارادہ ہے" حضور نے جواب میں کہلا بھیجا کہ "مہمان خانہ میں ٹھہریں اور کھانا کھائیں۔ ظہر کی نماز کے وقت ملاقات ہو گی۔ اس وقت میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں اور اس کا مضمون میرے ذہن میں ہے۔ اگر میں اس وقت ملاقات کے لئے آیا تو وہ مضمون میرے ذہن سے اُتر جائے گا۔ اس واسطے آپ ظہر کی نماز تک انتظار کریں" مگر اس جواب سے آپ کی تسلّی نہ ہوئی اور آپ نے دوبارہ لکھا کہ "میں تمام رات مصیبت سے یہاں پہنچا ہوں اور زیارت کا خواہشمند ہوں۔ للہ مجھے اسی وقت شرفِ زیارت سے سرفراز فرمائیں"

یہ رقعہ پہنچنے پر حضور نے مائی دادی کو کہا کہ ان کو مسجد مبارک میں بٹھاؤ۔ میں ان کی ملاقات کے لئے آتا ہوں۔ آپ کو وہاں کوئی پندرہ منٹ بیٹھنا پڑا۔ اس کے بعد حضور نے مائی دادی کو کہا کہ ان کو اس طرف بُلاؤ۔ حضرت صاحب اپنے مکان سے گلی میں آ گئے۔ آپ بھی اس گلی میں پہنچ گئے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"دُور سے میری نظر جو حضرت صاحب پر پڑی تو رؤیا میں جو شخص مجھے دکھایا گیا تھا بعینہٖ وہی

حلیہ تھا۔ حضرت صاحب کے ہاتھ میں عصا بھی تھا۔ پگڑی بھی تھی۔ گویا تمام وہی حلیہ تھا۔ جو میں پہلے رؤیا میں دیکھ چکا تھا۔ میں حضرت صاحب کی طرف چل رہا تھا اور حضور میری طرف آرہے تھے۔ گول کمرہ سے ذرا آگے میری اور حضرت صاحب کی ملاقات ہوئی۔ میں نے حضرت صاحب کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ خواب والے بزرگ ہی ہیں اور سچے ہیں۔ چنانچہ میں حضور سے بغلگیر ہوگیا اور زار زار رونے لگا۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ رونا مجھے کہاں سے آیا اور کیوں آیا۔ مگر میں کئی منٹ تک روتا ہی رہا۔ حضور مجھے فرماتے تھے۔ صبر کریں۔ صبر کریں۔ جب میرا رونا ذرا تھم گیا اور ہوش قائم ہوئی تو حضور نے مجھے فرمایا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور میں لاہور سے آیا ہوں۔ فرمایا کیوں آئے؟ عرض کیا حضور! زیارت کے لئے۔ فرمایا کوئی خاص کام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ صرف زیارت ہی مقصد ہے حضور نے فرمایا۔ بعض لوگ اپنے مقاصد کے لئے دُعا کرانے آتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی کوئی ایسی ضرورت درپیش ہے؟ میں نے عرض کیا۔ مجھے کوئی ایسی ضرورت درپیش نہیں تب حضور نے فرمایا کہ مبارک ہو۔ اہل اللہ کے پاس بے غرض آنا بہت مفید ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ حامد علی صاحب کے ساتھ مہمان خانہ جائیں۔ ظہر کے وقت میں پھر ملاقات کروں گا"

آپ فرماتے ہیں:۔

"میں مہمانخانہ میں چلا گیا۔ کھانا کھایا۔ آرام کیا۔ ظہر کی اذان ہوئی۔ مجھے پہلے ہی حافظ حامد علی صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ پہلی صف میں جا کر بیٹھ جائیں۔ چنانچہ میں اسی ہدایت کے باعث پہلی صف میں قبل از وقت جا بیٹھا۔ حضور تشریف لائے۔ نماز پڑھی گئی۔ نماز کے بعد حضور میری طرف مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا کہ آپ کب جانا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا۔ حضور ایک دو روز ٹھہروں گا۔ فرمایا۔ کم از کم تین دن ٹھہرنا چاہیئے۔ دوسرے روز ظہر کے وقت میں نے بیعت کے لئے عرض کی۔ فرمایا کہ ابھی نہیں۔ کم از کم کچھ عرصہ یہاں ٹھہریں۔ ہمارے حالات سے آپ واقف ہوں۔ اس کے بعد بیعت کریں۔ مگر مجھے پہلی رات ہی مہمان خانہ میں ایک رویا ہوئی جو یہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک نور نازل ہوا اور وہ میرے ایک کان میں داخل ہوا اور تمام جسم میں سے ہو کر دوسرے کان سے نکل کر آسمان کی طرف چلا گیا۔

اس میں کئی قسم کے رنگ تھے۔ سبز تھے۔ سُرخ تھے۔ نیلگوں تھے۔ اتنے تھے کہ گِنے نہیں جا سکتے تھے۔ قوس و قزح کی طرح تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام دُنیا روشن ہے اس وقت مجھے اس قدر سرور اور راحت تھی کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے صبح اٹھتے ہی محسوس ہوا کہ اس رویا کا مطلب یہ ہے کہ آسمانی برکات سے مجھے وافر حصہ ملے گا۔ اس لئے مجھے بیعت کر لینی چاہئیے۔ چنانچہ اسی رویا کے اثر سے میں نے دوسرے روز بیعت کے لئے عرض کی جو منظور نہ ہوئی۔ حضور نے تین دن کی شرط کو برقرار رکھا چنانچہ تیسرے روز ظہر کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے انشراح صدر ہو گیا ہے۔ ﷲ میری بیعت قبول فرمائیں اس پر حضور نے میری بیعت قبول فرمائی اور میں رخصت حاصل کر کے لاہور آ گیا۔

چوتھے روز جو سکول گیا تو مجھے ایک شخص مرزا رحمت اللہ صاحب سکنہ ڈسکہ ملازم انجمن حمایت اسلام نے بُلا کر پُوچھا کہ تم چار دن کہاں تھے؟ میں نے صاف صاف کہا کہ قادیان گیا تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ بیعت کر آئے ہو؟ میں نے کہا۔ ہاں! انہوں نے کہا کہ یہاں کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میں بھی احمدی ہوں۔ یہ لوگ بڑے تنگدل ہیں، ستائیں گے۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ چاہے کچھ ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے قرآن و حدیث کے اُستاد مولوی زین العابدین سے جو مولوی غلام رسول قلعہ والوں کے بھانجے تھے، ذکر کر دیا۔ جس پر وہ بہت بگڑے اور میرے ساتھ سختی کرنا شروع کر دی۔ جب ان کی گھنٹی آتی تو آتے ہی مجھے کہتے "او مرزائی بنچ پر کھڑا ہو جا" میں ان کے حکم کے مطابق بنچ پر کھڑا ہو جاتا اور پوچھتا کہ میرا کیا قصور ہے؟ وہ کہتے۔ یہی قصور ہے کہ تم مرزائی ہو اور کافر ہو۔ کچھ عرصہ ان کی اس تکلیف دہی کو برداشت کر کے ایک روز میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں جا کر شکایت کر دی کہ بعض اُستاد مجھے اس وجہ سے مارتے ہیں کہ میں احمدی ہوں۔ اس پر انہوں نے ایک سرکلر جاری کر دیا کہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کوئی مدرس کسی لڑکے کو سزا نہ دے چنانچہ اس آرڈر کے بعد مولوی زین العابدین صاحب اور ان کے ہم خیال اُستاد ڈھیلے پڑ گئے اور مجھ پر جو سختی ہوا کرتی تھی اس میں کمی آ گئی۔

حضرت صاحب کی خدمت میں بھی جب کبھی حاضر ہونے کا موقعہ ملتا تو میں حضور کی خدمت میں

اپنی تکالیف کا ذکر کرتا حضور فرماتے۔ کوئی بات نہیں۔ خدا تعالےٰ فضل کرے گا۔ اس اثناء میں مڈل کا امتحان ہوا جس میں مَیں فیل ہو گیا۔ اس پر میرے مخالف استادوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ مرزے کی برکت ہے۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور لوگ مجھے یہ طعنہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بیعت کی وجہ سے تم فیل ہو گئے ہو۔ یہ تمہیں مرزائی ہونے کی سزا ملی ہے۔ حضور نے مُسکرا کر کہا کہ یہ کوئی بات نہیں۔ رزق کا پاس اور فیل ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ خدا بہتر کرے گا۔ پس میں لاہور چلا آیا اور یہاں کچھ ٹیوشنز کا کام شروع کر دیا۔ اور پھر مجھے ایک جگہ ملازمت بھی مل گئی۔ اس کے بعد مجھے ایک جگہ شادی کا خیال ہو گیا۔ وہ میرے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ حضور کی خدمت میں دُعا کے لئے لکھا۔ حضور نے فرمایا۔ دعا کروں گا۔ چنانچہ میں اکثر دُعا کے لئے لکھتا رہا۔ چنانچہ حضرت اقدس پر اللہ تعالےٰ نے ظاہر کیا کہ یہ رشتہ اس کے لئے مناسب نہیں اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے لکھوا بھی دیا کہ اس رشتہ کا خیال چھوڑ دو اور ایک تمثیل بھی لکھوائی کہ سید عبد القادر جیلانی فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص باغ کے اندر سَیر کے لئے داخل ہو اور پہلے ہی پودے کو دیکھ کر یہ خیال کرے کہ اس سے بہتر اور نہیں ہوگا تو وہ باقی باغ کی سَیر سے محروم رہے گا۔ چنانچہ اس اصول پر حضور نے مجھ سے عہد لکھوایا کہ آئندہ اس رشتے کے واسطے کبھی خواہش نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ عہد لکھ دیا۔ لیکن میں پھر بھی اس جذبہ سے باز نہ رہ سکا اور اپنے عہد کے خلاف پھر حضور کی خدمت میں اس رشتہ کی بابت دُعا کروانے کے لئے روزانہ خط لکھنا شروع کر دیا کہ اللہ قادر ہے۔ اس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں ممکن ہے کوئی ذریعہ ایسا نکل آئے جس سے میں کامیاب ہو جاؤں۔ چنانچہ میں حضور کو روزانہ کئی سال تک خط لکھتا رہا۔ آخر میں ایک خط میں نے حضور کو لکھا کہ جو پیر اپنے مُرید کو اس دُنیا میں جہنم سے نہیں نکال سکتا۔ وہ آخرت میں کیا فائدہ دے گا۔ حضور اگر وہ عورت مجھے نہیں دلا سکتے تو کم از کم اس جہنم سے تو مجھے نکالیں۔ جس میں مَیں پڑا ہوا ہوں اور میرا دل اس سے پھر جائے۔ اس خط کے جواب میں مولوی عبد الکریم صاحب کا کارڈ میرے پاس پہنچا جس میں لکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ آج رات میں محبوب عالم کے لئے دُعا کر رہا تھا کہ مجھے الہام ہوا "دل پھیر دیا گیا" یا تو یہ عورت آپ کو مل جائے گی یا پھر آپ کو اس کا خیال ہی نہیں آئے گا۔

اس سے قبل ایک رات مجھے بھی رویا میں دکھایا گیا تھا کہ میرے اور اس عورت کے رشتہ داروں کے

درمیان ایک دیوار ہے جو زمین سے لے کر آسمان تک کھچی ہوئی ہے اور میں ادھر نہیں جا سکتا۔ اور وہ ادھر نہیں آسکتے اور مجھے بتایا گیا کہ یہ دیوار فقہہ ہے جس کا مطلب مجھے یہ سمجھ آیا کہ اس کو عبور نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس دن سے مجھے اس کا کبھی خیال پیدا نہیں ہوا۔

اس رؤیا سے ایک دن قبل میں نے حضور کو لکھا کہ اگر شرعاً جائز ہو اور حضور اجازت دیں تو میں اس عورت کو نکال کر ہمراہ لا سکتا ہوں۔ جب یہ کارڈ میں پوسٹ کر چکا تو رات بھر مجھے نیند نہیں آئی اور بے کلی رہی اور صبح کو ہی میں نے قادیان کا رُخ کیا۔ قادیان پہنچ کر حضور کی خدمت میں اطلاع کروائی۔ حضور فوراً ننگے سر باہر تشریف لائے۔ فرمایا۔ وہ عورت کہاں ہے؟ میں نے عرض کی حضور! میں اس کو ساتھ تو نہیں لایا کیونکہ حضور کی طرف سے مجھے کوئی جواب نہیں گیا۔ حضور نے فرمایا۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ زنا سے بچ گئے۔ اس طرح سے کسی عورت کو نکال کر لانا نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ زنا ہی رہتا ہے کیونکہ یہ امر مومن کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ولی کی اجازت کے بغیر کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لے۔ قرآن کریم میں صاف لکھا ہے فانکحوھنّ باذن اھلھنّ

نیز حضور نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں دعا قبول نہیں ہوتی۔ آج رات میں نے سوائے آپ کے اور کوئی دعا نہیں کی اور میری دعا ہی آپ کو یہاں کھینچ لائی ہے اور آپ اس گناہ سے بچ گئے ہیں۔ اور اب آپ چھ ماہ تک قادیان میں ہی ٹھہریں۔ چنانچہ میں قادیان میں ٹھہر گیا اور ضیاء الاسلام پریس میں حضرت صاحب کی کتابیں چھپوانے پر میری ڈیوٹی لگ گئی۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب پریس مین تھے اور میں ان کا نگران تھا۔ حضرت صاحب کو صاف اور ستھری کتابیں چھپوانے کا از حد خیال تھا۔

۲۔ ایک دفعہ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب نے میری شکایت کی کہ یہ بیجا تنگ کرتے ہیں اور چھاپنے نہیں دیتے۔ حضور نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ کیا بات ہے؟ میں نے وہ کاغذ جو ردی چھپے ہوئے تھے پریس سے لا کر پیش کر دیئے۔ حضور ایک ایک کاغذ کو دیکھ کر فرماتے تھے کہ مرزا اسمٰعیل بیگ یہ تو خراب ہے۔ یہ چھپائی تو واقعی خراب ہے۔ آپ ان کے کہنے پر کام کریں اور میں نے ان کو رکھا ہی اس لئے ہے کہ کتاب صاف اور ستھری چھپے۔ چھ ماہ تک میں نے مطبع میں کام کیا۔ جب چھ ماہ گذر گئے تو میں نے حضور سے اجازت طلب کی۔ حضور نے فرمایا۔ آج نہ جاؤ کل چلے جانا۔ مگر میں نے اپنے اجتہاد سے کام لیا کہ اب اجازت ہو گئی ہے۔ اب آج گیا اور کل گیا۔ آج ہی چلو۔ چنانچہ میں گاؤں والے

راستہ سے چل پڑا۔عصر کا وقت تھا۔اچانک بادل اُٹھا اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔اس کثرت سے بارش ہوئی کہ الامان والحفیظ! بڑی مشکل سے نہر پہ پہنچا۔سورج غروب ہو گیا۔بارش اور ہوا کا تیز ہونا، کپڑوں کا گیلا ہونا، پیدل چلنا اور رستہ میں کیچڑ اور پانی کا بکثرت ہونا، یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ جن کو دیکھ کر مجھے حضور کے ارشاد کی قدر معلوم ہوئی اور میں نے سمجھا کہ میں نے بہت غلطی کی ہے۔چنانچہ میں نے رات دس بجے برلب سڑک درختوں کے اندر بٹالہ میں جو ایک چھوٹی سی مسجد ہے، وہاں پہنچکر کپڑے نچوڑے اور مسجد کے اندر بیٹھ رہا۔ساری رات وہیں پڑا رہا۔چار بجے صبح کو گیلے کپڑے پہن کر گاڑی پر سوار ہوا اور لاہور پہنچا۔یہاں پہنچ کر ایک بائیسکل کی دوکان پر ملازم ہو گیا۔تھوڑا عرصہ میں نے ملازمت کی۔پھر میں قادیان چلا گیا اور حکیم فضلدین صاحب بھیروی کے پاس ملازم ہو گیا کیونکہ مطبع کے منتظم اعلیٰ وہی تھے۔سات روپے ماہوار میری تنخواہ مقرر ہوئی۔اس پر حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مجھے مبارکباد دی کہ تم نے فضلدین سے سات روپے ماہوار کی نوکری لی ہے۔یہ تو کسی منشی کو پانچ روپے سے زیادہ نہیں دیا کرتے۔چنانچہ کچھ عرصہ میں ان کی ملازمت میں رہا۔اس عرصہ میں پھر لاہور سے جس دکان پہ میں ملازم تھا۔اس کے مالک نے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ آپ کا مُرید محبوب عالم ہمارا ملازم تھا۔نوکری چھوڑ کر چلا گیا ہے۔آپ اس کو ہدایت فرماویں کہ واپس آجائے کیونکہ وہ دیانتدار آدمی ہے۔ہمیں اس کی ضرورت ہے چنانچہ حضرت صاحب کو جب یہ خط ملا تو حضور نے مجھے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ آپ فوراً لاہور چلے جائیں۔اس دکاندار نے آپ کی بہت تعریف لکھی ہے۔اس واسطے ہمارا خیال ہے کہ آپ ان کے پاس پہنچ جائیں چنانچہ میں لاہور آگیا اور بیس روپیہ ماہوار پر ملازم ہو گیا۔دو سال کے بعد اس پروپرائٹر دکان نے جس کا نام الٰہ بخش تھا میاں محمد موسیٰ کو اپنی تجارت میں حصہ دار بنا لیا۔اب میں بجائے ایک شخص کے دو کا ملازم ہو گیا۔مگر قدرتِ خداوندی سے الٰہ بخش علیحدہ ہو گیا اور میاں محمد موسیٰ دوکان کا واحد مالک ہو گیا۔اور مجھے مینجر رکھ لیا۔اب میں نے میاں محمد موسیٰ صاحب کو تبلیغ شروع کی۔چنانچہ ان کو قادیان بھیجا۔مگر وہ شامتِ اعمال سے قادیان سے بغیر بیعت کے واپس آگئے۔بعد ازاں میں ان کو کبھی کبھی اخبار بدر سُناتا رہا۔پھر میں نے ان کو ایک دن ایک حدیث سُنائی کہ ایک دن ایک بدوی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ خدا تعالیٰ کے رسُول ہیں۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ

کا رسُول ہوں۔ تب اس بدوی نے بیعت کر لی اور اپنے قبیلہ کی بھی بیعت کروا دی۔ جب یہ واقعہ میں نے میاں محمد موسیٰ صاحب کو سُنایا تو ان پر بڑا اثر ہوا۔ اور انہوں نے اسی وقت ایک کارڈ حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ یہ کارڈ جب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے مولوی عبدالکریم صاحب کو حکم دیا کہ لکھ دو۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو دیا تھا۔ اس کارڈ میں مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی طرف سے بھی ایک دو فقرے لکھ دیئے۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے خدا کے مسیح کو قسم دی ہے۔ اب آپ یا تو ایمان لائیں یا عذاب الٰہی کے منتظر رہیں۔ وہ کارڈ جب پہنچا تو میاں محمد موسیٰ صاحب نے اپنی اور اہل و عیال کی بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس طرح سے میں اب اکیلا نہ رہا۔ بلکہ میرے ساتھ خدا تعالیٰ نے ان کو بھی شامل کر دیا۔

۲۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کو عجائب گھر چھوڑ کر حضور ہماری دکان پر تشریف لائے۔ میں نے حضور کی خدمت میں دکان کے اندر آنے کی التجا کی۔ حضور نے فرمایا۔ نبی دکانوں میں نہیں بیٹھا کرتے۔ کرسی باہر لے آئیں یہیں بیٹھیں گے۔ چنانچہ میں نے کرسی دکان کے باہر کھلی جگہ میں بچھائی۔ حضور تشریف فرما ہوئے اور پانی طلب فرمایا۔ میں نے دودھ کی لسی پیش کی۔ حضور نے میری طرف دیکھا اور مسکرائے۔ فرمایا میں نے تو پانی مانگا تھا۔ غالباً ساتھ ہی فرمایا کہ مجھے نزلہ کی شکایت ہے یا زکام ہے اس لئے میں لسی نہیں پیتا۔ میرے اصرار پر ایک گھونٹ نوش فرما کر برکت دی۔ پھر میں نے پانی منگوا دیا۔ حضور نے پیا۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس کا نام محمد امین تھا۔ وہ بُوٹوں کی دکان کیا کرتا تھا۔ مجمع کو دیکھ کر کہنے لگا کہ کیا ہے؟ کون ہے؟؟ ان لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ مرزا صاحب قادیان والے ہیں۔ چنانچہ وہ آگے بڑھا۔ مجمع کو چیرتے ہوئے سامنے کھڑا ہو گیا اور نہایت گستاخی اور بے باکی سے یا دجّال یا کافر کہہ کر السلام علیکم کہا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کہ دجّال بھی اور السلام علیکم بھی۔ یہ دو متضاد باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔ اس پر حضور نے ایک تقریر فرمائی جس کا خلاصہ میں اپنے الفاظ میں لکھواتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کی انتہائی بدنصیبی ہے کہ ان کے درمیان دجّال پیدا ہو گیا جبکہ ان کو ضرورت تھی کسی مُصلح کی!

اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں ان پر رحم فرمایا جبکہ ان کی حالت پراگندہ تھی اور شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ بدقسمتی سے ایک ہادی کو دجال سمجھ رہے ہیں۔ حضور نے اس موضوع پر کوئی آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ وہ بہت شرمندہ ہوا اور خاموش ہوگیا۔ پھر حضور عجائب گھر تشریف لے گئے۔

۴۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں قادیان میں تھا۔ ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد۔ ان ایام میں حضور قادیان سے باہر قیام پذیر تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اس مکان میں تھیں جو باغ میں ہے۔ اور حضور ایک خیمہ میں تھے۔ حضرت ام المومنین نے میر مہدی حسین صاحب کو شیشے کا ایک مرتبان دے کر فرمایا کہ شہر جا کر عرق لے آؤ۔ اس مرتبان کے اُوپر ایک چِٹ لگی ہوئی تھی "عطیہ از محبوب عالم جے پور" یہ شخص قاضی محمد اسلم صاحب کا بھائی تھا۔ میر صاحب نے مجھے فرمایا کہ آؤ۔ دونو چلیں۔ میں بھی ساتھ ہوگیا۔ جب ہم مرزا سلطان احمد صاحب کے باغ میں پہنچے تو میر صاحب نے مجھے کہا کہ لو یہ مرتبان پکڑو۔ چنانچہ میں نے اُن سے مرتبان لے لیا۔ جب وہ مرتبان میرے ہاتھ میں آیا تو جونہی میں نے دونوں ہاتھوں سے پکڑا تو اُوپر کا حصہ میرے ایک ہاتھ میں رہ گیا اور نیچے کا دوسرے ہاتھ میں۔ گویا دو ٹکڑے ہوگئے۔ میں حیران ہوگیا کہ یہ کیا ہوگیا۔ سید مہدی حسین صاحب نے مجھے کہا کہ یہ حضرت ام المومنینؓ نے مجھے دیا ہے اور اب آپ کو ان کے پاس جوابدہی کے لئے چلنا ہوگا۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت ام المومنینؓ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ دروازے پر دستک دی۔ اتفاق سے حضرت ام المومنینؓ ہی اندر سے بولیں کہ کیا ہے؟ کون ہے؟ مہدی حسین نے کہا کہ حضور۔ مہدی حسین ہوں۔ فرمایا کیا بات ہے؟ میر صاحب نے کہا کہ وہ مرتبان جو حضور نے عرق لانے کے لئے دیا تھا محبوب عالم نے توڑ ڈالا ہے۔ فرمایا۔ ان کو حضرت صاحب کے پاس لے جاؤ۔ وہاں سے ہم خیمہ کی طرف آئے۔ عصر کا وقت تھا۔ حضور کرسی پر تشریف فرما تھے۔ السلام علیکم کے بعد حضور نے اندر آنے کی اجازت دی۔ اب میں ڈرتے ڈرتے اندر گیا اور دل میں میرے کئی قسم کے خیالات تھے کہ معلوم نہیں اب کیا سرزنش ہوگی۔ بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ خوف سے دم خشک ہو رہا تھا۔ جب حضور کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اور سید مہدی حسین صاحب نے اپنا وہی بیان دیا کہ محبوب عالم نے مرتبان توڑ ڈالا ہے۔ میرا خیال تھا کہ حضور پوچھیں گے کس طرح توڑا ہے، کیسے ٹوٹا ہے؟ تو میں ساری حقیقت بیان کر دوں گا۔ مگر حضور نے کچھ نہیں فرمایا۔ صرف اتنا کہا کہ "بہت ہی اچھا ہوا مرتبان ٹوٹ گیا۔ اگر یہ برتن ٹوٹیں نہیں تو ہمارے

گھر میں اس کثرت سے جمع ہو جائیں کہ ہمارے رہنے کے لئے کہیں جگہ ہی نہ رہے" میں حضور کے اس جواب سے اس قدر خوش ہوا کہ میرا تمام رنج و فکر کافور ہو گیا اور مجھے کچھ عرض کرنے کی دلیری ہو گئی۔ چنانچہ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ میں کل یا پرسوں تک لاہور جانے والا ہوں۔ ایک مرتبان حضور کے واسطے خرید کر بھیجدوں گا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ یہ شرعاً منع ہے۔ تاوان لینا شریعت میں جائز نہیں ہاں اگر تحفۃً بھیج دے، ہم قبول کر لیتے ہیں۔ پس حضور سے یہ مسئلہ اس وقت ہم نے سیکھا ہم خوشی خوشی وہاں سے الوداع ہو کر واپس آگئے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے بھی یہی طریق رکھا کہ اگر کسی ملازم سے کوئی چیز ٹوٹ جائے تو اس سے تاوان کبھی نہیں لیا۔

۵۔ اب پھر گذشتہ بات کا ذکر کرتا ہوں کہ میں بیس روپیہ ماہوار پر ملازم ہوا تھا مگر بعد میں ترقی کر کے ۱۱۰ روپے لینے لگ گیا۔ قریباً پچیس سال تک اس دوکان میں ملازمت کی اور جتنے لوگوں نے میرے ساتھ مڈل پاس کیا تھا اور سرکاری ملازمتیں حاصل کی تھیں۔ وہ جب کبھی مجھے ملتے تو یہی کہتے کہ آپ مزے میں ہیں ہمیں تو بڑی مصیبت ہے۔ غرض حضور کی دُعا سے میرا زمانہ ملازمت نہایت ہی امن سے گذرا۔ چنانچہ حضرت نانا جان مجھے فرمایا کرتے تھے کہ تم ملازم نہیں مالک ہو۔ ملازمت کے دوران میں ہمارے رشتہ داروں میں سے ایک صاحب صدرالدین نام نے جو پولیس میں ملازم تھے مجھے پیغام بھیجا کہ اگر آپ ہمارے ہاں شادی کرنا منظور کریں تو ہم تمہیں بخوشی رشتہ دے دیں گے بشرطیکہ آپ مرزائیت سے توبہ کرلیں۔ میں نے اُن کو کہا کہ یہ ناممکن بات ہے۔ شادی کے لئے تو میں تیار ہوں۔ مگر احمدیت سے توبہ نہیں کر سکتا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا۔ حضور نے جواب دیا کہ آپ اس جگہ شادی کرنے کی کوشش کریں اور اگر کوئی مشکل پیش آوے تو ہمیں لکھیں اور اگر نقدی کی ضرورت ہو تو ہم مدد بھی دیں گے۔ میں نے یہاں سلسلہ شروع کیا۔ ان کی طرف سے یہ اصرار ہوتا تھا کہ احمدیت سے توبہ کرو۔ مگر والدہ ان لڑکوں کی اس شرط کے خلاف تھی۔ میں نے انہیں یہ لکھ کر دے دیا کہ میرا یہی مذہب ہے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی طرف سے نبی، مہدی موعود اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ میں ان کی بیعت میں ہوں۔ چنانچہ بعد ازاں وہ بھی مان گئے اور یہ شرط اُڑا دی۔ وہاں میرا نکاح ہو گیا۔ حضور کی خدمت میں بھی میں نے اطلاع کر دی۔ حضور نے لکھا کہ یہ عورت آپ کے لئے بہت مبارک ہے چنانچہ میری اس اہلیہ سے بیس۲۰ بچے پیدا ہوئے جن میں سے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں زندہ ہیں اور بیوی بھی

زندہ موجود ہے اور سب احمدیت کے فدائی اور سچے خادم ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے عہد مبارک میں مجھے میاں محمد موسیٰ صاحب نے ملازمت سے الگ کر دیا۔ میرے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ حضور نے دعا فرمائی۔ چنانچہ حضور کی دعاؤں کی برکت سے میرے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ سرمایہ مہیا ہو گیا۔ پھر میرے کاروبار میں بھی خدا تعالیٰ نے برکت دی۔ اب چودہ سال ہو گئے ہیں (۱۹۳۹ء میں مؤلف) کہ اپنی دوکان کر رہا ہوں۔

۶۔ جب حضور آخری بار لاہور تشریف لائے تو ہر روز شام کو حضرت ام المومنینؓ کے ہمراہ فٹن پر سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور میں سائیکل پر حضور کی اردل میں ہوتا تھا۔ ایک روز شام کے وقت جب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر سیر سے واپس پہنچے۔ تو فٹن والا زیادہ کرایہ مانگتا تھا۔ مگر حضرت نانا جان کچھ کم دیتے تھے حتیٰ کہ جھگڑا ہو گیا۔ جب جھگڑے کی آواز حضرت صاحب تک پہنچی۔ تو حضور بنفسِ نفیس باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے؟ میر صاحب نے کہا کہ یہ لوگ بڑے بے ایمان ہوتے ہیں۔ کرایہ زیادہ مانگتے ہیں۔ ہم نے جو مناسب تھا دے دیا ہے۔ حضور نے اس فٹن والے کوچوان کو بلا کر فرمایا کہ اور کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا۔ حضور ایک روپیہ مجھے اور ملنا چاہیئے۔ حضور اندر گئے اور ایک دو منٹ کے بعد ایک روپیہ لاکر اُسے دے دیا اور میر صاحب سے فرمایا کہ مزدوری سے کم نہیں دینا چاہیئے۔ یہ سُن کر وہ کوچوان بہت خوش ہوا۔ اور حضور کے اخلاق کی تعریف کرتا ہوا چلا گیا۔

۷۔ میں چونکہ حضرت صاحب کو روزانہ خط لکھا کرتا تھا۔ اس واسطے حضرت اقدس کو بھی میرے ساتھ بہت محبت ہو گئی۔ جب کبھی میں قادیان پہنچتا حضور خود ہی مجھے شرفِ ملاقات بخشتے۔ کبھی مجھے اندر بُلاتے کبھی خود باہر تشریف لاتے۔ ایک دفعہ جب میں گیا تو حضور مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ یہاں بیٹھ جائیں۔ میں آپ کے لئے کچھ کھانا لاتا ہوں۔ چنانچہ میں کھڑکی کے آگے بیٹھ گیا۔ ابھی بمشکل پندرہ بیس منٹ گذرے ہوں گے کہ حضور سویوں کی ایک پلیٹ ہاتھوں میں تھامے ہوئے تشریف لے آئے۔ اور فرمایا یہ ابھی آپ کے لئے اپنے گھر والوں سے پکوا کر لایا ہوں۔ میں بہت شرمسار ہوا کہ حضور کو تکلیف ہوئی مگر دل میں خوش بھی ہوا کہ حضرت اقدس کے دستِ مبارک سے مجھے یہ پاکیزہ غذا میسر آئی ہے۔ چنانچہ میں نے سویاں کھا کر خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔

پھر رات کو حضور نے مجھے فرمایا کہ آج آپ یہیں سو جائیں۔ چنانچہ مسجد کے ساتھ والے کمرہ میں مَیں اکیلا سویا مگر مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ میں جاگتا ہی رہا اور دعائیں کرتا رہا اور دل میں خیال کرتا تھا کہ میرا یہاں سونا کہیں غفلت کا موجب نہ ہو اور حضرت کو رُوحانی طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ میں سویا رہا ہوں۔ اسی خوف سے میں جاگتا رہا اور درود شریف پڑھتا رہا اور دعائیں کرتا رہا۔ جب چار بجے تو حضور خود میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ جاگیں اب نماز کا وقت ہونے والا ہے۔ میں تو پہلے ہی جاگتا تھا، اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور مسجد مبارک میں آگیا۔ اتنے میں اذان ہوئی۔ حضرت اقدس بھی تشریف لائے اور نماز پڑھی۔

۸۔ ایک دفعہ میں لاہور سے گیا۔ میں نے اپنے پہنچنے کی اطلاع حضرت اقدس کو لکھ دی اور آپ حضرت حکیم الامت کی مجلس میں آ بیٹھا۔ اتنے میں مائی دادی آئی اور کہا کہ محبوب عالم جو لاہور سے آیا ہے اس کو حضرت صاحب بُلا رہے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے میری طرف دیکھا اور تبسم فرما کر کہا کہ کام بن گیا ہے، جائیے۔ جب میں چلا تو میرے پیچھے پیچھے حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی بھی چلے آئے۔ حافظ صاحب نے سمجھا کہ پردہ تو ہوگا ہی میں بھی ملاقات کر لُوں گا۔ چنانچہ میں جب حضرت صاحب کے پاس اندر چلا گیا تو میرے پیچھے ہی حضرت حافظ صاحب بھی پہنچ گئے۔ حضرت اقدس نے السلام علیکم کے بعد حضرت حافظ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ بلا اجازت تشریف لائے ہیں جو قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس پر حافظ صاحب بہت نادم ہوئے۔ حضرت اقدس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ منشی صاحب! آپ نے میرا نیا بیت الدعا دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور نہیں دیکھا۔ فرمایا۔ وہ سامنے ہے جا کر دیکھ لیں۔ میں بیت الدعا کے اندر چلا گیا اور وہاں دو نفل نماز پڑھی۔ اتنے میں حافظ صاحب اپنی بات چیت کر کے فارغ ہو گئے۔ میں بھی دُعا سے فارغ ہو گیا۔ حافظ صاحب کو تو حضرت نے رخصت کر دیا مگر میں حضور کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ حضرت صاحب صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ میں پاؤں دبانے لگ گیا۔ حضور میرے ساتھ محوِ گفتگو رہے۔ وہ باتیں رشتہ کے متعلق ہی تھیں۔ کوئی آدھ گھنٹہ سے زیادہ میں نے حضرت صاحب سے باتیں کیں۔

۹۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس حضرت ام المومنین کے ہمراہ شالامار باغ سے سیر کر کے واپس آ رہے تھے۔ حضور فٹن پر سوار تھے اور میں سائیکل پر ساتھ ساتھ آ رہا تھا۔ حضور نے اپنا سرِ مبارک فٹن سے

باہر نکال کر تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ سائیکل پر سوار انسان ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کُتے پر سوار ہے اُس زمانہ میں فٹن بہت اونچی ہوا کرتی تھی۔ دو گھوڑے۔ آگے ہوا کرتے تھے۔ تانگہ کا رواج نہیں تھا۔

۱۰۔ جب حضور آخری بار لاہور تشریف لائے تو حضور کا حکم تھا کہ جب ہم سیر کے لئے جائیں تو کوئی نہ کوئی سائیکل سوار ساتھ رہے۔ کیونکہ بعض دفعہ کوئی فوری ضرورت پیش آجاتی ہے۔ چنانچہ میں اکثر یہ خدمت بجا لاتا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ ایک مرتبہ حضور حضرت ام المومنین کے ساتھ لارنس گارڈن میں سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے۔ حضرت اقدس نے مجھے فرمایا کہ کہیں سے دودھ اور برف مل سکتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور! سب کچھ مل سکتا ہے چنانچہ میں سائیکل پر لارنس گارڈن سے باہر دکان پر گیا۔ معلوم ہوا دُودھ اور برف تو موجود ہے مگر برتن نہیں۔ پاس ہی باغ میں ایک کنواں تھا۔ وہاں مالی سے میں نے ایک ٹنڈ لینے کی اجازت لی اس نے مجھے "مھل" سے کھول کر دی۔ میں وہ ساتھ لے گیا اور اس میں دودھ اور برف لایا۔ حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت ام المومنین نے بھی پیا اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ فرمایا۔ آپ کو یہ ٹنڈ کہاں سے ملی؟ عرض کیا حضور! اس کوئیں کے مالی سے مانگ کر لایا ہوں۔ فرمایا۔ اب اس کو واپس دے آؤ۔ چنانچہ میں گیا اور اس کو واپس دے آیا۔ یہ آخری بار آنے کی بات ہے۔

۱۱۔ اسی سفر کا ایک اور واقعہ ہے بلکہ بالکل آخری واقعہ! عصر کا وقت تھا۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ چلو سیر کو چلیں۔ میں باہر برآمدے میں کھڑا سُن رہا تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ چند سطریں رہ گئی ہیں پھر ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور کوئی آدھ گھنٹے کے بعد فارغ ہو گئے۔ اور جب باہر تشریف لائے تو ایک صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ آج ہم نے اپنا کام ختم کر دیا ہے پھر فٹن پر سوار ہو کر سیر کو تشریف لے گئے۔ ٹھنڈی سڑک سے ہو کر انارکلی میں تشریف لائے۔ مجھے حکم دیا کہ کیسری کی دوکان پر فٹن کھڑی کرنا۔ چنانچہ کیسری کی دوکان پر جب ہم پہنچے (کیسری ایک ہندو کا نام تھا۔ انارکلی میں اس کی سوڈا واٹر کی مشہور دکان تھی۔ لوہاری دروازہ سے باہر جب انارکلی میں داخل ہوں تو دس بارہ دکانوں کے بعد بائیں طرف وہ دکان تھی۔ حضرت اقدس بازار ہی میں فٹن کھڑی کر کے سوڈا منگوایا کرتے تھے دکان کے اندر نہیں جاتے تھے۔ مؤلف) فٹن کھڑی کر کے حضور نے فرمایا کہ لیمن کی دو بوتلیں تھوڑی سی برف ڈال کر لائیں۔ چنانچہ میں نے دو بوتلیں معہ برف حضرت کی

خدمت میں پیش کیں۔ ایک حضرت نے اور دوسری ام المومنین نے نوش فرمائی۔

حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ وہ دہلی والا کچوڑیاں بنا رہا ہے اس سے دو آنہ کی کچوڑیاں لائیں چنانچہ میں گیا اور کچوڑیاں لاکر حضرت کی خدمت میں پیش کیں۔ پھر وہاں سے لوہاری دروازے سے ہوتے ہوئے ریلوے روڈ پر سیر کرتے ہوئے خواجہ کمال الدین کے مکان پر مغرب کے وقت کے بعد پہنچ گئے۔ میں گھر چلا گیا اور صبح کو سیدھا دکان پر چلا گیا۔ جب چٹھی رساں ڈاک لایا تو اس نے کہا کہ مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ وہاں بہت خلقت جمع ہے۔ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ میں اس سے بہت ناراض ہوا۔ اور سخت سُست کہا۔ اس کی بات سے مجھے کوئی یقین نہ آیا۔ اتنے میں ایک اَور شخص نے آکر کہا کہ تمہارا مرزا فوت ہو گیا ہے۔ تب میں نے اس کو بھی شرمندہ کیا اور کہا کہ تم لوگ ہمیشہ جھوٹ بولنے کے عادی ہو۔ مگر ان دونوں پیغاموں سے میرا دل تشویش میں پڑ گیا۔ میں نے ایک اپنا خاص ملازم سائیکل سوار بھیجا کہ جاؤ! خبر لاؤ کیا بات ہے؟ میرا آدمی جا چکا تھا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہاؤس معہ خواجہ کمال الدین صاحب کے میری دکان پر ٹانگے میں پہنچ گئے۔ اور کہا کہ حضرت صاحب کا وصال ہو گیا ہے۔ تب میرا دل پژمردہ ہو گیا اور میں سکتہ کی حالت میں ہو گیا اور دل میں کہا کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے۔ میں نے بھی بائیسکل اُٹھائی اور بھاگا جب وہاں پہنچا تو غیر احمدیوں کا بے شمار ہجوم باہر نعرے لگا رہا تھا اور بکواس کر رہے تھے۔ میں جب اندر گیا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب بیٹھے تھے اور وفات کا ذکر ہو رہا تھا۔ پھر مجھے یقین ہوا کہ واقعی وفات ہو گئی ہے۔

بعد ازاں میں اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سڑک پر کھڑے تھے کہ ایک مخالف شخص جو وہ بھی ڈاکٹر تھا اور اس کا نام سعید تھا۔ اس نے کہا کہ مرزا فوت ہو گیا ہے۔ اب بتاؤ۔ تمہاری پیشگوئیاں کہاں گئیں اور وہ کس طرح پوری ہوں گی۔ میں حیران تھا کہ میں کیا جواب دُوں مگر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے جواب دیا کہ وہ پیشگوئیاں اب ہمارے ذریعہ پوری ہوں گی۔ مجھے ان کے اس جواب سے بہت فائدہ پہنچا۔

پھر ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب سول سرجن کو بُلا لائے۔ اس نے آکر نعش مبارک کا ملاحظہ کیا اور سرٹیفکیٹ دیا۔ پھر بعد اس کے خاکسار، نور محمد (جو بعد میں جماعت سے

الگ ہوگیا) اور خلیفہ رجب الدین صاحب اور چند اور دوستوں نے ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے مکان میں نیچے غسل دیا اور کفنایا۔ اتنے میں خلیفہ رجب الدین کو خیال آیا کہ باہر لوگ مشہور کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب کے ہاتھ پاؤں میں (نعوذ باللہ) کوڑھ ہوگیا ہے اور یہ بات بعد میں آنیوالوں کے لئے پریشانی کا موجب ہوگی۔ ہم کیوں نہ لوگوں کو زیارت کرائیں۔ چنانچہ میں نے خلیفہ رجب الدین صاحب کی اس بات سے اتفاق کیا۔ میں اور خلیفہ صاحب سڑک پر چلے گئے اور جاکر آواز دی کہ حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں جو شخص زیارت کرنا چاہے بلا تمیز مذہب و ملت زیارت کر سکتا ہے۔ چنانچہ چالیس چالیس، پچاس پچاس لوگ اکٹھے آتے تھے اور ہم نے حضرت صاحب کے پاؤں اور ہاتھ اور منہ کھلے رکھے ہوئے تھے۔ لوگ زیارت کر کے جاتے تھے۔ ہندو لوگ میت کو دیکھ کر ہاتھ جوڑ کر سلام کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ تو زندہ ہی لیٹے ہوئے ہیں ان کے چہرہ پر موت کا کوئی نشان نہیں ہے۔ اس روز ہم نے دوپہر کے وقت لوگوں کو پے در پے زیارت کرائی۔ پیر جماعت علیشاہ صاحب نے باہر سڑک پر جمگھٹا لگایا ہوا تھا اور لوگوں کو کہتا تھا کہ مرزا صاحب کو (نعوذ باللہ) جذام ہوگیا ہے۔ کبھی کہتا تھا کہ ہیضہ سے مر گئے ہیں۔ لوگوں نے اس کی باتوں سے متاثر ہو کر شہر میں ایک جلوس نکالا۔ ایک آدمی کا منہ کالا کر دیا۔ اس کو میت بنا کر چارپائی پر لٹا دیا اور بازاروں میں گھوم کر کہنا شروع کر دیا کہ " ہائے ہائے مرزا مر گیا" اور بھی کئی قسم کی بیہودہ آوازیں نکالتے تھے۔

غرض جب لوگ زیارت کر چکے تو خلیفہ رجب الدین صاحب نے اپنی کنگھی جیب سے نکالی اور حضرت اقدس کی داڑھی مبارک میں کنگھی کی تاکہ بال سیدھے ہو جائیں اور جو بال اس میں سے کنگھی کے ساتھ نکلے وہ اُنہوں نے اپنے پاس رکھ لئے۔

اس کے بعد حضرت صاحب کا جنازہ اُٹھا کر صندوق میں برف ڈال کر بند کر دیا گیا۔ اُوپر روئی رکھ دی گئی اور گاڑی پر بٹالہ تک لے گئے۔ میں اس ڈبہ میں بیٹھا تھا جس میں نعش مبارک تھی۔ ایک دو اور آدمی بھی تھے جن کے نام اس وقت مجھے یاد نہیں۔

۱۲- شیخ رحمت اللہ صاحب نے جب اپنے بھائی شیخ محبوب علی صاحب سے دُکان الگ کی اور ٹھنڈی سڑک پر لے گئے تو ان ایام میں حضرت اقدس لاہور میں تھے۔ انہوں نے حضرت صاحب کو دعوت دی اور دکان میں سے گذار کر دکان کے پیچھے جو کمرہ تھا اور نشست گاہ کا کام دیتا تھا اس میں لیجانے

کی کوشش کی۔ مگر حضرت صاحب نے دکان سے گذر کر جانا منظور نہ کیا۔ کسی دوسرے راستہ سے گذر کر وہاں پہنچے۔ فرمایا کہ ہم دکان سے گذر کر نہیں جائیں گے۔ میں بھی حضرت صاحب کے ساتھ ہی اس کمرہ میں گیا تھا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ شیخ صاحب نے بمبئی کے سُرخ کیلوں کا ایک گچھا پیش کیا۔ حضور نے فرمایا مجھے زکام ہے میں نہیں کھا سکتا۔ انہوں نے بہت اصرار کیا۔ کہ حضور ایک تو کھائیں حضور نے ان کے اصرار پر ایک کیلا اپنے ہاتھ میں لیا اور چھیل کر تناول فرمایا۔ جس سے حضور کو کچھ تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ کیلے کی وجہ سے ریزش زیادہ ہو گئی ہے۔ پھر حضور وہاں سے باہر کی طرف سے ہی تشریف لے آئے دکان کے اندر سے نہیں گذرے۔

۱۳۔ گورداسپور دوران مقدمات میں حضرت صاحب نے وہیں رہنا شروع کر دیا تھا۔ ایک دن کسی ریڈر نے خواجہ صاحب کے کان میں کہدیا کہ کل فیصلہ سُنایا جائے گا اور مجسٹریٹ مرزا صاحب کو سزا دینے کا خیال رکھتا ہے۔ آپ کوئی بندوبست کریں۔ چنانچہ خواجہ صاحب گھبرائے ہوئے حضرت صاحب کے اس مکان میں تشریف لائے جہاں حضرت صاحب تشریف فرما تھے۔ میں بھی خواجہ صاحب کے پیچھے ہو لیا۔ جب ہم داخل ہوئے تو حضرت صاحب چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ ہم پاس بیٹھ گئے خواجہ صاحب نے وہ تشویشناک بات حضرت صاحب کو سُنائی کہ مجسٹریٹ کا ارادہ قید کرنے کا ہے یا کہا کہ جسمانی سزا دینے کا ہے جونہی حضرت صاحب کے کان میں یہ آواز پہنچی۔ حضور اُٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے۔

خواجہ صاحب! کیا وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالے گا؟ وہ کبھی کامیاب نہیں سکتا۔
خدا نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میں تیری حفاظت کروں گا۔

ہم مطمئن ہو گئے اور باہر آ گئے۔

دوسرے دن ڈپٹی کمشنر کے کمرہ کے باہر کسی اہلکار نے آ کر ہمارے سامنے بیان کیا کہ مجسٹریٹ نے فیصلہ حضرت صاحب کے خلاف کیا تھا یعنی اس نے قید کرنے کا فیصلہ لکھا تھا اور ڈپٹی کمشنر کے پاس منظوری لینے کے لئے یا مشورہ کرنے کے لئے گیا تھا۔ مگر جب ڈپٹی کمشنر نے وہ فیصلہ پڑھا تو کہا کہ نہیں نہیں۔ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہے۔ اگر جرم ثابت ہے تو صرف جرمانہ کی سزا ہو گی۔ چنانچہ مجبوراً اس نے پانچ سو روپیہ جرمانہ کر دیا اور فیصلہ پونے چار بجے شام سُنایا اور دن بھی ہفتے کا تھا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ اتوار کا دن تو قید رہیں۔ مگر پہلے سے روپے کا انتظام کیا گیا تھا جو فوراً اس کے حوالے کر دیا گیا

مگر عدالت عالیہ سے اپیل پر واپس مل گیا۔

۱۴۔ میرے پیٹ میں بائیں طرف رسولی ہو گئی۔ میں ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے پاس ہی رہا کرتا تھا۔ (ڈاکٹر صاحب ۲۶ اور ۲۷ اپریل ۳۹ء کی درمیانی رات کو دس بجے وفات پا گئے ہیں (مؤلف) انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ اس کا جلدی اپریشن کرائیں۔ میں نے اُن کو کہا کہ میں حضرت صاحب سے پوچھ کر اپریشن کراؤں گا۔ چنانچہ میں قادیان چلا گیا۔ حضرت اقدس مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ میں نے رونی شکل بنائی۔ مایوس تو پہلے ہی تھا۔ عرض کیا کہ حضرت! میں تو اب بہت خوفزدہ ہوں۔ ڈاکٹر میرا پیٹ چاک کریں گے، پتہ نہیں نتیجہ کیا نکلے گا۔ تب حضور نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا۔ حضور کی آنکھوں سے محبت کا اظہار ہو رہا تھا۔ فرمایا کہاں ہے رسولی؟ حضور نے اپنا دست مبارک تین چار دفعہ اس پر پھیرا۔ اور فرمایا۔ تین چار سال تک کوئی اپریشن نہ کرائیں۔ بعض رسولیاں بڑھا نہیں کرتیں۔ اگر اس عرصہ کے بعد ضرورت ہوئی تو اپریشن کرا لینا۔ چنانچہ اس بات کو اب ۲۶ سال کا عرصہ گذر رہا ہے مگر وہ وہاں کی وہاں ہے۔ آگے نہیں بڑھی۔

۱۵۔ جب حضرت اقدس لیکچر کے ارادہ سے لاہور تشریف لائے تو کسی شخص نے ایک کارڈ لکھا کہ جب آپ باہر نکلیں گے تو میں آپ کا پیٹ چاک کر دوں گا۔ حضور نے اس کو معمولی بات سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کی۔ مگر یہ بات کہیں باہر نکلتے نکلتے پولیس کے محکمے میں پہنچ گئی۔ وہاں سے کوئی افسر دریافت کرنے کے لئے آگیا کہ کیا کوئی ایسا کارڈ آیا ہے؟ حضور نے فرمایا۔ ہاں ایسا کارڈ آیا ہے۔ اس کے طلب کرنے پر حضور نے وہ کارڈ اس کے حوالہ کر دیا۔ وہ کارڈ لے گیا۔ دو دن کے بعد ڈپٹی کمشنر نے کہلا بھیجا کہ حضور اگر پسند فرمائیں تو اس لیکچر کو لیٹ کر دیں تاکہ گورنمنٹ حفظ امن کے لئے انتظام کر لے۔ چنانچہ حضور نے اس کو دوسرے ہفتے تک ملتوی کر دیا۔ جس دن حضور کا لیکچر تھا۔ میاں معراج الدین صاحب عمر کے مکان میں حضور تشریف فرما تھے۔ یہاں سے لیکر منڈوہ (عقب داتا گنج بخش) تک جو لیکچر گاہ تھی۔ پولیس، فوج، رسالہ کا کافی انتظام تھا۔ چھڑکاؤ کا بڑا انتظام تھا۔ کوتوال شہر رحمت اللہ خاں کے نام آرڈر تھا کہ حضرت اقدس کو قیام گاہ سے لے کر جلسہ گاہ تک پہنچانا اور جلسہ گاہ سے لے کر پھر قیام گاہ تک پہنچانا تمہارے ذمہ ہے چنانچہ وہ باوردی آ گئے۔ اور مجھ سے ہی آکر پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ حضرت اُوپر ہیں۔ اس نے کہا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں

حاضر ہونا چاہتا ہوں حضور نے فرمایا۔ اُوپر آجائیں۔ وہ اُوپر آ گئے۔ بعد سلام عرض کی کہ حضور تشریف لے چلیں۔ حضرت صاحب اس کے ساتھ نیچے اُتر آئے اور فٹن میں بیٹھ گئے۔ وہ بائیں طرف بیٹھ گیا۔ میں باہر فٹن کے فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا۔ کوئی ایک دو دوست آگے بھی کھڑے ہو گئے۔ کوئی پیچھے بھی کھڑے ہو گئے فٹن آہستہ آہستہ چل پڑی۔ فٹن کے آگے ایک رسالہ تھا اور سڑک کے دونوں طرف پولیس کافی تعداد میں کھڑی تھی۔ سوار بھی پھر رہے تھے اور گوروں کی پلٹنیں اس کے علاوہ تھیں۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ مرزا ہے یا کٹک آگیا ہے (کٹک کے معنی فوج ہی فوج کے ہیں) جب منڈوہ پہنچے تو اس کے ارد گرد بھی گورہ پلٹنیں تھیں۔ اور کچھ فاصلہ پر پولیس کا انتظام بھی کافی تھا۔ جب اندر داخل ہوئے تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے لیکچر پڑھنا شروع کیا۔ ہزارہا آدمیوں کا مجمع تھا۔ سناٹا چھایا ہوا تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز تھی کہ حشر تھا۔ بعض گورے کہتے تھے کہ اتنا لاوڈ بولنے والا ہم نے اپنی لائف میں نہیں دیکھا۔ منڈوہ کے باہر بھی فرلانگ فرلانگ تک مولوی صاحب کی آواز جاتی تھی اور صحیح سُنی جاتی تھی۔ جب لیکچر ختم ہوا تو لوگوں کے اصرار پر حضرت صاحب بھی کھڑے ہوئے کیونکہ وہ حضور کی زبان مبارک سے کچھ سُننا چاہتے تھے۔ حضرت صاحب نے چند منٹ تقریر فرمائی۔

سولہ دن حضور کا قیام لاہور میں رہا۔ کھانے کا انتظام جن احباب کے سپرد تھا اُن میں میں بھی شامل تھا۔ غالباً خلیفہ رجب دین صاحب نے کسی مہمان کو کہدیا کہ پانی بھی ساتھ پیو۔ یہ بات کسی طرح سے حضرت اقدس کے حضور بھی پہنچ گئی کہ مہمانوں کو تنگ کیا جاتا ہے اور کھانا خاطر خواہ نہیں ملتا۔ حضور باہر تشریف لائے اور دروازہ میں کھڑے ہو کر فرمایا۔ کون منتظم ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ حضور! ہم حضور کے خادم ہیں۔ فرمایا۔ میں نے سُنا ہے کہ مہمانوں کو کھانا اچھا نہیں ملتا۔ اور بعض کو کہا جاتا ہے کہ بازار سے کھاؤ۔ کیا یہ صحیح بات ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ حضرت بے تکلفی میں کسی نے کہدیا ہے ورنہ انتظام سب ٹھیک ہے۔ فرمایا۔ نہیں! ہم اپنے لنگر کا انتظام خود کریں گے۔ مہمان ہمارے ہیں اور لنگر کا انتظام بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ بعض دوستوں نے مِل کر معافی کی درخواست کی اور آئندہ احتیاط کا وعدہ کیا۔ حضور نے معاف فرما دیا اور لنگر جماعت لاہور کی طرف سے جاری رہا۔

۱۶۔ جلسہ سالانہ کا موقعہ تھا اور یہ مہمانخانہ (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والا مکان) نیا بنا ہی تھا خواجہ کمال الدین صاحب کو خیال تھا کہ آج شب دیگ پکائیں۔ شب دیگ یہ ہوتی ہے کہ ایک بکرا ذبح کروا

کراس میں کچھ شلجم آدھے آدھے کرداکر اور کافی مقدار میں گھی ڈال کر دیگ چولھے پر چڑھادی جاتی ہے۔ اور وہ ساری رات چولھے پر رہتی ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے لنگر خانہ میں یہ آرڈر دے دیا کہ ایک بکرا ذبح کرکے فوراً لاؤ اور کافی مقدار میں شلجم اور گھی لاؤ اور شام کے وقت باورچی کو بُلا کر کہا کہ دیگ چولھے پر رکھ دو۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ گوشت بھُون کر اس میں شلجم ڈال کر چولھے پر رکھ دیا گیا۔ وہ پک رہا تھا۔ اور خواجہ صاحب تو کسی اَور جگہ ٹھہرے ہوئے تھے مگر میں اس مہمان خانہ میں ہی تھا۔ آدھی رات کے وقت مجھے سیڑھیوں میں سے کسی کے اُترنے کی آواز آئی۔ میں چوکنّا ہوگیا۔ جب دیکھا تو حضرت صاحب اپنے مکان سے نیچے اُتر رہے تھے۔ میں تو حضور کو دیکھ کر سہم گیا۔ حضور نے فرمایا۔ کیا پک رہا ہے؟ میں نے کہا۔ حضور یہ شب دیگ ہے۔ فرمایا۔ شب دیگ کیا ہوتی ہے؟ میں نے اس کی تفصیل عرض کر دی۔ فرمایا۔ کس نے پکوائی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور۔ یہ خواجہ صاحب نے پکوائی ہے۔ حضور یہ سُنکر خاموش ہو گئے مگر حضور کا چہرہ کسی قدر متغیر ہو گیا۔ میں وہاں لیٹا ہوا تھا۔ رات کا کافی حصہ گذر گیا۔ آگ بُجھ گئی۔ تین چار کُتّے آئے۔ اُنہوں نے دیگ کو نیچے پھینکا اور گوشت کھانے لگ گئے۔ جب سحری کا وقت ہوا۔ اور ہم نے دیکھا کہ دیگ نیچے پڑی ہے تو ہم نے خواجہ صاحب کو بُلایا۔ وہ بھی تشریف لے آئے۔ دیکھکر بہت پریشان ہوئے۔ فرمانے لگے۔ یہ باقی جو بچ گئی ہے اس کا کیا کیا جائے۔ آپ ہی فرمانے لگے۔ حضرت صاحب سے نماز کے بعد مسئلہ پوچھیں گے کہ آیا چوہڑے کو دے دی جائے۔ کیا جائز ہے؟ جب حضور سے پوچھا گیا تو حضور نے فرمایا کہ ایسا کرنے سے پہلے چوہڑے کو پُوچھ لینا چاہیئے کہ آیا وہ کُتّے کا جھُوٹا کھانا پسند کریں گے؟ اس کے بعد حضور نے کچھ ایسے الفاظ فرمائے جن کا مفہوم یہ تھا کہ یہ اسراف ہے۔ جب دن نکلنے پر چوہڑے کو پوچھا گیا تو اس نے کہا۔ میاں آپ ہی کھاؤ ہم نہیں کھاتے۔

۱۷۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور میں دوپہر کے وقت قادیان پہنچے۔ حضور نے ہم سے فرمایا کہ آپ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے؟ ہم نے عرض کیا حضور! ہم روزہ دار ہیں۔ حضور اندر تشریف لے گئے۔ پانی لائے اور ہمارے روزے افطار کروا دیئے۔ فرمایا کہ سفر میں روزہ کیسا؟ اسی روز دوسری گاڑی سے شیخ رحمت اللہ صاحب پہنچے۔ حضور نے اُن سے دریافت فرمایا۔ آپ کو روزہ ہے؟ شیخ صاحب نے عرض کی۔ ہاں حضور! روزہ ہے۔ فرمایا۔ اب تو تھوڑا دن رہ گیا ہے آپ روزہ پورا کر لیں چنانچہ شیخ صاحب نے روزہ پُورا کر لیا۔ جہانتک مجھے یاد ہے۔ عصر کا وقت تھا اور گرمیوں کا موسم تھا۔

حضرت منشی محبوب عالم صاحب راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد کے مالک تھے۔ آپ جب آخری بیماری میں بیمار ہوئے تو آپ کے بڑے صاحبزادہ محترم قاضی محمود احمد صاحب نے آپ کی بہت خدمت کی۔ بلکہ آخری چند ماہ میں تو آپ کے لئے مسجد دارالذکر کی سفید زمین میں تبدیلی آب وہوا کے لئے ایک کمرہ تیار کروایا تھا۔ چنانچہ وہیں آپ کی وفات ہوئی اور آپ ۱۹ر جولائی ۱۹۵۶ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کئے گئے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔ جنہوں نے ۱۹۰۶ء میں بیعت کی اور ۲۵ر فروری ۱۹۶۰ء کو ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

**اولاد۔** محمود احمد ، مسعود احمد مرحوم ، رشید احمد ، ناصر احمد

امۃ العزیز بیگم اہلیہ مولوی محب الرحمٰن صاحب ۔ آمنہ صدیقہ بیوہ مرزا مولابخش صاحب مرحوم

صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ احمد حسن صاحب ۔ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک محمد خاں صاحب

نصرت جہاں بیگم صاحبہ اہلیہ ملک سعادت احمد صاحب۔

---

# محترم شیخ عبدالکریم صاحب گنج مغلپورہ

**ولادت** **بیعت** ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء

خاکسار کے اس سوال پر کہ آپ کب اور کس طرح احمدی ہوئے؟ محترم شیخ عبدالکریم صاحب آف گنج مغلپورہ نے فرمایا :-

میں وزیر چک نزد فیض اللہ چک ضلع گورداسپور کا باشندہ ہوں۔ ۱۸۹۷ء میں قادیان حصول تعلیم کے لئے گیا اور تیسری جماعت میں داخلہ لیا۔ اس کے سال ڈیڑھ سال بعد بیعت کی۔ قادیان میں نویں کلاس میں پڑھتا تھا کہ بیمار ہوگیا اور تعلیم چھوڑنا پڑی۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۴ء میں لیکچر دینے کے لئے لاہور تشریف لائے تو میں بھی ساتھ آگیا۔ مجھے حافظ حامد علی صاحب سید مٹھا کے حکیم فضل الٰہی صاحب کے پاس لے گئے (حکیم صاحب بھی احمدی تھے) اور کہا کہ اس بچے کو کہیں ملازم کروادیں۔ حکیم صاحب مجھے دلباغ رائے کے پاس لے گئے

وہ البرٹ پریس پرانی انارکلی کے مالک تھے۔ چنانچہ میں نے اس پریس میں کمپوزیٹر کا کام سیکھا۔ میرے والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بابو غلام محمد صاحب فورمین کو خط لکھوایا کہ وہ مجھے کہیں ملازم کروا دیں۔ چنانچہ حضور نے لکھا کہ "حامل ہذا کے بچے عبدالکریم کو ملازم کروا دیں" یہ حضور کے خط کا مفہوم ہے۔ اصل خط بھی کہیں محفوظ ہوگا۔ بہرحال جب وہ خط بابو صاحب کو ملا تو انہوں نے مجھے ریلوے میں ملازم کروادیا۔ جہاں سے میں ۳۰ سال کی ملازمت کے بعد ریٹائر ہوا۔ ایک سال گھر رہا۔ پھر دفتر والوں نے بلا لیا اور ایک سال دس ماہ ملازم رکھا۔ اولاد :۔ عبدالقدیر۔ سلیمہ بیگم۔ امۃ اللہ۔ سعیدہ بانو فہمیدہ۔ لئیقہ۔ درشہوار۔ بشریٰ ثمین۔ عبدالحی۔

---

## حضرت میاں معراجدین صاحب پہلوانؓ

ولادت سنہ ۱۸۸۰ء بیعت سنہ ۱۸۹۸ء وفات ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۶۵ء

حضرت میاں معراجدین صاحب پہلوان حلقہ بھاٹی گیٹ محلہ پٹرنگاں لاہور بہت پرانے بزرگ ہیں۔ پہلوانی میں مصروف رہنے کی وجہ سے زیادہ علمی کام نہیں کر سکے۔ باوجود معمر ہونے کے اب بھی جسم خاصا مضبوط ہے۔ اندرون بھاٹی میں اپنے بھائی محترم حکیم سراج الدین صاحب کے ساتھ محلہ پٹرنگاں میں رہتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے اُستاد کے کاغذات لے کر محلہ وچھو والی میں پنڈت لیکھرام کے پاس لے جایا کرتا تھا۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ آپ کی احمدیت کا باعث کیا ہوا۔ فرمایا کہ

میاں عبدالعزیز صاحب مغل ہمارے محلہ میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔ پنڈت لیکھرام کے قتل کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ تمام شہر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے پُورا ہونے کا چرچا رہتا تھا۔ کہ سنہ ۱۸۹۸ء میں حضور ہمارے بازار بھاٹی دروازہ میں سے گزرے۔ حضور کے ساتھ کوئی تیس کے قریب آدمی تھے۔ مجھے اور میاں مولا بخش صاحب دکاندار کو جب علم ہوا تو ہم بھی حضور کی زیارت کے لئے بازار میں پہنچے۔ میاں مولا بخش صاحب نے حضور کو دیکھ کر پہلے ایک اچھا سا کلمہ کہا جو مجھے یاد نہیں۔ اور پھر کہا۔ سبحان اللہ! یہ مُنہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا۔ مولا بخش صاحب احمدی نہیں ہوئے تھے مگر مخالفت بھی کبھی

نہیں کی۔

ایک شخص مولوی ٹاہلی (ٹاہلی پنجابی میں شیشم کے درخت کو کہتے ہیں۔ ناقل) کے نام سے مشہور تھا۔ یہ میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے مکان کے سامنے شیشم کے درخت پر چڑھ کر بکواس کیا کرتا تھا۔ ہم نے اُسے دیکھا کہ وہ ایسا ذلیل ہوا کہ بالکل مخبوط الحواس ہو کر پُرانے کپڑوں کی گانٹھ پیٹھ کے پیچھے اُٹھائے پھرتا تھا اور سر پر بھی چیتھڑے ہوتے تھے اور پاگلوں کی طرح پھرا کرتا تھا۔ اسی حالت میں مرگیا۔

ایک شخص پیر بخش نام ہوا کرتا تھا۔ رسالہ تائید الاسلام کا ایڈیٹر تھا۔ ایک دفعہ اس نے ہماری دوکان پر کہا کہ تم کہا کرتے ہو انّی مھین من اراد اھانتک مرزا صاحب کا الہام ہے۔ میں ایک لمبے عرصے سے توہین کر رہا ہوں، مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ عطاء اللہ صاحب نے ہمیں کہا کہ آج کی تاریخ نوٹ کر لو۔ یہ شخص پکڑا گیا ہے۔ بڑا امیر آدمی تھا۔ اس کا لڑکا حکومتِ افغانستان کی طرف سے ولایت میں ایک مشینری خریدنے گیا ہوا تھا کہ وہاں ہی مرگیا۔ جب اس کی وفات کی خبر پیر بخش کو پہنچی تو وہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ چنانچہ اُسے فالج ہوگیا اور اسی مرض میں مبتلا ہو کر وہ مرگیا۔

افسوس حضرت میاں معراج الدین صاحب پہلوان کل مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۵ء کو صبح دس بجے چند روز بیمار رہ کر وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۶۵ء کو بھاٹی دروازہ کے باہر ایک بہت بڑے مجمع میں جس میں محترم جناب چودھری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور بھی موجود تھے۔ خاکسار کو ان کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت نعش بہشتی مقبرہ ربوہ میں صالحین جماعتِ احمدیہ کے ساتھ دفن کرنے کے لئے ربوہ لے جائی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اولاد:- ظہور دین مرحوم، بختاور، سلیمہ۔

---

## محترم صوفی احمد دین صاحب ڈوری باف (غیر مبائع)

ولادت ۔۔۔ بیعت ۱۸۹۷ء سے قبل ۔۔۔ وفات

میاں احمد دین صاحب ڈوری باف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں غالباً ۱۸۹۷ء سے قبل بیعت

کی تھی۔ موتی بازار میں دکان کرتے تھے۔ تبلیغ کا بھی شوق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ مُلہم ہونے کا بھی دعویٰ تھا۔ عجیب عجیب باتیں کیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں وفات پائی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

نوٹ :- بعض احباب سے زبانی دریافت کرنے پر پتہ چلا تھا کہ میاں احمد دین صاحب ڈوری باف نے ۱۸۹۸ء کے لگ بھگ بیعت کی تھی۔ اس لئے ۱۸۹۸ء کے صحابہ میں ان کے حالات، درج کئے گئے۔ لیکن جب ۱۸۹۷ء کے صحابہ کے حالات کی کتابت ہو چکی تھی تو اتفاقاً حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضؓ کی کتاب "احمد صادق" کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ میاں احمد دین صاحب ۱۸۹۷ء سے بھی پہلے کے احمدی تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب رضؓ لکھتے ہیں :-

"لاہور میں ایک احمدی بھائی صوفی احمد دین صاحب ڈوری باف ایک غریب ان پڑھ مخلص احمدی تھے۔ ۱۸۹۷ء میں جبکہ حضرت مسیح موعودؑ چند اور خدام کے ساتھ ایک شہادت کے واسطے ملتان تشریف لے گئے تھے تو راستہ میں لاہور میں ایک دو روز ٹھہرے۔ صوفی احمد دین صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ ان کے گھر میں جا کر کھانا کھائیں اور محبت کے جوش میں جلدی سے یہ بھی کہہ دیا کہ میں بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ دعوت کرتا ہوں۔ اگر حضور مجھے غریب جان کر نامنظور کریں گے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور دعوت قبول کی اور ان کے مکان پر تشریف لے گئے جو ایک بہت غریبانہ تنگ سا مکان تھا اور اس کی دیواروں پر ہر طرف سے پاتھیاں تھپی ہوئی تھیں"[1]

---

## محترم میاں محمد امین صاحب رضؓ

ولادت — بیعت ۱۸۹۸ء یا اس سے قبل — وفات

محترم میاں محمد امین صاحب رضؓ ڈنگہ ضلع گجرات کے باشندہ تھے۔ ریلوے اگزامینر دفتر لاہور میں ملازم تھے۔ لاہور

[1] "احمد صادق" صـ۲۴

میں ملازم تھے۔ لاہور کے کسی حلقہ کے سکرٹری مال بھی تھے۔ تین بھائی تھے۔ میاں گل حسن، غلام حسین اور میاں محمد امین۔ تینوں صحابی تھے۔ ان کے والد محترم بھی صحابی تھے۔ میاں محمد امین صاحب ملازمت سے فارغ ہو کر قادیان چلے گئے تھے۔ وہیں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

نوٹ:۔ رسالہ "واقعہ ناگزیر" مشتمل بر حالات حضرت سید خصلت علیشاہ صاحب مرحوم انسپکٹر پولیس مصنفہ حضرت سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی رضی کے صفحہ ۲۷-۲۸ پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب رض کا ایک خط درج ہے جس پر تاریخ ۱۱ ستمبر ۱۸۹۸ء لکھی ہے۔ اس خط میں احباب لاہور کی ایک فہرست بھی دی گئی ہے اس فہرست میں میاں گل حسن اور میاں غلام حسن[1] کے نام بھی درج ہیں۔ یہ خط اس امر کا ثبوت ہے کہ ان حضرات کی بیعت بہر حال ۱۸۹۸ء کی یا اس سے پہلے کی تھی۔

---

## محترم میاں محمد سلطان صاحب درزی رض

ولادت    بیعت ۱۸۹۹ء سے قبل    وفات

لاہور کے ایک صحابی حضرت میاں محمد سلطان صاحب درزی کا ذکر حضرت مفتی محمد صادق صاحب رض کی کتاب "احمد صادق" کے صفحہ ۸۴ پر آتا ہے۔ اس میں حضرت مفتی صاحب رض نے لکھا ہے کہ میاں محمد سلطان صاحب لاہور میں درزی کا کام کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۸۹۹ء میں جبکہ حضرت اقدس کتاب "مسیح ہندوستان میں" لکھ رہے تھے۔ ذکر کیا کہ وہ ایک دفعہ افغانستان گئے تھے اور وہاں ایک قبر[2] دیکھی تھی جو لامک نبی کی قبر کے نام سے مشہور تھی۔ اس پر حضرت نے مفتی صاحب سے فرمایا کہ کسی عبرانی لغت سے لامک کے معنی دیکھئے مفتی صاحب نے لغت دیکھ کر بتایا کہ "لامک" کے ایک معنی "جمع کرنے والا" ہیں۔ اور حضرت مسیح بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے کے لئے آئے تھے۔ یہ سُنکر حضرت اقدس کو بہت خوشی ہوئی اور سجدہ بھی کیا۔

---

[1] محترم ڈاکٹر عبید اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ غلام حسن نہیں غلام حسین تھا۔ بھائی کا نام بے شک گل حسن تھا۔

[2] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر جاتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام افغانستان میں کسی جگہ چند روز ٹھہرے ہیں۔ اور وہاں کے لوگوں نے یادگار کے طور پر قبر بنالی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مؤلف)

# حضرت چودھری الہ بخش صاحب مالک سٹیم پریس قادیان

ولادت ۱۸۸۷ء بیعت ۱۸۹۸ء وفات ۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء عمر ۷۰ سال

حضرت چودھری الہ بخش صاحب رضی اللہ عنہ کو خاکسار اس وقت سے جانتا ہے جبکہ وہ قادیان میں سٹیم پریس کے ذریعہ سے سلسلہ کا لٹریچر شائع کیا کرتے تھے۔ جہانتک مجھے یاد ہے۔ میری پہلی کتاب "سید الانبیاء" بھی استاذی المکرم حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب حلالپوری سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان نے انہی کے پریس سے شائع کروائی تھی۔ اس زمانہ میں ان کا پریس محلہ دارالفضل قادیان میں تھا۔ حضرت چودھری صاحب چھوٹے قد کے تھے مگر جسم خوب مضبوط تھا۔ تقسیم ملک کے بعد لاہور میں آگئے۔ ان کی مالی حالت کمزور ہو چکی تھی۔ کشمیری بازار میں بیٹھ کر سرمہ فروخت کیا کرتے تھے مگر جب بھی ملاقات ہوتی تھی نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ میں نے کم از کم ان کی زبان سے کبھی ایک حرف بھی شکوہ روزگار پر مشتمل نہیں سنا۔ آپ بہت پرانے صحابی تھے۔ ۱۸۹۸ء میں بیعت کی۔ اور ۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

**اولاد:-** عطاء اللہ - عبد المنان - عنایت اللہ - نعمت اللہ - صبغت اللہ - عصمت اللہ - حمید اللہ حفیظ اللہ - فقیہ اللہ - امۃ الرحمٰن - امۃ المنان - امۃ الکریم مرحومہ۔

---

# حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۱۸۸۶ء بیعت ۱۸۹۸ء وفات ۱۷ مارچ ۱۹۶۱ء عمر ۷۵ سال

حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ ملیاں ضلع امرتسر کے باشندہ تھے۔ ان کے والد محترم کا نام حضرت میاں محمد بخش صاحب تھا۔ وہ ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ حضرت منشی صاحب رضی اللہ عنہ قادیان میں مڈل پاس کرنے کے بعد پٹواری ہو گئے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی زمینوں پر سندھ میں بطور منیجر کام کرتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانخانہ میں بھی کام کرنے کا موقعہ ملا۔ ہجرت کے چند سال بعد حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت لبہ میں زمینوں کے انتظام کے لئے گئے اور پھر نواں کوٹ لاہور میں رہائش اختیار کی اور یہیں وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

# محترم مولوی محب الرحمٰن صاحب

ولادت ۲ر جولائی ۱۸۸۹ء بیعت ۹۹-۱۸۹۸ء

محترم مولوی محب الرحمٰن ولد میاں حبیب الرحمٰن صاحب دہلی دروازہ لاہور نے فرمایا:-

میری بیعت ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء کی ہے۔ خاکسار اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء میں دارالامان حاضر ہوا۔ شام کا کھانا مسجد مبارک کی چھت پر حضور کے ہمراہ کھایا۔ ان دنوں خاکسار پرہیزی کھانا کھاتا تھا۔ اس لئے حضرت اقدس نے خاص طور پر خاکسار کے متعلق دریافت فرمایا کہ محب الرحمٰن کے واسطے کھانا آیا ہے۔

خاکسار نے دیکھا کہ لوگ حضور کے آگے سے پس خوردہ اُٹھا لیتے ہیں جس میں میرے والد صاحب بھی شریک تھے تو اس وقت کی عمر کے لحاظ سے مجھے یہ بات ناگوار گذری اور خلاف تہذیب معلوم ہوئی کیونکہ حضور نے ابھی کھانا ختم نہ فرمایا تھا۔

والد صاحب کا معمول تھا کہ ہر روز صبح کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت اقدس اس کمرہ میں جو مسجد مبارک کے ساتھ والی کوٹھری کے پہلو میں بڑا دالان ہے جس میں حضور بیٹھ کر تصنیف کا کام کرتے تھے۔ پردہ کرا کر بُلا لیتے تھے۔ خاکسار بھی ہمراہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت والد صاحب حضرت اقدس کا بیحد احترام کرتے تھے۔ ایک دن حضرت والد صاحب نے دوران گفتگو میں عرض کیا کہ آیا زیور پر بھی زکوٰۃ ہوتی ہے فرمایا۔ زکوٰۃ تو نہیں مگر اچھا ہے کہ کسی غریب کو کسی ضرورت کے موقعہ پر عاریۃً دے دیا جائے۔

اسی طرح حضرت والد صاحب نے تصویر کے متعلق پوچھا۔ حضور نے تعجب سے فرمایا کہ اچھا ہمارے دوستوں نے بھی تصویریں خریدی ہیں۔ ہماری غرض یہ تو نہ تھی کہ دوست اپنے پاس رکھیں۔ اگر آپ نے خریدی ہے تو کہیں ڈال چھوڑیں۔

بٹالہ سے والد صاحب ایک یکہ میں آئے تھے۔ ایک ساتھ والے یکہ میں شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور بھی تھے۔ ہمارا یکہ جب مہمان خانہ کے دروازہ پر پہنچا تو والد صاحب نے حافظ حامد علی صاحب کو آواز دی اور یکہ میں سے خلاف معمول کود کر حضرت مسیح موعود کی طرف بھاگتے ہوئے چلے گئے۔ خاکسار کو کوچوان نے اُتار دیا۔ اور اسباب یکہ سے نکال دیا۔ میں اس بات کو دیکھ کر حیران کھڑا تھا کہ حافظ حامد علی مہمانخانہ سے باہر آئے اور

پوچھا کہ یہ اسباب میاں حبیب الرحمٰن صاحب کا ہے اور اُٹھا کر اندر لے گئے اور خاکسار کو بھی ساتھ لے گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت والد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کر کے واپس تشریف لائے۔ ہمارے لئے قیام کی جگہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے مطب کے اُوپر کے کمرہ میں تھی اور اس جگہ چند یوم قیام کر کے واپس چلے گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب والد صاحب نے مجھے پیش کیا تو عرض کی کہ حضور اسے بیعت کروانے کے لئے لایا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ اس کی تو بیعت ہی ہے یا یہ کہ یہ تو بیعت میں ہی ہے۔ بیعت کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن والد صاحب نے عرض کیا کہ حضور بیعت میں داخل ہو کر دعاؤں میں شامل ہو جائے گا اس پر حضور نے فرمایا کہ آج شام کو بیعت لے لیں گے۔ چنانچہ شام کو بعد نماز مغرب خاکسار نے بیعت کی۔ اس وقت اور لوگوں نے بھی بیعت کی تھی۔

مسجد مبارک میں خاکسار نمازوں میں شامل ہوتا تھا۔ اس وقت خراس موجود تھا لیکن اُوپر چھت نہ تھی اور خراس کی عمارت اور گول کمرہ کے پردہ کی دیوار کے درمیان کچھ دیوار بنی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے ہمیں چکّر کاٹ کر مسجد میں جانا پڑتا تھا۔ میں نے والد صاحب سے دریافت بھی کیا تھا کہ یہ دیوار کیوں بنی ہوئی ہے؟ اگر یہ دیوار نہ ہو تو راستہ سیدھا ہے۔ والد صاحب نے جو جواب دیا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

ایک دن حضور سَیر کے لئے باہر تشریف لائے تو والد صاحب کے ہمراہ خاکسار بھی چوک میں حضور کا انتظار کر رہا تھا۔ حضور نے آتے ہی والد صاحب سے دریافت کیا کہ چائے پی لی ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں عادی نہیں۔ لیکن حضور واپس اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازم کے ہاتھ ایک خوان لیکر واپس تشریف لائے اور والد صاحب کو فرمایا کہ چائے پی لیں۔ والد صاحب نے معذرت بھی کی۔ لیکن حضور نے اصرار فرمایا۔ اس پر میں اور والد صاحب اُوپر چلے گئے اور چائے پی۔ حضرت والد صاحب کو یہ احساس تھا۔ کہ حضور نیچے انتظار فرما رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے جلدی جلدی چند گھونٹ پئے اور نیچے اُتر آئے مگر خاکسار آہستہ آہستہ چائے پیتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد والد مرحوم بھاگتے ہوئے آئے اور جلدی چائے پینے کو کہا۔ اس پر میں نے بھی چائے ختم کی اور نیچے آگیا۔ پھر حضور سَیر کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر تھوڑی دُور جا کر خاکسار کو واپسی کا حکم دیا کہ تم تھک جاؤ گے۔ اس پر خاکسار کا دل اگرچہ واپس آنے کو نہ چاہتا تھا۔ مگر تعمیل ارشاد میں واپس آگیا۔ چند دن والد صاحب کے ہمراہ وہاں رہ کر واپس حاجی پور چلا گیا۔

خاکسار ۱۹۰۱ء سے لیکر ۱۹۰۳ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام میں چھٹی اور ساتویں اور آٹھویں جماعت میں تعلیم پاتا رہا۔ ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء میں بھی خاکسار کو دارالامان رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ حضور کے ساتھ پہلو بہ پہلو بہت سی نمازیں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور کی تقاریر سُننے اور ایک بار حضور کے یاد کرنے پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔

حضور کا ایک دستی مکتوب جو خاکسار کے نام ہے خاکسار کے پاس محفوظ ہے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ محترم مولوی صاحب نے خلافت اولیٰ اور خلافت ثانیہ کے زمانہ میں جماعت لاہور میں بہت قابل قدر کام کیا ہے۔ آپ کی اصل رہائش ریاست کپورتھلہ میں پھگواڑہ کے قریب ایک گاؤں حاجی پورہ میں تھی۔ آپ کے والد ماجد حضرت میاں حبیب الرحمان صاحب اول درجہ کے مخلصین میں سے تھے۔ بغرض ملازمت آپ ۱۹۱۰ء میں لاہور تشریف لائے اور جنرل پوسٹ آفس میں ملازمت اختیار کرلی۔ پہلے چند روز پرانی انارکلی میں اپنے کسی عزیز کے ہاں قیام فرمایا۔ مگر پھر جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے شوق میں احمدیہ بلڈنگس میں ایک چوبارہ کرایہ پر لے لیا۔ خلافت اولیٰ کا زمانہ تھا۔ جماعت میں اتفاق و اتحاد تھا۔ وفود کی شکل میں احباب تبلیغ کے لئے شہر میں پھیل جایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب بھی اس تبلیغ میں بڑے ذوق شوق سے حصہ لیا کرتے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی کے وصال پر جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ تو مبائعین کا مرکز حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کی بیٹھک بن گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

اس زمانہ میں حضرت سیّد دلاور شاہ صاحب اور حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل تبلیغ سلسلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ سیّد دلاور شاہ صاحب خطبات بھی دیتے تھے۔ مباحثے بھی اور تقریریں بھی کرتے تھے۔ محترم شیخ عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر مالیات کا کام کرتے تھے اور حضرت قریشی محمد حسین صاحب مفرح عنبری والے سلسلہ کے لئے چندوں میں اور غرباء کی امداد میں بیش بہا حصہ لیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف کو اپنے عرصہ قیام لاہور میں ربع صدی کے قریب خدمت کا موقعہ ملا۔ اس عرصہ میں آپ سکرٹری تبلیغ، سکرٹری تعلیم و تربیت، سکرٹری ضیافت، ناظم مسجد دہلی دروازہ اور امام الصلوٰۃ کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔

اولاد:- امۃ الحی۔ مطیع الرحمان۔ امۃ المجیب۔ سعیدہ فرخ۔ امۃ الباسط۔ راشدہ نسرین حامد عزرا الطاف الرحمٰن۔

# حضرت حکیم احمد دین صاحبؓ شاہدرہ

ولادت        بیعت ۱۸۹۹ء        وفات دسمبر ۱۹۳۸ء

آپ فرماتے تھے کہ
۱۹۰۰ء کے لگ بھگ کا ذکر ہے۔ ہم قادیان گئے۔ حضور کا کوئی مقدمہ تھا اور دھاریوال میں پیش ہونا تھا۔ حضور معہ اصحاب چل پڑے۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ جس کی مالکہ ایک سکھ عورت تھی۔ گاؤں کے ساتھ ایک کنواں تھا۔ حضرت اقدس کے حکم سے ہم وہاں ٹھہر گئے تاکہ ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھ لیں۔ چنانچہ حضرت اقدس کی اقتداء میں ہم لوگوں نے ظہر وعصر کی نمازیں پڑھیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اگلے گاؤں میں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ اور وہاں ہی شب باشی کا انتظام تھا۔ اور وہ گاؤں میل دو میل آگے تھا۔ حضور کا ارادہ تھا کہ نمازیں جمع کر کے ہم بھی اس گاؤں میں پہنچ جائیں گے۔ مگر اس گاؤں کی مالکہ ایک سردارنی نے اپنے ایک مسلمان کار مختار کے ہاتھ کھانڈ کا شربت بھیجا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اسی جگہ شب باش ہوں۔ حضور نے فرمایا کل ہماری دھاریوال میں تاریخ ہے اور ہمارے کھانے وغیرہ کا انتظام فلاں گاؤں میں پہلے سے ہے اس لئے مجبوری ہے۔ مگر سردارنی نے بہت آزردہ خاطر ہو کر عرض کی کہ میرا دل آپ نے توڑ دیا ہے محض اس لئے کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ اگر آج میرے سردار زندہ ہوتے تو آپ ایسا نہ کرتے کیونکہ ہمارے خاندان اور آپ کے خاندان کے آپس میں ہر طرح تعلقات تھے۔ تنبول وغیرہ اور باہمی شادیوں اور غموں میں شرکت وغیرہ۔ یہ باتیں سُنکر حضرت نے فرمایا۔ اچھا ہم رات یہاں ہی رہیں گے اور اگلے گاؤں میں ایک آدمی بھیجدیا کہ مولوی صاحبان اور وکیل کو بُلا لائے۔ چنانچہ وہ سب رات کو آ گئے اور حضور رات بھر کاغذات متعلقہ مقدمہ کی دیکھ بھال میں معہ وکلاء اور مولوی صاحبان لگے رہے اور صبح دھاریوال پہنچ گئے۔

جب ہم نے ظہر وعصر کی نمازیں جمع کیں تو پانچ بجے کا وقت ہوگا۔ جب سردارنی نے شربت بھیجا تو ہم میں سے بعض نے عذر کیا کہ ہم روزہ سے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ سفر میں روزہ جائز نہیں۔ بعض نے عذر کیا۔ حضور ہمیں اس مسئلہ کا علم نہ تھا۔ فرمایا۔ روزہ چھوڑ دو۔ اور شربت پی لو۔ ایک شخص نے عرض کی حضور دن تو قریب الغروب ہے۔ فرمایا یہ روزہ پھر بھی آپ کو رکھنا پڑے گا۔ یہ کلمہ سُنتے ہی ہم سب نے روزے چھوڑ کر

شربت پی لیا۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ میرے بھائی محترم محمد دین صاحب بھی صحابی تھے۔

۱۹۰۰ء کے قریب کا ذکر ہے کہ جلسہ سالانہ نئے مہمانخانہ میں ہوا جو بعد میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا مکان بنا۔ حضرت اقدس کی تقریر بہت لمبی ہو گئی حتیٰ کہ ایک بج گیا۔ جمعہ کا روز تھا۔ حضور نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ایک بج گیا ہے۔ مہمانوں نے کھانا بھی کھانا ہے۔ اس لئے خطبہ جمعہ بالکل مختصر اور قرأت میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھیں۔ یہ سُنکر مہمان کچھ متذبذب سے ہو گئے کیونکہ سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضور نے یہ محسوس کر کے فرمایا۔ اچھا۔ اول طعام بعد کلام۔ پہلے کھانا کھالو۔ پھر جمعہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کی ایک ہی بچی تھی جسے حکیم صاحب کی وفات کے بعد ان کی بیوہ اپنے میکے لے گئی تھی۔ پھر اس کا پتہ نہیں چل سکا کہ اس کا کیا بنا۔ حضرت حکیم صاحب "طب جدید" کے موجد تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کئی ایک تصنیفات بھی ہیں۔

---

## حضرت حاجی محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر

ولادت　　　　بیعت　۱۹۰۱ء سے قبل

حضرت حاجی محمد اسماعیل صاحب نے تعلیم سے فارغ ہو کر ریلوے میں ملازمت اختیار کی اور ایک لمبا عرصہ اسٹیشن ماسٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے۔ اور دھرم پورہ میں مقیم ہیں۔

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بذریعہ خط بیعت کی تھی لیکن رخصت نہ مل سکنے کی وجہ سے حضور کی زندگی میں حضور کی زیارت نہ کر سکے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ مریم بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔ انہوں نے ۱۹۰۱ء میں بیعت کی تھی اور ۱۱ فروری ۱۹۶۵ء کو ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کی گئیں۔

اولاد:۔ فضل حق غازی۔ فضل الرحمٰن غازی مرحوم (　　) سکینہ بیگم۔ طاہرہ بیگم۔ ناصرہ بیگم۔ نصیرہ بیگم ؎

# حضرت میاں عبدالرشید صاحب

ولادت ۱۸۸۴ء بیعت ۱۹۰۰ء بمقام قادیان

حضرت میاں عبدالرشید صاحب ابن حضرت میاں چراغدین صاحب رضی اللہ عنہ رئیس لاہور فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۰ء میں جب میں سکول آف آرٹ میں طالب علم تھا اور آخری سال کی تعلیم حاصل کر رہا تھا کہ محلہ چھوالی کا ایک مسلمان لڑکا آریہ خیالات کے زیر اثر آکر اسلام سے سخت متنفر ہو رہا تھا حتی کہ اس نے گوشت کھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ رشتہ دار اسے بیگم شاہی مسجد کے امام عبدالقادر کے پاس لے گئے۔ اس مسجد پر ایک بورڈ بھی آویزاں تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس مسجد میں کوئی مرزائی یا وہابی نماز نہ پڑھے۔ خیر جب اسے مولوی صاحب کے سامنے پیش کیا گیا تو مولوی صاحب اسے دلائل سے سمجھانے کی بجائے اسے گالیاں دینے لگ گئے اور غصہ میں آکر اس لڑکے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکا اسلام سے اور متنفر ہو گیا۔ انہی ایام میں اس کا گذر موتی بازار سے ہوا۔ وہاں ایک احمدی مسمٰی احمد دین صاحب ڈوری باف کی دکان تھی احمد دین صاحب کو جب اس کے حالات کا علم ہوا تو وہ اس کا گھر دیکھنے کے لئے اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ بعد ازاں انہوں نے مجھے تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔ ہم نے اس لڑکے کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کئے۔ اور ایسٹر کی رخصتوں میں مَیں اُسے قادیان لے گیا۔ حضرت خلیفہ اولؓ اپنے مطب میں تشریف فرما تھے اور درس تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ میں نے اس لڑکے کو کہا کہ یہاں آپ اپنا کوئی سوال کریں۔ مگر وہ حضرت مولوی صاحب کے علم اور رعب اور ساتھ ہی سادگی کو دیکھ کر مبہوت ہو رہا تھا۔ جب اسے سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی تو میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں اس کے حالات عرض کئے اور کہا کہ آریہ خیالات سے متاثر ہو کر اس نے گوشت کھانا بھی چھوڑ دیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب جب مطب سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے گھر سے دال مونگ جو غالباً پہلے ہی تیار تھی مہمانخانہ میں بھجوا دی اور مجھے کہا کہ اپنے اس دوست کو کھانے کے لئے یہ دال پیش کرنا۔ اس کے بعد ظہر کی نماز کے لئے ہم دونوں مسجد مبارک میں گئے مگر اس میرے دوست نے نماز نہیں پڑھی۔ نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما ہوئے بعض دوستوں نے آریوں کے سوالات ہی حضور کی خدمت میں پیش کئے جن کے حضور نے جوابات دیئے۔

میرا دوست ان جوابات کو بڑے غور سے سُنتا رہا۔ میں نے اُسے بھی کہا کہ آپ بھی کوئی سوال کریں مگر اس نے اس مرتبہ بھی کوئی سوال نہ کیا۔ اس کے بعد عصر کی نماز ہوئی۔ عصر کے بعد حضرت خلیفہ اولؓ کے درس میں ہم شامل ہوئے۔ اس درس سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اُسے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ قرآن مجید کی تعلیم ہے جو بیان کی جارہی ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ حضرت مولوی صاحب کے اپنے خیالات ہیں جب آپ درس سے فارغ ہوئے تو اس میرے دوست نے حضرت مولوی صاحب سے سوال کیا کہ جب خدا تعالیٰ کی صفت رحمٰن رحیم ہے تو ایک جانور کو ذبح کر دینا یہ کہاں کی رحمانیت اور رحیمیت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اسی رحمٰن اور رحیم خدا تعالیٰ نے ایسے جانوروں کو بھی پیدا کیا ہے جو دوسرے چھوٹے جانوروں کو اپنا لقمہ بنا لیتے ہیں۔ کیا ایسے جانور رحمٰن اور رحیم خدا کی مخلوق نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے جوابات سے اس پر بڑا اثر ہوا۔ مغرب وعشاء کے درمیان حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس عرفان میں شامل ہوئے۔ دوسرے روز پھر حضرت خلیفہ اولؓ کے مطب میں جا بیٹھے۔ اور جب نماز ظہر کیلئے میں نے وضو کرنا شروع کیا تو پہلی مرتبہ اس نے بھی وضو کیا اور نماز میں شریک ہوا۔ نماز کے بعد اس نے بیعت بھی کر لی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

حضرت میاں صاحب نے ایک لمبا زمانہ امرتسر میں بسلسلہ ملازمت گذارا۔ وہاں آپ چیف مکینیکل ڈرافسمین کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

آٹھ دس آدمی جنہوں نے مجھ سے کام سیکھا وہ سارے کے سارے احمدی ہو گئے۔ محترم جناب چودھری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ اسلامیہ پارک بھی انہی شاگردوں میں سے تھے جن کا مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ اسی طرح مولوی ثناءاللہ صاحب کی مسجد کے ایک امام مولوی نظام الدین صاحب نام تھے ان کے دونوں لڑکے احمدی ہو گئے۔ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنے سے لوگوں نے احتراز کیا۔ جب مولوی ثناءاللہ صاحب سے فتویٰ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں۔ احمدی تو ان کے بچے ہوئے ہیں۔ ان کا کیا قصور ہے؟ مگر تھوڑے عرصہ کے اندر اندر امام صاحب بھی احمدی ہو گئے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ مولوی نظام الدین صاحب موصوف کے ایک لڑکے چودھری محمد ابراہیم صاحب بہت ہی مخلص احمدی ہیں۔ کرشن نگر لاہور میں رہتے ہیں۔ ان کی اولادیں تو ساری ہی نیک ہے مگر ایک لڑکا عزیزم محمد سلیم تو سلسلہ کا فدائی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

۱۹۳۹ء میں ایک مرتبہ میں امرتسر گیا۔ حضرت میاں صاحب کے ہاں قیام تھا۔ آپ نے ایک تازہ واقعہ یوں بیان فرمایا کہ

ہمارے گھر کے سامنے ایک پہلوان رہا کرتا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ نعوذ باللہ آپ کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ چند دن کی بات ہے۔ رات نہانے کے بعد گیلا کپڑا سکھانے کے لئے اس نے اپنے مکان کی دوسری منزل پر کھڑے ہو کر سامنے کے درخت پہ کپڑا ڈالنا چاہا مگر پاؤں جو پھسلا تو دھڑام سے گلی کے فرش پر گرا۔ صبح جب میں دفتر جانے لگا تو پولیس پہنچ چکی تھی۔ جب چار بجے واپس آیا تو تفتیش مکمل ہونے کے بعد میرے سامنے اس کی لاش پر سے کپڑا اُٹھایا گیا۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سخت گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے سارا جسم کیڑوں سے بھرا ہوا تھا۔

حضرت میاں عبدالرشید صاحب نے بیان کیا کہ لنگے منڈی میں ہمارے مکانوں کے سامنے جو چھوٹی سی مسجد ہے اس وقت حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی مسجد کہلاتی تھی۔ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ نے کابل جاتے ہوئے اسی مسجد میں قیام فرمایا تھا۔ آپ سارا دن اور ساری رات عبادت میں مشغول رہتے۔ جب انہیں ہمارے والد صاحب کہتے کہ آپ آرام بھی کیا کریں تو آپ فرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ اس نے مجھے اس انسان کی زیارت کرنے کا موقعہ عطا فرمایا جس کی انتظار صدیوں سے ہو رہی تھی۔ جب آپ لاہور سے کابل کی طرف جانے لگے تو گھوڑا گاڑی کے پائیدان پر قدم رکھ کر نیچے کر لیا اور فرمایا کہ کابل کی زمین میرے سر کی پیاسی ہے۔ حضرت والد صاحب نے آپ کو گلے سے لگا لیا اور رو پڑے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو خوشی کا مقام ہے رونے کا مقام نہیں۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا۔

قادیان میں آریہ سماج کا کوئی جلسہ تھا۔ میرے آریہ دوستوں نے مجھے کہا کہ تم بھی چلو۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا! قادیان جانے میں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ خیر آریہ لیکچراروں نے اپنے جلسہ میں اسلام پر بہت اعتراضات کئے۔ ایک لیکچرار نے تو یہاں تک کہا کہ اگر مرزا صاحب میں طاقت ہے تو میری زبان بند کر دیں۔ جب حضرت صاحب کو اطلاع ہوئی تو حضور نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب سے سارے اعتراضات منگوا لئے اور باوجود بیماری کے راتوں رات ان کا جواب لکھ کر صبح شائع کر کے کتابی صورت میں اس کی متعدد کاپیاں آریوں کے جلسہ میں پہنچا دیں۔ پنڈت رام بھجدت جو اُن کا لیڈر تھا وہ طبع شدہ مضمون دیکھ

کر حیران رہ گیا اور اس نے کہا کہ میں کل مرزا صاحب کو مل کر آیا ہوں۔ وہ تو بیمار تھے۔ مگر دیکھو ان کے دل میں اپنے مذہب کے بارے میں اس قدر جوش اور غیرت ہے کہ انہوں نے ایک رات کے اندر ہمارے اعتراضات کے جوابات لکھ کر شائع بھی کروائے ہیں۔ وہ مضمون حضرت صاحب کی کتاب "نسیم دعوت" کے آخر میں درج ہے جس آریہ نے یہ کہا تھا کہ اگر مرزا صاحب میں طاقت ہے تو میری زبان بند کریں۔ اس کی زبان اسی وقت بند ہو گئی۔ اسے بٹالہ ہسپتال لے جایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میرے ساتھی بھی اس کے ساتھ بٹالہ چلے گئے۔ میرا کرایہ چونکہ ان کے پاس جمع تھا۔ اس لئے میں قادیان سے بٹالہ تک پیدل گیا۔ جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے میری رقم دے دی اور کہا کہ یہاں احمدیوں کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہو چکا ہے۔ بہتر ہو کہ آپ سرائے میں جا کر رات گذار لیں چنانچہ میں سرائے میں چلا گیا اور رات وہاں گذار کر صبح لاہور پہنچ گیا۔

**اولاد:۔** عبدالمالک مرحوم۔ عبدالسلام مرحوم۔ عزیز احمد۔ محمود احمد۔ رشیدہ۔ زبیدہ۔ امینہ۔ خورشیدہ۔ عزیزہ۔ رفیعہ۔ اختر۔ محمودہ۔

---

# حضرت قاضی سید حبیب اللہ صاحبؓ آف شاہدرہ

**ولادت** ۱۸۷۱ء **بیعت** ۱۹۰۰ء **وفات** ۴ مارچ ۱۹۶۴ء **عمر** ۹۳ سال

حضرت قاضی حبیب اللہ صاحب سکنہ شاہدرہ بہت مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ والد ماجد کا نام نِکّے شاہ تھا۔ کثرت کے ساتھ لوگ آپ کی خدمت میں دعا کروانے کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ تبلیغ کا بھی آپ کو بہت شوق تھا۔ کئی کئی دن دیہات میں تبلیغ احمدیت کے لئے نکل جاتے تھے جب تک چلنے پھرنے کی طاقت رہی آپ شاہدرہ سے ہر جمعہ کو نماز کے لئے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر جب بہت کمزور ہو گئے تو پھر آنا ترک کر دیا۔ نماز تہجد عمر بھر باقاعدگی کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ آپ اپنے رویا و کشوف بھی کثرت کے ساتھ سُنایا کرتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب جلسہ مہوتسو ہوا جو جلسہ اعظم مذاہب کے نام سے مشہور ہے تو اُن ایام

میں میری رہائش لاہور چھاؤنی میں تھی۔ ہم روزانہ اس جلسہ کی روئداد پڑھا کرتے تھے اور جو لوگ اس جلسہ میں شامل ہوا کرتے تھے ان سے بھی حالات سُنا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام کی لاج مرزا صاحب نے رکھ لی ہے ورنہ دوسرے علماء نے تو لُٹیا ڈبو ہی دی تھی۔

ایک احمدی محمد حسین نامی مجھے تبلیغ بھی کیا کرتے تھے اور میں بھی ان کی خدمت کیا کرتا تھا مگر اُن کی تبلیغ سے میری تسلی نہیں ہوئی تھی۔ آخر میں نے دُعا کرنی شروع کی اور تین خواب دیکھے[1]۔ ان خوابوں سے میری تسلی ہو گئی اور حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ رشتہ داروں نے شدید مخالفت کی۔ میں میاں محمد حسین صاحب مذکور کے پاس گیا وہ میڈیکل ڈپو میں ملازم تھے۔ مجھے وہ اپنے پاس لے گئے چند دنوں کے بعد میں وہیں ایک دکان کرایہ پر لے کر اس میں رہنے لگ گیا۔

جن ایام میں حضور جہلم تشریف لے گئے تھے میں ان دنوں میانمیر چھاؤنی میں ملازم تھا۔ جب حضور کی گاڑی میاں میر پہنچی تو میں بھی حضور کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ رات میاں چراغدین صاحب کے مکان پر تمام مہمان فروکش ہوئے۔ میں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو کہا کہ میرا بستر حضرت اقدس کے بالکل قریب کیا جائے۔ میں حضور کو رات نفل پڑھتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے حضرت کی چارپائی کے ساتھ ہی میرا بستر کروا دیا۔ دو بجے رات کو میں اُٹھا اور وضو کرنے کے لئے باہر چلا گیا۔ جب واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے بستر پر کھڑا نفل پڑھ رہا ہے۔ میں نے ایک دوست سے کہا کہ دیکھو کوئی اور دوست میری جگہ پر آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ حالانکہ میں نے بڑی مشکل سے یہ جگہ حاصل کی تھی۔ جب اس دوست نے سلام پھیرا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت اقدس تھے۔ سلام پھیرتے ہی حضور نے فرمایا۔ "آئیے آپ اپنی جگہ پر بیٹھ جائیے" اس پر میں نے بہت معذرت کی مگر حضور علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر اس جگہ پر کھڑا کر دیا۔ اور آپ دوسری جگہ تشریف لے گئے۔ جب حضور نفل پڑھ چکے تو حضرت مفتی صاحب نے عرض کی حضور یہ قاضی حبیب اللہ صاحب ہیں۔ فرمایا۔ میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ انہیں میری تازہ تصنیف "مواہب الرحمٰن" دیں۔ جب میں نے کتاب حاصل کر لی تو حضور نے فرمایا۔ قاضی صاحب! اسے ضرور پڑھیں۔ اس میں چند نئی پیشگوئیاں ہیں۔ میں نے عرض کی۔ بہت اچھا۔ حضور میں اسے ضرور پڑھوں گا وہ کتاب میرے پاس اب تک موجود ہے۔

---

[1] ان خوابوں اور حضرت قاضی صاحب کی روایات کے لئے دیکھئے الحکم ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

نوٹ:۔ سلسلہ کے لٹریچر میں بعض جگہ حضرت قاضی صاحب کی رہائش مزنگ میں بھی درج ہے۔ کیونکہ کسی زمانہ میں آپ مزنگ میں بھی رہا کرتے تھے۔

اولاد:۔ ہاجرہ بیگم۔ نصرت بیگم۔ سائرہ بیگم۔ فہمیدہ بیگم۔ منصور شاہ۔ اقبال بیگم۔ ناصرہ بیگم۔

---

## محترم ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدم صحت

ولادت　　　　بیعت　اندازاً سنہ ۱۹۰۰ء　　　　وفات

محترم ڈاکٹر نور محمد صاحب دندان ساز مالک کارخانہ ہمدم صحت سلسلہ احمدیہ کے نہایت ہی مخلص احباب میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب بھی موقعہ ملتا فوراً قادیان پہنچتے۔ غیر احمدی اور غیر مسلم احباب کو اپنے خرچ پر قادیان لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور آسٹریلین نومسلم محمد عبدالحق صاحب کو بھی آپ اور حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ اپنے ساتھ قادیان لے گئے تھے۔[۱]

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سنہ ۱۹۰۴ء میں "اس ملک کے موجودہ مذاہب اور اسلام" کے موضوع پر جو لیکچر مزار حضرت داتا گنج بخشؒ کے عقب میں منڈوہ میلارام میں دیا تھا اسے بھی مندرجہ بالا دونوں بزرگوں نے انہی ایام میں اپنے خرچ پر شائع کر دیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو وفد حضرت بابا نانک صاحبؒ کی "پوتھی" کی تحقیق کے لئے گورو ہرسہائے ضلع فیروزپور میں بھیجا تھا۔ اس کے ایک ممبر حکیم صاحب موصوف بھی تھے۔[۲]

پھر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نکاح کے موقعہ پر جو احباب لاہور سے قادیان تشریف لے گئے تھے ان میں ڈاکٹر صاحب موصوف شامل تھے۔ آپ کے علاوہ لاہور سے حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور، حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی، حضرت بابو غلام محمد صاحب، حضرت مستری محمد موسیٰ صاحب، حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب۔ محترم جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور محترم جناب خلیفہ رجب الدین صاحب وغیرہ احباب بھی تشریف لے گئے تھے۔

---

[۱] البدر ۲۳؍اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء　[۲] "چشمہ معرفت" صفحہ ۳۳۵-۳۳۶

ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک نشان کا ذکر فرمایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ ڈاکٹر نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدم صحت کا لڑکا سخت بیمار ہوگیا۔ اس کی والدہ بہت بیتاب تھی۔ اس کی حالت پر رحم آیا اور دُعا کی تو الہام ہوا

"اچھا ہو جائے گا"

اسی وقت یہ الہام سب کو سُنایا گیا جو پاس موجود تھے۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ وہ لڑکا خدا کے فضل سے تندرست ہوگیا۔"[1]

حکیم صاحب مرحوم کی رہائش لوہاری اور شاہ عالمی دروازوں کے درمیان کوچہ چٹہ یماراں میں تھی تھڑے (چبوترے) والا مکان تھا۔

خلافت ثانیہ کے شروع میں آپ غیر مبائعین کے زیر اثر آ گئے تھے۔ آخر عمر میں ظہیرالدین صاحب اروپی کے ہم خیال ہو گئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد میں وفات پائی۔ فانّا لله وانّا الیه راجعون۔

ان کے ایک لڑکے کا نام نذیر احمد تھا جو پولیس میں ہیڈ کنسٹیبل تھا۔ انار کلی کے ایک چوبارے میں ڈاکٹر سلطان احمد صاحب دندان ساز کی دکان ہے۔ یہ بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لڑکے ہیں مگر ان کا جماعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

---

# حضرت شیخ کریم بخش صاحب بٹ رضی اللہ عنہ

ولادت سنہ　　　بیعت ۱۹۰۱ء سے قبل　　　وفات ۱۹۰۶ء

حضرت شیخ کریم بخش صاحب محترم بابو شمس الدین صاحب بٹ کے والد ماجد اور مشہور پنجابی شاعر بابا ہدایت اللہ صاحب کے ماموں زاد بھائی تھے۔ دونوں نے ۱۹۰۱ء سے قبل اکٹھے بیعت کی تھی۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ احمد بخش صاحب تھا۔ حضرت شیخ صاحب گھوڑوں کے سوداگر تھے۔ کاروبار فیروز پور چھاؤنی

---

[1] "نزول المسیح" صفحہ ۲۳۰۔

میں شروع کیا تھا مگر پھر آخر عمر میں لاہور آ گئے تھے اور مستی دروازہ میں ایک اصطبل کرایہ پر لیا تھا۔ جواب تک احاطہ شیخ کریم بخش کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی تھے۔ جب قادیان جایا کرتے تھے تو اپنے بیٹے بابو شمس الدین صاحب کو بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ بابو صاحب کا بیان ہے کہ لاہور سے کافی وزن میں گنڈیریاں تیار کروا کر اور خوشبو لگا کر ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ بٹالہ سے پیدل ہم لوگ وہ گنڈیریاں کندھوں پر اُٹھا کر قادیان جایا کرتے تھے اور حضور مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ آپ بڑے مضبوط آدمی تھے۔ افسوس کہ سنہ ۱۹۰۶ء میں چالیس سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

**اولاد:۔** بابو شمس الدین صاحب بٹ۔ غلام محمد مرحوم۔ ایک لڑکی بھی تھی۔

---

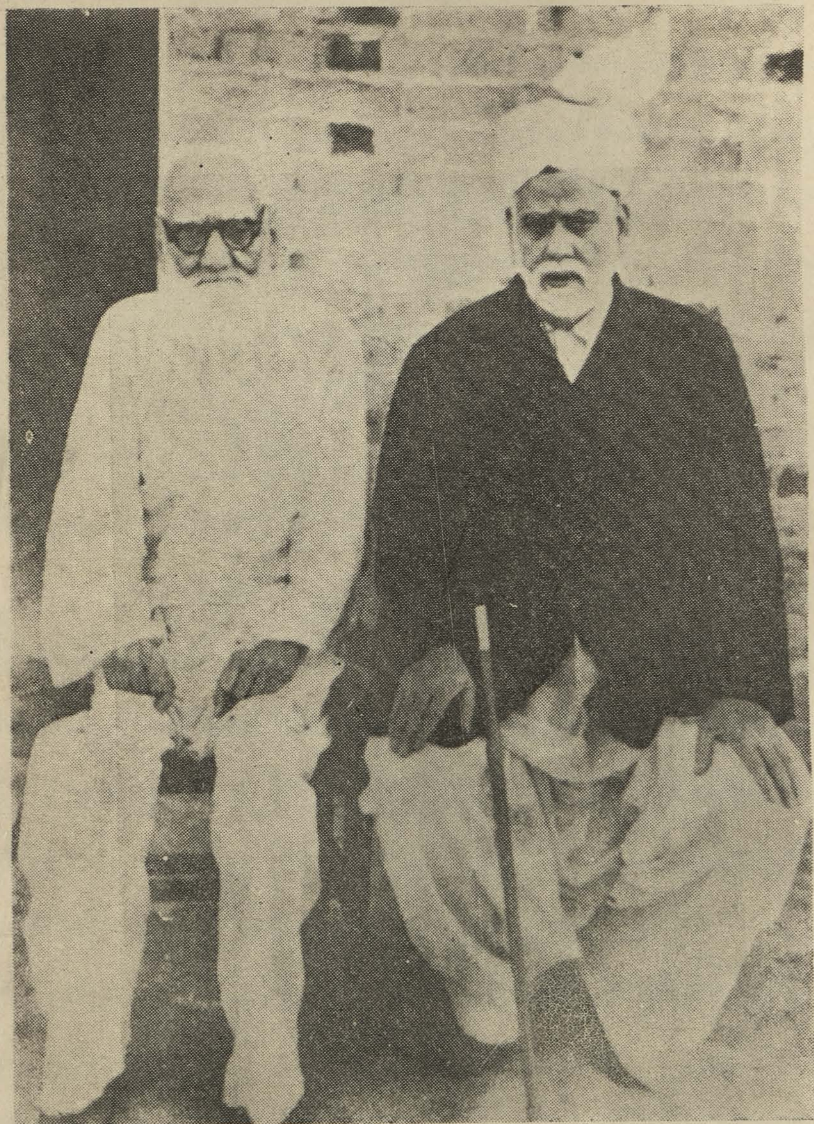
## حضرت حافظ عبد الجلیل خاں صاحب شاہجہانپوری

**ولادت** مئی سنہ ۱۸۹۳ء **بیعت** سنہ ۱۹۰۰ء

حضرت حافظ عبد الجلیل صاحب شاہجہانپوری اندرون موچی گیٹ لاہور نے فرمایا کہ

میرے والد صاحب کا نام حافظ قدرت اللہ خاں تھا۔ پولیس میں سب انسپکٹر کے عہدہ پر متعین تھے۔ مگر چونکہ بہت نیک طبیعت تھے اس لئے رشوت کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے۔ ادھر افسران بالا چاہتے تھے کہ ان کی نقدی وغیرہ سے خدمت کی جائے۔ یہ حالات دیکھ کر انہوں نے ملازمت سے استعفاء دے دیا تھا۔ شاہجہانپور میں حضرت حافظ مختار احمد صاحب کے ساتھ ان کے بہت تعلقات تھے۔ حافظ صاحب اُنہیں زبانی بھی تبلیغ کرتے تھے اور کتابوں کے ذریعہ بھی۔

ہماری والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے والد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھتے تھے تو اکثر آبدیدہ ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ میں غریب آدمی ہوں۔ روپیہ پیسہ سے سلسلہ کی خدمت نہیں کرسکتا دل چاہتا ہے کہ اگر کوئی میرے بچوں کو خرید لے تو میں وہ روپیہ حضرت صاحب کی خدمت میں بھیجدوں اور حضور اُسے اشاعت اسلام میں خرچ کریں۔



(۱) حضرت حافظ عبدالجلیل صاحب (۲) حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری جو ہجرت ۱۹۴۷ء کے بعد چند سال جودھا مل بلڈنگ لاہور میں رہے - اور دن رات تبلیغ میں مصروف رہے -
(صفحہ ۲۵۸)



حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر رض
(صفحہ ۲۷۹)

سنہ ۱۹۰۰ء میں وہ معہ اہل و عیال ہجرت کر کے قادیان میں آگئے تھے اور بیعت کر کے سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ حضور نے انہیں لنگرخانہ کے لئے ارد گرد کے دیہات سے ایندھن خرید کر لانے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ میں حضرت صاحب کے گھر میں ہی رہتا تھا۔ جب حضرت صاحب کا وصال ہوا تو میری عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی۔ اور آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا۔ نویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ والد صاحب فوت ہو گئے اور میں تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ محترم ڈاکٹر عبداللہ صاحب نومسلم سے میں نے بہت حد تک کمپونڈری کا کام سیکھ لیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مجھے اپنے ساتھ لاہور لائے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے پاس چھوڑ گئے۔ چند دن میں نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے مکان پر گذارے اور پھر ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی۔ فارغ اوقات میں ڈاکٹر صاحب کی ڈسپنسری پر کام بھی کرتا رہا۔ یہ عرصہ کوئی آٹھ دس ماہ کا ہی ہوگا۔ اس کے بعد میں نے سنہ ۱۹۱۸ء میں یہیں موچی دروازہ کے اندر ہی اپنی الگ ڈسپنسری کھول لی تھی۔ مگر پہلے چند سال لال کھوہ کے پاس دکان تھی۔ بعد ازاں سنہ ۱۹۲۲ء سے موجودہ دکان میں کام کر رہا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ جب سنہ ۱۹۱۲ء میں لاہور تشریف لائے تو آپ نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی حافظ قرآن بھی ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور! ایک چھوٹا سا حافظ ہے۔ فرمایا۔ اُسے بُلاؤ۔ جب میں حاضر ہوا تو حضور مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ خدا تمہیں برکت دے گا۔ پھر فرمایا۔ نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ تین دن حضور نے میرے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان ایام میں مجھے بیس پارے یاد تھے۔ بعد ازاں میں نے سارا قرآن یاد کر لیا۔[1] اور غالباً ایک مرتبہ اختلاف سے قبل احمدیہ بلڈنگس میں اور پھر دہلی دروازہ میں حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کی بیٹھک میں اور پھر مسجد کی تکمیل کے بعد مسجد میں کئی سال تک نماز تراویح پڑھاتا رہا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یہاں مبلغ تھے۔ ان کی غیر حاضری میں نمازیں بھی میں ہی پڑھاتا تھا۔ میں نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن کریم کا ترجمہ بھی پڑھا تھا۔

---

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جب واپس قادیان تشریف لے گئے تو آپ کی والدہ کو بُلا کر فرمایا کہ مجھے لاہور میں جا کر یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ تمہارے لڑکے نے قرآن یاد کر لیا ہے۔ ایک اور خوشی کا بھی ذکر فرمایا تھا مگر وہ حضرت حافظ صاحب بھول گئے۔

حضرت حافظ صاحب کی روایات درج ذیل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

۱۔ جب میں حضرت صاحب کے گھر میں رہتا تھا تو کئی مرتبہ میں نے دیکھا۔ حضرت پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں۔ موم بتی، قلم دوات، کاغذ بھی ساتھ پڑے ہیں۔ حضرت اُٹھتے اور کاغذ پر کچھ لکھ کر پھر لیٹ جاتے۔ اس وقت تو پتہ نہیں لگتا تھا کہ کیا لکھتے ہیں۔ مگر بعد میں پتہ لگا کہ تازہ الہامات لکھتے تھے۔

۲۔ مجھے متعدد مرتبہ اندرون خانہ سے مہمانوں کے لئے حضرت صاحب کے کھانے میں سے تبرک لانے کا موقعہ ملا۔ مجھے یاد ہے۔ لاہور میں ایک دوست منشی تاج الدین صاحب ریلوے اکونٹنٹ تھے۔ محلہ کوٹھیداراں لاہور میں ان کی رہائش تھی۔ انہوں نے بھی کئی مرتبہ قادیان میں مجھ سے فرمائش کی کہ میں انہیں حضور کے کھانے کا تبرک لاکر دوں۔ چنانچہ میں نے اُنہیں اور اُن کے ساتھیوں کو پس خوردہ لاکر دیا۔ بعد میں جب میں یہاں لاہور میں آگیا تو کئی دفعہ ان کے گھر میں بھی جانے کا موقعہ ملا۔ بہت ہی مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ ان کی اولاد میں سے ایک لڑکا مظفر الدین تھا جو بڑا ہونہار تھا۔ وہ پشاور میں چند سال جماعت کا امیر بھی رہ چکا ہے۔

۳۔ ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے مجھے ایک دوا دی اور ساتھ ایک روپیہ بھی اور فرمایا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں روپیہ پیش کر کے اس دوا پر دَم کروا کر لاؤ۔ حضرت اقدس اندر کمرہ میں بیٹھ کر کچھ لکھ رہے تھے۔ میں نے دروازہ کو دستک دی۔ حضور نے دروازہ کھولا اور فرمایا۔ کیا ہے؟ میں نے عرض کی۔ حضور! مفتی صاحب نے یہ دوا دی ہے اور روپیہ بھی اور فرمایا ہے۔ کہ حضرت صاحب سے دَم کروا کے لاؤ۔ فرمایا۔ مفتی صاحب بھی عجیب آدمی ہیں۔ پھر فرمایا۔ اچھا لاؤ۔ یہ کہہ کر دوا کی شیشی مجھ سے پکڑ لی۔ اور کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور مجھے دے کر فرمایا۔ لے جاؤ۔

۴۔ ایک مرتبہ جبکہ مسجد مبارک ابھی چھوٹی تھی۔ میں ایسے وقت میں نماز پڑھنے لگا۔ جو نماز کا وقت نہیں تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اُوپر رہتے تھے۔ اتفاق سے لکڑی کی سیڑھیوں سے نیچے اُترے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ او منڈیا! کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ نماز پڑھتا ہوں۔ فرمایا یہ کوئی نماز کا وقت ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ بھاگ جاؤ یا دوڑ جاؤ۔ چنانچہ میں چلا گیا۔

۵۔ ایک مرتبہ جبکہ میں حضرت صاحب کے گھر میں نیچے بیٹھ کر پڑھ رہا تھا۔ حضور اُوپر سے نیچے اُترے اور فرمایا مجھے ایک لوٹا پانی کا لے کر میرے پیچھے چلو۔ چنانچہ میں نے لوٹا لے لیا۔ زنانہ جلسہ گاہ کے پاس ڈھاب کے کنارے پر ایک بڑ کا درخت تھا اور ساتھ ہی کافی گڑھے بھی تھے۔ وہاں مجھ سے لوٹا لے لیا اور ایک گڑھے میں بیٹھ کر رفع حاجت کی۔ بعدازاں مجھے لوٹا دے کر فرمایا کہ تم جاؤ۔ میں پُل کے پاس کھڑا ہو کر حضور کو دیکھتا رہا کہ حضور کہاں جاتے ہیں۔ بہشتی مقبرہ ان ایام میں بالکل نیا بنا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضور بہشتی مقبرہ کی طرف تشریف لے گئے۔

۶۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں جب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب قادیان تشریف لائے تو میں بھی اُن کی ملاقات کے لئے مہمان خانہ گیا۔ اس وقت میں تیسری یا چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ وہ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ مجھے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دو چار منٹ کے بعد فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کہ صاحبزادے! کیا کام کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا، پڑھتا ہوں۔ فرمایا۔ کتنے بھائی ہو؟ والد کیا کام کرتے ہیں؟ وغیرہ۔ اس قسم کے چند سوالات کئے۔ پھر میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ جاؤ! خدا تمہیں برکت دے گا۔

اولاد:۔ عبدالکریم ۔ آمنہ ۔ صادقہ ۔ مبارکہ ۔ خورشیدہ ۔ نفیسہ۔

---

## حضرت مولوی ذوالفقار علیخاں صاحب گوہر رضی اللہ عنہ

ولادت سنہ ۱۸۶۹ء بیعت سنہ ۱۹۰۰ء بذریعہ خط وفات ۲۶ فروری سنہ ۱۹۵۴ء

حضرت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ ہندوستان کے مشہور سیاسی لیڈران مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی صاحبان کے برادر اکبر تھے۔ سنہ ۱۸۶۹ء میں بمقام رام پور ضلع مراد آباد (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے سنہ ۱۸۸۶ء میں "ریاض الاخبار" (گورکھ پور) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط انگریز مدرسل ویب سفیر امریکہ فلپائن کے نام شائع ہوا تھا جسے دیکھ کر خاں صاحب کو پہلی مرتبہ حضرت اقدس سے غائبانہ تعارف حاصل ہوا۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں "ازالہ اوہام" کا مطالعہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور فوراً بیعت کا خط لکھ دیا۔ حضرت اقدس کی زیارت پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۰۴ء میں بمقام گورداسپور کی جبکہ حضور بسلسلہ مقدمات کرمدین وہاں قیام پذیر تھے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں مستقل طور پر قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جن بارہ خدام

کو اپنے ساتھ ویمبلے کانفرنس میں شرکت اور مسجد احمدیہ لندن کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے یورپ لے گئے تھے اُن میں خانصاحب ذوالفقار علیخان بھی بحیثیت چیف سکرٹری شامل تھے۔

آپ نے ایک لمبا عرصہ مرکز میں ناظر امور عامہ اور ناظر اعلیٰ کی حیثیت سے قابل قدر کام کیا۔ قادیان میں ہجرت کر کے آنے کے ایک عرصہ بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اجازت سے بہت تھوڑی مدت کے لئے آپ پھر رامپور تشریف لے گئے تھے۔ ان ایام میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس اور خاکسار راقم الحروف کسی دورہ کے سلسلہ میں رامپور گئے اور چند یوم حضرت خانصاحب کے ہاں قیام کیا۔ وہاں خانصاحب جس شفقت و مہربانی سے ہمارے ساتھ پیش آئے یہ اُنہی کا حصہ تھا۔ ریاست میں آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت رسوخ حاصل تھا۔ رامپور میں آپ کا تشریف لے جانا غالباً والئی رامپور کی خواہش کا نتیجہ تھا۔ مگر وہاں آپ کا دل نہیں لگا اور جلد ہی واپس قادیان چلے آئے۔ آپ بیحد خلیق اور ملنسار انسان تھے۔ ہمدرد بھی اس قدر تھے کہ خاکسار کو قادیان گئے ابھی چند ہی سال ہوئے اور خاکسار مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا کہ بیمار ہو گیا۔ نور ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ خانصاحب وہاں تشریف لے گئے یہ دیکھ کر کہ ہسپتال میں کھانے کا انتظام اچھا نہیں، مجھے اپنے گھر لے گئے اور چند ماہ وہاں رکھا۔ ان دنوں اخویم محترم مولانا عبدالمالک خاں صاحب مربی سلسلہ احمدیہ ابن حضرت خانصاحب رضی اللہ عنہ اور خاکسار ایک ہی کلاس کے طالب علم تھے۔

مجھے یاد ہے حضرت خانصاحبؓ کی ملاقات کے لئے ان کے چھوٹے بھائی جناب مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی صاحبان جو علی برادران کے نام سے مشہور تھے، قادیان جایا کرتے تھے۔

تقسیم ملک سے قبل کراچی میں کسی کانگرسی لیڈر نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے دو چھوٹے بھائیوں نے تو ملک کی آزادی کے لئے مسٹر گاندھی کے ساتھ مل کر جدوجہد کی مگر آپ نے اس کوشش میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ آپ نے جواب دیا کہ

"میں بڑا بھائی تھا اس لئے میں نے اپنے ذمہ بڑا کام لیا۔ اس نے پوچھا۔ کونسا؟ فرمایا۔ ساری دُنیا شیطان کی غلامی میں پھنسی ہوئی ہے اور ساری دنیا کو آزاد کرانا ہندوستان کی آزادی سے بڑا کام ہے۔ اس لئے میں اس تحریک میں شامل ہوں اور اس کا سپاہی ہوں جس تحریک کا یہی مقصد ہے یعنی تحریک احمدیت"[۵۱]

---

۵۱ روایات صحابہ مندرجہ "الفضل" ۱۳-۱۶-۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء

تقسیم ملک کے بعد آپ نے اپنے بچوں کے ہمراہ لاہور میں سکونت اختیار کی اور یہیں ۲۶ فروری ۱۹۵۴ء کو ۸۵ سال کی عمر پاکر انتقال فرمایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اولاد:۔ ممتاز علیخاں مرحوم۔ ہادی علیخاں مرحوم۔ عبداللہ۔ رضا علی۔ اسماعیل۔ سلیمہ بیگم اہلیہ کرنل اوصاف علیخاں۔ حبیب اللہ خاں پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ عبدالمالک خاں مربی سلسلہ احمدیہ۔ زبیدہ بیگم اہلیہ حکیم خلیل احمد مونگھیری۔ محمد اسحٰق۔ عبدالرحمٰن۔ سعیدہ بیگم۔ محمودہ بیگم۔ رشیدہ بیگم۔ راضیہ بیگم۔

## حضرت ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی رضؓ

ولادت ۱۸۹۰ء    بیعت ۱۹۰۰ء    وفات ۲۵۔ اگست ۱۹۵۵ء

(از قلم محترم میاں مسعود احمد خاں صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل)

حضرت ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی مرحوم دہلی کے ایک نامی بزرگ اور سلسلہ چشتیہ کے سجادہ نشین حضرت حافظ وزیر محمد خاں محب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی اور مخلص صحابی حضرت مولوی محمود الحسن خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ ۱۸۹۰ء میں جس سال آپ کے والد بزرگوار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اسی سال بمقام پٹیالہ آپ کی ولادت ہوئی۔ اس لحاظ سے آپ پیدائشی احمدی تھے۔ بعد میں آپ کو گیارہ سال کی عمر میں خطبۂ الہامیہ کے وقت قادیان حاضر ہونے اور حضور علیہ السلام کی زیارت اور ارشادات سے مستفیض ہونے کا موقع ملا اور اس طرح آپ کو بھی صحابہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ نے پٹیالہ میں ہی تعلیم حاصل کی اور بہت اچھے نمبروں میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ فارسی کی تعلیم اپنے والد محترم سے گھر پر حاصل کی چنانچہ اس میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں اپنے وطن دہلی واپس آگئے اور پھر قیام پاکستان تک دہلی میں ہی رہے اور قیام پاکستان کے بعد بقیہ عمر لاہور میں بسر کی۔ اردو کے صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تحریر اور تقریر کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ گفتگو اس قدر دلنشیں اور مسحور کن ہوتی تھی کہ مخالف سے مخالف بھی رام ہوئے بغیر نہ رہتا۔ مطالعہ بہت وسیع تھا اور حافظہ بھی بلا کا ودیعت ہوا تھا۔ آپ نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں کو خدمتِ دین کے لئے وقف رکھا اور تبلیغ میں ان سے خوب ہی فائدہ اُٹھایا۔ مخالفین اسلام کے ساتھ صدہا نہایت کامیاب

مناظرے کئے اور جماعت میں اور جماعت سے باہر مختلف جلسوں اور مجلسوں میں سینکڑوں ہی لیکچر دیئے۔ شاید ہی کوئی اتوار ایسی آتی تھی جس میں آپ کا کوئی نہ کوئی مناظرہ یا لیکچر نہ ہوتا ہو۔ بعض اوقات دن میں مختلف مقامات پر کئی کئی لیکچر ہو جاتے تھے۔ تبلیغ کا شوق جنوں کی حد کو پہنچا ہوا تھا۔ سخت نڈر اور دین کے معاملہ میں بہت باغیرت واقع ہوئے تھے۔ اس کی صدہا مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں۔ اعلیٰ علمی طبقہ میں بھی تبلیغ کا خاص شوق تھا چنانچہ یونیورسٹی کے نامور پروفیسروں اور دیگر دانشوروں سے انفرادی ملاقاتیں کر کے بھی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیویوں سے گیارہ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔ بیٹوں کو آپ نے خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے اس جذبہ کو تمام جماعت کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ قرار دیا۔ آپ کے چار فرزندوں کو زندگی وقف کرنے اور خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔

آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ محمود احمد خاں صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی و زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ راولپنڈی

۲۔ مسعود احمد خاں دہلوی اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل و مدیر ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ۔

۳۔ مقصود احمد خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کنری ضلع تھرپارکر

۴۔ مولود احمد خاں صاحب سابق مبلغ انگلستان و امام مسجد احمدیہ لندن

۵۔ مسعود احمد خاں صاحب ایم۔اے ہیڈ ٹیچر احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی۔ غانا مغربی افریقہ

۶۔ مرغوب احمد خاں صاحب حال مقیم لندن

۷۔ محبوب احمد خاں صاحب اوورسیر کراچی ۸۔ مشہود احمد خاں صاحب راولپنڈی

۹۔ داؤد احمد خاں صاحب واہ کینٹ ۱۰۔ مودود احمد خاں صاحب کراچی

۱۱۔ ودود احمد خاں متعلم فرسٹ ایر تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔

۱۲۔ صالحہ خاتون صاحبہ اہلیہ مکرم مختار احمد صاحب پسر محترم بابو نذیر احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ دہلی

۱۳۔ بشریٰ خاتون متعلمہ نصرت گرلز سکول ربوہ۔

# محترم میاں محمد دین صاحب رضؓ

ولادت          بیعت سنہ ۱۹ء          وفات سنہ ۱۹۵ء

مکرم و محترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ جماعت احمدیہ مقیم سنگاپور نے اپنے بزرگوں کے مختصر سے حالات الفضل ۲۸ ر مارچ و ۳۰ ر مارچ سنہ ۱۹۶۵ء میں لکھے ہیں۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:۔

"سب سے پہلے تقریباً سنہ ۱۹۰ء میں خاکسار کے تین بزرگوں نے یعنی مکرم میاں جمال دین صاحب رضؓ، مکرم میاں محمد دین صاحبؓ اور مکرم میاں کرم دین صاحبؓ نے ملتان سے جہاں کہ وہ چند ماہ کے لئے اپنے گاؤں بھڈیار (تحصیل اٹاری ضلع امرتسر۔ ناقل) سے کسب معاش کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ بذریعہ خطوط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور بعد میں حضور کے ملتان تشریف لے جانے پر وہیں حضور سے ملاقات کا شرف بھی انہیں حاصل ہوا[1]"

محترم میاں محمد دین صاحب جن کا ذکر یہاں مقصود ہے۔ ان کا بیان ہے کہ انہوں نے ملتان میں ایک بزرگ عالم میاں الٰہی بخش صاحب سے سُنا کہ قادیان میں کسی بزرگ نے مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے مولوی صاحب موصوف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب نور القرآن ہر دو حصہ لے کر پڑھی۔ اس کتاب کے ابھی چند ہی صفحات

---

[1] خاکسار عرض کرتا ہے کہ ملتان کا سفر سنہ ۱۹۰ء کے بعد نہیں بلکہ سنہ ۱۹۰ء سے تین سال قبل اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء میں ہوا تھا ہے (حیاۃ طیبہ ایڈیشن اول صفحہ ۲۲۵) لہٰذا ان بزرگوں کی بیعت نصف آخر ۱۸۹۷ء کی معلوم ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس بزرگ سے محترم مولوی صاحب نے یہ واقعہ سُنا انہیں سنہ کے متعلق سہو ہوا ہے۔ مگر حضور کے ملتان تشریف لے جانے کا تعلق چونکہ ایک واقعہ سے ہے اور واقعات عموماً یاد رہتے ہیں۔ اس لئے صحیح امر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی بیعت سنہ ۱۸۹۷ء کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہاں سنہ ۱۹۰ء میں ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ سنہ ۱۸۹۹ء تک کے صحابہ کے حالات کی کتابت ہو چکی ہے

(مؤلف)

پڑھے ہوتے کہ ان کو انشراح صدر ہوگیا۔ تاہم اسی وقت اُٹھ کر نفل پڑھنے شروع کئے اور سجدہ میں دعا کی کہ

"اے مولیٰ کریم یہ تو سچا معلوم ہوتا ہے۔ اگر واقعی یہ تیرا مرسل اور برگزیدہ مسیح موعود ہے تو اے مولیٰ تو ہمارے سارے خاندان کو اسے قبول کرنے اور اس کی جماعت میں شامل ہونے کا شرف عطا فرما"[۵۱]

آپ نے محترم میاں کرم دین صاحب اور محترم میاں جمال دین صاحب کو بھی حضرت اقدس کی کتاب نور القرآن دکھائی اور باہمی مشورہ سے تینوں بزرگوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کے خط لکھ دیئے۔ محترم میاں محمد دین صاحب ۱۹۵۰ء میں گنج مغلپورہ میں فوت ہوئے اور یہیں امانتاً دفن کئے گئے۔[۵۲]

---

# محترم مستری جان محمد صاحب

محترم مستری جان محمد صاحب ابن حاجی گلاب دین صاحب بھی موضع بھڈیار ضلع امرت سر کے باشندہ ہیں۔ آپ کی بیعت کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہو سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیعت بھی ۱۸۹۷ء کے بعد کی ہے۔ آپ اس وقت بفضلہ تعالیٰ باغبانپورہ لاہور میں اپنے اکلوتے فرزند میاں دین محمد صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی کے ہاں قیام پذیر ہیں۔ اور آپ کی عمر ۸۴-۸۵ سال ہے۔

آپ کو بھی متعدد بار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں قادیان جانے اور حضور کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ نیز اٹاری سٹیشن پر بھی جماعت بھڈیار کے ساتھ حضور سے شرف مصافحہ اور ملاقات نصیب ہوئی۔

محترم مستری صاحب نے بیان کیا کہ وہ بھڈیار ضلع امرتسر سے اندازاً ۱۹۲۱ء میں امرتسر چلے گئے تھے اور ۱۹۴۷ء میں مغلپورہ گنج میں آکر آباد ہو گئے۔

---

۵۱ الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۵ ۔ ۵۲ الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

# محترم میاں محمد اسماعیل صاحبؓ

محترم میاں محمد اسماعیل صاحبؓ نے بھی ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ جماعت بھڈیار ضلع امرتسر کے ساتھ بیعت کی اور متعدد مرتبہ قادیان میں اور اٹاری سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ آپ نے باغبانپورہ لاہور میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ۱۹۶۱ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

# محترم میاں دین محمد صاحب

محترم میاں دین محمد صاحب محترم جناب میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ کے برادر اکبر ہیں۔ آپ بچپن کے احمدی ہیں۔ بہت نڈر، بیباک، صاف گو اور مخلص۔ عمر ۷۵ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ پہلے لوکو ورکشاپ میں ملازم تھے۔ وہاں سے ریٹائر ہونے کے بعد اب گنج مغلپورہ میں ہی کریانہ کی دوکان کرتے ہیں۔

اولاد :- امینہ - عبدالستار قمر - نذیراں - بشیراں -

---

# حضرت حکیم جلال الدین صاحبؓ گنج مغلپورہ

ولادت اندازاً ۱۸۵۴ء بیعت ۱۹۰۰ء وفات ۱۹۴۴ء عمر ۹۰ سال

محترم مستری عباس محمد صاحب گنج مغلپورہ نے بیان کیا کہ

حضرت حکیم جلال الدین صاحبؓ میرے پھوپھا تھے۔ اُن کو تبلیغ میرے والد صاحب مستری جمال الدین صاحب نے کی تھی اور ان ہی کی تبلیغ سے حضرت حکیم صاحبؓ نے بیعت کی تھی۔ حکیم صاحب دراصل موضع لبانوالہ

(جو لاہور سے ۱۵-۲۰ میل کے فاصلہ پر نارووال لائن کے پاس ہے) کے باشندہ تھے اور بچپن ہی سے لاہور میں آمد و رفت تھی۔ یہاں ہی کسی زرگر سے زرگری کا کام سیکھا تھا اور پھر یہاں ہی رہائش اختیار کر لی تھی۔ پہلے "پرانے گنج" میں رہائش تھی۔ پھر جب موجودہ گنج بنا تو یہاں آگئے۔ پرانے گنج میں بھی انہوں نے اپنا مکان بنالیا تھا اور اس گنج میں بھی۔ لاہور کے بازار حلہ تیز ابیاں میں زرگری کی دکان تھی مگر یہاں آکر حکمت کی دکان کر لی۔ اور آخر وقت تک حکمت ہی کرتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں وفات پائی۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

آپ بڑے بزرگ آدمی تھے۔ جب فوت ہو کر نعش قادیان لے جانے کے لئے تیار کی گئی تو غیر احمدیوں نے کہا کہ اس بزرگ کی تو یہاں خانقاہ بنانی چاہیئے تھی تا ہر خاص و عام زیارت کرتا۔ آپ غرباء کو مفت دوا دیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات شربت اور خوراک وغیرہ کے لئے نقدی بھی دے دیا کرتے تھے۔ بڑے عبادت گذار تھے۔ آپ نے وصیت اپنی وفات سے چار ماہ قبل کی تھی۔

حکیم صاحب کے بڑے بھائی عبداللہ صاحب بھی صحابی تھے اور ان کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ بیعت دونوں بھائیوں نے ایک ہی زمانہ میں کی تھی۔ وہ دسمبر ۱۹۲۴ء میں فوت ہوئے تھے اور یہاں ہی دفن ہوئے۔ وہ ترکھانہ کام کیا کرتے تھے۔ ایک ان کے تیسرے بھائی تھے مگر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بیعت نہیں کی تھی۔ ۱۹۲۷ء میں بیعت کی تھی اور چند سال بعد فوت ہو گئے۔

اولاد:- عمر حیات۔ عائشہ بی بی۔ خدیجہ بی بی۔ مریم۔ رحمت بی بی۔

---

## حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۲۶ جولائی ۱۸۳۳ء بیعت ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء وفات ۱۲ جنوری ۱۹۲۹ء عمر ۹۶ سال

حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ پنجابی کے مشہور شاعر ہو گذرے ہیں۔ آپ کی سی حرفیاں آج بھی زبان زد خلائق ہیں۔ اگلے دن میں انار کلی کے قریب ایک پنجابی کتابوں کی دکان سے گذر رہا تھا تو اچانک

میری نظر ایک چھوٹے سے رسالے پر پڑی جب بغور دیکھا تو وہ بابا ہدایت اللہ صاحب کی سہ حرفیوں کا مجموعہ تھا اور سرورق پر حضرت بابا صاحب کی خیالی تصویر تھی جو ہاتھ سے بنائی گئی تھی اور آگے حقہ رکھا ہوا تھا۔ حالانکہ بابا ہدایت اللہ صاحب خدا تعالیٰ کے فضل سے مخلص صحابی تھے اور حقہ بالکل نہیں پیتے تھے۔ مگر پتہ نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ سمجھتے ہیں حقہ یا شراب کا استعمال نہ کرنے والا اعلیٰ درجہ کا شاعر ہی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال حضرت بابا صاحب کی بیعت ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کے لگ بھگ کی ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ جب حضور مولوی کرم دین صاحب سکنہ بھین ضلع جہلم کے ساتھ مقدمات کے سلسلہ میں گورداسپور میں قیام فرما تھے تو ان دنوں بھی بابا صاحب گورداسپور تشریف لے گئے تھے۔ محترم بابا قادر بخش صاحب کی روایت ہے کہ باباجی بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا تھا کہ بابا ہدایت اللہ صاحب بوڑھے آدمی ہیں۔ ان کی چارپائی کے پاس ایک لوٹا پانی کا رکھ دیا جائے تا رات کے وقت پانی کی تلاش میں انہیں تکلیف نہ ہو۔

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ فورمین بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم ۱۹۰۷ء میں حضرت مولوی غلام حسین صاحب متولی گمٹی والی مسجد لاہور کی نعش لے کر قادیان گئے تو ہم چاہتے تھے کہ انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جائے مگر معتمدین نے اعتراض کیا کہ ان کی وصیت کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ان کے اس اعتراض کا علم ہوا تو حضور نے فرمایا۔ "ان کی وصیت کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو مجسم وصیت ہیں۔ یہ ہوئے، خلیفہ ہدایت اللہ صاحب لاہوری ہوئے، ایسے لوگوں کی وصیت کی کیا ضرورت ہے۔"

یہ بات بیان کر کے حضرت بابو صاحب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

"خلیفہ ہدایت اللہ صاحب کے متعلق مجھے افسوس ہے کہ ان کے ورثاء نے ان کو یہاں دفن کر دیا ہے ان کے لئے کوئی صندوق نہیں بنوایا گیا تھا ورنہ میں اپنے خرچ پر ان کی نعش کو قادیان لے جاتا۔ ایک تیسرے شخص کا نام بھی حضور نے لیا تھا مگر مجھے ان کا نام یاد نہیں رہا۔"[1]

حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب کے والد کا نام مرزا عبداللہ بیگ تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۲۶ جولائی ۱۸۳۳ء (۱۲ جمادی الاول ۱۲۵۳ھ) ہے۔ آپ چار سال کی عمر کے تھے کہ آپ کے والد صاحب

---

[1] دیکھئے حالات حضرت مولوی غلام حسین صاحب رضی اللہ عنہ۔

فوت ہو گئے۔ چنانچہ تعلیم معمولی ہی حاصل کر سکے۔ آپ کی قوم مغل برلاس تھی۔ سکھ حکومت کے آخری ایام میں لاہور کے قلعہ میں کچھ عرصہ ملازمت بھی کی۔ آپ درزی کا کام کرتے تھے۔

آپ پنجابی کے بڑے مشہور شاعر تھے۔ مگر آپ کی شاعری کا آغاز ایک شدید صدمہ کی وجہ سے ہوا جو کہ آپ کو اپنے ایک پہلے خوبصورت لڑکے عمر ۵ سال کی وفات پر ہوا۔ جس کو آپ نے اس شعر سے شروع کیا۔

"ب بہت حسین سی یار میرا ۔ وانگ پھُل گلاب دے رنگ سیتو"

آپ نے پنجابی زبان میں کئی ایک سی حرفیاں لکھی ہیں جو کہ پنجاب کے دیہات میں اب بھی زبان زد عام ہیں۔ اسی طرح ایک سی حرفی آپ نے حضرت اقدس کے دعویٰ کی تائید میں لکھی۔ آپ نے خود نوشت یادداشت والی کاپی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ وفات پر ایک قطعہ کہا جو درج ذیل ہے:

"مسیح تصنیف دے موتی پرو کے ۔ عدو مارے ندامت وچہ ڈبو کے
اُو گئے تبلیغ کر بہہ کے کھلو کے ۔ دسی یاد خدا بس جاگ سو کے
دلاں وچہ نیکیاں دا بیج بو کے ۔ دُعائیں منگیاں مولا توں رو کے
سُنو تاریخ کہی ہاتف نے ہو کے ۔ خدا و تے مسیحؑ گئے فوت ہو کے"

آپ کی صوفیانہ شاعری اور نیکی کی وجہ سے مسلمانوں کے علاوہ کئی ہندو اور سکھ بھی آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ آپ کے ایک سکھ شاگرد لوہارا سنگھ جب بھی حاضر ہوتے آپ کے پاؤں پر سجدہ کرنے کی کوشش کرتے مگر آپ کے منع فرمانے پر بھی وہ اصرار کرتے کہ میرے مذہب میں چونکہ جائز ہے اس لئے مجھے آپ منع نہیں کر سکتے۔

آپ شروع میں اہلحدیث کے خیالات سے متفق تھے اور مسجد چینیاں والی (جو کہ اہلحدیث کی مسجد ہے) میں عموماً نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو مشرکانہ رسومات وغیرہ سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کے گھر ایک اسی طرح کا واقعہ ہوا کہ گھر کے ایک کمرہ کی دیوار میں پرانی طرز کی کلیاں (کھونٹیاں) لگی ہوئی تھیں۔ ہمسایوں سے آنے جانے والی عورتیں کمزوری ایمان اور توہمات کی وجہ سے اس کھونٹی پر ہار ڈالتیں اور تیل کے دیئے جلاتی رہتیں جیسے عموماً کمزور لوگ قبروں پر کرتے رہتے ہیں۔ ایک دن اس کمرے میں آپ کا اتفاقاً جانا ہوا۔ تو آپ یہ دیکھ کر بڑے خفا ہوئے کہ میرے گھر میں یہ مشرکانہ رسومات کیسے داخل ہوئیں۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے غصہ میں وہ کھونٹی اکھاڑ کر آگ میں جلا دی۔ اسی رات کو آپ

نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص آپ سے اس کھونٹی کے اُتارنے پر جھگڑا کر رہا ہے اور اس نے آپ کی دونوں انگلیاں جن سے اُتاری تھی پکڑ کر مروڑ دیں۔ صبح کو آپ اُٹھے تو آپ کی وہ دونوں انگلیاں سُن ہو رہی تھیں۔ آپ نے صبح کی نماز کے بعد یہ خواب مولوی غلام رسول صاحب جو چینیاں والی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے کو سُنایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ لاحول پڑھو یہ شیطان کا آخری حملہ تھا۔ انگلیوں پر پھونک ماری اور اسی وقت ٹھیک ہو گئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے روابط حضور کے دعویٰ نبوت سے کافی پیشتر سے تھے۔ یہ علم نہیں ہو سکا کہ کس سن سے آپ کی واقفیت حضور سے قائم ہوئی۔ بہرحال آپ سے یہ سُنا گیا ہے کہ حضور جب کبھی دعویٰ سے پہلے لاہور تشریف لاتے تو مسجد چینیاں والی میں کبھی کبھار تشریف لاتے۔ آپکی ملاقات بھی حضور سے اسی مسجد میں شروع ہوئی تھی۔ ایک دفعہ حضرت اقدس نے مسجد میں ملاقات کے دوران فرمایا کہ چلو مرزا صاحب آپ کا مکان بھی دیکھ لیں۔ چنانچہ باباجی بتایا کرتے تھے کہ حضرت اقدس آپ کے مکان تک تشریف لائے اور ایک منٹ کے قریب مکان کے تھڑے تک تشریف لاکر نظر ڈال کر واپس تشریف لے گئے۔

باباجی کی بیعت کی تاریخ کا علم نہیں۔ جہانتک قرائن سے معلوم ہوتا ہے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۹۰۰ء سے پہلے حضور کی بیعت کر لی تھی۔

آپ بڑے متعبد اور بروقت نماز روزہ کے پابند تھے۔ بڑے دُعا گو اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ لوگ آپ کے پاس تکالیف اور بیماریوں وغیرہ میں دعا کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ بعض اوقات لوگوں کو تعویذ بھی لکھ دیا کرتے تھے۔ آپ کی ساری اولاد بفضلہ تعالےٰ احمدیت کی شیدائی تھی اور ہے۔ آپ اپنی آخری عمر کے دو تین سال پیشتر تک باقاعدہ مسجد میں جو کہ آپ کے جدی مکان کے ساتھ ملحق تھی نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی میں تو کسی کو اس مسجد کی طرف نظر اُٹھانے کی ہمت نہ ہوئی مگر آپ کی وفات کے بعد ہی چند شر پسند مخالفین نے اس مسجد پر قبضہ کرنے کے لئے سازشیں شروع کر دیں۔ کئی سالوں کے لڑائی جھگڑے اور عدالتوں کے فیصلہ کے بعد احمدیوں نے خود ہی اس مسجد کو چھوڑ دیا کیونکہ عدالتی فیصلہ کی رُو سے ہر فریق کو نماز ادا کرنے کا حقدار ٹھہرایا گیا تھا مگر یہ ایک مستقل لڑائی جھگڑے کی بنیاد تھی۔ جو نمازوں کی حرمت کے خلاف تھی۔

خلافت ثانیہ کے اوائل میں آپ پیغامی جماعت کی طرف مائل رہے کیونکہ اکابرین لاہور سے آپ کے بڑے تعلقات تھے۔ مولوی محمد علی صاحب و دیگر اکابرین گاہے بگاہے آپ کی خبر گیری کیا کرتے تھے تاکہ آپ کے دل میں وسوسے پیدا کرتے رہیں۔ آپ بذاتِ خود سادہ طبیعت کے تھے۔ ویسے بھی بڑھاپے کا زمانہ تھا۔ ۸۰ سال سے زیادہ عمر ہو چکی تھی۔ ایک دو مواقع پر مولوی محمد علی صاحب اور شاید ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آپ کی تیمارداری کی غرض سے گھر پر تشریف لائے تھے۔ مگر آپ کے دونوں فرزند خلافت ثانیہ کی بیعت میں شامل تھے۔ ان کے دریافت کرنے پر فرمایا کرتے تھے کہ ان سے تو صرف میرے دیرینہ تعلقات ہیں ورنہ بیعت کے لحاظ سے میں اپنے بچوں کے ساتھ ہی ہوں۔ چنانچہ وفات سے کئی سال پہلے آپ نے باقاعدہ بذریعہ خط اور بذریعہ الفضل اعلان فرما کر خلافت ثانیہ کی بیعت کا اعادہ فرما دیا تاکہ دوستوں میں غلط فہمی نہ رہے۔ آپ نے ۹۶-۹۷ سال کی عمر میں ۱۹۲۹ء میں وفات پائی۔ محلہ کے ایک ڈھنڈورچی سائیں فیروز نے اسی وقت اپنے طور پر سارے شہر میں آپ کی وفات کی منادی کر دی کیونکہ اُسے بھی آپ سے بڑی عقیدت تھی چنانچہ ایک جم غفیر آپ کے جنازہ کے ساتھ شامل ہوا۔ پھر آپ کی وفات پر آپ کے فرزند مرزا قدرت اللہ صاحب نے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں آپ کی وفات اور تدفین وغیرہ کی اطلاع خود حاضر ہو کر دی تو حضور نے فرمایا کہ آپ انہیں قادیان کیوں نہیں لے کر آئے؟ جب بتایا گیا کہ آپ موصی نہیں تھے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے وصیت کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ حضور کی اجازت پر آپ کا ایک کتبہ مقبرہ بہشتی میں نصب کروا دیا گیا۔

آپ کی اولاد حسب ذیل تھی:۔

۱۔ پہلے لڑکے کا نام کریم اللہ تھا جو ۵ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔

۲۔ مرزا ولی اللہ۔ ۱۱؍جنوری ۱۸۶۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۴؍اکتوبر ۱۹۱۲ء کو ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ ماسٹر ولی اللہ کے نام سے موسوم تھے۔ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۳۔ مرزا عنایت اللہ۔ سن پیدائش ۱۲؍جون ۱۸۷۱ء اور وفات ۱۸؍ستمبر ۱۹۰۳ء ہے۔ ۳۲ سال کی عمر پائی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۴۔ مرزا قدرت اللہ صاحب۔ ۲۳؍اکتوبر ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے اور ۲۰؍ستمبر ۱۹۴۸ء کو ۶۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے بفضلہ تعالیٰ بہت سے بچے پیدا ہوئے جن میں سے کچھ کم عمری اور کچھ جوانی میں بھی فوت ہوئے۔

بفضل خدا تین لڑکے اور تین لڑکیاں بقید حیات ہیں۔

۵۔ مرزا عطاء اللہ۔ ۲۱ر اپریل ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے اور ۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۳ء کو ۷۶½ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کے کل چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ جن میں سے چار لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ ہیں۔

۶۔ عائشہ بیگم۔ آپ کی یہی ایک لڑکی تھی جو ۱۲ر ستمبر ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئی اور عین جوانی میں ۲۶ سال کی عمر میں سن ۱۹۰۳ء میں فوت ہوگئی تھی۔[1]

---

## محترم مرزا عطاء اللہ صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۲۱ر اپریل ۱۸۸۶ء  بیعت بچپن میں  وفات ۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۳ء  عمر ۷۶½ سال

آپ کا سن پیدائش ۲۱ر اپریل ۱۸۸۶ء ہے۔[2] آپ کے والد کا نام مرزا (بابا) ہدایت اللہ صاحب ہے جو پنجابی کے ایک مشہور شاعر تھے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ آپ بچپن سے احمدی تھے۔ ویسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف بھی ۱۴ سال کی عمر میں حاصل ہوا۔

ایک واقعہ آپ سنایا کرتے تھے کہ حضرت اقدس جب کبھی لاہور میاں چراغدین و میاں معراجدین صاحبان کے مکانات میں آکر ٹھہرا کرتے تھے تو لاہور کے ایک مخلص صحابی لیلاری (رنگریز) حضورؑ کی خدمت میں لاہور کا فالودہ پیش کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے فالودہ مرزا صاحب کے ہاتھ (جبکہ آپ ابھی بچہ ہی تھے) حضور کی خدمت میں بھجوایا۔ آپ بتایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس اس وقت کچھ لکھ رہے تھے اور خواجہ کمال الدین صاحب پاس بیٹھے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پیالہ رکھ دو۔ پیالہ ایک پلیٹ سے ڈھکا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے حسب ارشاد قریب ہی رکھ دیا اور نیچے اتر آئے۔ عموماً دستور تھا کہ حضور تھوڑا سا فالودہ پی لیا کرتے تھے اور باقی نیچے ارسال کر دیتے تھے۔ دوست اسی انتظار میں رہتے تھے اور تھوڑا تھوڑا تبرک سب چکھ لیتے تھے۔ مگر اس دن حضور نے بغیر کچھ پینے کے سارا پیالہ نیچے واپس کر دیا کہ طبیعت آج نہیں چاہتی۔ جب پیالہ نیچے آیا تو ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو

---

[1]، [2] یہ حالات مکرم مرزا عزیز احمد صاحب مکان نمبر ۲۴ زبیر سٹریٹ اسلامیہ پارک لاہور نے ۱۱ر جولائی ۱۹۶۵ء کو لکھ کر دیئے تھے۔ (مؤلف)

معلوم ہوا کہ اس میں ایک مکھی گری ہوئی ہے۔ سب حیران ہوئے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو ذرا سی بھی مشتبہ چیز کی طرف مائل نہیں ہونے دیتا۔ مگر وہ صحابی اپنے دل میں بہت افسردہ ہوئے کہ میری ذرا سی کوتاہی کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوئی ہے۔

آپ نے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد محکمہ تعلیم میں ۱۹۰۷ء میں ملازمت اختیار کرلی۔ یہاں آپ نے ۳۵ سال سے بھی زیادہ عرصہ ملازمت کی۔ اس محکمہ میں آپ کو مسلمانوں کی خدمت کرنے کا بہت اچھا موقعہ ملا۔ آپ اپنی سروس کے دوران بڑے با اصول اور باقاعدگی رکھنے والے تھے۔ آپ بڑے صائب الرائے اور ہمدرد انسان تھے۔ آپ کے سب عزیز واقارب آپ کی رائے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

آپکے والد مرزا ہدایت اللہ صاحب کی وفات کے بعد جو شر پسند عناصر نے مکان کے ساتھ ملحقہ مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اس کے دوران آپ نے بڑی مستعدی سے دوستوں کے ساتھ مل کر مقابلہ کیا۔ مقدمات کے دوران مالی مدد کا زیادہ بار آپ ہی نے اُٹھایا۔ پانچ چھ سال تک یہ جھگڑا چلتا رہا۔ اس عرصہ میں کئی دفعہ مسجد میں لڑائی جھگڑا بھی ہوا۔ آپ نے بڑی دلیری سے بغیر کسی خوف کے ان شریروں کا مقابلہ کیا۔ دشمن نے محلہ کے ایک آدمی کو پانچ سو روپیہ کا لالچ دے کر آپ اور آپ کے بڑے بھائی مرزا قدرت اللہ صاحب کے قتل کے لئے اکسایا مگر اس شخص نے اپنے محلہ اور پرانی ہمسائیگی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ راز مرزا صاحب پر ظاہر کر دیا تاکہ آپ محتاط رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے انکار پر دشمن کسی اور شخص کو نامزد کر دے۔ بہرحال دشمن ایسی کوششوں میں ناکام رہا۔ البتہ مقدمہ کے اس فیصلہ پر کہ ہر فریق نماز پڑھنے کا حقدار ہے احباب حلقہ نے اس مستقل جھگڑے سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا۔

آپ کو سیر کرنے اور شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ عموماً کئی کئی میل ہر روز پیدل سیر کرنے چلے جایا کرتے تھے۔ آخری دنوں تک پیدل چل لیا کرتے تھے۔ اور عزیز و اقارب کی خبر گیری ہمیشہ کرتے رہتے تھے۔ بچوں کو بھی نصیحت کرتے تھے کہ رشتہ داروں سے ملتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ تعلقات استوار رہتے ہیں اور تبلیغ و نصیحت کا موقعہ ملتا ہے۔

محکمہ تعلیم سے ۱۹۴۲ء میں فارغ ہونے کے بعد آپ نے قادیان جاکر محلہ دارالرحمت میں مولوی ارجمند خاں صاحب کا مکان کرایہ پر لے کر رہائش اختیار کرلی۔ پانچ بچے ابھی چھوٹے اور زیر تعلیم تھے۔

پنشن میں اخراجات بمشکل پورے ہوتے تھے۔ اس لئے کچھ عرصہ بعد ۱۹۴۳ء میں ملٹری اکونٹس کے محکمہ میں دوبارہ عارضی ملازمت اختیار کرلی۔ خود تو لاہور واپس آگئے مگر بیوی بچوں کو قادیان ہی میں رکھا۔ آخر ایک سال بعد بچوں کو پھر لاہور میں لے آئے۔ سی ایم اے کے دفتر سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فوڈ پرچیزز اکاؤنٹ آفس میں دسمبر ۱۹۴۷ء سے فروری ۱۹۵۰ء تک ملازمت کی۔

پنشن کے موقعہ پر آپ نے اپنے بڑے بھائی مرزا قدرت اللہ صاحب سے جو کہ پہلے ہی قادیان ہجرت کر گئے ہوئے تھے بذریعہ خط مشورہ کیا کہ آیا میں اپنی آدھی پنشن کمیوٹ کروالوں تا وہ روپیہ کسی تجارتی ادارے میں لگا دیا جائے۔ آپ کے بھائی صاحب نے حضرت اقدس سے دعا اور مشورہ کے لئے عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ انہیں کہیں کہ کمیوٹ نہ کرائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں لمبی عمر عطا فرمائے گا۔ چنانچہ آپ نے ۲۱ سال تک پنشن حاصل کی۔

آپ کو وفات سے چند سال پیشتر پیشاب کی سخت تکلیف ہو گئی تھی جس کی وجہ سے گھر سے باہر جانے میں بڑی رکاوٹ محسوس کرتے تھے۔ آخر ۱۹۶۳ء کے شروع میں یہی فیصلہ کیا کہ پراسٹیٹ گلینڈز (PROSTRATE GLANDS) کا اپریشن کروالیا جائے۔ تا یہ ہر وقت کی تکلیف دُور ہو ہو جائے۔ چنانچہ پہلا اپریشن کامیاب رہا اور ایک ٹیوب کے ساتھ پلاسٹک کی بوتل لگا دی گئی۔ گاہے بگاہے یہ سب کچھ ہسپتال سے صاف کرانا پڑتا تھا۔ اس دوران آپ کمزور کچھ زیادہ ہو گئے۔ مگر پھر بھی ہمت کر کے عزیز و اقارب کی خبر گیری کے لئے چلے جاتے تھے۔ چار ماہ بعد اکتوبر میں دوسرا بڑا اپریشن ہوا۔ خط و کتابت کے آپ اتنے پابند تھے کہ ہسپتال کے عرصہ میں بھی اپنا پیڈ۔ لفافے اور قلم ساتھ رکھتے تھے۔ اور وہیں سے اپنے بچوں اور عزیزوں کو جو لاہور سے باہر ہیں، اطلاع کرتے رہتے تھے۔ اس اپریشن کے بعد آپ دو دن زندہ رہے۔ خون اور گلوکوز وغیرہ ہر طرح دی گئی مگر آخر ۲۷ر اکتوبر کی صبح کو آٹھ بجے کے قریب جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کی اولاد مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۔ فہمیدہ بیگم۔ ولادت ۲۷ر جولائی ۱۹۱۰ء وفات ۱۹۳۶ء۔ شیخ عنایت اللہ صاحب ولد شیخ عطاء اللہ صاحب کے عقد میں آئیں جن سے دو بچے پیدا ہوئے۔

۲۔ مرزا عزیز احمد۔ ولادت ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۳ء۔ پہلی شادی مرزا محمد شفیع صاحب مرحوم محاسب صدر انجمن

احمدیہ قادیان کی دختر امۃ الرشید سے ہوئی جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے اور نومبر ۱۹۴۶ء میں فوت ہو گئی۔ دوسری شادی منیر اختر دختر نذر محمد خاں صاحب سے ہوئی۔ اس سے ایک لڑکی ہے۔

۳۔ صالحہ منہاس۔ ولادت ۱۰ جولائی ۱۹۲۷ء۔ نصیر احمد منہاس ابن بشیر احمد صاحب رحمانی سے شادی ہوئی جوانی میں ہی بیوہ ہو گئی۔ چھ بچے ہیں۔ یہ صدمہ مرزا صاحب کے لئے بہت سخت تھا۔

۴۔ ناصرہ بیگم۔ ولادت ۲۲ دسمبر ۱۹۲۹ء۔ شادی کامیاب ثابت نہیں ہوئی۔

۵۔ رشید بیگم۔ ولادت ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء۔ ان کی شادی عزیز کیپٹن ڈاکٹر صلاح الدین ابن ملک معراج الدین صاحب آف عراق سے ہوئی۔ ایک بچی ہے۔

۶۔ مرزا خلیل احمد۔ ولادت ۱۷ اگست ۱۹۳۲ء۔ لاہور میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہے۔ غیر شادی شدہ

۷۔ مرزا ناصر احمد۔ ولادت ۱۴ دسمبر ۱۹۳۴ء۔ آدم جی جیوٹ مل ڈھاکہ میں بعہدہ مینجر ملازم ہیں۔ ان کی شادی عذرا بنت نسیم احمد انصاری صاحب سے ہوئی۔ ایک بچی ہے۔

۸۔ مرزا سعید الدبیگ۔ ولادت ۲۰ جنوری ۱۹۴۰ء۔ ڈھاکہ جیوٹ مل میں بطور سپروائزر ملازم ہے۔ غیر شادی شدہ ہے۔

---

# محترم مرزا قدرت اللہ صاحب رض

ولادت ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۰ء بیعت ۱۹۰۰ء وفات ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء

محترم مرزا قدرت اللہ صاحب پنجابی کے مشہور شاعر بابا ہدایت اللہ صاحب کے صاحبزادہ تھے۔ اور دفتر اگزامینر میں ملازم تھے۔ صحابی تھے۔ بڑے ہی دعاگو تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد قادیان چلے گئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ وہیں فوت ہو کر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

اولاد:۔ کافی اولاد ہوئی۔ مگر کچھ بچپن میں اور کچھ جوانی میں فوت ہو گئی۔ اب تین لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ ہیں۔

# حضرت سیّد سردار احمد صاحب

ولادت ۱۸۸۵ء بیعت ۱۹۰۰ء

حضرت سیّد سردار احمد صاحب سکنہ شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ ۱۲۹۹ ہجری میں بمقام لاہور اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں ۱۹۰۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور محکمہ ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی۔ دسہرہ کی رخصتوں میں قادیان گئے اور حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔

آپ فرماتے ہیں کہ

میرا قادیان جانا کسی خاص تحریک کا نتیجہ نہ تھا بلکہ از خود ہی میرے قلب میں ڈالا گیا کہ قادیان جاکر حضرت مرزا صاحب کو ضرور دیکھنا چاہیئے۔ والدہ اور نانی صاحبہ کو بھی میں نے نہ بتایا کہ میں قادیان جا رہا ہوں۔ قادیان پہنچکر مسجد مبارک میں گیا۔ ابھی پہنچا ہی تھا کہ حضرت اقدس تشریف لے آئے اور حضور کی نظر مجھ پر پڑی۔ ادھر میں نے بھی حضور کو دیکھا۔ پس ایک برقی رو تھی جس نے میرے قلب پر اثر کیا۔ اور مجھے اطمینان قلب ہو گیا۔ اسی شام کو بیعت کی اور دو روز رہ کر واپس چلا آیا۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

بیعت کے بعد چونکہ میری طبیعت میں ایک رُوحانی انقلاب پیدا ہو گیا تھا اس واسطے جلد ہی میری والدہ، نانی صاحبہ اور دوسرے رشتہ داروں کو معلوم ہو گیا کہ یہ احمدی ہو گیا ہے۔ تھوڑا عرصہ انہوں نے میری مخالفت کی۔ مگر چونکہ میں قرآن وحدیث سے کسی حد تک واقف تھا اس لئے مجھ پر اُن کا کوئی داؤ نہ چل سکا بلکہ میری والدہ صاحبہ نے بھی بیعت کر لی۔ اور ۱۹۰۷ء میں بمقام لاہور فوت ہوئیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے کئی مرتبہ تبلیغی جہاد کرتے ہوئے ماریں بھی کھائیں اور طعن وتشنیع کا نشانہ بھی بنا مگر حضرت اقدس کی ہتک مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اور میں اسی وقت ترکی بہ ترکی جواب دیتا رہا۔ حضور کی خدمت میں سال میں تین چار مرتبہ جایا کرتا تھا۔ حضور اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر آیا کرو اور زیادہ دیر ٹھہرا کرو۔ حضور میری چھوٹی عمر کا لحاظ کرکے بہت ہی شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔

بیعت خلافتِ اولیٰ اور خلافتِ ثانیہ میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے فوراً شامل ہو گیا۔ اور ایک دن کا بھی توقف نہیں کیا۔

اپنے خاندانی حالات بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ

ہمارے مورثِ اعلیٰ سیّد عبداللہ شاہ صاحب مرحوم بخارا کی طرف سے ہندوستان آئے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ یا اس سے پہلے یا بعد میں۔ پہلے گجرات کاٹھیاوار میں کسی جگہ فروکش ہوئے۔ اور بعد میں جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے وہاں سے دہلی چلے گئے۔ راستے میں ہمارے ایک بزرگ کا مزار ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ایک شیر کے ساتھ مقابلہ کر کے اُسے مار دیا تھا۔ پھر اسی جگہ خود بھی فوت ہو گئے۔ دہلی سے شہنشاہ جہانگیر کے وقت لاہور تشریف لائے۔ شاہِ وقت نے ان کے گذارہ کے لئے کچھ زمین دی۔ یہ زمین آخر کار محکمہ ریلوے نے خرید لی۔ انار کلی میں کچھ دکانیں بھی تھیں اور ایک احاطہ چونہ منڈی میں تھا۔ مگر یہ ساری جائداد فروخت ہو گئی۔ اب ہمارے پاس قریباً چار مربعہ زمین موضع شاہ مسکین شمولہ موضع کھابل ضلع شیخوپورہ میں ہے وہاں پر ہمارا اپنا زمینداره ہے۔

اپنی ملازمت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ

میں محکمہ انہار میں ملازم تھا۔ عہدہ ہیڈ کلر کی سے پنشن پر ہوں۔ آدھی پنشن کا روپیہ چونکہ میں نے لے لیا تھا۔ اس لئے اب نصف یعنی چالیس روپے پنشن مل رہی ہے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب میانہ قد کے وجیہ اور مضبوط انسان ہیں۔ آپ کی رہائش "شاہ مسکین" میں ہے۔ کبھی کبھی پنشن لینے کے لئے لاہور تشریف لایا کرتے ہیں۔ تبلیغ کا آپ کو ساری عمر شوق رہا ہے۔ چند سال کی بات ہے خاکسار بھی جلسہ سالانہ شاہ مسکین پر گیا ہوا تھا۔ اور جلسہ شاہ مسکین کے مغابعد یعنی شرقپور میں جلسہ تھا اور فاصلہ آٹھ نو میل کا تھا۔ شاہ صاحب میرے ساتھ چل پڑے۔ میں سمجھا کہ میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر پختہ سڑک ہے اور ہر وقت بسیں آتی رہتی ہیں۔ کسی بس پر سوار ہو کر چلے جائیں گے۔ مگر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت شاہ صاحب نے یہ سارا سفر بڑھاپے میں پیدل کیا اور آپ کے ساتھ مجھے بھی پیدل چلنا پڑا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۳ سال ہے مگر صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے ساتھ خاص دوستی رہی ہے۔ حکمت کا بھی شوق ہے۔ آپ کے بعض نسخے بیحد مفید ہیں۔

اولاد :- یار محمد۔ مختار احمد۔ سلطان محمود شاہد۔ امۃ الحفیظ۔ امۃ الرشید۔ زبیدہ۔

---

## حضرت صوفی فضل الٰہی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۱۸۸۶ء    بیعت بچپن میں    وفات ۱۴ جنوری ۱۹۶۳ء    عمر ۷۷ سال

حضرت صوفی فضل الٰہی صاحب ولد صوفی کرم الٰہی صاحب صحابی ابن صحابی تھے۔ اندرون دہلی دروازہ گلی درزیاں میں رہا کرتے تھے۔ نماز کے لئے باقاعدہ مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں آیا کرتے تھے۔ میرٹھ اور شملہ میں بسلسلہ ملازمت رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد لاہور آ گئے۔ ۱۴ جنوری ۱۹۶۳ء کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی صوفی بشیر احمد صاحب بہت ہی مخلص احمدی تھے چند سال ہوئے وفات پا گئے۔

اولاد۔ شریف احمد، عزیز احمد، خلیل احمد، ناصر احمد، رضیہ سلطانہ، صفیہ سلطانہ۔

---

## حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر رضی اللہ عنہ

(از قلم محترمہ حمیدہ صابرہ صاحبہ دختر حضرت ڈاکٹر صاحب رضی اللہ عنہ)

ولادت ۱۲۹۳ھ    بیعت اندازاً ۱۹۰۰ء    وفات ۱۴ جنوری ۱۹۵۵ء

میرے والد ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر صحابی رضی اللہ عنہ ایک نومسلم خاندان سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے اعتراف کے تحت حضرت داداجان کا ذکر خیر بھی ضروری ہے۔ حضرت داداجان سردار روپ سنگھ ایک متمول اور کٹر خیالات رکھنے والے سکھ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ سترہ برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ امرتسر میں جائداد وغیرہ بہت تھی حسن اتفاق سے اس مکان میں مسلمان کرایہ دار آ بسے جس کی بالائی منزل میں آپ لوگ رہتے تھے۔ ان کا آنا سونے پہ سہاگہ کا کام کر گیا حضرت داداجان کا اسلام کی طرف رجحان دیکھ کر وہ نیک فطرت آدمی انہیں اسلام

سے روشناس کرواتا رہا۔ رمضان المبارک کے دن آگئے۔ روزوں کی حکمت و برکت سے انہیں آگاہ کیا۔ آپ نے بھی روزے رکھنے کی خواہش ظاہر کی اور اسلام لانے سے قبل ہی اپنے خاندان کی لاعلمی میں رمضان کے روزے رکھے چونکہ آپ بالائی منزل میں رہتے تھے۔ رات کو سوتے وقت ایک رسی سے پاؤں کے انگوٹھے کو باندھ لیتے تھے۔ اس کا دوسرا سرا نیچے لٹکا دیا جاتا۔ سحری کے وقت مسلمان کرایہ دار اُسے ہلاتا تو آپ بیدار ہو کر نیچے اُتر آتے۔ ان کے ساتھ سحری کھا کر روزہ رکھ لیتے اور تمام دن اپنا روزہ پوشیدہ رکھتے ۔ ۔ ۔ ۔ رفتہ رفتہ اسلام کی محبت گھر کر گئی۔ باپ نے غصہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کو جائداد سے عاق کر دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جب بہن بیاہی گئی تو ان کے شریف طبع خاوند نے ان کے دل میں بھائی کی محبت کی تڑپ دیکھ کر انہیں اس شرط پر اپنے بھائی سے ملنے کی اجازت دی کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ سے کچھ کھائیں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کام کو کون سمجھ سکتا ہے۔ ادھر وہ دنیاوی مال و دولت سے محروم کر دیئے جاتے ہیں ادھر اللہ تعالیٰ انہیں دولت اسلام سے مالا مال کر دیتا ہے اور پھر ان کے خاندان پر مزید فضل یہ کرتا ہے کہ انہیں نور احمدیت سے بھی منور کر دیتا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس طرح پر سردار روپ سنگھ سترہ برس کی عمر میں مسلمان ہو کر مولوی عبد الغنی بن گئے۔ آپ بڑے عالم ہو گذرے ہیں۔ انبالہ سکول میں عربی فارسی کے معلم رہے۔ پچاسی سے کچھ اُوپر عمر پائی۔

آپ کی اولاد میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ جن کے نام تاریخی ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ (ڈاکٹر) اظہر علی | سنہ ۱۲۹۰ھ | (ان کا نام منارۃ المسیح پر کندہ ہے) |
| ۲۔ (ڈاکٹر) فیض علی صابر | سنہ ۱۲۹۴ھ | |
| ۳۔ مظہر علی طالب | سنہ ۱۲۹۷ھ | |
| ۴۔ منظر علی | سنہ ۱۳۰۰ھ | |
| ۵۔ مراد خاتون | سنہ ۱۳۰۲ھ | (زوجہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رض) |
| ۶۔ (ڈاکٹر) اقبال علی غنی | سنہ ۱۳۰۴ھ | |

حضرت داداجان کی وفات کے بعد حضرت تایاجان اور حضرت والد صاحب کم عمری میں ہی ملازمت کے سلسلہ میں افریقہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ ہم دونوں بھائی کچھ فاصلہ پر

کام کرتے تھے۔ میں ان دنوں خوب فیشن ایبل تھا اور دین کی طرف کم ہی دھیان تھا۔ رخصت لیکر بڑے بھائی صاحب کو ملنے آیا۔ تو انہیں دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ان کے اندر نمایاں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی خوبصورت چہرہ پر ایک چھوٹی سی داڑھی عجب بہار دکھا رہی تھی اور نماز و عبادت سے شغف بڑھ گیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ مکرم ڈاکٹر رحمت علی صاحب (برادر حضرت حافظ روشن علی صاحب رضؓ بہنوئی حضرت مولوی غلام رسول صاحب وزیر آبادی رضؓ) کی تبلیغ سے احمدی ہو چکے ہیں۔ میں چونکہ اپنے بھائی کا بہت احترام کرتا تھا۔ اس لئے ان میں یہ تغیر دیکھ کر میں نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا۔ پھر قادیان آکر دستی بیعت بھی کی۔

حضرت والد صاحب اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو بڑی مشکل سے قادیان لائے۔ حضرت دادی جان تو اس شرط پر رضامند ہوئیں کہ انہیں (حضرت) مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر جانے پر مجبور نہ کیا جائے۔

قادیان آنے پر وہ ایک دفعہ ہمسایہ عورتوں کے ساتھ مل کر اپنی مرضی سے حضرت اماں جان کی ملاقات کو تشریف لے گئیں اور اس قدر گرویدہ ہوئیں اور ایسا تعلق قائم کر لیا کہ مرتے دم تک نہ چھوڑا۔ انہیں سب "بولو جی" کہتے تھے۔

حضرت والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے لنگرخانہ کے مہتمم کے طور پر بھی کام کیا۔ . . . . اخبار "البدر" . . . . کے ابتدائی نمبروں میں آپ کا نام بطور مہتمم درج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشہور الہام ربّ کل شیءٍ خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی بھی انہی دنوں "البدر" میں شائع ہوا تھا۔

آپ کا عالم جوانی کا ایک فوٹو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر صحابہ کرام کی معیت میں ہے جو کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضؓ نے ہمیں تحفۃً دیا ہوا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قلم مبارک سے میرے والد صاحب کے نام خط لکھا۔ اور پھوپھی جان رضؓ کا رشتہ حضرت خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب کے لئے مانگا۔ جس میں لکھا تھا کہ میری خواہش ہے کہ آپ یہ رشتہ کر دیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے آخری سفر لاہور میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت خراب ہونے پر صدقہ کے جو بکرے منگوائے گئے۔ آپ انہیں خرید کر لائے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے

انہیں کہا کہ آپ ہی انہیں ذبح کریں کیونکہ آپ بھی اہلبیت میں سے ہیں۔ واپسی پر بٹالہ سے قادیان تک جسد مبارک کو قادیان لے جانیوالوں میں آپ بھی شامل تھے۔

۱۹۱۱-۱۲ء میں بسلسلہ ملازمت بہاولپور تشریف لے گئے اور کئی برس تک ملٹری ہاسپٹل بہاولپور کے میڈیکل آفیسر رہے۔ آپ حد درجہ کے مہمان نواز اور سخی تھے۔ بیماروں کا نہ صرف ہمدردی سے علاج کرتے تھے بلکہ نقدی، کپڑوں اور غذا سے بھی مدد فرمایا کرتے تھے۔ تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا۔ سلسلہ کی کتب خریدتے اور غیر احمدی احباب میں تقسیم کر دیتے۔ بڑے متوکل انسان تھے۔ "اللہ مالک ہے" تکیہ کلام تھا۔ قرآن کریم کا معتدبہ حصہ زبانی یاد تھا۔ حضرت اقدس کے اردو اور فارسی اشعار بہت سے یاد تھے۔ ہم بچوں کے اندر یہ ذوق پیدا کرنے کے لئے اکثر ہمارے ساتھ بیت بازی ہوتی۔ بچوں کی ذہانت پر خوش ہو کر انہیں انعام بھی دیتے۔

خود بھی شعر کہہ لیتے تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب پہلی مرتبہ دورۂ یورپ پر تشریف لے گئے۔ ان دنوں آپ کی نظم

"مشرق و مغرب کو آپس میں ملائے قادیان"

الفضل میں چھپی تھی جو بہت مقبول ہوئی۔ حضرت ام المومنینؓ کی وفات پر بھی آپ نے قطعۂ تعزیت لکھا تھا۔ جو مصباح میں چھپ چکا ہے۔ تاریخ وفات تھی :-

۱۳۷۱ ہجری

مادر شفیقہ نصرت جہاں بیگم

تقسیم ملک کے بعد آپ ماڈل ٹاؤن لاہور میں ۱۹۴۷ء سے لے کر دسمبر ۱۹۵۳ء تک مقیم رہے۔ یہاں آپ نے ایک رسالہ "نامۂ پاکستان" کے چند نمبر نکالے جو ملک کی نامور ہستیوں کو بھیجے گئے اور بہت پسند کئے گئے۔ مشہور اخبار "نوائے وقت" نے بھی اپنی ایک اشاعت میں "نامۂ پاکستان" شائع کیا اور اس پر تبصرہ بھی لکھا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جب حصۂ جائداد کی ادائیگی کی تحریک فرمائی۔ تو آپ نے خاصی کوشش کر کے اپنی وصیت کی رقم ادا فرما دی۔

اولاد :- ڈاکٹر احسان علی۔ سردار رحمت اللہ۔ سردار عبد الرحمٰن۔ حمیدہ صابرہ۔ امۃ الحفیظ بیگم۔ سردار عبد المنان۔ سردار عبد السلام۔ سردار عبد الحمید۔ سردار عبد الرشید۔

۴۶ پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں

۲۴ پڑپوتے اور پڑپوتیاں

۱۴ر جنوری ۱۹۵۵ء بروز جمعہ ایک بجے بعد دوپہر حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے مولا حقیقی کو جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا راجیکی رض نے تاریخ وفات "غفران مآب" لکھی اور مقبرہ بہشتی ربوہ میں قطعہ صحابہ میں دفن ہوئے۔

---

# حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب رض

ولادت ۱۸۷۸ء بیعت ۱۹۰۰ء وفات ۲۳ر اگست ۱۹۴۹ء

حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب رض کے والد محترم کا نام حضرت شیخ عمر بخش صاحب تھا۔ آپ گورنمنٹ کنٹریکٹر بننے سے قبل ریلوے میں کلرک تھے۔ دہلی دروازہ کے باہر آپ نے جماعت احمدیہ کی طرف سے دیواروں پر ایک پوسٹر لگا ہوا دیکھا۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا ذکر کر کے قبول احمدیت کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ اشتہار پڑھ کر آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت پیدا ہو گئی اور آپ صداقت احمدیت کے قائل ہو گئے۔ چنانچہ آپ اور آپ کی اہلیہ صاحبہ حضرت سکینہ بیگم دونوں نے ۱۹۰۰ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔

اس کے بعد سلسلہ کے ساتھ جوں جوں واقفیت بڑھتی گئی آپ ایمان اور عرفان میں ترقی کرتے چلے گئے حتیٰ کہ طاعون کی شدت کے زمانہ میں جبکہ عام موتا موتی لگ رہی تھی اور لوگوں پر خوف و ہراس طاری تھا۔ ہو رلاہور کی ہر گلی کوچہ میں لوگ اکٹھے ہو کر یہ مشہور فقرہ پڑھا کرتے تھے ؎

توبہ، تسبیح، استغفار اسیں بندے گناہگار

آپ دیوانہ وار تبلیغ میں مصروف تھے۔ ان ایام میں آپ اندرون بھاٹی دروازہ لاہور محلہ پٹرنگاں میں ایک چوبارے پر رہا کرتے تھے اور نیچے اور لوگ رہتے تھے۔ جب وہ سب ایک ایک کر کے طاعون کا شکار

ہو گئے حتیٰ کہ ان کا کُتا بھی طاعون سے مر گیا تو آپ کو لوگوں نے کہا کہ شیخ صاحب آپ کی نچلی منزل کے سارے لوگ طاعون سے مر گئے ہیں آپ مہربانی فرما کر یہ چوبارہ خالی کر کے کسی اور مکان میں چلے جائیں، یہ جگہ خطرناک ہے۔ اس پر آپ فرمایا کرتے تھے کہ طاعون کے کیڑے احمدیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ چنانچہ "کشتی نوح" سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پیش کر کے لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تم بھی طاعون سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو آؤ! احمدیت قبول کر لو۔

قرآن کریم سے آپ کو اس قدر عشق تھا کہ اکثر تر آنکھوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں     قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

بارہا فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ قرآن کریم کا طواف کروں۔ قرآن کریم کے اندر اکثر خوشبودار پھول رکھا کرتے تھے اور تلاوت کرتے وقت قرآن کریم کو چومنا ان کی عادت میں داخل تھا۔

آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔ گوجرانوالہ کی رہائش کے ایام میں آپ وہاں کے سکرٹری تبلیغ تھے۔ چنانچہ سکرٹری تبلیغ کی حیثیت میں آپ نے متعدد تبلیغی پمفلٹ لکھے۔

میاں بیوی دونوں بیحد مہمان نواز تھے۔ جب آپ نے سرکاری ملازمت ترک کر کے پشاور میں ٹھیکیداری کا کام شروع کیا تو وہ خلافت اولیٰ کا زمانہ تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی کی وفات کی اطلاع ملی تو پشاور میں سب سے پہلے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیعت بذریعہ تار کی۔ اور بعد ازاں جب قادیان سے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب اور حضرت علامہ محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوری پر مشتمل وفد پشاور پہنچا تو اس کا قیام بھی آپ ہی کے ڈیرہ پر رہا۔ حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری کے ساتھ مناظرہ قرار پایا تھا اور حضرت مولوی صاحب نے اپنی طرف سے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کو مناظر مقرر کیا تھا۔ چنانچہ خلافت ثانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ کے دوران ہی حضرت قاضی صاحب قادیان پہنچے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیعت کر لی جس پر حضرت شیخ صاحب کو بہت خوشی ہوئی۔

حضرت شیخ صاحب سلسلہ کے سارے اخبارات منگوایا کرتے تھے۔ کتابیں بھی کافی تعداد میں جمع کر رکھی تھیں اور بعض کتب کے تو کئی کئی نسخے زیر تبلیغ افراد میں تقسیم کرنے کے لئے خرید لاتے تھے۔

ذیل میں آپ کی چند روایات درج کی جاتی ہیں جو آپ نے خود خاکسار سے بیان کیں۔

۱۔ ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے کہ سالانہ جلسہ کے ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ نماز ظہر کا وقت تھا اور نمازی جمع تھے۔ حضور نماز ادا کرنے کے بعد تقریر فرما رہے تھے۔ اس وقت ایک شخص باہر سے آیا اور وہ دوستوں کے سر سے پھاندتا ہوا حضور کے قریب چلا گیا۔ اُس کی اس جد وجہد میں ایک دوست کی پگڑی اُتر گئی اور اس نے حضور کو شکایتی رقعہ لکھ دیا۔ حضور اس کو پڑھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور گھر کی کھڑکی کے پاس پہنچکر حضرت مولانا نورالدین صاحب کو بُلایا اور کھڑکی کے پاس چند باتیں کر کے اندر تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب واپس آکر کھڑے ہو گئے اور تقریر شروع کی۔ تقریر تو دس پندرہ منٹ فرمائی تھی جو گو مجھے ساری یاد نہیں لیکن اس کے شروع کے الفاظ مجھے آج بھی من وعن یاد ہیں۔ فرمایا۔ دیکھو! آج میں تمہیں ایک خوفناک بات سُناتا ہوں۔ خود نہیں بلکہ مامور کیا گیا ہوں۔ کہ تمہیں بتاؤں کہ آج ہمارا امام دعا کر رہا ہے، کہ "خشک ڈالی مجھ سے کاٹی جاوے۔ تم دوسروں کا سر کچل کر خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتے قرب الٰہی اس کے فضل سے ملتا ہے۔"

۲۔ حضور کی وفات سے چند روز پہلے ایک رئیس دہلی حافظ عبدالکریم صاحب نے مجھ سے خواہش کی کہ میں حضرت مسیح موعودؑ سے ان کی ملاقات کروا دوں۔ اس وقت حضور لاہور میں تشریف لائے ہوئے تھے اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں فروکش تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو میاں فضل حسین صاحب جو بعد میں "سر" کہلائے۔ اور میاں شاہ نواز صاحب بیرسٹر، خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے مکانات کے . . . درمیان کی گلی میں ایک چارپائی پر بیٹھے تھے اور حضور سے ملاقات کی درخواست کر رکھی تھی۔ ہمارے پہنچنے پر حضور معاً باہر تشریف لے آئے۔ ایک چارپائی خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان کی کھڑکی کے نیچے گلی میں بچھائی گئی اور ایک چارپائی ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے مکان کے ساتھ اور تیسری چارپائی سڑک کی جانب بچھائی گئی پہلی چارپائی پر حضور جلوہ افروز ہوئے۔ دوسری بالمقابل چارپائی پر میاں فضل حسین صاحب اور میاں شاہنواز صاحب بیٹھ گئے۔ تیسری چارپائی پر میں اور حافظ عبدالکریم صاحب دہلوی بیٹھ گئے خواجہ کمال الدین صاحب تشریف لائے اور وہ حضور کی چارپائی کی پائنتی پر بیٹھ گئے اور سلسلہ

کلام یُوں شروع ہوا:۔

میاں فضل حسین۔ حضور! مسلمانوں میں پھوٹ پڑ رہی ہے۔

حضور علیہ السلام۔ ہاں۔ ہمیں بھی یہی غم کھا گیا ہے کہ جس گھر میں پھوٹ پڑی ہوئی ہو۔ دشمن کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔

میاں صاحب۔ حضور! آپ نے بھی تو جماعت کو الگ کر دیا ہے۔

حضور۔ ہم نے جماعت کو الگ نہیں کیا۔ بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے ہم پر کفر کا فتویٰ لگایا اور بڑی تکلیف اُٹھا کر ہندوستان میں سفر کر کے علماء سے اس پر مُہریں لگوائیں۔ اب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص مومن کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ لوگ اس پر عمل نہ کریں مگر میں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہیں چھوڑ سکتا۔

میاں فضل حسین۔ حضور۔ فتویٰ لگانے والے علماء مر گئے۔

حضور۔ ہاں۔ بہت مر گئے۔ مگر ابھی کچھ زندہ ہیں۔

میاں صاحب۔ حضور۔ سب مر گئے۔

حضور علیہ السلام نے اس موقعہ پر تبسم فرما کر کہا کہ

اچھا ہم نے مان لیا کہ سب مر گئے مگر موجودہ علماء میں سے دو چار سے آپ یہ شائع کروا دیں کہ ہم مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتے تو میں جماعت کو حکم دے دوں گا کہ وہ مل کر نمازیں پڑھیں اور اگر اس طرح مجھے قابو میں لانا چاہیں کہ اذا لقوا الّذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا واذا خلوا الیٰ شیاطینھم قالوا انّا معکم انّما نحن مستھزءون تو میں قابو میں نہیں آسکتا۔

پھر میں حضور کے پاؤں دبانے لگ گیا تو میاں فضل حسین نے اس بات کو چھوڑ کر سوال کیا۔

میاں فضل حسین۔ حضور کا خیال معراج کے متعلق کیا ہے؟

حضور۔ ماجعلنا الرویا التی اریناک

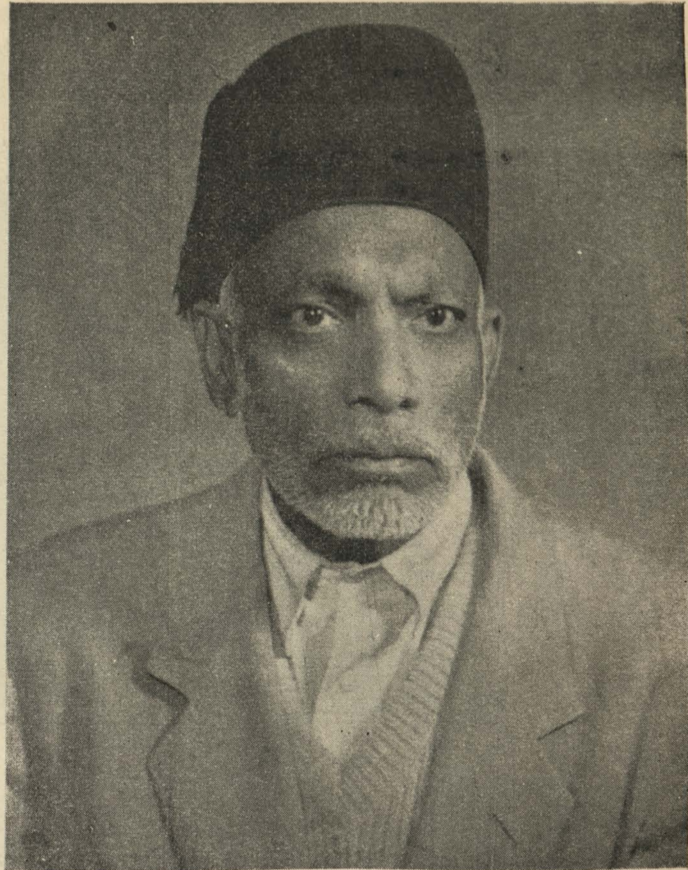
میاں صاحب۔ شق القمر کے متعلق حضور کا کیا خیال ہے؟

حضور۔ لطیف ترین کشوف میں سے تھا۔



(۱) (دائیں طرف سے) محترم شیخ بشیر احمد صاحب
(۲) حضرت امیرالمومنین خلیفتہ المسیح الثانی رض
(۳) حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب رض والدماجد محترم شیخ بشیر احمد صاحب

نوٹ :— جس رات حضور پر ''مصلح موعود'' ہونے کا انکشاف ہوا ۔ اس سے اگلے روز یہ فوٹو لی گئی ۔



محترم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی (صفحہ ۲۹۲)



حضرت خانصاحب میاں محمد یوسف صاحب
نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور (صفحہ ۲۸۷)

اس کے بعد وہ رئیس چونکہ مولوی صاحب سے بھی ملنا چاہتے تھے اور حضرت مولوی صاحب اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب کے کمرہ میں مطب کر رہے تھے۔ ہم وہاں چلے گئے . . . .

میاں فضل حسین صاحب اور حضورؑ کی گفتگو کو خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بذریعہ اشتہار شائع کیا تھا۔ اور اس پہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کے دستخط بھی کروائے تھے۔ مگر افسوس کہ آخری حصہ گفتگو کا جس میں حضور علیہ السلام نے قرآن کی آیت کو ان پر چسپاں کیا تھا۔ اس کو چھوڑ دیا۔ حضرت شیخ صاحب کئی سال تک متواتر جمعہ و عیدین کے خطبات پڑھتے رہے۔

اولاد :- شیخ نذیر احمد صاحب مرحوم گورنمنٹ کنٹریکٹر سیالکوٹ چھاؤنی
شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ و سابق جج ہائیکورٹ مغربی پاکستان
شیخ محمد اسلم صاحب مرحوم گورنمنٹ کنٹریکٹر
شیخ محمد اسحاق صاحب
ہاجرہ بیگم مرحومہ۔ سلیمہ بیگم مرحومہ۔ آمنہ بیگم۔ محمودہ بیگم۔

## حضرت خانصاحب میاں محمد یوسف صاحب

ولادت ۱۸۸۸ء بیعت ۱۹۰۱ء

حضرت خانصاحب میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور ولد حضرت میاں ہدایت اللہ صاحب سپرنٹنڈنٹ پنجاب سول سکرٹریٹ لاہور مزنگ نے فرمایا

۱۔ حضرت جب جہلم تشریف لے گئے۔ میں اس زمانہ میں طالب علم تھا۔ مجھے یاد ہے کہ حضور نے ایک ڈبہ ریزرو کرایا ہوا تھا۔ جب گاڑی جہلم پہنچی تو وہ ڈبہ ٹرین سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔ بیشمار لوگ جہلم ریلوے اسٹیشن پر جمع تھے اور یہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ حضور ریلوے اسٹیشن سے دو گھوڑے والی بند گاڑی میں سوار ہوئے تھے اور دریا کے کنارے ایک کوٹھی میں فروکش ہوئے تھے۔ بہت سے لوگوں نے وہاں بیعت کی تھی۔ قبلہ والد صاحب وہاں جماعت کے سکرٹری

تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب اور بہت سے بزرگ حضور کے ہمراہ تھے۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو مجھے یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی حضور کے ہمراہ کوٹھی میں فروکش تھے۔ لمبا چوغہ پہنا ہوا تھا (آپ اب بھی وضو فرماتے ہوئے میری آنکھوں کے سامنے ہیں)

جب حضور نے مستورات کی بیعت لی تو خاکسار بھی وہاں موجود تھا۔ حضور ایک اونچی جگہ پر تشریف فرما تھے اور مستورات کو کپڑا پکڑایا ہوا تھا جس کے ساتھ انہوں نے بیعت کی تھی۔ دوسری عورتوں نے ان عورتوں کے ساتھ ہاتھ لگائے ہوئے تھے۔

۲۔ پیشی مقدمہ کے لئے جب حضور گورداسپور گئے تھے تو ایک مرتبہ میں بھی وہاں گیا تھا۔

۳۔ قادیان کی مسجد مبارک میں بھی جبکہ وہ بالکل چھوٹی تھی، نمازیں پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔

آپ نے سنہ ۱۹۰۱ء میں بیعت کی جبکہ آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی۔ آجکل آپ کی رہائش ۲۸۱ فیروز پور روڈ لاہور میں ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خانصاحب میاں محمد یوسف صاحب جب راولپنڈی میں سول سپلائز آفیسر تھے۔ تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میں ریٹائر ہونے والا ہوں اگر اجازت ہو تو توسیع ملازمت کے لئے کوشش کروں کیونکہ مجھے توسیع مل سکتی ہے مگر حضور نے فرمایا کہ خدمتِ دین کے لئے قادیان آجاؤ۔ چنانچہ آپ چند سال پرائیویٹ سکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔ آجکل کئی سال سے آپ لاہور کی جماعت کے نائب امیر ہیں۔ حلقہ ماڈل ٹاؤن کے پریذیڈنٹ بھی ہیں۔ اور باوجود بوڑھا ہونے کے دونوں کام نہایت ہی محنت اور ذوق شوق سے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں برکت دے۔ آمین۔ بہت پایہ کے بزرگ ہیں۔

**اولاد:۔**

محمد داؤد میاں۔ محمد یحییٰ میاں۔ محمد احمد میاں۔ محمد سلیمان میاں مرحوم۔ محمد سعید میاں۔ محمد ادریس میاں۔ محمد یونس میاں۔ محمد شعیب میاں۔ محمودہ بیگم۔ مسعودہ بیگم۔ امینہ بیگم مرحومہ۔ تنویر بیگم۔

---

# حضرت مولوی محمد دین صاحب

ولادت ۱۲ر دسمبر ۱۸۸۱ء بیعت ۱۹۰۱ء

حضرت مولوی محمد دین صاحب لاہور کے باشندہ ہیں۔ ۱۲ر دسمبر ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ شروع ۱۹۰۳ء میں ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان چلے گئے۔ ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو وقف زندگی کی تحریک فرمائی تو جن احباب نے اپنے آپ کو وقف زندگی کے لئے پیش کیا ان میں آپ بھی تھے۔ ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۲۱ء تک آپ قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ جنوری ۱۹۲۳ء سے لیکر دسمبر ۱۹۲۵ء تک امریکہ میں مبلغ اسلام کی حیثیت میں کام کیا۔ ۱۹۲۶ء سے لیکر ۱۹۲۸ء تک دوبارہ ہیڈ ماسٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک گرلز ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ اور اب ربوہ میں ایک عرصہ سے ناظر تعلیم ہیں۔ آجکل آپ بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ بہت ہی نیکدل اور سادہ طبیعت بزرگ ہیں۔ ایسے پُرانے بزرگوں میں سے اب خال خال ہستیاں ہی باقی ہیں۔

اولاد :۔ احمد دین مرحوم۔ محمد عبداللہ مرحوم۔ آمنہ قمر۔ رشیدہ۔

---

# حضرت میاں محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت بیعت ۱۹۰۱ء

میاں محمد علی صاحب ولد میاں حسین بخش صاحب شاہ عالمی دروازہ لاہور نے فرمایا کہ

۱۔ جب میں نے بیعت کی تو میں تھیٹریکل کمپنی میں ملازم تھا۔ بیعت کے چند روز بعد میں نے عرض کی کہ حضور مجھے اس ملازمت سے کراہت سی پیدا ہو گئی ہے اس لئے میرا ارادہ ملازمت چھوڑ دینے کا ہے۔ فرمایا۔ ہرگز نہ چھوڑنا۔ روزگار منجانب اللہ ہوتا ہے۔ میں آپ کے لئے دُعا کروں گا۔ خدا تعالےٰ ضرور

کوئی صورت پیدا کر دے گا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد مجھے پرنٹنگ پریس میں بدل دیا گیا کیونکہ خاکسار کمپوزیٹر کے کام سے واقف تھا۔ اور تھیٹر بھی سرکاری تھا اور پریس بھی سرکاری۔ یہ واقعہ ریاست جموں کا ہے۔

۲۔ ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ حضور سود کھانا تو ناجائز ہے مگر کیا رشوت دینا بھی ناجائز ہے؟ کیونکہ ہمارے افسر رشوت کے بغیر کام ہی نہیں کرتے۔ فرمایا۔ اپنا حق لینے کے لئے کتے کے منہ میں ہڈی ڈال دینا جائز ہے۔

---

## حضرت شیخ محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ

**ولادت**     **بیعت** ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء     **وفات** ۱۹۵۱ء

محترم شیخ محمد حسین صاحب ولد شیخ غلام رسول صاحب پنشنر سب جج اسلامیہ پارک لاہور نے فرمایا کہ

۱۔ میری بیعت ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء کی ہے۔ میں نے حضور کو بیعت سے قبل بھی دیکھا اور بیعت کے بعد بھی زیارت کرتا رہا۔ حضور کے جنازے پر بھی موجود تھا۔

ایک دفعہ جبکہ حضور لاہور میں میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر فروکش تھے، جنوری کا مہینہ تھا سن یاد نہیں۔ رات دس بجے کے قریب کا وقت تھا۔ اس سال بارش نہیں ہوئی تھی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ حضور دعا کریں۔ بارش ہو۔ کیونکہ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے قحط کے آثار نظر آرہے ہیں۔ حضور نے نہ دعا کی نہ کوئی جواب دیا اور باتیں ہوتی رہیں۔ پھر اس نے یا کسی اور نے بارش کے لئے دعا کو کہا۔ مگر پھر بھی حضور نے کوئی توجہ نہ کی۔ کچھ دیر کے بعد پھر تیسری دفعہ کسی نے دعا کے لئے کہا۔ اس پر حضور نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی۔ اس وقت چاند کی چاندنی تھی اور آسمان بالکل صاف تھا۔ مگر حضور کا ہاتھ اٹھتے ہی ایک چھوٹی سی بدلی نمودار ہوئی اور بارش کی بوندیں پڑنی شروع ہو گئیں۔ ادھر حضور نے دعا ختم کی ادھر بارش تھم گئی۔ بارش صرف چند منٹ ہی ہوئی اور آسمان صاف ہو گیا۔ یہ واقعہ میری موجودگی میں ہوا۔

۲۔ ایک دفعہ بٹالہ کی سرائے میں ہم لوگ اور حضرت صاحب رات کو سوئے ہوئے تھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ حضور کسی سے باتیں کر رہے ہیں مگر وہاں آدمی کوئی نہیں تھا۔ اس وقت میں نے خیال کیا کہ حضور اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں۔

میرا نام حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۶ پر نمبر ۱۵ پر درج ہے۔

محترم چودھری منظفر علی صاحب سیکشن آفیسر سکرٹریٹ نے بیان کیا کہ

محترم شیخ صاحب نہایت ہی مخلص احمدی تھے۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ اور باشرح چندہ دیا کرتے تھے نرینہ اولاد نہیں تھی۔ مگر لڑکیاں کئی ایک تھیں۔ جن میں سے دو کی شادی یکے بعد دیگرے محترم ضیاء اللہ صاحب سے ہوئی۔ آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا درد انگیز ہے۔ آپ کے ایک ملازم نے دو اور لٹیروں کے ساتھ مل کر آپ کے گھر میں ڈاکہ ڈالنا چاہا مگر شیخ صاحب مزاحم ہوئے جس پر اس نے گولی چلادی۔ زخم کاری لگا۔ جس سے جانبر نہ ہوسکے۔ ایک لڑکی نے بھی مزاحمت کی۔ اُسے بھی چوٹیں لگیں مگر بچ گئی۔ مقدمہ چلا جس کے نتیجہ میں ملازم اور ایک ساتھی کو پھانسی کی سزا ملی اور تیسرے کو عمر قید کی۔

ابن حضرت اولاد کرم علی صاحبؓ

---

## حضرت میاں کریم بخش صاحب پہلوان رضی اللہ عنہ

ولادت — بیعت اندازاً ۱۹۰۲ء — وفات

حضرت میاں کریم بخش صاحب بڑے خوبصورت اور وجیہ انسان تھے۔ اندرون لاہاری دروازہ رہا کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں لاہور میں پہلوانی کا بڑا رواج تھا۔ انہوں نے بھی اس فن میں مہارت پیدا کی اور ایک عرصہ تک ریاست اندور میں ملازم رہے۔ بڑھاپے میں لاہور آگئے۔ بہت ہی مخلص احمدی تھے سفید پوش اور خوشبو کے دلدادہ تھے۔ شادی انہوں نے ریاست میں ہی کی تھی۔ بیوی نومسلم مگر بڑی سمجھدار تھی۔

ان کا ایک لطیفہ مشہور ہے کہ آخر عمر میں اکھاڑے میں ہی فالج کا حملہ ہوا۔ بیہوش ہوگئے۔ زبان پر بھی اثر تھا۔ آپ کے ساتھی غیر احمدی پہلوانوں اور شاگردوں نے نعش پر قبضہ کرنے کے لئے یہ مشہور کردیا کہ میاں کریم بخش صاحب نے ہمیں وصیت کی تھی کہ میری نعش کو اپنے انتظام کے ماتحت دفن کرنا مگر

خدا کی قدرت کہ وہ بیہوشی جاتی رہی اور جب آپ کو پتہ لگا کہ غیر احمدی پہلوانوں نے آپ کے متعلق یہ بات مشہور کر دی تھی تو ان پر بڑے سخت ناراض ہوئے اور اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس ابتلاء سے انہیں محفوظ رکھا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد آپ فوت ہو گئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

اولاد۔ آپ کی اولاد صرف دو لڑکیاں ہیں جو احمدیت سے قبل غیر احمدیوں میں بیاہی گئی تھیں۔

---

## محترم پہلوان نبی بخش صاحب رض

ولادت سنہ ۱۸۴۸ء بیعت سنہ ۱۹۰۲ء وفات سنہ ۱۹۳۸ء عمر ۹۰ سال

محترم پہلوان نبی بخش صاحب بھی ایک مخلص صحابی تھے۔ اندرون لوہاری میں رہا کرتے تھے۔ پہلوان کریم بخش صاحب کے ساتھ خاص تعلقات تھے۔ احمدیت کے لئے غیرت رکھتے تھے۔

آپ کی اولاد میں صرف ایک لڑکا ہے جس کا نام لعل دین ہے۔ آپ سنہ ۱۹۳۸ء میں نوّے سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔

---

## محترم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب چغتائی

ولادت ۲ر جولائی سنہ ۱۸۹۲ء بیعت سنہ ۱۹۰۲ء بمقام قادیان

محترم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب حضرت حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسیٰ کے فرزند اکبر اور حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کے پوتے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام حیات بیگم تھا۔ اور نانا کا نام میاں فیروزالدین صاحب۔ یہ وہی میاں فیروزالدین ہیں جنہیں میاں محمد سلطان صاحب نے اپنا متبنّیٰ بنایا تھا۔ آپ نے اپنے بچپن کے ابتدائی آٹھ سال اپنا نانا بزرگوار کے پاس گذارے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ آپ کی نانی اماں جن کا نام امام بی بی تھا، آپ سے بہت پیار کیا کرتی تھیں۔ آپ نے عربی کا

ابتدائی بغدادی قاعدہ اپنی نانی اماں سے پڑھا اور بلیشؓ تک ہندسے بھی انہی سے سیکھے تھے۔ بچپن میں آپ اپنی خالہ اماں کی ایک لڑکی کے ساتھ مل کر مولوی محمد یٰسین صاحب کی بیوی "فضیلت" کے پاس پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے جو آپ کو اردو، سیپارہ اور حساب پڑھایا کرتی تھیں۔

آپ کی روایات حسب ذیل ہیں :-

۱۔ ۱۹۰۴ء میں جب حضور لاہور تشریف فرما ہوئے اور حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کے مکان میں قیام فرمایا تو ایک دن ایک مُلّا "ڈپھّل" (مولوی محمد بخش ایڈیٹر اخبار ہنٹر لاہور) شیشم (ٹاہلی) کے ایک درخت پر چڑھ کر حضرت اقدس کو گالیاں دے رہا تھا اور اچھل اچھل کر بکواس کر رہا تھا۔ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ نے ایک چھڑی ہاتھ میں پکڑی۔ اور قریب تھا کہ اُسے پکڑ کر سخت سزا دیتے۔ مگر آپ نے دیکھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں اطلاع کر دی۔ حضور نے فرمایا۔ میاں معراج الدین کو فوراً بُلا لاؤ۔ چنانچہ آپ گئے اور میاں صاحب موصوف کو بُلا کر واپس لے آئے۔ حضور نے میاں صاحب کو فرمایا کہ اس مولوی کو کچھ نہ کہو۔

۲۔ امرتسر کے ایک منڈوہ میں جب حضرت صاحب کا لیکچر ہوا تو آپ بھی اپنے والد محترم کے ہمراہ امرتسر گئے تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ ایک خادم نے چائے کی پیالی پیش کر دی۔ حضور نے اُنگلی کے اشارے سے منع بھی فرمایا مگر وہ شائد سمجھا نہیں۔ اس نے پیالی آگے رکھ ہی دی۔ اس پر اس قدر اینٹ پتھر اور کنکروں کی بارش ہوئی اور شور و غوغا بلند ہوا کہ الامان والحفیظ! حضور کو بند بگھی میں سوار کرا کر جائے قیام میں پہنچا دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ

"میرا سر بھی پھٹا اور قمیص کا گریبان خون سے تر ہو گیا۔ ڈیرہ پر پہنچ کر حضرت والد صاحب نے حضرت اقدس سے خیریت پوچھی اور کہا کہ حضور! میرے لڑکے کا سر بھی پھٹا ہے۔ حضور نے مجھے بُلا لیا اور آہستہ آہستہ اپنا دستِ مبارک میرے سر پر پھیرتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ دو تین منٹ کے بعد ہم سب لوگ دوسرے کمرے میں آ گئے۔

۳۔ ۱۹۰۸ء میں جب حضور احمدیہ بلڈنگس میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں ٹھہرے تو میں اپنے والد صاحب اور دادا صاحب کے ہمراہ زیارت کے لئے جایا کرتا تھا۔ جس روز حضور کا وصال ہوا ہے۔ اس روز بھی میں والد صاحب کے ہمراہ حضور کے لئے کھانا لے کر گیا تھا۔ یہ کھانا

جب حضور کے سامنے پیش کیا گیا تو حضور نے اُنگلی سے چکھ کر واپس فرما دیا۔ والد بزرگوار نے مجھے کھانا گھر پر چھوڑ آنے کو کہا۔ میں نے بہت جلدی سے حکم کی تعمیل کی اور واپس احمدیہ بلڈنگس پہنچ گیا۔ اس وقت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے ساتھ ایک انگریز ڈاکٹر غالباً کرنل سدرلینڈ مکان کے باہر کھڑے تھے۔

اس واقعہ کے ایک یا دو گھنٹے کے بعد حضور کا وصال ہو گیا۔ اس وقت میری عمر ۱۵۔ ۱۶ سال کی تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں تین چار مرتبہ حضرت اقدس کی بیعت کی تھی۔ میں نے حضور کے چہرۂ مبارک کو ہمیشہ نورانی اور ہشاش بشاش دیکھا۔ خفگی کے آثار کبھی نہیں دیکھے۔ حضور دن کے وقت مضمون عموماً ٹہل ٹہل کر لکھا کرتے تھے۔ پوسٹ کارڈ ........ بھی میں نے حضور کو کھڑے ہو کر لکھتے دیکھا۔

۴۔ حضور کھانے پینے کی اشیاء میں کبھی نقص نہ نکالتے تھے۔ چنانچہ حضور معہ خدام ایک دفعہ ہمارے مکان واقعہ دہلی دروازہ پر تشریف فرما ہوئے۔ دادا میاں نے ۱۵ سیر دودھ چائے کے لئے منگوایا۔ اور بڑے مسی حمام میں یہ چائے تیار کی گئی۔ ہمارے چچا میاں عبد العزیز صاحب مغل نے سب سے پہلے ایک پیالی حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضور نے یہ چائے نوش فرما لی۔ جب دوسرے احباب کو یہ چائے ملی تو معلوم ہوا کہ اس میں نہ چینی ہے نہ نمک۔ ہر طرف سے چینی کا مطالبہ ہونے لگا۔ اس پر چائے میں چینی ڈالی گئی اور حضرت اقدس کی خدمت میں بھی پھر ایک پیالی معذرت کے ساتھ پیش کی گئی جو حضور نے قبول فرما لی۔

۵۔ حضور مسکراتے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ حضور نماز کی امامت بہت کم کرایا کرتے تھے۔ بُوٹ پہننے کی عادت نہیں تھی۔ عموماً دیسی جوتا ہی پسند فرماتے تھے۔ جب باہر تشریف لاتے تو ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔ ہر روز صبح سیر فرمایا کرتے تھے۔ چلنے میں ........ تیز قدم تھے۔ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب رضؓ سیر میں بہت پیچھے رہ جاتے تھے۔ حضور ان کی خاطر چلتے چلتے ٹھہر جایا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب کو آنے دو۔

۶۔ حضرت اقدس کو اگر کوئی شخص کچھ ہدیہ پیش کرتا۔ تو حضور اُسے قبول فرما لیتے تھے۔ میں نوجوان لڑکا تھا حضور خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں تشریف فرما تھے اور احباب مصافحہ کے لئے آ رہے تھے۔

ہر احمدی حضور کی خدمت میں کچھ نہ کچھ نذرانہ پیش کرتا تھا۔ میری جیب میں ایک دوّنی چاندی کی تھی جو بہت ہی چھوٹی سی ہوا کرتی تھی۔ میں نے بھی مصافحہ کرتے وقت وہ حضور کے ہاتھ میں دے دی جسے حضور نے قبول فرمالیا۔

۷۔ ایک دفعہ ہمارے مکان پر کسی عورت نے حضور سے کچھ مانگا۔ حضور نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ رقم نکال کر اس کے ہاتھ پہ رکھ دی۔ اس پر کسی عورت نے کہا۔ حضور! یہ تو غیر احمدی ہے۔ حضور مسکرا کر خاموش ہو رہے۔ سبحان اللہ!

۸۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے ...... کہ میاں کالو نانبائی نے لنگر خانہ کے عملہ کے ایک آدمی کو آٹا چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا۔ احاطہ کے اندر شور برپا ہوا۔ حضرت اقدس نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ جب حضور کو اصل واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا کہ تم اسے مزدوری کم دیتے ہو گے۔ غریب آدمی ہے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ ایک روٹی کے لئے دو دفعہ جہنم میں جھانکتا ہے۔ یہ آٹا اسی کو دے دو۔ اور اس کی مزدوری زیادہ کر دو۔ اور اُسے طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔

۹۔ میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے پاس حضرت اقدس کا عصا اور میاں عبدالعزیز صاحب کے پاس حضور کا ایک گرم کوٹ اور گھڑی تھی۔ میاں عبدالعزیز صاحب کے بٹوے میں ایک روپیہ ملکہ وکٹوریہ والا رکھا رہتا تھا جو حضرت صاحب نے میاں صاحب کو اپنے ہاتھ سے عنایت فرمایا تھا۔ یہ روپیہ آخر تک ان کے پاس رہا۔ میاں معراج دین صاحب کے پاس حضرت کی ایک کتاب کا مسودہ بھی تھا۔ حضرت والد صاحب کے پاس حضرت اقدس کی ایک پگڑی تھی جو نوزائیدہ بچوں کے کُرتے بنا بنا کر ختم کر دی۔ ان میں سے ایک کُرتہ میرے بچے عبدالوحید کو بھی ملا تھا جو مجھ سے بعد میں ضائع ہو گیا۔

۱۰۔ حضرت والد بزرگوار کو بھی طبّی معلومات کا شوق تھا اور مجھے بھی۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے طبّی نوٹ کچھ محفوظ رہے اور بہت سے ضائع ہو گئے۔ جو باقی تھے وہ میاں عبدالوہاب صاحب دس روپے برادرم محمد عیسیٰ کو دے کر سب کے سب لے گئے۔ اس بات کا جب مجھے علم ہوا تو مجھے بیحد دُکھ ہوا کیونکہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے طبی نوادرات اور رموز کا ایک بیش بہا خزانہ تھا۔ اب صرف حضرت کے الفاظ اور طبی نسخے چند ایک میرے پاس موجود ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب کی رہائش آجکل ۶۸۔ سی ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہے۔

**اولاد :-** عبدالوحید مرحوم - عبدالسلیم - عبدالقدیر - آفتاب احمد - ناصر احمد - بسم اللہ بیگم - بلقیس مبارکہ مرحومہ - بلقیس مطہرہ - سارہ جبیں - مریم - امۃ الرؤف مرحومہ - طوبیٰ ثمین مرحومہ - طوبیٰ قدسیہ -

---

# حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب رض نیلہ گنبد

**ولادت** ۱۸۷۲ء **بیعت** ۱۹۰۲ء بذریعہ خط **وفات** دسمبر ۱۹۴۵ء

حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب نیلہ گنبد لاہور نے فرمایا کہ

۱- بیعت کرنے سے چھ سات ماہ پہلے میں قادیان گیا - اس وقت میرے رشتہ داروں نے وہاں جانے کی سخت مخالفت کی تھی اور مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں وہاں جا کر حضرت مرزا صاحب کے گھر کا کھانا نہ کھاؤں اور نہ ہی بیعت کروں - اس وقت میرے ساتھ میری اہلیہ کے بھائی بھی تھے ۔ جن کا نام شہاب الدین تھا - قادیان میں جا کر مولوی عبدالکریم صاحب سے ملا اور حضور علیہ السلام کی ملاقات بھی ہوئی اور حضور سے مصافحہ کیا اور کچھ باتیں بھی کیں جو اب یاد نہیں - تین نمازیں بھی حضور کے ہمراہ مولوی عبدالکریم صاحب کی اقتداء میں پڑھیں - مجھ پر اس وقت آپ کی صداقت کا بہت اثر ہوا - گو میں نے اپنے رشتہ داروں سے وعدہ کرنے کی وجہ سے بیعت نہ کی - اس وقت مجھ پر حضور کی محبت کا جو اثر تھا اس کو دیکھ کر میرے نسبتی بھائی نے مجھ سے کہا کہ آپ تو اپنے وعدہ کے خلاف کر رہے ہیں - اور آپ کی حرکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور پھنس جائیں گے - اس عرصہ میں میری کچھ گفتگو حافظ مولوی محمد ابراہیم صاحب نابینا کے ساتھ ہوئی جس کا مجھ پر خاص اثر ہوا - پھر ہم واپس آ گئے - اور چھ سات ماہ کے بعد میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ عام لوگوں کے لئے آپ کی صداقت کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے - آپ قسم کھا کر تحریر فرما دیں کہ آپ وہی مسیح موعود ہیں جن کی دنیا کو انتظار ہے اس پر حضور نے اس لفافہ کی پشت پر تحریر فرمایا کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جن کا وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا و لعنت اللہ علی الکاذبین - خاکسار مرزا غلام احمد بقلم خود -

یہ خط جب یہاں پہنچا تو مجھے منشی محبوب عالم صاحب نے آواز دے کر کہا کہ آپ کا خط آ گیا ہے -

میں وہ خط لے کر اپنے گھر کے اندر گیا اور اپنے اہل وعیال کو صاف صاف کہہ دیا کہ میں اب بیعت کرنے لگا ہوں۔ اگر کسی کو عذر ہو تو وہ اس وقت بیان کر دے یا وہ علیحدہ ہو جائے۔ چنانچہ میری بیوی اور بچوں سب نے اس وقت بیعت منظور کر لی اور میں نے سب کی طرف سے خط لکھ دیا۔ میری والدہ صاحبہ زندہ موجود تھیں مگر وہ اس وقت لاہور میں نہ تھیں۔ انہوں نے پھر بعد میں حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بیعت کا خط لکھنے کے قریباً ایک ہفتہ بعد جب میں قادیان گیا تو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے میری عصر کی نماز کے بعد ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ نے وہ حدیث پوری کی ہے جس میں آتا ہے کہ ایک یہودی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ سوال کیا تھا کہ آپ خدا کی قسم کھا کر بتائیں کہ کیا آپ وہی رسُول ہیں جن کا تورات میں وعدہ دیا گیا ہے اور حضور نے اس وقت قسم کھا کر بیان کیا تھا کہ ہاں میں وہی ہوں جس پر اس نے وہاں پر ہی بیعت کر لی تھی۔ اس موقعہ پر میں قادیان میں چند دن ٹھہرا تھا اور حضور علیہ السلام کی دستی بیعت بھی کی۔ روزانہ صبح آپ سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ میں بھی ہمراہ ہوتا تھا۔ آپ کی رفتار عام لوگوں سے کچھ تیز ہوتی تھی۔ اُن ایام میں آپ ننگل کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔

۲- ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے قریشی محمد حسین صاحب کو خط لکھا کہ آپ پوستین کا نرخ دریافت کرکے لکھیں کہ تا پتہ لگے کہ آیا میں خرید بھی سکتا ہوں یا نہیں۔ قریشی صاحب نے وہ خط میرے سامنے پڑھا۔ اسی دن میں نے پوستین خریدی جس کی قیمت قریباً ۴۵ روپے تھی اور دوسرے دن قادیان جا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس وقت حضور باغ میں تشریف فرما تھے۔

۳- چند بار آمد و رفت ہو جانے کی وجہ سے میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ میرا ارادہ نکاح ثانی کرنے کا ہے۔ ابھی میں یہ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حضور دعا فرمادیں کہ حضور نے فوراً فرمایا۔ ہاں بہت مبارک ہے میں دعا کروں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے دوسرا نکاح کیا اور یہ رشتہ بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ میری یہ اہلیہ بہت ہی متقی تھی اور موصیہ بھی۔ اب بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہے۔

۴- جب بہشتی مقبرہ کے متعلق اللہ تعالےٰ کی منشا کے ماتحت حضور نے اس کی تجویز فرمائی تو میں اُن

دنوں قادیان میں ہی تھا۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جو شخص اس قبرستان میں دفن ہوگا وہ ضرور بہشتی ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ جو اس کے باہر دفن ہو وہ بھی بہشتی ہو مگر اس میں جو دفن ہوگا وہ ضرور بہشتی ہوگا۔ اس کے بعد حضور نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اس کا نقشہ آپ تجویز کریں۔ چنانچہ میں نے یہ نقشہ بنا کر حضور کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھ ہی یہ خواہش کی کہ جس جگہ حضور کی اب قبر مبارک ہے اس جگہ میری قبر ہو۔ اس موقعہ پر حضور نے فرمایا کہ یہ خدا کے علم میں ہے کہ اس جگہ کون دفن ہوگا۔ حضور نے قرآن کی ایک آیت بھی پڑھی جو مجھے یاد نہیں رہی۔ اس کے بعد اس قبرستان کے نقشہ میں حضرت نانا جان نے ترمیم بھی کی تھی اور سڑکیں وغیرہ بنائی تھیں۔

۵۔ پہلے میرا وصیت نمبر ۱۶ تھا۔ مگر اس کے بعد پل کا چندہ چونکہ دیر سے بھیجا گیا تھا اس لئے موجودہ نمبر ۶۵ ہو گیا۔

۶۔ ایک دفعہ ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری دکان واقع نیلہ گنبد میں تشریف لائے۔ کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد دکان سے باہر ہی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ پانی لاؤ۔ منشی محبوب عالم صاحب اور کئی اور احباب سوڈا واٹر اور لسی اور دودھ وغیرہ لائے مگر حضور نے فرمایا کہ ہم پانی پئیں گے جس پر پانی لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ میں نے اس موقعہ پر آپ کی خدمت میں ایک پونڈ پیش کیا۔ جسے حضور نے دو دفعہ عذر کرنے کے بعد قبول فرما لیا۔

۷۔ میں نے ایک دفعہ حضور کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھایا ہے۔ حضور کھانا بہت کم کھایا کرتے تھے۔

۸۔ حضور کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات دستار مبارک کے پیچ بالکل بے ترتیب سے ہوتے تھے۔ یہی حال قمیص اور کوٹ کے بٹنوں کا ہوتا تھا یعنی جو بٹن اوپر کا ہوتا تھا وہ نیچے کے کاج میں لگا ہوتا تھا اور نیچے کا بٹن اوپر کے کاج میں۔

۹۔ اس زمانہ میں میرا کئی سال تک یہ دستور العمل رہا کہ بٹالہ اسٹیشن پر ایک جمعدار کے پاس ایک سائیکل ٹھوس ٹائروں والا رکھا ہوتا تھا۔ جمعہ کے روز میں لاہور سے بٹالہ تک گاڑی میں اور وہاں سے سائیکل پر سوار ہو کر قادیان جاتا۔ جمعہ کی نماز کے بعد واپس سائیکل پر بٹالہ آجاتا۔ جہاں سے گاڑی پر سوار ہو کر لاہور آجاتا۔

۱۰۔ میں نے قادیان میں ریل گاڑی جاری کرنے کے متعلق بہت کوشش کی۔ ۱۹۱۵ء سے لے کر ۱۹۲۴ء تک

میں نے یہ کوشش جاری رکھی۔ اس عرصہ میں میں نے ایک دفعہ ڈنڈوٹ کالری کی لائن کی نیلامی پر بولی دی جو بارہ میل کی لائن تھی۔ ایسا ہی ایک دفعہ آگرہ کی طرف بھی بولی دی۔ اس کے بعد ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے پاس بھی کئی دفعہ گیا۔ اور وہاں پر اس کے متعلق سوال اُٹھایا۔ سری گوبندپور تک جاکر اس کے متعلق سروے بھی کی۔ اس کے لئے ایک انجنیئر کو ساتھ لیا۔ اور باقاعدہ نقشہ تیار کروایا۔ ایک تجویز یہ بھی تھی کہ ایک کمپنی جاری ہو جس کے کئی حصہ دار ہوں اور وہ اس ریلوے کو جاری کر دے۔ آخر جب اس قسم کی درخواست ریلوے بورڈ میں دی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس ریل کو خود تیار کریں گے۔ اور اس کا نمبر ۱۷ مقرر کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہم خاموش ہو گئے کیونکہ ہمارا مقصد منافعہ کمانا نہ تھا۔ بلکہ ریل کا جاری کروانا تھا۔ چنانچہ تین سال بعد ریل جاری ہو گئی۔ جب امرتسر سے پہلی گاڑی چلنے لگی تو اس سے کچھ وقت پیشتر پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ آج تمہاری کوشش کامیاب ہوئی۔ اس کوشش میں میرا قریباً بارہ تیرہ ہزار روپیہ صرف ہوا۔

۱۱۔ ایک دفعہ میرے لڑکے عبدالمجید نے جس کی عمر اس وقت چار برس کی تھی۔ اس بات پر اصرار کیا کہ میں نے حضرت صاحب کو چمٹ کر (چھپی ڈال کر) ملنا ہے (یعنی ملاقات کرنا ہے۔ ناقل) اس نے مغرب کے وقت سے لے کر صبح تک یہ ضد جاری رکھی اور ہمیں رات کو بہت دق کیا۔ صبح اُٹھ کر پہلی گاڑی سے میں اسے لے کر بٹالہ پہنچا۔ اور وہاں سے ٹانگہ پر ہم قادیان گئے اور جاتے ہی حضرت صاحب کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ عبدالمجید آپ کو چھپی پا کر ملنا چاہتا ہے۔ حضور اس موقعہ پر باہر تشریف لائے اور عبدالمجید آپ کی ٹانگوں کو چمٹ گیا اور اس طرح اس نے ملاقات کی اور کہا کہ "ہُن ٹھنڈ پے گئی اے"[1] اس وقت عبدالمجید کی عمر لگ بھگ چالیس سال کی ہے[2]

۱۲۔ آخری ایام میں جب حضور لاہور میں تشریف لائے تو میں حضور کے ہمراہ ہر روز عصر کے بعد سیر کو جایا کرتا تھا۔ آپ فٹن پر سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے اور میں آپ کے ساتھ سائیکل پر جاتا تھا۔ ان ایام میں ایک روز حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے کہنے پر میں نے ایک دوست سے حضور کے لئے موٹر مانگی۔ (ان ایام میں سارے لاہور میں دو یا تین موٹر کار تھے) جب حضور کو پتہ لگا تو فرمایا کہ بیوی صاحبہ موٹر کار پر چلے جائیں، میں نہیں جاؤں گا۔ ان ایام میں دوسرے اوقات میں بھی میں حضور کے ہمراہ اکثر رہتا۔ آپ

---

[1] یعنی اب تسلی ہو گئی ہے۔ [2] یعنی ۱۹۳۹ء میں جبکہ یہ روایات لکھی گئیں (مؤلف)

نے ان دنوں یہ بھی فرمایا کہ محمد موسیٰ! آپ نے دین کی بہت خدمت کی ہے۔

۱۳۔ میرے ایک چچازاد بھائی عبداللہ صاحب میری دوکان پر ملازم تھے جو کہ بہت مخالف تھے۔ آخری ایام میں جب حضور لاہور تشریف لائے تو کئی روز میں نے ان سے تقاضا کیا کہ آپ جا کر دیکھ تو آئیں مگر وہ انکار ہی کرتے چلے گئے۔ آخر ایک روز میرے اصرار پر کہنے لگے کہ دہاڑی (یومیہ مزدوری) چھوڑ کر کون جائے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی دہاڑی نہیں کاٹتا۔ آپ چلے جائیں۔ چنانچہ جب وہ گئے تو اس کے بعد میں بھی گیارہ بجے وہاں گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ ان پر حضور کی صحبت کا بہت نیک اثر پڑا ہے۔ چنانچہ ان کی حالت بدل چکی تھی اور وہ بیعت پر آمادہ تھے۔ میں نے کہا آپ تو اس قدر مخالف تھے ذرا ٹھہر جائیں۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ اب میں بیعت کرنے سے رُک نہیں سکتا۔ عصر کے بعد بھی ایسا ہی کہا اور میں اُن کو روکتا رہا کہ سوچ سمجھ لو۔ آخر دوسرے دن جمعہ کے وقت انہوں نے کہا کہ اب آپ چاہے روکیں۔ میں بیعت ضرور کروں گا۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد انہوں نے بیعت کر لی۔

۱۴۔ میاں فیروز الدین صاحب جو میاں محمد سلطان صاحب کے متبنّٰی تھے (میاں محمد سلطان صاحب نے لاہور کا اسٹیشن بنایا تھا اور گورنمنٹ کو کئی لاکھ روپیہ کا بل چھوڑ دیا تھا) کو گھٹنوں کی درد کی بہت شکایت تھی۔ دو آدمی پکڑ کر ان کو اُٹھایا کرتے تھے۔ مگر حضرت صاحب سے ان کو بہت محبت تھی اور وہ حضور کے پاس روزانہ آیا کرتے تھے۔ ان ایام میں امریکہ کے ایک صاحب اور میم یہاں پر آئے۔ اور ان سے حضور نے گفتگو فرمائی۔ اس موقعہ پر میاں فیروز الدین بھی وہیں بیٹھے تھے۔ حضور نے ان کو فرمایا کہ میاں فیروز الدین کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ حضور درد بہت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اُٹھو! اُٹھو!! انہوں نے کہا کہ حضور کہاں اُٹھ سکتا ہوں۔ لیکن حضور نے بڑی تیزی سے فرمایا کہ اُٹھو۔ اُٹھو!! جس پر وہ خود بخود اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کی درد بالکل زائل ہو گئی۔ اس کے بعد گھٹنوں کی درد ان کو مرتے دم تک نہیں ہوئی۔ چار پانچ سال وہ اس کے بعد زندہ رہے۔

۱۵۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آخری ایام میں ایک اشتہار شائع فرمایا تھا جس پر ایک لکڑی کی مُہر

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کھدوا کر اشتہار پر لگوائی تھی۔ وہ مُہر ابتک میرے پاس موجود ہے۔

۱۶۔ میں نے ایک دفعہ حضور کی خدمت میں یہ درخواست کی تھی چونکہ جماعت کو مال کی بڑی ضرورت ہے۔ کیا قربانی کی بجائے روپے نہ قادیان بھجوا دیئے جائیں؟ فرمایا۔ نہیں۔ شعائر اللہ کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔

۱۷۔ ایک دفعہ میں قادیان گیا۔ بستر ہمراہ نہ لے گیا تھا۔ حضور کے خادم حافظ حامد علی صاحب نے حضور کو اطلاع دی کہ لاہور کے ایک صحابی محمد موسیٰ کے پاس بستر نہیں ہے۔ اس پہ حضور نے اپنی رضائی مجھے بھیجدی۔ چنانچہ اس رات میں حضور کی رضائی اوڑھ کر سویا۔

۱۸۔ ایک دفعہ مولوی کرم الدین صاحب مرحوم جو کہ بھڈیار متصل اٹاری کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مچھلی پکڑ کر دی کہ یہ حضرت صاحب کی خدمت میں لے جاؤ۔ چنانچہ میں وہ مچھلی حضور کی خدمت میں لیکر گیا۔ حضور بہت خوش ہوئے۔

۱۹۔ مجھے کئی مرتبہ حضور کو مٹھی چاپی کرنے کا موقعہ ملا۔

۲۰۔ میں ایک دفعہ قادیان گیا۔ حضور کا ایک کمرہ بن رہا تھا۔ اس کی نگرانی کے لئے حضور نے مجھے مقرر کیا۔ ایک مرتبہ دوپہر کے بعد حضور وہاں خود بھی تشریف لائے۔ ان ایام میں حضور کوئی کتاب بھی تصنیف فرما رہے تھے۔ غالباً براہین احمدیہ حصہ پنجم تھی۔ حضور کے لکھنے کا طریق یہ تھا کہ صحن یا کمرہ کے دونوں طرف دواتیں رکھی ہوتی تھیں اور ہاتھ میں کاغذ اور قلم لئے ہوتے تھے۔ ایک طرف کی دوات سے روشنائی لے کر لکھتے لکھتے دوسری طرف چلے جاتے پھر اُدھر سے روشنائی لے کر اس طرف چلے آتے۔ اس اثنا میں ایک معمار نے حضور کو کہا کہ حضور فلاں مزدور نمازی نہیں۔ فرمایا۔ ہم نے اس سے نفل نہیں پڑھوانے۔

۲۱۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نکاح کے موقعہ پر حضور نے لاہور کے جن چند احباب کو بُلایا۔ اُن میں مَیں بھی شامل تھا۔

۲۲۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ رحمت بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔ ان کی ولادت ۱۸۷۴ء میں ہوئی۔ بیعت کرنے کا شرف ۱۹۰۴ء میں حاصل ہوا۔ اور وفات ۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء کو ہوئی۔ ۸۲ سال کی عمر پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد۔ میاں محمد حسین صاحب۔ میاں عبدالمجید صاحب۔ میاں عبدالماجد صاحب۔ میاں محمد احمد صاحب۔ میاں محمد یحییٰ صاحب۔ میاں مبارک احمد صاحب۔ مریم بی بی صاحبہ زوجہ عبدالخالق صاحب۔ عائشہ بی بی

صاحبہ مرحومہ۔ زینب بی بی صاحبہ زوجہ عبد العزیز صاحب۔

نوٹ۔ اوّل الذکر دونوں اصحاب صحابی ہیں۔

میاں محمد حسین صاحب کی پیدائش دسمبر ۱۸۹۴ء میں ہوئی اور بیعت انہوں نے ۱۹۰۵ء میں قادیان جا کر کی۔ ان کی اولاد کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

محمد عبد اللہ۔ محمد عبد القادر۔ محمد ادریس۔ امۃ الرحیم۔ ناصر بتول۔

میاں عبد المجید صاحب کی پیدائش جنوری ۱۹۰۱ء میں ہوئی اور بیعت انہوں نے ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں قادیان جا کر کی۔

انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب کے متعلق ایک روایت یہ بیان کی کہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی کام کے لئے ساری جماعت کے سامنے ایک ہزار روپیہ چندہ کی تحریک فرمائی۔ جس میں سے سات سو روپے والد محترم نے حضور کی خدمت میں پیش کئے اور تین سو روپے باقی احباب نے۔

محترم میاں عبد المجید صاحب کی اولاد کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

عبد القیوم۔ بشارت احمد۔ عبد الروف۔ عبد الکریم۔ مظفر احمد۔ مجیدہ بیگم۔ حمیدہ بیگم۔ رشیدہ بیگم۔ امۃ السلام۔ صدیقہ بیگم۔ امۃ القیوم مرحومہ۔

---

## محترم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب (غیر مبائع)

ولادت ۱۸۷۸ء بیعت ۱۹۰۲ء وفات ۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء

محترم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا وطن موضع کالا چیچی تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور تھا۔ آپ ۱۸۷۸ء میں موضع لکی مروت ضلع بنوں میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم خان بہادر سید عالم شاہ صاحب اسسٹنٹ سیٹلمنٹ آفیسر کے عہدہ پر کام کر رہے تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے سیالکوٹ میں حاصل کی۔ بعدہٗ میڈیکل کالج لاہور سے ایل۔ ایم۔ ایس کا امتحان ۱۸۹۹ء میں پاس کیا۔

غالباً ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں جبکہ آپ پلیگ ڈیوٹی پر گورداسپور میں لگے ہوئے تھے۔آپ کو محترم سید امیر شاہ صاحب نائب تحصیلدار قادیان لے گئے۔اس وقت تو آپ نے صرف حضور کی زیارت ہی کی۔ اور واپس آگئے۔ مگر بعد میں اکیلے جا کر بیعت کرلی۔اس کے بعد آپ کو لاہور میں مستقل ملازمت مل گئی اور آپ کے محترم خواجہ کمال الدین صاحب، محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور محترم شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ احمدی احباب کے ساتھ تعلقات اخوت پیدا ہو گئے۔اور آپ نے ان کے ساتھ قادیان آنا جانا شروع کردیا۔آپ نے سلسلہ کی مالی خدمات اور تبلیغ احمدیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ہمدردی مخلوق کے ضمن میں سامالی سینی ٹوریم کا قیام آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

۱۹۱۴ء میں جب جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے وغیرہ نے بیعتِ خلافت سے انحراف کیا اور لاہور میں انجمن اشاعت اسلام کی بُنیاد رکھی تو محترم شاہ صاحب بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور زندگی بھر ان کے ساتھ ہی رہے۔

غالباً ۱۹۲۷ء میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری سے مسئلہ کفر و اسلام پر مری میں (جہاں آپ بسلسلہ ملازمت مقیم تھے) چند معززین کے سامنے تبادلہ خیالات کیا جس سے آپ پر مولانا موصوف کی قابلیت کا سکّہ بیٹھ گیا۔اسی تبادلہ خیالات کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب "حیات نور" میں کیا ہے۔ اس تبادلہ خیالات کے نتیجہ میں محترم مولانا کے ساتھ آپ زندگی بھر بہت عزت واحترام سے پیش آتے رہے۔ مجھے یاد ہے ۱۹۳۱ء میں جب محترم مولانا اپنی مشہور کتاب "تفہیمات ربانیہ" کی تصنیف کے سلسلہ میں مری تشریف لے گئے تھے تو خاکسار راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ایک مرتبہ سیر کے دوران میں محترم ڈاکٹر صاحب ہمیں رستہ میں بڑے ہی تپاک سے ملے اور دوسرے روز اپنی کوٹھی پر چائے کی دعوت دی۔غرض مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے مگر غصیلے ہونے کی وجہ سے بعض اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں ایسے کلمات بھی کہہ جاتے تھے جن سے ہمارے نزدیک حضور علیہ السلام کی کسرِ شان ہوتی تھی۔

آپ کی وفات ۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء کو مسلم ٹاؤن لاہور میں ہوئی۔نماز تہجد کے دوران میں آپ بیہوش ہو گئے اور اسی شام سوا آٹھ بجے اکسٹھ سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے[1]۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

[1] "یادِ رفتگان" صفحہ ۹۹۔

# محترم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (غیر مبائع)

**ولادت** ۳ر اکتوبر ۱۸۶۷ء **بیعت** ۱۹۰۲ء **وفات** ۲۱ر اپریل ۱۹۴۳ء

محترم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ۱۹۰۲ء میں بیعت کی اور نیکی اور اخلاص میں بہت ترقی کی چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے گھوڑے سے گرنے کے بعد کئی روز تک آپ حضور کے علاج کے سلسلہ میں قادیان میں مقیم رہے۔ بسلسلہ ملازمت جہاں بھی رہے، قرآن کریم کا درس باقاعدگی کے ساتھ دیتے رہے۔ آپ بھی خلافت ثانیہ کی ابتدا میں جناب مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے "مجدد اعظم" خاص طور پر مشہور ہے۔ اگر اس کتاب میں سے اس حصہ کو نکال دیا جائے جو جماعت احمدیہ قادیان اور سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی عداوت میں لکھا گیا ہے تو کتاب فی الجملہ بہت اچھی ہے۔

آپ نے نومبر ۱۹۳۳ء کے پیغام صلح میں اپنے حالات زندگی خود تحریر فرمائے تھے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے بزرگ حنفی المذہب تھے۔ مگر آپ چونکہ ہر وقت سچائی کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ اس لئے جلد ہی آپ اہلحدیث گروہ میں شامل ہو گئے۔ سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں پڑھتے تھے۔ جہاں پادری ینگسن سے بحث و مباحثہ رہتا تھا مگر حیات مسیحؑ کے عقیدہ کی وجہ سے سخت زک اٹھانا پڑتی تھی۔ جس کی وجہ سے اسلام پر شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ بعض مرتبہ یہ بھی خیال آتا تھا کہ کیوں نہ آریہ بن جائیں۔ طبیعت کی اس بے چینی کے زمانہ میں آپ کو آپ کے دادا صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "فتح اسلام" دکھائی اور فرمایا کہ دیکھو چودھویں صدی کا کرشمہ کہ ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ کتاب اس نے شائع کی ہے۔ آپ نے جو اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو جب تک ختم نہ ہوئی اسے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ خصوصاً وفات مسیحؑ کا مسئلہ تو دل میں ایسا اثر کر گیا کہ آپ خوشی سے اچھل پڑے۔ کچھ دنوں بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور حضرت حکیم حسام الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت کو دیکھتے ہی دل اس یقین سے بھر گیا۔ کہ یہ منہ جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ حضور کی اقتدار میں عصر کی نماز بھی پڑھی۔ مختلف مسائل اسلامیہ پر گفتگو بھی

سُنی۔ مگر حضور کے تشریف لے جانے کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے صدر سیالکوٹ کی جامع مسجد میں ایسی گمراہ کن تقریر کی کہ آپ کا رُوحانی سکون برباد ہوگیا۔ اب گو آپ نے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے پیچھے نمازیں پڑھنا شروع کیں مگر پہلا خطبہ سُنکر ہی آپ کی طبیعت منغض ہوگئی۔ ان ایام میں آپ کو ایک چشتیہ صابریہ خاندان کے صوفی منش بزرگ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان سے آپ نے بہت سے اوراد و وظائف سیکھے مگر طبیعت کو سکون نصیب نہ ہوا۔ انہی ایام میں ایک فوجی احمدی حضرت مولوی جلال الدین صاحب مرحوم سے "براہین احمدیہ" مل گئی۔ اُسے پڑھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوئی اور یقین ہوگیا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوٰے سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی صداقت کے دلائل صرف آپ ہی بیان کر سکتے ہیں۔ لاہور میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" والا مضمون سُنکر اس خیال کو اور بھی تقویت پہنچی۔ اس کے بعد آپ کچھ عرصہ کے لئے بسلسلہ ملازمت افریقہ چلے گئے۔ وہاں بھی بعض احمدیوں سے ملاقات رہی۔ جب واپس آئے تو پہلے ظفروال ضلع سیالکوٹ میں اور پھر شکر گڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین ہوئے۔ اہل و عیال امرتسر میں تھے۔ ایک روز جو یہ اطلاع ملی کہ آپ کا لڑکا ممتاز احمد جو اس وقت دو سال کا تھا بعارضہ ٹائیفائڈ فیور سخت بیمار ہے تو آپ گھبرا گئے۔ ایک ہفتہ کی رخصت لیکر گھر پہنچے۔ مگر رخصت ختم ہوئی اور بچے کے بخار میں ذرہ بھر افاقہ نہ ہوا۔ بیگم صاحبہ نے کہا گورداسپور تو جانا ہی ہے قادیان میں جاکر حضرت مرزا صاحب سے دُعا ہی کروالو۔ کیا عجب کہ اللہ تعالےٰ فضل کر دے۔ بیوی کے یہ الفاظ سُنکر قادیان کی راہ لی۔ دو بجے رات قادیان پہنچے۔ دیکھا کہ مسجد مبارک تہجد گذار لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور حضرت اقدس اندر تہجد پڑھ رہے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر بے حد اثر ہوا۔ اپنے پُرانے رفیق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے آپ کو حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔ پس حضور کو دیکھتے ہی سارے شکوک و شبہات کافور ہوگئے علیحدگی میں ملاقات کی۔ وظیفہ پوچھا تو فرمایا "یہی نمازیں سنوار سنوار کر پڑھو اور سمجھ سمجھ کر پڑھا کرو" حضور کی یہ تلقین سُنکر دل پر خاص اثر ہوا۔ بچے کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضور نے اسی وقت ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمادی۔ بیعت کرکے ڈیوٹی پر شکر گڑھ پہنچے۔ تیسرے روز خط ملا جس میں لکھا تھا کہ لڑکا بالکل اچھا ہے ہرگز کوئی فکر نہ کریں۔ رخصت لیکر گھر پہنچے۔ پتہ چلا کہ جس روز صبح حضرت اقدس سے دعا کروائی تھی اس روز حالت بہت خراب تھی مگر پچھلی رات اچانک بخار اُتر گیا۔ معالج ڈاکٹر کو جب اطلاع ہوئی تو وہ مانتا ہی نہ تھا مگر جب اس نے خود آکر ٹمپریچر لیا اور نبض دیکھی تو حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو کوئی اعجاز مسیحائی ہے کہ

مُردہ زندہ ہوگیا۔

آپ نے ۲۱ر اپریل ۱۹۴۳ء کو بمقام بمبئی وفات پائی۔ جہاں آپ اپنے بیٹے میاں این۔ اے فاروقی کے ہاں مقیم تھے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون ؎

---

# محترم بابو شمس الدین صاحب بٹ

ولادت ۳ر فروری ۱۸۹۰ء بیعت ۰۳-۱۹۰۲ء

محترم بابو شمس الدین صاحب بٹ کا بیان ہے کہ

میرے والد صاحب بزرگوار میاں کریم بخش سوداگر اسپان اور پنجاب کے مشہور و معروف پنجابی شاعر بابا ہدایت اللہ آپس میں حقیقی ماموں اور پھوپھا زاد برادر تھے۔ لہذا میرے والد صاحب نے حضور سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت اس زمانہ میں کی جب میرے تایا باباجی شاعر نے کی جو غالباً ۱۹۰۱ء یا اس سے پیشتر کی ہے۔ میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں قادیان دارالامان جلسہ میں شمولیت کیلئے گیا تھا۔ بٹالہ سٹیشن پر اُتر کر ہم سب ۱۰ - ۱۱ میل پیدل چل کر جایا کرتے تھے۔ سردی میں بستر وغیرہ اُٹھاتے اور حضور اقدس کی نظمیں پڑھتے جاتے تھے۔ جب ۱۹۰۴ء میں حضور اقدس کی تقریر لاہور میں ہوئی تو تقریر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھی۔ گوروں کا پہرہ تھا۔ بے شمار خلقت تھی۔ لیکن جب حضرت مولانا صاحب نے اپنی دلکش آواز میں تقریر کرنا شروع کی تو تمام احباب ہمہ تن گوش ہو کر تقریر سُنتے رہے۔ میری عمر اس وقت چودہ برس کی تھی۔ میں نے تمام تقریر سُنی۔ ۱۹۰۵ء میں والد صاحب بیمار ہو گئے اور ۱۹۰۶ء میں رحلت فرما گئے۔ میرا برادر خورد غلام محمد بھی ۱۹۰۷ء میں فوت ہو گیا۔ میں بالکل پریشان ہو گیا۔ ۱۹۰۸ء میں حضور سیدنا مسیح موعودؑ بھی رحلت فرما گئے۔ میں نے حضور اقدس کا جنازہ بخوبی دیکھا۔ لاہور کے لوگوں نے بے پناہ شورش کی۔ گالیاں نکالتے تھے اور بکواس کرتے تھے۔

۱۹۰۸ء میں حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ میں نے بھی بیعت کی حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ بھی ۱۹۱۴ء میں رحلت فرما گئے۔

پھر جب سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ مقرر ہوئے تو میں نے بھی ایک ہفتہ کے بعد (خدا بھلا کرے میاں سعدی مرحومؓ کا جن کے ذریعہ مجھے بیعت کرنے کی توفیق ملی) بیعت کر لی۔ پھر خدا کے فضل و کرم کے ماتحت جب موجودہ خلیفہ کو مصلح موعود ہونے کا الہام ہوا تو حضور نے اس کا اعلان فرمانے کے لئے پنجاب کے مختلف شہروں میں تقریریں کیں۔ میں ہر ایک جلسہ میں موجود تھا۔ دہلی والے جلسہ میں از حد شورش ہوئی۔ شورہ پشت لوگ بار بار عورتوں پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ میرے ہمراہ میاں معراج الدین صاحب پہلوان پہرہ پر تھے۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ ہنگامہ ختم ہو گیا اور جلسہ بھی خوش اسلوبی سے ختم ہو گیا۔

ملکانہ تحریک میں مجھے موضع کھڑدائی ضلع آگرہ میں بھیجا گیا۔ جناب ملک ڈاکٹر عبید اللہ خان صاحب بھی میرے بعد وہاں پہنچ گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں وہاں خوب کام کرنے کا موقعہ ملا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ سے بہت سے لوگوں کو غیر مسلم بننے سے محفوظ رکھا۔

خداوند کریم کا خاص الخاص فضل جو مجھ غریب پر ہوا وہ یہ ہے کہ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب پسر خواجہ کمال الدین صاحب وکیل نے مجھے لوہے کی ایک بڑی وزنی الماری دی۔ یہ الماری حضور نے خواجہ صاحب کے گھر میں رکھی ہوئی تھی۔ جب حضور سیدنا مسیح موعودؑ لاہور میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے تو اپنے کاغذات اور کتابیں اس میں بند کیا کرتے تھے۔ یہ الماری مجھے مل گئی۔ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تصدیق کی کہ یہ وہی الماری ہے جو حضور نے خواجہ صاحب کے گھر میں رکھی ہوئی تھی اور اس میں حضور اپنی کتابیں اور کاغذات رکھا کرتے تھے۔

اولاد۔ کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب بٹ۔ ولایت بیگم مرحومہ۔ رانی۔ خالدہ مجید ڈاکٹر۔

---

## اہلیہ صاحبہ محترم ڈاکٹر فیض علی صاحبؓ صابر

(از قلم محترمہ حمیدہ صابرہ صاحبہ بنت محترم ڈاکٹر صاحبؓ)

ولادت اندازاً ۱۸۹۰ء بیعت ۱۹۰۳ء وفات ۲ دسمبر ۱۹۶۴ء

میری والدہ ماجدہ حضرت غلام فاطمہ صاحبہ اہلیہ حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر (دختر ملک کمال الدین صاحب تلہ گنگ) صحابیہ تھیں۔ آپ ایک سال کی تھیں کہ آپ کے والد وفات پا گئے اور آپ اور آپ کی دو بہنیں اپنے خالہ زاد بھائی حضرت بابو امام الدین صاحب جہلمی ریلوے گارڈ کی کفالت میں آگئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ انہوں نے اپنی بہنوں کی خوب پرورش کی۔

آپ فرمایا کرتی تھیں کہ میں چھوٹی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقدمہ کرم دین کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے۔ ایک کمرہ میں حضور علیہ السلام کی بیعت کرنے کے لئے خواتین جمع تھیں۔ میں دروازے پر کھڑی تھی جب حضور علیہ السلام بیعت کے الفاظ ادا فرماتے تو میں بھی ساتھ ساتھ دوہراتی جاتی۔

۱۳-۱۴ برس کی عمر میں آپ کی شادی ہوگئی۔ آپ قادیان تشریف لے آئیں۔ حضرت دادی جان اپنی بہو کو لے کر حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت ممدوحہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ بار بار تعریف فرمائی اور دستور کے مطابق شگن بھی ڈالا اور اس محبت و پیار کا سلسلہ تا زیست قائم رکھا۔ اللّٰھم نور مرقدھا۔

حضرت سیدہ امّ ناصر احمد سے بھی ہم عمری کی وجہ سے پیار و محبت میں حقیقی بہنوں سے بڑھ گئیں۔ ان کی اس مثالی دوستی کے گہرے نقوش ہمارے دلوں پر بھی ثبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات میں بھی مماثلت پیدا کر دی کہ آپ کو اولاد بھی برابر دی یعنی سات بیٹے اور دو بیٹیاں۔

حضرت آپا جان اور خاندان مبارک کے دیگر افراد انہیں "بہن جی" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں رہنے کا شرف بھی میرے پیارے والدین کو حاصل ہے۔ آپ نے دار المسیح کے گول کمرہ میں حضرت پھوپھا جان ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کی معیت میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ فرمایا کرتی تھیں حضور علیہ السلام سے ملاقات کا روزانہ موقع ملتا۔ عمر کے لحاظ سے فطرتی حیا اس قدر غالب تھی کہ سلام کرنے کے علاوہ کوئی اور بات کرنے کی ہمت نہ پڑتی۔ حضور پُرنور از راہ شفقت خود ہی حال احوال دریافت فرما لیا کرتے۔

آپ بہت مرتبہ حضرت اقدس علیہ السلام اور حضرت اماں جان کے ہمراہ اور خواتین کے ساتھ سیر کے لئے جایا کرتیں۔ اوائل میں آپ کا جسم دُبلا پتلا تھا۔ بڑے بھائی جان ڈاکٹر احسان علی صاحب ایک صحت مند بچہ تھے۔ آپ انہیں گود میں اُٹھا کر چلنے سے تھک جایا کرتی تھیں اور واپسی پر بخار وغیرہ کی شکایت ہو جاتی۔ سیر کے دوران حضرت سیدہ ام ناصر احمد یا کوئی اور خاتون مبارکہ کوشش کرتیں کہ بھائی جان ان کی گود میں

اُٹھائیں اور بسا اوقات انہیں زبردستی گود میں اُٹھا کر بہت آگے نکل جائیں تا بچہ والدہ کی نظروں سے اوجھل ہو کر بہل جائے۔
ایک دفعہ حضرت اقدس نے والدہ صاحبہ کو فرمایا کہ آپ کا جسم سیر کی کوفت کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے۔

۱۹۰۵ء میں جب حضور علیہ السلام اور دوسرے احباب شہر چھوڑ کر باغ میں تشریف لے گئے تو چونکہ حضرت والدہ صاحبہ کی طبیعت علیل تھی۔ اس لئے آپ نے کچھ عرصہ بعد حضرت والد صاحب کو فرمایا کہ آپ انہیں شہر اپنے مکان میں لے جائیں۔ جب بھائی جان کی پیدائش کی اطلاع دی گئی تو فوراً پوچھا کہ شہر چلی گئی ہیں؟ حضرت والد صاحب نے عرض کی حضور کل ہی ہم گھر واپس آئے ہیں۔ فرمایا: بچہ کا نام "احسان علی" رکھیں۔ پھر فرمایا۔ علی اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کیا ہے۔

حضرت والدہ صاحبہ نے ۱۹۰۹ء میں وصیت کی۔ آپ کی وصیت کا نمبر ۳۱۷ ہے۔ آپ حد درجہ ہمدرد دل رکھتی تھیں۔ پابند صوم وصلوٰۃ، دعا گو اور تہجّد گذار تھیں۔ بچوں کو اس رنگ میں تنبیہ فرماتیں کہ اس کا اثر دل پر رہ جاتا۔ مجھے یاد ہے۔ میری بھتیجی امۃ الہادی سلمہا کی پیدائش پر خواتین مبارکہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعوتِ عصرانہ پر ہمارے ہاں مدعو تھیں۔ میں ان دنوں نویں جماعت میں پڑھتی تھی۔ غیر معمولی کام کی وجہ سے تھکاوٹ کے زیر اثر ان خواتین کے تشریف لے جانے کے بعد مغرب کے وقت ہی میں سو گئی اور صبح کی نماز نہیں پڑھی۔ صبح اُٹھی تو پوچھا کہ رات نماز پڑھی تھی۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ فرمایا۔ خوشی کے مواقع پر اللہ تعالےٰ کو یاد کیا کرتے ہیں یا بھول جاتے ہیں۔ ان کی یہ ہلکی سی سرزنش میری زندگی سُدھا گئی۔

آپ سائل کی آواز سُنکر بیکل ہو جایا کرتی تھیں۔ اس غرض کے لئے آپ نے اپنی الماری میں ایک برتن رکھا ہوا تھا جس میں ریزگاری ڈالتی رہتیں۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے بچے فقیر کی صدا سُنتے ہی اس برتن کا رُخ کرتے اور اس میں سے پیسے نکال کر سائل کو دے آتے۔ سفر کرتے وقت بھی اس غرض کے لئے کچھ رقم الگ رکھ لیتیں۔ اڑوس پڑوس کے غربا بھی آپ کی مدد سے محروم نہیں تھے۔ آپ ہمیشہ ان کی دودھ دہی اور چھاچھ سے مدد فرماتیں۔ اگر کسی وقت وہ خود لینے کے لئے نہ آتے تو اپنے بچوں کے ہاتھ بھجوا دیتیں۔ حد درجہ مہمان نواز تھیں۔

حضرت والد صاحب اور ان کے خاندان کی بھی نہایت درجہ خدمت گذار تھیں۔ کھانا پکانا، سینا پرونا، گوٹے کا کام نہایت اچھا کرتیں۔ محلہ کی اکثر لڑکیوں نے آپ سے کپڑے کاٹنے اور سینے سیکھے۔ سلسلہ

کے کاموں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتی تھیں۔ قادیان میں بھی اور ہجرت کے بعد ماڈل ٹاؤن میں بھی برابر محصلہ کا کام کرتی رہیں۔ ربوہ میں جلسہ سالانہ کے دوران خواتین کے ماتحت شعبہ تقسیم سالن کو متعدد مرتبہ سنبھالا۔

حضرت اماں جان اور خاندان مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت، پیار اور عقیدت تھی۔ گھر میں پھلدار پودے اور درخت لگانے کا بھی بہت شوق تھا اور پہلا پھل ہمیشہ حضرت ام المومنین رضؓ کی خدمت میں پیش کیا کرتی تھیں قادیان میں ہمارے گھر کے صحن میں ایک اچھی قسم کا آم کا درخت تھا جس کے آم حضرت اماں جان کو بہت پسند تھے۔ ایک دفعہ موسم سرما میں حضرت اماں جانؓ سیر سے واپسی پر ہمارے ہاں تشریف لائیں (آپ اکثر اس شرف سے ہمیں نوازا کرتی تھیں) میری والدہ ماجدہ نے حضرت اماں جان کی دستی چھڑی سے سنگترے توڑے حضرت اماں جانؓ نے خود جھک جھک کر سنگترے اٹھائے اور فرماتی رہیں اے بیٹی بس بھی کرو کیا سارے سنگترے مجھے توڑ کر دے دوگی؟ بچوں کے لئے بھی رہنے دو۔ اسی طرح چنبیلی اور موتیا کے جب پھول ہوتے تھے تو آپ انہیں چنتیں اور حضرت اماں جان رضؓ کو بھیجتیں۔

حضرت اماں جانؓ بھی میری والدہ سے اپنے بچوں جیسا سلوک کرتی تھیں۔ ان کی ہر خوشی کو اپنے بابرکت وجود کی شمولیت سے بڑھایا۔ بچوں کے بیاہوں پر اپنے دست مبارک سے تحفے دیئے اور نوازا۔ اور اکثر فرماتیں۔ بیٹی میں تمہارے لئے، تمہارے میاں اور بچوں کے لئے بہت دعائیں کرتی ہوں۔

حضرت اماں جان رضؓ کو میری والدہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بہت پسند تھا خاص کر کریلے۔

ایک دن حضرت والدہ صاحبہ حضرت ام ناصر صاحبہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت اماں جان تشریف لے آئیں۔ کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ بیٹی میری رضائی لوگی۔ والدہ صاحبہ نے عرض کی۔ اماں جان! اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

ایک دفعہ ڈلہوزی سے واپس تشریف لانے پر جب میری والدہ حضرت ممدوحہ رضؓ سے ملنے گئیں تو آپ انہیں اپنے سامان کے کمرہ میں لے گئیں۔ ایک صندوق میں دو قمیضوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔ فرمایا۔ جو کپڑا پسند ہے لے لو۔ اس پر حضرت والدہ صاحبہ نے قمیض کا ایک کپڑا لے لیا۔

دہلی سے واپسی پر میری بہن امۃ الحفیظ سلمہا نے حضرت والدہ صاحبہ کے ہاتھ حضرت اماں جان کے لئے ایک دہلی کی جوتی تحفہ بھیجی جب حضرت والدہ صاحبہ نے پیش کی تو اتفاق سے آپ کو اس جوتی کا ڈیزائن زیادہ پسند آیا جو والدہ صاحبہ نے پہنی ہوئی تھی۔ فرمایا۔ دوسری عورتیں دوپٹے بدل کر بہنیں بنتی ہیں آؤ ہم

جوتیاں بدل کر بہنیں بن جائیں اور ان کی جُوتی خود پہن لی اور اپنی جوتی انہیں پہنا دی۔ اللہ اللہ! کیا پیار و محبت تھی ان بزرگ ہستیوں میں۔ حضرت اماں جانؓ اکثر مزاح میں میری والدہ صاحبہ کو بُلایا کرتی تھیں۔ ڈاکٹر کی بیوی، ڈاکٹر کی ماں، ڈاکٹر کی بھاوج، ڈاکٹر کی سالے ہار!

آپ کو پچیس برس سے شکر آنے کی تکلیف تھی مگر فارغ نہیں بیٹھتی تھیں۔ کسی نہ کسی کام میں ہمیشہ لگی رہتیں۔ نوکروں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ رمضان المبارک میں ان کے لئے گھی، دودھ الگ کر کے رکھ دیتیں تا وہ روزے اچھی طرح رکھ سکیں۔

حضرت والد صاحب کی وفات اور پھر حضرت ام ناصر صاحبہ کا ساتھ چھوٹ جانے سے ان کی صحت پر بُرا اثر ہوا۔ اور کمزور ہوتی گئیں اور آخر ۲ ؍دسمبر ۱۹۶۴ء کو وفات پا گئیں۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللّٰھم نوّر مرقدھا وادخلھا فی اعلیٰ علیین۔

اولاد۔ سات بیٹے۔ دو بیٹیاں۔ ۴۶ پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں۔ ۲۴ پڑپوتے پڑپوتیاں۔

---

# محترم ملک مظفر احمد صاحب

ولادت ۱۸۸۸ء / ۱۸۸۹ بیعت ۱۹۰۳ء

محترم ملک مظفر احمد صاحب کے والد ماجد کا نام شیخ علی احمد صاحب تھا۔ قوم ککے زئی ، اور دھرمکوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ ملک مظفر احمد صاحب کی پیدائش بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں ہوئی جہاں آپ کے والد ماجد پٹواری تھے۔ شیخ فقیر اللہ صاحب آپ کے دادا کا نام تھا وہ بھی بدوملہی میں ہی پٹواری رہے تھے۔ حضرت شیخ فقیر اللہ صاحب بھی صحابی تھے۔ پہلے انہوں نے تحریری بیعت کی اور پھر ۱۹۰۶ء میں قادیان حاضر ہو کر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا اور ۴ جنوری ۱۹۰۸ء کو مختصر علالت کے بعد تقریباً ۴۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور بدوملہی میں ہی دفن ہوئے۔

محترم ملک مظفر احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم بدوملہی میں ہی حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ کے لئے ایبٹ آباد

میں اپنے چچا محترم شیخ نور احمد صاحب وکیل کے پاس چلے گئے اور وہاں پڑھتے رہے۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں اپنے والد کے حکم سے قادیان گئے اور چھٹی جماعت میں داخلہ لیا۔ بیعت بھی ۱۹۰۳ء میں ہی کی۔ ۱۹۰۷ء میں وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا مگر ۱۹۰۸ء میں والد محترم کی وفات کی وجہ سے کالج چھوڑنا پڑا۔

۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۳۱ء تک ایبٹ آباد کے ایک فوجی دفتر میں بطور کلرک ملازم رہے۔ ۱۹۴۰ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں پھر آپ کو فوج میں بُلا لیا گیا اور وہاں سے بعہدہ لفٹننٹ جنوری ۱۹۴۹ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ نے یکے بعد دیگرے شیخ علی احمد صاحب کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ شادی کی۔ آپ نے تقسیم ملک کے بعد حلقہ سول لائنز لاہور میں کئی سال تک بطور سکرٹری امور عامہ قابل قدر کام کیا۔ حفاظت مرکز میں بھی جبکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا دفتر لاہور میں تھا۔ آپ نے کئی سال تک حضرت صاحبزادہ صاحب کا ہاتھ بٹایا۔

آپ فرماتے ہیں کہ

ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا آپ میرے ملٹری سکرٹری ہیں کیونکہ میں فوجی درویشوں کی پنشن وغیرہ کے سلسلہ میں ڈرافٹ لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ

والد صاحب کے چار اَور بھائی تھے اور پانچوں ہی صحابی تھے۔ سب سے بڑے شیخ حسین بخش صاحب منٹگمری سے بعہدہ نائب تحصیلدار ریٹائر ہوئے۔ اور وہیں رہائش اختیار کرلی۔ وفات کے بعد قادیان دارالامان میں بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کے والد صاحب کا ذکر اُوپر گذر چکا ہے کہ بدوملہی میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ تیسرے شیخ غلام حسین صاحب بدوملہی میں پٹواری تھے۔ وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ چوتھے شیخ غلام احمد صاحب نے نومبر ۱۹۰۸ء میں بھوپال میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ یہ دونوں بھی صاحب الہام و کشف تھے۔ پانچویں سب سے چھوٹے شیخ نور احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد خلافت ثانیہ کے قیام کے بعد لاہوری جماعت میں شامل ہوگئے تھے۔ جنوری ۱۹۲۱ء میں لاہور میں وفات پائی اور لاہور میں ہی دفن ہوئے۔

آپ تین بھائی تھے۔ بڑے کا نام شیخ علی احمد تھا۔ وہ گرداور قانونگوئی تھے۔ صحابی بھی تھے۔ چند ماہ ۱۹۰۳ء میں تعلیم الاسلام کالج قادیان میں داخل رہے اور پھر تعلیم چھوڑ کر گرداور قانونگوئی کے طور پر ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۲۱ء میں مردم شماری کے سلسلہ میں لودھیانہ میں دارالبیعت میں قیام کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہیں جولائی ۱۹۲۱ء میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔ تیسرے بھائی محمود احمد صاحب تھے۔ ٹی۔آئی ہائی سکول قادیان میں نویں جماعت کے طالب علم تھے۔ کہ ۱۹۲۴ء میں گرمیوں کی رخصتوں میں دھرکوٹ آئے اور وہیں وفات پائی۔ اخبار فاروق نے اُن کی وفات پر ایک نوٹ بھی لکھا تھا جس میں عزیز مرحوم کے اخلاق کی بہت تعریف کی تھی۔

محترم ملک مظفر احمد صاحب موصی ہیں اور حلقہ سول لائنز میں رہائش رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی عُمر میں برکت دے۔ احباب جماعت کے لئے بہت عمدہ نمونہ ہیں۔

**اولاد۔** قمرالنساء۔ ممتاز احمد۔ منور احمد۔ اعجاز احمد۔ ذکار احمد۔ ضیاءالنساء۔ سلیم احمد۔

---

## محترم بابو منظور الٰہی صاحب (غیر مبائع)

**ولادت** **بیعت** **وفات**

محترم بابو محمد منظور الٰہی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدی ہوئے۔ بڑے خاموش طبع اور انتھک کارکن تھے۔ ٹیلیگراف آفس میں کام شروع کیا اور ٹیلیگراف انسپکٹر ہو کر ریٹائر ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ کئی ایک کتب انگریزی اور اُردو میں تالیف کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کا ابتدائی حصہ اور حضور کے الہامات و مکاشفات جمع کر کے شائع کروائے۔ دیگر ممالک کی لائیبریریوں میں سلسلہ کا لٹریچر بھیجنا ان کا خاص مشغلہ تھا۔ بحری جہازوں کی لائیبریریوں میں بھی لٹریچر بھیجا۔ کافی عرصہ ہوا۔ آپ وفات پا چکے ہیں۔

---

# محترم بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر

ولادت ۱۸۸۴ء بیعت جون ۱۹۰۳ء

محترم جناب بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر لاہور ولد چوہدری نبی بخش صاحب قوم چوہان سکنہ موضع گوندل تحصیل رنبیر سنگھ پورہ ریاست جموں فروری ۱۸۸۴ء میں بمقام راولپنڈی پیدا ہوئے۔ تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی۔ جہاں میٹرک کا امتحان مارچ ۱۹۰۱ء میں پاس کیا۔ امتحان ختم ہوتے ہی پٹیالہ میں اکونٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ وہاں دس سال ملازمت کی۔ کلرک بھرتی ہوئے تھے۔ مارچ ۱۹۰۷ء میں سپرنٹنڈنٹ ہو گئے اور بعد ازاں گزیٹڈ آفیسر بن گئے۔ بعدہٗ ایک خاص کام کی خاطر آپ کا تبادلہ ریلوے آڈٹ آفس لاہور میں کر دیا گیا اور چونتیس سال کی ملازمت کے بعد اپنی درخواست پر ۱۰ اپریل ۳۵ء کو ریٹائر ہو کر پنشن حاصل کر لی۔ اور اسی دن جیمز کری اینڈ کمپنی ریلوے آڈیٹر لاہور میں ملازم ہو گئے۔ کمپنی کی طرف سے جنرل ولسن نے آپ کی تقرری کی منظوری جنوری ۱۹۳۴ء میں دے دی تھی۔ مگر باوجود درخواست کے آپ کو پہلی ملازمت سے یوم درخواست سے سولہ ماہ بعد اپریل ۳۵ء میں ریٹائر کیا گیا۔ ۱۰ اپریل ۳۵ء ہی کو آپ اس کمپنی میں حاضر ہو گئے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابتک کام کر رہے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کرتے چلے جائیں گے۔

آپ کے والد بزرگوار چودھری نبی بخش صاحبؓ قوم چوہان سکنہ موضع گوندل تحصیل رنبیر سنگھ پورہ ریاست جموں کے باشندہ تھے۔ موضع مذکور سیالکوٹ سے نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ چھاؤنی میں مقیم رہے پہلے کرایہ کے مکان میں تھے کچھ عرصہ بعد اپنا مکان بنا لیا۔ پندرہ سولہ مکانات کرایہ پر دینے کے لئے بھی بنا لئے جو مستقل ماہوار آمد کا ذریعہ بن گئے۔

والدہ مکرمہ میرٹھ کی رہنے والی ہندوستانی تھیں جو غالباً غدر کے بعد اپنے والدین کے ساتھ میرٹھ سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آ گئی تھیں۔ یہیں ان کی شادی ہوئی اور ۸۰ سال سے زیادہ عمر پا کر ۲۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو سیالکوٹ ہی میں وفات پائی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے والد صاحب بھی ۹۰ سال کی عمر پا کر اکتوبر ۱۹۲۵ء میں سیالکوٹ میں ہی فوت ہوئے۔

محترم بابو صاحب کے دو بھائی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حافظ عبدالعزیز صاحب اور مکرم عبدالحکیم صاحب۔

عبدالحکیم صاحب تو لاولد فوت ہو گئے البتہ حافظ عبدالعزیز صاحب کثیرالاولاد ہوئے۔ الحاج چودھری شبیر احمد صاحب بی۔اے واقف زندگی وکیل المال تحریک جدید آپ ہی کے فرزند ہیں۔ شبیر صاحب محترم بابو صاحب کے بھتیجے بھی ہیں اور داماد بھی۔ محترم بابو صاحب کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں بقید حیات ہیں۔ محترم چوہدری عبدالمجید صاحب کارکن دفتر محاسب ربوہ آپ ہی کے فرزند ہیں۔

آپ کے خاندان میں سب سے پہلے محترم حافظ عبدالعزیز صاحب نے جنوری ۱۸۹۶ء میں بیعت کی۔ آپ بھی اپنے آپ کو اسی وقت سے احمدی سمجھتے تھے۔ مگر باقاعدہ بیعت آپ نے جون ۱۹۰۳ء میں کی۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے بھائی عبدالحکیم صاحب بھی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ کی والدہ مرحومہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور والد مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے زمانہ میں بیعت کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

آپ اپنے بھائی حافظ عبدالعزیز صاحب کی بیعت کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ

وہ پہلے پیر جماعت علیشاہ صاحب کے مرید تھے۔ ایک دن انہوں نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ وہ کوڑا ہے یعنی نعوذ باللہ من ذالک جھوٹا ہے۔ جب حافظ صاحب نے اس کی دلیل دریافت کی تو شاہ صاحب نے کہا کہ مرشد سے بحث نہیں کیا کرتے۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ مگر چند دن بعد حافظ صاحب نے شاہ صاحب کی دعوت کر دی اور حضرت مولوی مبارک علی صاحب جو اس وقت صدر سیالکوٹ میں اکیلے احمدی تھے ان کو بھی بلا لیا۔ چند اور دوست بھی شریک دعوت ہوئے۔ پیر صاحب اور مولوی صاحب آپس میں حیات و وفات مسیح پر بحث کرتے رہے۔ محترم بابو صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے بھی بڑے غور سے یہ بحث سنی۔ میں گو اس وقت زیادہ نہیں سمجھتا تھا۔ مگر میرا تاثر یہی تھا کہ پیر صاحب کے دلائل کمزور رہے ہیں۔ چنانچہ اس بحث کے دوسرے ہی دن انجوم حافظ صاحب اور مولوی عبدالواحد صاحب میرٹھی حال کراچی نے بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے محترم بابو صاحب نے بھی ۱۹۰۳ء بذریعہ خط بیعت کر لی۔ چنانچہ "الحکم" نمبر ۲۳ جلد ۷ مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۰۳ء میں آپ کی بیعت کا اعلان بھی شائع ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت آپ نے پہلی مرتبہ مارچ ۱۹۰۶ء میں قادیان جا کر کی۔ خلافت

اُوڈی میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے آپ کو صدر انجمن کا آنریری طور پر آڈیٹر مقرر کیا اور اسی زمانہ میں آپ نے حضور کی اجازت سے خطباتِ نُور کے دو حصّے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائری ۱۹۰۱ء کی شائع کی خلافت ثانیہ میں آپ کو خدمت سلسلہ کا بہت موقعہ ملا جماعت لاہور میں بھی اور صدر انجمن میں بھی۔

اُوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پٹیالہ میں کچھ عرصہ ملازمت کے بعد آپ کا تبادلہ لاہور میں ہو گیا۔ لاہور میں آپ دسمبر ۱۹۱۰ء میں تشریف لائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں لاہور میں سرگرم کارکن صرف حضرت قریشی محمد حسین صاحب مفرح عنبری والے تھے۔ مگر جب چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر مقرر ہوئے۔ تو آپ کو سکرٹری مقرر کیا گیا۔ ان ایام میں دو ہی عہدے تھے۔ پریذیڈنٹ اور سکرٹری۔ لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زمانہ میں جب نظارتیں قائم ہوئیں تو پھر ہر نظارت کے لئے الگ الگ سکرٹری مقرر کئے گئے۔

محترم بابو صاحب جناب چودھری صاحب کی عدم موجودگی میں امارت کے فرائض بھی سر انجام دیتے رہے جیسا کہ ذیل کی چٹھیوں سے ظاہر ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم شیخ صاحب　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب امیر صاحب نے آپ کو جولائی کے آخر تک اپنی جگہ قائمقام امیر مقرر کیا ہے اور آپ کی جگہ شیخ عبد المالک صاحب کو فنانشل سکرٹری۔ اطلاعاً عرض ہے۔ آپ مہربانی کر کے محاسب کا کام شیخ صاحب موصوف کے سپرد کر دیں۔ والسلام

خاکسار (ڈاکٹر) عبید اللہ خاں عفی اللہ عنہ　　۲۶/۷/۱۴
(سکرٹری مجلس عاملہ)

ث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Lahore
30 — 7 — 26

مکرمی بابو صاحب　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں غالباً ۲ ؍ اگست کو پھر باہر چلا جاؤں گا اور انشاء اللہ العزیز ۱۵ ؍ اگست کو واپس آؤں گا۔ آپ میری غیر حاضری میں امارت کے فرائض سر انجام

دیتے رہیں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ والسلام

خاکسار ظفر اللہ خاں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اکتوبر ۱۹۴۰ء میں آپ کو صدر انجمن کا آڈیٹر مقرر فرمایا۔ تقسیم ہند تک آپ یہ کام کرتے رہے جیسا کہ ذیل کی چٹھیوں سے ظاہر ہے۔

۱- ۱- از نظارت علیا صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان

۸۴۲/۴ مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۴۰ء

بخدمت مکرم بابو عبدالحمید صاحب آڈیٹر لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت صدر انجمن احمدیہ نے آپ کو تمام نظارتوں، دفتر محاسب، پرائیویٹ سکرٹری کے لئے آنریری آڈیٹر مقرر فرمایا ہے آپ جب چاہیں تشریف لا کر دفاتر کے حسابات کا معائنہ فرمائیں۔ والسلام

فتح محمد سیال ناظر اعلیٰ قادیان

۲- خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ کام آپ محض حصول ثواب کی خاطر بجالاتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ لاہور سے قادیان آمد و رفت کا کرایہ بھی صدر انجمن سے وصول نہیں کرتے تھے۔ جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ کی حسب ذیل چٹھی سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

مورخہ ۲۹؍جولائی ۱۹۴۲ء

مکرمی شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنی تحریر مورخہ ۲۴/۷ میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ آئندہ آڈٹ کے کام کے لئے کوئی سفر خرچ نہ لیں گے۔ مجھے آپ کی اس تحریر سے اطلاع ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء یہ بھی درست ہے کہ یکم مئی ۱۹۴۲ء سے آپ نے کوئی بل سفر خرچ کا نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قربانی کو قبول فرمائے۔ اور زیادہ سے زیادہ خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے۔ والسلام

خاکسار فتح محمد سیال ناظر اعلیٰ قادیان

*

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس مشاورت ۳۶ء میں دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر فرمایا جس کے سات ممبر تھے۔ صدر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ اور سکرٹری محترم بابو عبدالحمید صاحب۔ اس اہم کام کو بھی آپ تقسیم برصغیر تک برابر سر انجام دیتے رہے۔

مجلس شوریٰ میں لجنہ اماء اللہ کی آراء پیش کرنے کی خدمت بھی عرصہ تک آپ کے سپرد رہی۔

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت حکیم قریشی محمد حسین صاحب مفرح عنبری والے خاص خدمات بجا لاتے تھے اور حضرت اقدس کی ضرورت کی چیزیں خرید کر قادیان پہنچایا کرتے تھے۔ اسی طرح خلافت ثانیہ میں ایک عرصہ تک یعنی ۲۱ء سے لے کر ۲۹ء تک یہ خدمت آپ کے سپرد رہی۔ لاہور آنے کی صورت میں خاندان مسیح موعودؑ کی خواتین مبارکہ کا قیام بھی عموماً آپ ہی کے مکان پر ہوا کرتا تھا۔ دیگر معززین جماعت کی مہمانوازی بھی اکثر آپ ہی کیا کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ یوں تو اس زمانہ میں ہر احمدی تبلیغ کرتا تھا مگر جماعتی رنگ میں ذیل کے احباب ہی نمایاں حصہ لیتے تھے۔ سید دلاور شاہ صاحب۔ مرزا محمد صادق صاحب۔ ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب۔ ملک خدا بخش صاحب، میاں عبدالعزیز صاحب مغل اور بابو صاحب موصوف خود۔

اس ضمن میں بھی ذیل کی چٹھیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

- مکرمی بابو عبدالحمید صاحب السلام علیکم

آپ کی تبلیغی کوششوں کی رپورٹ پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل فرمائے اور ان دوسرے دوستوں پر بھی جو اس کام میں حصہ لے رہے ہیں ایک لمبا عرصہ تک نومسلموں کا خیال رکھنا اور پختہ کرنا ضروری ہوگا۔

محمد یوسف کی بیوی میرے نزدیک اسلام پر زیادہ پختہ ہے۔ وہی انہیں کھینچ کر قادیان لائی تھی۔ واللہ اعلم

ایک صاحب مرزا گستاپ بی۔ اے غالباً جہلم ضلع کے احمدی تھے۔ پھر مسیحی ہو گئے۔ لاہور میں کالج یا سکول میں ملازم تھے۔

ان کی اگر اصلاح کی کوشش کی جائے تو بہت ثواب کا کام ہے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

۲۔ مکرمی بابو عبدالمجید صاحب

السلام علیکم

آپ کی تبلیغی کوششوں سے آپ کے تازہ خطوط سے اطلاع ملی۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ سُنتا ہوں مسیحیوں میں سخت گھبراہٹ ہے اور غیر احمدیوں پر بھی اچھا اثر ہے۔ اگر یہ تحریک عقل اور فکر سے جاری رکھی جائے اور جلدی اور لاپرواہی سے کام نہ لیا جائے تو امید ہے بہت مفید ہو۔ جاوی لڑکوں کا معاملہ ناظر متعلقہ کے پاس گیا ہے۔ چونکہ مالی حالات سخت کمزور ہے اس لئے ہر کام میں سوچ بچار ضروری ہو گئی ہے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

اولاد:۔

بلقیس بیگم۔ ثریا بیگم۔ عبدالمجید۔ عبدالباری۔ سلمٰی بیگم۔ بُشریٰ بیگم۔ عبدالنور۔

---

## حضرت میاں محمد صاحبؓ

ولادت بیعت ۱۹۰۴ء وفات ۱۹۴۵ء

حضرت میاں محمد صاحبؓ، میاں فیملی کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ محترم سید سردار احمد شاہ صاحب شاہ مسکین والوں کے ماموں تھے۔ پٹیالہ، الہ آباد، شملہ اور لائلپور میں بسلسلہ ملازمت رہے۔ اوورسیر تھے۔ آخر میں میو سکول آف آرٹس لاہور میں بطور ورک اوورسیر کام کرتے رہے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ اگرچہ سروس لگاتار نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچاس روپیہ سے زیادہ پنشن مل گئی۔

مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کا نقشہ انہوں نے ہی تیار کیا تھا اور تعمیر کی نگرانی کا کام بھی انہیں کے سپرد تھا۔ بڑے مخلص بزرگ تھے۔ شاہ مسکین کے سالانہ جلسہ پر ہر سال بڑی باقاعدگی کے ساتھ جایا کرتے تھے

اولاد:۔ میاں ولایت محمدؐ۔ میاں نذیر احمد۔ حسن احمد۔ عزیز احمد۔ اقبال بیگم۔ سراج بیگم آمنہ بیگم۔

ؐ میاں ولایت محمد مرحوم نے مسجد احمدیہ لائل پور کا نقشہ تیار کیا تھا۔ تعمیر کی نگرانی کا کام بھی آپ ہی نے کیا۔ (مؤلف)

# محترم محمد اقبال صاحب

ولادت سنہ ۱۸۸۷ء بیعت سنہ ۱۹۰۴ء

محترم محمد اقبال صاحب حلقہ بھاٹی گیٹ لاہور کا بیان ہے کہ

سنہ ۱۹۰۴ء میں جب حضرت اقدس لاہور میں تشریف لائے تو میں لوکو شاپ میں کام کر رہا تھا۔ تین آنے روز لیتا تھا۔ میں نے اپنے افسر کو کہا کہ مجھے ایک ضروری کام ہے رخصت دے دیں۔ اس نے رخصت دے دی اور میں اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ اور ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرے کپڑے کالے تھے۔ تیل ٹپک رہا تھا۔ یہی میری بیعت ہے

اس کے بعد حضرت اقدس کی زندگی میں ہی دو مرتبہ قادیان گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تو کئی مرتبہ جانے کا موقعہ ملا۔

اولاد :۔ محمد اشرف۔ محمد صادق۔ محمد شریف۔ مبارک احمد۔ چانن بیگم۔ ممتاز بیگم۔ محمودہ بیگم۔ سراج بیگم مرحومہ۔

---

# حضرت میاں احمد دین صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت سنہ ۱۸۹۰ء بیعت سنہ ۱۹۰۴ء وفات

حضرت میاں احمد دین صاحب نہایت ہی مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں جبکہ آپ کی عمر ۱۴ سال کی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ کوچہ چوغطیاں اندرون موچی دروازہ میں رہائش تھی۔ محکمہ ریلوے کے اکاؤنٹس آفس میں ملازم تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد دن رات تبلیغ میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے ایک مخلص اور ہونہار لڑکے میاں عبد الرحمٰن صاحب ایم۔ اے انجنیئرنگ کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ انہیں بھی تبلیغ کا بیحد شوق تھا۔ وہ بوڑھے باپ کی موجودگی میں وفات

پا گئے۔ جس کا انہیں بہت صدمہ ہوا۔ بوڑھے اور کمزور تو تھے ہی، اس صدمہ کی وجہ سے رہی سہی طاقت بھی جاتی رہی اور جلد ہی وفات پا گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد:۔ عبد الرحمٰن۔ مسعودہ بیگم۔ بلقیس۔ عزیز الرحمان۔ طاہرہ۔ ساجدہ۔ بشریٰ۔ خلیل۔ ۱۶۵

---

# محترم میاں نُور محمد صاحب گنج مغلپورہ

**ولادت** ۱۸۸۹ء **بیعت** ۱۹۰۴ء بمقام لاہور

محترم میاں نُور محمد صاحب ۱۸۸۹ء میں بمقام بھڈیار ضلع امرت سر میں پیدا ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۷ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ملتان میں ایک شہادت دینے کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں پر ہمارے دو بڑے بھائی مولوی جمال الدین صاحب اور مولوی کرم الدین صاحب اپنے کاروباری سلسلہ میں رہائش پذیر تھے۔ ان دونوں نے وہاں حضور کی دستی بیعت کی۔ اس کے بعد جب وہ اپنے گاؤں بھڈیار میں واپس تشریف لائے تو انہوں نے سارے خاندان کو جمع کر کے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ جس کے نتیجہ میں ہمارا سارا خاندان بھی احمدی ہو گیا اور ہمارے والد صاحب کے جو لوگ زیر اثر تھے ان میں سے بھی دو خاندان احمدی ہو گئے۔ سب نے بذریعہ ڈاک بیعت کی۔

اس کے بعد ہم ہر جلسہ پر اور آگے پیچھے بھی بڑی محبت اور اخلاص کے ساتھ قادیان جاتے رہے۔ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۴ء میں لاہور تشریف لائے تو اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی وہاں میں نے بھی حضور کی بیعت کر لی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ جس مکان میں ہم نے بیعت کی وہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؔ کا مکان مبارک منزل تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جو آخری جلسہ سالانہ ہوا اُس میں بھی میں گیا تھا۔ مجھے یاد ہے حضور سیر کے لئے ریتی چھلہ کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ وہاں پر بڑ کے درخت کے نیچے ہم سب نے حضور سے مصافحہ کیا تھا۔

جب حضور جہلم[۱] تشریف لے جا رہے تھے تو ہماری جماعت نے حضور کے لئے کھانا تیار کر کے اٹاری کے

---

[۱] الحکم نمبر ۳۸/۳۹ جلدہ ۸ مورخہ ۱۰/۱۷ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳ و ۴ پر احمدی دوستوں کا اٹاری کے اسٹیشن پر کھیر وغیرہ پیش کرنے کا واقعہ سفر سیالکوٹ سے متعلق درج ہے سفر جہلم کے دوران اس قسم کے واقعہ کا کوئی ذکر نہیں۔ غالباً میاں نور محمد صاحب محترم کو سہو ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مرتب)

اسٹیشن پر حضور کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس کھانے میں کھیر بھی تھی۔ اس وقت میرے بڑے بھائی جان محمد اور محمد اسمٰعیل حضور کے ساتھ والے ڈبہ میں بیٹھ گئے اور میانمیر کے اسٹیشن پر برتن اُتار لئے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ محترم میاں نور محمد صاحب مکرمی مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے والد بزرگوار ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے کئی سال تک سیرالیون مغربی افریقہ میں خدمت اسلام سرانجام دی اور آجکل آپ سنگاپور میں تبلیغ احمدیت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آپ کو بیرون پاکستان تبلیغ کرتے ہوئے پچیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔

محترم میاں نور محمد صاحب نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی صحت کے لئے پنجابی زبان میں ایک دعائیہ نظم بھی لکھی ہے جسے آپ چھ ہزار کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔

اولاد :۔ مولوی محمد صدیق صاحب مبلغ سنگاپور۔ امۃ الرشید۔ امۃ الحفیظ۔ رحمت بی بی۔ بُشریٰ صادقہ محمد لطیف۔

---

# محترم میاں نذیر حسین صاحب

**ولادت** اندازاً ۱۸۹۴ء **بیعت** بچپن میں

محترم میاں نذیر حسین صاحب ولد حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسٰی نے بیان فرمایا کہ میں حضرت مولوی غلام حسین صاحب (جو ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے) امام مسجد گمٹی بازار سے قرآن کریم پڑھا کرتا تھا۔ مولوی صاحب موصوف قرآن کریم پڑھاتے ہوئے ہمیں وفات مسیح کے دلائل بھی سکھایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی امتحان بھی لیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ یہ بچہ اب غیروں کے سامنے بھی دلائل پیش کر سکتا ہے تو فرمایا کہ تم غیر احمدی مولوی صاحبان کے پاس جایا کرو اور ان سے لوگوں کے سامنے پہلے وضو ٹوٹنے اور نماز فاسد ہونے کے مسائل پوچھا کرو۔ پھر وفات مسیح سے متعلق قرآنی آیات پیش کر کے اُن کا مطلب دریافت کیا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ بھاٹی دروازہ کے اندر بازار حکیماں سے پہلے ایک اُونچی مسجد میں گیا۔ اس مسجد کے مولوی کو لوگ خلیفہ جی کہا کرتے تھے۔ اُن سے جب

میں نے چند مسائل دینیہ پوچھے اور پھر آیت فلما توفیتنی پیش کر کے اس کا مطلب پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ مرزائی ہے اس کو مارو۔ چنانچہ مجھے لوگوں نے مارنا شروع کر دیا۔ اور مار پیٹ کر مسجد کے حوض میں پھینک دیا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ اس واقعہ کے بعد جب میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس مسجد کی مار پیٹ کا حال سُنایا تو حضور نے مجھے پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو خدا نے تمہیں معجزانہ طور پر بچا لیا۔ اس پر میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کرنے کی درخواست کی حضور نے فرمایا جب آپ کا باپ اور دادا سب احمدی ہیں تو تم بھی احمدی ہو۔ بیعت کی ضرورت نہیں مگر میرے اس اصرار پر کہ لوگ کہتے ہیں والدین کی وجہ سے یہ احمدی ہے بڑا ہو کر خود بخود ٹھیک ہو جائے گا میں حضور کے ہاتھ پر خود بھی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضور نے میری بیعت لے لی۔

۱۹۰۴ء میں جب حضور لاہور میں تشریف لائے تو حضرت میاں چراغ دین صاحب کے مکان میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو ٹھہرایا اور حضور خود حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ لیکچر لاہور بھی حضور نے یہاں ہی لکھا تھا۔ ان دنوں ایک شخص برقعہ پہن کر آیا کرتا تھا۔ اور کوشش کرتا تھا کہ موقعہ ملے تو اُوپر جا کر حضور پر قاتلانہ وار کرے۔ میری والدہ حیات بیگم صاحبہ مرحومہ نے لاہور کے قیام میں حضرت مسیح موعودؑ سے اجازت لی ہوئی تھی کہ حضور کی خوراک وہ اپنے ہاتھ سے تیار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا کرے۔ ان دنوں بھی میری والدہ حضور کا کھانا اور ناشتہ خود تیار کر کے میرے ہاتھ بھیجا کرتی تھی۔ ایک دن دوپہر کا کھانا جو میں حضور کی خدمت میں پیش کر کے واپس اپنے گھر پہنچا تو میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں حضور کے مکان کی سیڑھیوں پر پہرہ دوں۔ ابھی میں پہنچا ہی تھا کہ وہ برقعہ پوش شخص سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ میں نے آواز دی کہ یہ کون عورت ہے؟ اوپر آنے کی اجازت نہیں۔ مگر وہ آتا ہی گیا اور میرے قریب آ کر مجھے دھکا دے کر اُوپر چڑھنا چاہا۔ ..........

..... اس کے پاس تیز لمبا چھُرا تھا جس کا سِرا میرے پیٹ میں آ لگا۔ میں نے شور مچایا اور وہ بھاگ گیا۔ والد صاحب دوڑے آئے اور مجھے زخمی دیکھ کر اُٹھا لیا۔ اتنے میں حضرت اقدس کو بھی معلوم ہو گیا حضور نے مجھے اُوپر طلب فرما لیا اور خون بہتا دیکھ کر اپنی پگڑی کا سِرا پھاڑ کر اس سے ایک گول سا گیند بنا کر میرے پیٹ کے زخم پر رکھ دیا اور اس کے اُوپر اپنی پگڑی لپیٹ دی اور مجھے اپنی چارپائی پر لٹا دیا۔ بارہ بجے کا سویا ہوا میں پانچ بجے عصر کے وقت جاگا۔ اُٹھ کر تیمم سے نماز پڑھی۔ حضور نے مجھ سے حال پوچھا۔

پھر والد صاحب مجھے اُٹھا کر گھر لے آئے۔ خدا کی قدرت کہ وہ زخم بہت جلد مندمل ہو گیا۔ میرے والد صاحب اور دوسرے دوستوں نے چاہا کہ اس کی رپورٹ پولیس میں کی جائے مگر حضور نے فرمایا۔ خدا خود اس سے بدلہ لے گا۔

ان ایام میں حضور نے موجودہ مسجد احمدیہ کے بالمقابل جو احاطہ میاں چراغدین کہلاتا تھا۔ اس میں کئی ایک تقریریں فرمائیں جو بعد میں "تقریروں کا مجموعہ" کے نام سے شائع کی گئیں۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں جب حضور آخری مرتبہ لاہور تشریف لائے تو اس سے قبل قادیان میں خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب عرض کر چکے تھے کہ حضور! ہم نے باہر کھلے میدان میں مکان بنوائے ہیں۔ اب کی مرتبہ حضور ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ حضور نے فرمایا۔ لاہور میں ہمارا گھر تو میاں چراغدین والا گھر ہے۔ اگر میاں چراغدین صاحب آپ کو اجازت دیں تو ہم آپ کے ہاں ٹھہر جائیں گے۔ حضرت میاں چراغدین صاحب بہت حلیم الطبع اور رقیق القلب انسان تھے ان کے زور دینے پر مان گئے۔ جب حضور کو اطلاع ہوئی تو حضور نے احمدیہ بلڈنگس میں قیام کرنا منظور فرما لیا۔ مگر حضور جب تک لاہور میں مقیم رہے۔ میری والدہ حیات بیگم مرحومہ حضور کا کھانا خود اپنے ہاتھ سے تیار کر کے دونوں وقت بھیجتی رہیں اور ناشتہ بھی۔

آپ کی رہائش آجکل ۱۷۔ گوالمنڈی لاہور میں ہے۔

اولاد:۔ ڈاکٹر بشارت احمد۔ صالحہ بیگم۔ صفیہ بیگم۔ ڈاکٹر خورشید بیگم۔ رضیہ بیگم۔ حلیمہ بیگم۔

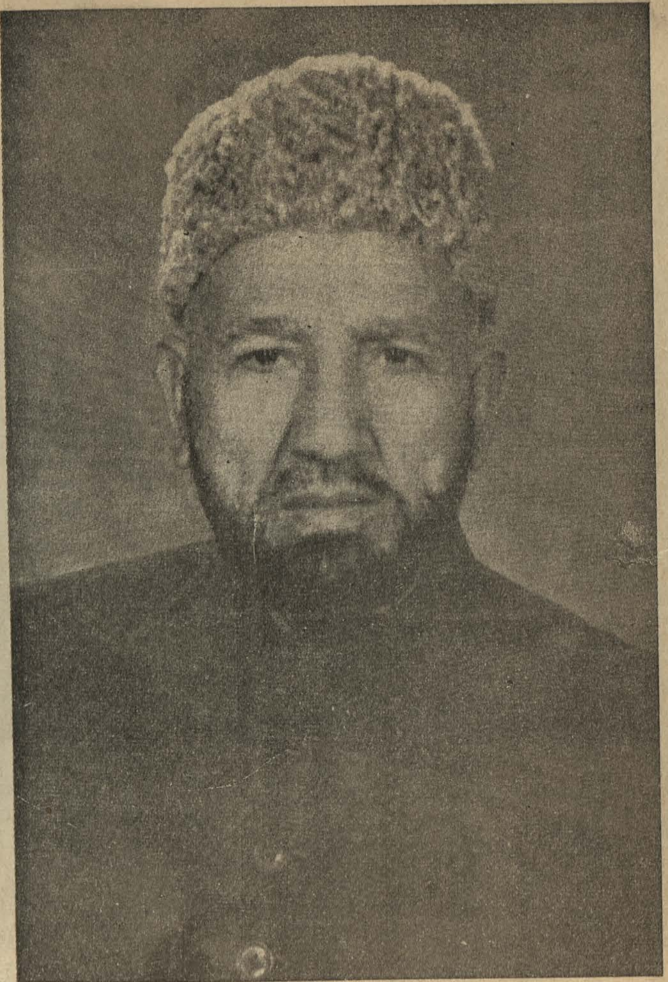
---

## حضرت شیخ محمد حسین صاحب ڈھینگرہ

ولادت سنہ ۱۸۹۰ء بیعت سنہ ۱۹۰۴ء

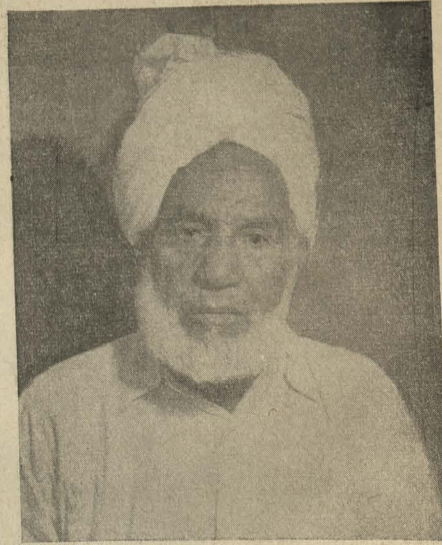
محترم شیخ محمد حسین صاحب ڈھینگرہ ساکنہ گوجرانوالہ حال لاہور حلقہ سلطان پورہ حضرت اقدس علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں سے حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ کے صاحبزادہ ہیں۔ حضرت شیخ صاحبؓ نے سنہ ۱۸۹۱ء میں بیعت کی تھی۔ محترم شیخ محمد حسین صاحب فرماتے ہیں کہ

میں بچہ ہی تھا جب میری والدہ صاحبہ وفات پا گئیں۔ والد صاحب بسلسلہ کاروبار یا ملازمت جہاں بھی جاتے تھے مجھے اپنے ساتھ رکھتے تھے سنہ ۱۹۰۳ء میں والد صاحب پشاور میں تھے۔ وہاں مجھے انہوں نے



محترم شیخ محمد حسین صاحب

محترم میاں شمس الدین صاحب بٹ (صفحہ ۳۰۶)



محترم منشی سر بلند صاحب رض
(صفحہ ۳۳۰)



محترم ملک مظفر احمد صاحب
(صفحہ ۳۱۱)



محترم چودھری غلام قادر صاحب
(صفحہ ۳۲۶)

سکول میں داخل کیا۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری اور حضرت مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری کے صاحبزادے میاں عبداللہ جان اور میاں حمیداللہ جان بھی اسی سکول میں پڑھتے تھے اور ہر طرح میرا خیال رکھتے تھے۔

سنہ ۱۹۰۴ء میں جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا لاہور میں لیکچر ہوا تو حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کی کوشش سے خاکسار کو بھی حضور کے قریب جگہ مل گئی۔ میں نے قاضی صاحب کو کہا کہ میرے والد صاحب احمدی ہیں کیا میں بھی حضور کی بیعت کروں؟ انہوں نے فرمایا کر لو۔ اور مجھے پکڑ کر حضور کے قدموں میں بٹھا دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے حضور کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد بہت سے لوگوں نے اُوپر ہاتھ رکھے پھر بعض نے پیٹھوں پر اور بعض نے پگڑیاں لمبی کر کے ان کو پکڑ کر بیعت کی۔ یہ بیعت حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کے مکان کی بیٹھک میں ہوئی تھی اور یہ وہ جگہ تھی جہاں اب حبیب بنک ہے۔

ت۔ ذکر سرحد تاریخ احمدیہ صفحہ ۱۲۱

اس کے بعد سنہ ۱۹۰۶ء میں بھی قادیان جانے کا موقعہ ملا۔ پھر سنہ ۱۹۰۸ء میں جب حضور کا وصال ہوا تو خاکسار سکول سے ایک دن کی رخصت حاصل کر کے لاہور پہنچا مگر حضور کا جنازہ قادیان جا چکا تھا۔ صبح ہونے پر میں اپنے چچا حضرت شیخ صاحب دین صاحب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قادیان روانہ ہوا۔ اور ہم عین اس وقت قادیان پہنچے جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ تقریر فرما رہے تھے اور حضور کا جنازہ پاس رکھا ہوا تھا۔ تقریر کے بعد احباب کے اصرار پر حضور نے حاضر الوقت احباب کی بیعت لی۔ پھر حضرت اقدس کا جنازہ پڑھایا۔ بعد ازاں جنازہ باغ والے مکان میں رکھا گیا اور احباب کو آخری دیدار کا موقعہ دیا گیا۔ احباب ایک دروازہ سے داخل ہوتے تھے اور حضور کا چہرہ مبارک دیکھ کر دوسرے دروازہ سے نکل جاتے تھے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل نے اس وقت میرے چچا شیخ صاحب دین صاحب کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ شیخ صاحب صدیق ثانی ہو گیا ہے آئندہ عُمر ثانی ہو گا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ

سنہ ۱۹۳۲ء میں مکرم مولوی عبدالغفور صاحب فاضل اور اخوند محمد اکبر خاں صاحب کی تحریک سے میں نے $\frac{1}{10}$ کی وصیت کی۔ وصیت کا نمبر ۲۷۵۸ ہے اور یہ وہ نمبر ہے جو منظوری سے قبل مجھے رؤیا میں بتایا گیا تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے $\frac{1}{3}$ حصہ کی توفیق بھی دے دی۔

محترم شیخ صاحب نے فرمایا کہ

جب میں نے گوجرانوالہ میں میٹرک پاس کر کے لاہور کے ایف۔سی کالج میں داخلہ میں لیا تو ان ایام میں کالج کے پروفیسروں میں "سراج الدین" بھی تھا۔جس کے سوالات کے جوابات میں حضرت اقدسؑ نے وہ مشہور و معروف رسالہ لکھا تھا جس کا نام "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" ہے۔سراج الدین انجیل بھی پڑھاتا تھا اور تاریخ بھی۔میں اس پر سوالات کرتا تھا۔شروع شروع میں تو وہ سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کرتا تھا۔مگر بعد ازاں میں نے جب بھی سوال کرنا چاہتا تو وہ کہتا آپ بیٹھ جائیں۔اس کا دوسرے لڑکوں پر بہت اچھا اثر پڑتا۔مجھے خوشی ہوتی اور فخر محسوس کرتا کہ یہ پادری حضرت اقدس کے ایک ادنیٰ غلام کے مقابلہ میں آنے سے بھی ڈر محسوس کرتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ۱۹۱۰ء میں اکونٹنٹ جنرل لاہور کے دفتر میں ملازم ہوئے اور ۱۹۱۹ء میں کاروبار کرنے کے ارادہ سے استعفاء دے دیا۔۱۹۲۵ء سے لیکر ۱۹۴۷ء کے شروع تک بسلسلہ کاروبار ملتان رہے۔وہاں جماعت میں بطور جنرل سکرٹری کام کرنے کی توفیق ملی۔۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک لاہور میں ہیں۔درمیان میں دو سال مارچ ۱۹۵۸ء تا مارچ ۱۹۶۰ء ڈھاکہ اور چٹاگانگ میں رہنے کا موقعہ ملا۔وہاں بھی جماعت کی خدمت کی توفیق ملی

اولاد:۔ رشید احمد۔لطیف احمد۔حمید احمد۔نعیم احمد۔زبیدہ خاتون۔رضیہ سلطانہ۔بشریٰ ممتاز۔انیسہ فرحت۔

---

# محترم چودھری غلام قادر خاں صاحب آف لنگڑوعہ

ولادت انداز اً ۱۸۸۸ء بیعت اپریل ۱۹۰۴ء

محترم چودھری غلام قادر خاں صاحب ولد چودھری خیرو خاں صاحب سکنہ لنگڑوعہ تحصیل نوانشہر ضلع جالندھر حال مکان ۲۱ وودیالہ سٹریٹ ۱۱ محلہ رانگڑھ چوبرجی لاہور سے ان کے خاندانی اور تعلیمی حالات دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ

میں ایک معزز راجپوت خاندان کے ساتھ تعلق رکھتا ہوں۔ہمارے گاؤں اور علاقہ میں اکثریت راجپوتوں

کی تھی۔ میرے والد ماجد کا نام چودھری خیروخاں تھا جو کہ ایک صاحب علم، صوم وصلوٰۃ کے پابند، رئیس آدمی تھے۔ میں ابھی چھٹی جماعت ہی میں تھا کہ آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ میرے بڑے بھائی چودھری محمد امیر خاں میری سرپرستی کرتے تھے۔ پلیگ کے ایام میں میرے بہنوئی ڈاکٹر دوست خاں مجھے اپنے پاس امرتسر لے گئے۔ وہاں میں نے ۱۹۰۳ء میں فرسٹ ڈویژن لے کر میٹرک پاس کیا۔ اس وقت میری عمر ۱۹ - ۲۰ سال کی تھی۔ ۱۹۰۳ء ہی کا واقعہ ہے کہ بورڈنگ ہاؤس میں جہاں میں رہا کرتا تھا ایک احمدی بورڈر لڑکے کریم اللہ نامی سکنہ فیض اللہ چک ضلع گورداسپور نے بیان کیا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آج جہلم جانے کے لئے امرتسر سے گذریں گے۔ پیشتر اس کے حضرت حاجی غلام احمد صاحب سکنہ کریام قادیان سے واپس آکر مجھے امرتسر بورڈنگ ہاؤس میں تشریف لاکر بتلا گئے تھے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے۔ ان کی بیعت کی وجہ سے میرے دل میں بھی اس بات کی زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ میں کم از کم ایسے شخص کی زیارت تو کر لوں۔ چنانچہ ہم کئی لڑکے اکٹھے ہو کر حضور کی زیارت کے لئے امرتسر اسٹیشن پر پہنچے۔ امرتسر کی جماعت نے حضور کے لئے چائے وغیرہ کا بھی انتظام کیا ہوا تھا جب گاڑی آکر اسٹیشن پر ٹھہری تو نامعلوم کیا کشش تھی کہ ہم نے بھی درود شریف پڑھتے ہوئے اور کشاں کشاں بڑھتے ہوئے حضور سے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا۔ حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھا جو بہت نورانی تھا۔ چنانچہ جو طالب علم زیارت کے لئے گئے بعد ازاں ان میں سے کئی ایک کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ از انجملہ ایک طالب علم عطر دین صاحب بھی تھے جو بعد ازاں ڈاکٹر عطر دین مشہور ہوئے اور آجکل قادیان میں درویشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد میں نے اسلامیہ کالج انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخلہ لیا۔ اور جب موسمی تعطیلات میں اپنے گاؤں واپس گیا تو میرے ایک چچا زاد بھائی چوہدری جیویخاں صاحب بھی احمدی ہو چکے تھے اور ارد گرد کے دیہات کریام، سڑوعہ، کاٹھ گڑھ اور بنگہ وغیرہ میں جماعتیں قائم ہو چکی تھیں۔

تعطیلات کے ایام میں چودھری جیوے خاں صاحب مذکور مجھے چودھری غلام احمد صاحب سکنہ کریام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں لا لا کر دیا کرتے تھے۔ جن کو میں نے خوب پڑھا۔ چنانچہ مجھ پر احمدیت کی صداقت ظاہر ہو گئی اور میں نے اپریل ۱۹۰۴ء میں قادیان جا کر حضور کی بیعت کر لی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایف۔ اے کا امتحان دینے کے بعد ۱۹۰۵ء میں قادیان شریف میں ایک مکان کرایہ پر لیا اور ایک

سال لگاتار نمازوں، درسوں اور جلسوں میں شامل ہو کر حضور کی صحبت سے مستفیض ہوتا رہا۔

جب حضور نے رسالہ الوصیت لکھا تو خاکسار نے بھی تھوڑا عرصہ بعد ۱۵ نومبر ۱۹۰۶ء کو اپنی جائداد غیر منقولہ وغیرہ کی وصیت زیر ۱۵۲ کی اور پھر اس سلسلہ میں حصہ آمد کی وصیت ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو کی۔

جن ایام میں طاعون زوروں پر تھی۔ ہمارا ایک تایازاد بھائی چودھری حمایت خاں طاعون میں گرفتار ہو گیا۔ ایک ڈاکٹر نعمت خاں نامی کو ہم نے علاج کے لئے بلایا۔ اس نے ملاحظہ کے بعد کہا کہ اس کے پھیپھڑے خراب ہو گئے ہیں اور یہ ہرگز بچ نہیں سکتا۔ اب خواہ مرزا صاحب بھی اس کے لئے دعا کریں اس کا طاعون سے خلاصی پانا ناممکن ہے۔ یہ بھی کہا کہ اگر یہ شخص طاعون کا شکار ہونے سے بچ جائے تو میں بھی احمدی ہو جاؤں گا۔ ڈاکٹر صاحب کے چلے جانے کے بعد پہلے تو ہم سب احمدی احباب نے مریض کی شفایابی کے لئے مل کر دعا کی اور صدقہ کیا۔ پھر میں نے نواں شہر جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے تار دیا۔ خدا کی قدرت کہ تار دینے کی دیر تھی کہ مریض کی حالت سدھرنے لگی اور تھوڑے دنوں وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ گویا مُردہ زندہ ہو گیا۔ یہ نشان دیکھ کر چودھری حمایت خاں صاحب نے تو بیعت کر لی اور مخلص احمدی بن گئے مگر ڈاکٹر صاحب اپنے قول سے پھر گئے۔

محترم چودھری صاحب فرماتے ہیں کہ

میرے بڑے بھائی صاحب میری شادی کا انتظام ہمارے غیر احمدی مالدار اور صاحب جائیداد رشتہ داروں میں کرنا چاہتے تھے مگر میرا دل کسی احمدی رشتہ کی تلاش میں تھا۔ سو اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مخالف حالات کے باوجود میری شادی محترم بابو عبدالحی خاں صاحب ڈپٹی پوسٹماسٹر سکنہ کاٹھ گڑھ کی حقیقی ہمشیرہ اور مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی کی چچازاد ہمشیرہ سے ہو گئی اور اس طرح سے آئندہ نسل خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات پر جب غیر مبائعین نے انجمن اور خلافت کا فتنہ کھڑا کیا۔ تو اللہ تعالےٰ کا سراسر فضل واحسان ہے کہ مجھے اس نے خلافت کی تائید میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ کتاب "حیات نور" میں میرا نام بھی اعلان خلافت کرنے میں غلام قادر عرف لنگڑو یہ سیکرٹری جماعت احمدیہ لنگڑویہ کے نام سے درج ہے۔

میں نے ملکانہ تحریک شدھی میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحریک پر تین ماہ اپنے

خرچ پر تبلیغی کام سر انجام دیا اور جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو میں محکمہ سپلائی میں ملازم ہو کر بصرہ، بغداد، نجف وغیرہ میں گیا اور وہاں پر بکثرت سلسلہ کا لٹریچر تقسیم کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ اس نے مجھے ہر مالی قربانی میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائی چنانچہ میں نے منارۃ المسیح قادیان میں ۱۰۰ روپیہ، مسجد فرینکفورٹ میں ۱۰۰ روپیہ، تعمیر دفتر انصار اللہ میں ۱۰۰ روپیہ، حصہ جائداد وصیت میں ابتک ۲۵۰۰ روپیہ دیا۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حلقہ راجگڑھ کے احباب مسجد نہ ہونے کی وجہ سے محترم چوہدری صاحب کے مکان پر ہی نمازیں پڑھتے ہیں۔ چوہدری صاحب حلقہ کے بہت سرگرم کارکن ہیں۔ چنانچہ حلقہ ہذا میں آپ نے بطور سکرٹری اصلاح و ارشاد، سکرٹری امور عامہ اور زعیم انصار اللہ کے طور پر خدمات سر انجام دیں۔ آخر الذکر عہدہ کے فرائض آپ اب بھی سر انجام دے رہے ہیں۔

اولاد:۔ عبدالجبار خاں۔ عبدالوہاب خاں۔ عبدالحکیم خاں۔ عائشہ بیگم۔

---

## محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے

ولادت ۱۸۹۶ء بیعت جب سے ہوش سنبھالی

محترم ملک غلام فرید صاحب نے میٹرک تک تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ بی۔اے کرنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں زندگی وقف کی۔ اس کے بعد بہت قریب زمانہ میں ہی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو جو انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے نائب ایڈیٹر تھے۔ مزید دینی تعلیم کے حصول کے لئے عارضی طور پر فارغ کر دیا تو محترم ملک صاحب اس اہم کام پر مقرر کئے گئے۔ مگر ابھی کام کرتے ہوئے چند ماہ ہی گذرے تھے کہ سخت مالی مشکلات کی وجہ سے کارکنان سلسلہ میں تخفیف کا سوال پیدا ہو گیا۔ محترم ملک صاحب کے لئے یہ تجویز ہوا کہ انہیں کلکتہ میں بطور مبلغ بھجوا دیا جائے۔ آپ نے بوساطت ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ سلسلہ کے اموال کی بچت یوں بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں رخصت دے کر ایم۔اے کرنے

کی اجازت دے دی جائے۔ حضور نے فرمایا کہ دو شرائط کے ساتھ اجازت ہے ایک یہ کہ باقاعدہ کالج میں داخلہ لیں۔ دوسرے ایم۔اے انگریزی میں کریں۔

محترم ملک صاحب کا رجحان "تاریخ" میں ایم۔اے کرنے کا تھا مگر حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت انگریزی میں ایم۔اے کرنے کے لئے کالج میں داخلہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہوا کہ حضرت اقدس کی دعاؤں اور توجہ سے ایم۔اے انگریزی کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر "ریویو آف ریلیجنز" اور "سن رائز" کے کئی سال تک کامیاب ایڈیٹر رہے۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ جو انگریزی قرآن مجید کے مترجم تھے، وفات پا گئے تو آپ جو پہلے بطور معاون کام کر رہے تھے اس کام کے انچارج مقرر کئے گئے۔ اور یہ امر باعث خوشی و اطمینان ہے کہ آپ نے بڑی محنت اور عرقریزی کے ساتھ اس مشکل اور اہم کام کو جاری رکھا جو اب بہت جلد اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

محترم ملک صاحب بہت سادہ طبیعت رکھتے ہیں۔ لباس بھی سادہ ہوتا ہے یعنی پگڑی، قمیض، لمبا کوٹ اور شلوار پہنتے ہیں۔ گندمی رنگ، میانہ قد، پتلا دُبلا جسم مگر بیحد محنتی اور مضبوط ارادہ کے مالک ہیں۔
آجکل آپ کی رہائش محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ و سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کوٹھی ۱۳ ٹمپل روڈ کے عقب کی ایک کوٹھی میں ہے۔

اولاد۔ مبارک احمد۔ منصور احمد۔ محمود احمد۔ مبشر احمد۔ منور احمد۔ کرشن احمد۔ منصورہ بیگم۔ راشدہ بیگم۔ زاہدہ بیگم مرحومہ۔

---

## محترم منشی سربلند خاں صاحب رضؓ

ولادت ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء بیعت ۱۹۰۴ء وفات ۹ دسمبر ۱۹۶۵ء

محترم جناب منشی سربلند خاں صاحب سے جب پرسوں مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۶۵ء کو بعد نماز مغرب جودھامل بلڈنگ کے نماز کے کمرہ میں خاکسار نے یہ بات دریافت کی کہ آپ نے احمدیت کیسے قبول کی؟ تو آپ نے

فرمایا کہ دل سے تو میں ۱۹۰۲ء ہی میں احمدی ہو گیا تھا مگر بیعت میں نے ۱۹۰۴ء میں کی تھی۔ احمدیت کی طرف راغب ہونے کا ذریعہ یہ بنا کہ میرے چچا حضرت منشی علی گوہر صاحب احمدی تھے اور ملتان کے علاقہ میں رہتے تھے۔ میں بھی مڈل پاس کر کے ان کے پاس ملتان چلا گیا۔ ان کے ہاں اخبار "الحکم" آتا تھا۔ حضرت اقدس کی کتابیں بھی ان کے پاس تھیں اور مجھے مطالعہ کا شوق تھا۔ میں اخبار اور کتابوں کا مطالعہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچ گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یقیناً سچے ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں پٹوار کا کام سیکھنے کے لئے میری ڈیوٹی موضع ببری شنگل نزد دھاریوال ایک مسلمان پٹواری کے ساتھ لگی۔ میں چونکہ احمدیت کا اس کے ساتھ ذکر کرتا تھا اس لئے وہ میرا مخالف ہو گیا تھا۔ پھر میں ایک ہندو پٹواری کے پاس موضع چھینا چلا گیا۔ اس نے مجھے خوب کام سکھایا چھینا میں طاعون کی بیماری زوروں پر تھی۔ اس لئے اس پٹواری کے مشورہ سے میں نے اپنی رہائش موضع شیر پور میں اختیار کر لی۔ ہرسیاں گاؤں ساتھ تھا۔ وہاں محترم مولوی عبد الغفور صاحب فاضل مرحوم کے والد میاں فضل محمد صاحب رہتے تھے، ان کی صحبت حاصل ہو گئی اور میں نے بھی اُن کے ساتھ ہر جمعہ کو قادیان جانا شروع کر دیا۔ سیکھواں کی جماعت کے احباب بھی باقاعدہ جمعہ پڑھنے قادیان جایا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے حضرت میاں امام الدین صاحب نے کہا کہ میاں! تم نے بیعت کی ہے یا نہیں؟ میں نے کہا۔ ابھی نہیں کی۔ فرمایا۔ جلدی کرو۔ کیا دیکھ رہے ہو؟ اس پر میں نے بیعت کر لی۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ ایک اَور آدمی بھی ساتھ تھا۔ میں نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور ہم دونوں نے بیعت کر لی۔

۱۹۰۴ء میں کام سیکھ کر میں واپس ملتان چلا گیا اور پھر وہاں سے کئی مرتبہ قادیان آیا۔ ہر جلسہ پر بھی اور جلسہ کے علاوہ بھی۔ حضرت اقدس کے وصال پر بھی پہنچ گیا تھا۔

اولاد:- نور احمد کارکن بیت المال۔ محمد اسلم۔ محمد اکرم۔ محمد افضل۔ محمد اجمل صاحب مربی سلسلہ۔ محمد ارشد۔ اقبال بیگم۔ سعیدہ بیگم۔ رفیقہ بیگم۔

افسوس کہ حضرت منشی صاحب ۹ دسمبر ۱۹۶۵ء کو وفات پا گئے اور ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء کو آپ کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کیا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون ٭

---

## محترم مرزا محمد صادق صاحب رضؓ

ولادت ۱۸۹۰ء  بیعت ۱۹۰۴ء  وفات

محترم مرزا محمد صادق صاحب ولد مرزا امیر الدین صاحب گجراتی ملٹری کے دفتر میں اکونٹنٹ تھے۔ سلسلہ کے بہت فدائی تھے۔ آپ نے سلسلہ کی تائید میں "آئینہ صداقت" وغیرہ کئی ایک کتابیں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ آپ کی روایات درج ذیل ہیں۔

۱۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس نے اس مقام پر جہاں اب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ ہے، کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیشک عیدین اور جمعہ مومنوں کے لئے خوشی کے دن ہیں لیکن سب سے بڑھ کر انسان کے لئے خوشی کا دن وہ ہے جس میں اس کے گناہ معاف ہو جائیں۔

۲۔ ایک مرتبہ مقدمہ کرم دین کے دوران میں گورداسپور گیا اور سات روز وہاں رہا۔ گورداسپور میں جو سب انسپکٹر پولیس تھا وہ گجرات کا ایک ہندو تھا۔ اس کا لڑکا میرا کلاس فیلو تھا۔ اس نے مجھے تحکمانہ لہجہ میں کہا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں میں قید نہیں ہوں گا مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ وہ قید ہو جائینگے

۳۔ ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت میاں چراغدین صاحب مرحوم نے اپنے مکان پر بیٹھے ہوئے فرمایا کہ ہمارے دفتر میں ایک بنگالی کلرک تھا جو مسمریزم کا ماہر تھا اور بسا اوقات صندوقچہ میں پڑے ہوئے یا جیب میں پڑے ہوئے خط کا مضمون بھی بتا دیا کرتا تھا اور اس کی اس قوت سے چیف انجنیئر تک بھی متاثر تھے اور ڈرتے تھے۔ ایک دفعہ اس بنگالی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیر کرتے ہوئے متکبرانہ لہجہ میں کہا کہ اگر وہ میرے سامنے ہوں تو پھر تم کو اُن کی حیثیت معلوم ہو جائے۔ میں اس کے اس چیلنج کے مدنظر اسے ایک مرتبہ قادیان لے گیا جب ہم قادیان پہنچے تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ ہم دونوں مسجد کی تنگ سیڑھیوں کے راستہ سے مسجد میں داخل ہوئے۔ میں اس کے آگے آگے تھا جب میں مسجد مبارک کے اندر پہنچ گیا تو وہ بنگالی بدحواس ہو کر پیچھے کی طرف بھاگا اور میں اس کے اس فعل پر حیران ہوا۔ اور اس کے پیچھے سیڑھیوں سے نیچے اُتر آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہاں تو کمرے میں دو شیر تھے جن کے خوف کی وجہ سے میں وہاں ٹھہر نہیں سکا۔ کیا آپ نے وہ شیر نہیں دیکھے؟

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ جس وقت (۱۹۳۹ء میں) مرزا محمد صادق صاحب نے یہ روایت مسجد احمدیہ میں جمعہ کی نماز (۲۸-۹-۳۹) کے بعد بیان کی اس وقت حضرت میاں عبد العزیز صاحب مغل

نے فرمایا کہ جہانتک مجھے یاد ہے حضرت میاں چراغ دین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ وہ دو تین سیڑھیاں نیچے بھی گر گیا تھا۔

اولاد :۔ تین لڑکے اور دو لڑکیاں۔

---

# محترم میاں عزیز دین صاحب زرگر

ولادت ۱۸۹۶ء بیعت ۱۹۰۴ء

محترم میاں عزیز الدین صاحب زرگر پیدائشی احمدی ہیں۔ گو آپ نے ۱۹۰۴ء میں بیعت بھی کر لی تھی۔ آپ کی رہائش ڈبی بازار مکان حویلی کابلی مل لاہور میں ہے۔

اولاد :۔ رشید احمد۔ رفیق احمد۔ مبارک احمد۔ منیر احمد۔ نصیر احمد۔

---

# محترم سیّد محمد اشرف صاحب

ولادت بیعت ۱۹۰۴ء زیارت ۱۹۰۳ء وفات ۵ جولائی ۱۹۵۲ء

محترم سیّد محمد اشرف صاحب ولد مولوی سیّد علی احمد صاحب لاہور کی حسب ذیل روایات ہیں:۔

۱۔ جب میں ۱۹۰۳ء میں حضور کی زیارت کرنے کے لئے قادیان گیا تو اس وقت میں اور حکیم غلام نبی صاحب زبدۃ الحکماء حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کے مہمان تھے۔ حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہمارا تعارف کروایا۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی کتاب لکھ رہے تھے جس کا حضور نے ذکر کیا۔ حکیم صاحب نے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ کتاب چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کروں مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ نہیں ہماری جماعت ہی یہ کام کرے گی۔

۲۔ ۱۹۰۷ء میں بیعت کرنے کے بعد میں اکثر قادیان جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم قادیان گئے۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ ہم نے حضور کی خدمت میں اطلاع کروائی۔ حضور نے ہمیں اسی وقت اپنے کمرہ میں بُلا لیا۔ وہاں دو پلنگ پڑے تھے جن پر بستر بچھے ہوئے تھے۔ حضور نے وہ دونوں پلنگ ہمارے لئے خالی کر دیئے اور آپ دوسرے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ آج ہم اتفاق سے یہاں سوئے ہیں۔ یہ کمرہ بیت الدعا کہلاتا ہے۔ بہتر ہے کہ آج صبح تہجد میں اُٹھ کر دعا کریں۔ میں تہجد کے لئے اُٹھا اور دعا کی۔ اس کے بعد اذان ہو گئی۔ ہم نے مسجد میں باجماعت نماز پڑھی۔ میں رات کی کمخوابی کی وجہ سے پھر لیٹ گیا اور مجھے پھر نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لائے ہیں اور حضور نے کچھ بات کی ہے مگر میں اُسے نہیں سمجھا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ میری بات سمجھ گئے۔ میں نے کہا نہیں۔ پاس حضرت خلیفۃ المسیح اول حضرت مولوی صاحب کھڑے تھے۔ حضور نے ان کو فرمایا۔ مولوی صاحب! آپ سمجھ گئے ہیں۔ آپ نے عرض کیا۔ ہاں حضور سمجھ گیا ہوں۔ اس کے بعد حضور نے کچھ مٹھائی جلیبی کی قسم کی مجھے کھانے کو دی۔ میں نے یہ خواب خواجہ صاحب کو سُنایا مگر آپ نے کہا کہ اس کی تعبیر مسیح موعود ہی سے پوچھیں۔ اس کے بعد حضرت صاحب تشریف لائے۔ اندر سے بھی ہمارے لئے چائے لائے اور لنگر سے بھی منگوائی۔ چائے پینے کے بعد میں نے خواب سُنایا۔ حضور نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کو ترقی ملے گی۔

جب میں قادیان سے واپس لاہور آیا تو میرے دفتر کے ایک ہندو افسر نے کہا کہ شاہ صاحب! مبارک ہو۔ افسر نے آپ کی ترقی کی سفارش کی ہے۔ میں نے کہا کہ اس بات کا تو مجھے تین روز سے علم ہے۔ اس نے کہا۔ یہ کیسے؟ میں نے کہا کہ میں نے قادیان میں خواب دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ خواب اور اس کی تعبیر بھی سُنائی۔ وہ کہنے لگا کہ آپ کو مرزا صاحب کے کہنے پر اتنا اعتبار ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں دوسرے آدمی کی ترقی کے لئے کوشش کروں۔ میں نے کہا۔ ہاں بیشک کریں۔ اس نے بہت کوشش کی مگر آخر کار ترقی مجھے ہی ملی اور وہ ہندو مان گیا۔

۳۔ ایک مرتبہ میں صدر انجمن کا آڈیٹر مقرر ہو گیا اور دو سال تک برابر یہ کام کرتا رہا۔ حضرت میر ناصر نواب

صاحب نے ان ایام میں میرے پاس ایک بل بھیجا جس میں کچھ مزدوروں کی اُجرت اور کچھ اینٹیں حضرت مسیح موعودؑ سے خریدی گئی تھیں۔ میں نے کہا کہ حضرت میر صاحب! مہربانی فرما کر مزدوروں کی برآورد پیش کریں جس پر اُن کے انگوٹھے ثبت ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رسید لے کر پیش کریں۔ اس پہ حضرت نانا جان بہت خفا ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جا کر کہنے لگے کہ یہ شخص مرید ہو کر ایسی ایسی باتیں کرتا ہے۔ مگر حضور نے فوراً رسید لکھ دی اور باقی برآورد کے لئے فرمایا کہ بنا کر پیش کرو۔

آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی صحابیہ تھیں جن کی ولادت ۱۸۷۹ء کو ہوئی اور ۸۵ سال کی عمر پاکر ۶ فروری ۱۹۶۴ء کو وفات پائی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد:- سید محمد احمد شاہ۔ سید محمد انور شاہ۔ ممتاز بیگم۔ آمنہ بیگم۔ کلثوم آرا بیگم۔

---

## حضرت سید دلاور شاہ صاحبؓ

ولادت ۱۸۹۳ء بیعت ۲۶ مئی ۱۹۰۴ء وفات ۶ جون ۱۹۴۴ء

محترم سید دلاور شاہ صاحب ولد سید حسین شاہ صاحب کا بیان ہے کہ

۱- ۱۹۰۴ء کا جلسہ سالانہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان میں ہوا تھا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب سیڑھیوں کے پاس حضور کی انتظار میں کھڑے تھے۔ حضور نے سیڑھی سے نیچے اُترتے ہی فرمایا۔ کیا وقت ہے؟ شیخ صاحب نے اپنی گھڑی دیکھ کر عرض کی کہ حضور دس بج چکے ہیں۔

حضور کے ہاتھ میں عصا تھا۔ حضور نے اس کے سہارے کھڑے ہو کر تقریر شروع فرمائی جو قریباً چھ گھنٹے جاری رہی۔ چنانچہ تقریر کے بعد ظہر و عصر کی نمازیں جمع ہوئیں اور پھر شام کا کھانا کھایا گیا۔ بعدہٗ مغرب و عشاء کی نمازیں جمع ہوئیں اور احباب اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو رہے۔

۲- جب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے واپس لاہور پہنچا تو گھر میں کسی شخص نے میری

مخالفت نہیں کی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مولوی محمد غوث صاحب جو میرے نانا تھے وہ حضرت اقدس کی شخصیت سے بیحد متاثر تھے۔ مجھ سے حضور کی کتابیں پڑھوا کر سُنا کرتے تھے۔ حضرت اقدس کی بعض تحریریں سُنکر اُن کے آنسو نکل آتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں۔ نانا صاحب نے حضور کی بیعت بھی کر لی تھی۔ آپ چینیاں والی مسجد کے متولی تھے۔[1]

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سید دلاور شاہ صاحب بخاری ایک نہایت ہی مخلص اور پر جوش احمدی تھے۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے ساتھ ان کی خاصی دوستی تھی۔ جس زمانہ میں آپ "مسلم آؤٹ لُک" کے ایڈیٹر تھے راجپال نامی ایک آریہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف "رنگیلا رسول" کے نام سے ایک نہایت ہی دلآزار کتاب شائع کی تھی جس کی بناء پر اُسے زیر دفعہ ۱۵۳۔الف تعزیرات ہند چھ ماہ قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا بصورت عدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ مزید قید کی سزا ہوئی تھی۔ راجپال نے پنجاب ہائیکورٹ میں اپیل دائر کی۔ جسے سُنکر ہائیکورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے اُسے بری کر دیا۔ دلیپ سنگھ کے اس فیصلہ کے خلاف سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے ۱۴ جون ۱۹۲۷ء کے پرچہ میں "مستعفی ہو جاؤ" کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا جس کی بناء پر پنجاب ہائیکورٹ کی طرف سے اخبار کے ایڈیٹر (یعنی سید دلاور شاہ صاحب) اور اس کے مالک و طابع (مولوی نور الحق صاحب) کے خلاف توہین عدالت کے جُرم میں مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ اور آپ کو چھ ماہ قید محض اور ساڑھے سات سو روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ مزید چھ ہفتہ قید محض کی سزا دی گئی جسے آپ نے بخوشی قبول کیا۔ آپ کے دوسرے ساتھی مولوی نور الحق صاحب کو تین ماہ قید محض اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ، بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ایک ماہ قید محض کی سزا ہوئی۔ اس خدا کے بندہ نے بھی خندہ پیشانی سے یہ سزا برداشت کی۔

آپ نہایت ہی حلیم الطبع، صابر اور قانع بزرگ تھے۔ مذہب سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ اس دلچسپی کی خاطر ہی آپ نے ایک اچھی ملازمت کو چھوڑ کر اپنے قومی اخبار "سن رائز" کی ایڈیٹری قبول کر لی تھی۔

محترم مولوی محب الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؓ نہایت ہی مخلص، نیک اور

---

[1] محترم ڈاکٹر عبید اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ملا محمد غوث صاحب نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی تھی۔ مگر بیعت کے بعد اکثریت کی مخالفت کی وجہ سے مسجد چینیانوالی کی تولیت سے دستبردار ہو گئے تھے۔

فنافی الاحمدیت تھے۔ جوانی سے لیکر بڑھاپے تک تبلیغ، بحث مباحثہ اور خدمت جماعت میں مصروف رہے۔ ابتدا میں احمدیہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے جلسوں میں احمدیت پر اعتراضات کے جواب کے لئے سینہ سپر رہتے تھے۔ نہایت قابل لیکچرار تھے۔ جماعت کے سکرٹری تبلیغ تھے اور خطبات جمعہ نہایت قابلیت سے دیتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۷ر جون ۱۹۴۷ء کو ہوئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد :- محمود۔ خالد۔ دو لڑکیاں۔

---

# حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں ۲۵ر جون ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئیں۔ آپ کا نکاح ۷ر جون ۱۹۱۵ء کو حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحبؓ سے جو حضرت نواب محمد علیخاں صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ کی پہلی بیگم سے دوسرے صاحبزادے تھے، ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے مسجد اقصیٰ میں پڑھا۔ حضرت مولوی صاحب موصوفؓ ان ایام میں لاہور میں بطور مبلغ مامور تھے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس غرض کے لئے آپ کو لاہور سے بلوایا تھا۔ شادی کی تقریب نہایت ہی سادہ طریق پر ۲۲ر فروری ۱۹۱۷ء کو عمل میں آئی۔ اصحابہ میں حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحبؓ کا بیان ہے کہ

"میری شادی کے روز شام کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بلا بھیجا۔ چونکہ حضرت والد صاحب ابھی برات کے طریق کو اپنی تحقیقات میں اسلامی طریق نہیں سمجھتے تھے اس لئے شہر پہنچا ہی تھا کہ آپ نے واپس بلا لیا اور میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے واپس چلا گیا اور بعد میں سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور ہمشیرہ بو زینب بیگم صاحبہ دلہن کو دار المسیح سے دار السلام لے گئیں۔" [1]

---

[1] اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۲۹۸ ؛

۲۳-۲۴ جون ۱۹۱۷ء کو حضرت نواب محمد علیخاں صاحب نے وسیع پیمانہ پر دعوت ولیمہ کا انتظام فرمایا۔

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نمونہ اسلام اور احمدیت کی تعلیم پر عمل کرنے اور اطاعتِ زوج کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کی مستورات کے لئے خاص طور پر قابل تقلید ہے۔ آپ نے اپنے خاوند حضرت نواب عبداللہ خاں صاحب کی لمبی بیماری کے عرصہ میں ان کی اس قدر خدمت کی کہ جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ خاکسار راقم الحروف کو جب بھی ماڈل ٹاؤن میں حضرت نواب صاحب رضی کی زیارت کا موقعہ ملتا تھا۔ آپ اپنی بیماری کا ذکر کرنے کی بجائے ہمیشہ اس امر کا ذکر کیا کرتے تھے کہ آپ کی بیگم صاحبہ آپ کی اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ آپ ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ کہیں بیمار نہ پڑ جائیں۔

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ سلسلہ کا ایک یہ موقعہ بھی عطا فرمایا کہ آپ نے یورپ کے قلب میں سوئٹزرلینڈ کی احمدیہ مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ آپ آجکل اپنی کوٹھی واقعہ ماڈل ٹاؤن سی بلاک ۱۰۳ میں رہائش پذیر ہیں۔

اولاد:-

| | | |
|---|---|---|
| صاحبزادی طیبہ آمنہ بیگم صاحبہ | ولادت | ۱۸ر مارچ ۱۹۱۹ء |
| نواب عباس احمد خاں صاحب | " | ۲ر جون ۱۹۲۰ء |
| صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ | " | ۳ جون ۱۹۲۱ء |
| صاحبزادی زکیہ بیگم صاحبہ | " | ۲۳ر نومبر ۱۹۲۳ء |
| صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ | " | ۲۰ جون ۱۹۲۷ء |
| صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ | " | ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۲ء |
| صاحبزادہ میاں شاہد احمد خاں صاحب | " | ۹/۱۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء |
| صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ | " | ۲۳ر نومبر ۱۹۴۱ء |
| صاحبزادہ میاں مصطفیٰ احمد خاں صاحب | " | ۱۰ جولائی ۱۹۴۳ء [۱] |

---

[۱] اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۲

# محترم مرزا مولابخش صاحبؓ

ولادت ۱۸۸۹ء بیعت ۱۹۰۴ء وفات ۲۴ مئی ۱۹۵۷ء عُمر ۶۸ سال

محترم مرزا مولابخش صاحبؓ پہلے اندرون موچی دروازہ محلہ پیر گیلانیاں میں رہا کرتے تھے۔ مگر بعد ازاں فیض باغ میں اپنا مکان بنا کر منتقل ہو گئے۔ بڑے مخلص، جوشیلے اور غیور احمدی تھے۔ تبلیغ کا جنون تھا۔ بڑے سے بڑے مشتعل مجمع میں بھی حق بات کہنے سے نہیں جھجکتے تھے۔ جماعت کے تبلیغی اور تربیتی جلسوں کے انعقاد میں خوب حصّہ لیا کرتے تھے۔ ٹکٹ پرنٹنگ ریلوے پریس برانچ میں مغلپورہ ورکشاپ میں ملازم ہوئے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا اور ۲۴ مئی ۱۹۵۷ء کو وفات پائی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

محترم مرزا مولابخش صاحبؓ کے والد حضرت مرزا میراں بخش صاحب بھی صحابی تھے۔

اولاد:۔

پہلی بیوی سے۔ مرزا سمیع احمد ظفر۔ دلیہ بیگم صاحبہ مرحومہ۔

دوسری بیوی سے۔ مرزا خلیل احمد۔ مرزا منیر احمد۔ فرخ مبشرات۔ بشارت تسنیم۔ کوثر وسیم۔

---

# محترم مولوی محمد حیات صاحب

ولادت بیعت ۱۹۰۴ء

محترم مولوی محمد حیات صاحب موضع دھیر کے کلاں ضلع گجرات کے باشندہ ہیں۔ آپ نے ۱۹۰۴ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں لاہور تشریف لائے۔ ان ایام میں جبکہ حضرت میاں چراغدین صاحبؓ کی بیٹھک میں مبائعین نماز پڑھا کرتے تھے، آپ نے جماعت کی ملازمت شروع کی۔ جب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کی تعمیر ہوئی ان

ایام میں بھی آپ نے خوب کام کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۱ء میں ایک آنکھ کو زیادہ تکلیف ہو گئی۔ اپریشن کروایا مگر پوری طرح صحت نہ ہوئی۔ اس پر ان کی درخواست پر جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے انہیں فارغ کر کے بنیش ۲۰/- روپے ماہوار ان کی پنشن مقرر کر دی جسے وہ ابتک لے رہے ہیں۔

اولاد :۔ چار لڑکے پیدا ہوئے جو وفات پا چکے ہیں۔ تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے دو زندہ ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

---

## محترم شیخ نصیر الحق صاحب رضؓ

ولادت غالباً فروری ۱۸۹۳ء بیعت ۱۹۰۴ء وفات ۱۵/۱۶ فروری ۱۹۶۶ء درمیانی شب

محترم جناب شیخ نصیر الحق صاحب حضرت شیخ شاہ دین صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کے والد محترم بھی صحابی تھے۔ انہوں نے ۱۸۹۴ء میں بیعت کی تھی۔ آپ جب تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۱۹۰۴ء میں قادیان تشریف لائے تو اس موقعہ پر بیعت کی۔

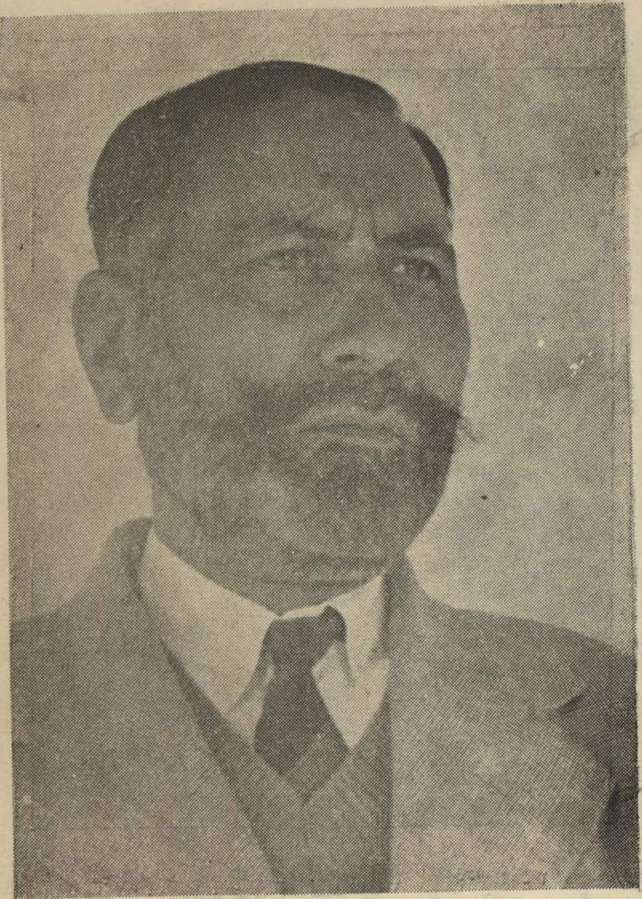
آپ کا بیان ہے کہ

آپ نے یکم جنوری ۱۹۰۴ء کو جماعت ششم میں داخلہ لیا۔ دسمبر ۱۹۰۸ء تک قادیان میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد دھرمسالہ ضلع کانگڑہ، لاہور اور شملہ میں تعلیم کی تکمیل کی۔ نومبر ۱۹۱۳ء میں دفتر ڈائریکٹر جنرل ملٹری میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۴۳ء میں کلاس I آفیسر یعنی اسسٹنٹ سکرٹری ملٹری آف ڈیفنس گورنمنٹ آف انڈیا مقرر ہوئے۔ بعدہٗ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو دفتر کے ساتھ راولپنڈی آ گئے۔ ۱۹۵۲ء میں ریٹائر ہوئے۔ اور ریٹائرمنٹ کے بعد سمن آباد لاہور میں سکونت اختیار کی۔ آجکل آپ کی رہائش ۱۴۶/۸ سمن آباد میں ہے۔

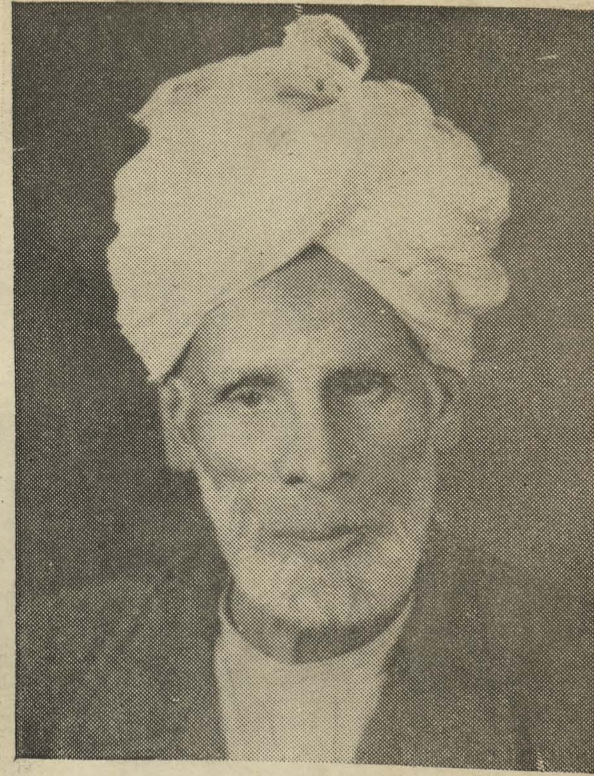
محترم شیخ صاحب ایک نہایت ہی مخلص اور ہمدرد انسان ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کے فدائی ہیں۔ تنظیم جماعت کو ہر قیمت پر مقدم رکھتے ہیں۔ سلسلہ کی خدمت کو فرض عین جانتے ہیں۔ آپ نے اپنی ملازمت کے دوران میں اور بعد ازاں سینکڑوں آدمیوں کو کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ پہنچایا۔ آجکل آپ کی صحت کمزور ہے۔ اللہ تعالےٰ صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین۔



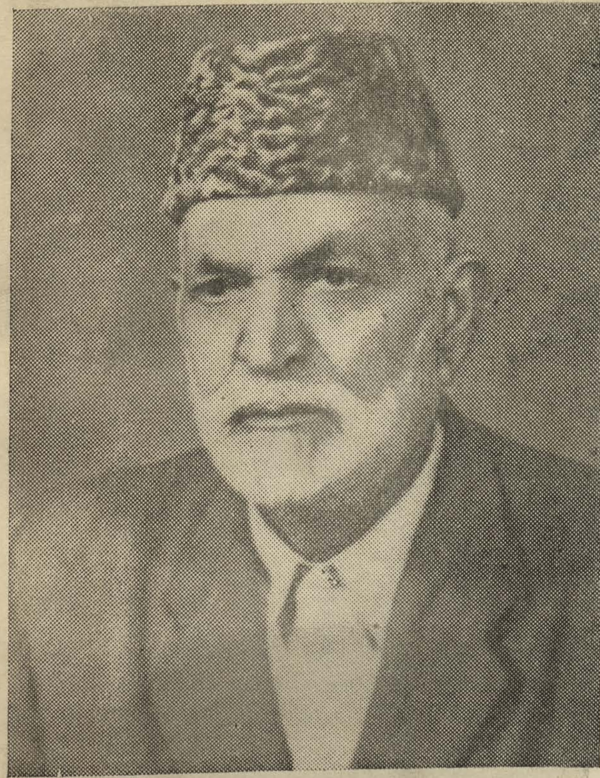
محترم ملک خدا بخش صاحب رض (صفحہ ۳۵۵)



محترم شیخ نصیرالحق صاحب
المعروف حاجی نصیرالحق صاحب رض



محترم حکیم رحمت اللہ صاحب (صفحہ ۳۵۲)



محترم میاں اکبر علی صاحب (صفحہ ۳۶۶)

محترم شیخ صاحب چونکہ عنفوان شباب سے ہی نیکی اور تقوی میں مشہور ہیں۔ اس لئے لوگوں نے انہیں حاجی صاحب کہنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ اب بھی آپ حاجی نصیر الحق صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔

اولاد:۔ انور سلطانہ۔ سرور سلطانہ۔ بشیر الحق۔ منور سلطانہ۔ اکبر سلطانہ۔ امتہ السلام۔ فرحت نسیم۔ عشرت نسیم۔ منیر الحق۔ امین الحق۔ رفعت نسیم۔ مبین الحق۔ نزہت نسیم۔ نگہت نسیم۔

افسوس حضرت حاجی صاحبؓ ۱۵-۱۶ر فروری ۱۹۶۶ء کی درمیانی رات بمقام لاہور وفات پا گئے اور ۱۶ر فروری بروز بدھ بعد نماز عصر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کئے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

---

# محترم خواجہ محمد دین صاحب

ولادت ۱۸۸۸ء بیعت بچپن میں

محترم خواجہ محمد دین صاحب سکنہ چونڈہ حال قلعہ لچھمن سنگھ لاہور نے قبول احمدیت کی داستان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

میرے والد صاحب کا نام خواجہ فتح دین تھا۔ ذات کے وائیں کشمیری تھے۔ چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور ان خوش قسمت اصحاب میں سے تھے جنہوں نے شروع دعوی میں ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی تھی۔ میری پیدائش چونڈہ ہی میں ہوئی جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے بھی آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوی کا علم ہوا۔ اور متعدد مرتبہ آپ کے ساتھ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان بھی گیا۔

زلزلہ کانگڑہ کے ایام میں میں اپنے والد محترم کے ساتھ گرم چادروں کو فیتہ لگایا کرتا تھا۔ انہی ایام میں مَیں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ گرم چادروں کو فیتہ لگا رہا ہوں۔ اسی اثناء میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ دکھن کی طرف سے ایک چاند اڑتا ہوا ہماری طرف آرہا ہے۔ کوئی تین منزل اونچا ہے۔ جب وہ ہمارے پاس سے گذر گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے گذر جانے کے بعد اندھیرا ہوتا جارہا ہے۔ میں نے اپنے والد محترم سے دریافت کیا کہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جس نے آنا تھا وہ آگیا ہے۔ صبح جب میں بیدار ہوا۔ تو میں نے اپنے والد صاحب کو رات کی خواب سنائی۔ انہوں نے بتلایا کہ آنے والے حضرت مرزا غلام احمد

صاحب قادیانی ہیں۔

اولاد:- خواجہ فیروز دین۔ خواجہ عبدالغنی۔ خواجہ محمد شریف۔ خواجہ بشیر احمد۔ خواجہ محمد شفیع۔
زبیدہ بیگم۔

یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ زبیدہ بیگم کے علاوہ خواجہ صاحب کی باقی ساری اولاد غیر احمدی ہے۔ زبیدہ بیگم کی شادی ایک مخلص احمدی خواجہ عبیداللہ صاحب کے ساتھ ہو چکی ہے۔

---

## محترم مولوی محمد انور صاحب رضؓ

ولادت　　　　بیعت　　　　وفات　اندازاً ۱۹۴۶ء

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب نے بیان کیا کہ

محترم مولوی محمد انور صاحب، حاجی علم الدین صاحب کے فرزند تھے۔ پُرانے احمدی تھے۔ پوسٹ ماسٹر جنرل کے دفتر میں ملازم رہے۔ ۱۹۴۶ء میں وفات پائی اور لاہور ہی میں دفن ہوئے۔

---

## محترم بابو نظام الدین صاحب ماہل پوری رضؓ

ولادت　　　　بیعت　　　　وفات

محترم ڈاکٹر عبیداللہ صاحب بٹالوی نے بیان کیا کہ

محترم بابو نظام الدین صاحب ماہل پوری دفتر ایگزامینر میں کلرک تھے۔ کمزور صحت کے آدمی تھے۔ احمدیہ بلڈنگس میں رہتے تھے۔

---

# محترم بابو وزیر محمد صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت — بیعت — وفات

محترم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب بٹالوی نے بیان کیا کہ

محترم بابو وزیر محمد صاحب محلہ پٹرنگاں اندرون بھاٹی گیٹ لاہور میں رہتے تھے۔ حضرت میاں محمد صاحبؓ کے بھانجے تھے۔ تین بھائی تھے اور تینوں صحابی تھے۔

ان کے والد محترم کا نام حافظ غلام محمد تھا اور بھائیوں کے نام یہ تھے۔

بابو میاں وزیر محمد صاحب — میاں نذیر محمد صاحب

اور میاں عبدالرحمٰن صاحب۔

بابو میاں وزیر محمد صاحب دسویں جماعت پاس کر کے پوسٹ ماسٹر جنرل کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ ان کا ایک واقعہ خاص طور پر مشہور ہے کہ ایک مرتبہ جب سرکاری کام زیادہ ہو گیا تو انہوں نے کام کو ہلکا کرنے کے لئے کچھ چھٹیاں ضائع کر دیں۔ رپورٹ ہونے پر جب سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا تو صاف اقرار کیا کہ ہاں میں نے ایسا کیا ہے اور اس واسطے کیا ہے کہ کام زیادہ ہو گیا تھا۔ سب لوگ ان کی اس سچائی پر حیران رہ گئے اور سپرنٹنڈنٹ پر بھی بڑا اچھا اثر پڑا۔

دمہ کی شکایت رہتی تھی اس لئے جلد ریٹائر ہو گئے اور بقیہ عمر قادیان میں گذاری۔ مرحوم احمدیت کے فدائی تھے۔ محض احمدیت کی خاطر اپنی دوسری شادی بھی بدوملہی میں کی اور اپنی ہمشیرہ کی شادی محترم مرزا محمد اسمٰعیل صاحبؓ سکنہ اندرون بھاٹی گیٹ کے ساتھ کی۔

ان کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ وزیر محمد نام کے دو موصی تھے۔ ایک یہ اور دوسرے رہتاس ضلع جہلم کے تھے۔ جو بہت پرانے بزرگ تھے۔ مگر یہ پہلے فوت ہو گئے۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ جو مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ کے سکرٹری تھے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں رہتاس والے وزیر محمد صاحب کی مسل پیش کر دی۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا بھی کہ یہ مسل تو کسی پرانے صحابی کی معلوم ہوتی ہے اور ان سے تو میری واقفیت حضرت خلیفۃ المسیح

الاول رضی کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ مگر حضرت مولویصاحبؓ کے یہ عرض کرنے پر کہ حضور میں نے تحقیق کر لی ہے۔ حضور نے انہیں خاص قطعہ میں دفن کرنے کی اجازت دے دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ مسل والے بزرگ رہتاس ضلع جہلم کے تھے۔

اولاد :۔ میاں عبدالحی صاحب مبلغ انڈونیشیا۔ عبدالمجید۔ عبدالقیوم۔ منیرہ

---

## حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضؓ

نوٹ۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کا ذکر ترتیب کے لحاظ سے ۱۸۹۷ء میں آنا چاہیئے تھا مگر ذہن میں یہ خیال غالب رہا کہ آپ کو خلافت اُولیٰ میں بسلسلہ تبلیغ لاہور بھیجا گیا تھا اس لئے خلافت اولیٰ کے واقعات میں آپ کا ذکر کیا جائے گا مگر آج اچانک اس طرف توجہ ہوئی کہ آپ تو صحابی بھی تھے اس لئے صحابہ میں بھی آپ کا ذکر آنا چاہیئے لہذا یہاں بھی آپ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

ولادت ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیان بیعت ۱۸۹۷ء بذریعہ خط وفات ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۳ء

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ ہمارے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے صوفی منش بزرگ انسان تھے۔ آپ معزز زمیندار وڑائچ قوم میں سے تھے۔ آپ کا گاؤں راجیکی، گجرات شہر سے تقریباً چودہ میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب واقعہ ہے۔

آپ کے والد محترم کا نام میاں کرم دین صاحب تھا اور والدہ محترمہ کا آمنہ بی بی۔ آپ کی پیدائش ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیان کسی بھادوں کے مہینہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پیدائش سے پہلے ایک رویا ء میں دیکھا تھا کہ اُن کے گھر میں ایک چراغ روشن ہوا ہے جس کی روشنی سے تمام گھر جگمگا اُٹھا ہے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے گاؤں راجیکی میں ہی حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت قاضی محمد اکمل صاحب کے والد حضرت مولوی امام الدین صاحبؓ کی خدمت میں موضع گولیکی حاضر ہوئے اور مثنوی مولانا رومؒ پڑھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ جسے حضرت مولوی صاحب موصوف نے منظور فرما لیا۔ ان ایام میں آپ اپنے خاندانی طریق کے مطابق کثرت سے

مختلف قسم کے وظائف کا ورد کیا کرتے تھے اور جنگلوں اور ریگستانوں میں جا کر گھنٹوں یادِ الٰہی میں تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔

ان دنوں آپ نے ایک رویا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور پھر کچھ عرصہ بعد ایک خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہندوستان پر چڑھائی کرنے کے لئے ایک لشکر تیار فرما رہے ہیں جس میں آپ بھی بھرتی ہو گئے۔ اس لشکر کے ہر سپاہی کو حکم ملا کہ وہ برچھی سے خنزیروں کو قتل کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو خنزیر کسی سے قتل نہیں ہوتا تھا آپ اسے ایک ہی وار سے وہیں ڈھیر کر دیتے تھے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے قبل آپ نے حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے اولیاء کرام کی مختلف کشوف کے ذریعہ زیارت کی۔

آپ کی بیعت کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ ان ایام میں جب آپ حضرت مولوی امام الدین صاحب رضؓ سے مثنوی رُوم کا دفتر چہارم پڑھ رہے تھے۔ حسن اتفاق سے مسجد میں پولیس کا ایک سپاہی آگیا جس کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" تھی۔ وہ کتاب اس سے عاریۃً حضرت مولوی امام الدین صاحب نے حاصل کر لی اور مطالعہ کرنے کے لئے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ دوسرے روز آپ بھی کسی کام کے لئے حضرت مولوی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ وہاں کتاب پڑی تھی کھولتے ہی آپ کی نظر حضرت اقدس کے اس شعر پر پڑی :-

عجب نُوریست درجانِ محمدؐ　　عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

اس نظم کو آپ نے شروع سے لے کر آخر تک اس حال میں پڑھا کہ سوز و گداز سے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ایک جھڑی لگ رہی تھی اور جب اس شعر پر پہنچے کہ

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است　　بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

تو آپ کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش! ایسے عظیم الشان بزرگ کی آپ کو زیارت ہو جائے چنانچہ حضرت مولوی صاحب جب گھر سے باہر تشریف لائے تو اُن سے آپ نے دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں؟ مولوی صاحب نے بتایا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں مرزا غلام احمد صاحب نام ایک بزرگ ہیں اور مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کے مدعی ہیں۔ یہ کلام ان کا ہے۔ اس پر بے اختیار آپ کی زبان سے یہ فقرہ نکلا کہ

"دُنیا بھر میں اس شخص کے برابر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عاشق کوئی نہیں ہوا ہوگا"

اس کے بعد آپ نے ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۷ء میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ اور ۱۸۹۹ء میں حضرت مولوی صاحب موصوفؓ کے ساتھ قادیان پہنچکر حضرت اقدس کے دست حق پرست پر بھی بیعت کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔ واپسی پر اپنے علاقہ کے طول و عرض میں دیوانہ وار تبلیغ شروع فرما دی۔ جس کے نتیجہ میں آپ کی شدید مخالفت ہوئی مگر آپ نہ گھبرائے نہ پرواہ کی اور صبر و استقلال سے اپنا کام کرتے رہے۔[۱]

خلافت اُولیٰ میں آپ کو لاہور میں بطور مبلغ بھیجدیا گیا اور پھر ساری عمر تنظیم سلسلہ کے ماتحت تبلیغ اسلام و احمدیت میں گذار دی۔ آپ سے بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی دونوں قسم کے علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ سینکڑوں لوگ آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ صاحب الہام و کشوف تھے۔ پنجابی، اُردو، فارسی اور عربی زبان پر نہایت گہرا عبور حاصل تھا۔ فن تقریر اور تحریر دونوں میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔ قرآن کریم کے حقایق و معارف اور اسرار و غوامض کے بیان کرنے میں عجیب خداداد ملکہ حاصل تھا۔ جب درس قرآن مجید دیتے تو آپ سے کلام الٰہی کے نکات معرفت سُن کر اپنے تو اپنے غیر از جماعت کے بڑے بڑے صاحب علم و فضل لوگ وجد میں آجاتے۔ میدان مناظرہ کے شہسوار تھے۔ فریق مخالف خواہ کسی مذہب و ملت سے ہوتا آپ کی آمد ہی سے لرزاں و ترساں ہونے لگتا۔ عربی زبان کے آپ خصوصاً قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ نے عربی میں کئی قصائد لکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس معجزہ کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس زمانہ میں اعجازی طور پر زبان عربی کی فصاحت و بلاغت کا علم بخشا ہے اپنے عربی علم کلام کو پیش کر کے مخالفین احمدیت کو بارہا للکارا کہ تم لوگ تو مسیح موعود علیہ السلام کے ادنیٰ ترین غلام کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے آقا کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہو۔

جماعت احمدیہ میں خلافت اور نظام خلافت کی کمال اطاعت و ادب آپ کا جزو ایمان تھا۔ خلیفۂ وقت کی محبت عشق کا رنگ رکھتی تھی۔ اور اس بارہ میں آپ حد درجہ غیور واقع ہوئے تھے۔ حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ و حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف کوئی لفظ تک سُننا آپ کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ آپ ہر موقعہ پر خلیفۂ وقت کی کامل اطاعت و فرمانبرداری اور تنظیم سلسلہ کی پابندی اور اعتراضات و نکتہ چینی سے اجتناب کرنے کی افراد جماعت کو تبلیغ و تلقین کرتے رہتے۔

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے "حیات قدسی" حصہ اول شائع کردہ محترم حکیم عبد اللطیف صاحب گجراتی۔

خاکسار راقم الحروف کو آپ کی معیت میں ایک عرصہ تک ملک کے طول وعرض میں تبلیغ کے سلسلہ میں کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ زمانہ ایسا مبارک تھا کہ اب بھی جب وہ ایام سامنے آتے ہیں تو عجیب لُطف محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصّہ میں آپ کے بعض ایمان افروز واقعات درج کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ

**حُلیہ مبارک۔** حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کا قد میانہ اور رنگ سانولا تھا۔ ڈاڑھی متوسط اور گھنی، خضاب لگایا کرتے تھے۔ جسم بہت مضبوط اور چہرہ بارُعب تھا۔ آپ بہت سادہ لباس پہنتے تھے۔ پاؤں میں پنجابی وضع کا جُوتا، سر پر عمامہ لپٹا ہوا، بدن پر سادہ سا ڈھیلہ ڈھالا کُرتہ اور کمر میں تہہ بند باندھا کرتے تھے۔ موسم کے مطابق کوٹ پہننا بھی آپ کا معمول تھا۔

**اولاد:۔** اقبال احمد راجیکی — مبشر احمد راجیکی
صفیہ بیگم — عزیز احمد راجیکی
مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم
زینب قدسیہ
برکات احمد راجیکی مرحوم

---

## حضرت چودھری غلام محمد صاحب سیالکوٹیؓ

**ولادت** ۱۸۷۵ء **بیعت** ۱۹۰۵ء **وفات** ۷ راگست ۱۹۶۱ء **عمر** ۸۶ سال

حضرت چودھری غلام محمد صاحب سیالکوٹیؓ بہت ہی مخلص اور فدائی صحابی تھے۔ آپ نے بی۔ اے کا امتحان الہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیا اور ۱۹۰۵ء میں بیعت کی اور مئی ۱۹۰۹ء سے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں مدرس مقرر ہوئے اور اس محنت اور ذوق وشوق سے کام کیا کہ ہیڈ ماسٹری کے عہدہ تک پہنچ گئے۔ بعد ازاں نصرت گرلز ہائی سکول کے مینیجر کے طور پر بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ آپ معلّم بھی تھے، منتظم بھی تھے اور عالم بھی تھے۔ آپ کی علم دوستی کا ثبوت وہ لغت ہے جو آپ نے حضرت مولوی محمد جی صاحب فاضل کی مدد سے عربی

لغت "المنجد" کا ترجمہ کر کے "تسہیل العربیہ" کے نام سے شائع کی۔

تقسیم ملک کے بعد آپ نے لاہور کے حلقہ راج گڑھ متصل چوبرجی میں سکونت اختیار کی۔ ۷ اگست ۱۹۶۱ء کو یہیں وفات پائی لیکن تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

**اولاد:-** لیڈی ڈاکٹر غلام فاطمہ۔ غلام احمد۔ عبدالرحمٰن۔ منظور فاطمہ۔ کنیز فاطمہ۔ عطاء الرحمان۔ نصیر احمد۔ رشید احمد۔ آمنہ بشریٰ۔ رفیق احمد۔

---

# حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب آف راہوں

**ولادت** ۷ اگست ۱۸۸۳ء **بیعت** ستمبر ۱۹۰۵ء **وفات** ۲۴ اپریل ۱۹۶۴ء

(از قلم جناب ڈاکٹر محمد جی صاحب ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر فرزند ارجمند حضرت شاہ صاحب رضی اللہ عنہ)

حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب ۷ اگست ۱۸۸۳ء کو قصبہ راہوں ضلع جالندھر میں اہل سُنّت و الجماعت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم راہوں اور لدھیانہ میں حاصل کی۔ ۱۸۹۸ء میں مالیر کوٹلہ سے انگریزی مڈل پاس کیا۔ اغلباً ۱۸۹۸ء کے وسط میں جبکہ آپ مزید تعلیم لودھیانہ میں حاصل کر رہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر لودھیانہ میں ہوئی جسے آپ نے سُنا اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا پہلی دفعہ موقعہ ملا۔

آپ کے ماموں زاد بھائی ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب ۱۸۹۸ء کے قریب آپ کے خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہوئے جن کی تبلیغ کا آپ پر بھی اثر ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں آپ کی شادی ماہل پور ضلع ہوشیار پور میں ایک معزز ہاشمی خاندان میں ہو گئی۔ آپ کی بیوی برکت النساء بیگم کے بڑے بھائی قاضی شاہ دین صاحب جو نمبردار اور امام مسجد قصبہ ماہل پور تھے، ۱۹۰۱ء میں احمدی ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو حضرت صاحب کی کتب فتح اسلام اور ازالہ اوہام پڑھنے کو دیں۔ اُن کے پڑھنے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت آپ پر واضح ہو گئی۔ انہی دنوں آپ نے اپنا مکان راہوں میں بنوایا۔ وہاں کے حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے جو احمدی ہو چکے تھے آپ سے پوچھا کہ احمدیت کے متعلق اب آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے آپ نے کہا

کہ اب تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ تو حاجی صاحب نے ماہ ستمبر ۱۹۰۵ء میں آپ کو ایک کارڈ دیا کہ جب کوئی اعتراض باقی نہیں تو بیعت کا خط لکھ دیں۔ چنانچہ آپ نے وہ خط قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور لکھ دیا تو قادیان سے جواب آیا کہ تمہاری بیعت منظور ہے۔ نمازوں میں استقلال پیدا کرو۔ درود شریف اور استغفار میں لگے رہو اور تہجد پڑھنے کا بھی شغل رکھو۔

آپ تھوڑے عرصہ کے بعد اپنی ملازمت کے سلسلہ میں لاہور متعین ہوئے اور احمدیہ بلڈنگس کی مسجد کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے کر دو سال تک مقیم رہے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ان دنوں احمدیہ بلڈنگس میں مغرب سے لیکر عشاء تک درسِ قرآن مجید دیا کرتے تھے۔ جس میں آپ باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے۔ اس طرح آپ کا علم احمدیت کے متعلق بڑھتا گیا۔ بابا ہدایت اللہ صاحب سے جنہوں نے پنجابی شعروں میں احمدیت کی سہ حرفی بہت عمدہ پیرایہ میں لکھی تھی۔ انہی دنوں ملاقات ہوتی رہی۔ ان کی سہ حرفی کے بہت سے شعر آپ کو زبانی یاد تھے جو آپ اکثر پڑھتے رہتے تھے۔ مولوی دلپذیر صاحب کے شعر بھی آپ کو پسند تھے۔

ایک دن آپ نے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے عرض کی کہ میرے ہاں چار لڑکیاں ہیں۔ اور لڑکا کوئی نہیں تو مولوی صاحب نے دعا کی ترکیب بتلائی اور ارشاد فرمایا کہ لڑکا ہونے پر اس کا نام "محمد" رکھنا۔ آپ نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ بفضلِ خدا لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مولوی صاحب کے ارشاد کے مطابق "محمد" رکھا۔ ضلع گجرات میں جہاں کے حضرت مولوی صاحب باشندے تھے۔ اکثر لوگ صرف محمد یا احمد نام رکھ لیتے ہیں۔ مگر ضلع جالندھر اور لودھیانہ میں صرف محمد نام رکھنا۔ اس نام کے تقدس کے خلاف سمجھا جاتا تھا چنانچہ سید محمد حسین شاہ صاحب نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو محمد کے نام کے ساتھ جی کا اضافہ کر دیں۔ مولوی صاحب نے اجازت دے دی چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کا نام محمد جی رکھ دیا۔

آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ جہاں کبھی موقعہ ملتا آپ تبلیغ ضرور کرتے۔ آپ کی تبلیغ کی وجہ سے آپ کے تینوں بھائی بھی احمدی ہو گئے اور سارے خاندان میں احمدیت پھیل گئی آپ کی تبلیغ کے زیر اثر لودھیانہ ضلع کے کم و بیش سات خاندان احمدیت میں داخل ہوئے۔

۱۹۳۸ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح

الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا رجسٹری شدہ مختار عام بنا لیا۔ بعدہٗ سکرٹری امانت تحریک جدید کا چارج بھی آپ کو دے دیا۔ ان دونوں عہدوں پر آپ ۱۹۴۸ء تک فائز رہے۔ پھر پیرانہ سالی کی وجہ سے آپ ان کاموں سے فارغ ہوئے۔ آپ نماز تہجد بڑے التزام سے ادا کرنے کے عادی تھے۔ . . . . نمازوں میں بہت سوز سے دُعائیں کرتے اور ہر ایک نیکی اور نمازوں میں باقاعدگی کی تلقین کرتے۔ ہر جلسہ سالانہ پر سارے کنبہ کے ساتھ ضرور شامل ہوتے . . . . .

آپ کی وفات[ا] ۸۰ سال کی عمر میں ۲۴ اپریل ۱۹۶۴ء کو لاہور میں ہوئی اور اسی دن آپ کے جسد خاکی کو بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون“[۲]

**اولاد:-** ایک لڑکا۔ ۵ لڑکیاں۔ ۵ پوتے۔ ۳ پوتیاں۔ ۱۵ نواسے۔ ۲۲ نواسیاں۔ ۲۲ پڑپوتے اور پڑپوتیاں۔

---

## جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری (غیر مبائع)

**ولادت** **بیعت** ۱۹۰۵ء

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر قادیان میں جا کر بیعت کی۔ شیخ صاحب پہلے ہندو تھے۔ حضرت اقدس کی صحبت میں رہے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے بھی بہت فیض حاصل کیا۔ بلکہ حضور نے انہیں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ساتھ مصر میں عربی زبان کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا اور اسی وجہ سے آپ مصری کہلاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی ان پر بہت نوازشات کیں۔

---

[ا] خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے چند دن قبل میو ہسپتال سے خاکسار کو خط لکھا۔ جس میں ملاقات کی خواہش کا اظہار تھا۔ حالت بالکل تسلی بخش تھی مگر اگلا فانا و وفات ہو گئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

[۲] منقول از ”الفرقان“ بابت ماہ اگست ۱۹۶۴ء

مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر بھی کافی عرصہ رہے مگر افسوس کہ ۱۹۳۷ء میں حضور خلیفۃ المسیح رضی سے ناراض ہو کر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آگئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا بھی انکار کر دیا۔ حالانکہ اسی مسئلہ پر غیر مبائعین کے مقابل میں ان کے اپنے متعدد مضامین سلسلہ کے اخبارات میں شائع شدہ موجود ہیں۔ بلکہ ۱۹۳۵ء میں انہوں نے اپنی تحریری شہادت میں لکھا کہ

"میں حضرت صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفس نبوت میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا اور نہ اب کرتا ہوں۔" [1]

---

## محترم میاں دین محمد صاحب

ولادت ۱۸۹۵ء بیعت ۱۹۰۵ء

محترم میاں دین محمد صاحب کی رہائش اکبر سٹریٹ مغلپورہ گنج میں ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت ۱۹۰۵ء میں کی جبکہ آپ کی عمر دس سال تھی۔

---

## محترم سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر "نور" رضی

ولادت ۱۸۹۲ء بیعت ۱۹۰۶ء وفات ۶ مئی ۱۹۵۲ء عمر ۶۰ سال

محترم سردار محمد یوسف صاحب کی ولادت ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ آپ سکھ قوم میں سے تھے۔ آپ کا سابق نام سورن سنگھ تھا۔ وسط ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں شمولیت

---

[1] بحوالہ "الفضل" مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۶۵ء

اختیار کی حضرت اقدس ان کے اسلام کی طرف مائل ہونے کے حالات سُنکر بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ اُن کا لیکچر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے ۲۹ جون ۱۹۰۶ء کو مسجد اقصیٰ میں لیکچر دیا جو آپ کا پہلا لیکچر تھا۔[1] ہماری جماعت میں آپ پہلے آدمی تھے جنہیں سکھوں میں تبلیغ کا شوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "چشمۂ معرفت" میں سکھوں کی متبرک کتاب گورو گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی سے حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے جو شلوک اور ساکھیاں پیش کی ہیں اُن میں آپ حضور علیہ السلام کے معاون تھے۔ آپ نے سکھ قوم میں تبلیغ کرنے کے لئے اخبار "نُور" قادیان سے نکالا تھا۔ اور دو درجن کے قریب کتابیں بھی شائع کیں۔ قرآن مجید اور "سیرت النبیؐ" کا ہندی اور گورمکھی دونو زبانوں میں ترجمہ بھی کیا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے لاہور میں رہائش اختیار کی اور پھر کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں بھی رہے۔ ۶۰ سال کی عُمر پاکر ۲؍ مئی ۱۹۵۲ء کو وفات پائی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اولاد :۔ شیخ محمد آصف۔ شیخ محمد موسیٰ۔ آمنہ بیگم مرحومہ۔ شیخ محمد ہارون۔ شیخ محمد ادریس۔ شیخ محمد یحییٰ۔ شیخ بشیر احمد۔ مبارکہ نسیم۔ صادقہ نسیم۔

---

## محترم خواجہ محمد دین صاحب بٹ رضؓ

ولادت ۱۸۸۳ء بیعت ۱۹۰۶ء وفات ۶؍ نومبر ۱۹۶۰ء عُمر ۷۷ سال

محترم خواجہ محمد دین صاحب بٹ ولد حسن محمد صاحب بٹ کرشن نگر لاہور میں رہتے تھے بہت نیک، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ قادیان میں سبزی کی دوکان تھی۔ یہ ایک ایسا کاروبار ہے جس کا پھیلاؤ زیادہ ہونے کی وجہ سے دکان بار بار بند نہیں کی جاسکتی۔ مگر حضرت خواجہ صاحب دکان کھُلی چھوڑ کر نماز باجماعت کے لئے مسجد چلے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی باتیں بھی گاہکوں کو سُنایا کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد کرشن نگر لاہور رہائش اختیار کی۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ آیا کرتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۸۳ء کو ہوئی۔ بیعت ۱۹۰۶ء

---

[1] "بدر" ۱۲؍ جولائی ۱۹۰۶ء۔

میں کی اور وفات ۶ر نومبر ۱۹۶۰ء کو ہوئی۔ ستتر سال عمر پائی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد۔ نسیم احمد۔ سعید احمد۔ بشیر احمد۔ رشید احمد۔

---

## محترم قاری غلام مجتبیٰ صاحب چینی قادیانی رضؓ

ولادت ۱۸۷۰ء بیعت ۱۹۰۶ء وفات ۲۴ر اکتوبر ۱۹۶۲ء عمر ۹۲ سال

حضرت قاری صاحب موصوف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں وکٹوریہ جیل ہانگ کانگ (چین) سے بعہدہ چیف وارڈن ریٹائر ہو کر قادیان میں سکونت اختیار کر لی اور تقسیم برصغیر تک وہیں رہے۔ اس کے بعد ایک لمبا عرصہ لاہور میں رہائش رکھی اور یہیں وفات پائی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ مسیح موعودؑ میں مدفون ہیں۔ مرحوم بہت مستعد، نیک، سادہ اور عبادت گذار بزرگ تھے۔ قادیان میں کافی عرصہ تک بعہدہ جنرل پریذیڈنٹ خدمات بجالاتے رہے۔

اولاد:۔ عبدالقادر صاحب سولی سرجن اور چار بہنیں

## محترم حکیم رحمت اللہ صاحب

ولادت بیعت دسمبر ۱۹۰۷ء

محترم حکیم رحمت اللہ صاحب بہت پُرانے بزرگ ہیں۔ والد محترم کا نام حکیم محمد بخش صاحب تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

موضع نوال پنڈ متصل گورداسپور میں ہمارے نہایت ہی قریبی رشتہ داروں میں ایک بزرگ مولوی محمد علی نامی تھے۔ میں ان کی ملاقات کے لئے وہاں گیا۔ انہوں نے مجھے احمدیت کی تبلیغ کی۔ میں نے ان کے ساتھ کافی تکرار کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رحمت اللہ! اس طرح بحث سے ضد پیدا ہوتی ہے۔ تم خدا تعالےٰ سے دُعا مانگو کہ اے خدا! اگر مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو مجھے ہدایت دیدے۔ انہوں نے ایک کتاب بھی

"تحفہ گولڑویہ" مجھے مطالعہ کے لئے دی اور یہ بھی فرمایا کہ ۱۵ روز کے بعد جلسہ سالانہ ہے اس موقعہ پر ضرور قادیان چلو اور مامور من اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ میرے دل کو یہ بات پسند آئی۔ میرا اپنا گاؤں موضع جوگوال تھا جو گورداسپور سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ میں نے گاؤں میں پہنچکر دُعا شروع کر دی۔ چند دن کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت سیدھی، صاف اور سفید سڑک ہے جو زمین سے کچھ اُونچی ہے۔ اس کے دوطرفہ گھنے درخت لگے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہمارے گاؤں سے سیدھی قادیان کو جا رہی ہے۔ قادیان ہمارے گاؤں سے گیارہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ صبح اُٹھ کر جو میں نے اس خواب پر غور کیا تو میرے دل نے گواہی دی۔ کہ یہ اس دعا کا نتیجہ ہے جو تم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت معلوم کرنے کے لئے کی ہے چنانچہ جب جلسہ سالانہ ۱۹۰۰ء کے ایام آئے تو میں جلسہ میں شمولیت کے لئے قادیان چلا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرسی پر تشریف فرما تھے اور تقریر کر رہے تھے۔ نہایت ہی نُورانی چہرہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے ایسا شخص ہرگز کاذب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب تقریر ختم ہوئی اور یہ اعلان ہوا کہ جو دوست بیعت کرنا چاہتے ہوں وہ کر لیں۔ تو میں بھی بیعت کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔ جلسہ سے فارغ ہو کر جب گاؤں پہنچا تو شدید مخالفت ہوئی مگر میں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آخر ۱۹۱۹ء میں وہاں سے ہجرت کر کے قادیان چلا گیا۔ اور ۱۹۴۷ء میں ہجرت کے بعد لاہور پہنچ گیا۔ کئی سال تک لاہور میں رہا اور اب ربوہ میں ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ محترم حکیم صاحب کی عُمر اس وقت اسّی سال کے لگ بھگ ہوگی بلکہ ممکن ہے زیادہ ہو کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۴ء میں جو سورج اور چاند کو گرہن لگا وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اسے ستر اکہتر سال ہو گئے ہیں۔ اگر ان ایام میں آپ کی عُمر بارہ چودہ سال کی بھی ہو تو اس وقت (۱۹۶۵ء میں) آپ کی عمر اسّی سال سے زیادہ ہی بنتی ہے۔

آپ حکیم ہیں اور حکمت کی دوکان کرتے ہیں۔ نہایت ہی سادہ اور دیہاتی وضع کے بزرگ ہیں۔ قد لمبا، جسم مضبوط اور صحت اچھی ہے۔ پانچوں وقت مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت اور عمر میں برکت دے۔ آمین۔ بہت خوب آدمی ہیں۔

اولاد۔ محمد عالم مرحوم۔ بشیر الدین۔ حفیظ بیگم۔ نظیر بیگم۔

---

# حضرت ملک خدا بخش صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت — بیعت ۱۹۰۷ء — زیارت ۱۹۰۸ء — وفات ۱۷ر دسمبر ۱۹۴۸ء

محترم ملک خدابخش صاحب کی روایات درج ذیل ہیں :-

۱۔ میں نے حضور کو نماز کی حالت میں دیکھا ہے۔ آپ کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی گردن دائیں بازو کی طرف جھکائے ہوئے ہوتے تھے۔

۲۔ میں نے حضور کو تقریر فرماتے دیکھا ہے۔ یہ وہ تقریر ہے جو لاہور میں رؤساء لاہور کو دعوت دے کر کی گئی تھی۔ تقریر فرماتے وقت حضور کا وجود مبارک ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گویا ایک تصویر ہے جو بول رہی ہے۔ آنکھیں نیم وا معلوم ہوتی تھیں اور کوئی حرکت ہاتھ پاؤں سے نہیں فرماتے تھے۔ حضور کے ہاتھ میں سونٹی بھی تھی۔

۳۔ مذکورہ بالا تقریر کے اختتام پر حضور کی خدمت میں دودھ کا ایک گلاس پیش کیا گیا۔ ہم تبرک کی خواہش میں گتھم گتھا بھی ہوئے۔ چنانچہ کچھ دودھ جو فرش پر گر گیا تھا۔ اُسے بھی ہم نے اپنی زبانوں سے اُٹھا لیا تھا۔

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ محترم ملک خدابخش صاحب محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب کی امارت کے زمانہ میں ایک عرصہ تک جماعت احمدیہ لاہور کے جنرل سکرٹری رہے اور نہایت ہی محنت اور کوشش سے کام کیا۔ میں نے نہ صرف ان کو دیکھا ہے بلکہ تقسیم ملک سے پہلے اور بعد میں جبکہ میرا تقرر لاہور میں بحیثیت مبلغ تھا۔ ان کے ساتھ کام بھی کیا ہے۔ آپ نہایت ہی معزز اور وجیہ انسان تھے اور سلسلہ کی خدمت کے لئے دن رات وقف کر رکھا تھا۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے زمانہ امارت میں پہلے پرائیویٹ سکرٹری اور پھر جنرل سکرٹری رہے۔ بعد میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب کے زمانہ میں بھی جنرل سکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔

حضرت ملک صاحب رضؓ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ نے جو نوٹ "الفضل" میں لکھا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر اس کا ایک ضروری اقتباس درج کر دیا جائے۔ آپ نے

تحریر فرمایا:-

"میں ملک صاحب مرحوم کو بڑے لمبے عرصہ سے جانتا ہوں۔ وہ نہایت مخلص اور فدائی اور سچے معنوں میں ایک قابل قدر کارکن تھے۔ جب بھی سلسلہ کا کوئی کام پیش آتا تھا۔ وہ اس کام میں ہمیشہ دوسروں سے پیش پیش نظر آتے تھے۔ اور اس بات میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ وہ لاہور کی جماعت کے ایک بھاری رکن تھے جن کی وفات نے لاہور کی جماعت میں یقیناً خلا پیدا کر دیا ہے۔ میں ان لوگوں میں سے تو نہیں ہوں کہ یہ سمجھوں یا یہ کہوں کہ فلاں خلا بھرا نہیں جا سکتا کیونکہ ایسا خیال خدا کی صفت خلق و تکوین کے خلاف ہے اور اسی طرح وہ ہمارے مشاہدہ کے بھی خلاف ہے۔ مگر میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ یہ خلا ایسا ہے جسے لاہور کی جماعت کو خاص توجہ کے ساتھ بھرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

جب میں ملک صاحب کا جنازہ پڑھنے آیا تو مرحوم کے اوصاف حمیدہ کو یاد کر کے میرے دل میں اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ علم اور بصیرت رکھنے والے مومن بھی دراصل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کے ایمان کا مرکزی نقطہ ان کے دماغ یعنی مرکز عقل میں ہوتا ہے اور دوسرے وہ جن کے ایمان کا مرکزی نقطہ ان کے دل یعنی مرکز جذبات میں ہوتا ہے۔ ان میں سے قسم اول کے مومنوں کی توجہ زیادہ تر دلائل اور براہین کی طرف رہتی ہے اور ان کے خیالات کا محور زیادہ تر عقل کے ارد گرد چکر لگاتا ہے۔ لیکن دوسری قسم کے مومنوں کی توجہ زیادہ تر اخلاص اور جذبات میں مرکوز ہوتی ہے اور ان کے خیالات کا محور محبت پر قائم ہوتا ہے۔ اور میں نے شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور سے کہا کہ میرے خیال میں ملک صاحب مرحوم دوسری قسم کے مخلصین میں شامل تھے جن کے ایمان کے درخت کی جڑیں دماغ کی نسبت دل میں زیادہ جاگزیں ہوتی ہیں اور علم اور بصیرت رکھتے ہوئے بھی ان کی طبیعت میں محبت اور جذبات کا غلبہ رہتا ہے . . . . .

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بلند مقام پر جگہ دے اور ان کے بچوں اور دیگر پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو۔

ملک صاحب مرحوم کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہوئی کہ ایک ہی وقت میں ان کے دونو

جوان بچے خدمت دین کے لئے سمندر پار گئے ہوئے ہیں اور حقیقتاً یہ ایک بڑی بھاری سعادت ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خاکسار

مرزا بشیر احمد رتن باغ لاہور

21 12/48

اولاد :- ملک عطاء اللہ - ملک عطاء الرحمٰن سابق مبلغ فرانس - ملک احسان اللہ مبلغ مغربی افریقہ ملک عبد المنان مرحوم - صفیہ - رشیدہ وغیرہ چار پانچ لڑکیاں -

---

# محترم حکیم دین محمد صاحب

ولادت ۱۸۸۸ء بیعت ۱۹۰۲ء)

محترم جناب ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب نے بیان فرمایا کہ

محترم حکیم دین محمد صاحب کے والد بزرگوار کا نام شیخ برکت علی صاحب تھا۔ راہوں ضلع جالندھر کے باشندہ تھے اور صحابی تھے۔ محترم حکیم صاحب نے قادیان ہی میں تعلیم پائی۔ دسویں جماعت کا امتحان پاس کر کے پوسٹماسٹر جنرل لاہور کے دفتر میں ملازمت شروع کر دی۔ ۱۹۱۴ء کے قریب تبدیل ہو کر دفتر ملٹری اکاؤنٹس میں چلے گئے۔ دوسری جنگ میں جاپانیوں کی قید میں رہے۔ قریب تھا کہ قتل کئے جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ اب پنشن پر ربوہ میں مقیم ہیں۔

آپ نے بچپن میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے طب پڑھی۔ پھر حضرت حکیم احمد دین صاحب شاہدرہ والوں سے بھی پڑھتے رہے۔ ذاتی طور پر ہومیو پیتھی سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔

آپ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے مؤلف اصحاب احمدؑ کے تایا، خالو اور خسر ہیں۔ آپ

نے بیعت بچپن ہی میں کر لی تھی۔ عمر اس وقت ۷۷ - ۷۸ سال کے قریب ہوگی۔ صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

اولاد - امۃ اللہ۔ نصرت۔ نعمت۔ حکمت۔ فضل الرب مرحوم۔ بُشریٰ۔ اسمٰعیل احمد۔

---

## محترم شیخ شمس الدین صاحب رضؓ

ولادت — بیعت ۱۹۰۷ء — وفات ۱۵ فروری ۱۹۴۱ء

محترم شیخ شمس الدین صاحب چنیوٹ ضلع جھنگ کے مشہور وہرہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ والد ماجد کا نام شیخ حاجی عمر حیات صاحب تھا۔ قبول احمدیت کی سعادت اس طرح نصیب ہوئی کہ آپ کے خُسر حضرت شیخ عطا محمد صاحب وہرہ چنیوٹ والے ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ جب بھی موقع ملتا وہ آپ کو تبلیغ کرتے۔ آپ کا کاروبار چونکہ لاہور میں تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی لاہور تشریف لایا کرتے تھے۔ اس لئے جب بھی حضور تشریف لاتے آپ حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہو جاتے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضور کی خدمت میں اولاد نرینہ کے لئے درخواست دُعا کی جس پر حضور نے دعا فرمائی۔ اس دُعا کے بعد ۱۹۰۴ء میں آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام فیروز الدین رکھا گیا۔ اس خوشی میں آپ نے حضور کی خدمت میں پچاس روپیہ کی رقم بطور نذرانہ پیش کی۔

۱۹۰۷ء میں آپ نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد رشتہ داروں نے سخت مخالفت کی مگر آپ ثابت قدم رہے۔ آپ چمڑہ کے تاجر تھے۔ کاروبار میں دیانت و امانت آپ کا شیوہ تھا۔ متوکل انسان تھے۔ خدا تعالیٰ کے حضور رو رو کر دُعائیں کیا کرتے تھے اور اکثر دعائیں آپ کی قبول ہوتی تھیں۔ آپ کی نیکی اور تقویٰ کو دیکھ کر بعض اوقات غیر احمدی بھی آپ سے دُعا کروانے آیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی جب بحیثیت مبلغ لاہور میں مقیم تھے۔ تو آپ نے اُن سے پہلے ناظرہ اور پھر باترجمہ قرآن شریف ختم کیا۔

جب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کے لئے زمین خریدنے کا سوال پیدا ہوا تو آپ نے اس میں پانچ ہزار

روپیہ یکمشت چندہ دیا۔

آپ ۱۵؍فروری ۱۹۴۱ء کو فوت ہوئے اور کوٹ خواجہ سعید میں دفن کئے گئے۔

آپ کی رفیقۂ حیات مسماۃ اللہ جوائی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔ اکثر قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتی تھیں سُورۃ یٰسین زبانی یاد تھی۔ صدقہ و خیرات کے لئے آپ بہت مشہور تھیں۔ آپ کی وفات ۲۰؍جون ۱۹۳۵ء کو ہوئی۔ اور کوٹ خواجہ سعید لاہور میں مدفون ہوئیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

**اولاد**:۔ آپ نے دو بیٹیاں اور تین بیٹے اپنے پیچھے چھوڑے۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں:۔

فیروز دین۔ منور دین۔ عبدالحمید۔

---

## محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب (غیر مبائع)

**ولادت** ۱۷؍نومبر ۱۸۸۶ء **بیعت** بچپن میں **وفات** ۲۸؍ستمبر ۱۹۵۹ء

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۸۸۶ء کو پتھراں والی حویلی اندرون موچی گیٹ لاہور میں داروغہ نبی بخش صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ داروغہ نبی بخش صاحب شملہ میں گورنمنٹ آف انڈیا پریس میں ملازم تھے۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب بچپن میں ہی اپنے والد ماجد کے پاس شملہ چلے گئے اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ محترم شیخ اللہ دین صاحب شملوی کیساتھ داروغہ صاحب گہرے تعلقات تھے۔ ان کی تبلیغ سے آپ نے ۱۹۰۰ء میں احمدیت قبول کی۔ ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب آپ کو مزید تعلیم کے لئے علیگڈھ بھیجنا چاہتے تھے۔ مگر محترم شیخ صاحب موصوف نے رائے دی کہ انہیں قادیان بھیجا جائے۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء میں قادیان جاکر آپ نے نویں جماعت میں داخلہ لیا۔ ۱۹۰۶ء میں آپ نے قادیان سے ایف۔ اے کر کے میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ڈاکٹر بن کر آپ نے کچھ عرصہ سرحد میں اسسٹنٹ سرجن کے طور پر سرکاری ملازمت کی۔ آپ ایک باکمال سرجن تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ایک زخمی جس کی کھوپڑی میں دراڑ آگئی تھی کا اپریشن کر رہے تھے کہ اپریشن روم میں وائسرائے، کمانڈر انچیف اور گورنر سرحد آگئے مگر آپ اپنے کام میں ایسے مصروف تھے کہ آپ کو مطلقاً خبر نہ ہوئی جب اپنے کام سے فارغ ہوئے تو ان افسران کو دیکھ کر حیران ہو

گئے۔ لارڈ چیمسفورڈ نے آگے بڑھ کر آپ سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ ڈاکٹر تم تو ایک باکمال سرجن ہو چنانچہ اس نے آپ کو "قیصر ہند" کا میڈل دیا۔ ۵۰۰۰ روپیہ نقد انعام اور خان بہادر کے خطاب کی سفارش کی اور سول سرجن کے عہدہ پر ترقی بھی دی۔[1]

۱۹۲۰ء میں آپ نے ملازمت سے استعفا دے دیا۔ اور لاہور آکر "عزیز منزل" میں پریکٹس شروع کی۔ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے رُکن تو آپ شروع سے ہی تھے۔ مگر لاہور پہنچکر آپ نے عملاً بھی انجمن کے کاموں میں نمایاں حصہ لینا شروع کر دیا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ انجمن کے دوامی ممبر چُنے گئے۔ ۱۹۵۶ء میں انجمن کے صدر بنے اور ۲۸ ستمبر ۱۹۵۹ء کو آنت کے پھٹنے کے باعث وفات پائی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

---

## حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب

**ولادت** ۶ فروری ۱۸۹۳ء  **بیعت** ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ۶ فروری ۱۸۹۳ء کو بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب رضؓ نے آپ کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کر کے آپ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لندن تشریف لے گئے۔ اور واپس تشریف لا کر پہلے سیالکوٹ میں اور پھر جلد ہی لاہور میں آکر کام شروع کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسی ترقی دی کہ چند سال کے اندر اندر ہی آپ کا نام لاہور کے قانون دانوں کی صف اول میں شمار ہونے لگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت آپ نے سیالکوٹ میں ستمبر ۱۹۰۴ء میں کی۔ قادیان کی پہلی مرتبہ زیارت ستمبر ۱۹۰۵ء میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو کی۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے آپ کو لاہور کی جماعت کا امیر اور حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی رضی اللہ عنہ کو سکرٹری مقرر فرمایا۔[2]

---

[1] "یادِ رفتگاں" صفحہ ۱۷۷

[2] دیکھئے سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ بابت ۱۹۱۸-۱۹ء

آپ دس بارہ سال جماعت کے امیر رہے مگر اس عرصہ میں آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی لاہور میں آمد سے خوب فائدہ اٹھایا۔ حضور کے متعدد علمی لیکچر ہوئے جن میں لاہور کے اعلیٰ اور ذہین طبقہ کے لوگ شامل ہوتے رہے اور پریس میں بھی حضور کی علمی قابلیت کا چرچا جاری رہا۔

گورنمنٹ انگریزی نے ہندوستان کے سیاسی مسائل کو حل کرنے کے لئے ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کے جو اجلاس لندن میں بلائے اور جنہیں گول میز کانفرنس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان میں علاوہ بعض دیگر مسلمان لیڈروں کے آپ بھی برابر شامل ہوتے رہے اور لندن میں آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ان ایام میں جو خبریں اخبارات میں آتی تھیں ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ لندن کی پرائیویٹ مجالس میں عوام ہندوؤں کی سیاسی پوزیشن سمجھنے کے لئے مسٹر گاندھی کو اور مسلمان قوم کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کے لئے آپ کو دعوت دیا کرتے تھے۔ گول میز کانفرنس میں آپ نے جو شاندار تقریریں کیں اور بے مثال تدبر کا ثبوت دیا اس سے ہندوستان کے ہندو مسلمان لیڈروں کی نگاہیں آپ کی طرف اُٹھنا شروع ہوئیں اور انگریز حکام نے بھی محسوس کیا کہ ہندوستان کا نظم و نسق چلانے کے لئے آپ جیسے مدبروں کے تعاون کی انہیں بے حد ضرورت ہے۔ چنانچہ باوجود شدید مذہبی مخالفت کے ۱۹۳۵ء میں آپ کو ہندوستان کے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں لے لیا گیا اور کئی سال تک متعدد محکموں کے انچارج رہے۔ اس اثناء میں آپ کو کئی مرتبہ یورپ اور دوسرے ممالک میں ہندوستان کی نمائندگی کا موقع ملا۔

تقسیم ملک کے وقت آپ فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے۔ پاکستان بننے کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح نے آپ کو وزیر خارجہ بننے کی پیشکش کی جسے آپ نے منظور کر لیا۔ اس عظیم منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ نے جو خدمات سرانجام دیں ان کے بارہ میں چند شہادتیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (جو اس وقت پنجاب کے وزیر خزانہ تھے) نے ۱۹ مارچ ۱۹۴۸ء کو پنجاب اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"پاکستان کی تعمیر و استحکام کے سلسلہ میں حضرت قائد اعظم کے بعد میرے خیال میں جن دو بڑی شخصیتوں نے کام کیا ہے ان میں پہلا نام ہمارے امور خارجہ کے وزیر سر محمد ظفر اللہ خاں کا ہے اور دوسرا وزیر خزانہ مسٹر غلام محمد کا ہے۔ سر ظفر اللہ خاں نے ساری دنیا پر آشکار کر دیا کہ پاکستان ایسے بلند دماغ اور شاندار مقرر اور اپنی حکومت کے سچے خادم رکھتا ہے

جن کے سامنے دنیا کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

ملت پاکستان چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کے حق میں اتنی ناشکر گذار نہیں ہو سکتی کہ وہ معدودے چند رجعت پسندوں کی غوغا آرائی کے لئے گمراہ ہو جائے اور پھر ان گنتی کے چند لوگوں کی غوغا آرائی جو جہالت کے محدود و معین خیالات میں پھنسے ہوئے ہیں "[1]

۲۔ "السٹریٹڈ ویکلی پاکستان" رقمطراز ہے:۔

"سلامتی کونسل میں وہ وقت بھی نہایت نازک تھا جب اسرائیل کے معاملہ میں بحث ہو رہی تھی۔ بڑی طاقتیں اس مملکت کو بہر طور نوازنے پر تُلی ہوئی تھیں جو صیہونی دہشت انگیزی کی بدولت معرض وجود میں آئی تھیں۔ ہر قابل ذکر آدمی بول چکا تھا اور بولا بھی تھا دنیائے عرب کے مفاد کے سراسر خلاف۔ عربوں کے ترجمان بھی اپنے خیالات کا اظہار کر چکے تھے لیکن ان بیچاروں پر وہی مثل صادق آ رہی تھی کہ نقار خانے میں طوطی کی صدا کون سُنتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بڑی طاقتوں کے بلند بانگ غلغلہ میں ان کی کمزور آواز دب کر رہ گئی ہے طویل القامت، نحیف الجثہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں بحث کے دوران میں خاموش بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور نہ ہی کچھ کہنے کا ارادہ تھا کیونکہ وہ اس مسئلہ میں جو کچھ کہنا چاہتے تھے پہلے ہی کہہ چکے تھے انہیں نظر آ رہا تھا کہ جب سلامتی کونسل پہلے ہی فیصلہ کر چکی ہے تو پھر اُسے قائل کرنے کی کوشش بیسود ہے۔"

"لیکن اس وقت عربوں کے بعض نمائندے جو دیکھ رہے تھے کہ ہمارے وزیر خارجہ بحث کے دوران میں خاموش بیٹھے ہیں آپ کے پاس آئے اور (ایک مرتبہ پھر) عربوں کا معاملہ پیش کرنے کی درخواست کی۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے تقریر کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ بایں ہمہ وہ عرب نمائندوں کو مایوس بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ادھر تقریر تیار نہ ہونے کے علاوہ طبیعت بھی قدرے ناسازہ تھی۔"

"ایک لمحہ تذبذب کے بغیر آپ سیدھے سٹیج کی طرف بڑھے۔ اس کے بعد مسلسل دو گھنٹہ تک سلامتی کونسل کی فضا فن خطابت کی ضوفشانی سے جگمگ جگمگ کرتی رہی۔ عرب

---

[1] "روزنامہ ڈان" کراچی مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۵۲ء بحوالہ "اصحاب احمد" جلد یازدہم صفحہ ۱۹۷۔

نمائندوں نے باتفاق رائے تسلیم کیا کہ جس دلنشین انداز اور پُرزور طریق پر چوھدری محمد ظفراللہ خاں نے ان کا معاملہ پیش کیا ہے اس زوردار طریق پہ دوسرا کوئی شخص پیش نہیں کرسکا۔ دو گھنٹے تک یوں معلوم ہوتا تھا کہ دلائل وبراہین کا ایک دریا ہے جو امڈا چلا آتا ہے۔ اس تمام عرصہ میں وہ چند صیہونی نمائندے جو پچھلی نشستوں پہ بیٹھے تھے تلملاتے اور بل بھرتے رہے اور منہ میں جھاگ لا لاکر اپنے لرزیدہ پاؤں فرش پہ مار رہے تھے۔ اور مُنہ ہی مُنہ میں بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔"

"اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ . . . لیک سکس میں ہمارے وزیر خارجہ نے وہ ناموری حاصل کی ہے جو بلاشبہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہے۔ دو اڑھائی سال کے عرصہ میں بیرونی دنیا میں انہوں نے پاکستان کی ساکھ قائم کرنے اور اس کی عزت و وقار کو چار چاند لگانے میں جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔"

"قائدِ اعظم مرحوم کی طرح وہ جھکنا نہیں جانتے۔ وہ اس فتح کے قائل ہی نہیں جو گرکر نصیب ہو۔ وہ فتحیابی کس کام کی جس کی خاطر عزت نفس گنوانی پڑے۔ وہ کبھی تذلل اختیار نہیں کرتے اور پھر بھی ہمیشہ فتحیاب رہتے ہیں" [1]

۴۔ خبرنامہ اقوام متحدہ نے اپنے تبصرہ میں لکھا کہ

"آنریبل سر محمد ظفراللہ خاں اقوام متحدہ کے حلقوں میں بہت ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ ان کی قانون دانی، بلاغت و فصاحت اور نکتہ رسی کا ہر ممبر ملک قائل ہے۔ جنرل اسمبلی اور اس کے ماتحت کمیٹیوں میں جب کبھی ظفراللہ خاں تقریر کرتے ہیں تو شائقین اس کثرت سے جمع ہوتے ہیں کہ اکثر مرتبہ بیٹھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ بین الاقوامی مسائل کی موشگافیاں گذشتہ پانچ سال میں سر محمد ظفراللہ خاں نے جس خوبی سے کی ہیں اس کی سب نے تعریف کی ہے۔ گذشتہ سال جنرل اسمبلی کے پیرس والے اجلاس میں عراق اور ملک شام کے نمائندوں کے تعاون سے انہوں نے تخفیف اسلحہ کے مسئلے پہ جو تقریر کی تھی اسے اقوام متحدہ کی بلند ترین تقریروں میں گنا جاتا ہے اور سیاست دانی کی اعلیٰ مثال کے طور پہ پیش کیا جاتا

---

[1] بحوالہ اصحاب احمد جلد یازدہم صفحہ ۱۹۷-۱۹۸

ہے۔ اسی تقریر کا نتیجہ تھا کہ بڑی طاقتوں کے نمائندے دس روز تک تخفیف اسلحہ پر تبادلہ خیالات کر سکے اور مختلف الخیال ملکوں کو ایک مرکز پہ جمع ہونے کا موقعہ مل گیا جو اقوام متحدہ کے چارٹر کا سب سے ضروری مقصد ہے۔ اس کے قبل مسئلہ کشمیر اور فلسطین کے متعلق سر محمد ظفر اللہ خاں سیکورٹی کونسل اور جنرل اسمبلی میں معرکۃ الآراء تقریریں کر چکے ہیں۔ لیبیا کے مستقبل، سمالی لینڈ اور اریٹیریا کی خود مختاری اور انڈونیشیا کی آزادی کے سلسلہ میں ان کی بارآور کوششیں ضرب المثل ہیں۔ سر محمد ظفر اللہ خاں نے کچھ عرصہ ہوا فرمایا تھا۔ کہ جہاں کہیں آزادی کی جدوجہد کا اعلان ہوتا ہے پاکستان سب سے پہلے لبیک کہتا ہے۔ اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ دنیا یہ لبیک سر ظفر اللہ خاں کی حق شناس آواز کے ذریعہ سنتی ہے۔"[1]

۴۔ معاصر "انجام" کراچی نے سومالی لینڈ کی خدمت کے متعلق ذیل کی خبر دی:۔

"کراچی ۱۰ر فروری۔ پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے ادارہ اقوام متحدہ میں سمالی لینڈ کے مسلمانوں کے مقصد آزادی کی حمایت میں جو معرکۃ الآراء تقریریں کی ہیں۔ ان کا خلوصِ دل سے اعتراف کرتے ہوئے سمالی لینڈ کے ہزارہا مسلمانوں نے اپنے بچوں کے نام پاکستان کے وزیر خارجہ کے نام پر رکھے ہیں اور خود میرے نوزائیدہ بچے کا نام "ظفر اللہ" ہے"

انسان کے مرتبہ اور مقام کا پتہ اس وقت لگتا ہے جبکہ وہ مخالفت کے طوفانوں اور مصائب کی آندھیوں میں سے گذر رہا ہو مگر اس کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آنے پائے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے کام کی ساری زندگی ہی ایسے حالات میں گذری ہے جبکہ پاکستان کے شوریدہ پسند طبقہ نے آپ کے خلاف ملک میں سخت طوفان بے تمیزی برپا کئے رکھا مگر آپ نے نہ تو ملک کی خدمت میں کمی آنے دی اور نہ ہی اپنی مذہبی حیثیت پر حرف آنے دیا۔

۱۹۵۴ء میں سر بینگل راؤ کی جگہ بین الاقوامی عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے اور چار سال کے عرصہ کے اندر ہی آپ کا انتخاب برائے نائب صدر عمل میں آیا۔ اس طرح آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں قابلِ رشک مقام

---

[1] ہفت روزہ "المصلح" کراچی مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بحوالہ "اصحاب احمد" جلد یازدہم صفحہ ۱۹۳-۱۹۴۔

حاصل کرلیا۔ بین الاقوامی عدالت کی ججی کا یہ دَور کامیابی کے ساتھ گذار کر آپ نے ایک عرصہ تک اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی اپنے ذمّہ لئے رکھی۔ دو برس پیشتر جب آپ کونسل کی صدارت کیلئے منتخب ہوئے تو "حقیقت" لکھنؤ نے لکھا :-

"یہ واقعہ ہے کہ چوہدری محمد ظفراللہ خاں برصغیر ہند و پاکستان میں گنتی کے چند چوٹی کے مدبروں میں ہیں۔ خصوصاً پاکستان کے موجودہ لیڈروں میں تو موصوف اپنی قانونی قابلیت سیاسی تدبر و تجربہ اور بین الاقوامی مسائل میں اپنی حیرت انگیز فراست و معاملہ فہمی کے اعتبار سے فرد واحد ہیں۔ . . . ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان اور دوسرے چند ممالک کی مخالفت کے باوجود بھی اقوام متحدہ کی کونسل بالآخر بھاری اکثریت سے ظفراللہ خاں ہی کو اپنا صدر منتخب کرے گی جو ہر اعتبار سے بہ مقابلہ دیگر امیدواروں کے قابل ترجیح ہیں"[۱]

چنانچہ یہ امر واقعہ ہے اور ساری دنیا اس پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کونسل کے صدارتی انتخاب میں آپ کو بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب کیا اور آپ نے دوران صدارت میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کی بناء پر بعض بڑے مدبران کی زبان سے نکلا کہ کاش! ظفراللہ خاں عمر بھر اس کونسل کے صدر رہیں۔

اس کے بعد پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ بین الاقوامی عدالت کے جج کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ آپ کو پہلے سے بھی زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کی قومی خدمات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اکثر و بیشتر غیر ملکوں میں احمدی مساجد کی بنیادیں رکھنے کا شرف حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت آپ ہی کو حاصل ہوا۔ آپ نے مختلف ممالک میں بہت بلند پایہ تقاریر کے ذریعہ ایک دُنیا کو اسلام اور احمدیت سے روشناس کرایا۔

اسلام کے متعلق آپ کی بیش قیمت تصانیف قبولیت کی سند حاصل کر چکی ہیں جماعت احمدیہ میں آپ کی مالی قربانیاں ضرب المثل کے طور پر مشہور ہیں۔ اسلام اور احمدیت کے متعلق آپ کی قانونی خدمات سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔ باوجود ذاتی خوبیوں اور قابلیتوں کے اطاعت امام کے سلسلہ میں آپ کا وجود ایک نمونہ ہے۔

مختصر یہ کہ اس زمانہ میں احمدی اور غیر احمدی تعلیم یافتہ نوجوان اور بوڑھوں کے لئے آپ کی زندگی میں

بے شمار قیمتی اسباق موجود ہیں۔ کاش کہ کوئی فائدہ اُٹھائے۔ اللّٰھم متعنا بطول حیاتہٖ۔

**اولاد:۔** امۃ الحی صاحبہ

---

# محترم میاں اکبر علی صاحب

**ولادت** ۱۸۹۵ء **بیعت** پیدائشی احمدی

محترم میاں اکبر علی صاحب ابن مولوی محمد علی صاحب سکنہ موضع بہادر ضلع گورداسپور نے بیان فرمایا کہ میرے والد مولوی محمد علی صاحب نے حضرت چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر اور حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی کے ذریعہ ۱۸۹۳ء میں قادیان جا کر بیعت کی۔ میری پیدائش ۱۸۹۵ء کی ہے۔ اس لحاظ سے میں پیدائشی احمدی ہوں۔ جن دنوں کرمدین بھین والے۔ مقدمات کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور تشریف لیجایا کرتے تھے۔ میں بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ گورداسپور جایا کرتا تھا ۱۹۰۷ء میں میرے والد صاحب نے مجھے قادیان لے جا کر مدرسہ احمدیہ میں داخل کروا دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے فرزند میاں عبدالحی صاحب میرے کلاس فیلو تھے۔ اس زمانہ میں جب حضرت صاحب سیر کے لئے باہر تشریف لے جاتے تھے تو ہمیں متعدد بار حضور کی زیارت اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوتا تھا اور کئی دفعہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خادمہ کے ذریعہ سے حضور کا بچا ہوا کھانا بطور تبرک منگوا لیا کرتے تھے۔

جب حضور آخری جلسہ سالانہ کے ایام میں سیر کے لئے باہر تشریف لے گئے تو میرے والد صاحب اور میرے چچا میاں سلطان احمد صاحب اور میرے پھوپھا حکیم رحمت اللہ صاحب اور خاکسار بھی حضور کے ساتھ تھے۔

مدرسہ احمدیہ میں ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد خاکسار اپنے گاؤں واپس چلا گیا اور پھر ۱۹۱۶ء میں قادیان جا کر نویں جماعت میں داخل ہوا۔ نویں پاس کرنے کے بعد خاکسار لاہور واپس آگیا اور ملازمت اختیار کر لی۔

احمدیت سے پہلے میرے والد صاحب پیری مریدی کا کام بھی کرتے تھے مگر احمدی ہونے کے بعد انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا اور اپنے گاؤں میں زراعت کا کام شروع کر دیا اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے چنانچہ ان کی تبلیغ سے بابو عبدالرحمن صاحب انبالوی اور ان کے عزیزوں نے احمدیت قبول کی۔ ابھی آپ کو زراعت کا کام کرتے چھ ماہ ہی گذرے تھے۔ کہ ان کے خالو خان بہادر میاں محمد سرزادار رئیس لاہور نے انہیں لاہور میں بلا لیا۔ اور اپنی دو ہزار ایکڑ اراضی کا بندوبست کرنے کو کہا جو موضع ڈیال اور موضع اٹانوالی میں تھی۔ تیس سال کا عرصہ آپ نے موضع نواں پنڈ مشمولہ ڈیال میں رہائش اختیار کر کے اس اراضی کا انتظام کیا اور نواں پنڈ میں جماعت بھی قائم کی چنانچہ ان کی تبلیغ سے مولوی عبدالحکیم صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ نے بیعت کی۔

میں ۱۹۱۷ء میں ملٹری اکاؤنٹس میں اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ کے طور پر ملازم ہو گیا۔ اور ۹ سال یہ ملازمت قائم رہی۔ ۱۹۲۶ء میں رخصت لے کر فتنہ ارتداد کے دنوں میں تین ماہ کے لئے اپنے خرچ پر اجمیر، بہادر، آگرہ اور ایٹہ میں تبلیغ کرتا رہا۔ چوہدری نبی حسن خاں موضع راؤ بیٹی متصل ضلع ایٹہ کو بیعت کروانے کے لئے قادیان لے گیا۔ وہاں میرے ذریعہ سے بابو نور محمد صاحب مینیجر کاٹن مل بیاور نے بھی بیعت کی۔ ۱۹۲۶ء کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹے کی بشارت دی۔ چنانچہ جب میں اس جہاد سے واپس آیا۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلا فرزند ناصر علی عطا فرمایا۔ اس دوران میں ملٹری والوں نے تخفیف میں رکھ کر مجھے فارغ کر دیا۔ چنانچہ ایک سال میں نے اپنے گاؤں میں زراعت کا کام کیا۔ اس کے بعد مجھے کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ میں سب انسپکٹر کی جگہ مل گئی۔

۱۹۳۵ء میں میں نے امیر علاقہ مکیریاں کے طور پر اس علاقہ میں تبلیغ کی نگرانی کی۔

۱۹۴۷ء سے میں مستقل طور پر حلقہ پرانی انارکلی لاہور میں بحیثیت پریذیڈنٹ حلقہ کام کر رہا ہوں۔

۱۹۵۳ء کے فساد میں میرا مکان جلانے کی کوششیں کی گئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بال بال بچا لیا۔

۱۹۶۱ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے چندہ تحریک اور وقف جدید کو بڑھا کر دس گنا ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی چنانچہ میں نے چندہ تحریک جدید ۳۰ روپے سے بڑھا کر ۳۰۰ روپے کر دیا۔ اور وقف جدید ۲۰ سے بڑھا کر ۲۰۰ روپے کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اسی طرح مساجد بیرون پاکستان میں اپنی والدہ مرحومہ، والد مرحوم اور اپنی طرف سے ڈیڑھ ڈیڑھ سو ادا کیا۔

۱۹۵۱ء سے میں اپنی ملازمت سے ریٹائر ہوا ہوں اور اس وقت سے لے کر اب تک کام محض اس نیت اور ارادے سے کر رہا ہوں کہ سلسلہ کی مالی خدمت کر سکوں ورنہ میرا گزارہ اپنی جائداد کی آمد پر ہو سکتا ہے۔

الحمد للہ کہ مجھے مسجد دارالذکر لاہور میں بھی دو ہزار روپیہ چندہ دینے کی توفیق ملی۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ میرے والد محترم نے میری تحریک پر قادیان اور ربوہ دونوں جگہ مکانات بنوائے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں عطا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھے اور سلسلہ کے فدائی ثابت ہوں۔ آمین۔

**اولاد:۔** ناصر علی مرحوم۔ مظفر علی۔ منور علی۔ مبشر علی۔ امیر بیگم۔ طاہرہ ناہید۔ ناصرہ بیگم۔ مبارکہ شوکت۔ بُشریٰ بیگم۔

---

## محترم شیخ عبدالحمید صاحب شملوی

**ولادت** ۱۸۹۰ء **بیعت** اپریل ۱۹۰۸ء

محترم شیخ عبدالحمید صاحب شملوی موضع صریح تحصیل نکودر ضلع جالندھر کے باشندہ ہیں اور آجکل دفتر جماعت احمدیہ واقعہ ۱۳۔ ٹمپل روڈ لاہور کے انچارج اور حلقہ مزنگ کے صدر ہیں۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب سابق امام مسجد لنڈن اور ناظر بیت المال کے چھوٹے بھائی ہیں۔ یہ فضیلت بھی صرف آپ ہی کو حاصل ہے کہ تینوں بھائیوں (یعنی حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب، محترم جناب شیخ عبدالعزیز صاحب اور محترم جناب شیخ عبدالحمید صاحب) میں سے صرف آپ ہی صحابی ہیں۔

آپ نے انٹرنس کا امتحان راولپنڈی میں اپنے بھائی عبدالعزیز صاحب کے پاس رہ کر ۱۹۰۸ء میں دیا۔ امتحان دینے کے بعد واپس گاؤں پہنچے اور گاؤں سے قادیان جا کر شروع اپریل ۱۹۰۸ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولوی عمر الدین صاحب بھی صحابی تھے۔

ملازمت آپ نے فیروزپور کے قلعہ میں آرڈیننس ڈیپارٹمنٹ میں شروع کی۔ کچھ عرصہ وہاں کام

کے بعد آپ شملہ تشریف لے گئے اور ملٹری فائننس ڈیپارٹمنٹ میں ساری مدت ملازمت گذار دی۔ (۱۹۱۳ء سے لیکر ۱۹۴۵ء تک) اس محکمہ میں آپ پہلے مسلمان تھے مگر آہستہ آہستہ آپ کی کوشش سے کافی مسلمان اس محکمہ میں بھرتی ہو گئے۔ احمدی احباب میں سے محترم حافظ عبد السلام صاحب وکیل المال تحریک جدید، محترم جناب میاں عبد الحق صاحب رامہ ناظر بیت المال۔ محترم جناب فضل محمد خاں صاحب خاص طور پر مشہور ہیں۔ محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب صوبائی امیر اور محترم جناب شیخ یوسف علی صاحب مرحوم سابق پرائیویٹ سکرٹری نے بھی کچھ عرصہ اس محکمہ میں کام کیا۔

جتنا عرصہ آپ شملہ میں رہے۔ مختلف جماعتی عہدوں پر متمکن رہے مگر زیادہ عرصہ آپ کے پاس سکرٹری مال کا عہدہ رہا۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ چونکہ آپ کے کام کو جانتے تھے اس لئے آپ جب اس محکمہ سے ریٹائر ہو کر پنشن پر آ گئے تو آپ کو سٹینڈنگ فائننس بجٹ کمیٹی کا ممبر نامزد فرمایا۔

۱۹۴۷ء تک آپ قادیان میں رہے۔ پھر لاہور آ گئے۔ اور ۱۹۵۲ء سے دفتر جماعت احمدیہ لاہور کے انچارج ہیں۔

منارۃ المسیح قادیان کی تعمیر کے لئے جن احباب نے چندہ دیا۔ ان میں آپ اور آپ کے والد ماجد دونوں شامل تھے۔ چنانچہ دونوں کے نام "منارۃ المسیح" پر کندہ ہیں۔ تحریک جدید اور وقف جدید کے چندوں میں بھی آپ شروع سے حصہ لے رہے ہیں۔

۱۹۲۸ء میں جو قرآن کریم کا درس حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے دیا تھا اس میں بھی آپ شامل ہوئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ سورۃ انفال کی تفسیر آپ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے سبقاً سبقاً پڑھی تھی۔

**اولاد :-** عبد المجید۔ عبد الرشید۔ طاہر شمیم۔ شاہد سلیم۔ ناصر نسیم۔
زبیدہ بیگم۔ رشیدہ بیگم۔ عفت صدیقہ۔ طیبہ صادقہ۔ نزہت پروین
رضیہ بشریٰ۔

---

## حضرت ملک غلام محمد صاحب رضؓ

ولادت    بیعت ۱۹۰۸ء    زیارت ۱۹۰۲ء    وفات ۲۳ جولائی ۱۹۵۸ء

ملک غلام محمد صاحب ولد ملک بستو صاحب لاہور کا بیان ہے کہ

میرے والد مرحوم کے سید محمد علیشاہ صاحب مرحوم سکنہ قادیان کے ساتھ بہت تعلقات تھے۔ اُن کے ذریعہ میرا قادیان آنا جانا ہوا۔ میں پہلی مرتبہ قادیان تقریباً ۱۸۹۸ء میں گیا مگر حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ ۱۹۰۲ء میں زیارت نصیب ہوئی۔ میں بہت سے حالات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو لکھ کر دے چکا ہوں۔ البتہ ایک بات مزید یاد آگئی۔ وہ یہ کہ جب میں نے ۱۹۰۸ء میں لاہور میں بیعت کی تو انہی ایام میں حضور ایک دفعہ جمعہ یا نماز ظہر کے لئے اندرون خانہ سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضور کی نظر میری طرف اُٹھی اور اس نظر میں ایسا اثر تھا کہ میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حضور کی نظر اس وقت بڑی جلالی نظر تھی۔

حضرت ملک صاحبؓ کا کاروبار بڑا وسیع تھا۔ زمینداره بھی کافی پھیلا ہوا تھا۔ خلافت ثانیہ کی ابتداء میں آپ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی دوستی کی وجہ سے غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے۔ مگر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کو جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر تو آپ ایسے فدائی بن گئے کہ باوجود بڑھاپے کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سفروں میں بھی عموماً ساتھ رہتے تھے۔ آپنے ۲۳ جولائی ۱۹۵۸ء کو نماز فجر کے وقت حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اولاد:۔ ملک عبد الرحمٰن۔ ملک عبد الرحیم۔ ملک عبد العزیز۔ ملک محمد عبد اللہ۔

---

## مستری عباس محمد صاحب گنج مغلپورہ

ولادت ۹۴-۱۸۹۳ء بمقام ملتان    بیعت حضور کی وفات سے چند دن پہلے لاہور میں

مستری عباس محمد صاحب گنج مغلپورہ نے فرمایا کہ

میرے والد صاحب کا نام حضرت میاں جمال الدین صاحب تھا۔ میاں جمال الدین صاحب بھی صحابی تھے۔ میں بھی جماعت بھڈیار کے اس وفد میں شامل تھا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر سیالکوٹ کے دوران اٹاری اسٹیشن پر حضور سے ملاقات کی تھی اور واہگہ اسٹیشن تک ہم سفر رہے تھے۔ میں نے حضور کے وصال سے چند دن قبل لاہور میں حضور کی بیعت کی تھی اور بیعت کے بعد اپنے قدیمی گاؤں بھڈیار ضلع امرتسر چلا گیا تھا۔ مگر ۱۹۳۲ء میں کاروبار کے سلسلہ میں لاہور آگیا اور مغلپورہ گنج میں آکر سکونت اختیار کرلی۔

محترم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سنگاپور تحریر فرماتے ہیں کہ

"ان کے پاس سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مصدقہ تحریر ہے۔ یہ تحریر مسئلہ جنازہ سے تعلق رکھتی ہے وہ خاکسار نے بھی دیکھی ہے۔" [۱]

اولاد:۔ مبشر احمد۔ شمیم اختر۔

---

# ضمیمہ

یہاں سے صحابہ کرام کے حالات بغیر کسی ترتیب کے درج کئے جاتے ہیں (مؤلف)

---

## حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۲۴ نومبر ۱۸۷۵ء بیعت ۱۸۹۷ء وفات ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ ۲۴ نومبر ۱۸۷۵ء کو اپنے گاؤں "ادرحمہ" تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولوی نظام الدین صاحب رضؓ اور والدہ ماجدہ کا نام محترمہ گوہر بی بی صاحبہ رضؓ تھا۔ آپ کا تعلق "رانجھا" قوم سے تھا جو قریش خاندان کی شاخ ہے۔

احمدیت سے متعارف آپ بھیرہ میں ہوئے جہاں آپ نے میٹرک تک تعلیم پائی۔ حضرت مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کے درس قرآن میں باقاعدگی کے ساتھ شمولیت فرماتے۔ نیز کبھی کبھی جب حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالےٰ عنہ جموں وکشمیر سے اپنے وطن مالوف بھیرہ میں تشریف لاتے تو ان سے بھی روحانی فیوض حاصل کرتے۔ بی۔اے کا امتحان آپ نے ایف۔سی کالج لاہور میں پاس کیا۔ آپ نے ۱۸۹۷ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت کی

آپ شروع شروع میں بہت کمزور اور دُبلے پتلے تھے۔ کچھ عرصہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضؓ کے زیر علاج رہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب رضؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی بیماری کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

"شیر علی دودھ جتنا پی سکو پیو"[1]

---

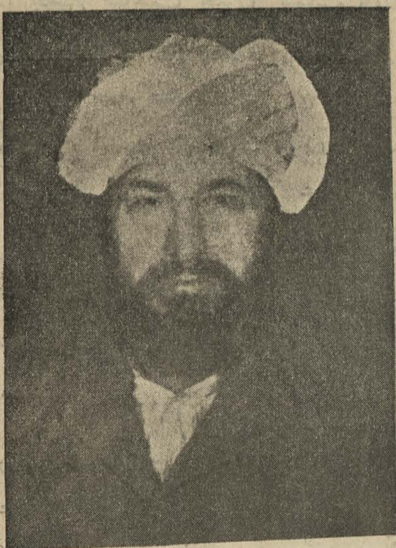
[1] سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ مرتبہ ملک نذیر احمد ریاض صفحہ ۲۶ ۔



حضرت مولوی شیر علی صاحب رض



حضرت صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب
خلیفة المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز



حضرت مولوی غلام رسول
صاحب راجیکی



بیٹھے ہوئے - (دائیں سے بائیں) -
۱ص - قاضی محبوب عالم صاحب مالک راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد - ۲ص - ملک خدا بخش صاحب جنرل سیکرٹری - ۳- قاضی محمد اسلم صاحب ایم - اے - ۴- شیخ بشیر احمد صاحب - ۵ص شیخ مشتاق حسین صاحب ۶ص - میاں احمد دین صاحب - ۷ص - بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر - ۸ص - میاں تاج الدین صاحب - ۹ص - پہلوان معراج الدین صاحب - ۱۰ - قریشی محمود احمد صاحب - (ص سے مراد صحابی)

کرسیوں پر - (دائیں سے بائیں) -
۱ص - محمد اقبال صاحب زرگر - ۲- چودھری عبدالرحیم صاحب - ۳ص - میاں عبدالمجید صاحب - ۴- حضرت امیرالمومنین خلیفۃالمسیح الثانی المصلح الموعود رض - ۵- ۶- ۷ص - پہلوان کریم بخش صاحب -

کھڑے - (دائیں سے بائیں) - ۱- ڈاکٹر معراج الدین جن کے آگے ایک بچہ کھڑا ہے - ۲- ۳ص - شیخ محب الرحمان - ۴ص - حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ - ۵ص - بابو فضل الدین - ۶- چودھری اسداللہ خاں - ۷ص - مولوی عبدالرحیم درد - ۸- مستری نور محمد - ۹- مستری جان محمد - ۱۰ص - ملک عبدالکریم - ۱۱ص - ڈاکٹر حافظ عبدالجلیل - ۱۲ص - میاں فیروز الدین سیالکوٹی - ۱۳- بھیرہ کے ایک دوست - ۱۴- مستری حسن دین - ۱۵- ۱۶- ڈپٹی میاں محمد شریف -

پیچھے کھڑے ہوئے - ۱- ۲- ۳-

آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ

"اباجی چوبیس گھنٹہ میں سولہ سیر دودھ پی لیا کرتے تھے[۱]"

دودھ چونکہ آپ کی غذا کا ایک اہم حصہ تھا اس لئے ہمیشہ دو تین بھینسیں رکھا کرتے تھے۔ دودھ کے بکثرت استعمال کی وجہ سے آپ کا جسم کافی فربہ ہو گیا تھا۔

بی۔اے پاس کرنے کے بعد ابھی آپ قادیان ہی میں مقیم تھے کہ آپ کی قابلیت اور غیر معمولی ذہانت کی بناء پر آپ کو ججی کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور مہدیٔ آخر الزمان علیہ السلام کے قدموں ہی میں رہنے کو ترجیح دی۔

## آپ کا حلیہ اور لباس

قد چھ فٹ سے زیادہ، رنگ گندمی، آنکھیں سیاہ چمکدار اور بڑی بڑی، چہرہ خوبصورت اور مسنون داڑھی سے مزیّن جس پر رُوحانی اثر ہمیشہ غالب رہتا تھا، ماتھے پر اثر السجود کا نمایاں اثر پایا جاتا تھا۔ مرحوم مجسم حیا تھے۔

لباس بالکل سادہ پہنتے تھے۔ سر پر عموماً سفید عمامہ ہوتا تھا۔ تن پر سادہ قمیص، ڈھیلا ڈھالا کوٹ، ہلکی شلوار جو ٹخنوں سے اُوپر رہتی تھی۔ سردی کے موسم میں دو دو قمیصیں بھی زیب تن فرما لیا کرتے تھے۔ تکلّف کو قریب نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ پاؤں میں اکثر دیسی جُوتا ہوتا تھا۔ آخری عمر میں جسم کافی فربہ ہو گیا تھا مگر نہ اتنا کہ چلنا پھرنا دوبھر ہو۔

## آپ کی سادگی

آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ انگریزی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود ساری عمر دیسی جُوتا پہنا۔ لباس میں بھی سادگی آپ کا طرۂ امتیاز رہا۔ عموماً گھر کے دُھلے ہوئے کپڑے زیب تن فرماتے۔ استری شدہ کپڑے بھی پہن لیتے تھے مگر عموماً کپڑوں کو اس طرح پکڑتے کہ ان میں شکنیں پڑ جاتیں۔ آپ ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں کئی سال لندن میں بھی رہے مگر وہاں بھی اپنی روایتی سادگی کو برابر برقرار رکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی سادگی ایک ضرب المثل تھی۔ ایک ناواقف انسان آپ کو دیکھ کر کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ انگریزی زبان کے ماہر ہیں۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب (قلعہ صوبا سنگھ) کا بیان ہے کہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ کا ذکر ہے۔ جب حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ریویو آف ریلیجز

---

[۱] سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ مرتبہ ملک نذیر احمد ریاض صفحہ ۲۶

انگریزی کی ادارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ دو انگریز افسر قادیان آئے جب وہ نواب صاحب (حضرت نواب محمد علیخاں صاحب رضؓ۔ مؤلف) کی کوٹھی کے شمالی جانب سے گذرے تو قریب ہی حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ اپنی بھینسیں چرا رہے تھے۔ آپ کا گریبان کھُلا ہوا تھا اور نہایت سادہ لباس میں ملبوس تھے۔ ان انگریز افسروں میں سے ایک نے حضرت مولوی صاحب رضؓ سے پوچھا کہ ہمیں ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر سے ملنا ہے وہ کس جگہ ملیں گے؟ حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا۔ چلئے میں آپ کو ان کے مکان پر لے چلتا ہوں اور اپنے ہمراہ لاکر اپنی بیٹھک میں بٹھا کر فرمایا آپ تشریف رکھیں میں انہیں بُلا لاتا ہوں۔ حضرت مولوی صاحب رضؓ کا مقصد یہ تھا کہ چائے وغیرہ تیار کریں۔ باتوں باتوں میں تعارف بھی ہو جائیگا لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں ان کے گھر پر ہی لے چلیں راستہ میں مل لیں گے۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔

"ریویو کا ایڈیٹر تو میں ہوں"

وہ دونوں افسر یہ سُن کر بیحد حیران ہوئے اور بیساختہ ان کے منہ سے نکلا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ اس رسالہ کا ایڈیٹر کوئی انگریز ہوگا۔[1]

آپ کی عموماً یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ راستہ میں جو شخص بھی ملتا خواہ بچہ ہی کیوں نہ ہوتا اسے السلام علیکم کہنے میں سبقت فرماتے۔

## شفقت علی خلق اللہ

محترم میاں غلام محمد صاحب ٹیلر سرگودھا کا بیان ہے کہ "ماہ دسمبر کی شدید سردیوں کا ذکر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب رضؓ نماز سے فارغ ہو کر گھر جانے کے لئے مسجد (مبارک) کی سیڑھیوں سے اُتر رہے تھے۔ آپ کے پیچھے پیچھے میں بھی آرہا تھا۔ سیڑھیوں کے وسط میں پہنچکر میں نے دیکھا کہ بائیں طرف دیوار سے لگا ہوا ایک مسافر کھڑا ہے۔ جب حضرت مولوی صاحب رضؓ اس کے پاس سے گذرے تو وہ کہنے لگا میں ایک غریب مسافر ہوں۔ میرے پاس تن ڈھانکنے کے لئے کوئی کپڑا نہیں مجھ پر للہ رحم کریں۔ حضرت مولوی صاحب اس وقت اٹلی کا ایک بالکل نیا کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے فوراً وہ کمبل اتار کر اُسے دے دیا اور خود اسی حالت میں اپنے گھر تشریف لے گئے"[2]

---

[1] سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب مرتبہ ملک نذیر احمد ریاض صفحہ ۱۸۹-۱۹۰؛
[2] صفحہ ۲۷۸؛

## محض خدا کی خاطر

میاں غلام محمد صاحب ٹیلر ہی کا بیان ہے کہ

"منہاس قوم کے ایک ہندو دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان تشریف لائے اور بمعہ اہل وعیال احمدی ہو گئے۔ حضور نے ان کا نام شیخ عبد العزیز رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے قرآن پڑھنے کی وجہ سے ان کو قرآن سے ایسا عشق ہو گیا کہ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ میں بھی ان سے قرآن پڑھنے جایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ شیخ صاحب نے مجھے سُنایا کہ قاضی ظہور الدین صاحب اکمل جس کمرہ میں بیٹھ کر ریویو (اردو۔ مؤلف) کی ادارت کے فرائض سر انجام دیتے تھے۔ اس کے سامنے ایک کچا مکان تھا۔ وہاں ایک حافظ نابینا رہتے تھے۔ وہ قدیم زمانہ میں جو قادیان میں "میلہ قدماں" لگا کرتا تھا اس کے گدی نشین تھے لیکن احمدیت قبول کر لینے کے بعد گدی سے الگ ہو گئے تھے۔

شیخ صاحب نے مجھے سُنایا کہ میں حافظ صاحب کے پاس عموماً جایا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ پُرانے صحابہ میں سے تھے۔ ایک روز میں اُن کے پاس گیا تو وہ مجھے سُنانے لگے کہ کچھ عرصہ ہوا۔ میں حکیم قطب دین صاحب کے پاس گیا اور یہ شکایت کی کہ میرے کانوں سے شاں شاں کی آوازیں آتی رہتی ہیں اور سُنائی بھی کم دیتا ہے کوئی علاج بتائیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ آپ کے کانوں میں خشکی ہے دودھ پیا کریں۔ اس پر میں (حافظ صاحب) نے کہا۔ روٹی تو مجھے مسیح کے لنگر سے مل جاتی ہے۔ دودھ کہاں سے پیوں؟ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مسجد مبارک کو جاتے ہوئے حضرت مولوی شیر علی صاحب وہاں سے گذرے۔ آپ نے حکیم قطب دین صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ حافظ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ ان کے کانوں میں خشکی ہے میں ان سے دودھ پینے کے لئے کہہ رہا ہوں لیکن حافظ صاحب کہتے ہیں کہ دودھ کہاں سے پیوں۔ حضرت مولوی صاحب یہ سُنکر چلے گئے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے کہ اسی روز رات کے وقت ایک شخص میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا حافظ صاحب دودھ لے لیں۔ چنانچہ میں نے اپنا پیالہ آگے کر دیا۔ وہ قریباً ڈیڑھ سیر دودھ ڈال کر چلا گیا۔ اسی طرح اس شخص کا معمول رہا کہ روزانہ رات کو آتا اور ڈیڑھ سیر کے قریب دودھ میرے برتن میں ڈال کر چلا جاتا۔ اس میں سے میں کچھ رات کو پی لیتا اور کچھ صبح کو۔

شیخ عبد العزیز صاحب نے مجھے کہا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں یہ کون شخص ہے جو مسلسل

ڈیڑھ سال سے دودھ دے رہا ہے اور کبھی ناغہ بھی نہیں کرتا اور نہ ہی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے مدنظر میں ایک روز اس شخص کے آنے سے پہلے ہی حافظ صاحب کے دروازے کے آس پاس گھومنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص ہاتھ میں برتن لئے ان کے اندر چلا گیا۔ چونکہ سردیوں کے دن تھے۔ اس لئے حافظ صاحب اندر چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اس شخص نے حسب معمول دودھ دیا۔ میں اسے دیکھنے کے لئے جب اندر داخل ہوا تو وہ میرے پاؤں کی آہٹ سُنکر کمرہ کے اندر ایک کونے میں جا کھڑا ہوا۔ اندر اندھیرا تھا۔ اس لئے میں پہچان نہ سکا۔ غور سے دیکھا تو ایک شخص دیوار سے لگا دکھائی دیا۔ میں نے پاس جا کر پوچھا بھائی تم کون ہو۔ مجھے دھیمی سی آواز آئی "شیر علی" یہ سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ میں سخت شرمندہ ہوا کہ جس کام کو حضرت مولوی صاحب راز میں رکھنا چاہتے تھے میں نے اسے افشا کر دیا۔ مجھے دیر تک آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی[1]

## اپنا کام خود کرنا

غالباً ۳۰-۱۹۳۱ء کا ذکر ہے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ڈلہوزی تشریف لے جانے پر حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ قادیان کے مقامی امیر تھے۔ خاکسار ان دنوں مولوی فاضل کلاس میں تعلیم پا رہا تھا اور حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل حال امیر جماعت احمدیہ قادیان کے نئے مکان میں رہا کرتا تھا۔ چونکہ امتحان کے دن قریب تھے اس لئے زیادہ وقت پڑھائی میں صرف کرنے کی غرض سے بجائے مسجد مبارک کے مسجد اقصیٰ ہی میں تمام نمازیں ادا کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت مولوی صاحب نے عشاء کی نماز کے بعد کسی سے دریافت فرمایا۔ کہ کیا شیخ عبدالقادر صاحب نومسلم جو جامعہ احمدیہ میں تعلیم پا رہے ہیں مسجد میں موجود ہیں؟ مجھے ان سے ایک ضروری کام ہے۔ بعض دوستوں نے مجھے تلاش کیا۔ موجود نہ پا کر حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا۔ یہاں تو نہیں۔ ہم ابھی ان کو بُلا لاتے ہیں۔ اس پر اس مجسمہ اخلاق نے نہایت ہی سادگی سے فرمایا "کام تو مجھے اُن سے ہے اس لئے مجھے خود جانا چاہیئے" اس واقعہ کی اہمیت اس امر سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ آپ مقامی امیر ہونے کے باوجود دو تین دوستوں کو ہمراہ لئے میری جائے رہائش پر تشریف لائے۔ اور مجھے باہر بُلا کر آپ نے کوئی بات دریافت فرمائی۔ جس کے متعلق اب میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا تھی

---

[1] سیر صفحہ ۲۷۸ تا ۲۸۱

## مکارم الاخلاق

عموماً با اثر لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ پبلک اداروں میں جاکر اپنے اثر و رسوخ سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اپنا کام پہلے کروا لیتے ہیں لیکن حضرت مولوی شیر علی صاحب اس بارہ میں بہت محتاط تھے۔ میں نے آپ کو نور ہسپتال میں دوائی لیتے دیکھا ہے۔ باوجودیکہ بعض اوقات آپ کی بزرگانہ شان اور بلند شخصیت کے پیش نظر ہسپتال کا عملہ آپ کو پہلے دوائی دینے کی پیشکش کرتا لیکن آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ "میں اپنی باری پر دوائی لوں گا"

## تبلیغ کا شوق

غالباً ۱۹۳۱ء کی بات ہے خاکسار کو مری میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے ساتھ ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گذارنے کا موقعہ ملا۔ آپ عصر کے بعد جب سیر کو نکلا کرتے تو عموماً کسی نہ کسی شخص کو تبلیغ ضرور کرتے۔ ایک مرتبہ ہم محترم ملک فیروز خاں صاحب نون کے والد محترم ملک محمد حیات خاں صاحب ریٹائرڈ کمشنر کی کوٹھی "نون ہاؤس" گئے۔ آپ نے خاں صاحب سے وعدہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ قادیان ضرور جائیں گے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ہم محترم شیخ تیمور صاحب ایم۔ اے پرنسپل اسلامیہ کالج پشاور سے ملے۔ انہوں نے ہماری دعوت بھی کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ ان کے پرانے مراسم تھے اس لئے وہ بہت محبت سے پیش آئے اور قادیان جانے کا وعدہ کیا۔ یاد رہے کہ محترم شیخ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے خرچ پر اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی مگر حضور کی وفات پر جماعت سے الگ ہو گئے تھے۔

## آپ کی وفات
### ۱۳ر نومبر ۱۹۴۷ء

۱۹۴۵ء کے موسم گرما میں آپ ترجمۃ القرآن انگریزی کے سلسلہ میں مع دفتر و عملہ ڈلہوزی میں تشریف فرما تھے۔ وہاں بندش پیشاب کی شکایت ہو گئی۔ جب باوجود علاج ڈلہوزی میں آرام کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو حضور نے حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کو ہدایت فرمائی کہ مولوی صاحب کو پہاڑ کی مرطوب آب و ہوا سے قادیان کے پُرسکون ماحول میں لے جائیں۔ چنانچہ اس کے لئے حضرت نے اپنی کار بھی عطا فرمائی۔ قادیان میں کچھ عرصہ آرام رہا مگر پھر یہ تکلیف عود کر آئی۔ اس عرصہ میں لاہور میں ہومیوپیتھک علاج سے اللہ تعالیٰ نے اس مرض میں افاقہ کی صورت پیدا کر دی۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کا ہنگامہ برپا ہوا۔ انہی خطرناک ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

کے ارشاد کے ماتحت پہلے قافلہ میں قادیان سے آپ لاہور پہنچے۔ احمدیہ ہوسٹل کے ایک کمرہ میں قیام فرمایا۔طبیعت پہلے ہی کمزور تھی۔ پیشاب کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ ۲۰/۱۰/۴۷ کو آپ میو ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے۔ کرنل امیرالدین صاحب نے پراسٹیٹ گلینڈ (PROSTATE GLAND) کا پہلا اپریشن کیا۔ کچھ روز ٹھہر کر دوسرا اپریشن ہونا تھا مگر اچانک آپ کو کھانسی کی شکایت ہو گئی۔ ساتھ ہی شدید اسہال شروع ہو گئے۔ طاقت کے ٹیکے لگائے گئے۔ پھلوں کا رس دیا گیا۔ غذاؤں میں ساگودانہ، اراروٹ وغیرہ بھی استعمال کرائی گئیں۔ مگر کمزوری دن بدن بڑھتی گئی۔ یہانتک کہ ۱۳ر نومبر ۱۹۴۷ء کو آپ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

ڈاکٹر ملک نذیر احمد صاحب ریاض نے حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا دیباچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا تحریر فرمودہ ہے۔ اس دیباچہ میں حضرت مولوی صاحبؓ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ اُجاگر کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں درج کر دیا جائے۔ وھو ہٰذا:-

"حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحومؓ میرے استاد بھی تھے اور دوست بھی تھے اور رفیق کار بھی تھے۔ مجھے اُن کے اخلاق اور حالات زندگی کو بڑے غور کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم حقیقتاً ایک فرشتہ سیرت بزرگ تھے اور ان کے متعلق لوگوں کی زبان پر فرشتے کا لفظ غالباً الٰہی تصرف کے ماتحت جاری ہوا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف بھی ہو جس میں حضور نے دیکھا کہ حضور کے سامنے ایک فرشتہ آیا ہے جس کا نام "شیر علی" ہے۔

فرشتوں کی مخصوص صفت جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ یفعلون ما یؤمرون ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کا کامل نمونہ ہوتے ہیں اور ہمیشہ اُن کا قدم اسی رستہ پہ اُٹھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو ایک ایسی پاک جماعت عطا کی۔ اور ایسے اصحاب دیئے جو اپنی مخصوص صفات میں " آخرین منھم " کے کامل نمونہ تھے لیکن حضرت مولوی شیر علی صاحب

مرحومؓ میں مَیں نے جو رنگ للّٰہیت کا دیکھا اور جس قسم کی بے نفسی اُن کے وجود میں پائی۔ وہ دوسری جگہ بہت کم نظر آتی ہے۔ دُعاؤں میں انتہائی شغف، عبادات میں ایسی لذت کہ گویا رُوح ہر وقت آستانہ الٰہی کی طرف شوق کے ساتھ جھکی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء وقت کا انتہائی اکرام اور اطاعت، اور دوستوں کے ساتھ غیر معمولی جذبۂ شفقت، یہ حضرت مولوی صاحبؓ کے نمایاں اوصاف تھے۔ جس کی وجہ سے ان کے اندر ایک ایسی رُوحانی کشش پیدا ہو گئی تھی جس کی مثال وہ خود ہی تھے۔

حضرت مولوی صاحب کا طریق تھا کہ اپنی اکثر دعاؤں کو صرف سورۃ فاتحہ اور درود تک محدود رکھتے اور انہی دو مبارک ترین دُعاؤں میں وہ اپنے اور اپنے احباب کے سارے دینی اور دنیوی مقاصد کو ملحوظ رکھ لیتے تھے اور اس سوز و درد کے ساتھ دُعا کیا کرتے تھے کہ جیسے ایک ہنڈیا چولھے پر اُبل رہی ہو۔ اگر مجھ سے کوئی شخص حضرت مولوی صاحب کے متعلق یہ پوچھے کہ ان کی سب سے بڑی نمایاں صفت کیا تھی تو میں یہی کہوں گا کہ دعاؤں اور عبادت میں شغف اور اس سے اُتر کر مخلوق خدا کی ہمدردی اور اُسے ہر رنگ میں فائدہ پہنچانے کی تڑپ۔ مولوی صاحبؓ کی رُوحانیت حقیقتاً ایک نہایت ہی ارفع اور بلند مقام کی رُوحانیت تھی جسے ایک طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ انتہائی اتصال حاصل تھا اور دوسری طرف مخلوق خدا کی ہمدردی اس کا جزو اعظم تھی۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ قادیان میں غالباً ۱۸۹۷ء میں آئے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات تک مختلف خدمات پر مامور رہے۔ شروع میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری کے فرائض سرانجام دیئے اور اس خوبی سے سرانجام دیئے کہ حضرت مولوی صاحب کا ہر شاگرد گویا آپ کا عاشق زار تھا۔ کیونکہ ان کے وجود میں طلباء کو نہ صرف ایک قابل ترین استاد مل گیا تھا بلکہ شفیق ترین باپ بھی میسر آ گیا تھا۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ان کے شاگرد جن میں یہ خاکسار بھی شامل ہے بسا اوقات ان کے ذکر سے قلوب میں رقت اور آنکھوں میں آنسو محسوس کرتے ہیں۔ سکول کی ملازمت کے بعد حضرت مولوی صاحبؓ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے ہاتھ سے بعض ایسے مضامین نکلے جو سلسلہ کے لٹریچر میں خاص شان رکھتے ہیں جسے بعض غیر احمدیوں نے اس کی خوبیوں اور دلائل سے متاثر ہو کر

اپنی طرف سے کتابی صورت میں شائع کرایا تھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی تصنیفات کے سلسلہ میں "قتل مرتد اور اسلام" کا رسالہ بھی خاص شان رکھتا ہے۔

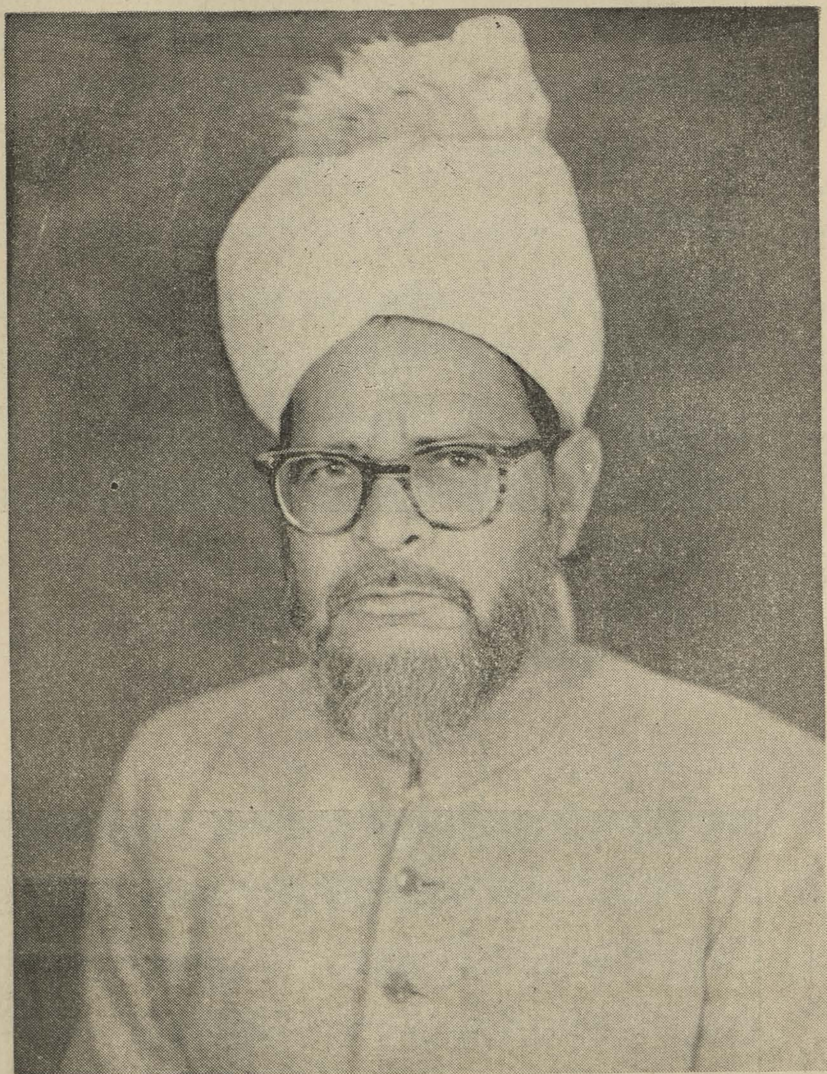
حضرت مولوی صاحبؓ کی زندگی کا تیسرا دَور وُہ ہے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت وہ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کے لئے مقرر کئے گئے اور اس غرض کے لئے انہیں انگلستان بھجوایا گیا۔ اور بالآخر یہ کام قادیان میں واپس آکر تکمیل کو پہنچا۔ قادیان کے زمانہ میں حضرت مولوی صاحبؓ کی امداد کے لئے ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے اور مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے اور خان بہادر چودھری ابوالہاشم خاں صاحب ایم۔اے اور خاکسار مقرر تھے۔ ان ایام میں حضرت مولوی صاحب باوجود پیرانہ سالی کے جس قدر محنت اور شغف اور توجہ کے ساتھ قرآن مجید کا کام کرتے تھے وہ ہم سب کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔

انگریزی زبان میں حضرت مولوی صاحب کا مقام بہت بلند تھا اور نہایت صاف اور صحیح اور بامحاورہ انگریزی لکھتے تھے جس کی سلاست اور صحت پر رشک آتا تھا۔

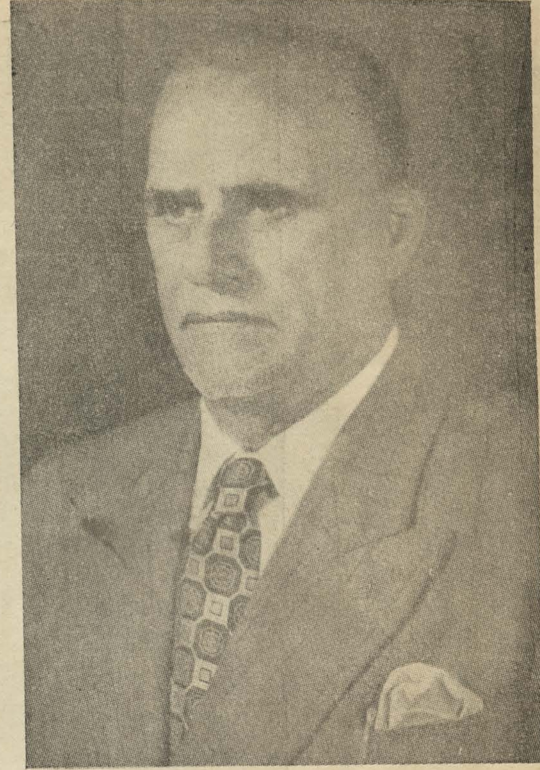
حضرت مولوی صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے حالاتِ زندگی معلوم تھے۔ چنانچہ ان کی بہت سی قیمتی روایات میری تصنیف "سیرۃ المھدی" میں درج ہیں۔ اور ہر روایت علم و عرفان اور تصوف کا غیر معمولی اثر لئے ہوئے ہے۔

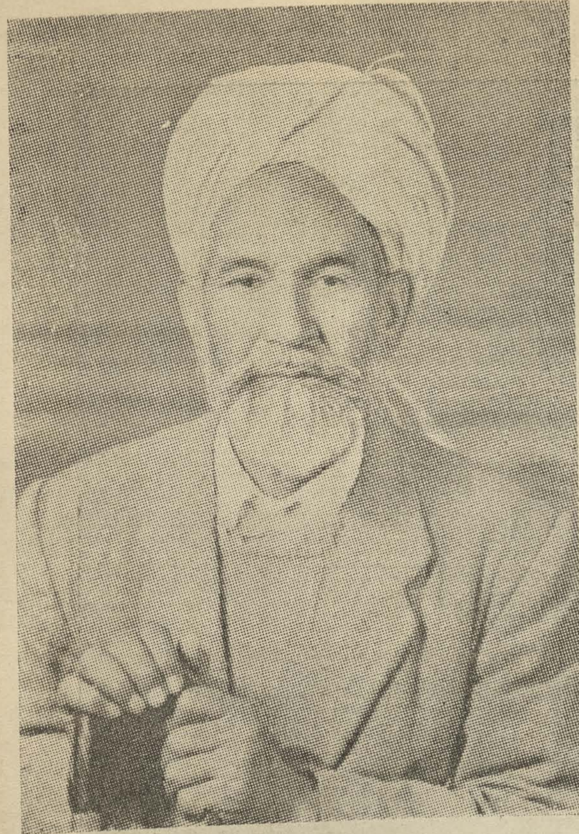
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ جب بھی قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو بالعموم حضرت مولوی صاحبؓ کو ہی اپنی جگہ امیر مقرر فرمایا کرتے تھے چنانچہ ۱۹۲۴ء کے سفر یورپ میں بھی حضرت مولوی صاحب ہی امیر مقرر ہوئے تھے اور گو شروع میں حضرت مولوی صاحب کو تقریر کرنے میں کچھ حجاب محسوس ہوتا تھا لیکن بعد میں یہ حجاب دُور ہو کر ان کی تقریروں میں سلاست کا رنگ پیدا ہو گیا تھا اور ان کے خطبات اپنے اندر خاص جذب اور تاثر رکھتے تھے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی رُوح پر اپنے بے شمار فضل اور رحمت کی بارش برسائے۔ ان کی رُوحانی تاثیرات کا سلسلہ جماعت میں جاری



شیخ عبدالقادر صاحب (مؤلف کتاب ھذا)


محترم شیخ عبدالحق صاحب انجینئر


محترم مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا

رکھے۔ جماعت کے نوجوانوں کو ان کی نیک صفات کا وارث بنائے اور ان کی اولاد کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین"

فقط

خاکسار مرزا بشیر احمد

ربوہ ۱۸/۱/۵۵

حضرت مولوی صاحب کی جب وفات ہوئی تو ان ایام میں ابھی دارالہجرت ربوہ کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے آپ کو لاہور ہی میں میانی صاحب کے قبرستان میں امانتاً دفن کیا گیا۔ بعدازاں جب ربوہ کا بہشتی مقبرہ تیار ہو گیا تو پھر آپ کی نعش مبارک کو ربوہ میں منتقل کر دیا گیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ آجکل آپ کی لاہور والی قبر میں محترم میاں کمال الدین صاحب مدفون ہیں۔

اولاد:۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھا — خدیجہ بیگم

مولوی عبدالرحیم صاحب — امۃ الرحمٰن

حافظ عبداللطیف

---

# محترم شیخ عبدالحق صاحب انجنیئر

**ولادت** ۱۸۹۸ء **بیعت** پیدائشی

محترم شیخ عبدالحق صاحب نے بیان فرمایا کہ

میرے والد شیخ عطا محمد صاحب چودھری والا تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے۔ خاکسار کی پیدائش موضع ونجواں متصل بٹالہ میں ہوئی جہاں میرے والد صاحب پٹواری تھے۔ میری پیدائش کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ میرے والد صاحب نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں مگر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت مولوی فتح دین صاحب دھرمکوٹی رضی اللہ عنہ نے آپ کو تبلیغ کی۔ کافی عرصہ بحث مباحثہ میں صرف ہوا۔ آخر انہوں نے فرمایا کہ "میں تمہارے مرزے کو خط لکھوں گا اور اس کا جواب آنے پر آپ سے گفتگو کروں گا" خط میں انہوں نے

لکھا کہ آپ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میرے حق میں آپ دعا فرمائیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائے اور اس بیوی میں سے ہو جس سے میں چاہتا ہوں۔ مراد اُن کی یہ تھی کہ پہلی بیوی سے اولاد ہو۔ اس وقت والد صاحب کی عمر ۴۲ سال کی تھی۔ یہ خط جب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو حضور مسجد مبارک میں اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضور نے خط کھولا اور پڑھ کر حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور فرمایا کہ سب کو دکھا دیں۔ جب سب نے دیکھ لیا تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس کا یہ جواب لکھ دیں کہ مولا کے حضور میں دعا کی گئی۔ آپ کے گھر میں فرزند ارجمند ہوگا اور انشاء اللہ صاحب اقبال ہوگا اور اسی بیوی سے ہوگا۔ جس بیوی سے آپ چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح توبہ کریں۔

جب والد صاحب کو یہ خط ملا تو آپ وہ خط لے کر حضرت مولوی فتح دین صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ بتائیے حضرت زکریا علیہ السلام کی توبہ کیا تھی کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اولاد تو میرے ہاں ہونی نہیں مگر میں حضرت زکریا علیہ السلام والی توبہ پوری شرائط کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں تا حضرت مرزا صاحب کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ تم نے توبہ نہیں کی ورنہ تمہارے ہاں اولاد ضرور ہو جاتی۔

جب مولوی صاحب موصوف نے حضرت زکریا علیہ السلام کی توبہ کا طریق بتایا تو والد صاحب نے پورے اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کیا۔ تین ماہ گذرنے کے بعد ایک دن میری والدہ رو پڑی اور حضرت والد صاحب کو کہا کہ آگے تو کچھ امید تھی مگر اب تو بالکل ہی جاتی رہی اس لئے آپ مجھے میرے بھائی شیخ غلام رسول صاحب سب انسپکٹر پولیس کے پاس امرتسر بھجوا دیں تا میں وہاں ہسپتال میں اپنا علاج کرواؤں۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ نہیں! میں دائی کو بھیجتا ہوں۔ تھوڑے وقفہ کے بعد دائی نے واپس آکر بیان کیا کہ پٹواری جی! معلوم ہوتا ہے خدا بھول گیا ہے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ نہیں! چونکہ ہم اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے تھے اس لئے اس نے بھی ہمیں بھلا دیا تھا چنانچہ وقت مقررہ پر اللہ تعالیٰ نے لڑکا دیا اور

## وہ میں ہوں

دنجواں سے دھرمکوٹ تین چار میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ میری پیدائش کے فوراً بعد وہ مجھے دھرمکوٹ کی مسجد میں لے گئے جہاں کہ مولوی صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے۔ والد صاحب کے عزیز و اقارب نے جو کثرت سے اس موقعہ پر جمع ہو گئے تھے شور مچایا کہ آدھی رات کا وقت ہے اس وقت اس کو باہر

مت لیجاؤ۔ مگر والد صاحب نے فرمایا کہ یہ مرے گا نہیں اور اسے کوئی خدشہ نہیں کیونکہ یہ حضرت مرزا صاحب کی دُعا سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ صبح مجھے واپس ونجواں لے آئے۔ ونجواں چونکہ مسلمانوں کا گاؤں تھا اس لئے سب کو اکٹھا کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا یہ نشان وضاحت سے بیان فرمایا اس پر قریباً سارا گاؤں اور دھرمکوٹ کے بہت سے احباب جو اس نشان کے گواہ تھے قادیان گئے اور بیعت کر لی۔

حضرت والد صاحبؓ نے پچانوے ۹۵ سال کی عُمر پائی۔ ۱۹۴۷ء میں فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں مدفون ہوئے۔ والدہ مکرمہ حضرت عائشہ بی بی صاحبہؓ نے بھی اسی زمانہ میں بیعت کر لی تھی۔ اُن کی وفات ۱۹۵۵ء میں ایک سو پانچ ۱۰۵ سال کی عمر میں کراچی میں ہوئی۔ موصیہ تھیں۔ امانتاً کراچی میں دفن ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب انہیں ربوہ لاؤں گا۔

محترم شیخ صاحب نے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

میں نے پانچویں جماعت تک تعلیم اپنے گاؤں چودھری والا میں پائی۔ اس کے بعد حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّرؓ اور حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحبؓ کی زیر نگرانی بٹالہ کے اے۔ ایل۔ او۔ ای ہائی سکول میں آٹھویں تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اس دوران میں حضرت والد صاحبؓ کی تبدیلی موضع ناتھ پور متصل قادیان میں ہو گئی اور مجھے انہوں نے قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل کرا دیا۔ میٹرک میں نے ۱۹۲۲ء میں پاس کیا۔ میٹرک کے بعد لاہور کے اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا۔ مگر چند دن بعد ہی سول انجنیئرنگ کالج کراچی میں داخلہ مل گیا۔ وہاں دو سال کا کورس تھا۔ پاس کرنے کے بعد مقابلہ کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے سنٹرل گورنمنٹ سے ایگزیکٹو انجنیئر کے عہدہ سے مارچ ۱۹۵۹ء میں ریٹائر ہوا۔ ریٹائر ہونے کے بعد اپنا کام شروع کر دیا لیکن فوراً ہی اسٹیٹ بنک کراچی والوں نے بُلا لیا اور اسی دوران مغربی پاکستان گورنمنٹ نے "الفلاح" بلڈنگ لاہور کی تعمیر کی نگرانی کے لئے بطور سپرنٹنڈنگ انجنیئر (ایس۔ ای) مقرر کیا۔ آجکل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہاں سے ریٹائر ہو کر نون قیوم کمپنی میں بمشاہرہ -/۲۰۰۰ روپیہ کام کر رہا ہوں۔ پنشن الگ ہے۔

اس دوران میں کراچی کا احمدیہ ہال بنوایا۔ دار الصدر کراچی میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کوٹھی اپنی نگرانی میں تیار کروائی اور بھی سلسلہ کی عمارات میری نگرانی میں تیار ہوئیں۔ آجکل لاہور میں ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حلقہ دار الذکر کا صدر ہوں اور زعیم اعلیٰ انصار اللہ لاہور ہوں۔

مرکز ربوہ میں بھی قریباً تمام اہم عمارتوں کی تعمیر کے سلسلہ میں مشورہ کے لئے مجھے بُلایا جاتا ہے اور میں اسے اپنے لئے باعث سعادت یقین کرتا ہوں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اولاد:۔

شیخ گلزار الحق صاحب۔ شیخ عبد الصمد صاحب۔ شیخ عبد السمیع۔ منصور احمد۔ ناصرہ بیگم گلشن آرا۔ انجم آرا۔ غزالہ۔

---

## محترم ملک برکت علی صاحب گجراتی رضی اللہ عنہ

ولادت بیعت غالباً ۱۸۹۷ء وفات

محترم ملک برکت علی صاحب گجرات کے رہنے والے تھے۔ لاہور میں محکمہ نہر میں ملازم تھے۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے مُرید تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رُوحانیت میں ترقی حاصل کرنے کے لئے پیر صاحب سے وظیفہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا "تصور شیخ کرو" مگر مجھے تصور شیخ سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس کے بعد جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر "جلسہ مذاہب عالم لاہور" پڑھی تو میری آنکھیں کھُل گئیں۔ اور میں نے قادیان جاکر بیعت کرلی۔ یہ غالباً ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے۔

ملک صاحب ایک لمبا عرصہ بسلسلہ ملازمت لاہور میں مقیم رہے۔ بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ تبلیغ کا بیحد شوق تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مکرم و محترم ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم مرحوم گو بعد میں بہت ترقی کر گئے مگر ابتداءً تبلیغ کا شوق انہیں اپنے باپ کے نمونہ کو دیکھ کر ہی پیدا ہوا تھا۔ بعد میں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کی صحبت نے چار چاند لگا دیئے اور خادم صاحب مرحوم کا شمار جماعت احمدیہ کے چوٹی کے مناظرین میں ہونے لگا حتیٰ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انہیں "خالد" کے خطاب سے نوازا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

---

---

# محترم ملک مبارک علی صاحب

ولادت　　　　بیعت　　　　وفات

محترم ملک مبارک علی صاحب، محترم ملک محمد شریف صاحب سوداگر چوب کے صاحبزادہ تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بیعت کی۔ بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام جب لاہور تشریف لاتے تو ملک صاحب موصوف سیر میں بھی اپنی گاڑی لے کر برابر ساتھ جاتے۔ تیسری بیوی سے اولاد ہوئی۔

اولاد:-

---

# حضرت شیخ عبدالرشید صاحب بٹالویؓ

ولادت ۱۸۸۰ء　　بیعت ۱۹۰۰ء　　وفات ۲۷ مئی ۱۹۵۱ء

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاص دوستوں میں سے حاجی شیخ عبدالکریم صاحب سوداگر چرم بٹالوی تھے ان کے فرزند اکبر محترم شیخ عبدالرشید صاحب نے بالکل بچپن میں حضرت مسیح پاک کی بیعت کر لی تھی۔ گھر کے چھوٹے بڑے اور برادری کے لوگوں نے شدید مخالفت کی۔ خدا کے فضل سے شیخ صاحب موصوف نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ اخلاص میں دن بدن ترقی کرتے چلے گئے۔ ان کے چھوٹے بھائی حافظ عبدالمجید صاحب کچھ واضح طور پر جماعت کا ساتھ نہ دیتے تھے البتہ ان کے چھوٹے بھائی شیخ عبداللطیف صاحب جو آجکل مردان میں ہیں، ساتھ دیا کرتے تھے بلکہ انہوں نے بیعت بھی کر لی تھی۔

شیخ عبدالرشید صاحب کے بڑے صاحبزادے عبدالقیوم خاں مرحوم بھی مخلص صحابی تھے۔ شیخصاحب نے کچھ عرصہ لنڈا بازار لاہور میں مسجد شہید گنج کے عقب میں بوٹوں کی دکان بھی کی تھی۔ پھر کچھ عرصہ کے لئے بصرہ، بغداد چلے گئے۔ تقسیم ملک کے بعد گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں مقیم ہوئے۔

شیخ صاحب موصوف نہایت ہی مخلص احمدی تھے۔ بٹالہ میں احمدیت کا مرکز ان کا مکان ہی تھا۔ بہت خوش خلق، مہمان نواز اور سخی تھے۔ ساری عمر جماعت بٹالہ کے پریذیڈنٹ رہے۔ بٹالہ میں احمدیوں کے غیروں کے ساتھ متعدد مناظرے اور جلسے ہوئے۔ ان کا انتظام بھی حضرت شیخ صاحبؓ کے ذمہ ہوتا تھا اور عموماً مہمان نوازی کے فرائض بھی شیخ صاحب ہی سرانجام دیا کرتے تھے۔ چونکہ محترم ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب میو ہسپتال لاہور میں ایکسرے ڈیپارٹمنٹ کے انچارج تھے اس لئے یہاں اکثر آپ کی آمد و رفت رہتی تھی۔ آخری بیماری کے وقت بھی لاہور ہی تھے اور یہاں ہی وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

حلیہ۔ قد لمبا، جسم بھاری مگر مستعد اور چست، رنگ سانولا، ڈاڑھی گھنی نہ زیادہ لمبی نہ چھوٹی، لباس سادہ مگر صاف ستھرا پہنتے تھے۔ سلوار، قمیص، واسکٹ، کوٹ اور عمامہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

اولاد:۔

---

# محترم حکیم جان محمد صاحب

**ولادت** سنہ ۱۸۸۱ء **بیعت** سنہ ۱۸۹۳ء

محترم حکیم جان محمد صاحب موضع بھوڈی ملیاں (متصل گھٹیالیاں) ضلع سیالکوٹ کے باشندہ ہیں۔ بہت سادہ مزاج انسان ہیں۔ آجکل لاہور میں حکمت کی دکان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ قادیان ہمارے گاؤں سے چالیس کوس ہے۔ پہلی مرتبہ جب میں قادیان گیا تو راستہ میں ایک رات نارووال میں گذاری دوسری دھرمکوٹ میں اور پھر تیسرے دن قادیان پہنچا۔ اس زمانہ میں مہمانوں کو کھانا مسجد مبارک میں کھلایا جاتا تھا۔ اور حضرت اقدس شام سے کچھ پہلے سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ میں بھی ساتھ جایا کرتا تھا۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ آپ نے بیعت کب کی؟ فرمایا کہ

پہلے روز ہی مغرب کی نماز کے بعد بعض اور دوستوں کے ساتھ مل کر بیعت کر لی تھی۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ

ان دنوں حضرت سید ناصر شاہ صاحب کشمیر سے رخصت پر قادیان آئے ہوئے تھے۔ ان کو ایک ملازم کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے مجھے ان کے ساتھ بھیجدیا۔ میری بیعت کے تھوڑا عرصہ بعد ہی سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگا تھا۔

فرمایا۔ میری بیوی میاں دین محمد عرف بگا کی لڑکی ہے۔ غلام فاطمہ نام ہے۔

**اولاد۔** نذیر احمد۔ مظفر احمد۔ امۃ الحفیظ۔ امۃ النصیر۔ امۃ اللطیف۔

---

# محترم بابو محمد افضل خاں صاحب

**ولادت** ۱۸۸۰ء **بیعت** ۱۹۰۳ء **وفات** ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

محترم ملک فضل الرحمن صاحب نے اپنے والد محترم بابو محمد افضل خاں صاحب کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

والد محترم بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے آپ نے ۱۹۰۳ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے اپنی ساری ملازمت کا عرصہ وزیرستان میں گذارا۔ کلرک بھرتی ہوئے اور ریذیڈنٹ کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہو کر ریٹائر ہوئے۔ دوران ملازمت ایک احمدی تحصیلدار کی تبلیغ سے آپ پر صداقت آشکار ہوئی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کلرک تھا تو سیکنڈ کلرک کی آسامی خالی ہوئی میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ حضور کا جواب آیا کہ دعا کی گئی مگر وہ جگہ کسی اور کو مل گئی۔ اس کے فوراً بعد انگریز افسر ہیڈ کلرک سے ناراض ہو گیا اور اُسے فارغ کر کے بجائے کسی سیکنڈ کلرک کو ہیڈ کلرک بنانے کے مجھے ہیڈ کلرک بنا دیا۔ ملازمت کے دوران آپ تبلیغ کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد لاہور میں محلہ گڑھی شاہو میں سکونت اختیار کی۔ اور ۱۹۶۰ء میں وفات پائی اور لاہور ہی میں مدفون ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ مولانا عبد المجید سالک مرحوم کے حقیقی چچا تھے۔

**اولاد:-** ملک فضل الرحمن صاحب، عطاء الرحمن صاحب۔ اقبال بیگم۔

---

# لاہور کے پاک ممبروں کی تعیین[1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جائے ... الخ"

غیر مبائعین حضرات اپنے لٹریچر میں اس الہام کو اپنی جماعت کے اکابر پر چسپاں کر کے ہمیشہ یہ شائع کرتے رہتے ہیں کہ جناب مولوی محمد علی صاحب، جناب خواجہ کمال الدین صاحب، جناب شیخ رحمت اللہ صاحب جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب وغیرہ اس الہام کے مصداق ہیں۔ حالانکہ اگر سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو ان حضرات ہیں سے سوائے جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہاؤس کے اور کسی پر یہ الہام چسپاں نہیں ہوتا اور اس کی تفصیل یوں ہے کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دسمبر ۱۹۰۰ء کے دوسرے ہفتہ میں ہوا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۹۰۰ء میں جماعت احمدیہ کے کون کون سے ممبر لاہور میں موجود تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۸؍ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان ہے۔ "پیر مہر علی شاہ صاحب کے توجہ دلانے کے لئے آخری حیلہ" اس میں حضور لکھتے ہیں:۔

"لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے زیادہ سے زیادہ بیس آدمی ہونگے[2]"

آئیے! اب ہم ان بیس افراد کی تعیین کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "اربعین حصہ سوم" میں جو ۱۹۰۰ء کی تصنیف ہے، لکھا ہے:۔

"واضح ہو کہ حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر نے اپنے نافہم اور غلط کار مولویوں کی تعلیم سے ایک مجلس میں بمقام لاہور جس میں مرزا خدا بخش صاحب مصاحب نواب محمد علی خاں اور میاں معراج دین صاحب لاہوری اور مفتی محمد صادق صاحب اور صوفی محمد علی صاحب کلرک اور میاں چٹو صاحب لاہوری اور خلیفہ رجب دین صاحب تاجر لاہوری اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر

---

ے ۱ ماخوذ از مضمون غیر مطبوعہ محترم میاں نذیر حسین صاحب ابن حضرت حکیم مرہم عیسیٰ۔

ے ۲ دیکھئے تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۴۱۔

اخبار الحکم اور حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور حکیم محمد حسین صاحب تاجر مرہم عیسےٰ اور میاں چراغدین صاحب کلرک اور مولوی یار محمد صاحب موجود تھے"

ان احباب میں سے مندرجہ ذیل احباب لاہور میں باہر سے تشریف لائے ہوئے تھے:۔

(۱) مرزا خدا بخش صاحب حضرت نواب محمد علیخاں صاحب آف مالیرکوٹلہ کے ملازم تھے۔ کسی کام کی غرض سے لاہور آئے ہوئے تھے۔

(۲) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب بھی اپنے کسی کام کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔

(۳) حضرت مولوی یار محمد صاحب کی سکونت بھی لاہور میں نہیں تھی۔ کسی کام کے لئے لاہور آئے ہوئے تھے باقی سارے احباب ان ایام میں لاہور میں رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا قیام بھی ان دنوں بوجہ ملازمت دفتر اکونٹنٹ جنرل لاہور میں تھا۔

پھر حضور علیہ السلام کی طرف سے احباب لاہور کی ایک اور فہرست شائع ہوئی جس میں اوپر کے سات افراد کے علاوہ مندرجہ ذیل پانچ افراد کے نام لکھے ہیں:۔

شیخ رحمت اللہ صاحب۔ سید فضل شاہ صاحب۔ منشی تاج الدین صاحب۔ حکیم نور محمد صاحب۔ حکیم فضل الٰہی صاحب۔[۱]

واضح رہے کہ اس فہرست میں بیشک مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب کے اسماء بھی درج ہیں مگر مولوی محمد علی صاحب کے نام کے آگے قادیان لکھا ہے کیونکہ مولوی صاحب ان ایام میں قادیان میں رہا کرتے تھے اور خواجہ صاحب پشاور میں وکالت کرتے تھے اس لئے ان کے نام کے ساتھ پشاور لکھا ہے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب فاضلکا میں بوجہ ملازمت مقیم تھے اس لئے ان کے نام کے آگے فاضلکا لکھا ہے۔ پس یہ تینوں اصحاب چونکہ ان دنوں لاہور میں مقیم نہیں تھے اس لئے ان کا شمار "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" والے پاک ممبروں میں نہیں ہو سکتا۔

اوپر کے بارہ افراد کے علاوہ سات افراد اور ہیں جن کے نام حضرت اقدس نے اپنی کتب میں درج فرمائے ہیں۔ اور وہ سنہ ۱۹۰۰ء میں بھی لاہور میں موجود تھے۔ بیشک بعض اور افراد کے نام کے ساتھ بھی حضور نے اپنی کتب میں "لاہور" لکھا ہے مگر یا تو وہ سنہ ۱۹۰۰ء سے قبل وفات پا چکے تھے یا لاہور سے کہیں باہر چلے گئے تھے۔ بہرحال سنہ ۱۹۰۰ء میں لاہور میں موجود افراد کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ میاں عبدالعزیز صاحب ۲۵۱[۲]، ۲۔ شیخ نبی بخش صاحب لاہور ۷۳[۳]، ۳۔ حافظ فضل احمد صاحب لاہور[۴]

---

[۱] دیکھئے تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۵۳ ؛ [۲] " " جلد دہم صفحہ ۱۴۱ ؛ [۳]، [۴] فہرست ۳۱۳ اصحاب مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم

۴۔ مولوی غلام حسین صاحب لاہور [۱] ۲۳۲ (گمٹی مسجد والے) ۵۔ منشی مولا بخش صاحب کلرک لاہور [۲] ۲۱۶،

۶۔ کرم الٰہی صاحب کمپوزیٹر لاہور [۳] ۲۹۰، ۷۔ میاں عبدالسبحان صاحب لاہور [۴] ۲۷۸

اوپر کے بارہ اصحاب کے ساتھ اگر ان سات افراد کو شامل کر لیا جائے تو یہ کل انیس [۱۹] افراد بنتے ہیں جو ۱۹۰۰ء میں جب یہ الہام ہوا کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" لاہور میں موجود تھے۔ البتہ ایک اور بزرگ جن کا نام حضور نے "روئداد جلسہ طاعون" کے عنوان کے ماتحت "الانذار" میں درج فرمایا ہے، میاں فیروز الدین صاحب متبنٰی میاں محمد سلطان صاحب مرحوم رئیس لاہور تھے۔ یہ صاحب بھی ۱۹۰۰ء میں زندہ موجود تھے اور جماعت لاہور کے ممبر تھے۔ اس طرح حضور نے جو فرمایا کہ "لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ بیس آدمی سے زیادہ نہیں ہیں" [۵] بالکل صحیح ثابت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا بیس لاہوری اصحاب میں سے صرف مندرجہ ذیل تین افراد ایسے ہیں جو خلافت ثانیہ کی ابتدا میں غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

۱۔ خلیفہ رجب دین صاحب تاجر، ۲۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہاؤس اور ۳۔ حکیم نور محمد صاحب ہمدم صحت والے دندان ساز۔

ان میں سے بھی جناب شیخ رحمت اللہ صاحب باوجود غیر مبائع ہونے کے عمر بھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخلصانہ تعلقات رکھتے رہے۔ بہرحال ان تین افراد کو اگر غیر مبائعین پاک ممبروں میں شمار کرنا چاہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی رو سے شامل کر سکتے ہیں باقی اکابر کو شامل نہیں کر سکتے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب تو جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، ۱۹۰۰ء میں قادیان میں تھے۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب پشاور میں اور ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب فاضلکا میں تھے۔ باقی رہ گئے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، یہ ۱۹۰۲ء میں احمدی ہوئے ہیں، لہٰذا یہ بھی پاک ممبروں میں شامل نہیں ہو سکتے۔

جب یہ حقائق ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ غیر مبائعین اپنے اکابر کو کس بنا پر "لاہور کے پاک ممبران" میں شامل کرتے ہیں؟

---

[۱] تا [۴]۔ دیکھئے فہرست ۳۱۳۔ اصحاب مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم۔

[۵] تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۴۱۔

# لاہور کے ان اصحاب کی فہرست جو ۳۱۳ میں شامل تھے

(مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم)

۱۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کلانوری ۴۰ — (ان دنوں میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے)

۲۔ مرزا ایوب بیگ صاحب مع اہلبیت کلانوری ۴۱ — (ان دنوں لاہور میں ہی تھے)

۳۔ حکیم مرزا خدا بخش صاحب جھنگی ۴۲ — (یہ بھی ان دنوں لاہور میں ملازم تھے)

۴۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے مع اہل بیت ۶۴ — (ان دنوں ابھی وکالت پاس نہیں کی تھی)

۵۔ مفتی محمد صادق صاحب ۶۵ — (آپ ان دنوں لاہور میں ملازم تھے)

۶۔ منشی محمد افضل صاحب ۶۷

۷۔ بابو تاج الدین صاحب اکونٹنٹ ۷۱

۸۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر ۷۲

۹۔ شیخ نبی بخش صاحب ۷۳

۱۰۔ میاں معراج الدین صاحب عمر ۷۴

۱۱۔ حافظ فضل احمد صاحب ۸۹

۱۲۔ خلیفہ رجب دین صاحب تاجر ۱۱۲

۱۳۔ مولوی رحیم اللہ صاحب ۱۳۲ — (امام مسجد لنگے منڈی)

۱۴۔ مولوی غلام حسین صاحب ۱۳۳ — (امام مسجد گمٹی)

۱۵۔ میاں غلام محمد صاحب طالب علم ۱۴۹ — (یہ صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس ہیں)

۱۶۔ ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب ۱۶۰ — (قصوری)

۱۷۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ۱۶۱

۱۸۔ غلام محی الدین خاں صاحب ۱۶۲ (قصوری) — (ڈاکٹر بوڑیخاں صاحب کے لڑکے)

۱۹۔ مولوی حکیم نور احمد موکل ۱۶۸

۲۰۔ میاں کرم الٰہی صاحب ۱۶۹

۲۱۔ حکیم فضل الٰہی صاحب ۲۱۰

۲۲۔ شیخ عبد اللہ دیوانچند صاحب کمپونڈر ۲۱۱ (قادیان میں ڈاکٹر عبد اللہ کے نام سے مشہور تھے)

۲۳۔ منشی محمد علی صاحب ۲۱۲ (بعد ازاں صوفی محمد علی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے)

۲۴۔ منشی امام الدین صاحب کلرک ۲۱۳

۲۵۔ منشی عبد الرحمٰن صاحب کلرک ۲۱۴

۲۶۔ خواجہ جمال الدین صاحب بی۔اے ۲۱۵

۲۷۔ منشی مولا بخش صاحب کلرک ۲۱۶ (حضرت شیخ یعقوب علی صاحب کے چچا)

۲۸۔ سید فضل شاہ صاحب ۲۳۹

۲۹۔ حکیم محمد حسین صاحب ۲۷۱ (بعد میں مرہم عیسیٰ کے نام سے مشہور ہوئے)

۳۰۔ میاں عبد السبحان صاحب ۲۷۸

۳۱۔ عبد اللہ صاحب قرآنی ۲۸۹

۳۲۔ کرم الٰہی صاحب کمپازیٹر ۲۹۰ (صوفی کرم الٰہی صاحب مراد ہیں)

---

# محترم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی

**ولادت** ۱۸۸۳ء **بیعت** ۱۹۰۷ء

(نوٹ۔ کتاب کی کتابت مکمل ہو چکی تھی کہ محترم شیخ صاحب کے حالات موصول ہوئے۔ مجبوراً یہاں آخر میں درج کئے جا رہے ہیں۔ مؤلف)

محترم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کے والد محترم کا نام شیخ علی بخش صاحب تھا۔ آپ نے میٹرک پاس کر کے ۱۹۰۴ء میں آبزرور پریس لاہور میں ملازمت شروع کی۔ وہاں ہی حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحب نے آپکو تبلیغ کے دوران میں "ریویو" کا ایک مضمون دکھایا جو آپ کو بہت پسند آیا۔ آپ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں چٹھی لکھی جس کے جواب میں حضور نے آپ کو شروع سے لیکر اس وقت تک کے تمام پرچے بھجوا دیئے جن کی بعد ازاں آپ نے قیمت بھی ادا کر دی۔ اس زمانہ میں آپ حضور کی خدمت میں لکھا کرتے تھے کہ "حضور دعا فرمائیں میرا دل اس دنیا سے نہ لگے" اگست ۱۹۰۷ء میں قادیان جا کر دستی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اولاد:۔ ملک محمد احمد۔ ملک مبارک احمد۔ ملک لطیف احمد۔ ملک رشید احمد ملک لئیق احمد اور چار لڑکیاں۔

(درج ذیل اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کے حالات بھی بعد میں موصول ہوئے ہیں)

# حضرت میاں نظام الدین صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت ۱۸۶۸ء بیعت ۱۸۹۵ء وفات ۱۹۳۰ء

حضرت میاں نظام الدین صاحبؓ حضرت میاں چراغ الدین صاحب رئیس لاہور کے خالہ زاد بھائی اور داماد تھے۔ والدہ حضرت میاں چراغ الدین صاحب اور والدہ حضرت میاں نظام الدین صاحب دونوں بہنیں حضرت سید نادر شاہ صاحب سکنہ شاہ مسکین کی ہمشیرگان تھیں۔ حضرت میاں نظام الدین صاحب کا تمام خاندان غیر احمدی تھا۔ ان کی ہدایت کا ذریعہ ان کی اہلیہ صاحبہ بن گئیں جن کا نام فاطمہ بیگم تھا اور صحابیہ بھی تھیں۔ حضرت میاں نظام الدین صاحب کی والدہ زیب النساء اور اہلیہ دونوں کی وفات ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ اور خود حضرت میاں صاحب مرحوم ۱۹۳۰ء میں فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے والد محترم کا نام حضرت میاں شہاب الدین تھا جنہوں نے آپ کی تبلیغ سے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور بیعت کے تھوڑا عرصہ بعد انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

**اولاد:۔**

پہلی بیوی سے:۔

۱۔ میاں عبد الرحمٰن ریٹائرڈ ڈائریکٹر سپلائی اینڈ ڈویلپمنٹ۔ (ولادت ۱۸۹۸ء)

۲۔ میاں عبد الغنی الیکٹریکل انجنیئر (ولادت ۱۹۰۰ء)

۳۔ میاں عبد الکریم مرحوم کوآپریٹو سٹور آفیسر ریلوے (ولادت ۱۹۰۳ء وفات ۱۹۴۶ء)

۴۔ ڈاکٹر عبد الحمید ریٹائرڈ چیف میڈیکل آفیسر ریلوے (ولادت ۱۹۰۵ء)

۵۔ محترمہ زینب حسن اہلیہ ڈاکٹر حسن احمد، جنرل سکرٹری لجنہ اماء اللہ لاہور

۶۔ محترمہ مبارکہ بیگم مرحومہ زوجہ سید یار محمد صاحب

دوسری بیوی سے:۔

۶۔ میاں مبارک احمد (ولادت ۱۹۲۴ء)

# حضرت حکیم مولوی اللہ بخش خاں صاحب رضی اللہ عنہ

## — کی زندگی کا ایک ورق —

(از قلم محترم ثاقب صاحب زیروی مدیر ہفتہ وار "لاہور")

ولادت فروری ۱۸۷۷ء بیعت اپریل ۱۹۰۵ء وفات ۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء

"——— اللہ بخش! بس!! اس سے

آگے میں حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف ایک لفظ

نہیں سُن سکتا ——— مجھے تم سے بیٹوں کی طرح محبت تھی جو

میں اب تک چُپ رہا۔ ورنہ یہ دیکھو تیری باتوں سے میرے سارے

بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ مسجد والے میرے رازق نہیں

ہیں۔ اگر اُنہوں نے کوئی الزام لگا کر مجھے یہاں سے نکال دیا ———

پھر؟ بس! 'اَللّٰهُ وَاحِدٌ فِي السَّمَاءِ وَ اَنَا وَاحِدٌ فِي الزِّيْرَة'

——— تم دیکھ لو گے میرا خدا مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑیگا ———"

یہ تھے زیرہ ضلع فیروز پور میں احمدیت کی تخم ریزی کرنے والے، جید گروہ کے سرخیل حضرت مولانا مولوی علی محمد صاحبؓ کے وہ الفاظ جنہوں نے حضرت ابا جان (حکیم مولوی اللہ بخش خاںؓ) کے فکر و نظر کے تمام زاویئے ہی بدل ڈالے اور وہ شخص جو دن رات اپنے اُستاد (حضرت مولوی علی محمد صاحب) سے یہ کہا کرتا تھا

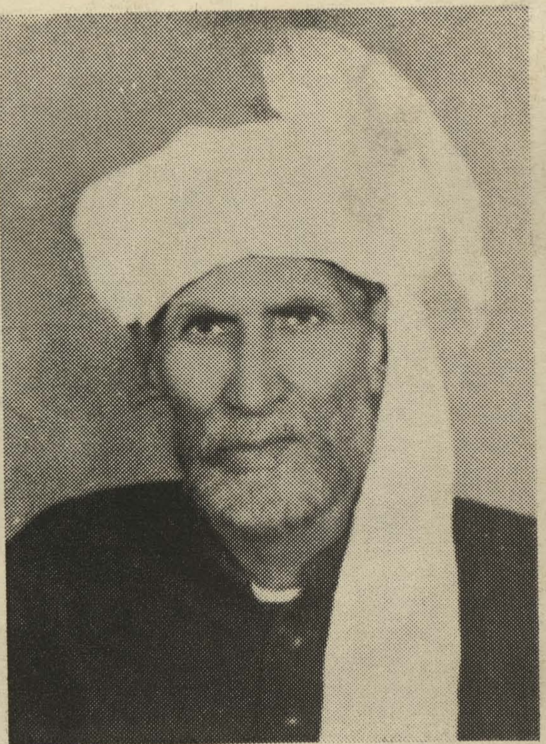
"——— مولوی صاحب آپ کس جماعت کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

جس کو قدم قدم پر گالیاں ملتی ہیں اور جس کے افراد کے ہر روز مُنہ

سیاہ کئے جاتے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ کا سارے علاقے ہی میں بڑا

وقار ہے۔ مسجد سے معقول آمد ہے۔ ہم ایسے زمینداروں کے لڑکے

آپ سے علم حاصل کرنا برکت اور سعادت خیال کرتے ہیں۔ دُور دُور تک



محترم حکیم مولوی اللہ بخش صاحب رضؓ



محترم شیخ شمس الدین صاحب ووہرہ آف چنیوٹ
(صفحہ ۳۵۸)



محترم بابو عبدالحمید صاحب شملوی
صفحه (۳٦۸)

محترم سید سردار احمد شاہ صاحب
سکنہ شاہ مسکین (صفحه ۲۷۷)

آپ کا علمی دبدبہ ہے۔ آپ کو نہ جانے اس کتاب میں کیا نظر آ گیا ہے کہ آپ یکسر گداز ہی ہو گئے ہیں ـــــــــ"

اب وہی سنجیدگی کے ساتھ اپنے اُستادِ مکرم کی اس تبدیلیٔ عقیدہ پر غور کرنے لگا تھا اور اُس کے دل میں احمدیت کے لئے تجسس و تحقیق کے لئے سچی تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔

اس مبارک و مسعود تخم ریزی کی اصل داستان مختصراً یوں ہے کہ ضلع جالندھر کے ایک صحابی میاں جھنڈا رضؓ دو ایک جمعوں پر حضرت مولوی صاحب کو مسیح موعودؑ کے ظہورِ پُر نور کا مژدہ سنانے آئے مگر دونوں دفعہ اُن کے حکم پر مسجد سے دھکے دے کر نکال دیئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کے تیر بہدف نسخہ تزکیۂ نفس "آئینہ کمالاتِ اسلام" سے لیس ہو کر آ دھمکے اور ایسی شست باندھ کر کمان سے تیر چھوڑا کہ عین سینے پر لگ کر آر پار ہو گیا اور حضرت مولٰنا گھائل ہو گئے، اور اپنے سینے سے نکال کر دامن میں آ گرنے والی اس کتاب کے چند ہی صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد بے ساختہ پکار اُٹھے:

"ـــــــــ ہم تو اب تک اس شخص کو صرف فیضیِ زماں ہی سمجھتے رہے یہ تو امامِ زماں نکلا۔ اللہ بخش! اسی وقت جاؤ اور مسجد کے مدار المہام سے کہہ آؤ کہ اپنی مسجد کے لئے کسی نئے خطیب و پیش امام کا انتظام کر لیں ـــــــــ"

## ویران مسجد کی آبادی

اور چند دنوں کے بعد گوجروں کے نمبردار سے ان کی ویران مسجد کو آباد کرنے کی اجازت لے کر دونوں شاگرد اُستاد کھرپے لئے صحنِ مسجد کو گھاس پھونس سے صاف کرنے میں جُت گئے۔ اور یوں بیعت سے بھی پہلے حضرت مولٰنا اور ان کے بیسیوں ارادتمند علیحدہ نماز ادا کرنے لگے جس کے کچھ دنوں بعد مولانا رضؓ نے حضرت اباجان کو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے بارے میں اپنے رب سے استخارہ کر کے رہنمائی حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ جس کے نتیجے میں آپ نے ایک ایسا واضح، واشگاف اور پُر انوار خواب دیکھا کہ دامنِ مسیحؑ سے وابستہ ہو جانے میں کوئی انقباض نہ رہا ـــــــــ

اس خواب میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے آپ سے مل کر حضرت مولوی صاحب رضؓ کا پتہ پوچھا۔ اور

سیدِ ولد آدم حضرت محمد مصطفٰے (صلے اللہ علیہ وسلم) اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرہ میں ورُود مسعود اور پڑاؤ نامی میدان میں بیعت لینے اور بڑے چوک میں جھنڈا گاڑنے کا مُژدہ سُنایا۔ اتنے میں ڈو (اُس سے بھی خوبصورت) گھوڑوں پر دونوں متذکرہ برگزیدہ ہستیوں کی سواریاں آگئیں۔ اباجان رضؓ نے آگے بڑھ کر آقائے دوجہان (صلے اللہ علیہ وسلم) کے گھوڑے کے ایال پکڑ کر بوسہ دیا۔ حضورؑ نے بھی حضرت مولوی صاحب رضؓ کے متعلق دریافت فرمایا۔ پھر پڑاؤ میں بیعت ہوئی اور بڑے چوک میں حضور پُرنور (صلے اللہ علیہ وسلم) نے خوش بخت سامعین کو اپنے ارشاداتِ مقدسہ سے نوازا۔ حضرت اباجانؓ یہ خواب (جس کے اُجلتے سے کوائف ہی میں نے یہاں بیان کئے ہیں) ہر دوسرے تیسرے ہفتے بڑے ہی مزے لے لے کر ہم سب کو سُنایا کرتے تھے۔

اس آفتاب عالمتابؐ کا جلوہ دیکھ لینے اور حضورؐ کی زبان معجز بیان سے مسیح موعودؑ کی تائید و صداقت سُن لینے کے بعد تو اشتباہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ چنانچہ حضرت اباجان کامل انشراح صدر کے ساتھ دامے، درمے، قدمے، سُخنے حضرت مولوی صاحب سے تعاون کرنے لگے اور مغرب و عشاء کے درمیان اور عشاء کے بعد روزانہ مسجد میں تبلیغی مجالس جمنے لگیں جن میں بعض اوقات حضرت مولوی صاحبؓ اگر رات کے وقت وعظ و نصائح شروع فرماتے تو سپیدیٔ سحر نمودار ہو جاتی۔

اب زیرہ میں چرچا تھا تو احمدیت کا۔ مخالفت تھی تو احمدیت کی اور دلوں میں دُبدا تھی تو احمدیت کے لئے جس نے حضرت مولوی علی محمد صاحبؓ ایسے جیدّ عالم کو بھی "حلقہ بگوش" بنا لیا تھا۔ کہ ایک دن تحصیل میں چپراسیوں کے ناظم حضرت منشی کا کو خاںؓ آئے اور بھری مجلس میں حضرت مولوی صاحبؓ سے بڑے درد و اعتماد کے ساتھ مخاطب ہوئے :-

"—— مولوی صاحب کیا واقعی حضرت عیسٰیؑ فوت ہو گئے ہیں۔ کیا آپ اپنے رب کی قسم کھا کر مرزا صاحب کے اس دعوے کی تصدیق کر سکتے ہیں ؟ ——"

حضرت مولوی صاحب اس وقت کلام پاک وعظ فرما رہے تھے۔ فوراً دائیں ہاتھ میں اُسی کتاب مقدسہ کو بلند کرتے ہوئے فرمایا ——

"کاکو خاں! قسم ہے مجھے اُس خدائے واحد کی جس نے یہ زمین و آسمان بنائے ہیں اور جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ قرآن تو حضرت عیسیٰؑ کو وفات یافتہ ہی ثابت کرتا ہے اور حضرت مرزا صاحب اپنے تمام دعاوی میں صادق ہیں ——"

یہ سُنتے ہی منشی کاکو خاںؓ چھلک پڑے اور بڑے مسرّت آفریں لہجے میں بولے۔

"—— بھائیو! میں تو پھر کل قادیان جا رہا ہوں۔ بولو میرے ساتھ اور کون کون چلتا ہے ——"

## قادیان کو روانگی اور بیعت

اس پر حضرت اباجانؓ اور حاجی محمد دین صاحب کمبوہ نے معیتِ سفر کی حامی بھری اور احمدیت کے تین عاشقوں کا یہ قافلہ اپنے نادیدہ محبوب کی زیارت کے لئے ۱۹۰۵ء والے زلزلے کے دوسرے دن تختگاہ مسیح زمان (قادیان دارالامان) کی طرف روانہ ہو گیا۔

قادیان پہنچے تو شوقِ زیارت آنکھوں سے اُمڈا اُمڈا پڑتا تھا۔ ہر بزرگ چہرے میں وہی جھلک تھی۔ ہر رُوئے روشن میں وہی نُور اور سرُور دکھائی دیتا تھا۔ حضرت منشی کاکو خاںؓ اسی لگن میں ہر بزرگ چہرے کو دیکھ کر لپکتے اور پُوچھتے —— کیا آپ امام مہدی ہیں؟ جواب ملتا —— "نہیں بھائی میں تو اُن کی خاکِ پا بھی نہیں، خدا کا مسیح تو اندر قلمی جہاد میں مصرُوف ہے"۔ یہانتک کہ حقیقی امام مہدی مسجد مبارک میں طلوع ہوئے اور ابھی دروازے سے نکل کر دو قدم بھی نہ چلنے پائے تھے کہ حضرت منشی کاکو خاںؓ نے بڑھ کر عرض کیا —— "حضور ہماری بیعت لے لیجئے"۔ اس التجا میں نہ جانے کس قدر اعتماد تھا کہ حضور نے بھی اپنی عادت اور معمول کے خلاف کسی مزید تجسُّس اور تحقیق کی تلقین نہ فرمائی اور وہیں بیٹھ کر اپنے عُشاق کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیکر بیعت کے پُرہدایت الفاظ دُہرا دیئے —— دل مُسرّتِ ایمان سے چھلک اُٹھے۔ آنکھیں خمارِ نُورِ محمدی سے اُبل پڑیں۔ ایسی کہ اباجان کو اپنے مشفق اُستاد کا تحریری بیعت والا رقعہ بھی پیش کرنا یاد نہ رہا۔ لیکن جونہی وُہ حبیبِ لبیب نگاہوں سے اوجھل ہوا، یہ ایمان افروز نظارہ بدلا۔ حضرت اباجانؓ کو احساسِ ادائیگیٔ فرض نے جھنجھوڑا، فوراً اُٹھے اور دروازے پر پھر جا دستک دی۔ خادم باہر آیا۔ عرض کی ——

"حضرت صاحب تک یہ التجا پہنچاؤ کہ ایک لمحے کے لئے باہر تشریف لے آئیں ایک پیغام دینا ہے" ——— خادم اندر سے جواب لایا کہ "پیغام اسی کو دے دیا جائے" دوبارہ التجا کی ——— "پیغام تحریری ہے اور اس کے متعلق تاکید ہے کہ حضور ہی کے ہاتھوں میں دیا جائے ——— " اللہ رے عشق کے ناز و نیاز، ایک ملاقات ہی میں نصیبِ عشق آسمانوں پر جا پہنچا۔ حضورؑ باہر تشریف لائے۔ سر پر عمامہ نہ تھا۔ ایک قدم صحنِ مسجد میں تھا تو ایک باہر۔ حضرت ابا جانؓ نے تحریری بیعت والا رقعہ پیش کیا۔ حضورؑ نے مطالعہ کے بعد خفیف سے ابتسام کے ساتھ فرمایا۔

"——— مولوی صاحب سے کہیں کہ اب وہ **غزنوی** باغ کے بجائے **احمدی** باغ کی بلبل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں **زیرہ** میں بہت جلد ایک مضبوط اور مخلص جماعت دے گا ———"

اور زیرہ کا ہر محلہ، ہر گلی بلکہ اس کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے مسیحؑ کے ارشاد کے طفیل واقعی ایک مضبوط اور مخلص و با اثر جماعت عطا فرمائی جس کی وہاں ایک اپنی خوبصورت مسجد تھی۔ اپنی عیدگاہ تھی جس میں ہر طبقے، درجے اور سلیقے کے افراد شامل تھے اور قصبے کی میونسپلٹی کے تین مسلمان ممبروں میں سے اکثر دو ممبر انہی ساٹھ گھروں والی جماعت کے ہوتے تھے۔

میں کن الفاظ میں اُس انداز کو بیان کروں کہ حضرت ابا جانؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حضرت مولوی صاحب والا رقعہ پیش کرنے کا یہ واقعہ بار بار کیسی لذت اور سرور کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ پھر اس پاکیزہ مشاہدہ پر یہ اظہار مسرت بہجت کہ

"——— اِن آنکھوں نے اپنے آقا و مولا کو ننگے سر (بغیر عمامہ کے) بھی دیکھا ہے ———"

اور یہ بھی کہ جب ہم قادیان سے لوٹے تو تاثیر و تاثر کا یہ عالم تھا کہ بس جس سے بھی ذکر چھیڑا گھائل ہو گیا۔

## شاگردِ رشید کی لگن

حضرت مولوی صاحب کو لمبی عمر نصیب نہ ہوئی لیکن وہ اپنے فیضِ تربیت سے اپنے شاگردِ رشید کے قلب و ذہن میں احمدیت کے ساتھ ایک ایسا عشق اور والہیت بھر گئے کہ احمدیت ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا بن کر رہ گئی اور اس سے لوہی زندگی کا

سب سے بڑا مطمح نظر ہو کر رہ گیا۔ اس پہ چند سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی صحبتِ بابرکت کا فقر آفریں تاثر و نقش ——— مجھے یاد نہیں کہ زندگی میں اُن سے کسی شخص نے کسی موضوع پہ کوئی بات کی ہو اور آپ نے تیسرے یا چوتھے فقرے ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ، حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز ذکر نہ چھیڑ دیا ہو اور یہ یقیناً اُسی تڑپ کا انعام اور حاصل ہے کہ قصبہ زیرہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دریا کے کنارے پہ واقعہ زیرہ ، فیروزپور اور قصور کے درجنوں دیہات میں آپ کے ہاتھوں سے احمدیت کی تخم ریزی کرائی اور وہاں مخلص جماعتیں قائم ہوئیں ——— اور آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس مشن کی اشاعت و تبلیغ کی لگن زندگی کا مقصدِ وحید بن کر جاگزیں ہو گئی۔

**سادہ اندازِ تبلیغ**

حضرت ابا جان کا اندازِ تبلیغ آپ کے مزاج اور لباس کی طرح نہایت سادہ ، پُرسوز اور درد آفریں ہوتا تھا۔ وہ ہر دوسرے تیسرے مہینے مختلف امراض کے لئے ادویہ کا ایک صندوقچہ بھر کر تبلیغی دورہ کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور قریہ بہ قریہ ، دیہہ بہ دیہہ پھر کر بیمار انسانیت کی خدمت بھی بجا لاتے اور ساتھ کے ساتھ تشنۂ رُوحانیت دُنیا تک امام الزمان علیہ السلام کے ظہورِ پُرنور کا مژدۂ جانفزا بھی پہنچاتے۔ لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتے۔ اس کا ترجمہ و تفسیر ذہن نشین کراتے۔ احادیثِ نبوی کا درس دیتے اور یُوں آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پہ دلوں میں دین کی چنگاری بھی سُلگاتے چلے جاتے۔ تبلیغ کے لئے آپ کا انتخاب بھی عام طور پر انوکھا ، سادہ اور دوسروں سے مختلف ہوتا تھا۔ آپ تبلیغ کے لئے عام طور پر ایسی رُوحیں اور دِل چُنتے جن پہ دوسروں کی نگاہ کم از کم پڑتی ہو اور جو دُنیا والوں کی نگاہ میں بڑے کم مایہ اور معمولی ہوتے مگر احمدیت کی جلا پاتے ہی یہ ذرّے ایسے آفتاب بنتے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہو جاتیں ——— اسی طرح کے دو ایک چکروں کے بعد نومبر کی پہلی یا دوسری تاریخ ہی کو گھر سے نکل کھڑے ہوتے۔ سال کے اس آخری دَورے میں زیرِ تبلیغ دلوں کے رُوحانی استحکام کا جائزہ لیتے۔ اُن کے ذہنوں کے اشکال و شبہات کھنگالتے ، انہیں دُور کرتے۔ جلسہ سالانہ کی برکات ذہن نشین کراتے۔ اسلام کی اجتماعی شان و شوکت کا نظارہ کھینچتے اور یُوں پھرتے پھراتے جب ہفتوں کی مسافت کے بعد دارالامان پہنچتے تو اُن کے ساتھ ہر سال پندرہ بیس تازہ واردان کا قافلہ ہوتا جن میں سے اگر آٹھ دس بیعت کر جاتے تو باقی آئندہ سالوں کے لئے پوری

طرح تیار ہو جاتے اور ان کے دل احمدیت کے متعلق خوش ظنیوں سے بھر جاتے اور یوں ہر سال چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا۔

گھر میں (بشمول حضرت والدہ محترمہ مدظلہا) سب کو قرآن کریم کا ترجمہ آپ نے خود پڑھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض اہم کتب کا مطالعہ سبقاً سبقاً کروایا ـــــــ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُردو، عربی اور فارسی کلام آپ کو کم و بیش تین چوتھائی ازبر تھا۔ بلکہ حضورؑ کی اردو درثمین کی دو تہائی نظمیں تو ہم تینوں بھائیوں کو (جن میں سے مجھ سے بڑے محمد اقبال جو احمدیت کے فدائی تھے اور ۱۴ر دسمبر ۳۳ء کو اللہ کو پیارے ہوئے) میٹرک پاس کرنے سے قبل ہی ازبر تھیں ـــــــ اور حضور کے عربی قصیدۂ الہامیہ کا شب و روز ورد تو حضرت اباجان کا معمول تھا۔

میرے چھوٹے بھائی محمد بشیر (سلمہٗ) نے چوتھی جماعت ہی میں قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی قرأت میں جاذبیت ہے۔ اس لئے ہمارے قصبے کے بیشتر جلسے عموماً گھر کے افراد ہی سے ہو جایا کرتے۔ عزیزم محمد بشیر سلمہٗ تلاوت کرتے۔ مَیں نظم پڑھتا اور حضرت اباجانؓ تقریر فرما دیتے۔ سبحان اللہ ـــــــ کیسی خوشگوار ہیں یہ یادیں اور کس قدر ایمان افروز ہے یہ ذکر جس سے زندگی اب تمام عمر کسبِ سکون و طمانیت کرے گی ـــــــ بھلا اب یہ سر تا پا توکل و تبلیغ ہستیاں اور احمدیت کی چلتی پھرتی تصویریں کہاں ؟

## درویش باپ

آپ کو شاید یہ سُنکر حیرانی ہو کہ علم دین میں ایسا شغف، درک اور دسترس رکھنے والا میرا درویش باپ دُنیا کے معاملات میں ایسا بے نیاز اور بے پروا تھا کہ ایک روپے کی ریزگاری گنتے ہوئے بھی غلطی کھا جاتا تھا۔ بازار والے اُسے جیسا چاہتے سڑا بُسا سودا دے دیتے وہ لے آتا۔ جتنے پیسے لوٹاتے لیکر گھر چلا آتا۔ مجھے خوب یاد ہے ایک دفعہ جب دو چار دن مسلسل گھر میں اسی قسم کا ذِکر سُننے میں آیا تو ایک دن میرے چھوٹے بھائی (محمد بشیر سلمہٗ) نے دریافت کیا۔

"ـــــــ اباجان! عام زندگی میں تو آپ اچھے اور بُرے آلوؤں میں بھی پہچان نہیں کر سکتے آپ نے وقت کے امامؑ کو کیسے پہچان لیا تھا۔"

تو آپ نے اپنے روایتی تبسم کے بعد فرمایا ـــــــــ "بیٹا وہ تو چہرہ ہی ایسا کھلی اور پاکیزہ کتاب کی طرح تھا کہ اس پر نگاہ ڈالتے ہی دل کے تمام شکوک و شبہات دُور ہو جاتے اور ذہن کی تمام گرہیں کھل جاتی تھیں ـــــــــ" اور یہ کہتے ہوئے حلق روندھ گیا۔ آنکھیں ڈبڈبا اُٹھیں اور ماحول پر ایک ایمان افروز تاثر حاوی ہو گیا۔

جو مل جاتا شکرِ ایزد کے ساتھ کھا لیتے، جو میسّر آجاتا الحمد للہ کہہ کر پہن لیتے اور یہ یقیناً اس تشکّر و توکّل ہی کا کرشمہ ہے کہ محدود آمدنیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہم سب کی سفید پوشی کا بھرم قائم رکھا۔ سلسلہ کی تمام اہم مالیاتی تحریکوں میں حسبِ خواہش حصہ لینے کی توفیق سے نوازا۔ اور آج تک بھی کسی ایسی ضرورت اور احتیاج میں مبتلا نہیں کیا جو عزتِ نفس کے مجروح ہونے کے بعد پوری ہونے والی ہو۔ الحمد للہ!!

اور یہ اسی بلند و برتر کا فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی برکت اور حضرت اباجان رضی کی کوششوں اور دُعاؤں کے طفیل (بحمد اللہ) گھر کے تمام افراد ایک دوسرے سے بڑھ کر اسلام اور احمدیت سے دعویٰ شیفتگی رکھنے والے ہیں اور اسی نور کو سرمایۂ حیات گردانتے ہیں (اللّٰھم زد فزد) میرا خدا اس نعمت کو ہماری آئندہ نسلوں کے لئے بھی مختص اور دائمی کر دے۔ آمین۔

## صحت کا انحطاط

۱۹۶۰ء میں جہاں دوسرے زخم لگے حضرت اباجان رضی سے اپنا مخصوص حلقہ تبلیغ بھی چھوٹ گیا۔ اس پر دوسرا ستم یہ ہوا کہ ان کا درویش مزاج ادھر کی افراتفری میں ایک لحظہ کے لئے بھی نہ کھپ سکا۔ طبیعت کا یہی ملال اور گھٹن ۱۹۶۵ء کے اواخر میں انحطاطِ صحت کی صورت میں نمودار ہونے شروع ہوئے۔ ذیابطیس صحت کی چمک دمک کو دیمک بن کر چپک گئی اور رفتہ رفتہ قد رعنا کی ہر جولانی کو چاٹ گئی۔ لیکن دینی معلومات میں اب بھی کوئی کمی نہ تھی۔ اور ہم بھی دنیا و مافیہا سے بے نیاز ان کی مضبوط اور بابرکت دُعاؤں کی ڈھال کے سہارے زندگی کے معمولات و مشاغل کو حسبِ سابق نباہتے چلے جا رہے تھے کہ دسمبر ۱۹۷۲ء میں ان مستقل عوارض میں ذات الجنب کا اضافہ ہو گیا جس کے باعث میں بمشکل ۱۹۷۲ء کے جلسہ سالانہ میں صرف ایک دن کے لئے حاضری دے سکا اور عزیزی محمد بشیر سلمہ کو ان کی خدمت میں رہنے کے باعث پورے جلسے ہی کی قربانی دینی پڑی۔

یہ پہلا رمضان تھا کہ آپ نقاہت و انحطاطِ صحت کے باعث روزے نہ رکھ سکے لہٰذا فدیہ ادا کیا گیا اور اب تو چند ہفتوں سے گفتگو کا بھی یہ رنگ اور انداز تھا کہ اُس سے فراقِ دائمی کی کرب آفریں پیش خبریاں صاف پڑھی جا سکتی تھیں۔ یہاں تک کہ ۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء کو اپنی رہائش گاہ ۳۰۔ٹمپل روڈ لاہور میں علی الصبح (تہجد کے وقت) تین بجکر پچیس منٹ پر حضرت مسیح موعودؑ کا یہ وارفتہ و شیفتہ خادم ہمیں ملال و یاس میں گم سم چھوڑ کر اپنے حبیب و مقتدا کی جانب پرواز کر گیا۔ وہ درویش و محبوب باپ جس نے تمام عمر اپنے بیٹوں کے لئے اپنے سے بھی کہیں زیادہ دینی و دنیوی عزت و سربلندی کی دعائیں مانگیں۔

نزع کی کیفیت صرف چند ثانیوں کے لئے ہی طاری رہی۔ اتنے مختصر ترین عرصہ کے لئے کہ ہم اپنے سے پندرہ بیس قدم پر رہنے والی ہمشیرہ (عزیزہ حفیظہ سلمہا) کو بھی نہ بُلوا سکے ــــــــ بس جسم کے بالائی حصے میں خفیف سے تناؤ کے ساتھ ایک معمولی سی ہچکی لی اور پھر دو لمبے سانس اور کلمہ طیبہ کے ورد کے دوران ہی مسیح موعودؑ کی یہ نشانی (جو ہمارے لئے لاریب اَن گنت برکتوں اور سعادتوں کا خزانہ تھی) داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے رفیقِ اعلیٰ کے حضور پہنچ گئی

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

یا اللہ رحم! ــــ حضرت ابا جانؓ کے سفرِ آخرت کا ذکر نوکِ خامہ پر کیا آیا زندگی کی کایا پلٹ جانے کا نقشہ نگاہوں میں گھوم گیا۔ اپنی رستی بستی دنیا کے متزلزل ہو جانے کا کربناک نظارہ ایک بار پھر یاد آ گیا۔ اُن کی دُعاؤں سے محرومی اور مسلسل محرومی کا تصور پیازی اشک بن بن کر دامن کو تر کرنے لگا۔ زہے نصیب یہ اشک ؎

آنکھوں کو پھر یہ اشک بھی شاید نہ ہوں نصیب
رو رو کے تجھ کو وقتِ سفر دیکھتے تو ہیں

اور اب آگے لکھنے کا یارا نہیں ــــــــ لہٰذا باقی پھر کبھی ــــــــ مبادا ضبط کے ٹانکے ٹوٹ جائیں۔ صبر کا پیمانہ چھلک اُٹھے۔ احساس کے سوتے پھوٹ بہیں اور دل اشک بن بنکر آنکھوں کے روزنوں سے رِسنا اور بہنا شروع ہو جائے۔

الحمد للہ کہ حضرت ابا جان کی قیمتی امانت اور اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمت (حضرت والدہ محترمہ

عزیزہ بیگم صاحبہ کے محبت نواز وجود کے رُوپ میں ہمارے سروں پر موجود ہے۔ گویا وفورِ یاس میں حصول تسکین کی ایک آماجگاہ میسّر ہے۔ ثم الحمد للہ ـــــــ

اللہ تعالیٰ میرے ابا جان کو اپنے قربِ خاص سے نوازے۔ کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے۔ اور ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بیش از پیش خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین ٭

**اولاد :۔**

۱۔ م۔ص ثاقب زیروی مدیر ہفتہ وار "لاہور"

۲۔ محمد بشیر (انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز)

۳۔ حفیظہ بیگم (اہلیہ چودھری نیاز الدین احمد سلہری)

---

# حضرت حکیم مرزا فیض احمد صاحب رضؓ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت حکیم مرزا فیض احمد صاحبؓ کی وفات کا ذکر "الفضل" میں ہے۔ چونکہ خاکسار مؤلّف کو ان کے مفصل حالات کا پتہ نہیں چل سکا۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ حضرت حکیم صاحب پٹی ضلع لاہور کے باشندہ تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے اُستاد محترم حکیم الہ دین صاحب کے شاگرد تھے۔ بہت پُرانے بزرگ تھے۔ اس لئے الفضل کا نوٹ درج کرنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ وہو ہٰذا :۔

"طبّی حلقہ میں بالخصوص اور حلقہ احباب میں بالعموم یہ خبر نہایت رنج اور افسوس سے سُنی جائیگی۔ کہ لاہور کے کہنہ مشق اور نامور طبیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حکیم مرزا فیض احمد صاحب مورخہ ۱۸ / نومبر ۱۹۴۷ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرما کر اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون[ل]"

نوٹ :۔ اولاد کے متعلق اتنا معلوم ہوا ہے کہ مرزا محمد شفیع صاحب اور دو اَور بچے تھے جو وفات پا چکے ہیں۔

---

ل الفضل ۱/ جنوری ۱۹۴۸ء ٭

## چوتھا باب

# منکرینِ خلافت کی ناپسندیدہ روش

## اور

# دربارِ خلافت سے ملامت

گذشتہ صفحات میں ان تمام صحابہ کرام کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کا کسی نہ کسی رنگ میں لاہور کے ساتھ تعلق رہا ہے۔ . . . . . ۔ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو لاہور کے باشندے تھے اُنہوں نے لاہور میں ہی بیعت کی اور لاہور میں ہی اپنی عمر گذار کر وفات پائی۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے لاہور میں بیعت کی اور کچھ زمانہ یہاں گذار کر باہر چلے گئے اور باہر ہی وفات پائی۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے لاہور سے باہر بیعت کی مگر ایک زمانہ کے بعد لاہور آکر آباد ہو گئے۔ اس قسم کے اصحاب تقسیم ملک کے بعد کافی تعداد میں لاہور آئے۔ بعض ایسے بھی ہیں جو باہر سے تشریف لائے اور ایک زمانہ یہاں گذار کر پھر باہر ہی چلے گئے۔

### بعض ممتاز صحابہ کی تنظیمی سرگرمیاں

واضح رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ تک جماعت میں اس قسم کی تنظیم قائم نہیں ہوئی تھی جیسی کہ خلافت ثانیہ میں قائم ہوئی۔ خلافت ثانیہ سے قبل جماعت میں نہ تو چندوں کی کوئی شرح مقرر تھی اور نہ مختلف شعبوں کے لئے مختلف عہدیدار مقرر تھے۔ صرف ایک سکرٹری ہوا کرتا تھا جو سارے کام کرتا تھا۔ مالی قربانی کے متعلق جماعت کو اتنی تلقین ضرور کی جاتی تھی کہ جتنا چندہ کوئی لکھوائے اُسے ماہ بماہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کیا کرے تا جماعتی کاموں میں رخنہ نہ پڑے مگر بعض لوگ اس قسم کے فدائی بھی تھے کہ قوت لایموت سے جو کچھ بچتا تھا وہ سب حضرت اقدس کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ جماعت لاہور میں چندوں کی وصولی کا انتظام عموماً حضرت قریشی

محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری نے اپنے ذمہ لیا ہوا تھا اور وہی سکرٹری کہلاتے تھے۔ سکرٹری تبلیغ کی ابتدائی زمانہ میں اس لئے ضرورت نہ تھی کہ جماعت کے سارے افراد بلا استثناء فریضہ تبلیغ کو فرض عین جانتے تھے مگر تحریری تبلیغ کا کام چونکہ ہر شخص نہیں کر سکتا تھا اس لئے بعض مخصوص افراد نے یہ کام اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ ایسا ہی تقریر کا ملکہ بھی ہر شخص میں نہیں ہوتا۔ خاص خاص لوگ ہی تقریر کر سکتے ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو تقریر اور تحریر دونو پر قادر ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو مالی وسعت بھی دی ہوتی ہے۔ وہ مالی قربانیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ حضرت قریشی صاحبؓ موصوف انہی اصحاب میں سے تھے جو تحریر و تقریر کا ملکہ رکھنے کے ساتھ ساتھ مالی قربانیوں میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ تبلیغی ٹریکٹ عموماً حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ لکھا کرتے تھے۔ وہ اعلیٰ پایہ کے انشاپرداز تھے۔ زبانی تبلیغ میں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغلؓ، حضرت میاں سعدی صاحبؓ، حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشیؓ حضرت سید دلاور شاہ صاحبؓ اور حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین زیادہ مشہور تھے۔ مالی قربانی میں وہ اصحاب بھی خاصہ حصہ لیا کرتے تھے جو بعد کو غیر مبائعین کے گروہ میں شامل ہو گئے یعنی جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ وہ موسم سرما کے گرم کپڑے اپنی دکان سے تیار کروا کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔

ان سب احباب کے علاوہ ایک مشہور و معروف ہستی حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کی تھی جن کے حضرت اقدس کے ساتھ نہایت گہرے مراسم تھے اور حضرت صاحب جب بھی لاہور میں تشریف لاتے عموماً ان کے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر ان کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ نمازیں بھی اُنہیں کے مکان پر باجماعت ادا کی جاتی تھیں۔ مہمانخانہ بھی انہی کا گھر تھا اور جماعت کے ساتھ ان کا سلوک اس قسم کا تھا جس طرح ایک باپ کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس موقعہ پر حضرت منشی محبوب عالم صاحب مالک راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد اور حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب سائیکلز ڈیلر نیلا گنبد کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں اصحاب نہایت مخلص اور بہت محنتی کارکن تھے۔ مؤخرالذکر تو مالی قربانیوں میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ میں مندرجہ بالا اصحاب کے علاوہ بعض اور سرگرم کارکن بھی باہر سے لاہور میں تشریف لائے جن میں جناب بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر، جناب ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی اور جناب مولوی محب الرحمان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پھر یہی وہ زمانہ ہے جس میں حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری کی صلاحیتیں اجاگر ہوئیں۔ جب انہوں نے تبلیغی اور تربیتی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔

## جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک رؤیار

اب ہم خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک حیرت انگیز اور سبق آموز رویار درج کرتے ہیں جو آپ نے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کی خلافت اور اپنے انجام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام میں لاہور میں دیکھا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"احمدی جماعت میں بہت تھوڑوں کو اس بات کا علم ہے کہ میں نے ہی سب سے اول حضرت قبلہ کو اپنی طرف سے اور اپنے خاص احباب کی طرف سے خلافت کا بار گراں اُٹھانے کے لئے عرض کیا۔ اس کی بنار کوئی مصلحتِ وقت نہ تھی بلکہ اشارہ ربّی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

حضرت مسیح موعودؑ ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ میں نے شب درمیان ۲۳-۲۴ر مئی ۱۹۰۸ء ایک عجیب رؤیا دیکھا۔ میں ان واقعات کا ذکر بھی نہ کرتا لیکن چونکہ بعد کے واقعات اور موجودہ واقعات نے اس رؤیا کی صداقت پر مُہر لگا دی ہے اس لئے میرے نزدیک ہر ایک سلیم الفطرت احمدی کے لئے یہ ایک قطعی شہادت ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں اور میرے ہمراہ شاید اور نو یا دس یا گیارہ احباب ہیں جن میں سے ایک مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ ہم سب کسی شاہی خاندان میں سے ہیں۔ لیکن جس خاندان کے ہم ممبر ہیں ان کا سرتاج تخت سے الگ ہو چکا ہے اور نئی سلطنت قائم ہو گئی ہے اور پہلا دَور بدل گیا ہے اور ہم یہ نو دس آدمی اسیرانِ سُلطانی ٹھہرائے گئے ہیں۔ ہم سخت تشویش میں ہیں کہ اتنے میں ہمیں اطلاع ہوئی کہ نئی سلطنت کا سرتاج ہم کو طلب کرتا ہے اور ہمیں ہماری قسمت کا فیصلہ سُناتا ہے۔ کیا شانِ ایزدی ہے کہ ہم جو نو دس آدمی ہیں ان کی بھی دو جماعتیں بنائی گئی ہیں۔ حکم ہوا کہ باری باری جماعت میں نئے حاکم کے سامنے ہم پیش ہوں۔ چنانچہ پہلی جماعت جو نئے سلطان کے سامنے پیش ہوئی۔ وہ

بلسرکردگی مولوی محمد علی صاحب گئی۔ ہم کمرۂ سلطان سے باہر تھے۔ لیکن مجھے یہ سمجھ آئی کہ نئے فرمانروا نے جو کچھ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو کہا انہوں نے خاموشی سے سُنکر سرِ تسلیم خم کیا اور خاموش ہی باہر آ گئے۔ اس کے بعد مجھے حکم ہوا۔ میرے ہمراہ چار پانچ احباب باقی تھے اور وہ میری سرکردگی میں پیش ہوئے۔ جب میں کمرہ سلطان کے اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نیا حاکم خود مولوی نورالدین صاحب ہیں۔ آپ نے نہایت متانت اور تمکنت کے ساتھ مجھے اور میرے ہمراہیوں کو دیکھا اور پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ میرا انداز جواب کسی قدر تیز تھا۔

مولوی نورالدین صاحب:۔ تم جانتے ہو کہ تم کون ہو اور تمہاری حیثیت کیا ہے؟

مَیں :۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جس خاندان شاہی کے ہم رُکن تھے وہ دَور بدل گیا ہے اور ہم اس وقت اسیرِ سلطانی ہیں۔

مولوی نورالدین صاحب:۔ کیا وجہ ہے کہ تمہارے ساتھ وہی سلوک نہ کیا جائے جو اسیرانِ سلطانی کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم کو ان وطنوں سے نکال کر دوسرے وطنوں میں آباد نہ کیا جاوے۔

مَیں (بڑے جوش اور لاپرواہی کے ساتھ) آپ کی جو مرضی ہے کریں۔ جب ہم اسیر سلطانی ہیں تو ہمارا چارہ ہی کیا ہے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ہمارا اب دَور بدل گیا ہے۔ اب ہم قیدی ہیں۔ اگر ہم کچھ اَور چاہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں جو آپ کی خوشی ہو کرو۔

اس کے بعد میری آنکھ کھُل گئی۔ میرے جسم پر سخت رعشہ اور سنسناہٹ تھی اور ایک مدت تک اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا۔ یہ تہجّد کا وقت تھا۔ میں اُٹھا اور سب سے اول اسی واقعہ کو قلمبند کیا اور صبح تک استغفار میں مصروف رہا۔ بعد از نماز صبح حضرت مرزا صاحب مغفور باہر آئے تو سب سے اوّل جو موقعہ مجھے تنہائی میں آپ سے ملا۔ میں نے وہ کاغذ پیش کیا۔ دو دن کے بعد یہ رؤیا بالکل بدیہی واقعہ ہو جانے والا تھا لیکن مصلحتِ ربّی نے آپ کی طبیعت کو اس طرف نہ آنے دیا۔ آپ نے صرف اس قدر فرمایا کہ خواب میں اسیرانِ سلطانی ہونا نہایت مبارک ہے! نہایت ہی مبارک ہے۔

حضرت صاحب کے بعد میں حضرت حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہ کاغذ

دکھایا۔ وہ حسرت آجتک میرے پیش نظر ہے جو اس کاغذ کو دیکھ کر مولوی صاحب کے چہرے پر نمودار ہوئی۔ آپ نے کئی منٹوں تک گردن نیچی رکھی اور پھر بعد میں اس کاغذ کو اپنی جیب میں رکھ کر فرمایا کہ میں اس کی تعبیر بعد غور بتلاؤں گا۔

۴۸ گھنٹہ اس واقعہ پر گذرے کہ بادشاہ وقت جہاں سے رخصت ہو گیا اور نئے کار کے آثار شروع ہو گئے۔ اس خواب سے اطلاع اسی دن مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب کو دی گئی تھی۔ اور وہ خدا واسطے اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں۔ الغرض جب ہم اس اچانک موت کے ضروری انتظام سے فارغ ہو کر ریل میں بغرض قادیان بیٹھے تو میں نے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب سے جبکہ ہر دو ڈاکٹر صاحب بھی ہمراہ تھے پوچھا کہ بتلاؤ! اب خلیفہ کون ہو گا تو شیخ صاحب نے فی الفور بجواب کہا کہ وہی جس کی تمہیں دو دن پہلے اطلاع ہو چکی ہے۔ شیخ صاحب کا اس رویا کی طرف اشارہ تھا۔ جب ہم قادیان پہنچے اور حضرت فاضل امروہی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی استرضا کے بعد گول کمرہ قادیان میں جمع ہوئے تو میں نے حضرت قبلہ کو وہاں آنے کی تکلیف دی اس وقت بھی میں نے یہ نہیں کہا کہ اب آپ خلافت کو قبول کریں بلکہ میں نے یہ عرض کیا کہ حضور کو جو کاغذ پرسوں لاہور میں مَیں نے دیا تھا اور جس میں میرا ایک رویا تھا۔ وہ کیا حضور کو یاد ہے؟

مولوی صاحب۔ ہاں میاں۔ وہ کاغذ اب بھی میری جیب میں ہے۔

میں۔ تو پھر اب وہ وقت آگیا۔

اس کے بعد حضرت نے دو نفل ادا کئے اور مجھے حکم دیا کہ نانی صاحب اور میر صاحب سے استرضا کروں۔ جو تقریر اول بطور خلیفۃ المسیح آپ نے باغ میں فرمائی اس میں بھی آپ نے مجھے مخاطب کرکے ذیل کے الفاظ فرمائے۔

اب سُستی اور غفلت چھوڑ دو اور چُستی اور کارکردگی کے وطنوں میں آباد ہو جاؤ

یہ الفاظ بھی خواب کی طرف تلمیح کرتے تھے لیکن نہ مجھے اور نہ حکیم صاحب قبلہ کو اس وقت علم تھا کہ یہ الفاظ استعارہ نہیں بلکہ لفظی معنوں میں پورے ہونے والے ہیں۔ آج میں ہوں اور

یورپ۔ کیا عجیب بات ہے کہ کل سے میری طبیعت یہاں بے چین ہے اور بار بار گھر جانے کو دل چاہتا ہے۔ گھر سے میری مراد لندن ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! کیوں تم کو ان وطنوں سے نکال کر دوسرے وطنوں میں آباد نہ کیا جائے۔ رویا کیا برحق ثابت ہوا۔ خان نواب محمد علیخاں صاحب اس رویا سے واقف ہیں۔ ان واقعات کی شہادت خود حضرت قبلہ مولوی صاحب سے لی جائے۔ آیا یہ سچے امور ہیں یا نہیں۔ ابھی دو ماہ ہوئے جب میں نے ان کو کہا کہ آپ کسی کو میری مدد کے لئے لندن بھیج دیں۔ تو میں نے پھر اس خواب کی طرف اشارہ کر کے لکھا کہ خواب تو چاہتا ہے کہ میرے ہمراہ چار پانچ اور بھی وطنوں کو چھوڑ کر غریب الوطنی اختیار کریں اور آپ کے حکم سے۔ آپ کیوں حکم صادر نہیں فرماتے۔ میرے ساتھ تو چار پانچ اور بھی تھے جب آپ نے مجھے جلا وطن کیا۔ بہر حال ہمارے دو تین احباب جو قاضی یار محمد صاحب کے معاملہ میں کچھ متامل سے ہیں چونکہ وہ اس احمدی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے لئے خواب اور مکاشفات حجت ہوتے ہیں۔ وہ ان امور بالا پر غور کریں۔ یہ رویا تو کچھ ایسا قادیان میں مشہور تھا۔ کہ ۱۹۰۸ء میں بعض واقعات کے پیدا ہونے پر مجھے طنزاً اسیر سلطانی کہہ کر پکارا جاتا تھا اور ایک میرے قابل دوست کے لئے تو اب میرا یہ اسیر سلطانی کا خواب بہت سارے پریشان کن حالات کا موجب ہو جایا کرتا تھا"

والسلام

ٹرمینس فورڈ ہوٹل — خادم خواجہ کمال الدین

پیرس ۱۷ جولائی[1]

جناب خواجہ صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ وہ اور اُن کی پارٹی کے دوسرے لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر خلافت کو ضروری سمجھتے تھے۔ تبھی تو حضورؑ کی نعش مبارک کے ساتھ لاہور سے قادیان جاتے ہوئے رستے میں محترم شیخ رحمت اللہ صاحب سے پوچھا کہ "بتلاؤ! اب خلیفہ کون ہوگا"

دوم۔ حضرت اقدس کے بعد جب خواجہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں وہ کاغذ پیش کیا تو اس رویا کی حقیقت آپ پر کھُل گئی۔ چنانچہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"وہ حسرت آج تک میرے پیش نظر ہے جو اس کاغذ کو دیکھ کر مولوی صاحب کے چہرے پر نمودار ہوئی

---

[1] بحوالہ "تاریخ احمدیت" مصنفہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔

آپ نے کئی منٹوں تک گردن نیچی رکھی"

سوم۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے حضور جب یہ لوگ پیش ہوئے تو کسی قابل قدر کام کرنے کا انعام حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ مجرم ہونے کی حیثیت میں پیش ہوئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ کوئی ایسا کام کرنے والے تھے جس کی وجہ سے مجرم ہونے کی صورت میں ان کی پیشی ہونی مقدر تھی۔ چنانچہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۹ء کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب دونوں کو دوبارہ بیعت کرنا پڑی۔

چہارم۔ مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب دونوں لیڈروں میں بھی کامل اتحاد و یگانگت نہیں ہوگی بلکہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہوں گے۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ آخر وقت تک خواجہ صاحب کا طرز عمل آزادانہ رہا ہے۔ انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کو اپنا واجب الاطاعت لیڈر نہیں سمجھا۔

پنجم۔ یہ جو دکھایا گیا کہ مولوی صاحب کی پیشی پہلے ہوئی اور خواجہ صاحب کی بعد میں۔ میرے نزدیک رویا کا یہ پہلو بھی پورا ہو چکا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب پہلے روز ہی بیعت کرنے کے لئے تیار نہ تھے مگر خواجہ صاحب نے بشرح صدر بیعت کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے دل میں پہلے ہی روز سے غبار تھا اور وہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اطاعت قبول نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن مجبور ہو گئے۔ اس لئے اُن کی پیشی رویا میں "پہلے" دکھائی گئی۔

محترم خواجہ صاحب مرحوم نے جو اپنے لندن جانے پر اس رویا کو چسپاں کیا ہے وہ بالکل دُور از قیاس ہے کیونکہ لندن میں آپ مجرم ہونے کی حیثیت سے نہیں گئے بلکہ ایک پرائیویٹ کام کے لئے گئے تھے اور تبلیغ اسلام کا کام بھی کرتے تھے۔ البتہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد ان لوگوں نے انجمن اور خلافت کے موضوع پر جماعت میں انتشار پیدا کرنا شروع کر دیا اور خلافت پر انجمن کی بالادستی ثابت کرنے کا پراپیگنڈہ شروع کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے جنوری ۱۹۰۹ء میں جماعت کے نمائندوں کو بُلا کر مسجد مبارک میں ان کے سامنے ان لوگوں کے پراپیگنڈے کی قلعی کھول دی اور انہیں سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری ان گمراہ کن کارروائیوں سے تمہاری بیعت ٹوٹ چکی ہے اور اب تم میرے مُرید نہیں رہے۔ ہاں علیحدگی میں مشورہ کر لو۔ اگر تمہارا دل مانتا ہے کہ تم نے غلط روش اختیار کی تھی تو

دوبارہ بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو جاؤ۔ اس پر جناب مولوی محمد علی صاحب اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے جو اس گروہ کے لیڈر تھے کچھ سوچکر دوبارہ بیعت کر لی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اُسے تفصیل کے ساتھ "حیات نور" باب ۵ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں اسے دوہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

**لاہور میں جماعت احمدیہ کا پہلا مبلغ**

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے لاہور کی اہمیت کے پیش نظر اور خاص طور پر اس لئے کہ اس فتنہ کا اصل مرکز لاہور ہے، جماعت لاہور کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ احمدیت کے لئے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کو لاہور جانے کا حکم دیا۔ حضرت مولوی صاحب نے حضرت خلیفہ اولؓ کی اجازت سے استخارہ کیا جس میں آپ کو بتایا گیا کہ آپ لاہور میں ہیں اور خواجہ کمال الدین صاحب کے بھائی خواجہ جمال الدین صاحب نے جماعت لاہور کی دعوت کی ہے جس میں آپ بھی مدعو ہیں۔ جب کھانے پر بیٹھے تو معلوم ہوا کہ دعوت کے۔ لئے ایک بزرگ انسان عبداللہ کا گوشت پکایا گیا ہے۔ آپ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ کو اس کھانے سے سخت نفرت اور کراہت محسوس ہوئی اور آپ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ صبح بیدار ہو کر آپ نے اپنی یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو سنائی۔ حضور نے فرمایا کہ آپ کو چونکہ عبداللہ کا گوشت کھانے سے نفرت اور کراہت ہوئی اس لئے یہ خواب آپ کے لاہور جانے کے لحاظ سے بُرا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ چنانچہ آپ ۱۸ مئی ۱۹۰۹ء کو لاہور پہنچ گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآنی آیت أيحب احدكم ان يأكل لحم اخيه ميتاً فكرهتموه واتقوا الله کے مطابق اس خواب کا مطلب یہ تھا کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی پارٹی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جیسے بزرگ انسان کی غیبت اور بدگوئی میں جماعت کے دوسرے افراد بلکہ مجھے بھی شریک کرنے کی کوشش کرے گی مگر میرے ذریعہ سے اللہ تعالٰے جماعت کی اکثریت کو اس فتنہ سے بچائے گا۔ چنانچہ واقعات کی رُو سے بھی ایسا ہی ثابت ہوا۔ آپ کو احمدیہ بلڈنگس والوں کا مقابلہ کرنے کی خوب توفیق ملی جس کے نتیجہ میں جماعت کی اکثریت ان کے جال میں پھنسنے سے محفوظ رہی۔ فالحمدللہ،

حضرت مولوی غلام رسول صاحبؓ نے خلافت ثانیہ میں بھی تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد ایک لمبا زمانہ لاہور میں گذارا۔ قیام لاہور کے دوران آپ کو متعدد ایسے واقعات پیش آئے جن سے آپ کے ایمان، اطاعتِ امام اور توکل علی اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ آپ خلافتِ ثانیہ کے ابتدائی ایام کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا کرتے تھے کہ ابھی آپ کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا

تار آپ کو ملا کہ ایک ہفتہ کے لئے آپ فلاں ریاست (کپورتھلہ یا پٹیالہ کا نام لیا کرتے تھے۔ صحیح نام یاد نہیں رہا۔ مؤلف) میں چلے جائیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

"میں مسجد سے اُٹھ کر گھر گیا اور بیوی کو جا کر کہا کہ حضرت صاحب کا حکم آگیا ہے کہ ایک ہفتہ کے لئے ریاست میں چلے جاؤ لہذا میں جا رہا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ آپ جانتے ہیں۔ نہ گھر میں آٹا ہے نہ گھی اور نہ لکڑیاں۔ علاوہ ازیں میں اکیلی یہاں رہ بھی کیسے سکتی ہوں؟"

آپ فرمایا کرتے تھے

"میں نے اُسے کہا کہ میں کوئی تمہارا ٹھیکیدار نہیں ہوں۔ واقفِ زندگی ہوں۔ جب بھی حضرت صاحب کا حکم کہیں جانے کے متعلق آئے گا۔ میں سب کام چھوڑ چھاڑ کر حضور کے حکم کی تعمیل کروں گا اور تمہیں خدا کے حوالے کروں گا۔"

یہ کہہ کر آپ گھر سے چل پڑے۔ ابھی مسجد کی گلی میں ہی تھے کہ ایک احمدی ملا جس کے ساتھ ایک مزدور نے ایک من کے قریب آٹا اور کچھ لکڑیاں اُٹھائی ہوئی تھیں۔ اس نے آپ کو کہا کہ مولوی صاحب! میں نے سُنا ہے آپ کو لاہور سے باہر جانے کا حکم آگیا ہے۔ ممکن ہے گھر میں آٹا اور لکڑیاں نہ ہوں۔ آپ یہ چیزیں گھر میں رکھوا کر سفر پر جائیں۔ چنانچہ آپ نے یہ دونوں چیزیں گھر میں رکھوا لیں۔ جب اسٹیشن پر پہنچے تو ریل گاڑی کے جس ڈبے پر آپ سوار ہونے لگے۔ اسی میں سے آپ کے نسبتی بھائی اُترے جن کے ہاتھ میں ایک چھوٹا ٹین گھی کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بھائی صاحب! میں ایک ہفتہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں ایک ہفتہ کے لئے حضرت صاحب کے حکم سے باہر جا رہا ہوں۔ اس عرصہ میں آپ کی ہمشیرہ اکیلی تھی۔ لہذا خدا نے ہی آپ کو بھیجا ہے۔

۲- اندازاً ۱۹۴۲ء کی بات ہے۔ خاکسار ان ایام میں اضلاع لائل پور، سرگودھا، جھنگ اور شیخوپورہ میں بحیثیت مبلغ متعین تھا۔ جناب ناظر صاحب اصلاح و ارشاد نے جو اُن دنوں ناظر دعوت و تبلیغ کہلاتے تھے خاکسار کو لکھا کہ گرمیوں کی رخصتوں میں محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کے ساتھ اضلاع شیخوپورہ اور لائل پور کا دورہ کرو۔ حضرت قاضی صاحب کی چٹھی بھی ملی جس میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ کو میں تمہیں شاہدرہ اسٹیشن پر ملوں گا۔ خاکسار مقررہ وقت پر شاہدرہ اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ مگر حضرت قاضی صاحب وہاں نہ ملے۔ رات اسٹیشن پر گذار کر اگلے روز صبح چار بجے خاکسار مسجد احمدیہ

دہلی دروازہ پہنچا۔ ابھی مسجد سے باہر ہی تھا کہ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضؓ کی آواز سُنائی دی۔ آپ کو شدید بخار تھا اور شدت درد سے کراہ رہے تھے۔ خاکسار نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر حالات دریافت کئے۔ فرمایا۔ ایک ہفتہ سے لگاتار بخار ہے اور ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں اُترا۔ رات ایک دوست دو غیر احمدی حضرات کو ہمراہ لائے تھے۔ میں نے سوچا کہ انہیں سمجھانے کے لئے خوب زور سے تقریر کرتا ہوں پسینہ آکر بُخار اُتر جائے گا۔ چنانچہ اس وقت تو ایک گھنٹہ کی تقریر کے بعد پسینہ آنے پر بُخار اُتر گیا مگر اب اُس کا ردعمل ہے۔

خاکسار نے عرض کی کہ حضرت مولوی صاحب! آپ رخصت لے کر قادیان کیوں نہیں چلے جاتے؟ فرمایا۔ میں یہاں جہاد میں ہوں۔ اگر مر گیا تو جہاد میں مروں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے عُمر بھر چُھٹی کبھی نہیں لی۔ اور نہ اب لُوں گا۔ اس مختصر سی گفتگو کے بعد خاکسار محترم جناب قاضی صاحب کے ساتھ نارنگ منڈی کی طرف دورہ پر چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد جب واپس لاہور پہنچا تو دوپہر کا وقت تھا اور آپ محراب کے نزدیک بستر پہ لیٹے ہوئے تھے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ بخار بدستور ہے۔ ابھی خاکسار بیٹھا ہی تھا کہ آپ نے دریافت فرمایا کہ لسی پیو گے یا چائے! خاکسار نے عرض کیا ابھی چائے پی کر آیا ہوں اور چائے کے بعد لسی پینا بھی درست نہیں۔ آپ نے اپنے سرہانے کے نیچے سے ایک رُومال نکالا جس میں ایک اٹھنّی بندھی تھی اسے خاکسار کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لے لو۔ جب بھی ضرورت ہو خواہ چائے پی لینا خواہ لسی اور فرمایا کہ اس وقت میرے پاس صرف یہی ایک اٹھنّی ہے اگر زیادہ رقم ہوتی تو زیادہ پیش کر دیتا۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضرت! آپ کے پاس صرف ایک اٹھنّی ہے اسے اپنے پاس ہی رکھئے اس حالت میں کوئی فوری ضرورت پیش آسکتی ہے۔ فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ اٹھنّی ہمیشہ میری ضروریات کو پورا کرتی رہے گی۔ یہ تھوڑی دیر میں خرچ ہو جائے گی تو کیا میرا رازق خدا جو مجھے اس کے بعد دیگا اب نہیں دے سکتا؟ یہ ایمان افروز جواب سُنکر خاکسار نے وہ اٹھنّی لے لی۔

اسی مجلس میں قادیان جانے والے ایک دوست مل گئے اُن کے ہاتھ خاکسار نے اپنی طرف سے حضرت مولوی صاحب کی حالت پر مشتمل جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی خدمت میں ایک رقعہ لکھا اور یہ بھی لکھا کہ جونہی میرا یہ رقعہ جناب کی خدمت میں پہنچے حضرت مولوی صاحب کو

بذریعہ تار بُلا لیا جائے۔ چنانچہ دوسرے روز صبح آٹھ بجے حضرت مولوی صاحبؓ قادیان تشریف لے گئے مگر وہاں بھی کافی عرصہ بخار رہا جس کا اثر آپ کے اعصاب پر بھی پڑا اور قوت شنوائی پر بھی۔

سلسلہ کے ساتھ فدائیت اور توکل علی اللہ کے لاتعداد واقعات کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کی سیرت مرقع ہے۔ اس نوع کے واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے بزرگ خدمت دین کو کس طرح ایک نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے۔ استاذی المکرم حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میاں! میں نے کبھی چھٹی نہیں لی۔

اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب رضی اللہ عنہ کا تو یہ عالم تھا کہ گھر سے سبزی لینے کے لئے بازار تشریف لے گئے ہیں۔ رستہ میں دفتر کا کارکن دفتر کا کوئی آرڈر لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ لفافہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ کسی جگہ جلسہ یا تبلیغ کے لئے جانے کا حکم ہے۔ اسی وقت سبزی کے لئے رومال اور پیسے کسی دوست کے حوالے کر دیئے اور فرمایا کہ ہمارے گھر میں سبزی پہنچا دینا اور کہہ دینا کہ غلام رسول کو فلاں جگہ جانے کا حکم ہو گیا ہے اس لئے وہ ریلوے اسٹیشن کی طرف جا رہا ہے۔ ریلوے اسٹیشن جاتے ہوئے آپ یہ بھی نہیں سوچتے تھے کہ گاڑی آنے میں کتنا وقت باقی ہے؟ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جتنا وقت ریلوے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں کٹے گا اس کا ثواب بھی کیوں ضائع کیا جائے۔ سبحان اللہ! خدمتِ دین کرنے والے نوجوانوں کے لئے کیا عجیب نمونہ تھے ہمارے بزرگ!

آپ کے علاوہ تھوڑے عرصہ کے لئے محترم مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا اور محترم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی نے بھی لاہور میں قابل قدر کام کیا ہے۔ محترم مولوی ظہور حسین صاحب تو وہ بزرگ ہیں۔ جنہوں نے اعلائے کلمہ حق کی خاطر بخارا میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور بعد ازاں ہندوستان کے طول و عرض میں تبلیغ حق کا فریضہ ادا کرتے رہے اور آجکل شعبہ رشتہ و ناطہ ربوہ میں بحیثیت انچارج کام کر رہے ہیں اور محترم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی نے مبلغ کے طور پر کام کیا۔ جامعہ احمدیہ میں پروفیسر بھی رہے اور آجکل تحریک جدید کے ماتحت گیمبیا (مغربی افریقہ) میں ایک کامیاب مبلغ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اَللّٰھُم متعنا بطول حیاتھما۔

**۱۹۴۵ء میں خاکسار کا تقرر لاہور میں ہوا۔ . . . . . پہلی مرتبہ دار التبلیغ کا قیام عمل میں لایا**

۵ محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب کا بیان ہے۔ کہ حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری بھی کچھ عرصہ لاہور میں بطور مبلغ متعین رہے ہیں۔ اور مشرقی افریقہ جانے سے قبل محترم شیخ مبارک احمد صاحب نے بھی چند ماہ یہاں کام کیا ہے۔

گیا۔ اندازاً تین چار سال کام کرنے کی توفیق ملی۔ اسی دوران ۱۹۴۷ء ہندوستان کی تقسیم عمل میں لائی گئی اور مسلمان قوم کے لئے پاکستان کا وجود نقشۂ عالم پر اُبھر آیا۔

۱۹۴۸ء کے آخر میں خاکسار کا تبادلہ ضلع سرگودھا میں ہوا۔ اور خاکسار کی جگہ سرگودھا کے مبلغ محترم مولانا عبدالغفور صاحب کا تقرر لاہور میں کیا گیا۔ آپ نے بھی پانچ چھ سال تک خوب محنت اور تندہی کے ساتھ یہاں جماعت کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ کا کام کیا۔ آپ کے زمانہ قیام کے دوران میں ۱۹۵۳ء کا ہنگامہ خیز سانحہ پیش آیا۔ مغربی پاکستان میں ہماری جماعت کے خلاف ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہوا۔ مسلم فرقوں کے بیشتر مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے بالاتفاق اس قلیل التعداد اور معصوم جماعت کو محض اس جرم کی بناء پر صفحۂ ہستی سے مٹانے کا عزم بالجزم کر لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کے ماتحت ایک مامور من اللہ کو کیوں منجانب اللہ تسلیم کرتی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا گھر سے نکلنا دشوار ہو گیا تھا اور جماعت کے امام حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی پیاری جماعت کو یہ بشارت بھی دے رکھی تھی کہ میرا تجربہ ہے کہ میرے خدا نے کبھی بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑا اور وہ اب بھی انشاء اللہ میری امداد سے قطعاً مُونہہ نہیں موڑے گا۔ تم دُعاؤں میں لگے رہو اور اپنے رب کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر اس کی نصرت طلب کرنے سے کبھی غافل نہ ہو۔ یقین جانو کہ وہ تمہاری مدد کے لئے دوڑتا ہوا آئے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ عین اس روز جبکہ معاندین سلسلہ اپنے مذموم پروگرام پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ خدا کی نصُرت مارشل لاء کے رنگ میں آئی اور جماعت کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر دیا گیا۔ اس ہنگامہ میں گو لاہور میں جماعت کے چند آدمی شہید کر دیئے گئے مگر معاندین کا جانی نقصان اس سے کہیں بڑھ کر ہوا۔ حضرت مولوی عبدالغفور صاحب رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کی حفاظت کا فرض نہایت ہی خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

۱۹۵۴ء میں خاکسار کا تبادلہ پھر لاہور میں ہو گیا۔ اور اس وقت سے لیکر اب تک جو ۱۹۶۶ء گذر رہا ہے اور آج مارچ کی ۱۹ر تاریخ ہے یہاں کام کر رہا ہوں۔ اس عرصہ میں مندرجہ ذیل مربی صاحبان یہاں ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے بھی تشریف لائے۔

۱۔ مکرم شمس الحق صاحب ، ۲۔ مکرم مرزا محمد سلیم صاحب ، ۳۔ مکرم مولوی مبارک احمد صاحب جمیل۔

اوّل الذکر کو کچھ ٹریننگ کے بعد دفتر افتاء میں لگا دیا گیا جہاں وہ آجکل کام کر رہے ہیں۔ ثانی الذکر کو ٹریننگ کے بعد ضلع لاہور میں متعین کر دیا گیا۔ اور تیسرے مکرم مولوی مبارک احمد صاحب جمیل کو ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد شہر لاہور میں متعین کیا گیا۔ چنانچہ وہ اب تک بفضلہٖ تعالیٰ مستعدی کے ساتھ خدماتِ سلسلہ بجا لا رہے ہیں۔ ان مبلغین سے قبل محترم مولوی محمد اشرف صاحب ناصر*

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے لاہور میں بحیثیت مبلغ تقرر کا ذکر آنے پر ساتھ ہی اختصاراً ان تمام مبلغین کا ذکر کر دیا گیا ہے جو آپ کی زندگی میں یا آپ کے بعد لاہور میں متعین ہوئے۔ اس مختصر تذکرہ کے بعد مناسب ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے بعض ضروری واقعات کا ذکر کیا جائے جن کا تعلق لاہور کے ساتھ ہے۔

## حضرت خلیفہ اولؓ کا ملتان تشریف لے جاتے ہوئے لاہور میں قیام

۲۴ جولائی ۱۹۱۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو ایک طبی شہادت دینے کے لئے ملتان جانا پڑا۔ رات لاہور میں قیام فرمایا۔ ۲۵ جولائی کو لاہور سے ملتان تشریف لے گئے۔ اور شہادت سے فارغ ہو کر ۲۸ جولائی کی صبح کو لاہور واپس پہنچے۔ ۲۹ تاریخ کو لاہور میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور ۳۱ کو احباب جماعت کی درخواست پر صبح کے وقت احمدیہ بلڈنگس میں "اسلام اور دیگر مذاہب" کے عنوان پر ایک پبلک تقریر فرمائی۔ شام کو واپس قادیان تشریف لے گئے۔

## حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی لاہور میں تشریف آوری

۲۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو محترم خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر مدارس ریاست جموں کے فرزند خواجہ ــــــ کا نکاح حاجی شمس الدین صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام کی دختر کے ساتھ تین ہزار روپیہ مہر قرار پایا۔ اس تقریب میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی درخواست پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب لاہور میں تشریف لائے اور صاحب موصوف کی تحریک پر ہی دو تقریریں فرمائیں۔ ایک تقریر ۲۲ اکتوبر کو براتیوں کے سامنے ہوئی جس میں آپ نے سورۃ والعصر کی نہایت ہی لطیف رنگ میں تفسیر بیان فرمائی اور دوسری تقریر ۲۳ اکتوبر کی شام کو مسجد احمدیہ میں ہوئی۔[1]

* اور محترم راجہ خورشید احمد صاحب نے بھی علی الترتیب شہر اور ضلع میں تھوڑا تھوڑا عرصہ کام کیا ہے۔

[1] بدر ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۱ء

## حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کا سفر لاہور ۱۵ جون ۱۹۱۲ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جناب شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور سے ان کی درخواست پر وعدہ فرمایا تھا کہ حضور تشریف لا کر ان کی بلڈنگ واقعہ مال روڈ کا سنگِ بنیاد رکھیں گے۔ حضرتِ اقدسؑ کے وصال کے بعد جناب شیخ صاحب کی درخواست پر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے از راہ ذرہ نوازی لاہور تشریف لا کر ان کے مکان واقعہ مال روڈ کی بنیاد رکھی۔ بنیاد کی تقریب نہایت سادہ رنگ میں منعقد ہوئی۔ پہلے حضور نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ جس میں اس امر پر مسرت کا اظہار فرمایا کہ آپ اس تقریب میں شمولیت فرما کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک وعدہ کو پورا فرما رہے ہیں۔ دوسرے شیخ صاحب نے چونکہ اپنی جائداد کے تیسرے حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی اس لئے اس قومی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا:-

"میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ دردِ دل سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالےٰ اس کو بابرکت کرے۔ اور شیخ صاحب جن کو ہم سے محبت ہے ان کی اولاد کو بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی محبت بخشے۔ . . . . . اب میں دُعا کر کے ایک اینٹ رکھ دیتا ہوں۔ پھر میرے بعد صاحبزادہ مرزا محمود احمد اور بشیر احمد اور شریف احمد اور نواب صاحب (حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ۔ناقل) دُعا کر کے ایک ایک اینٹ رکھ دیں"

اس کے بعد حضور نے حاضرین سمیت دُعا فرمائی۔

احباب کے لئے یہ امر دلچسپی کا موجب ہوگا کہ اس تقریب کی یادگار کے طور پر جو کتبہ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب نے اپنی بلڈنگ واقعہ مال روڈ کے برآمدے میں لگوایا اور جو ابتک محفوظ ہے اس پر مندرجہ ذیل الفاظ کندہ ہیں:-

ماشاء اللہ

لاقوۃ الا باللہ

**دار الرحمت**

جس کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب نے
۱۵ جون ۱۹۱۲ء مطابق ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ رکھا

## حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی تقریریں۔
## ۱۶ر جون ۱۹۱۲ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ارشاد پر ۱۶ر جون ۱۹۱۲ء کی صبح کو ۹ بجے جماعت احمدیہ کے ایک اجلاس میں ایک آیت کی تفسیر بیان فرمائی۔ اور یہ عجیب توارد ہے کہ جب آپ تقریر فرما چکے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ تشریف لائے اور حضور نے بھی اسی آیت کی تفسیر میں تقریر فرمائی حالانکہ حضور کو ہرگز اس بات کا علم نہیں تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب جلسہ میں اس آیت کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ کی تقریر کے وقت آپ فاصلہ پر عورتوں میں وعظ فرما رہے تھے۔

اس سفر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے احمدیہ بلڈنگس میں خلافت کے موضوع پر وہ معرکۃ الآراء تقریر فرمائی جو احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔

## خلافت کے موضوع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی ایک معرکۃ الآراء تقریر

حضور کی یہ تقریر ۱۶-۱۷ر جون ۱۹۱۲ء کو دو الگ الگ نشستوں میں ہوئی۔ اس تقریر کے بعض اہم حصے درج ذیل ہیں:-

"تم کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک کیا پھر اس کے مرنے کے بعد میرے ہاتھ پر تم کو تفرقہ سے بچایا۔ اس نعمت کی قدر کرو اور نکمی بحثوں میں نہ پڑو۔ میں نے دیکھا ہے کہ آج بھی کسی نے کہا کہ خلافت کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ حق کسی کا تھا اور دی گئی کسی کو۔ میں نے کہا کہ کسی رافضی کو جا کر کہدو کہ علی کا حق تھا ابوبکر نے لے لیا۔

میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی یا روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر اعتراض کرو تو سخت حماقت ہے۔

میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا انّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ۔ اس خلافتِ آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ وہ مفسد فی الارض اور مفسک الدم

ہو گا۔مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا؟ تم قرآن مجید میں پڑھ لو کہ آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ اگر وہ ابیٰ واستکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادتمند فطرت اسے اُسجدوا لآدم کی طرف لے آئے گی اور اگر ابلیس ہے تو اس دربار سے نکل جائے گا۔

پھر دوسرا خلیفہ داؤد تھا یاداؤد انا جعلنٰک فی الارض خلیفۃ (ترجمہ۔ اے داؤد! تجھے زمین میں خلیفہ ہمیں نے بنایا ہے) داؤد کو بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا۔ ان کی مخالفت کرنے والوں نے تو یہاں تک ایجی ٹیشن کی کہ وہ انارکسٹ لوگ آپ کے قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور کود پڑے۔ مگر جس کو خدا نے خلیفہ بنایا تھا کون تھا جو اس کی مخالفت کر کے نیک نتیجہ دیکھ سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا۔ رافضی اب تک اس خلافت کا ماتم کر رہے ہیں۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے۔ کروڑوں انسان ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔

یہ وہ مسجد ہے جس نے میرے دل کو خوش کیا۔ اس کے بانیوں اور امداد کنندوں کے لئے میں نے بہت دعا کی ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں عرش تک پہنچی ہیں۔ میں اس مسجد میں کھڑے ہو کر جس نے مجھے بہت خوش کیا اور اس شہر میں آ کر اس مسجد ہی میں آنے سے خوشی ہوتی ہے۔ میں اس کو ظاہر کرتا ہوں کہ جس طرح پر آدم، داؤد اور ابوبکر و عمر کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو۔ پھر سُن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ ہی میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے؟ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خاں کو کہدیں۔ پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب صاحب کا حق ہے یا ام المومنین کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعویٰ ان کے سامنے پیش نہیں کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خاں کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔

میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں کہ ان کو خدا کی رضا کے لئے محبت ہے۔ بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سُنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ میاں محمود بالغ ہے۔ اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں (مگر نہیں)، میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔ جس طرح پر علیؓ، فاطمہؓ، عباسؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر مرزا صاحب کے خاندان نے میری فرمانبرداری کی ہے اور ایک ایک ان میں سے مجھ پر ایسا فدا ہے کہ مجھے کبھی وہم بھی نہیں آسکتا کہ میرے متعلق انہیں کوئی وہم آتا ہو۔

سُنو! میرے دل میں کبھی یہ غرض نہ تھی کہ میں خلیفہ بنتا۔ میں جب مرزا صاحب کا مُرید نہ تھا۔ تب بھی میرا یہی لباس تھا*۔ مُرید ہو کر بھی اسی حالت میں رہا۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جو کچھ کیا خدا تعالیٰ نے کیا۔ میرے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی مگر خدا تعالیٰ کی مشیت نے چاہا اور اپنے مصالحہ سے چاہا۔ مجھے تمہارا امام و خلیفہ بنا دیا اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے ان کو بھی میرے سامنے جُھکا دیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو۔ مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے وبال سے بھی آگاہ رہو ۔ ۔ ۔ میں کسی کا خوشامدی نہیں۔ مجھے کسی کے سلام کی بھی ضرورت نہیں اور نہ تمہاری نذور اور پرورش کا محتاج ہوں۔ خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا وہم بھی دل میں گذرے۔

* میں لاہور سے کچھ پاس گیا اور معزز حیثیت میں گیا مگر تب بھی یہی لباس تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مخفی در مخفی خزانہ مجھے دیا ہے۔ کوئی انسان اور بندہ اس سے واقف نہیں۔ میری بیوی اور بچے تم میں سے کسی کے محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ان کا کفیل ہے۔ تم کسی کی کیا کفالت کروگے۔ واللّٰہ الغنی وانتم الفقراء

جو سُنتا ہے وہ سُن لے اور خوب سُن لے اور جو نہیں سُنتا اس کو سننے والے پہنچا دیں۔ کہ یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقدار کو نہیں پہنچی۔ رافضیوں کا عقیدہ ہے اس سے توبہ کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بنکر اطاعت اور فرماں برداری کرو۔ ابلیس نہ بنو۔

**مسئلہ اکفار** دوسرا مسئلہ جس پر اختلاف ہوتا ہے وہ اکفار کا مسئلہ ہے۔ اپنے مخالفوں کو کیا سمجھنا چاہیئے؟ اس مسئلہ کے متعلق تم آپس میں جھگڑتے ہو سُنو!

ہر نبی کے زمانہ میں لوگوں کے کفر اور ایمان کے اصول کلام الٰہی میں موجود ہیں۔ جب کوئی نبی آیا۔ اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دقّت رہ جاتی ہے؟ ایچا پیچی کرنی اور بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے کُفر، ایمان اور شرک کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ پہلے نبی آتے رہے۔ اُن کے وقت میں دو ہی قومیں تھیں۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ کیا ان کے متعلق کوئی شُبہ تمہیں پیدا ہوا؟ اور کوئی سوال اُٹھا کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں؟

جیسا کہ ابھی میں نے کہا یہ رفض کا شبہ ہے جو خلافت کی بحث تم چھیڑتے ہو۔ یہ تو خدا سے شکوہ کرنا چاہیئے کہ بھیرہ کا رہنے والا خلیفہ ہوگیا۔ کوئی کہتا ہے خلیفہ کرتا ہی کیا ہے؟ لڑکوں کو پڑھاتا ہے کوئی کہتا ہے کتابوں کا عشق ہے اس میں مبتلا رہتا ہے۔ ہزار نالائقیاں مجھ پر تھوپو مجھ پر نہیں یہ خدا پر لگیں گی جس نے مجھے خلیفہ بنایا۔ یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسے رافضی ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر اعتراض کرتے ہیں۔

غرض کفر و ایمان کے اصول تم کو بتا دیئے گئے ہیں۔ حضرت صاحب خدا کے مُرسل ہیں۔ اگر وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو بخاری[1] کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے جس میں آنے والے کا نام

[1] بخاری کا لفظ سہو کتابت ہے مراد "مسلم" ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ خود فرماتے ہیں:۔

"تمام مجددوں میں سے نبی اللہ صرف آپ ہی کے لئے احادیث میں آیا ہے۔ دیکھو مسلم۔ . . . غرض آپ کی شان بہت اعلیٰ ہے۔ اور آپ پر ایمان لانے کے سوا نجات نہیں" (الحکم جلد ۱۶ نمبر ۳۸ صفحہ ۲ ۱۹۱۲ء) (مؤلف)

نبی رکھا ہے۔ پس وہ نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں۔

اب ان کے ماننے اور نہ ماننے کا مسئلہ صاف ہے۔ عربی بولی میں کفر انکار ہی کو کہتے ہیں۔ ایک شخص اسلام کو مانتا ہے۔ اس حصہ میں اس کو اپنا قریبی سمجھو جس طرح یہود کے مقابلہ میں عیسائیوں کو قریبی سمجھتے ہو۔ اسی طرح پر یہ مرزا صاحب کا انکار کر کے ہمارے قریبی ہو سکتے ہیں اور پھر مرزا صاحب کے بعد میرا انکار ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہ کا کرتے ہیں۔

ایسا صاف مسئلہ ہے مگر نکمّے لوگ اس میں بھی جھگڑتے رہتے ہیں۔ نکمے لوگ ہیں اور کام نہیں۔ ایسی باتوں میں لگے رہتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو قلعے فتح کرتے ہیں اور ایک یہ ہیں۔

## کیا کوئی خلافت کے کام میں روک ہے

تیسری بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ میرے دوست کہلاتے ہیں اور میرے دوست ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خلافت کے کام میں روک لاہور کے لوگ ڈالتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور حدیث کو اُستاد سے پڑھا ہے اور میں دل سے انہیں مانتا ہوں۔ میرے دل میں قرآن اور حدیث کی محبت بھری ہوئی ہے۔ سیرت کی کتابیں ہزاروں روپیہ خرچ کر کے لیتا ہوں اُن کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے اور یہی میرا ایمان ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

آدم اور داؤد کا خلیفہ ہونا میں نے پہلے بیان کیا اور پھر اپنی سرکار کے خلیفہ ابوبکر اور عمرؓ رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ جس طرح ابوبکر اور عمرؓ خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما۔ اسی طرح پر خدا تعالےٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔ اب اور سُنو!

انا جعلناکم خلائف فی الارض

تم سب کو بھی زمین میں اللہ تعالیٰ نے ہی خلیفہ کیا۔ یہ خلافت اور رنگ کی ہے۔ پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالےٰ ہی کا کام ہے تو کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کے کام میں روک ڈالے۔

لاہور میرا گھر نہیں۔ میرا گھر بھیرہ میں تھا یا اب قادیان میں ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لاہور کا کوئی آدمی نہ میرے امر خلافت میں روک بنا ہے نہ بن سکتا ہے۔ پس تم ان پر بدظنی نہ کرو۔ . . . .

اگر مان لیا ہے تو شکر کرو اور نہیں تو صبر کی دوا موجود ہے۔ میں باوجود اس بیماری کے جو مجھے کھڑا ہونا

تکلیف دیتا ہے۔ اس موقعہ کو دیکھ کر سمجھاتا ہوں کہ خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں (جو سہل الحصول ہو۔ مولف) تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اَور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا (اللھم متعنا بطول حیاتہ) تو پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور نہ اب تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وُہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو کہ میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔

دیکھو! میری دُعائیں عرش میں بھی سُنی جاتی ہیں۔ میرا مولیٰ میرے کام میری دُعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔ تم ایسی باتوں کو چھوڑ دو اور توبہ کر لو۔ . . . تھوڑے دن صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہیگا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔

سُنو! تمہاری نزاعیں تین قسم کی ہیں۔ اوّل ان امور اور مسائل کے متعلق جن کا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے۔ جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں۔ جب تک ہمارے دربار سے تمہیں اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا ان پر رائے زنی نہ کرو۔

جن پر ہمارے امام اور مقتدا نے قلم نہیں اُٹھایا تم اُن پر جُرأت نہ کرو۔ ورنہ تمہاری تحریریں اور کاغذ ردی کر دیں گے۔ تم میں کوئی تصنیف کرتا ہے۔ اور اگر کہو کہ تمہارا قلم نہیں لکھ سکتا تو کیا ہم بھی نہ لکھیں؟ تو نورالدین، تصدیق، فصل الخطاب، ابطال الوہیت مسیح کو پڑھ لو۔ مجھے لکھنا آتا ہے اور خوب آتا ہے مگر خدا تعالےٰ کی ایک مصلحت نے روک رکھا ہے اور ہاں خدا نے روکا ہے۔ . . .

اب میں پھر تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ میرے بڑھاپے اور بیماری کو دیکھ لو۔ اپنے اختلافوں کو دیکھ لو۔ کیا یہ تمہیں خدا سے ملا دیں گے؟ اگر نہیں تو پھر ہماری بات مانو اور محبت سے رہو اور اس طرح پر رہو کہ میں تمہیں دیکھ کر اس طرح خوش ہو جاؤں جس طرح پر مسجد کو دیکھ کر خوش ہوا۔ جس

طرح شہر میں داخل ہو کر مسجد کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی خدا کرے کہ جاتے ہوئے مجھے یہ آواز آوے کہ تم باہم ایک ہو اور تم محبت سے رہتے ہو۔ تم بھی دعاؤں سے کام لو۔ میں بھی تمہارے لئے دعائیں کرونگا وباللہ التوفیق" لے

اس تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے خلافت، نبوت اور کفر و اسلام کے مسائل کو ایسے عام فہم پیرایہ میں حل فرما دیا ہے کہ ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس کے مخاطب کون لوگ ہیں اور کن کو یہ مسائل سمجھائے جا رہے ہیں؟ کونسا گروہ ہے جس نے خلافت اور انجمن کے تعلقات کو الجھانا چاہا۔ کونسا گروہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضور کی نبوت کا منکر بنا ہے اور کس نے مسئلہ کفر و اسلام میں طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے؟ پھر کس گروہ نے خلیفہ وقت کو معزول کرنے کی کوشش کی تھی؟ یہ سارے مسائل ایسی وضاحت کے ساتھ حق کے منکر گروہ کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ معمولی غور و فکر کرنے والے دماغ کے لئے کوئی الجھن باقی رہتی ہی نہیں۔

اس تقریر کا ایک اور فقرہ بھی قارئین کرام کے لئے قابل غور ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا۔ اُن (مسائل مؤلف) پر رائے زنی نہ کرو"

اب غیر مبائعین بتائیں کہ ان میں کونسا شخص حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا خلیفہ ہے جس نے انہیں ان کے موجودہ مسلک پر قائم کیا ہے؟

اس فیصلہ کن اور طمانیت بخش تقریر کے بعد منکرین خلافت کو چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اپنی زہریلی تقریروں کا رُخ موڑ کر اپنی سابقہ روش کو بدل لیتے۔ مگر ان کے قلوب سے منافرت اور تفرقہ انگیزی کے جراثیم مٹے نہیں۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اس تقریر کے اثر سے کچھ عرصہ کے لئے دب ضرور گئے۔ مگر اندر ہی اندر یہ مواد پک رہا تھا اور جب مکمل طور پر پختہ ہو گیا تو ان لوگوں نے سوچا کہ اب جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے بھی براہ راست ٹکر نہ لی جائے۔ ہماری کامیابی مشکل ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرکز لاہور سے ایک پرچہ بنام "پیغام صلح" نکالنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔

---

لے بدر ۴/۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء

ادھر سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضؓ جماعت کی تربیت اور رہنمائی کے لئے حضرت خلیفۂ اولؓ کی اجازت سے ایک اخبار قادیان سے جاری کرنا چاہتے تھے۔ مگر جب آپ نے یہ سُنا کہ احباب لاہور بھی ایک اخبار نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں تو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں لکھا۔ کہ لاہور سے جماعت کے احباب ایک اخبار نکال رہے ہیں اس لئے حضور اگر پسند فرمائیں تو میں اخبار نہ نکالوں۔ مگر حضور نے فرمایا کہ اس اخبار اور اس اخبار کی اغراض میں نمایاں فرق ہے۔ آپ اس سے متعلق اپنی کوشش جاری رکھیں چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ارشاد کے ماتحت قادیان سے ۱۹ر جون ۱۹۱۳ء کو "الفضل" کا پہلا پرچہ جاری ہوا۔

## "پیغام صُلح" کا اجراء ۱۰ر جولائی ۱۹۱۳ء

جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے منکرین خلافت اب کھلم کھلا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور جماعت مبائعین کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے اور اس کے لئے سوائے ایک اخبار نکالنے کے اور کوئی موثر ذریعہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ۱۰ر جولائی ۱۹۱۳ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور سے ایک اخبار بنام "پیغام صلح" نکالنا شروع کر دیا۔

ابھی اس اخبار کو جاری ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ گورنمنٹ کو رفاہ عامہ کی غرض سے کانپور کی ایک مسجد کا غسلخانہ گرانے کی ضرورت پیش آئی۔ ملک کے اخبارات نے گورنمنٹ کے اس اقدام کی شدید مخالفت کی اور اسے مذہب میں دخل اندازی قرار دیا۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی رائے یہ تھی کہ غسلخانہ مسجد کا حصہ نہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کے اس فعل کو قابلِ اعتراض قرار نہیں دیا جا سکتا۔ منکرینِ خلافت کو اس بات کا علم تھا کہ اس بارہ میں حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی کیا رائے ہے؟ مگر وہ بھی ملک کی اس رَو میں بہہ گئے اور پیغام صلح نے دیگر اخبارات کی ہمنوائی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ "پیغام صلح" میں جو مضامین حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی پالیسی کے خلاف نکلا کرتے تھے وہ جناب مولوی محمد علی صاحب سے لکھوائے جاتے تھے جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سکرٹری تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو جب مولوی صاحب کی اس دو رُخی پالیسی کا علم ہوا تو حضور سخت ناراض ہوئے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بُلوا کر دو مضامین کے نوٹ لکھوائے۔ جن میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا کہ غسلخانہ مسجد کا حصہ نہیں۔

اور یہ کہ جو لوگ اس موقعہ پر شورش کر رہے ہیں وہ ملک کی پُرامن فضا کو مکدّر کر کے کوئی اچھا کام نہیں کر رہے مگر ساتھ ہی یہ ہدایت فرمائی کہ یہ مضامین آپ کی طرف منسوب نہ کئے جائیں۔ جب یہ مضامین شائع ہو گئے تو چونکہ ان مضامین میں اخبار "پیغام صلح" کے نکتہ نگاہ سے اختلاف کیا گیا تھا اس لئے منکرین خلافت اور اُن کے ہمنواؤں نے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ "الفضل" میں مولوی محمد علی صاحب کو گالیاں دی گئی ہیں جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب بٹالوی سول سرجن جو اس وقت سرگودھا میں متعین تھے، قادیان تشریف لے گئے اور سیّدنا حضرت محمود رضی اللہ عنہ سے اس امر کا خاص طور پر ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب! یہ مضامین میرے نہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے لکھوائے ہوئے ہیں۔ وہ یہ سُنکر حیران ہو گئے اور کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضرت صاحب تو مولوی صاحب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے خلاف ایسے الفاظ کس طرح استعمال کر سکتے ہیں؟ حضور نے اسی وقت اخبار کا پرچہ منگوایا اور مضمون متعلقہ کے حاشیہ پر لکھا کہ "یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا لکھوایا ہوا ہے اور جس قدر سخت الفاظ ہیں وہ آپ ہی کے ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھے" ڈاکٹر صاحب موصوف وہ پرچہ لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چونکہ انہوں نے جلد واپس جانا تھا اس لئے جاتی دفعہ وہ پرچہ اپنے ایک رشتہ دار کے ہاتھ حضور کو بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ آپ کی بات درست ہے۔[1]

غرض یہ پہلا واقعہ تھا جس میں منکرین خلافت نے حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی پالیسی کو نظر انداز کر دیا اس کے بعد دن بدن یہ لوگ مخالفت میں بڑھتے چلے گئے حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ نے اخبار "پیغام صلح" منگوانا بند کر دیا اور اُسے "پیغام صلح" کی بجائے "پیغام جنگ" لکھنا شروع کر دیا۔ ان لوگوں نے سوچا کہ "پیغام صلح" کے ذریعہ ہم سلسلہ کے عقائد میں تو کسی حد تک بگاڑ پیدا کر سکتے ہیں (گو یہ بھی ان کی خام خیالی تھی)، مگر جب تک حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام خصوصاً حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے خلاف بھی جماعت کو پورے طور پر بدظن نہ کر لیا جائے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کام چونکہ "پیغام صلح" کے ذریعہ کھُل کر سر انجام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ پیغام صلح ان لوگوں کا ایک آفیشل آرگن تھا۔

---

[1] اختلافات سلسلہ کی تاریخ ص ۹۸

اور اس کے مضامین ان کی طرف ہی منسوب ہوتے تھے اس لئے انہوں نے ایک خاص منصوبہ کے ماتحت دو خفیہ ٹریکٹ "اظہار الحق" کے عنوان سے نکالے۔ ان ٹریکٹوں میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف خوب جی بھر کر زہر اُگلا اور اپنے دل کی بھڑاس نکالی مگر بزدلی دیکھئے کہ ٹریکٹوں کے آخر میں " داعی الی الوصیت " کے الفاظ کے بعد "مضمون نویس" کے نام کو قینچی سے کاٹ دیا گیا تا کہ قارئین ٹریکٹ مذکورہ بالا مقدس ہستیوں پر لگائے گئے الزامات کا ثبوت طلب کرنے کے لئے مضمون نویس کی طرف رجوع نہ کر سکیں۔

جماعت کو ان گمنام ٹریکٹوں کا جواب دینے کی تو ضرورت نہ تھی کیونکہ جب شائع کنندہ نے اپنا نام ہی ظاہر نہیں کیا تو قوم پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا تھا لیکن چونکہ اخبار "پیغام صلح" نے ان ٹریکٹوں کے مندرجات کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے لکھا کہ

"جو ٹریکٹ ہم نے دیکھے ہیں ان میں ذرہ شک نہیں کہ اکثر باتیں ان کی سچی ہیں"

نیز یہ بھی لکھا کہ

"ٹریکٹ ہائے کی بیان کردہ باتوں کے ساتھ اتفاق رائے رکھنے کے جرم میں اگر ہماری نسبت غلط فہمی پھیلائی جانی **لاہوری انصار اللہ** نے مناسب سمجھی ہے اور ہمارے خلاف کچھ لکھنے کا ارادہ کیا ہے تو ہماری طرف سے اگر کچھ کمی بیشی کا کلمہ لکھا گیا تو اس کی ذمہ داری بھی انہی پر ہوگی"

راقم محمد منظور الٰہی

میں ہر حرف سے متفق ہوں    سید انعام اللہ شاہ [1]

یاد رہے کہ اس تحریر میں " لاہوری انصار اللہ " سے جماعت احمدیہ لاہور کے وہ بزرگ مراد ہیں جو احمدیہ بلڈنگس والوں کی روش کو سخت ناپسند کرتے تھے اور ان کے زہریلے پراپیگنڈہ کے ازالہ کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ ان بزرگوں میں حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی موجد مفرح عنبری، حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین، حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس اعظم لاہور اور ان کے فرزندان (سوائے حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ)، حضرت میاں معراج دین صاحب عمر۔ حضرت منشی تاج الدین صاحب، حضرت میاں حاجی محمد موسیٰ صاحب اور حضرت منشی محبوب عالم صاحب نیلا گنبد وغیرہ اصحاب تھے۔ یہ دوست حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی بنائی ہوئی اس انجمن

---

[1] پیغام صلح جلد ۱ نمبر ۴۵ مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۱۳ء

انصار اللہ کے ممبر تھے جو آپ نے فروری ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اجازت اور منظوری سے بنائی تھی۔ اس انجمن کا مقصد ہی یہ تھا کہ منکرین خلافت کے فتنہ کا مقابلہ کیا جائے اور جماعت کے سادہ لوح اصحاب کو اس میں ملوث ہونے سے بچایا جائے

آمدم برسر مطلب۔ بیان یہ ہو رہا تھا کہ جب احمدیہ بلڈنگس والوں نے ان ٹریکٹوں کے مضامین کے ساتھ اتفاق ظاہر کیا تو ان کا جواب دینا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اراکین انجمن انصار اللہ قادیان کو فرمایا کہ ان ٹریکٹوں کا جواب تیار کر کے شائع کرو۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل میں انجمن مذکور نے پہلے ٹریکٹ کے جواب میں رسالہ "خلافت احمدیہ" اور دوسرے ٹریکٹ کے جواب میں رسالہ "اظہار حقیقت" لکھا اور جب ان رسالوں کا مسودہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور نے اُسے از اوّل تا آخر دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ سے اس مسودہ میں حسب ذیل الفاظ کا اضافہ فرمایا:۔

ہزار ملامت ہو پیغام پر جس نے اپنی چٹھی کو شائع کر کے ہمیں پیغام جنگ دیا اور نفاق کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ الفتنۃ نائمۃٌ لعن اللہ من ایقظہا۔ (سوئے ہوئے فتنے کو جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہو)

خیر یہ ٹریکٹ شائع کر دیئے گئے اور جماعت میں بہت مقبول ہوئے۔

اس موقعہ پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۳۷ء میں استاذی المکرم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل حلالپوری نے بھی ایک رسالہ بنام "بعض خاص کارنامے" شائع فرمایا تھا جس میں "اظہار الحق" کے دونوں ٹریکٹوں کو بھی من و عن نقل کر دیا گیا تھا۔ انجمن انصار اللہ اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دونوں کی طرف سے شائع شدہ جوابات اپنے اپنے رنگ میں بے نظیر ہیں۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی آخری وصیّت۔ ۴؍ مارچ ۱۹۱۴ء

یوں تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی صحت کافی عرصہ سے کمزور چلی آتی تھی مگر فروری ۱۹۱۴ء کے دوسرے ہفتہ میں زیادہ گرنا شروع ہو گئی۔ آخر جب طبیعت زیادہ مضمحل ہو گئی تو ۴؍ مارچ ۱۹۱۴ء کو عصر کے قریب لیٹے لیٹے حضور نے ایک وصیت تحریر فرمائی۔[1]

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے "حیات نور" صفحہ ۶۳۷ تا ۶۷۲۔

جو قلم کی خرابی کی وجہ سے اچھی طرح لکھی نہ گئی۔ اس پر حضور نے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو اور قلم لانے کا حکم دیا چنانچہ مولوی صاحب نے دیسی قلم پیش کیا تو آپ نے پوری وصیت لکھی اور اس وصیت پر خود بھی دستخط کئے اور معتمدین صدر انجمن نے بھی۔ وہ وصیت درج ذیل ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر میں مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے۔ ان کی پرورش یتامیٰ ومساکین فنڈ سے نہیں۔ کچھ قرض حسنہ جمع کیا جائے۔ لائق لڑکے ادا کریں۔ یا کتب جائداد وقف علی الاولاد ہو۔ میرا جانشین متقی ہو، ہر دلعزیز، عالم باعمل، حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگذر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔ قرآن وحدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام۔ نورالدین ۴ر مارچ ۱۹۱۴ء"[1]

جب آپ وصیت لکھ چکے تو جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو جو پاس ہی بیٹھے تھے، ارشاد فرمایا کہ اسے پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ پڑھائی۔ اور پھر دریافت فرمایا کہ کیا کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔ مولوی صاحب کا دل تو اپنے عزائم کے خلاف وصیت کو دیکھ کر غصے سے جل کر کباب ہو رہا تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے رعب کی وجہ سے بادلِ ناخواستہ کہنا پڑا کہ حضور! بالکل درست ہے۔[2]

## حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات اور مولوی محمد علی صاحب کا کردار!

### ۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ ۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء کو وفات پاگئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام۔ اور مولوی محمد علی صاحب جو مجلس معتمدین اور دیگر متعدد احباب کے سامنے حضور کی وصیت تین مرتبہ سنا چکے تھے اور اس کے صحیح ہونے کی بھی تصدیق کر چکے تھے ان کے متعلق بعد میں معلوم ہوا کہ ان کی یہ تصدیق بالکل منافقانہ رنگ رکھتی تھی کیونکہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی ایک ٹریکٹ لکھ کر لاہور میں محفوظ

---

[1] حیات نور صفحہ ۶۹۱۔

[2] دیکھئے اختلاف سلسلہ کی تاریخ کے صحیح حالات صفحہ ۱۰۰

کر رکھا تھا۔ اس ٹریکٹ کا عنوان تھا "ایک نہایت ضروری اعلان" اور اس کا مضمون تھا

اوّل (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد۔ مؤلف) اگر کسی شخص کے ہاتھ پر چالیس آدمی بیعت کر لیں تو وہ بیشک اس بات کا تو مجاز ہے کہ ان لوگوں سے جو سلسلہ میں داخل نہیں حضرت مسیح موعود کے نام پر بیعت لے لے مگر اس سے زیادہ کوئی مرتبہ اس کا سلسلہ میں تسلیم نہیں ہو سکتا۔

دوم۔ جو لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں ان کو از سر نو کسی شخص کی بیعت کی ضرورت نہیں۔

سوم۔ مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے قائم کیا۔ اپنی وصیت میں اُسے اپنا جانشین قرار دیا اور اپنی وفات سے صرف آٹھ نو ماہ پیشتر یہ تحریر اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی کہ اس انجمن کے فیصلے آپ کے بعد بالکل قطعی ہوں گے۔ اس انجمن کو توڑنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے ابتدائی ایام خلافت میں بڑی کوششیں کی گئیں اور آخری کوشش بڑے زور سے یہ کی گئی کہ قواعد میں اس امر کو درج کیا جائے کہ خلیفہ کے تمام فیصلے انجمن کے لئے قابلِ قبول ہوں گے اور وہ انجمن کے ممبروں میں سے جس کو چاہے نکال دیا کرے اور جسے چاہے داخل کر لیا کرے۔ جو دراصل انجمن کو توڑنے کے ہم معنی ہے۔ میں قوم کو اس خطرناک عنصر کے ارادوں اور منصوبوں سے صفائی سے اطلاع دیتا ہوں کہ اگر اس بات کو اب پھر اُٹھایا جائے تو ساری قوم کا فرض ہے کہ اس کا زور سے مقابلہ کرے۔ یہ سلسلہ پر وہ حملہ ہوگا جو اس کو بنیادوں تک صدمہ پہنچائے گا اور حضرت مسیح موعود کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے کو جڑوں سے اکھیڑ دے گا (صفحہ ۱۴-۱۵)

چہارم۔ چوتھی بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مسئلہ کفر و اسلام میں خدا سے ڈر کر مُنہ سے لفظ نکالو۔

پنجم۔ پانچویں بات جو میں آخر کار آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ فرما دیا ہے کہ ان کا کوئی جانشین ہو جو متقی ہو، عالم باعمل ہو اور ہر دلعزیز ہو اس لئے صرف اس فرمان کی تعمیل کے لئے تم کسی شخص کو ضرورت کے وقت اس غرض کے لئے منتخب کر لو کہ وہ ہماری قوم میں سب پر ممتاز ہو۔ تم اس کے حکموں کی قدر کرو۔ بلا کسی سخت ضرورت کے اس سے اختلاف نہ کرو مگر قومی مشورہ سے اُسے طے کردہ چالیس انصاراللہ کے فیصلہ کو احمدی قوم کا

فیصلہ نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ انصار اللہ کا بھی نہیں کہا جاسکتا لیکن تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کو مدنظر رکھو۔ اگر کہو کہ جانشین کے معنی یہ ہیں کہ جو حضرت خلیفۃ المسیح کرتے ہیں۔ وہ بھی وہی کرے تو دیکھو تم الوصیت میں لکھا ہوا پڑھتے ہو اور یہ مامور من اللہ کا کلام ہے جس پر وہ اپنی وفات تک قائم رہا۔ کہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ . . . . . ہاں ایک شخص کو ممتاز حیثیت دے دو مگر قومی مشورہ سے، جلدی میں نہیں . . . . . ہاں میں بلا کسی ڈر کے یہ کہوں گا کہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے تقویٰ سے الگ راہ پر قدم مارتے ہیں اور ہر دلعزیزی کی صفت بھی انہیں حاصل نہیں ہو سکتی (صفحہ ۱۹-۲۰)

ایک بات اس ٹریکٹ میں مولوی صاحب نے یہ لکھی تھی کہ جس شخص کو خلیفہ مقرر کیا جائے اس کے ہاتھ پر پرانے احمدیوں کو بیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ اس امر کا فیصلہ خلافت اولیٰ کے وقت ہو چکا تھا اور خود مجلس معتمدین کے ارکان یہ فیصلہ دے چکے تھے کہ احمدی جماعت کے نئے اور پرانے سب ممبروں کا فرض ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت کریں اور ان کا فرمان ہمارے لئے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا تھا۔

پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"دوسرے اُس (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے جانشین۔ مؤلف) میں وہ باتیں موجود ہونی چاہئیں یعنی متقی ہو، ہر دلعزیز ہو، عالم باعمل ہو۔ حضرت صاحب کے احباب سے نرمی اور درگذر سے کام لے۔ ہاں میں بلا کسی ڈر کے یہ کہوں گا کہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے تقویٰ سے الگ راہ پر قدم مارتے ہیں اور ہر دلعزیزی کی صفت بھی انہیں حاصل نہیں ہو سکتی"

مولوی صاحب کا یہ فقرہ کہ "ہر دلعزیزی کی صفت بھی انہیں حاصل نہیں ہو سکتی" ان کے اندرونہ کی غمازی کر رہا ہے۔ مسئلہ کفر و اسلام سلسلہ احمدیہ میں کوئی ایسا پیچیدہ مسئلہ نہیں رہا جس کے لئے ہر کس و ناکس اپنا اپنا اجتہاد شروع کر دے۔ حکم و عدل مسیح موعود علیہ السلام اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے حل فرما چکے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا مذہب بھی پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود محترم مولوی صاحب اور ان کے چند رفقاء کا واویلا کرتے چلا جانا خطرناک شرارت نہیں تو اور کیا ہے؟

اصل میں مولوی صاحب یہ سمجھتے تھے کہ اس مسئلہ کی موجودگی میں وہ غیر احمدیوں میں ہر دلعزیز نہیں

بن سکتے اور جب تک وہ ہر دلعزیز نہ بنیں لوگ اُن کی جماعت میں داخل نہیں ہوں گے لیکن نتیجہ اُلٹ نکلا۔ غیر احمدیوں نے اُلٹا انہیں منافق قرار دے دیا اور اُن کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ مگر اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ مبائعین کی جماعت نے غیر مبائعین کے خطرناک اور زہریلے پراپیگنڈہ کے باوجود حیرت انگیز ترقی کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے انجمن کو اپنا جانشین قرار دیا اور اس کے فیصلوں کو قطعی قرار دیا، اس کے ہم بھی مُنکر نہیں۔ ہم انجمن کو حضرت اقدس کا جانشین سمجھتے ہیں۔ مگر انہی معنوں میں جن میں حضرت اقدس سمجھتے تھے یعنی جو کام حضور کی زندگی میں اس کے سپرد کیا گیا تھا یعنی سلسلہ کے اموال کی حفاظت اور اس کا مناسب رنگ میں خرچ کرنا، اس پر ہم آج بھی عمل کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک صدر انجمن موجود ہے جو یہ کام کر رہی ہے اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ میں "انجمن" حضور کے سامنے جواب دہ تھی اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے جوابدہ ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ جس شخص پر چالیس آدمی اتفاق کریں اسے حضور کے فیصلہ کے مطابق دوسروں سے بیعت لینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے اس حق کو تفویض کرنا بھی خلیفہ وقت کے اختیار میں ہے حضرت خلیفۃ المسیح جب ضروری سمجھتے ہیں مرکز سلسلہ میں نہ پہنچ سکنے والے احباب کی بیعت لینے کا اپنے بعض مخلص مُریدوں کو اختیار دے دیتے ہیں۔

مسئلہ کفر و اسلام اور بعض دوسرے مسائل کے متعلق ہم پیچھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ایک معرکۃ الآراء تقریر درج کر چکے ہیں۔ غالباً اس تقریر کے سامعین میں جناب مولوی محمد علی صاحب بھی موجود ہوں گے کیونکہ وہ خاص احمدیہ بلڈنگس میں مولوی صاحب اور اُن کے رفقاء کو راہ راست پر لانے کے لئے کی گئی تھی۔ اور اگر موجود نہیں تھے تو انہوں نے یقیناً اس تقریر کو بڑے غور سے پڑھا ہوگا۔ اس تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ نصیحت بھی فرمائی تھی کہ

"سُنو! تمہاری نزاعیں تین قسم کی ہیں۔ اوّل ان امور اور مسائل کے متعلق جن کا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے۔ جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں جب

تک ہمارے دربار سے تمہیں اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دُنیا میں نہیں آتا ان پر رائے زنی نہ کرو جن پر ہمارے امام اور مقتدا نے قلم نہیں اُٹھایا۔ تم اُن پر جُرأت نہ کرو ورنہ تمہاری تقریریں اور کاغذ ردّی کر دیں گے۔"

اس نصیحت میں واضح طور پر یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ مسائل کا فیصلہ یا تو حضرت مسیح موعودؑ کر سکتے تھے اور یا حضورؑ کے خلفاء۔ جماعت کے باقی افراد کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسائل کے بارہ میں از خود کوئی فیصلہ کرنے کی جسارت کریں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کا فیصلہ ردی کاغذ کی طرح ردّ کر دیا جائے گا۔ حیرت ہے کہ اس وضاحت کے باوجود غیر مبائعین نے غیروں میں "ہر دلعزیز" بننے کے لئے جماعت احمدیہ کے مخصوص مسائل کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا اور یہ تمنا کرنے لگے کہ اب لوگ دیوانہ وار ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے مگر خود غلط بود آنچہ ماپند اشتیم! یہ سکیم ان کی اس بُری طرح فیل ہوئی کہ باید و شاید۔

غرض مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی میں حضور کی اغراض و مقاصد اور وصیت کے سراسر خلاف ایک مضمون شائع کر کے محفوظ کر لیا تھا اور انتظار کر رہے تھے کہ کب حضور کا وصال ہو اور وہ جماعت کے شیرازہ کو بکھیرنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جونہی حضرت کا وصال ہوا۔ انہوں نے احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع شدہ ٹریکٹ لے کر جماعتوں کو بھجوانا شروع کر دیا۔ جو احمدی جنازہ میں شامل ہونے کے لئے قادیان کو روانہ ہو رہے تھے ان ہیں لاہور، امرتسر اور بٹالہ کے اسٹیشنوں پر تقسیم کروانا شروع کر دیا۔ مگر باوجود اس کے جب قادیان میں انتخاب خلیفہ کا سوال پیدا ہوا تو نوے فیصدی احباب نے یہ رائے دی کہ خلیفہ کا انتخاب فوراً ہونا چاہیئے اور یہ کہ اختیارات کے لحاظ سے بھی اس کی پوزیشن وہی ہونی چاہیئے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی تھی اور اس طرح جناب مولوی محمد علی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک منصوبہ میں بھی خطرناک شکست دی اور قادیان میں موجود جماعت کی بھاری اکثریت کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا انتخاب بطور خلیفۃ المسیح عمل میں آگیا۔

# پانچواں باب

# لاہور میں امارت کا قیام

## اور

## حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے بعض اہم لیکچر

### غیر مبائعین کے منصوبے اور ناکامیاں

سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کا انتخاب ہوتے ہی جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور ان کی پارٹی کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں اور انہوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ماتحت قادیان کو خیرباد کہہ کر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اپنا الگ مرکز بنالیا۔ آتی مرتبہ قادیان کے خزانہ میں صرف چند آنے چھوڑے اور قرآن کریم کی تفسیر مکمل کرنے کے بہانہ سے مرکزی لائبریری میں سے نہایت ہی قیمتی لٹریچر بھی اپنے ساتھ لے آئے۔

اس گروہ کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے جو ایک قابل وکیل ہونے کے علاوہ ایک اچھے لیکچرار بھی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضور کی طرف سے عدالتوں میں وکالت کے فرائض سرانجام دے کر جماعت میں کافی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب صدر انجمن احمدیہ کے سکرٹری تھے۔ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر اور سلسلہ کا کام محنت سے کرنے کی وجہ سے جماعت میں کافی متعارف ہو چکے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کے درسوں میں باقاعدگی کے ساتھ شامل ہو کر قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ بھی جمع کر کے حضور کو سُنا کر اُسے انگریزی زبان کا جامہ پہنا چکے تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ قادیان کو چھوڑ کر چلے گئے تو سلسلہ کی ترقی رُک جائے گی۔ جناب مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور صدر انجمن احمدیہ کے قائمقام سکرٹری بھی تھے۔ یہ بھی کافی ہوشیار تھے۔ اسی طرح جناب ڈاکٹر

مرزا یعقوب بیگ صاحب جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنے پیشہ، خدمات اور وجاہت کی وجہ سے جماعت میں کافی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اس لئے انہیں یقین تھا کہ جماعت کی اکثریت ان کے ساتھ شامل ہو جائے گی۔ چنانچہ ان لوگوں نے مرکزِ سلسلہ سے نکل کر بیرونی جماعتوں میں طوفانی دَورے شروع کر دیئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ عقائد کو خیر باد کہہ کر غیر احمدیوں کو خوش کرنے کے لئے نئے عقائد کی اشاعت بھی کثرت کے ساتھ شروع کر دی۔ چنانچہ ان ایام میں جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اس امید کی بناء پر پہلی سالانہ رپورٹ میں لکھا۔ کہ

"حضرت مولانا محمد علی صاحب کی آواز گویا خدا تعالےٰ کی آواز ہے اور اس کے رسُول کی آواز ہے اور اس کے خلیفہ برحق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز ہے۔ یہ ضرور کامیاب ہو کر رہے گا اور جماعت کا بہترین حصّہ جو اپنے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل اور دل میں تقوی اللہ اور خشیت اللہ رکھتا ہے ضرور اس مرد میدان کے ساتھ شامل ہو جائے گا اور آخرکار یہ شخص کامیاب ہو کر رہے گا"[1]

ادھر غلامانِ محمود نے بھی حضور کے ارشاد کے ماتحت ملک بھر کی جماعتوں کا دورہ کر کے انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کرنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جاء الحق و زھق الباطل۔ جماعت کی اکثریت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور غیر مبائعین مُنہ تکتے رہ گئے۔ البتہ چند مالدار لوگ بیشک ان کے ساتھ شامل ہو گئے جو اپنی دنیاوی مصلحتوں اور کاروباری مشکلات کی وجہ سے جماعت قادیان کا ساتھ دینے سے گھبراتے تھے

لاہور جو اس فتنے کا مرکز تھا اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی کو بھجوا دیا[2]۔ حضرت مولوی صاحب نے یہاں پہنچکر دہلی دروازہ کے باہر حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کے مکان واقعہ "مبارک منزل" میں اپنا مرکز قائم کر لیا۔ آپ لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی رہ چکے تھے اس لئے جماعت کے احباب آپ سے کافی مانوس تھے۔ آپ نے تقریر اور تحریر کے ذریعہ سے غیر مبائعین کا ڈٹ

---

[1] سالانہ رپورٹ انجمن اشاعت اسلام حصہ دوم صفحہ ۱۲؎ [2] الفضل ۷ مئی ۱۹۱۴ء؎

کو مقابلہ کیا۔ مناظرات بھی کئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جماعت کی اکثریت جو اکابرین غیر مبائعین کی وجاہت کی وجہ سے مرعوب تھی، اس پر اصل حقیقت کھل گئی اور وہ مبائعین میں شامل ہو گئے۔

ان ایام میں غیر مبائعین کے ساتھ بحث کرنے کے لئے حضرت مولوی صاحب رضؓ کے خاص معاون حضرت میاں محمد سعید صاحب سعدی ابن حضرت میاں چراغدین صاحب تھے۔ میاں سعدی مرحوم کو مبائعین اور غیر مبائعین کے درمیان متنازعہ تحریرات زبانی یاد تھیں اور اس قسم کی تحریرات پر مشتمل آپ نے بعض ٹریکٹ بھی لکھے تھے۔ حضرت میاں سعدی مرحوم کی وجہ سے اس خاندان کے بعض بچے بھی غیر مبائعین کے ساتھ گفتگو کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ چنانچہ محترم میاں محمد عمر صاحب ابن حضرت میاں عبدالمجید صاحب اور پروفیسر میاں عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ابن حضرت میاں احمد دین صاحب نے تو گویا ان کی وفات کے بعد ۱۹۴۰ء سے ان کا کام قریباً قریباً سنبھال ہی لیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو خاص ملکہ رکھنے کی وجہ سے مشہور تھے۔ لیکن عام گفتگو اس خاندان کے سارے افراد کر لیتے تھے اور اس کی وجہ ایک تو حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضؓ کا وجود تھا جن کا ہیڈ کوارٹر ان کا گھر تھا۔ دوسرے اس خاندان کے ایک مشہور فرد حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسٰی شروع شروع میں غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اور ایک لمبا زمانہ ان کے ساتھ رہے۔ اپنے والد محترم حضرت میاں چراغدین صاحب کی وفات کے بعد گو انہوں نے ایک رؤیا کی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی مگر بعض عقائد میں ان کا اختلاف زندگی بھر رہا۔ اور وہ بحث کے اس قدر شوقین دلدادہ اور عادی تھے کہ تھکتے ہی نہیں تھے۔ خصوصاً مسئلہ نبوت کے متعلق تو وہ ساری عمر سلسلہ کے علماء اور اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ بحثیں کرتے رہے۔ مناظرات بھی کئے۔ چنانچہ ایک مناظرہ جو انہوں نے سلسلہ کے جید عالم حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضؓ کے ساتھ کیا تھا، شائع بھی ہو چکا ہے۔

حضرت حکیم صاحب موصوف چونکہ اس گھر میں رہتے تھے اور بحث مباحثہ ان کا ایک محبوب مشغلہ تھا اس لئے گھر کے سارے افراد ان کی بحثیں سن سن کر ان مسائل سے خوب واقف ہو گئے تھے۔ راقم الحروف نے بھی ایک لمبا عرصہ حضرت حکیم صاحب کے ساتھ گفتگو کی ہے اور انہیں گفتگو کرتے ہوئے سنا بھی ہے۔ اُن کی گفتگو اپنے بھائی حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل رضؓ

کے ساتھ خاصی دلچسپ ہوا کرتی تھی۔

لاہور چونکہ غیر مبائعین کا مرکز تھا۔ اس لئے غیر مبائعین کے لئے مرکز سے بھی بکثرت لٹریچر آیا کرتا تھا۔ جسے جماعت غیر مبائعین بھائیوں میں تقسیم کیا کرتی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کو لاہور بھجوایا (مفصل ذکر آگے آئے گا) اور خود بھی وقتاً فوقتاً جماعت کو خطوط لکھے۔ چنانچہ حضور کی ایک چٹھی جو حضور نے حضرت حکیم محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری کو لکھی اس کا چربہ درج ذیل ہے:-

از طرف محمود احمد بطرف جماعت احمدیہ لاہور

برادران

السلام علیکم لاہور کی جماعت بوجہ اس کے کہ اس میں بعض ایسے دوست پائے جاتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کے نہایت پرانے خادم ہیں اور بوجہ اس کے کہ لاہور پنجاب کا دارالخلافہ ہے اور بوجہ اس کے کہ وہ اس گروہ کا مرکز ہے جو سلسلہ احمدیہ سے علیحدہ ہو کر اپنا منکروں سے زیادہ سلسلہ کی مخالفت کر رہا ہے اور بوجہ اس کے کہ حضرت مسیح موعود یہیں پر فوت ہوئے اور آپکو وہاں جانے اور لیکچر دینے کے متعدد

2

مواقع سیشن آئے انکی خاص جماعت ہے اور
میں امید کرتا ہوں کہ یہ مذکورہ بالا خصوصیات
جو انکو حاصل ہیں ان کا انکو اچھی
طرح احساس ہوگا اور وہ اپنے فرائض کی ادائگی
کا اچھی طرح خیال رکھتے ہونگے لیکن پھر بھی میں مزید
تاکید کے لیے ان چند سطور کے ذریعہ انہیں انکے
فرائض کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں
آپ لوگوں کو میرے ایک خط کے ذریعہ سے معلوم
ہوا ہوگا کہ میں نے بعض ضرورتوں کی وجہ سے لازمی طور
کے عہدہ داروں کو خود منتخب کیا ہے جو عہدہ دار

3

بدل گئے ہیں ان کے بدلنے کی یہ وجہ نہیں کہ انکے کام
میں کچھ نقص تھا بلکہ انکا باعث اول تو شیخ
عبد الحمید صاحب کا ایک خط تھا جو انہوں نے مجھے لکھا
تھا جس میں انہوں نے بعض وجوہات سے لاہور
کی انجمن کے عہدہ دار وں میں بعض تبدیلیوں کی
خواہش کی تھی - دوسرا انکا باعث یہ تھا کہ
شیخ صاحب کو اکثر سفر درپیش رہتا تھا جس کی
وجہ سے بعض امور میں لاہور کی انجمن کے کام
میں تعویق تاخیر واقع ہو جاتی تھی ورنہ انہوں
نے نہایت محبت اور اخلاص سے کام کیا ہے

4 ہے

اور اسی وجہ سے میں نے پسند نہیں کیا کہ انکا تعلق اس عہدہ سے بکلی کٹ جاوے۔

حکیم محمد حسین صاحب میرے مخلص ہیں اور حضرت مسیح موعود سے خاص تعلق رکھتے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ دہلی کے احباب انکے کام میں ہاتھ بٹائیں گے اور ہر طرح انکی مدد کرینگے اور میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ وہ اس شکایت کو دور کرینگے جو وہانکے ڈاکٹر سید ... صاحب نے لکھی تھی کہ بعض لوگ کام میں روک ڈالتے ہیں

5

ڈرتے ہیں کہ آئندہ بیدرانہ ہونے دینگے

میرے عزیز بھائیو دین کی حالت موجودہ

اسبات کی اجازت نہیں دیتی کہ آپس کی کش

تا بفرقہ کیا جائے یا کسی دہم کی تنازعت کے باعث اپنا روپیہ

جس کا اس موقعہ اور اس وقت کو پہنچانا تو ہما

خدائے دین کے خدام میں اور مخلص خدام میں آبرور گا

نام لکھا جائے ہمارے پاس وہ کونسا چیز ہے جسکے

لیئے ہم جھگڑ سکیں وہ کام جو ہم کرتے ہیں اسلئے

کہ اسکے متعلق ہم اختلاف کریں ہمارے مال اور

ہمارے چندہ میں ہم کہ لینے جنکے متعلق ہم تشویش کے

۷

سے کام لیا جائے گیا اور وہی عزت ہمارے
لئے کافی نہیں ہے کیا اللہ تعالیٰ کی رضا ہمارے لئے
بس نہیں کہ ہم ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے دین
میں تفرقہ اندازی کے موجب ہوں

ہم نے مولوی غلام رسول صاحب کو کوئی عہدہ نہیں
دیا اسلئے نہیں کہ وہ اسکے اہل نہیں ہیں یا کہ ان کا نام
مجھے یاد نہیں تھا بلکہ اسلئے کہ لاہور کا کام
لاہور کی جماعت ہی انتظام کرے مولوی صاحب
میرے نائب اور قائم مقام عام طور پر وہاں

7

رہتے ہیں اسلئے انکی حیثیت کو بدلنا میرے
بس میں نہیں تھا۔ پس آپ لوگ بھی امید ہے
انکی اس حیثیت کا خیال رکھیں گے اور امور
دینیہ میں انکے مشورہ اور رائے کے بغیر
کوئی کام نہ کیا کریں گے

میں آخر میں آپ لوگوں کو اس امر کی طرف
بھی متوجہ کرتا ہوں کہ آپنے جماعت میں سے جو فتنہ
پھیلایا ہے اسکا علاج زیادہ تر آپ لوگ ہی
کر سکتے ہیں پس غفلت کو ترک کر کے بتادیں

۵

اور ~~[illegible]~~ کوششوں سے اس وقت تک

سامنے ہی لگ جائیں تا آپکے ذمہ کے جو فرض

ادا ہو جو تمام لاہور کی جماعت ہونیکی حیثیت

سے خدا تعالیٰ کی طرف سے آپکے لیے مقرر کیا گیا ہے

میں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

آپ لوگوں کو دین و دنیا میں کامیاب فرماوے

اور دوسری جماعتوں کے لئے نمونہ بننے کی توفیق

آپکو عطا ہو اور آپکے تمام کام اتفاق و

اتحاد سے ہوا کریں والسلام خاکسار

مرزا محمود احمد

## احمدیہ ہوسٹل لاہور کا قیام۔ ۱۹۱۵ء

خلافت ثانیہ کے ابتدائی حالات بیان کرنے کے بعد اب ہم تاریخوار بعض واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ سو سب سے اوّل "احمدیہ ہوسٹل لاہور" کے متعلق بعض واقعات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ احمدیہ ہوسٹل لاہور کے مختلف کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے احمدی طلباء کی دینی تربیت کے لئے ۱۹۱۵ء کے آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے جاری کیا گیا۔ پہلے اسلامیہ کالج کے پاس پچاس روپیہ ماہوار پر ایک مکان کرایہ پر لیا گیا۔ لیکن اس مکان میں طلبا کو بعض تکالیف تھیں۔ اس لئے عالیجناب حضرت نواب محمد علیخاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے اور مکان لینے کی رائے دی۔ چنانچہ بڑی تلاش کے بعد ایک مکان واقعہ گوالمنڈی مبلغ ستّر روپیہ ماہوار کرایہ پر لیا گیا۔ یہ عالیشان بلڈنگ حفظان صحت اور جائے وقوعہ کے لحاظ سے بہت عمدہ تھی۔ اس ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کے فرائض کی بجاآوری کا کام محترم بابو عبدالحمید صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور کے سپرد کیا گیا۔ اس وقت ہوسٹل میں کل پندرہ طالب علم تھے جو لاہور کے مختلف کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ درس تدریس کا کام حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے سپرد تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بھی جب کبھی لاہور میں تشریف لاتے تو طلبہ کی روحانی تربیت کے لئے ہوسٹل ہی میں قیام فرماتے۔

محترم جناب چوہدری اسداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا بیان ہے کہ

جن ایام میں ہوسٹل گوالمنڈی کے مکان میں تھا۔ ان ایام میں کچھ عرصہ کے لئے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے بھی سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ آپ عربی ایم۔ اے کا امتحان دینے کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔ ان دنوں آپ کا نام "رحیم بخش" تھا۔ جسے کچھ عرصہ کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بدل کر "عبدالرحیم" رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد کچا نسبت روڈ پر ایک کوٹھی کرایہ پر لی گئی۔ اس کوٹھی میں ۱۹۲۵ء تک ہوسٹل رہا۔ سپرنٹنڈنٹ محترم سید دلاور شاہ صاحبؓ تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب امیرِ جماعت تھے اور ان کی کوٹھی کچا نسبت روڈ پر "مجیٹھ ہاؤس" کے نام سے مشہور تھی۔ آجکل وہاں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ہے۔ ان ایام کے مشہور طالب علم یہ تھے۔

ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے۔ شیخ یوسف علی صاحب مرحوم پرائیویٹ سکرٹری۔ مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر۔ میاں عطاء اللہ صاحب سابق امیر راولپنڈی۔ چوہدری غلام احمد صاحب ایم۔اے مرحوم۔ صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال۔ صوفی محمد ابراہیم صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ شیخ محمد احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لائلپور۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ (سابق جج ہائی کورٹ۔ ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب۔ سید عبدالرزاق شاہ صاحب۔ چودھری محمد اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء خود۔ چودھری محمد شریف صاحب امیر جماعت احمدیہ منٹگمری۔ ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب لانجھا۔ چودھری رشید احمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ملتان۔ ڈاکٹر کرنل عطاء اللہ صاحب۔ ڈاکٹر سید عنایت اللہ شاہ صاحب۔ ڈاکٹر لال دین صاحب۔ چودھری حاکم دین صاحب ایڈووکیٹ، . . .
. . . . . . . . . . . . . اخوند عبدالقادر صاحب ایم۔اے مرحوم۔
سید محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ سید عزیز اللہ شاہ صاحب،

سنہ ۱۹۲۵ء میں ہوسٹل ۳۶۔ ایمپرس روڈ پر چلا گیا۔ وہاں سپرنٹنڈنٹ شیخ یوسف علی صاحب مرحوم تھے۔ محترم ماسٹر نذیر احمد خاں اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب بھی وہاں کچھ عرصہ سپرنٹنڈنٹ رہے۔
اس زمانہ کے مشہور طلباء کے نام یہ ہیں:۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سکرٹری وزارت مال پاکستان . . . . . ؛ حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ۔ محترم ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحوم۔ ملک کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ کوئٹہ۔ سید ظہور احمد شاہ صاحب۔ ڈاکٹر عبدالحق صاحب سول سرجن۔

اس کے بعد ہوسٹل کوٹھی "الفیض" لٹن روڈ میں چلا گیا۔ وہاں سپرنٹنڈنٹ شیخ فضل کریم صاحب پراچہ تھے۔ دو سال کے بعد وہاں سے ہوسٹل پھر ایمپرس روڈ منتقل ہو گیا۔ یہاں بھی دو سال کے قریب ہوسٹل رہا۔ اس جگہ سپرنٹنڈنٹ سید غلام مصطفیٰ صاحب تھے۔ مشہور طلباء میں سے صرف چودھری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت شیخوپورہ کا نام یاد ہے۔ آخر میں ہوسٹل ڈیوس روڈ پر چلا گیا۔ اس کوٹھی میں جو میو گارڈن کے متصل ہے اور جسے بعد میں محترم مولوی رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے الاٹ کروا لیا اور جہاں آجکل محترم مولوی صاحب کے صاحبزادگان مقیم ہیں۔

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے محترم چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب نے فرمایا کہ ہوسٹل کی نگرانی کے لئے ایک وارڈن ہوا کرتا تھا جو ہوسٹل اور نظارت تعلیم و تربیت کے درمیان بطور واسطہ ہوا کرتا تھا۔ ۱۹۳۲ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک وارڈن کے فرائض میرے ذمہ رہے تقسیم ملک کے بعد ہوسٹل ایک عرصہ تک بند رہا۔ اب پھر ۱۹۶۴ء سے گلبرگ کی ایک کوٹھی میں جاری ہوا مگر تھوڑے عرصہ بعد ہی وہاں سے منتقل ہو کر کینال پارک میں آگیا۔ اب کینال پارک میں ہے اور محترم چوہدری رحمت خاں صاحب سابق امام مسجد لندن سپرنٹنڈنٹ ہیں۔[1]

## صداقت مریمیہ کی تصنیف ۱۹۱۵ء

پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت میاں معراج دین صاحب عمر ایک ماہر انشا پرداز تھے اور سلسلہ کی تائید میں کتب اور اشتہارات لکھتے رہتے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں آپ نے "صداقت مریمیہ" کے نام سے حضرت مریم کی صدیقیت پر ایک پُر از معلومات کتاب لکھی۔

غیر مبائعین کے ساتھ مباحثے اور گفتگو جاری رہتی تھی۔ اور فریقین کی طرف سے ٹریکٹ اور کتابیں بھی شائع ہوتی رہتی تھیں۔ یہ سلسلہ ۱۹۱۶ء میں بھی برابر جاری رہا۔

## لاہور میں امارت کا قیام ۱۹۱۸ء

محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب قانونی تعلیم کو مکمل کر کے ۱۹۱۱ء میں لندن سے واپس اپنے وطن آ گئے تھے اور آتے ہی سیالکوٹ میں پریکٹس شروع کر دی تھی۔ اپریل ۱۹۱۸ء کے قریب آپ لاہور منتقل ہو گئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت لاہور کی تنظیم کو مستحکم کرنے کے لئے آپ کو لاہور کی جماعت کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ کے تقرر سے پہلے جماعت میں امارت کا عہدہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ ۱۹۱۸ء میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے لاہور میں حضرت چودھری صاحب موصوف کو اور فیروز پور میں حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کو امیر مقرر فرمایا۔ اور اس طرح ان دو نو بزرگوں کے ذریعہ سے جماعت میں امارت کی ابتداء شروع ہوئی۔ جناب چودھری صاحب نے وکالت کے پیشہ میں جلد ہی نمایاں ترقی کر لی اور آپ کا شمار لاہور کے چوٹی کے وکلاء میں ہونے لگا۔ آپ صدر انجمن احمدیہ کے قانونی مشیر بھی تھے۔ اور جماعتی مقدمات میں بھی اکثر ہندوستان بھر میں جایا کرتے تھے۔

---

[1] آجکل ہوسٹل ۱۰۸-سی ماڈل ٹاؤن میں منتقل ہو چکا ہے۔ مؤلف

## ۱۹۱۹ء میں حضرت امیر المومنین رضؓ کی لاہور میں دو اہم تقریریں

۱۲ر فروری ۱۹۱۹ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بغرض علاج لاہور میں تشریف لائے مگر علاج کے ساتھ ساتھ حضور نے دو عظیم الشان تقریریں بھی کیں۔

حضور کی پہلی تقریر "اسلام اور تعلقات بین الاقوام" کے موضوع پر ۲۳ر فروری کو بریڈلا ہال میں ہوئی اور دوسری "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے موضوع پر مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج کے زیر اہتمام حبیبیہ ہال میں ہوئی پہلی تقریر کے دوران صدارت کے فرائض حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے سرانجام دیئے اور دوسری تقریر جناب سید عبد القادر صاحب ایم۔ اے کی صدارت میں ہوئی۔ جناب سید عبد القادر صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا :-

"آج کے لیکچرار اس عزت، اس شہرت اور اس پائے کے انسان ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحب ناواقف ہوں۔ آپ اس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا اور بالخصوص عیسائی عالم میں تہلکہ مچا دیا تھا" لے

اس تقریر میں حضور نے عبد اللہ بن سبا اور اس کے باغی ساتھیوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی اور یہ مضمون جو نہایت ہی مشکل اور پیچیدہ تھا اور جسے مشہور تاریخ دان اصحاب بھی بیان کرنے سے ہچکچاتے تھے اسے حضور نے ایسے عام فہم اور دلکش پیرایہ میں بیان فرمایا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ جناب سید عبد القادر صاحب نے خاتمہ تقریر پر فرمایا۔

"حضرات! میں نے بھی کچھ تاریخی اوراق کی ورق گردانی کی ہے اور آج شام جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی معلوم ہے اور اس پر میں اچھی طرح رائے زنی کر سکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں اور میری علمیت کی روشنی اور جناب مرزا صاحب کی علمیت کی روشنی میں وہی نسبت ہے جو اس (میز پر رکھے ہوئے لیمپ کی طرف اشارہ کر کے) کی روشنی کو اس بجلی کے لیمپ (جو اوپر آویزاں تھا کی طرف انگلی اٹھا کر) کی روشنی سے ہے۔ حضرات! جس فصاحت اور علمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت ہی مشکل

---

لے الفضل ۸ر مارچ ۱۹۱۹ء۔

باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہیں کا حصّہ ہے "۔ ؎۱

جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" نے "ایک قابل قدر لیکچر" کے عنوان سے لکھا:۔

"ہم علانیہ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء کو حبیبیہ ہال لاہور میں خلافت اسلامیہ کے اندرونی اختلافات پر جو لیکچر انہوں (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ مؤلف) نے دیا وہ نہایت ہی قابل قدر اور لائق تحسین تھا۔ جس محنت اور جس قابلیت کے ساتھ میاں صاحب نے تاریخ کی ورق گردانی کر کے ان اسباب کو معلوم کیا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات اور آپس کی نزاعات اور جنگوں کا باعث تھے اور جس خوبی کے ساتھ اس الزام کو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم دراصل ان فتنوں کے موجب تھے ان خیر القرون کے بزرگوں سے اُتارنے کی کوشش کی ہے وہ داد دینے کے قابل ہے۔" ؎۲

یہ تقریر جب اگلے سال یعنی ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی تو اس کی ابتداء میں جناب سید عبدالقادر صاحب نے تمہیداً لکھا کہ

"فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی تاریخ اسلامی سے کچھ شُدبُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمان کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصلی وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلّل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گذرا ہوگا" ؎۳

## ۱۹۲۰ء میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی لاہور میں تقریریں

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے زمانۂ امارت کی ایک خصوصیت یہ

---

؎۱ الفضل ۸ مارچ ۱۹۱۹ء۔ ؎۲ پیغام صلح ۲ مارچ ۱۹۱۹ء۔

؎۳ سرورق "اسلام میں اختلافات کا آغاز"۔ بار دوم۔

تھی کہ آپ کے زمانہ میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جب بھی لاہور تشریف لاتے تھے اونچے طبقہ کے لوگ حضور سے ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے اور پبلک تقریریں بھی بکثرت ہوا کرتی تھیں جن سے ہر طبقہ کے لوگ فائدہ اُٹھاتے تھے۔ چنانچہ جب حضور ۱۳ فروری ۱۹۲۰ء کو لاہور میں تشریف لائے اور ایک عشرہ قیام فرمایا تو اس اثنا میں حضور نے پانچ اہم تقریریں فرمائیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے :۔

(۱) پہلی تقریر ۱۵ فروری کو بریڈلا ہال میں حضرت خان ذوالفقار علی خاں صاحب کی صدارت میں ہوئی۔ اس تقریر میں حضور نے وزیراعظم انگلستان کے اس ادعا کو عقلی اور نقلی دلائل سے غلط ثابت کیا کہ آئندہ دنیا کا امن عیسائیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضور نے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے واضح فرمایا کہ مستقبل میں دنیا کا امن صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔[۱]

(۲) دوسری تقریر " واقعات خلافت علوی " کے موضوع پر خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب کی صدارت میں حبیبیہ ہال میں ہوئی جس کا انتظام لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی نے کیا تھا۔ اس تاریخی تقریر میں بھی حضور کا اسلوب بیان، واقعات کی چھان بین اور طرز استدلال اسی رنگ کا تھا جو حضور کے مشہور لیکچر " اسلام میں اختلافات کا آغاز " میں پایا گیا تھا۔ حاضرین جلسہ پر اس تقریر کے اثر کا کچھ اندازہ صاحب صدر کے ان ریمارکس سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے تقریر کے خاتمہ پر دیئے۔ انہوں نے فرمایا۔

> " حضرات ! میں آپ سب صاحبان کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس پُرزور خطابت اور پُر از معلومات تقریر کے لئے جو آپ نے اس وقت ہمارے سامنے کی ہے میں نے دیکھا ہے کہ حضرت نے قریباً تین گھنٹے تقریر کی ہے اور آپ صاحبان نے ہمہ تن گوش ہو کر سُنی ہے۔ اس تقریر سے جو وسیع معلومات اسلامی تاریخ کے متعلق معلوم ہوئے ہیں ان میں سے بعض بالکل غیر معمولی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کی تلاش اور تجسس کے لئے کسی وقت بہت سی کتب کا مطالعہ کیا ہوگا۔ مگر میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ یہ باتیں محض مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں بلکہ ؎
>
> ایں سعادت بزور بازو نیست
>
> تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

---

[۱] الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۰ء۔

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس روانی سے کسی نے تاریخی معلومات کو مسلسل بیان کیا ہو اور پھر کسی تاریخی مضمون سے ایسا لطف آیا ہو جو کسی داستان گو کی داستان میں بھی نہ آسکے۔ اس کے لئے میں پھر شکریہ ادا کرتا ہوں "[۱]

(۳) تیسری تقریر حضور نے "مذہب اور اس کی ضرورت" کے موضوع پہ احمدیہ ہوسٹل لاہور میں فرمائی۔ ۱۸ر فروری ۱۹۲۰ء کی یہ تقریر حضور نے "ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت" میں کی جو دراصل مستشرقین یورپ کے اعتراضات کے جوابات میں تھی۔ حضور نے موجودہ علمی تحقیقات کو مدنظر رکھ کر ایسے دلکش پیرایہ میں یہ تقریر کی کہ سامعین وجد میں آگئے۔[۲]

(۴) چوتھی تقریر حضور نے ۱۹ر فروری ۱۹۲۰ء کو احاطہ میاں چراغدین صاحب بیرون دہلی دروازہ میں کی۔ یہ ایک قسم کی تبلیغی تقریر تھی جو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے مجمع میں مسلسل اڑھائی گھنٹہ تک جاری رہی اس تقریر میں حضور نے صداقت احمدیت کو ایسے اچھوتے رنگ میں بیان فرمایا کہ اکثر سامعین کی آنکھیں پُرنم تھیں اور وہ بیحد متاثر نظر آتے تھے۔[۳]

(۵) پانچویں تقریر میں جو ۲۴ر فروری کو ہوئی[۴] خاص جماعت احمدیہ لاہور مخاطب تھی مگر موضوع اس قسم کا تھا جس سے ساری جماعت فائدہ اٹھا سکتی تھی۔[۵]

یاد رہے کہ ان ایام میں حضور صرف تقاریر ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ دن کے اوقات میں اکثر غیر احمدی اور غیر مسلم حضرات ملاقات کے لئے بھی تشریف لاتے رہتے تھے چنانچہ بعض مشہور ہستیوں کا ذکر الفضل کے اوراق میں بھی ہے۔ انہی میں سے ایک صاحب مسٹر رچرڈ پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور تھے جن سے حضور نے متعدد دینی مسائل کے بارہ میں گفتگو فرمائی اور وہ بہت ہی متاثر ہو کر گئے۔[۶]

## سفر لاہور۔ ۴ر مارچ ۱۹۲۱ء

۴ر مارچ ۱۹۲۱ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ایک مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے لاہور

---

[۱] الفضل یکم مارچ ۱۹۲۰ء [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] ۲۲ر فروری کو حضور امرت سر تشریف لے گئے اور بندے ماترم ہال میں "صداقت اسلام اور ذرائع ترقی اسلام" پر ایک شاندار تقریر فرمائی جو علماء سو کی اشتعال انگیزی کے باوجود بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ رات کی گاڑی سے حضور واپس لاہور تشریف لے آئے (الفضل ۱۵ر مارچ ۱۹۲۰ء) [۵] الفضل ۱۵ر مارچ ۱۹۲۰ء [۶] الفضل ۲۳ر فروری ۱۹۲۰ء

تشریف لائے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور نے دو تقریریں بھی فرمائیں۔ ایک "مذہب کی ضرورت" کے عنوان پر اور دوسری "حقیقی مقصد اور اس کے حصول کے طریق" پر[۱]

**مباحثہ لاہور**

۱۹۲۱ء کے دوران میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے لاہور میں منشی پیر بخش صاحب ایڈیٹر رسالہ "تائید الاسلام" کے ساتھ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلافی مسائل پر ایک شاندار مباحثہ کیا جو "مباحثہ لاہور" کے نام سے شائع ہوا۔ الفضل میں بھی اس کا ذکر ہے[۲]

**لاہور میں حضور کی تشریف آوری**
**۲۳ فروری ۱۹۲۲ء**

۲۳ فروری ۱۹۲۲ء کو حضور ایک ہفتہ کے لئے لاہور تشریف لائے اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کوٹھی پر قیام فرمایا۔ حضرت چوہدری صاحب نے حضور اور حضور کے خدام کی حتی المقدور مہمان نوازی اور خاطر مدارات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

اس سفر میں حضور نے ایک تو شہزادہ پرنس آف ویلز کے استقبال میں شمولیت اختیار فرمائی۔ دوسرے وعظ و نصیحت اور تبلیغ سلسلہ حقہ سے اپنوں اور غیروں کو خوب فائدہ پہنچایا۔ الفضل نے حضور کے اس ہفتہ کے کاموں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے جو رپورٹ شائع کی ہے وہ درج ذیل ہے

"حضور خلیفۃ المسیح نے لاہور کے قیام کا ایک ہفتہ وعظ و نصیحت اور ارشاد و ہدایت میں صرف کیا۔ کہیں جماعت کے نونہال طلبا کو وعظ کرتے تھے۔ کہیں عام لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ کہیں ایک جلسہ کی صورت میں تعلیم یافتہ لوگوں کو مذہبی اور روحانی لذت کا شوق دلاتے تھے کہیں دہریت اور مادیت کی رگ پر نشتر رکھتے تھے۔ کہیں عیسویت کا سحر باطل کرتے تھے۔ کہیں منکرین الہام و نبوت کو قائل کرتے تھے . . . . غرض ایک کیفیت تھی۔ ایک حال تھا۔ ایک ولولہ تھا جو چلتا پھرتا اور کام کرتا اور لوگوں کو کام کرنے پر آمادہ کرتا نظر آتا تھا۔ اس سفر میں بہت سے لوگوں کے شکوک مذہب کے متعلق دور ہوئے۔ بہت سے اوہام باطل ہوئے۔ اور قریباً بیس پچیس شخصوں نے بیعت بھی کی"[۳]

---

[۱] الفضل ۳ مارچ ۱۹۲۱ء [۲] الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء [۳] الفضل ۹ مارچ ۱۹۲۲ء

## مسجد احمدیہ مغلپورہ گنج میں دو نفل

حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب (نیلہ گنبد لاہور) نے مغلپورہ گنج میں ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جب حضور لاہور میں تشریف لائے تو اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے انہوں نے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور از راہ نوازش مسجد کو دیکھ کر اپنے غلام کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ چنانچہ حضور ۲۶؍ فروری ۱۹۲۲ء کو مغلپورہ گنج تشریف لے گئے اور اس مسجد میں دو نفل نماز بھی پڑھائی۔[۵۱]

## احمدیہ انٹر کالجیئٹ ایسوسی ایشن کے اجلاس میں تقریر

۲۷؍ فروری ۱۹۲۲ء کو حضور نے عہدیداران احمدیہ انٹر کالجیئٹ ایسوسی ایشن کی درخواست پر ان کے ایک اجلاس میں "رُوح کی نشأۃ ثانیہ" کے موضوع پر ایک پُر از معلومات تقریر فرمائی جس سے حاضرین کی مذہبی معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔[۵۲]

لاہور کے اس قیام میں بھی جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے بہت سے معززین حضور کی ملاقات کے لئے تشریف لائے جن میں سے دیال سنگھ کالج کے پرنسپل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

## تحفہ پرنس آف ویلز

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ پرنس آف ویلز کا استقبال ایک تو ارشاد نبوی اذا جاءکم کریم قوم فاکرموہ کی تعمیل میں تھا۔ دوسرے اس ملاقات کے پیچھے بھی تبلیغی جذبہ کار فرما تھا۔ حضور نے ۲۲۰۸۵ احمدیوں کے چندہ سے شہزادہ ویلز کو تبلیغ اسلام و احمدیت کی غرض سے ایک رسالہ تیار فرمایا تھا اور "تحفہ شہزادہ ویلز" (A PRESENT TO THE PRINCE OF WALES) اس کا نام رکھا تھا۔

اگر حضور خود ملاقات نہ کرتے تو اس تبلیغی تحفہ کا وہ اثر ہرگز نہ ہوتا جو ملاقات کے بعد ہوا۔ حضور کی عظیم شخصیت کا شہزادہ پر بہت ہی گہرا اثر پڑا تھا۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ حضور نے ملاقات سے قبل گورنر پنجاب کی معرفت یہ امر منوا لیا تھا . . . . . . . . . . . . . .

. . . کہ حضور مغربی طرز ملاقات کے خلاف اسلامی طرز ملاقات کو اختیار فرمائیں گے۔

اس رسالہ میں حضور نے نہایت ہی احسن طریق سے عیسائیت کا بطلان اور اسلام کے فضائل

---

۵۱ الفضل ۲۷؍ فروری ۱۹۲۲ء ۵۲ الفضل ۶ مارچ ۱۹۲۲ء

بیان فرمائے ہیں۔ اور ایسے خوبصورت پیرایہ میں یہ رسالہ لکھا گیا ہے کہ جب شروع کیا جائے ختم کرنے سے قبل اسے ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

**مباحثہ لاہور**

۱۹۲۲ء میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی میں محترم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب نے پادری جنن خاں کے ساتھ اختلافی مسائل پر ایک کامیاب مناظرہ کیا۔[۱]

**ملک بھر کو پیغام صلح اور ہندو مسلم مشکلات کا صحیح حل!**

۱۹۲۲ء میں مہاتما گاندھی اور مولانا محمد علی و شوکت علی صاحبان کے دوروں کی وجہ سے ہندو مسلمانوں میں اتحاد اور یگانگت کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور سارا ملک اس امر پر متحد ہو گیا تھا کہ انگریزوں کی غلامی سے ہندوستان کو آزاد کروایا جائے مگر آریوں نے ملکانہ میں شدھی اور سنگٹھن کی تحریک جاری کر کے مسلمانانِ ہندوستان کے جذبات کو سخت مجروح کیا جس کی وجہ سے ملک کا امن برباد ہو گیا۔ ہندو مسلم فسادات روزانہ کے معمول بن گئے۔

ان حالات کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سخت مضطرب ہو کر میدانِ عمل میں نکل آئے اور حضور نے ہندوستان کی تمام قوموں کے نام صلح کا پیغام دیتے ہوئے قومی اور ملکی مشکلات کا صحیح حل اہلِ وطن کے سامنے رکھا اور اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ حضور نے لاہور تشریف لا کر ۱۴ ؍نومبر ۱۹۲۳ء کو خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب کی صدارت میں بریڈلا ہال میں ایک تقریر کی جس میں ہندو اور مسلمان کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ خان بہادر صاحب موصوف نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا:-

"جناب مرزا صاحب کو جو ملکہ اس مسئلہ اور اسی طرح اور بہت سے اہم مسائل پر غور فرمانے کا حاصل ہے وہ معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی ہے کیونکہ آپ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے مذہبی پیشوا ہیں اور آپ نے اپنی زندگی مذہبی معاملات پر غور و فکر کرنے کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔"[۲]

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضور نے پہلے تو مسلمان قوم کو خود حفاظتی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہیں اسلامی نقطہ نگاہ سے ایسی تجاویز بتائیں کہ جن پر عمل

---

[۱] الفضل ۲۵/۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء  [۲] الفضل ۲۴/۲۳ نومبر ۱۹۲۳ء

کرنے سے وہ اپنی تنظیم کو مضبوط کر سکتی تھی۔ بعد ازاں ہندو مسلم صلح کے لئے چند سنہری اصول بیان فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

اوّل سب مذاہب والے ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کا احترام کریں۔

اگر ایسا ہونا ممکن نہ ہو تو

دوم دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کی بجائے سب قومیں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے پر اکتفا کریں۔

اگر یہ بھی مشکل ہو تو

سوم ہم اس امر پر بھی اتفاق اور اتحاد کے لئے تیار ہیں کہ غیر مسلم یہ اقرار کریں کہ وہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں نہیں دیں گے اور خدا اور اس کے رسول کے خلاف بدزبانی کا سلسلہ بند کر دیا جائیگا۔

البتہ ایک دوسرے کے مسلمہ اصولوں کی بنا پر اعتراض کیا جا سکے گا۔

چہارم۔ مذہبی لوگوں سے ان کا کوئی مسلمہ مذہبی اصل ترک کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ مثلاً ہندو مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ گائے کا گوشت کھانا چھوڑ دو۔ مگر سوال یہ ہے کہ گائے اگر متبرک ہے تو ہندوؤں کے نزدیک ہے۔ مسلمان اس کا گوشت کھانا آخر کیوں چھوڑ دیں جبکہ ان کا مذہب اس کی اجازت دیتا ہے۔

پنجم۔ ہر قوم دوسری قوم کے حقوق تسلیم کرے۔ عجیب بات ہے کہ ہندو یہ تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو سوراج لے کر دیں گے مگر مسلمانوں کو ان کے چھوٹے چھوٹے حقوق دینے کے لئے تیار نہیں۔

ششم۔ ہندو کہتے ہیں۔ آل انڈیا نیشنل کانگرس کو سب قومیں تسلیم کریں مگر حالت یہ ہے کہ ذرا سے اختلاف کی بنا پر لوگوں کو اپنے اپنے خیالات پیش کرنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا جب تک ہر نقطہ نظر کے لوگوں کو آزادی سے اپنے خیالات پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے کانگرس کبھی بھی سارے ملک کی نمائندہ نہیں ہو سکتی۔[۵]

حضور کا یہ لیکچر حاضرین نے پوری توجہ اور انہماک سے سُنا۔ لیکچر کے اختتام پر صدر جلسہ نے کہا:۔

---

[۵] ریویو آف ریلیجنز اردو جون ۱۹۲۷ء

"میں جناب مرزا صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایسی جامع اور پُر مغز تقریر فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں اپنا سارا وقت دینیات کے مطالعہ پر صرف کرتا ہوں۔ مگر اس وقت آپ نے سیاسیات پر ایسی وسعت سے روشنی ڈالی ہے کہ زبان اور دل سے تحسین نکلتی ہے . . . . جناب مرزا صاحب نے اتفاق و اتحاد کے ہر پہلو پر نگاہ ڈالی ہے جس کی سیاسی لیڈروں سے توقع نہیں ہو سکتی نہ وہ اس طرح نگاہ ڈال سکتے ہیں کیونکہ وہ کسی (سیاسی) پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس لئے آپ نے نہایت آزادی اور وسعت سے ہر پہلو کو بیان فرمایا ہے" [1]

## اسلام پر مغربی علماء کی نکتہ چینی ۱۵ر نومبر ۱۹۲۳ء

اس سے اگلے روز یعنی ۱۵ر نومبر ۱۹۲۳ء کو حضور نے آنریبل سر فضل حسین صاحب وزیر تعلیم کی صدارت میں اسلامیہ کالج کے ہال میں ایک اہم تقریر فرمائی جس کا موضوع تھا۔

"اسلام پر مغربی علماء کی نکتہ چینی"

حضور کا یہ لیکچر ایسا جامع اور پُر از معلومات تھا کہ سامعین نے حیرت و استعجاب کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بالکل خاموشی اور سکون کے ساتھ اسے سُنا۔

## ادارہ "پیغام صلح" کی طرف سے حضرت چودھری ظفر اللہ خانصاحب کی رضا کارانہ وکالت

۱۹۲۳ء کے واقعات میں ایک قابل ذکر واقعہ یہ بھی ہے کہ اس سال کے آخر میں ادارہ "پیغام صلح" پر ایک مضمون "وید کا بھید" کی اشاعت کی بنا پر مقدمہ دائر تھا جس کی حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے رضا کارانہ طور پر وکالت کی۔ [2]

## مباحثہ لاہور

اس سال حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے لاہور میں پنڈت دھرم بھکشو اور پنڈت رامچندر دہلوی سے ایک کامیاب مباحثہ بھی کیا۔ [3]

## لجنہ اماء اللہ لاہور کا قیام

۱۹۲۳ء کے خاص واقعات میں سے ایک واقعہ لاہور میں لجنہ اماء اللہ کا قیام ہے۔

قادیان دارالامان میں لجنہ اماء اللہ کی بنیاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے

---

[1] الفضل ۲۲/۲۳ نومبر ۱۹۲۳ء [2] الفضل ۱۲ر اکتوبر ۱۹۲۳ء [3] الفضل ۲۷ر نومبر ۱۹۲۳ء

۲۵ دسمبر ۱۹۲۲ء کو رکھی اور اس کی پہلی سکرٹری حضرت امۃ الحی صاحبہ کو مقرر فرمایا حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہؓ نے اس کام کو خوب محنت اور ذوق و شوق سے شروع فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ اہم خدمت حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہؓ اور پھر حضرت سیدہ ام طاہرؓ کے سپرد ہوئی جب اس تنظیم کا قیام عمل میں آیا تو ممبرات نے صدارت کے لئے حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں درخواست کی مگر حضرت ام المومنینؓ نے غالباً پہلے ہی اجلاس میں حضرت سیدہ ام ناصرؓ کو اپنی جگہ بٹھا کر صدارت کا فیصلہ ان کے حق میں فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اپنی وفاتؑ تک اس فرض کو نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ خدمت حضرت ام متین صاحبہ کے سپرد کر دی گئی جسے آپ اب تک نہایت محنت، جانفشانی اور کمال جد و جہد کے ساتھ سرانجام دے رہی ہیں۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں لجنہ کو اس کے فرائض سے آگاہ کرنے کے لئے جو چٹھی ۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء کو لجنہ کے نام لکھی اس میں تحریر فرمایا کہ

"دشمنانِ اسلام میں عورتوں کی کوششوں سے جو رُوح بچوں میں پیدا کی جاتی ہے اور جو بدگمانی اسلام کی نسبت پھیلائی جاتی ہے اس کا اگر کوئی توڑ ہو سکتا ہے تو وہ عورتوں ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ اور بچوں میں اگر قربانی کا مادہ پیدا کیا جا سکتا ہے تو وہ بھی ماں ہی کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ پس علاوہ اپنی رُوحانی و علمی ترقی کے آئندہ جماعت کی ترقی کا انحصار بھی زیادہ تر عورتوں ہی کی کوشش پر ہے۔ چونکہ بڑے ہو کر جو اثر بچے قبول کر سکتے ہیں وہ ایسا گہرا نہیں ہوتا جو بچپن میں قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کی اصلاح بھی عورتوں کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے" ؎۲

اس تحریر کی وضاحت میں حضور نے سترہؔ امور بیان فرمائے جن کو مدنظر رکھ کر اس تنظیم کو چلانا مقصود تھا۔ ؎۳

جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے ۱۹۲۳ء میں لجنہ اماء اللہ لاہور کا قیام عمل میں لایا گیا گو یہ قیام باقاعدہ تنظیم کے ماتحت نہ تھا۔ مگر جیسا کہ محترمہ زینب حسن صاحبہ جنرل سکرٹری لجنہ اماء اللہ لاہور نے بیان

---

؎۱ حضرت سیدہ کی وفات ۳۱ جولائی ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔ ؎۲ و ؎۳ الازہار لذوات الخمار صفحہ ۶۸ تا ۷۲۔

فرمایا ہے۔ شروع شروع میں محترمہ اہلیہ صاحبہ محمد اسحاق صاحب مرحوم اور محترمہ اماں پہلوانی صاحبہ نے اس کام کی ابتدا کی۔ یہ دونوں بزرگ خواتین ہر جمعہ کی نماز کے بعد مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں لجنہ کے جلسہ کا انتظام کرتیں۔ خود پنجابی میں تقریریں کرتیں اور بعض اوقات مردوں کی تقاریر کروا کر ان جلسوں کو زیادہ مفید اور مؤثر بنانے کی کوشش فرماتیں۔ ممبرات سے چندہ بھی باقاعدگی کے ساتھ وصول کر کے مرکز میں بھجواتیں۔ چند سالوں کے بعد ایک خاتون محترمہ زبیدہ نامی لاہور میں تشریف لائیں۔ ان کے آنے پر اس تنظیم نے باقاعدگی کا رنگ اختیار کیا۔ چنانچہ بالاتفاق انہیں لجنہ کی صدر اور محترمہ اہلیہ صاحبہ بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر کو سکرٹری چُنا گیا۔ ان کے ساتھ سکرٹری مال کا عہدہ محترمہ اہلیہ مرزا محمد صادق صاحب مرحوم کے سپرد کیا گیا۔ تینوں مستورات نے طویل عرصہ تک اس کام کو حُسن و خوبی کے ساتھ چلایا۔ پھر جب محترمہ زبیدہ خاتون صاحبہ لاہور سے تشریف لے گئیں اور محترمہ اہلیہ صاحبہ بابو عبدالحمید صاحب بیمار ہو گئیں تو محترمہ اہلیہ صاحبہ مرزا محمد صادق صاحب کے ساتھ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ محمد سعید صاحب نے مل کر کام کرنا شروع کر دیا۔ اس زمانہ میں لاہور کی وسعت کو مدنظر رکھ کر لجنہ کے کام کو حلقوں میں تقسیم کیا گیا۔ ۱۹۴۱-۴۲ء میں لجنہ اماء اللہ حلقہ چابک سواراں میں لجنہ کی صدر محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ مغل اور سکرٹری محترمہ زینب حسن صاحبہ مقرر ہوئیں۔

محترمہ زینب حسن صاحبہ کا بیان ہے کہ

۱۹۴۷ء تک اس حلقہ کا کام دوسرے تمام حلقوں سے شاندار رہا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد جب حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قادیان سے بھی کافی مستورات یہاں آ گئیں تو حُسنِ کارکردگی کی وجہ سے آپ کو لاہور کی جنرل سکرٹری اور محترمہ امۃ اللہ صاحبہ مغل کو صدر مقرر کیا گیا۔

۱۹۵۱ء میں لجنہ اماء اللہ لاہور کی ممبرات نے محترمہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو جنرل صدر کے طور پر منتخب کیا۔ آپ کے بعد ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۸ء لاہور کی جنرل صدر محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بیگم حضرت مرزا مظفر احمد صاحب مقرر ہوئیں۔ آپ کے زمانہ میں لاہور کو بارہ حلقوں کی بجائے بیس حلقوں میں تقسیم کیا گیا۔ پھر ۱۹۵۹ء میں جب کام اور وسیع ہوا تو چھبیس حلقے مقرر ہوئے اور ان کی جنرل صدر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور انسپکٹرس بیگم صاحبہ مرزا رشید احمد صاحب قرار پائیں۔ اور اب تک

یہ نظام قائم ہے۔

اس وقت لاہور کی مجلس عاملہ کی اراکین کے نام یہ ہیں :۔

| | |
|---|---|
| ۱۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ | جنرل صدر |
| ۲۔ محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ بیگم مرزا حمید احمد صاحب | نائب صدر |
| ۳۔ محترمہ زینب حسن صاحبہ (۱۹۵۱ء سے) | جنرل سکرٹری |
| ۴۔ محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ | نائب جنرل سکرٹری |
| ۵۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الباری صاحبہ بیگم خان عباس احمد خاں صاحب بعدہٗ دو سال سے محترمہ زینب حسن صاحبہ یہ کام بھی کر رہی ہیں | سکرٹری مال |
| ۶۔ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ (۱۹۴۸ء سے) | سکرٹری شعبہ خدمت خلق |
| ۷۔ محترمہ والدہ صاحبہ اختر محمود | نائب " " |
| ۸۔ محترمہ احمدی بیگم صاحبہ ایک سال سے | سکرٹری تعلیم |
| ۹۔ محترمہ بیگم صاحبہ جناب غلام احمد صاحب | سکرٹری نمائش |
| ۱۰۔ محترمہ بیگم صاحبہ میر مشتاق احمد صاحب | نگران چار حلقہ جات |

## لجنہ اماء اللہ لاہور کی ایک رپورٹ کارگزاری

محترمہ زینب حسن صاحبہ جنرل سکرٹری نے خاکسار مؤلف کتاب ہذا کو اپنے حلقہ چابک سواراں کے کام سے متعلق ۱۹۴۶ء کا ایک چارٹ دکھایا ہے جس میں جنوری ۱۹۴۶ء تا اگست ۱۹۴۶ء رپورٹ کارگزاری درج ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ تمام شعبوں یعنی شعبۂ مال، شعبۂ خدمتِ خلق، شعبۂ تعلیم، شعبۂ تبلیغ، شعبۂ تربیت واصلاح اور شعبہ ناصرات الاحمدیہ میں خاطر خواہ کام کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اجلاسوں کی تعداد کو لیجئے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں کل ۳۴ جلسے منعقد ہوئے جن میں شعبہ خدمتِ خلق کے ماتحت متعدد ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں کی تقاریر کروائی گئیں۔ شعبہ تعلیم کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس باقاعدہ جاری رہا۔ شہادۃ القرآن کا امتحان لیا گیا اور اس کے لئے باقاعدہ روزانہ مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں آکر خاکسار مؤلف کتاب ہذا سے ممبرات نے سبقاً سبقاً کتاب پڑھی۔ شعبہ تبلیغ کے ماتحت مرکز سے ٹریکٹ منگوا کر تقسیم کئے جاتے رہے۔

ماہ مارچ میں ایک خاتون نے بیعت بھی کی۔ ہر ماہ کوئی نہ کوئی تبلیغی جلسہ بھی کیا جاتا رہا جس میں غیر احمدی مستورات بھی شامل ہوتی رہیں۔ متعدد غیر احمدی بہنوں کو زبانی اور بذریعہ خطوط تبلیغ کی گئی۔ شعبہ تربیت و اصلاح کے ماتحت خاکسار مؤلف سے آٹھ تقاریر کروائی گئیں۔

شعبہ ناصرات الاحمدیہ نے بھی اچھا خاصہ کام کیا۔

## سالانہ رپورٹ اکتوبر ۱۹۶۳ء تا ستمبر ۱۹۶۴ء

ملاحظہ فرمائیے یہ مطبوعہ رپورٹ اکتوبر ۶۳ء تا ستمبر ۶۴ء چوالیس صفحات پر مشتمل ہے

خلاصہ کارگذاری صفحہ ۸ پر ان الفاظ میں درج ہے :-

"عرصہ ڈیڑھ سال سے لجنہ اماء اللہ نے اپنا دفتر مسجد دارالذکر واقع گڑھی شاہو میو روڈ میں قائم کر رکھا ہے . . . . دفتر عموماً جمعہ کے روز کھلتا ہے۔ دفتر نے مختلف کتب مثلاً لیکچر سیالکوٹ، چہل احادیث، نماز مترجم، قصائد احمدیہ، درّ عدن، قاعدہ ہائے یسرنا القرآن، تربیتی نصاب، رسید بکس، فارم ہائے رپورٹ، قواعد و ضوابط لجنہ وغیرہ مرکز سے منگوا کر حلقہ جات میں تقسیم کئے۔ انفرادی طور پر بھی یہ مطبوعات خواتین کے پاس فروخت کیں۔ چھ ماہ گذرنے پر مجلس عاملہ کے اجلاس میں حلقہ جات کی کارگذاری کا ششماہی جائزہ پیش کر کے حلقہ جات کو زیادہ مستعد ہونے کی تحریک کی گئی۔

دفتر کی طرف سے شعبہ جات کی عہدیداران اور حلقہ جات کی عہدیداروں کو مختلف امور کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے سال رواں میں ۲۴۵ خطوط لکھے گئے۔

حلقہ جات سے آمدہ رپورٹوں کے مطالعہ کے بعد ہر ماہ ماہانہ رپورٹ تیار کر کے مرکز کو بھجوائی جاتی رہی۔ اسی طرح مختلف تقاریب کی رپورٹ دفتر مصباح اور دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو الگ الگ بھجوائی گئی اور ان کی نقول اپنے رجسٹر میں درج کی گئیں۔

مجالس عاملہ کے فیصلے اور مرکز ربوہ سے جاری شدہ ہدایات خطوط میں لکھ کر حلقہ جات کو بھیجی گئیں اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی۔

ایجنسی سے حاصل شدہ مصباح کے پرچوں کی فروخت کا انتظام کیا گیا" [۱]

---

[۱] سالانہ رپورٹ صفحہ ۸-۹

## وصولی چندہ اکتوبر ۱۹۲۳ء تا ستمبر ۱۹۲۴ء

اس سال مختلف مدات میں جو چندہ جمع کیا گیا اس کی میزان پانچ ہزار سات سو اٹھانوے روپے چھ آنے ہے[1]

## حصول انعامات

گذشتہ سالانہ اجتماع مرکزیہ میں شرکت کر کے نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے نتیجہ میں لجنہ لاہور کی ممبرات نے متعدد انعامات حاصل کئے۔

بہرحال لجنہ لاہور کی کارگذاری سے پتہ چلتا ہے کہ لجنہ کی کارکنان ممبرات کے تعاون سے قابل قدر کام کر رہی ہیں۔

## "احمدیت یا حقیقی اسلام" کا انگریزی ترجمہ

ویمبلے کانفرنس لندن میں شرکت کے لئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی دعوت نامہ پہنچا تھا۔ اس کے لئے حضور نے ایک مضمون لکھا جو بعد میں "احمدیت یا حقیقی اسلام" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس کا ترجمہ کرنے کے لئے حضرت نے ایک کمیٹی بنائی جس کے ممبر مندرجہ ذیل حضرات تھے :-

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب، حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ۔

ان بزرگوں نے دن رات ایک کر کے اس کام کو حضور کی طرف سے وقت مقررہ کے اندر مکمل کیا۔

چونکہ یہ ایک طویل مضمون تھا اور وقت مقررہ کے اندر ختم نہ کیا جا سکتا تھا اس لئے حضور نے ایک خلاصہ تیار کیا۔ جس کا نام "سلسلہ احمدیہ" (AHMADIYYA MOVEMENT) رکھا گیا اور پھر اس کا خلاصہ کانفرنس میں پڑھا گیا[2]

حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء کو قادیان سے مذکورہ لندن کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جو حضور کے ترجمان خصوصی تھے پہلے ہی یورپ کو روانہ ہو چکے تھے۔

امرتسر سے لیکر دہلی تک برف کا انتظام حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب رضؓ (نیلہ گنبد) نے کیا اور خود بھی دہلی تک ہمرکاب رہے۔

---

[1] رپورٹ صفحہ ۲۹

[2] ریویو آف ریلیجنز اردو دسمبر ۱۹۲۴ء

## حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا لندن کانفرنس میں مضمون پڑھ کر سُنانا

۲۳ ستمبر ۱۹۲۴ء کو ویمبلے کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا بے نظیر مضمون پڑھ کر سنایا جانا تھا۔ حضور کے مضمون کے لئے پانچ بجے شام کا وقت مقرر تھا۔ اس مضمون سے پہلے محترم خواجہ کمال الدین صاحب بانی ووکنگ مشن اہلسنت والجماعت کی طرف سے اور شیخ خادم دہیلی صاحب اہلِ تشیع کی طرف سے اپنے اپنے مضامین سُنا چکے تھے۔ اور تیسرا نمبر حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا تھا۔ حضور کا موضوع اسلام میں تحریک احمدیت تھا۔ مضمون شروع ہونے سے پہلے صدر جلسہ سر تھیوڈور مارلیسن نے سامعین سے حضور کا تعارف کرانے کے بعد حضور سے درخواست کی کہ لیکچر شروع ہونے سے قبل اپنے کلمات سے بھی حاضرین کو محظوظ فرمائیں۔ اس پر حضور نے انگریزی زبان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"مسٹر پریذیڈنٹ بہنو اور بھائیو! میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُس نے اس کانفرنس کے بانیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ لوگ اس طریق پر مذہب کے سوال پر غور کریں اور مختلف مذاہب سے متعلق تقریریں سُنکر یہ دیکھیں کہ کس مذہب کو قبول کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد میں اپنے مُرید چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بار ایٹ لار سے کہتا ہوں کہ میرا مضمون سُنائیں۔ میں ایسے طور پر اپنی زبان میں بھی پرچہ پڑھنے کا عادی نہیں ہوں کیونکہ میں ہمیشہ زبانی تقریریں کرتا ہوں اور چھ چھ گھنٹے تک بولتا ہوں۔ مذہب کا معاملہ اسی دنیا تک ختم نہیں ہوجاتا بلکہ مرنے کے بعد دوسرے جہان تک چلتا ہے اور انسان کی دائمی راحت مذہب سے وابستہ ہے اس لئے آپ اس پر غور کریں اور سوچیں اور مجھے امید ہے کہ آپ توجہ سے سُنیں گے" [1]

حضور کے ان ارشادات کے بعد حضرت چودھری صاحب کھڑے ہوئے اور حضور کا مضمون سُنانا شروع کیا اور ایسی پُرشوکت، مؤثر اور بلند آواز سے مسلسل ایک گھنٹہ تک بولتے چلے گئے کہ حاضرین عش عش کر اُٹھے اور بے اختیار تحسین و آفرین کے نعرے بلند کرنے لگے۔[2]

---

[1] الفضل ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء

[2] الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۴ء

## حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کی شہادت اور حضرت چوہدری صاحب کا اظہار اخلاص

حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب ایک گاؤں خوجہ تحصیل رخہ ضلع پنج شیر کے باشندہ تھے۔

حصول تعلیم کے لئے قادیان تشریف لائے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۹ء میں جبکہ آپ ابھی طالب علم ہی تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کابل کے احمدیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ کو افغانستان جانے کا حکم دیا۔ وہاں چند سال تک آپ نے احمدیوں کی تعلیم و تربیت کی اور غیر احمدیوں تک پیغام حق پہنچایا۔ مگر ۳۱ اگست ۱۹۲۴ء کو جبکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ابھی ولایت ہی میں تھے کہ حضرت مولوی صاحب کو حکومت افغانستان کے ظالمانہ فیصلہ کے ماتحت سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ۴ ستمبر ۱۹۲۴ء کو حضور نے جماعت احمدیہ کے نام ایک پیغام میں فرمایا۔

"برادران! غم کے اس وقت میں ہمیں اپنے فرض کو نہیں بھلانا چاہیئے جو ہمارے اس مبارک بھائی کی طرف سے ہم پر عاید ہوتا ہے جس نے اپنی جان خدا کے لئے قربان کر دی ہے۔ اس نے اس کام کو شروع کیا ہے جسے ہمیں پورا کرنا ہے۔ آؤ! ہم اس لمحہ سے یہ مصمم ارادہ کریں کہ ہم اس وقت تک آرام نہیں کریں گے جب تک ہم ان شہیدوں کی زمین کو فتح نہیں کر لیں گے (یعنی وہاں احمدیت نہیں پھیلا لیں گے) صاحبزادہ عبداللطیف صاحب، نعمت اللہ خاں صاحب اور عبدالرحمٰن صاحب کی رُوحیں آسمان سے ہمیں ہمارے فرائض یاد دلا رہی ہیں۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ احمدیہ جماعت ان کو نہیں بھولے گی" [1]

حضور کا یہ پیغام پڑھ کر مخلصین کی بہت بڑی تعداد نے سرزمین کابل میں پہنچکر تبلیغ کے کام کو جاری رکھنے کے لئے اپنے نام حضرت امیر المومنین رضؓ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جو اُن ایام میں امیر جماعت لاہور تھے۔ لکھا کہ

"حضور انور! میں کمزور ہوں، سُست ہوں، آرام طلب ہوں۔ لیکن غور کے بعد میرے نفس نے یہی جواب دیا ہے کہ میں نمائش کے لئے نہیں، فوری شہادت کے لئے نہیں، دنیا کے

---

[1] الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۲۴ء

افکار سے نجات کے لئے نہیں بلکہ اپنے گناہوں کے لئے توبہ کا موقعہ میسّر کرنے کیلئے اپنے تئیں اس خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھ جیسے نابکار گنہگار سے اللہ تعالیٰ یہ خدمت لے اور مجھے یہ توفیق عطا فرمائے کہ میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام اس کی رضا کے حصول میں صرف کردوں تو اس سے بڑھ کر میں کسی نعمت اور کسی خوشی کا طلبگار نہیں"

## مسجد احمدیہ لاہور کی تعمیر ۱۹۲۴ء

حضرت چوہدری صاحب ابھی یورپ میں ہی تھے کہ آپ کے قائمقام امیر حضرت حکیم محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری نے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا۔ اس مسجد کی تعمیر سے قبل مسجد کا کام حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کی بیٹھک دیا کرتی تھی اور یہی جگہ بطور مہمانخانہ استعمال ہوا کرتی تھی۔ مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور والا احاطہ میاں فیملی سے سیّد نادر شاہ صاحب جہلمی نے ساڑھے گیارہ ہزار روپے میں خریدا تھا۔ پہلے اس علاقہ میں چمڑا منڈی ہوا کرتی تھی مگر بعد ازاں جی۔ ٹی روڈ پر منتقل ہوگئی۔ اس جگہ چمڑا سکھانے کا کام ہوتا تھا۔ سیّد نادر شاہ صاحب نے تجارتی اغراض کے ماتحت یہ احاطہ خریدا تھا مگر جب انہیں پتہ لگا کہ جماعت کو یہ جگہ مسجد کے لئے درکار ہے تو انہوں نے اسی قیمت پر یہ احاطہ جماعت کو دے دیا۔ یہ احاطہ غالباً ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء میں خریدا گیا تھا۔

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ جب مسجد کی تعمیر کا سوال پیدا ہوا تو حضرت میاں چراغدین صاحب اور ان کی فیملی کی رائے تھی کہ مسجد ان کے نزدیک ہی بنائی جائے مگر جماعت کے دیگر نوجوان یہ چاہتے تھے کہ باہر کشادہ زمین لے کر مسجد بنائی جائے۔ چونکہ جماعت کی اکثریت کی یہی رائے تھی اس لئے حضرت میاں صاحب نے جماعت کے نظام کا احترام کرتے ہوئے بشاشت سے یہ فیصلہ منظور کر لیا مگر باوجود کوشش کے باہر جگہ نہ مل سکی اور مجبوراً موجودہ جگہ پر ہی مسجد بنانا پڑی۔

اس مسجد کی تعمیر کے لئے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک کمیٹی بنائی جس کے پریذیڈنٹ محترم بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر اور سکرٹری محترم سیّد دلاور شاہ صاحب بخاری تھے۔ مسجد کا نقشہ محترم میاں محمد[ہ] صاحب نے تیار کیا تھا جو سکول آف

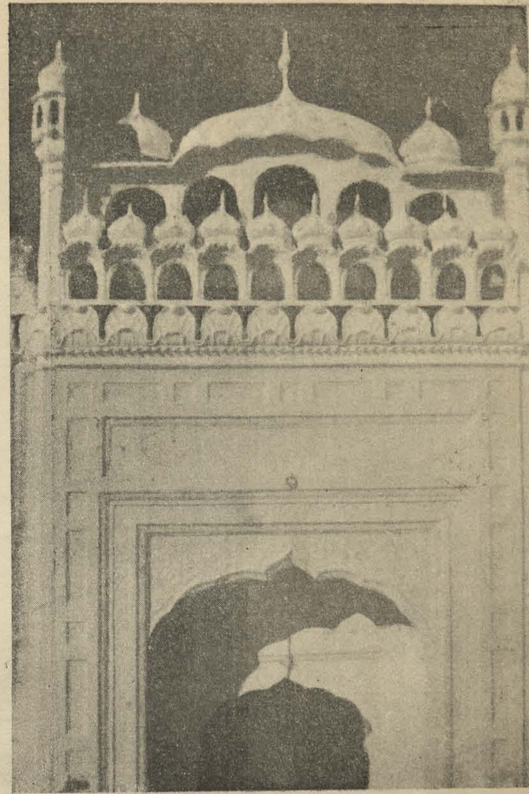
ہ محترم میاں محمد صاحب کو ایک غلط فہمی کی بنا پر صحابہ مسیح موعودؑ میں شامل کیا گیا ہے۔ حضرت سید سردار احمد شاہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کی تھی۔ (مؤلف)



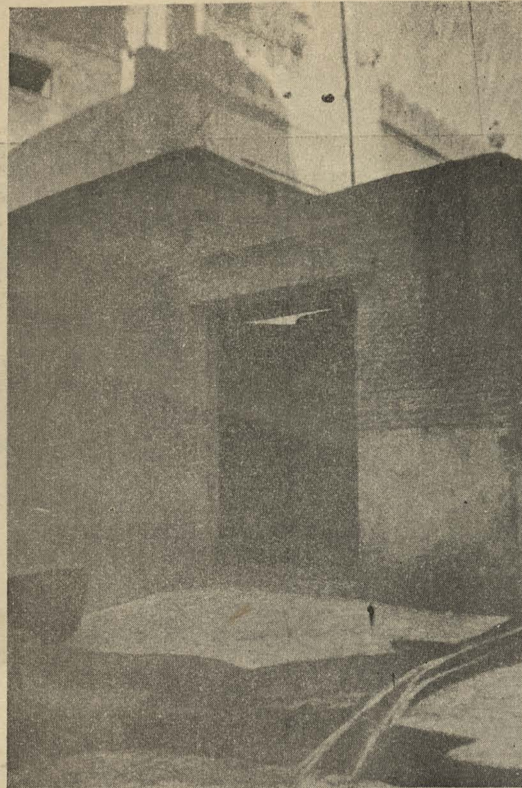
مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جو محترم چودھری محمد ظفراللہ خانصاحب کے زمانہ امارت میں تیار ہوئی۔ اور جس میں سب سے زیادہ حصہ حضرت حکیم محمد حسین صاحب موجد "مفرح عنبری" نے لیا۔ مگر دروازے محترم ماسٹر محمد ابراھیم صاحب کے زمانۂ صدارت میں لگوائے گئے۔



مسجد "دارِ الذکر" جو محترم چودھری اسداللہ خانصاحب کے زمانہ میں تیار ہوئی۔



مسجد حضرت مولوی غلام حسین صاحب
گمٹی بازار میں



مسجد حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب
لنگے منڈی میں

آرٹس میں ورک اوور سیر تھے۔ روپیہ جمع کرنے کا کام اور عام نگرانی حضرت قریشی محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ چنانچہ آپ خود اپنے ہاتھ سے روڑی کوٹا کرتے تھے اور چندہ کی فراہمی کے لئے خطبہ جمعہ کے دوران ایسی درد بھری اور پُرجوش تقریریں کیا کرتے تھے کہ اکثر نمازی اپنی جیبیں خالی کرکے گھروں کو جایا کرتے تھے۔

**لاہور کی بعض دیگر مساجد** مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ پہلی مسجد ہے جسے جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے خرچ پر تعمیر کیا۔ اس مسجد کے علاوہ بھی جماعت کے پاس بعض مساجد آگئی تھیں مگر پھر آہستہ آہستہ غیروں کے ہاتھوں میں چلی گئیں۔ منجملہ ان مساجد کے ایک مسجد کوچہ سیٹھاں لنگے منڈی میں تھی جس کے امام اور خطیب حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب رضؓ تھے لاہور کی مشہور میاں فیملی کے مکانات بھی چونکہ اس مسجد کے ساتھ ہی تھے اور اس فیملی کے سارے افراد اسی مسجد میں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت مولوی صاحب کے شاگرد بھی تھے اس لئے حضرت مولوی صاحبؓ کے بیعت کر لینے کے بعد آہستہ آہستہ یہ سارا خاندان بھی احمدیت میں داخل ہو گیا۔

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بروایت حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل فرمایا کرتے ہیں۔ جن دنوں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مباحثہ شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی عربی پروفیسر اورینٹل کالج سے ہندو محبوب رائیوں کی حویلی میں ہوا کرتا تھا ان ایام میں حضرت مولوی غلام حسین صاحب گمٹی بازار والے بھی اس مجلس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ ایک دن کوئی ہندوستانی مولوی صاحب حضرت اقدس سے گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت اقدس نے حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ پیش کیا۔ جس پر ان مولوی صاحب نے بڑے احتجاج کیساتھ بلند آواز سے کہا کہ سید عبدالقادر صاحب ان کے پیر نہیں ہیں۔ اس پر حضرت مولوی غلام حسین صاحب نے ان مولوی صاحب کو مخاطب کرکے کہا کہ لوگ تو حضرت پیرِ پیران کی نیاز دیتے ہیں تمہاری قبر پر تو کوئی چراغ بھی نہیں جلائے گا۔

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل فرمایا کرتے تھے کہ اس دن ہم نے پہلی مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب کو دیکھا تھا۔

نیز فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اقدس سر فضل حسین صاحب مرحوم کے والد ماجد خاں صاحب میاں حسین بخش صاحب بٹالوی ڈسٹرکٹ جج پشاور اور خاں بہادر میاں خدا بخش صاحب امرتسری ڈسٹرکٹ جج گورداسپور (یہ بزرگ جلسہ مذاہب عالم کے موڈریٹر صاحبان میں سے بھی تھے) کو اپنی شخصی وجاہت اور اوائل عمر کی پاکیزہ زندگی کے لئے بھی پیش فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح حضور نے دو بزرگوں اعنی حضرت مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی بازار اور حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب مشہور پنجابی شاعر (جن کی کافیاں بہت مشہور ہیں اور جنہوں نے وڈی ہیر وارث شاہ کو مکمل کیا تھا) کی بیعت پر خدا تعالےٰ کا خاص شکر ادا فرمایا کیونکہ یہ دونوں بزرگ کافی مُسِنّ و معمر تھے اور زیادہ عمر کے لوگوں کا بیعت کر لینا کوئی معمولی بات نہیں ہوا کرتی۔

ان ضمنی واقعات کے بعد اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف عود کرتے ہیں۔ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ والی مسجد کا ذکر ہو رہا تھا۔ یہ سب سے پہلی مسجد تھی جو جماعت کو اللہ کریم نے عطا کی جب تک حضرت مولوی صاحبؓ زندہ رہے اس مسجد میں نمازیں بھی پانچوں وقت باجماعت ہوا کرتی تھیں اور جمعہ بھی۔ مگر حضرت مولوی صاحبؓ کی وفات پر جمعہ حضرت مولوی غلام حسین صاحبؓ کی گمٹی بازار والی خوبصورت مسجد میں پڑھا جانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد جب میاں فیملی کے بزرگوں نے وہاں سے نقلِ مکانی کر لی اور اپنے رہائشی مکان دہلی دروازہ کے باہر بنا لئے تو وہ مسجد ہاتھ سے نکل گئی کیونکہ اس مسجد کے قرب و جوار میں کوئی احمدی نہیں تھا۔

## گمٹی بازار والی مسجد

دوسری مسجد گمٹی بازار میں ہے یہ بڑی پختہ اور خوبصورت مسجد ہے جو حضرت مولوی غلام حسین صاحبؓ متولی مسجد کے احمدی ہو جانے کی وجہ سے جماعت کو ملی۔ ان دونوں مسجدوں میں جماعت کے اوّلین صحابہ نے نمازیں پڑھی ہیں۔ اوّل الذکر مسجد میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ بھی نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ حضرت سیّد عبداللطیف صاحبؓ شہید کابل نے ان دونو مسجدوں میں نمازیں پڑھی ہیں۔ حضرت مولوی غلام حسین صاحب جب تک زندہ رہے ان کی مسجد میں نمازیں ہوتی رہیں۔ جمعہ بھی اسی مسجد میں پڑھا جاتا تھا مگر ان کی وفات پر اس مسجد کے قریب کوچہ نقاشاں کے ماسٹر حسین بخش و ماسٹر میراں بخش صاحبان نے اس مسجد کو حنفی الخیال لوگوں کے استعمال کے لئے عدالت

میں چارہ جوئی کی جماعت کی طرف سے محترم خواجہ کمال الدین صاحب وکیل تھے۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ احمدیہ بلڈنگس والی مسجد کی تعمیر کے لئے زمین خریدی جا رہی تھی۔ خواجہ صاحب نے غالباً اس خیال سے بھی کہ اس مسجد کے ارد گرد احمدیوں کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے اور احمدیہ بلڈنگس کی نئی مسجد کی تعمیر کے پیش نظر بھی اس امر پہ صلح کر لی کہ فریق مخالف چھ صد روپیہ ۶۰۰/- ادا کر کے مسجد پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ اس رقم میں جماعت لاہور کے ممبروں نے اور روپیہ شامل کر کے احمدیہ بلڈنگس والی مسجد تعمیر کرالی۔ مگر جب خلافت ثانیہ کی ابتدا میں اختلاف پیدا ہوا تو وہ مسجد غیر مبائعین کے پاس ہی رہی اور مبائعین جماعت لاہور نے حضرت میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور کی بیٹھک میں نمازیں پڑھنا شروع کر دیں۔

چینیاں والی مسجد کے متولی ملاں غلام غوث صاحب مرحوم تھے۔ یہ حضرت سیّد دلاور شاہ صاحب بخاری کے نانا تھے۔ انہوں نے بھی ۱۹۰۷ء میں بیعت کر لی تھی جس پر ان سے تولیت چھین لی گئی۔ محلہ چابک سواراں میں حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب رضؓ مشہور پنجابی شاعر کے مکان کے پاس بھی ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ یہ بھی احمدیوں کے قبضہ میں تھی۔ لیکن بابا ہدایت اللہ صاحب کی وفات کے بعد غیر احمدیوں نے اس پر بھی قبضہ کر لیا جس پر عدالت میں مقدمہ چلا۔ عدالت کے فیصلہ کے ماتحت دونوں فریق کو اس مسجد میں نماز پڑھنے کا حق حاصل ہو گیا مگر احمدیوں نے روز روز کے جھگڑے کی وجہ سے اس مسجد کو بھی چھوڑ دیا۔

اس اثنا میں مغلپورہ گنج میں جماعت کی ایک مسجد بن گئی۔ گذشتہ ایک دو سال میں محترم چودھری غلام رسول صاحب صدر حلقہ گنج کی ہمت اور کوشش سے پرانی مسجد میں اہم تبدیلیاں کر کے اسے ایک بہت خوبصورت مسجد بنا دیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

شاہدرہ میں حضرت حکیم احمد دین صاحب موجد طب جدید کے مکان کے پاس جو مسجد ہے۔ وہ ناحال جماعت اور محلہ کے غیر از جماعت لوگوں کے مشترکہ استعمال میں ہے مگر نماز جمعہ پڑھنے کا حق صرف جماعت کو حاصل ہے۔ شاہدرہ میں ایک اور مسجد احمدیوں کے قبضہ میں ہے جس میں جماعت کے جلسے ہوتے رہتے ہیں۔

اسلامیہ پارک میں محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ کے مکان کے پہلو میں جو مسجد ہے

اس کی زمین محترم چوہدری صاحب کی اہلیہ مرحومہ نے عطا کی تھی۔ وہ مسجد بھی جماعت کی ضروریات کو کافی حد تک پورا کر رہی ہے۔

حلقہ محمد نگر اور حلقہ بھارت نگر میں بھی مسجدیں تیار ہو چکی ہیں۔

مزنگ میں حضرت مولوی محمد صاحب نومسلم (یہ بزرگ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے داماد تھے) کا بڑا اثر تھا۔ ان کے اثر کی وجہ سے غلہ منڈی کے رئیس سید برکت علی صاحب نے جو مسجد تعمیر کروائی تھی وہ جماعت کو دے دی تھی جس میں سول دفتر کے احمدی ملازمین دس بارہ سال تک نمازیں پڑھتے رہے مگر بعد میں سید صاحب اور ان کی اولاد نے مقامی لوگوں کے دباؤ کے ماتحت وہ مسجد غیر احمدیوں کے سپرد کر دی۔

بابو الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ اور ان کے ساتھیوں نے یونیورسٹی ہال کی تعمیر کے ساتھ وہاں ایک مسجد بھی بنائی تھی جو بالکل ویران پڑی رہتی تھی۔ آج سے چالیس سال پہلے وہاں سول دفاتر کے احمدی احباب نے نمازیں پڑھنا شروع کیں اور قریب قریب پندرہ سال متواتر پڑھتے رہے لیکن ۱۹۳۵ء میں جبکہ احرار تحریک زوروں پر تھی اس مسجد پر بھی غیر احمدیوں نے قبضہ کر لیا۔

مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ حضرت سید نادر شاہ صاحب جہلمی نے افریقہ سے واپس آکر چمڑہ منڈی میں یہ احاطہ چمڑہ کے کاروبار کے لئے حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر اور ان کے بھائیوں سے خریدا تھا۔ مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ جماعت کو مسجد بنانے کے لئے اس احاطہ کی ضرورت ہے تو انہوں نے قیمت خرید یعنی ساڑھے گیارہ ہزار روپیہ پر ہی یہ احاطہ جماعت کو دے دیا۔ مسجد کی تعمیر کا فیصلہ تو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور کی موجودگی ہی میں ہو گیا تھا لیکن تعمیر کا کام حضرت حکیم محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری نے ان ایام میں کیا جبکہ حضرت چودھری صاحب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن تشریف لے گئے تھے۔

۱۹۴۷ء کے بعد جب جماعت کی تعداد لاہور میں ترقی کر گئی اور مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ بالکل ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور کو ارشاد فرمایا کہ ایک وسیع مسجد کی تعمیر کے لئے دس ہزار روپے جمع کرو تا زمین

خریدی جاسکے۔ محترم بابو فضلدین صاحب سیالکوٹی ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائی کورٹ کا بیان ہے کہ محترم شیخ صاحب نے انہیں اور محترم میاں غلام محمد صاحب اختر کو فرمایا کہ میری کار لو اور مسجد کی زمین کے لئے چندہ جمع کرو۔ ہم نے اسی روز شام تک پانچ ہزار روپے کے وعدے اور پانچ ہزار نقد محترم امیر صاحب کی خدمت میں پیش کئے جس پر حضور نے اظہار خوشنودی فرمایا۔

۱۹۵۴ء میں محترم چودھری اسداللہ خاں صاحب جماعت احمدیہ لاہور کے امیر مقرر ہوئے۔ آپ نے دارالذکر کی اندازاً ۶ کنال زمین سولہ ہزار روپیہ میں خریدی اور اللہ کا نام لے کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک بکرے کی قربانی کرنے کے بعد اس عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھی۔ خدام الاحمدیہ نے وقار عمل کے ذریعہ ابتدا میں ٹھوس کام کیا۔ انصاراللہ نے بھی کافی حصہ لیا۔ محترم امیر صاحب نے چندہ کی فراہمی کے لئے ایک مسجد کمیٹی بنائی۔ جس نے مختلف حلقوں میں دورے کر کے چندہ فراہم کیا۔ امیر صاحب نے مختلف مواقع پر سرکردہ احباب سے اور خطبات کے دوران میں جماعت سے رقم کی فراہمی کے لئے متعدد اور متواتر اہم اور مؤثر خطاب کئے جس کے نتیجہ میں تین لاکھ روپے اب تک مسجد کی تعمیر پر خرچ ہو چکے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

## حضرت چودھری محمد ظفراللہ خانصاحب امیر جماعت لاہور کا اسمبلی کا ممبر بننا ۱۹۲۶ء

لاہور کی جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے والا ۱۹۲۶ء کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ جماعت کے امیر حضرت چودھری محمد ظفراللہ خاں صاحب پنجاب کونسل کے ممبر چنے گئے۔ اس کے بعد جب تک آپ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں نہیں چلے گئے۔ ہر سال ہی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ممبر منتخب ہوتے رہے۔ کونسل کے اجلاسات میں آپ کی رائے نہایت ہی صائب سمجھی جاتی تھی۔ جس معاملہ پر بھی آپ بحث کرتے اس کے ہر پہلو کو اجاگر کر کے چھوڑتے۔

## جداگانہ نیابت کی تائید

۲۵ فروری ۱۹۲۷ء کو جماعت کے سرکردہ ۲۶ اصحاب کا ایک وفد وائسرائے ہند کو ملا۔ وفد کی طرف سے ایڈریس حضرت چودھری محمد ظفراللہ خاں صاحب نے پیش کیا۔ جس میں علاوہ اور امور کی طرف توجہ دلانے کے ایک بات یہ کہی کہ

"یہ ضروری ہے کہ جب تک کہ قلیل التعداد جماعتیں خود اپنے اس حق کو نہ چھوڑیں۔ انتخاب کونسل ہا علیحدہ نیابت اور جداگانہ منتخب کنندگان کے طریق پر جاری رہے" [۱]

## حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کا سفر لاہور ۲۶؍ فروری ۱۹۲۷ء

مسلمان قوم کی رہنمائی اور دیگر اہم مصالح کی غرض سے ۲۶؍ فروری ۱۹۲۷ء کو حضور لاہور تشریف لائے [۲] چونکہ تمام مکاتیب فکر کے مسلمان رہنماؤں کی نظریں حضور ہی کی طرف اُٹھتی تھیں۔ اس لئے حضور کے یہاں تشریف لانے پر مندرجہ ذیل اصحاب ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

۱۔ مولوی سید ممتاز علی صاحب ایڈیٹر اخبار "تہذیب النسواں" ۲۔ مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار ۳۔ سید عبدالقادر صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج۔ ۴۔ مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری ۵۔ مسٹر بشیر احمد صاحب پروفیسر فارمین کرسچن کالج ۶۔ سر شہاب الدین صاحب

مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور سر شہاب الدین صاحب نے حضور کے اعزاز میں دعوتیں بھی دیں۔

۲۸؍ فروری ۱۹۲۷ء کو حضور نے پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں اور یکم مارچ ۱۹۲۷ء کو اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت فرمائی۔ [۳]

## ہندو مسلم فسادات کے سلسلہ میں حضور کی رہنمائی

۲؍ مارچ ۱۹۲۷ء کو حضور نے خان بہادر سر محمد شفیع کے۔ سی ایس۔ آئی کی صدارت میں بریڈلا ہال میں ایک پبلک تقریر فرمائی۔ تقریر کا موضوع تھا "ہندو مسلم فسادات، ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئندہ طریق عمل" اس تقریر میں حضور نے ان تمام طریقوں کو کھول کر بیان کیا جن سے دونوں قوموں میں آپس میں صلح صفائی ہو سکتی تھی۔ نیز مسلمانوں کو بتایا کہ غیر مسلموں کے مقابلہ میں تمہیں آپس میں متحد اور متفق ہو کر رہنا چاہیئے اور اپنی ترقی کے لئے نئی نئی سکیمیں سوچتے رہنا چاہیئے۔ حضور کی اس تقریر پر ہندو مسلم پریس دونوں نے اپنے اپنے رنگ میں کافی لکھا۔ ذیل میں ایک مُسلم

---

[۱] الفضل ۸؍ مارچ ۱۹۲۷ء [۲] الفضل ۴؍ مارچ ۱۹۲۷ء [۳] الفضل ۸؍ مارچ ۱۹۲۷ء

اخبار اور ایک ہندو اخبار کی آراء درج کی جاتی ہیں۔

اخبار "تنظیم" نے لکھا:۔

"امیر جماعت احمدیہ قادیان نے بریڈلا ہال لاہور میں ہندو مسلم فسادات کے اسباب، علاج اور مسلمانوں کے آئندہ طرز عمل پر ایک اہم تقریر کی ہے۔ . . . . آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں سے مذہبی اور سیاسی رواداری اور احترام باہمی کی اپیل کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ مسلمانوں کو آپس میں متحد ہو جانا چاہیئے ورنہ ان کے لئے اپنا وجود قائم رکھنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ آپ کی تجویز ہے کہ مسلمان سیاسی معاملات میں سیاسی اتحاد کو پیش نظر رکھیں اور ان تمام فرقوں کو مسلمان سمجھ لیں جو اسلام کے دعویدار ہیں اور جنہیں غیر مسلم مسلمان کہتے ہیں کیونکہ غیر مسلم کسی فرق و امتیاز کے بغیر تمام مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ تمام فرقوں کے حقوق کا لحاظ رکھیں اور اپنے بچوں کے لئے اس قسم کی تاریخیں لکھیں جن میں سلاطین اسلام کے متعلق صحیح واقعات پیش کئے جائیں اور انہیں معلوم ہو کہ ان کا ماضی کس قدر شاندار تھا"[۱]

اب پڑھئے ایک غیر مسلم پرچہ کی تنقید۔ اخبار ملاپ نے لکھا۔

"۲ر مارچ ۱۹۲۷ء کو میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے بریڈلا ہال لاہور میں "ہندو مسلم فسادات کا علاج اور مسلمانوں کے آئندہ طریق عمل" کے موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا وہ اسی پرچہ میں آپ کسی دوسری جگہ پڑھیں گے۔ یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب کا طرز تقریر معقول اور متین تھا۔ لیکن آپ نے جس طریقہ سے اپنے مضمون کو نباہا وہ مسلمانوں کے ایک سیاسی مبلغ کی حیثیت سے تھا نہ کہ ایک مذہبی امام کی حیثیت سے۔ . . .

گو اصولی طور پر تو مرزا صاحب نے فرقہ وارانہ نیابت کے مسئلہ کو لیاقت پر قربان کرنا ہی مناسب سمجھا۔ لیکن جب آپ تقریر کے اندر تفاصیل میں داخل ہوئے تو آپ نے اس اصول کی بنا پر حمایت کی کہ پس افتادہ اور کمزور اقوام کی ترقی کے لئے یہ امر ضروری ہے لیکن یہ نہ سوچا کہ پس افتادہ اقوام کے لئے تربیت اور درسی تعلیم کی سہولتیں ہی مفید ہو سکتی ہیں۔

---

[۱] اخبار "تنظیم" امرتسر پرچہ ۱۴ر مارچ ۱۹۲۷ء۔

لیکن سیاست میں پس افتادہ اقوام کے ہاتھوں عنانِ اقتدار دینا گاڑی کے پیچھے گھوڑا لگانے کے مترادف ہے۔ ہم پسماندہ قوم کے بچوں کے لئے تعلیمی سہولتیں بہم پہنچانے کو تو کسی حد تک حق بجانب قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن یہ پسند نہیں کر سکتے کہ سرو سز لیجسلیچروں اور لوکل باڈیوں میں نااہل اور نیم خواندہ آدمیوں کی قسمتوں کو خراب ہوتا دیکھیں۔ ......

اس کے سوائے جس خطرناک پہلو پر میرزا صاحب نے مسلمانوں کو نرالی انگیخت کی۔ وہ ان ہندو تجاروں اور دکانداروں کا بائیکاٹ کرنا تھا جو کہ کھانے پینے کی چیزیں فروخت کرتے ہیں۔ کاش میرزا صاحب اتنا تو سوچتے کہ اس طرح وہ ہندو تجاروں کا بائیکاٹ کر کے افتراق کی خلیج کو محض وسیع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں نہ کہ فساد کو روکنے کی کوئی سبیل بیان فرما رہے ہیں۔ وہ جمہوریہ اسلام کے اندر ایک ایسا نفرت کا جذبہ پیدا کر رہے ہیں جس سے ہندو قدرتاً ناراض ہوں اور یہ سمجھنے لگ پڑیں کہ آنریبل میاں فضل حسین نے سیاسی میدان میں ہندوؤں کو جو ضعف پہنچایا ہے وہی اب میرزا صاحب تجارتی پہلو میں ہندوؤں کو پہنچانا چاہتے ہیں" [۱]

اس تنقید کے ہر فقرہ سے ظاہر ہے کہ وہ تمام تجویزیں جو مسلم قوم کی ترقی کے لئے مفید اور ضروری ہیں ہندو انہیں اپنے مفاد کی خاطر سخت مضر سمجھتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مسلمان ہمیشہ ہمیش کے لئے ان کے غلام بنے رہیں۔

## مذہب اور سائنس پر لیکچر ۳؍مارچ ۱۹۲۷ء

حضور کی دوسری تقریر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کی صدارت میں "مذہب اور سائنس" کے موضوع پر ۳؍مارچ ۱۹۲۷ء کو حبیبیہ ہال میں ہوئی۔ اس تقریر میں حضور نے متعدد مثالوں کے ذریعہ ثابت کیا کہ وہ باتیں جو سائنس نے آج دریافت کی ہیں قرآن کریم اور احادیث کی تعلیمات میں چودہ سو سال قبل بیان کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا۔

"ایسی پُر از معلومات تقریر بہت عرصہ کے بعد لاہور میں سُننے میں آئی ہے اور خاص کر جو

---

[۱] اخبار "ملاپ" پرچہ ۱۴؍مارچ ۱۹۲۷ء

قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے۔ . .

. . . میں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے وہ زائل نہ ہو جائے اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں" [۱]

## فسادات لاہور میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مظلوم مسلمانوں کی امداد،

جن فسادات کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خود بنفس نفیس لاہور میں پہنچ کر ان کو ختم کروانے کی متعدد کوششیں کیں۔ بڑے بڑے لیڈروں سے مل کر بھی اور عوام الناس اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے تقاریر کے ذریعہ بھی۔ مگر فسادات کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی حتیٰ کہ مئی ۱۹۲۷ء کے پہلے ہفتہ میں مظلوم اور بے بس مسلمانوں کا نہایت بیدردی سے خون بہایا گیا۔

محترم جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک کا بیان ہے:۔

"۴ر مئی ۱۹۲۷ء کو رات کے وقت حویلی کابلی مل کی مسجد سے چند مسلمان نماز پڑھ کر نکلے۔ تو سکھوں نے ڈبی بازار والے گوردوارے سے نکل کر ان پر حملہ کیا اور تین غازی شہید ہو گئے حکام شہر اور بزرگان شہر نے انتہائی تدابیر اختیار کیں تاکہ فساد پھیلنے نہ پائے۔ مسلمانوں نے نہایت صبر و شکیب سے کام لیا اور دوسرے دن شہداء کی میتیں ہزارہا مسلمانوں کے جلوس کے ساتھ اٹھیں۔ جب یہ جلوس لوہاری دروازہ کے باہر پہنچا تو ہندوؤں کے ایک مکان سے کنکر پھینکے گئے۔ مسلمان بپھر گئے۔ لیکن پھر بڑوں کے سمجھانے بجھانے پر خاموش ہو گئے تاکہ جنازوں کی توہین نہ ہو۔ لیکن جب ہزارہا مسلمان جنازوں کو دفن کرنے کے بعد واپس آئے تو ہندوؤں سے ان کا تصادم ہو گیا اور شہر کے مختلف حصوں میں چھرا چلنے لگا۔ اگرچہ اس فساد کا آغاز سکھوں کی طرف سے ہوا تھا لیکن حویلی کابلی مل کے حادثہ کے بعد سکھ خدا جانے کہاں غائب ہو گئے اور خونریزی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہونے لگی۔ ایسی حالت میں سکھوں کا طریقہ یہی ہوتا تھا کہ وہ جانتے تھے کہ ہم بہت قلیل اقلیت میں ہیں۔ اگر ہم میں سے دو تین آدمیوں نے فساد شروع کر دیا ہے تو باقی سکھوں کو اس فساد کے نتائج سے

---

[۱] "الفضل" ۱۵ر مارچ ۱۹۲۷ء۔

بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ طیش کھائے ہوئے مسلمان ہندوؤں پر حملہ آور ہو جاتے تھے اور پھر ہندو بھی اپنے اپنے حلقوں میں مسلمانوں کا قتل کرنا شروع کر دیتے تھے۔ غرض دو تین دن لاہور میں کشت و خون کا سلسلہ جاری رہا اور کوئی دو سو ہلاک اور تین سو سے زیادہ زخمی ہوئے"[1]

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو جب قادیان میں اس کشت و خون کی اطلاع ہوئی تو حضور کو سخت صدمہ ہوا چنانچہ حضور نے حضرت مولانا ذوالفقار علیخاں صاحب ناظر اعلیٰ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور عامہ اور حضرت مولوی فضلدین صاحب کو بعض اہم ہدایات دے کر لاہور بھجوایا۔ ان تینوں بزرگوں نے ہر ممکن ذریعہ سے مظلومین کی امداد کی۔ ان کے بعد حضور نے مزید ہدایات دے کر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو بھی یہاں بھجوایا اور مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں انفارمیشن بیورو (شعبہ اطلاعات) قائم کر دیا گیا۔[2]

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایات کی روشنی میں مظلومین کی امداد کے لئے طریق کار یہ اختیار کیا گیا کہ سب سے پہلے مقتولین اور مجروحین اور ان کے پسماندگان سے متعلق ضروری اور مفصل معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک اشتہار دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں صبح ۶ بجے سے لیکر رات ۹ بجے تک مسجد میں اطلاعات آنا شروع ہو گئیں۔ اس پر جہاں جہاں بھی امداد کی ضرورت ہوتی یہ بزرگ مقامی احمدیوں کے تعاون سے ضروری امداد بہم پہنچاتے۔ مظلوم مسلمانوں کی امداد کے لئے متعدد مرتبہ یہ بزرگ کوتوالی میں بھی گئے۔ بالا حکام سے بھی ملاقاتیں کیں۔ مقتولین اور مجروحین کے گھروں میں جا کر ان کے متعلقین کی بھی ڈھارس بندھوائی اور ان کی مناسب امداد کا سامان کیا۔ احمدی ڈاکٹروں نے ہسپتال میں جا جا کر زخمیوں کی دیکھ بھال میں ہسپتال کے عملہ کا ہاتھ بٹایا۔ غرضکہ جو کچھ بھی یہ بزرگ کر سکتے تھے انہوں نے دن رات ایک کر کے مہینوں تک لاہور کے مظلوم مسلمانوں کے لئے کیا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی اس وسیع امداد کا ذکر کرتے ہوئے لاہور کے ہفت روزہ "ترجمان" نے لکھا:۔

"مرزائی مسلمانوں نے بڑے وسیع پیمانے پر لاہور کے مصیبت زدہ مسلمانوں کی ہر صورت میں یعنی قانونی اور نقدی کی امداد بہم پہنچانا شروع کر دی ہے"[3]

---

[1] "سرگذشت" از مولانا عبدالمجید صاحب سالک صفحہ ۲۳۶ - ۲۳۷ ۔ [2] "الفضل" ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء
[3] پرچہ ۱۶ جون ۱۹۲۷ء

## کتاب "رنگیلا رسول" پر جماعت احمدیہ کا ردِ عمل

گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا ہے کہ ہندو مسلم فسادات کی بڑھتے بڑھتے یہانتک نوبت پہنچی کہ مئی ۱۹۲۷ء کے پہلے ہفتہ میں اوّلاً سکھوں نے اور پھر ہندوؤں نے لاہور کے مسلمانوں پر قاتلانہ حملے شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں لاہور قتل و غارت کی آماجگاہ بن گیا اور کوئی دو سو افراد ہلاک اور تین سو سے زیادہ مجروح ہوئے۔ بدزبان اور دریدہ دہن ہندو مصنفین نے بعض اشتعال انگیز کتابیں اور رسالے بھی لکھنے شروع کر دیئے جن میں پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کمینے حملے شروع کر دیئے تھے جن کا مقصد محض اور محض یہ تھا کہ مسلمانوں کے قلوب اپنے آقا و پیشوا صلے اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے دیکھ کر چھلنی چھلنی ہو جائیں اور وہ اشتعال انگیز حرکات پر اُتر آئیں۔ چنانچہ ایک آریہ سماجی "راجپال" نام نے ایک ایسی ہی کتاب "رنگیلا رسول" نامی شائع کی جس پر مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے اور ان کے توجہ دلانے پر حکومت نے راجپال پر مقدمہ چلایا۔ اس مقدمہ کے نتیجہ میں ابتدائی عدالت نے راجپال کو زیر دفعہ ۱۵۳-الف تعزیرات ہند چھ ماہ قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کی سزا دی۔ راجپال نے ہائیکورٹ میں اپیل کی۔ ہائیکورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے فیصلہ دیا کہ

"میری رائے میں دفعہ ۱۵۳-الف اس قدر وسیع معانی کے لئے نہیں بنایا گیا تھا۔ میرے خیال میں اس دفعہ کے وضع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو کسی ایسی قوم پر حملہ کرنے سے روکا جائے جو موجود ہو نہ کہ اس سے گذشتہ مذہبی رہنماؤں کے خلاف اعتراضات اور حملوں کو روکنا مقصود تھا۔ جہانتک میرا تعلق ہے میں اس امر پر اظہار افسوس کرتا ہوں کہ ایسی دفعہ کی تعزیرات میں کمی ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مقدمہ دفعہ ۱۵۳-الف کی زد میں آتا ہے اس لئے میں نظر ثانی کو بادلِ ناخواستہ منظور کرتا ہوں اور مرافعہ گذار کو بری کرتا ہوں" [1]

## رسالہ "ورتمان" امرتسر

یہ مقدمہ جس کا فیصلہ اُوپر درج کیا گیا ہے ابھی زیر سماعت ہی تھا کہ امرتسر کے ہندو رسالہ "ورتمان" نے مئی ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں ایک آریہ دیوی شرن شرما کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک نہایت ہی

---

[1] الفضل ۳ جون ۱۹۲۷ء

دلآزار مضمون شائع کیا۔ اس مضمون میں افسانوی صورت میں یہ دکھایا گیا تھا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فداہ ابی وامّی (معاذ اللہ) شہوت رانی کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہیں۔ اس مضمون میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے ازواج مطہراتؓ اور حضرت علیؓ کے نام بھی بگاڑ کر پیش کئے گئے تھے۔ ابھی یہ مضمون شائع ہوا ہی تھا کہ ہائیکورٹ لاہور نے راجپال مذکور کو بھی بری کر دیا۔ ان دونوں واقعات نے مسلم قوم کے جذبات کو سخت مجروح کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے علم میں مذکورہ رسالہ ورتمان کا یہ نہایت ہی دلآزار مضمون آتے ہی حضور نے فوراً مسلمان قوم کی رہنمائی اور حکومت کو اپنے جذبات سے آگاہ کرنے کے لئے ایک پوسٹر شائع کیا جس کا عنوان تھا "رسول کریمؐ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے" لے

اس پوسٹر میں حضور نے نہایت ہی درد سے جلالی الفاظ میں فرمایا :۔

"کیا اس سے زیادہ اسلام کے لئے کوئی اور مصیبت کا دن آسکتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ ہماری بیکسی کوئی اور صورت اختیار کر سکتی ہے؟ کیا ہمارے ہمسائیوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فدتہ نفسی واہلی کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے۔ اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھر اس قسم کی تحریرات سے سوائے اس کے اور کیا غرض ہو سکتی ہے کہ ہمارے دلوں کو زخمی کیا جائے اور ہمارے سینوں کو چھیدا جائے اور ہماری ذلّت اور بے بسی کو نہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اور ہم پر ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے احساسات کی ان لوگوں کو اس قدر بھی پرواہ نہیں جس قدر کہ ایک امیر کبیر کو ایک ٹوٹی ہوئی جوتی کی ہوتی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کے لئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ ہماری جانیں حاضر ہیں جس قدر چاہیں ہمیں دُکھ دے لیں لیکن خدارا نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دے کر آپ کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس ذات بابرکات سے ہمیں اس قدر تعلق اور

---

لے منقول از الفضل ۱۰ ارجون ۱۹۲۷ء ٭

وابستگی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہرگز صلح نہیں ہو سکتی۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ بیشک وہ قانون کی پناہ میں جو کچھ چاہیں کر لیں اور پنجاب ہائی کورٹ کے تازہ فیصلہ کی آڑ میں جس قدر چاہیں ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دے لیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا اور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے وہ اپنی طاقت کی بنا پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں اور قانون قدرت کا یہ اٹل اصل پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوتی ہے اسے برُا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا"

پھر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے بھائیو! میں درد مند دل سے پھر آپ کو کہتا ہوں کہ بہادر وہ نہیں جو لڑ پڑتا ہے۔ وہ بزدل ہے کیونکہ وہ اپنے نفس سے دب گیا ہے۔ بہادر وہ ہے جو ایک مستقل ارادہ کر لیتا ہے اور جب تک اس کو پورا نہ کر لے اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ پس اسلام کی ترقی کے لئے اپنے دل میں تینوں باتوں کا عہد کر لو۔ اوّل یہ کہ آپ خشیت اللہ سے کام لیں گے اور دین کو بے پروائی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ تبلیغ اسلام سے پوری دلچسپی لیں گے۔ اپنے مال کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور تیسرے یہ کہ آپ مسلمانوں کو تمدنی اور اقتصادی غلامی سے بچانے کے لئے پوری کوشش کریں گے اور اس وقت تک بس نہیں کریں گے جب تک کہ مسلمان اس کچل دینے والی غلامی سے بکلی آزاد نہ ہو جائیں۔ اور جب آپ یہ عہد کر لیں تو پھر ساتھ ہی اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے لگیں۔ یہی وہ سچا اور حقیقی بدلہ ہے ان گالیوں کا جو اس وقت بعض ہندو مصنفین کی طرف سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فداہٗ نفسی داعلی کو دی جاتی ہیں اور یہی وہ سچا اور حقیقی علاج ہے جس سے بغیر فساد اور بدامنی پیدا کرنے کے مسلمان خود طاقت پکڑ سکتے ہیں اور

دوسروں کی مدد کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں ورنہ اس وقت تو وہ نہ اپنے کام کے ہیں۔ نہ دوسروں کے کام کے۔ اور وہ قوم ہے بھی کس کام کی جو اپنے سب سے پیارے رسُول کی عزت کی حفاظت کے لئے حقیقی قربانی نہیں کر سکتی۔

کیا کوئی دردمند دل ہے جو اس آواز پر لبیک کہکر اپنے علاقہ کی درستی کی طرف توجہ کرے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہو۔"[1]

حضرت اقدس کا یہ پوسٹر ایک ہی تاریخ میں بیک وقت ملک بھر میں چسپاں کر دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں تمام مسلم قوم کی آنکھیں کھُل گئیں اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کی ہمسایہ قوم کس طرح اُن کے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس پر حملے کر کے ان کے جذبات کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ چنانچہ تمام ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمانوں کے اندر ایک زبردست ہیجان کی صورت پیدا ہو گئی۔ نوبت باینجا رسید کہ گورنمنٹ نے قیام امن کے پیش نظر پوسٹر ضبط کر لیا۔ مگر پوسٹر کا جو مقصد تھا وہ اس کے ضبط کرنے سے بطریق احسن پورا ہو گیا۔ اس ضبطی نے مسلمانوں کے غم و غصہ پر جلتی پر تیل کا کام دیا اور وہ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ رنگیلا رسول کے متعلق ہائیکورٹ کے فیصلہ کو کالعدم قرار دینا تو حکومت کے بس کی بات نہ تھی۔ مگر "ورتمان" کا ناپاک اور گندہ پرچہ ضبط کرنا اور اس پر مقدمہ چلانا حکومت نے ضروری سمجھا۔ ہندوؤں نے بہتیرا شور مچایا کہ "ورتمان" کی ضبطی کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ مؤلف) پر بھی مقدمہ چلایا جائے مگر گورنمنٹ نے ان کے اس واویلا کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اور چیف جسٹس نے یہ مقدمہ ایک جج کے سپرد کر دیا۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی بیدار مغزی دیکھئے کہ حضور نے فوراً بذریعہ تار حکومت کو توجہ دلائی کہ یہ مقدمہ ایک سے زیادہ ججوں کے سامنے پیش ہونا چاہیئے تا ۱۵۳۔ الف سے متعلق جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کی بھی تحقیق ہو جائے۔ یہ معقول مطالبہ حکومت نے منظور کر لیا۔ اور مقدمہ ورتمان ڈویژن بنچ کے سپرد ہو گیا۔[2] جس نے ۱۶ اگست ۱۹۲۷ء کو یہ فیصلہ دیا کہ مذہبی پیشواؤں کے خلاف بدزبانی ۱۵۳۔ الف کی زد میں آتی ہے اور بانی اسلام کو اسلام سے علیحدہ نہیں کیا

---

[1] الفضل ۱۰ جون ۱۹۲۷ء۔ [2] الفضل ۱۶ اگست ۱۹۲۷ء۔

جاسکتا اور بنابریں ڈویژن بنچ نے "ورتمان" کے مضمون نگار کو ایک سال قید بامشقت اور پانچسو روپیہ جرمانہ اور ایڈیٹر کو چھ ماہ قید بامشقت اور اڑھائی سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔[1]

## اخبار "مسلم آؤٹ لک" لاہور کا عدالتی فیصلہ کے خلاف احتجاج

اب "رنگیلا رسول" سے متعلق جسٹس کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ کا ردعمل دیکھیئے۔ انگریزی اخبار "مسلم آؤٹ لک" (MUSLIM OUTLOOK) کے احمدی ایڈیٹر حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے اپنے اخبار کی ۱۴؍جون ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں "مستعفی ہو جاؤ" کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا جس پر ہائیکورٹ نے ایڈیٹر اور مالک اخبار کے خلاف توہین عدالت کے نوٹس جاری کر دیئے۔

## حضرت اقدس کا شاہ صاحب کو مشورہ

حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری ہائیکورٹ کا یہ نوٹس لے کر بغرض مشورہ حضرت خلیفۃ المسیح رض کے پاس قادیان حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! بعض لوگ کہتے ہیں کہ مضمون پر اظہار افسوس کر دینا چاہیئے۔ مگر حضرت نے یہ مشورہ دیا کہ

"ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ صوبہ کی عدالت کا مناسب احترام کریں۔ لیکن جبکہ ایک مضمون آپ نے دیانتداری سے لکھا ہے اور اس میں صرف ان خیالات کی ترجمانی کی ہے جو اس وقت ہر مسلمان کے دل میں اُٹھ رہے ہیں تو اب آپ کا فرض سوائے اس کے کہ اس سچائی پر مضبوطی سے قائم رہیں اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا سوال ہے اور ہم اس مقدس وجود کی عزت کے معاملہ میں کسی کے معارض بیان پر بغیر آواز اُٹھائے نہیں رہ سکتے ہیں۔ میں قانون تو جانتا نہیں اس کے متعلق تو آپ قانون دان لوگوں سے مشورہ لیں۔ مگر میری طرف سے آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ اپنے جواب میں یہ لکھوا دیں کہ اگر ہائیکورٹ کے ججوں کے نزدیک کنور دلیپ سنگھ صاحب کی عزت کی حفاظت کے لئے تو قانون انگریزی میں کوئی دفعہ موجود ہے لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے کوئی دفعہ موجود نہیں تو میں بڑی خوشی سے جیلخانہ جانے کے لئے تیار ہوں۔"[2]

---

[1] الفضل ۱۶؍اگست ۱۹۲۷ء
[2] الفضل یکم جولائی ۱۹۲۷ء

## مقدمہ کی سماعت اور سید دلاور شاہ صاحب بخاری کا بیان۔ ۲۲ جون ۱۹۲۷ء

جب یہ مقدمہ ۲۲ جون ۱۹۲۷ء کو فل بنچ کے سامنے پیش ہوا تو حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے مومنانہ غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے یہ بیان دیا کہ

"مسلمان کا سب سے زیادہ محبوب اور مطلوب جذبہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے پیغمبر پاک سے عقیدتِ وافر اور ارادتِ کامل رکھتا ہے۔ مسلمان کے لئے خواہ وہ کسی طبقہ یا درجہ سے تعلق رکھتا ہو عام اس سے کہ وہ امیر ہو یا غریب و نادار، یہ ناممکن ہے کہ پیغمبر پاک (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ پاک یا آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی سیرتِ مبارکہ پر کسی قسم کا حملہ گوارا کر سکے۔ . . . . یہی وجہ ہے کہ "رنگیلا رسول" کی اشاعت سے ہر ایک قلبِ مسلم پر یاس و ہیجان مستولی ہو گیا۔ ہر مسلمان مضطرب نظر آنے لگا لیکن اس اشتعال انگیز کتاب کی اشاعت سے مشتعل شدہ جذبات کو ملت اسلامیہ کے ہر فرد نے دبائے رکھا۔ اور اس امید سے دل کو تسلی دے لی کہ اس کی اشاعت کے ذمہ دار کو قانون کے ماتحت واجب اور منصفانہ سزا دی جائے گی اور کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ آنریبل مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ نے امیدوں کے قصر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس وسیع ملک کے طول و عرض میں لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو نہایت سخت صدمہ پہنچا" [1]

## حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی اس مقدمہ میں فاضلانہ بحث!

لاہور کے چوٹی کے وکلاء نے سر شفیع مرحوم کی کوٹھی پر جمع ہو کر متفقہ فیصلہ کیا کہ اس مقدمہ میں چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے بہتر اور کوئی شخص وکالت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکے گا۔ اس لئے یہ خدمت محترم چوہدری صاحب کے سپرد کی جاتی ہے۔ چنانچہ اخبار "دور جدید" نے لکھا کہ

"مسلم آؤٹ لک کے اس کیس کے سلسلہ میں جو درحقیقت راجپال کے مقدمہ تحقیر نبی کریم صلی اللہ

---

[1] "انقلاب" ۲۳ جون ۱۹۲۷ء

علیہ وسلم کا ایک شاخسانہ تھا۔ شفیع مرحوم و مغفور کی کوٹھی پر پنجاب کے بہترین وکلاء اس غرض کے لئے جمع ہوئے تھے کہ اس مقدمہ کو ہائی کورٹ میں ججوں کے سامنے کون پیش کرے تو ان چوٹی کے آٹھ دس وکلاء نے (جو سب کے سب لیڈر اور قومی رہنما اور سردار سمجھے جاتے تھے) متفقہ طور پر فیصلہ کیا تھا کہ اس کام کو چودھری ظفراللہ خاں کے علاوہ اور کوئی شخص کامیابی کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا۔ چودھری صاحب موصوف نے اگرچہ اس بات پر بہت زور دیا اور فرمایا کہ آپ حضرات تجربہ، قابلیت، شہرت اور استعداد میں مجھ سے بڑھ کر ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ دار کارکن آپ میں سے کوئی بزرگ ہو جائے اور میں بطور اسسٹنٹ ممکن خدمت اور مدد کرتا رہوں لیکن اس کو کسی ایک نے بھی منظور نہ کیا۔

چوہدری صاحب نے ہائی کورٹ میں یہ کیس بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا۔ اور اپنی سحر بیان تقریر کے آخری فقروں میں فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی غلامی پر دنیا کی چالیس کروڑ آبادی کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ جن کی غلامی پر دنیا کے جلیل القدر شہنشاہ عظیم الشان وزراء، مشہور عالم جرنیل اور کرسیٔ عدالت پر رونق افروز ہونے والے جج (جن کی قابلیت پر زمانہ کو ناز ہے) فخر کرتے ہیں، ایسے انسان کامل کے متعلق راجپال کی ذلیل تحریر کو کسی جج کا یہ قرار دینا کہ اس سے نبی کریمؐ کی کوئی ہتک نہیں ہوئی تو پھر "مسلم آؤٹ لک" کے مضمون سے بھی یہ فیصلہ قرار دینے والے کہ اس سے کسی کی کوئی تحقیر نہیں ہوئی، صائب الرائے ٹھہرتے ہیں

اس موقعہ پر مولانا ظفر علی خاں صاحب جو اس وقت موجود تھے، فرطِ جوش میں آبدیدہ ہو گئے اور ان سے رہا نہ گیا۔ وہ صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور چودھری صاحب کا ہاتھ چوم کر ان کو گلے سے لگا لیا۔ نیز نہایت پُر زور طریق سے یہ بات کہی کہ چودھری صاحب کی اس تقریر نے واضح طور پر یہ غلط ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں مقرر نہیں۔

ان واقعات سے صرف کرتے ہوئے چودھری صاحب کو ایک زمانہ میں انجمن حمایت اسلام کی ممبری کے لئے مینجنگ کمیٹی کا بھی ممبر بنایا گیا اور آپ نے مسلمانوں کے مختلف ڈیپوٹیشنز کی ممبری کے فرائض سرانجام دیئے" [1]

---

[1] "دور جدید" لاہور ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء

۲۔ اخبار "سیاست" لاہور نے لکھا۔

"اس سوال پر کہ عدالت عالیہ کو اس مقدمہ کی سماعت کا حق حاصل ہے یا نہیں، چودھری ظفراللہ خاں بیرسٹرایٹ لاء ممبر پنجاب کونسل نے زبردست تقریر کی اور متعدد حوالے دے کر ثابت کرنا چاہا کہ عدالت ہائے برطانیہ کو ولایت کے قانون عامہ کی رُو سے ایسے مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ یہ اختیار پُرانی عدالت ہائے ہند کو حاصل تھا جو بمبئی، مدراس اور کلکتہ میں موجود تھیں۔ ان کے بعد انہی شہروں میں عدالت ہائے عالیہ مقرر ہوئیں۔ ان کو یہ حق خاص طور پر تفویض ہوا۔ ان کے سوا کسی عدالت کو یہ حق حاصل نہیں۔ سرکاری وکیل نے جواب میں کہا کہ الہ آباد ہائیکورٹ اور پنجاب ہائیکورٹ کی حیثیت ایک ہی ہے اور دونوں کو یہ حق حاصل ہے۔۔ ۔۔۔ غرضکہ پُرلطف بحث ہوئی اور ۱۱½ بجے عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں سماعت مقدمہ کا حق حاصل ہے۔ اگرچہ فیصلہ چودھری ظفراللہ خاں صاحب کے خلاف ہوا۔ تاہم ان کی قابلیت اور ان کے فاضلانہ خطاب کا ہر شخص معترف تھا اور اپنے اور بیگانے وکلاء نے بھی ان کو ان کی تیاری اور قابلانہ تقریر پر مبارکباد دی۔

اس کے بعد اصل الزام زیر بحث آیا۔ مسٹر کارڈن بیرسٹر نے سرکار کی طرف سے تقریر کی اور کہا کہ جس مضمون پر اعتراض ہے وہ ۱۴ رجون کو شائع ہوا۔ اس کا عنوان ہے "مستعفی ہو جاؤ" ایک جج سے استعفار کا مطالبہ کرنا ہی اس کی سخت ہتک ہے۔ دوسرے اس مضمون میں لکھا ہے کہ جن حالات میں یہ فیصلہ ہوا ہے جو غیر معمولی فیصلہ ہے ان کی تحقیقات ہونا چاہیئے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مضمون میں الزام لگایا گیا ہے کہ فاضل جج نے ایمانداری سے فیصلہ نہیں کیا ۔۔۔۔ آپ کے بعد ۔۔۔۔ مسٹر ظفراللہ نے ثابت کیا کہ کسی جج سے استعفار کا مطالبہ کرنا اس کی ہتک کرنا نہیں ہے۔ اس کو عدالت نے تسلیم کیا۔ آپ نے کہا کہ ملزمین نے نہایت دلیرانہ جواب دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ جھوٹ بولنے والے نہیں ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد یہ نہ تھا کہ جج کی نیت پر حملہ کریں تو ہمیں ان کے بیان پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ وہ اس امر کی تحقیقات چاہتے ہیں کہ آیا اس مقدمہ میں سرکاری وکیل نے خوب بحث کی یا نہ کی اور جج نے اس کو دو ججوں کے سپرد کیوں نہ کر دیا۔ اکیلے کیوں فیصلہ کیا وغیرہ وغیرہ

آپ نے کہا کہ ایک فقرہ کے بھلے اور بُرے دو معنی ہو سکتے ہیں اس کے جو بھلے معنی ہیں عدالت ان کو اختیار کرے۔" ؎۱

"مولوی نورالحق صاحب کی جانب سے مسٹر نیاز محمد نے کہا کہ وہ محض ناشر اور طابع ہیں اور انگریزی نہیں جانتے لہٰذا ان کی ذمہ داری کم ہے۔ آپ نے کئی حوالے پیش کئے۔ مگر مولوی نورالحق صاحب نے خود اُٹھ کر کہہ دیا۔ میں تمام الزام کو قبول کرتا ہوں" ؎۲

## عدالت کا فیصلہ

"عدالت نے سید دلاور شاہ صاحب بخاری، مولوی نورالحق صاحب کے بیانات اور چودھری ظفراللہ خاں صاحب کی بحث سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ

"میں سید بخاری کو چھ ماہ قید محض اور ساڑھے سات سو روپے جُرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی چھ ہفتہ مزید قید محض کی سزا دیتا ہوں اور مولوی نورالحق کو تین ماہ قید محض ہزار روپے جُرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی مزید ایک ماہ قید محض کا حکم سُناتا ہوں۔ تمام ججوں نے اس سزا سے اتفاق کیا۔ فوراً پولیس کے افسروں نے ملزمین کو گھیر لیا۔ وارنٹ تیار تھے۔ انہیں موٹر میں بٹھا کر سنٹرل جیل کو لے گئے" ؎۳

## لندن میں پولیٹیکل مسلم لیگ کا قیام

سید دلاور شاہ صاحب بخاری اور مولوی نورالحق صاحب کو سزا دینے کا ردعمل یہ ہوا کہ ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحریک کے مطابق جلسے کرنے شروع کئے۔ اور جہاں اس سزا کے خلاف پُرزور احتجاج کیا گیا وہاں مشترکہ انجمنیں قائم کر کے کھانے پینے کے سامان کے متعلق اپنی دکانیں کھُلوائیں۔ تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دی اور اپنے سیاسی حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد تیز کر دی اور ایک محضر نامہ تیار کیا جس میں پانچ لاکھ مسلمانوں کے دستخط کروائے گئے۔ ؎۴

مجھے وہ زمانہ خوب یاد ہے جب ہم لوگ اس قسم کے جلسوں میں جا کر تقریریں کرتے تھے تو ہندو بہت برہم ہوا کرتے تھے۔ ہم انہیں کہتے تھے کہ ہماری اس سکیم پر آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں۔ کیا مسلمانوں کو دودھ دہی اور مٹھائی کی دکانیں کھولنے کا حق نہیں۔ پھر جب آپ لوگ مسلمانوں کے ہاتھ کی تیار کی

---

؎۱ "سیاست" ۲۳ر جون ۱۹۲۷ء ؎۲ ایضاً ؎۳ ایضاً

؎۴ "الفضل" ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۷ء

ہوئی مٹھائی نہیں کھاتے تو آپ اس امر پر شاکی کیوں ہوتے ہیں کہ مسلمان بھی آپ کے ہاتھ کی تیار کردہ چیز نہ کھائیں۔ اس پر انہیں ناچار خاموش ہونا پڑتا تھا۔ بہرحال حضور کی یہ سکیم بہت کامیاب رہی۔ پنڈت لیکھرام کے قتل کئے جانے کے بعد جب بعض ہندو دکانداروں نے مسلمان بچوں کے ہاتھ ایسی مٹھائی فروخت کرنا شروع کی جس میں زہر ملا ہوا ہوتا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک پر کچھ مسلمانوں نے اپنی دوکانیں کھولیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ کی تحریک پر چونکہ منظم رنگ میں کام کیا گیا۔ اس لئے اس زمانہ میں مسلمانوں نے کثرت سے دکانیں کھولنا شروع کیں۔ بہرحال مسلم قوم کو پستی سے نکالنے کے لئے حضور کی اس ملک میں تو یہ سرگرمیاں تھیں۔ برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں کو حالات سے آگاہ کرنے اور انہیں مسلمانوں کو سیاسی حقوق دلوانے پر آمادہ کرنے کے لئے حضور نے لندن میں ایک مسلم پولیٹیکل لیگ قائم کروائی۔[1] اس لیگ میں لاہور کے مشہور وکلا شامل تھے۔ انہوں نے بھی متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ مسلم حقوق سے انگریز قوم کو روشناس کرانے کا کام محترم چودھری محمد ظفراللہ خاں صاحب کے علاوہ اور کوئی شخص بہتر طور پر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہی ایام میں حضرت چوہدری صاحب لندن تشریف لے گئے۔ آپ نے مسلمانانِ پنجاب کا نمائندہ ہونے کی حیثیت میں دارالعوام اور دارالامراء کے ممبروں، انڈیا آفس کے عہدیداروں، سابق وائسراؤں، گورنروں، پارلیمنٹ کے کارکنوں اور پریس کے نمائندوں سے ملاقاتیں کیں۔ کئی مجالس سے خطاب کیا۔ مشہور اخبارات میں مضامین لکھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چوٹی کے انگریز سیاست دانوں کے علاوہ عام اخبار بین طبقہ بھی مسلمانوں کے حقوق میں کافی دلچسپی لینے لگ گیا۔[2]

چنانچہ اس زمانہ کے مشہور اخبار "دور جدید" نے لکھا کہ

"پنجاب کونسل کے تمام مسلمانوں نے (جو یقیناً مسلمانان پنجاب کے نمائندے کہلانے کا جائز حق رکھتے ہیں جبکہ یہ ضرورت محسوس کی کہ پنجاب کی طرف سے ایک مستند نمائندہ انگلستان بھیجا جانا چاہیئے تو عالیجناب چودھری ظفراللہ خاں صاحب ہی کی ذات ستودہ صفات تھی جس پر ان کی نظرِ انتخاب پڑی۔ چنانچہ چودھری صاحب اپنا روپیہ صرف کر کے اور اپنے قیمتی وقت اور آمدنی کو نظرانداز کر کے انگلستان تشریف لے گئے اور اس خوبی اور عمدگی سے حکومت

---

[1] "الفضل" ۳۰ اگست ۱۹۲۷ء   [2] "الفضل" ۴ نومبر ۱۹۲۷ء

برطانیہ اور سیاستین انگلستان کے روبرو یہ مسائل پیش کئے جس کے مداح نہ صرف مسلمانان پنجاب ہوئے بلکہ حکومت بھی کافی حد تک متاثر ہوئی۔ یہ وہ واقعات ہیں اور وہ روشن حقائق ہیں جن سے کم از کم اخباری دنیا کا کوئی شخص کسی وقت بھی انکار نہیں کر سکتا"[1]

یاد رہے کہ میں نے اپنے مضمون کو صرف ان کوششوں تک محدود رکھا ہے جو مسلمانانِ ہند کی سربلندی کے لئے لاہور کے احمدیوں نے اپنے امام ہمام کی ہدایات کے ماتحت کیں ورنہ اگر ساری جماعت کی کوششوں کا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے ایک الگ مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ اس زمانہ کے متعدد مسلم اخبارات جماعت احمدیہ کی اس بارہ میں مساعی جمیلہ کو صفحہ قرطاس پر لانے میں قطعاً کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے تھے۔

## ہندو اخبارات کا مخالفانہ پروپیگنڈا اور حضور کی طرف سے اس کا ازالہ

ہندو قوم کا چونکہ گورنمنٹ میں بہت اثر ورسوخ تھا اس لئے انہوں نے گورنمنٹ کے اعلیٰ افسران کو ملاقاتوں اور اخبارات کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے خلاف یہ کہہ کر بہت بھڑکایا کہ احمدی اپنے امام کے حکم کے ماتحت مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کر رہے ہیں کہ ہندوؤں کا تجارتی بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں جب مسلم حقوق کی حفاظت اور اتحاد کانفرنس میں شمولیت کے لئے شملہ تشریف لے گئے تو واپسی سے قبل حضور کو گورنر پنجاب کے چیف سکرٹری کی چٹھی ملی جس میں لکھا تھا کہ گورنر پنجاب کی خواہش ہے کہ آپ واپس جانے سے قبل گورنر صاحب سے ضرور ملتے جائیں۔ چنانچہ جب حضور تشریف لے گئے تو گورنر صاحب نے چھوٹتے ہی کہا کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ کی جماعت نے ہندوؤں کے بائیکاٹ کی تحریک شروع کر رکھی ہے؟ حضور نے فرمایا۔ یہ رپورٹ آپ کو غلط ملی ہے۔ نہ ہم نے بائیکاٹ کے لئے کہا اور نہ ہماری جماعت نے بائیکاٹ کی تحریک کی۔ ہم نے جو کہا وہ صرف یہ ہے کہ ہندو جو چیزیں مسلمانوں سے نہیں خریدتے وہ مسلمان بھی ہندوؤں کی بجائے مسلمانوں سے خریدیں اور مسلمان اپنی دوکانیں کھولیں تاکہ تجارت کا کام بالکل ان کے ہاتھ سے نہ چلا جائے۔ اب بتائیے کیا ہماری اس تحریک میں کوئی حصہ بائیکاٹ کا ہے۔ اس پر گورنر صاحب نے تسلیم کیا کہ یہ تو کوئی بائیکاٹ نہیں۔[2]

---

[1] "الفضل" ۱۶ اکتوبر ۲۷ء

[2] بحوالہ تقریر دلپذیر ۱۹۲۷ء صفحہ ۴۳ - ۴۴۔

## بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر کے نام حضور کا خط

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے محترم بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر کے نام آخر ۱۹۲۶ء میں ایک خط لکھا تھا جس سے اس مضمون پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ خط یہ ہے:۔

"مکرمی بابو عبدالحمید صاحب السلام علیکم

گورنر صاحب سے چھوت چھات پر گفتگو ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ ہندوؤں کی طرف سے جو تحریکات اس کے متعلق ہو رہی ہیں وہ ان سے ناواقف ہیں۔ آپ جلد سے جلد کوشش کرکے ہندو اخبارات میں جہاں جہاں مسلمانوں کے بائیکاٹ کے متعلق جو تحریرات نکل چکی ہیں ان کے کٹنگ مع اخبار کے نام اور تاریخ کے ارسال کریں تاکہ ان کے پاس پیش کیا جاسکے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد" [1]

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا معاندانہ رنگ میں بائیکاٹ کر رہے تھے گویا وہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ مسلمانوں کا اقتصادی بائیکاٹ کرلیں گے تو مسلمان اپنی الگ دکانیں ہرگز نہیں کھول سکیں گے اور اگر کسی نے کھولی بھی تو اسے کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ مگر مسلم قوم کی ترقی کے دن آچکے تھے اور یہ ایک ایسی تقدیر تھی جسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا اس لئے مسلمان خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تجارتی رنگ میں بھی بہت ترقی کر گئے اور ہندو قوم کا یہ وہم بالکل جاتا رہا کہ مسلمان تجارت کے اہل نہیں۔ مسلمانوں کی ترقی کا یہ سنہری دور تھا۔ اگر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر وہ عمل جاری رکھتے تو جس منزل پر وہ اب پہنچے ہیں کافی عرصہ قبل اس منزل پر پہنچ چکے ہوتے۔

## سائمن کمیشن کی آمد پر جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات

جس زمانہ میں سے ہم گذر رہے ہیں، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان میں کافی سیاسی بیداری پیدا ہو چکی تھی اور ملک بھر کی قابل ذکر سیاسی جماعتیں انگریزوں سے آزادی طلب کر رہی تھیں۔ برطانوی پارلیمنٹ نے ملک کے اس جوش کو دیکھ کر ۱۹۲۷ء کے آخر میں حالات

---

[1] بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم" صفحہ ۶۰۸۔

کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیشن بھیجا جس کا نام اس کے لیڈر مسٹر سائمن (جو انگلستان کے ایک مشہور بیرسٹر تھے) کے نام پر "سائمن کمیشن" رکھا گیا۔

اس کمیشن کے دائرہ عمل میں علاوہ مرکزی اور صوبائی قانون ساز اسمبلیوں اور کونسل آف سٹیٹ کے نمائندوں اور حکومت کے بڑے افسروں سے مشورہ کرنے کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ وہ ملک کی قابل ذکر جماعتوں کے خیالات بھی دریافت کرے اور مختلف شہادتوں کو قلمبند کر کے اور متعلقہ امور پر غور کر کے دو سال تک اپنی تحقیقاتی رپورٹ برٹش پارلیمنٹ میں پیش کرے تا آئندہ دستورِ سیاسی کی تیاری میں اس سے مدد مل سکے۔ آل انڈیا نیشنل کانگرس اور مسلم قوم کے ذہین لیڈروں مسٹر محمد علی صاحب جناح، سر عبدالرحیم اور مولانا محمد علی جوہر وغیرہ نے اس بنا پر اس کمیشن کے بائیکاٹ کا اعلان کیا کہ اس میں کسی ہندوستانی ممبر کو شامل نہیں کیا گیا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہندو لیڈروں کی ہوشیاری اور مسلمانوں کی سادگی کو فوراً بھانپ گئے۔ حضور نے مسلمانوں کو بتایا کہ سائمن کمیشن سے عدم تعاون ہندوؤں کی ایک خطرناک سیاسی چال ہے جس سے مسلمانوں کو خبردار رہنا چاہیئے اور وہ چال یہ ہے کہ ان لوگوں نے ایک مدت سے انگریزوں کے ساتھ گہرے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور یہ وقتاً فوقتاً انگلستان جا کر بھی اور یہاں بھی اپنے مطالبات پیش کرتے رہتے ہیں۔ پھر انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہراتے ہیں۔ ان کے اعزاز میں بڑی بڑی دعوتیں کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انگریز قوم ہندو قوم کے مطالبات سے اچھی طرح آگاہ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے تعلقات انگریزوں سے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لہذا ایسے موقعہ پر اگر ہندوؤں کی پیروی میں مسلمانوں نے بھی اس کمیشن کا بائیکاٹ کیا تو اس کا نقصان یہ پہنچے گا کہ کمیشن کو مسلمانوں کے مطالبات کا قطعاً علم نہیں ہوگا اور ہندو قوم کے مطالبات (جن سے وہ پہلے ہی واقف ہے) کو ہی ہندوستان کے مطالبات سمجھ لیگا۔

پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے سائمن کمیشن کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ حضور نے مسلمانوں تک اپنے ان خیالات کو پہنچانے کے لئے ایک رسالہ "مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت" لکھا اور اسے پندرہ ہزار کی تعداد میں اردو اور انگریزی میں چھپوا کر ہندوستان بھر میں تقسیم کروایا۔ دو ہزار کی تعداد میں اعلیٰ کاغذ پر یہی مضمون چھپوا کر وائسرائے، صوبوں کے گورنروں

چیف کمشنروں اور ڈپٹی کمشنروں کے علاوہ افسران پولیس اور اعلیٰ عہدیداران میڈیکل ڈیپارٹمنٹ اور انجنیرنگ ڈیپارٹمنٹ وغیرہ کے نام بھیجا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علیخاں وغیرہ چند ایک لیڈروں کے علاوہ مسلمانوں کی اکثریت نے کمیشن کے ساتھ تعاون کرنا ضروری سمجھا۔ اور سر شفیع مرحوم کی قیادت میں اپنی ایک الگ تنظیم قائم کرلی۔ چنانچہ جب کمیشن آیا تو ہندوؤں کے ساتھ مل کر مُسلم قوم نے ہڑتال نہیں کی[1]۔ پنجاب کونسل کے ممبروں نے بھی کمیشن کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے سات ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی۔ جس میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی شامل کیا گیا۔

اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے اپنی ۵ر نومبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں کمیشن کے ساتھ تعاون کرنے والے ممبروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

"ہمارا سیاسی نمائندہ جو سائمن کمیشن کے ساتھ ہے۔ ہندوستانی ممبروں کی مختلف النوع شخصیتوں سے بہت ہی متاثر ہوا ہے۔ سر شنکرن نائر وجاہت اور علیحدگی پسندی میں، سر سکندر حیات خوش گفتار اور اپنی طرف مائل کر لینے والے ہیں۔ مسٹر راجہ اچھوت اقوام کے نمائندے ہیں مسٹر اردن رابرٹس ہوشیار اور چوکس ہیں۔ سر ذوالفقار علی خاں صاحب فاضل ہیں اور دلنشیں طرز میں گفتگو کرنے والے ہیں۔ شہادت دینے والوں پر جرح کرنے کے باب میں ایک نمایاں شخصیت چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کی ہے۔ آپ داڑھی رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کوئی دور از کار بات نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ مطلب کی بات کہتے ہیں اور اس لحاظ سے آپ سر آرتھر فروم سے مشابہ ہیں یعنی آپ کی آواز پُرشوکت ہے اور نہایت برجستہ تقریر کرنے والے ہیں"[2]

مسلم لیگ کی مذکورہ بالا دونوں پارٹیاں قریباً سوا سال تک الگ الگ کام کرنے کے بعد ۲۸ر فروری ۱۹۳۰ء کو دہلی میں ایک اجلاس کے دوران ایک ہوگئیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

## حضرت امیر المومنین کی لاہور میں تشریف آوری

۱۲ر جنوری ۱۹۲۹ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ لاہور تشریف لائے اور اپنے برادر نسبتی ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب کے ہاں قیام فرمایا۔ ۱۳ر جنوری کو احمدیہ

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۸ء صفحہ ۲۱۲ - ۲۱۳ ؛ [2] الفضل ۹ر نومبر ۱۹۲۸ء

ہوسٹل میں احمدی اور غیر احمدی کالجوں کے طلباء کے علاوہ دوسرے اصحاب کو بھی شرف ملاقات عطا فرمایا۔[1] ۱۴ر جنوری کو حضور نے گورنر پنجاب سے ملاقات کی اور پھر مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں تشریف لاکر آیت لا یمسہ الا المطھرون کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی۔ ۱۵ر جنوری کو حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے حضور کے اعزاز میں سٹفل ہوٹل میں چائے کی دعوت دی جس میں سر شیخ عبد القادر صاحب، خلیفہ شجاع الدین صاحب، سید محسن شاہ صاحب، مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور شیخ نیاز علی صاحب وغیرہ سر کردہ اصحاب شامل ہوئے اور کافی دیر تک مسائل حاضرہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ بعد ازاں حضور چوہدری صاحب محترم کی کوٹھی تشریف لے گئے۔ وہاں بھی کئی اصحاب نے ملاقات کی۔ ۱۶ر جنوری کو سر شیخ عبد القادر صاحب نے حضور کے اعزاز میں اپنی کوٹھی پر دعوت چائے دی اور بہت سے اصحاب کو شرف ملاقات کا موقع ملا۔ ۱۷ر کو بھی حضور نے محترم چودھری صاحب کی کوٹھی پر بعض سر کردہ اصحاب کو ملاقات کا موقعہ بخشا اور مسائل حاضرہ پر گفتگو فرماتے رہے۔ ۱۸ر جنوری کو حضور واپس قادیان تشریف لے گئے اور اس طرح حضور کا یہ ہفتہ لاہور میں نہایت ہی مصروفیت میں گذرا

## سفر لاہور - ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۹ء

اسی سال ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو حضور درد شکم کا علاج کروانے کی غرض سے دوبارہ لاہور تشریف لائے اور کرنل بارٹ صاحب سے علاج کروانے کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی پڑھائی اور احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کی دعوت پر ایک تقریر بھی فرمائی۔ ۷ر نومبر ۱۹۲۹ء کو حضور واپس قادیان تشریف لے گئے۔[2]

## گول میز کانفرنس میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی خدمات

۱۹۳۰ء میں ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے برطانوی حکومت نے لندن میں ایک گول میز کانفرنس[3] منعقد کی۔ جس میں مسلمانوں کا سیاسی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی شرکت کی دعوت

---

[1] الفضل ۱۸ر جنوری ۱۹۲۹ء [2] الفضل ۸ر نومبر ۱۹۲۹ء

[3] گول میز کانفرنس لندن میں تین بار منعقد ہوئی۔ پہلی مرتبہ نومبر ۱۹۳۰ء سے لیکر جنوری ۱۹۳۱ء تک، دوسری مرتبہ ستمبر ۱۹۳۱ء سے لیکر دسمبر ۱۹۳۱ء تک، تیسری مرتبہ نومبر ۱۹۳۲ء سے لیکر دسمبر ۱۹۳۲ء تک۔

دی گئی۔ اس کانفرنس میں جو شاندار خدمات آپ نے سر انجام دیں ان کی بناء پر دوسری اور تیسری مرتبہ گول میز کانفرنس کے جو اجلاس لندن میں ہوئے ان میں بھی آپ سے شامل ہونے کی درخواست کی گئی۔

اس کانفرنس میں مسلمانوں کے حقوق و مطالبات پیش کرنے میں جو شاندار وکالت آپ نے کی اس کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ "انقلاب" نے لکھا۔

۱۔ "سر سیموئل ہور وزیر ہند نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں اعلان کیا تھا کہ گول میز کانفرنس کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں حل کرنے کے لئے قیمتی اور نتیجہ خیز خدمات سر محمد ظفر اللہ خاں نے سر انجام دیں" [۵]

۲۔ اخبار "شہباز" لاہور نے لکھا

"۱۹۳۰ء میں ہندوستانی اصلاحات کے سلسلے میں لندن میں گول میز کانفرنس کے اجلاس شروع ہوئے۔ سر محمد ظفر اللہ خاں تینوں گول میز کانفرنسوں اور ہندوستانی اصلاحات سے متعلق دونوں ایوانوں کی مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کے مندوب تھے۔ ان کانفرنسوں اور کمیٹی میں آپ نے جو شاندار خدمات سر انجام دیں ان سے ہندوستان اور ہندوستان سے دلچسپی رکھنے والے برطانی حلقوں میں آپ کی شہرت میں بہت اضافہ ہو گیا۔ مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کے چیئرمین لارڈ لنلیتھگو تھے۔ اس کمیٹی میں سر محمد ظفر اللہ خاں نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے انہیں بیحد مقبولیت ہوئی اور انہوں نے برطانیہ کے صف اول کے بعض ممتاز مدبرین مثلاً لارڈ سینکے، آرچ بشپ کنٹربری سر آسٹن چیمبرلین اور مارکوئیس آف سالسبری کے رشتۂ دوستی سے منسلک کر دیا۔ سر محمد ظفر اللہ خاں نے انگلستان کے ہوشیار ترین مباحث اور سیاستدان مسٹر چرچل پر زبردست جرح کی۔ مسٹر چرچل کمیٹی کے سامنے شہادت دے کر فارغ ہوئے تو سر محمد ظفر اللہ سے از راہ مذاق کہنے لگے۔ آپ نے کمیٹی کے سامنے مجھے دو گھنٹے بہت بری طرح رگیدا ہے۔ بایں ہمہ جب سلطنت برطانیہ بلکہ تمام مہذب دنیا کو شدید ترین خطرہ لاحق ہونے کے پیش نظر تمام سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھنا پڑا تو ان دونوں کے باہم بہترین دوست

---

[۵] "انقلاب" پرچہ ۱۳ر جولائی ۱۹۴۱ء

بن جانے میں سر محمد ظفراللہ خاں کی جرح حائل نہ ہوسکی۔

مشترکہ منتخب کمیٹی میں اہم خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے لارڈ لنلتھگو (چیئرمین کمیٹی و وائسرائے ہند۔ ناقل)۔ ۔ ۔ کو آپ کا کام بنظر تعمق دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ سر ماوس گوئر ۔ ۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے اصل تشکیل دہندہ ہیں سر محمد ظفراللہ خاں کو کئی مواقع ان سے مل کر کام کرنے کے میسّر آئے۔" ؎۱

۳۔ ڈاکٹر عاشق حسین صاحب بٹالوی نے لکھا:۔

"گول میز کانفرنس کے مسلمان مندوبین میں سب سے زیادہ کامیاب آغا خاں اور چوہدری ظفراللہ خاں ثابت ہوئے۔" ؎۲

۴۔ اخبار "مسلم آواز" کراچی نے لکھا:۔

"سر ظفراللہ خاں کے متعلق قائداعظم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ظفراللہ خاں کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے۔" ؎۳

۵۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے جو ایک دردمند دل رکھنے والے مسلمان تھے لکھا:۔

"دراز قد، مضبوط اور بھاری جسم، عمر چالیس سے زیادہ، گندمی رنگ، چوڑا چکلا چہرہ، فراخ جسم، فراخ عقل، فراخ علم اور فراخ عمل، قوم مسلمان، عقیدہ قادیانی، چُپ رہتے ہیں اور بولتے ہیں تو کانٹے میں تول کر اور بہت احتیاط کے ساتھ پُورا تول کر بولتے ہیں۔ سیاسی عقل ہندوستان کے ہر مسلمان سے زیادہ رکھتے ہیں۔ وزیر اعظم، وزیر ہند اور وائسرائے اور سب سیاسی انگریز اُن کی قابلیت کے مداح ہیں اور ہندو لیڈر بھی بادلِ ناخواستہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا حریف تو ہے مگر بڑا ہی دانشمند حریف ہے اور بڑا ہی کارگر حریف ہے۔ گول میز کانفرنس میں ہر ہندو اور مسلمان اور ہر انگریز نے چوہدری ظفراللہ خاں کی لیاقت کو مانا اور کہا کہ مسلمانوں میں اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو فضول اور بیکار بات زبان سے نہیں نکالتا اور نئے زمانہ کے پالیٹکس پیچیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو وہ چوہدری ظفراللہ ہے

---

؎۱ پرچہ ۶ جولائی ۱۹۶۱ء بحوالہ "اصلاح" سرینگر پرچہ ۲۸ جولائی ۱۹۶۱ء

؎۲ "اقبال کے آخری دو سال" صفحہ ۱۵ ؎۳ پرچہ جون ۱۹۵۲ء بحوالہ "الفضل" ۲۳ جون ۱۹۵۲ء

میاں سر فضل حسین قادیانی نہیں ہیں مگر وہ اس قادیانی کو اپنا سیاسی فرزند اور سپوت بیٹا تصور کرتے ہیں۔ ظفر اللہ ہر انسانی عیب سے پاک اور بے لوث ہے[۱]"

ان گول میز کانفرنسوں میں شرکت اور قوم اور ملک کی بے لوث خدمتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانوی مدبرین اور مسلم اکابرین نے آپ کی شاندار خدمات کا کھلے بندوں اعتراف کیا اور جب ۱۹۳۴ء میں وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل میں آنریبل سر فضل حسین صاحب کی جگہ خالی ہوئی تو آپ کو بلا مقابلہ ممبر منتخب کر لیا گیا۔

## مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کی صدارت

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی خدمات ملی و ملکی کا مسلمانوں کے سنجیدہ طبقہ پر اس قدر اثر تھا کہ مسلم لیگ کا جو اجلاس ۲۶ دسمبر ۱۹۳۱ء کو دہلی میں ہونا قرار پایا اس کی صدارت کے لئے آپ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ چنانچہ اس اجلاس کے لئے اوّلاً مسجد فتحپوری کا جیون ہال تجویز کیا گیا مگر کچھ غیر تعلیمیافتہ لوگوں کی شرارت کی وجہ سے اس ہال میں اجلاس نہ ہو سکا بلکہ اس کی بجائے مسلم لیگ کے یک صد مندوبین خانصاحب نواب علی صاحب کی کوٹھی واقع کیلنگ روڈ نئی دہلی میں جمع ہوئے اور خانصاحب ایس۔ ایم عبداللہ صدر مجلس استقبالیہ کے خطبہ کے بعد سر مولوی محمد یعقوب صاحب سکرٹری مسلم لیگ نے لیگ کونسل کے انتخاب کے مطابق محترم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے صدارت کے فرائض ادا کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ جناب چودھری صاحب نے کرسئ صدارت پر بیٹھ کر ایک فاضلانہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں مسلم نکتہ نگاہ کی ترجمانی ایسے عمدہ رنگ میں کی کہ حاضرین عش عش کر اُٹھے۔ تمام پیچیدہ اور لاینحل مسائل مثلاً وفاق، وفاقی مجالس قانون، مالیات وفاق، حق رائے دہندگی، عدالت وفاق، صوبجاتی خود مختاری، مسلمانوں کے اساسی حقوق وغیرہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔

اس خطبہ کو مسلم لیگ کی تاریخ میں نہایت ہی اہم درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ اسلامی پریس نے اس کی بیحد تعریف کی۔

۱۔ روزنامہ "انقلاب" لاہور نے خطبہ صدارت درج اخبار کرتے ہوئے لکھا:-

"چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے صدر کی حیثیت سے

---

[۱] اخبار "منادی" ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۴ء بحوالہ "الفضل" ۱۳ر نومبر ۱۹۳۴ء

جو خطبہ پڑھا اس میں سیاسیات ہند اور سیاسیات اسلامی کے تمام مسائل پر نہایت سلاست، سادگی اور سنجیدگی سے اظہار خیالات فرمایا" [1]

۲۔ اخبار "الامان" دہلی نے لکھا:۔

"جہانتک آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی تجاویز اور اس کے خطبہ صدارت کا تعلق ہے اس میں پوری پوری مسلمانان ہند کی ترجمانی کی گئی ہے۔ یہ اجلاس گذشتہ جلسوں سے زیادہ کامیاب رہا۔ وزیر اعظم کے اس تاریخی اعلان پر جو اس نے ۲ر دسمبر کو گول میز کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ مایوسی کا اظہار کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا کہ جب تک وہ مسلمانوں کے فلاں فلاں مطالبات نہ منظور کریں۔ اس وقت تک مسلمان محض اس اعلان سے ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اس طرح ایک اہم تجویز آل انڈیا مسلم کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ کو متحد کرنے کے لئے منظور کی گئی۔ جس پر مسلمانوں کی سیاسی موت وحیات کا دار ومدار ہے۔ اسی طرح بعض اور مفید ضروری تجاویز منظور ہوئیں۔ اسی طرح خطبہ صدارت میں جس دلیری و بیباکی کے ساتھ حکومت کے رویہ کی مذمت اور حقوق مسلمین کی وکالت کا حق ادا کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس اجلاس کی ایک تاریخی خصوصیت ہے" [2]

۳۔ "الخلیل" دہلی نے لکھا:۔

"تمام خطبہ آپ کی فاضلانہ اور دلیرانہ ترجمانی سے لبریز ہے۔ آپ نے اس خطبۂ صدارت میں جن گرانقدر خیالات کا اظہار کیا ہے حقیقت میں وہی مسلمانوں کے خیالات ہیں۔ اس خطبہ کو پڑھ کر مخالفین کو یقیناً اپنے احتجاجی فعل و عمل پر افسوس ہوا ہوگا اور ہونا چاہیئے" [3]

## محترم چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحب کا مقام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نظر میں

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کو چونکہ اب ایسی پوزیشن حاصل ہو گئی تھی کہ آپ کا شمار مسلم قوم کے اعلیٰ لیڈروں میں ہونے لگا تھا اور گورنمنٹ کی نگاہ میں بھی آپ ہندوستان کے قابل ترین قانون دانوں میں شمار ہونے لگے تھے۔ اس لئے دیگر مصروفیات کی وجہ سے جماعتی کاموں میں آپ زیادہ حصہ نہیں لے سکتے تھے۔

---

[1] پرچہ یکم جنوری ۱۹۳۲ء۔ [2] پرچہ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء۔ [3] پرچہ یکم جنوری ۱۹۳۲ء۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ان حالات کو دیکھ کر اپنی موجودگی میں لاہور میں امارت کا انتخاب کروایا جس کے نتیجہ میں محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے امیر منتخب ہوئے۔ اس لئے اس موقعہ پر اس امر کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جماعتی کاموں کی وجہ سے آپ کا مقام حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں کیا تھا۔ حضور نے مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء میں آپ کا ذکر بحیثیت امیر جماعت احمدیہ لاہور ان الفاظ میں کیا کہ

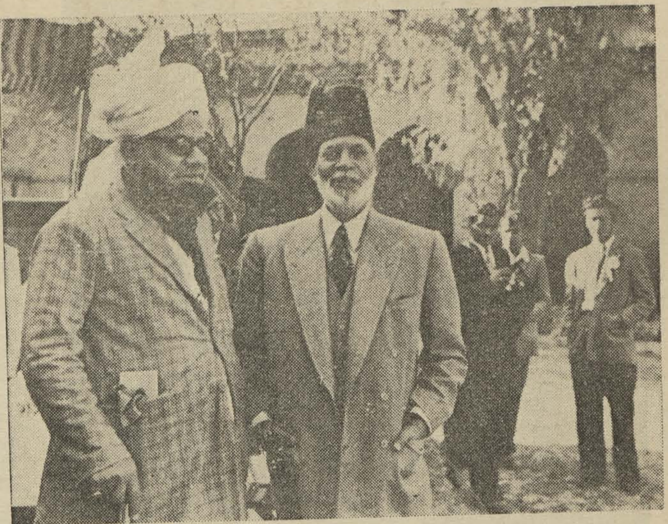
۱۔ "اس کا امیر بھی ایک ایسا شخص ہے جس سے مجھے تین وجہ سے محبت ہے۔ ایک تو ان کے والد کی وجہ سے جو نہایت مخلص احمدی تھے۔ میں نے دیکھا ہے انہوں نے دین کی محبت (میں) اپنی نفسانیت اور "مَیں" کو بالکل ذبح کر دیا تھا اور ان کا اپنا قطعاً کچھ نہ رہا تھا سوائے اس کے کہ خدا راضی ہو جائے۔ ایسے مخلص انسان کی اولاد سے مجھے خاص محبت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں ذاتی طور پر بھی اخلاص ہے اور آثار و قرائن سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو دین کی خاطر ہر وقت قربانی کے لئے تیار رکھتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں علم، عقل اور ہوشیاری دی ہے اور وہ اَور زیادہ ترقی کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں" [1]

۲۔ پھر حضور نے ۲۲ مئی ۱۹۵۵ء کو زیورچ سے جو پیغام جماعت کے نام ارسال فرمایا اس میں محترم چوہدری صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

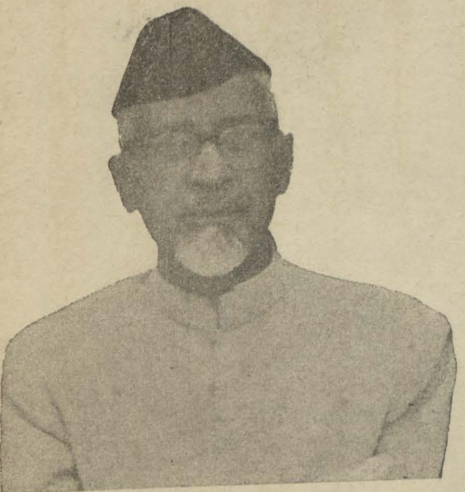
"سالہا سال کی بات ہے۔ میں نے خواب دیکھی تھی اور وہ اخبار میں کئی بار چھپ بھی چکی ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں کرسی پر بیٹھا ہوں اور سامنے بڑا قالین ہے اور اس قالین پر عزیزم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب، عزیزم چوہدری عبد اللہ خاں صاحب اور عزیزم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب لیٹے ہوئے ہیں۔ سر ان کے میری طرف ہیں اور پاؤں دوسری طرف ہیں اور سینہ کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں۔ عزیزم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگائی ہے اور اس طرح میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا۔ میری بیماری کے موقعہ پر تو اللہ تعالیٰ نے صرف ان کو میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا۔ بلکہ میرے لئے فرشتہ رحمت بنا دیا۔ وہ میری محبت میں یورپ سے چل کر

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۴-۱۵



محترم چودھری محمد ظفراللہ خاں صاحب
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ہمراہ



محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے



محترم شیخ بشیر احمد صاحب



محترم چودھری اسداللہ خاں صاحب

کراچی آئے اور میرے ساتھ چلنے اور میری صحت کا خیال رکھنے کے ارادہ سے آئے۔ چنانچہ ان کی وجہ سے سفر بہت اچھی طرح کٹا اور بہت سی باتوں میں آرام رہا۔

آخر کوئی انسان پندرہ بیس سال پہلے تین نوجوانوں کے متعلق اپنے پاس سے کس طرح ایسی خبر دے سکتا ہے۔ دنیا کا کونسا ایسا مذہبی انسان ہے جس کے ساتھ محض مذہبی تعلق کی وجہ سے کسی شخص نے جو اتنی بڑی پوزیشن رکھتا ہو جو چودھری ظفراللہ خاں صاحب رکھتے ہیں اس اخلاص کا ثبوت دیا ہو۔ کیا یہ نشان نہیں؟ مخالف مولوی اور پیر گالیاں تو مجھے دیتے ہیں مگر کیا وہ اس قسم کے نشان کی مثال بھی پیش کر سکتے ہیں۔ کیا کسی مخالف اور پیر نے ۲۰ سال پہلے کسی نوجوان کے متعلق ایسی خبر دی اور بیس سال تک وہ خبر پوری ہوتی رہی۔ اور کیا کسی ایسے مولوی اور پیر کی خدمت کا موقعہ خدا تعالیٰ نے کسی ایسے شخص کو دیا جو چودھری ظفراللہ خاں صاحب کی پوزیشن رکھتا تھا۔

خدا تعالیٰ ان کی خدمت کو بغیر معاوضہ کے نہیں چھوڑے گا اور ان کی محبت کو قبول کرے گا اور اس دنیا اور اگلی دنیا میں اس کا ایسا معاوضہ دے گا کہ پچھلے ہزار سال کے بڑے آدمی اس پر رشک کریں گے کیونکہ وہ خدا شکور ہے اور کبھی کا احسان نہیں اٹھاتا۔ اس نے ایک عاجز بندہ کی محبت کا اظہار کیا اور اس کا بوجھ خود اٹھانے کا وعدہ کیا۔ اب یقیناً جو اس کی خدمت کرے گا خدا تعالیٰ اس کی خدمت کو قبول کرے گا اور دین و دنیا میں اس کو ترقی دیگا۔ وہ صادق الوعد ہے اور رحمان و رحیم ہے۔"[1]

## محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے کا زمانۂ امارت

محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے امرتسر کی قاضی فیملی کے درخشندہ گوہر ہیں۔ آپ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور کے گورنمنٹ کالج کے لیکچرار مقرر ہوئے اور پھر اسی ادارہ سے پرنسپل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ بعدہٗ کچھ عرصہ کراچی اور لاہور یونیورسٹیوں میں فلاسفی ڈیپارٹمنٹ کا انچارج رہنے کے بعد اب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل ہیں۔ نہایت شریف النفس، نظام سلسلہ سے پوری طرح وابستہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کے لٹریچر اور تعلیم سے خوب

---

[1] "الفضل" ۲۹ رمئی ۱۹۵۵ء

واقف ہیں۔ جب سے آپ اپنی تعلیم مکمل کر کے واپس اپنے ملک میں آئے ہیں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ کا لیکچرار مقرر کیا اور ابتک غالباً بغیر کسی ناغہ کے برابر آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ آپ کا شمار پنجاب یونیورسٹی کے چند ممتاز ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد حکومت کے اعلےٰ مناصب پر فائز ہیں اور سبھی آپ کی بیحد عزت اور تکریم کرتے ہیں۔ آپ موزوں قدوقامت کے ہنس مکھ انسان ہیں۔ عام حالات میں آپ کا لباس ہمیشہ سادہ ہوتا ہے۔ بول چال اور رفتار میں ایک وقار ہوتا ہے۔ آپ کی تقریر سے علماء اور نوتعلیمیافتہ طبقہ کافی معلومات حاصل کر کے اُٹھتا ہے۔ آجکل آپ کو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مجلس افتاء کی صدارت بھی سونپی ہوئی ہے۔ جسے آپ نہایت ہی خوش اسلوبی سے سر انجام دے رہے ہیں۔ آپ قریباً چار سال تک جماعت لاہور کے امیر بھی رہے ہیں۔ خاکسار کی درخواست پر آپ نے اپنے زمانۂ امارت کے جو حالات قلمبند کئے۔ درج ذیل ہیں :۔

"عرض ہے کہ میں ۱۹۳۱ء سے لیکر ۱۹۳۴ء تک لاہور جماعت کا امیر تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سابق امیر محترمی چودھری محمد ظفراللہ خاں صاحب بار بار ہندوستان سے باہر جانے لگے تھے۔ پہلے راؤنڈ ٹیبل کانفرنسوں میں پھر کسی اَور تقریب پر۔ بعد میں گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر ہو کر دہلی چلے گئے۔ میرا انتخاب حضور خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے اپنی موجودگی میں احمدیہ ہوسٹل ایمپرس روڈ میں جماعت کے جلسہ میں کروایا اور وہیں منظوری دی۔ میرے ساتھ مختلف شعبہ جات کے سکرٹریوں کا انتخاب بھی ہوا۔ جنرل سکرٹری مکرمی ڈاکٹر عبیداللہ خاں ہوئے۔ دوسرے سکرٹریوں میں میاں عبدالعزیز صاحب مغل۔ بابو فضل الدین صاحب ریڈر ہائی کورٹ۔ مولوی محب الرحمٰن صاحب۔ مکرمی شیخ بشیر احمد صاحب۔ چوہدری اسداللہ خاں صاحب تھے۔ بعد میں ملک خدا بخش صاحب بھی شامل ہو گئے۔ جو میرے زمانے میں اور شیخ بشیر احمد صاحب کے زمانے میں لمبے عرصہ تک جنرل سکرٹری رہے۔ مکرمی شیخ بشیر احمد صاحب کے زمانہ امارت میں عرصہ تک میں نائب امیر رہا اور یہ سلسلہ میرے کراچی جانے (۱۹۵۴ء) تک جاری رہا۔

اس زمانے میں یعنی میری امارت کے زمانہ میں بڑے بڑے واقعات یہ ہیں۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کئی دفعہ تشریف لائے۔ حضور کے تین لیکچر تو اچھی طرح یاد ہے اسی زمانے

کے ہیں۔ ایک لیکچر سیرت النبیؐ کی تقریب پر بریڈلا ہال میں ہوا جس میں حضور نے لقد جاء کم رسولٌ من انفسکم سورۂ توبہ آخری رکوع کی تفسیر فرمائی۔ صدر پروفیسر سید عبدالقادر تھے اور مقررین میں مسٹر رامچند منچندہ تھے۔ دوسرے دو لیکچر یکے بعد دیگرے دو دنوں میں ہوئے۔ ان کا اہتمام پنجاب لٹریری لیگ نے کیا جس کے سکرٹری دیوراج چودھری ایم۔ اے تھے جو بعد میں اخبار "ٹربیون" کے اسسٹنٹ ایڈیٹر ہوئے۔ پہلا لیکچر "مذہب اور سائنس" کے موضوع پر (یا ہستی باری تعالیٰ پر) تھا جو میونسپل ہال میں ہوا۔ صدر غالباً سر عبدالقادر صاحب تھے اور دوسرا لیکچر عربی ام الالسنہ پر تھا جو وائی۔ ایم۔ سی۔ اے میں ہوا۔ اور صدر برکت علی صاحب قریشی پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی تھے۔

لاہور کا عظیم الشان جلسہ مصلح موعود کے اعلان کے متعلق میرے زمانۂ نائب امارت میں ہوا۔ اس کے پنڈال کی تیاری میرے اور چند اَور دوستوں کے ذمہ تھی جن میں شیخ عبیداللہ اور شیخ عبداللطیف صاحبان اچھی طرح یاد ہیں۔ پنڈال میں آکر حضور نے نماز ظہر و عصر پڑھائی۔ نماز میں مَیں حضور کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس زمانے میں حضور ام طاہر رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں لمبا عرصہ لاہور رہے۔ قریباً ہر روز شام کو مجلسِ علم و عرفان جمتی تھی (۱۳ ٹمپل روڈ پر)۔ اس زمانہ کی بیشمار باتوں میں سے کچھ یاد ہیں۔ باقی کا مستقل اثر دل و دماغ پر ہے۔

میرے زمانہ امارت میں مسجد دہلی دروازہ کے ایک حصہ پر چھت ڈالی گئی اور اس سے مبلغ لاہور کی رہائش کا انتظام ہوا۔ اس کام میں میو سکول آف آرٹس کے میاں محمد صاحب مرحوم نے بڑی خدمت کی۔ میں نے سُنا ہوا ہے کہ مسجد احمدیہ دہلی دروازہ (جو شروع سے لے کر مسجد دارالذکر کے زمانہ تک لاہور کی مرکزی مسجد رہی) کا نقشہ بھی میاں محمد صاحب نے بنایا تھا۔ اسی نقشہ پر لائلپور کی مسجد کا نقشہ اُتارا گیا۔ اس مسجد کی تعمیر میں حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔

میرے زمانہ امارت میں مجلس عاملہ کے اجلاس کچھ عرصہ مسجد دہلی دروازہ میں ہوتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب میں ماڈل ٹاؤن رہتا تھا۔ بعد میں کچھ عرصہ یہ اجلاس میرے مکان واقعہ راوی روڈ باغ منشی لدھا میں ہوتے رہے۔ ماڈل ٹاؤن کے زمانہ کی بات ہے موٹر سائیکل سے

گر کر مجھے چوٹ لگ گئی۔ اس عرصہ میں حضور لاہور تشریف لائے تو میری عیادت کے لئے گھر پر تشریف فرما ہوئے۔

اسی زمانے کی بات ہے کہ میں برادرم ڈاکٹر محمد منیر صاحب کی خدمت میں دھرم پور کے سینی ٹوریم میں تھا کہ حضور شملہ سے غالباً کشمیر کمیٹی کی کوئی میٹنگ کر کے واپس تشریف لیجا رہے تھے کہ میں نے راستہ میں دھرم پور کی روڈ پر حضور سے ملاقات کی اور درخواست کی کہ حضور سینی ٹوریم پر چڑھ کر ڈاکٹر محمد منیر صاحب کو بھی دیکھیں۔ چنانچہ حضور اپنی کار چھوڑ کر سینی ٹوریم کی کار میں سوار ہو کر اُوپر سینی ٹوریم میں پہنچے اور ڈاکٹر محمد منیر صاحب کی عیادت فرمائی۔ ہمراہ مکرمی شمس صاحب تھے حضور کا سینی ٹوریم میں آنا سب کے لئے باعث دلچسپی تھا۔ ایک صاحب نے حضور سے تصویر کے لئے عرض کیا۔ حضور تصویر کے لئے ٹھہر گئے۔

میں نے ڈلہوزی کے زمانے میں دو سال حضور کی مصاحبت کا فخر حاصل کیا۔ ایک سال عید بھی وہیں آئی۔ عید پر حضور نے تمام جماعت کو دعوت دی۔ کھانے کے وقت میں حضور کے سامنے بیٹھ کر ایک ہی رکابی میں کھاتا رہا اگرچہ شرماتا رہا۔ اسی عید کے دن شام کو سب مسلمانوں نے مشترکہ چائے پارٹی کا انتظام کیا جو سیسل ہوٹل میں ہوئی۔ اس پارٹی کا واقعہ ہے کہ حضور معہ چند خدام سیسل ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئے تو سب حاضرین احمدی وغیر احمدی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ڈلہوزی کے زمانے میں ایک واقعہ یاد ہے۔ برادرم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب نے اپنی کوٹھی پر چائے کی دعوت دی۔ جس میں حضور شریک ہوئے اور لمبا وقت باتیں کرتے رہے۔

اس زمانے میں ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں کے مستقبل کے متعلق حضور نے قیمتی مضمون لکھے جن کا ترجمہ مَیں نے کیا اور جو ولایت میں تقسیم کئے گئے۔ میرے زمانہ امارت میں مشہور پروفیسر ولفرڈ سمتھ نے حضور سے لمبی ملاقات کی (بعد میں جب حضور رتن باغ میں فروکش تھے تو پروفیسر سمتھ نے پھر ملاقات کی) رتن باغ کے زمانے میں گاندھی جی کے ایک نمائندہ نے لمبی ملاقات کی۔ اس زمانے میں حضور نے تعلیم الاسلام کالج کے ہال میں (جو اس زمانہ میں لاہور ڈی اے وی کالج کی عمارت میں تھا) ایک امریکن پروفیسر کے لیکچر کی صدارت فرمائی اور انگریزی میں تقریر پر تبصرہ فرمایا"

## محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب کا زمانۂ امارت

محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب کے بعد محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ۱۹۴۷ء میں جماعت لاہور کے امیر منتخب ہوئے۔ اور ۱۹ سال تک لگاتار امارت کا کام آپ کے سپرد رہا۔ آپ کے زمانۂ امارت میں مندرجہ ذیل احباب مجلس عاملہ کے ممبر رہے

۱۔ مکرم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے

۲۔ مکرم چودھری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء

۳۔ مکرم شیخ محمود الحسن صاحب

۴۔ مکرم بابو فضل دین صاحب

۵۔ مکرم ڈاکٹر غلام مصطفٰے صاحب

۶۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

۷۔ مکرم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب

۸۔ مکرم بابو محمد شفیع صاحب

۹۔ مکرم میاں عبد الکریم صاحب

۱۰۔ مکرم میاں عبد المجید صاحب

۱۱۔ مکرم چوہدری غلام احمد صاحب

۱۲۔ مکرم چودھری عبد الرحیم صاحب

۱۳۔ مکرم بابو فقیر اللہ صاحب

۱۴۔ مکرم شیخ نور احمد صاحب

۱۵۔ مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر

۱۶۔ مکرم مولوی برکت علی صاحب لائق

۱۷۔ مکرم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب

۱۸۔ مکرم ملک خدا بخش صاحب

۱۹۔ مکرم قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ

ممکن ہے بعض اور احباب بھی ممبر رہے ہوں مگر جہانتک دفتر جماعت احمدیہ لاہور کے ریکارڈ کا تعلق ہے انہی احباب کا ذکر پایا جاتا ہے۔ محترم ملک خدا بخش صاحب جنرل سکرٹری تھے اور محترم چودھری عبد الرحیم صاحب پرسنل اسسٹنٹ۔ مجلس عاملہ کے اجلاس محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت کے مکان ۱۳۔ ٹمپل روڈ پر ہوتے رہے۔

## محترم شیخ صاحب کی کشمیر کمیٹی میں خدمات

محترم شیخ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت کشمیر میں مظلوم کشمیریوں کی قانونی خدمات سرانجام دینے کا بہت موقعہ ملا۔ اور اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ ۱۹۳۱ء میں کشمیریوں کی مظلومیت سے متاثر ہو کر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے شملہ میں نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کی کوٹھی پر ہندوستان

کے مسلم زعماء کا ایک اجلاس مسئلہ کشمیر پر غور کرنے کے لئے بُلایا۔ دوران گفتگو میں یہ فیصلہ ٹھہرا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جس کا نام "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" رکھا جائے اور وہ کمیٹی اس مشکل مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لیکر ایک تنظیم کے ساتھ حل کرے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب شاعرِ مشرق نے تجویز کی کہ اس کمیٹی کے صدر امام جماعت احمدیہ ہونے چاہئیں کیونکہ اُن کے پاس وسائل بھی ہیں اور کام کرنے والے مخلص کارکن بھی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے فوراً اس تجویز کی تائید کی۔ اس پر سب طرف سے آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ درست ہے درست ہے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ہر چند فرمایا کہ "مجھے اس تجویز سے ہرگز اتفاق نہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور میری جماعت ہر رنگ میں کمیٹی کے ساتھ تعاون کریگی لیکن مجھے صدر منتخب نہ کیا جائے" مگر ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے کہا "حضرت صاحب! جب تک آپ اس کام کو صدر کی حیثیت سے نہ لیں گے یہ کام نہیں ہوگا"[۱]

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ نے تمام زعماء کے اصرار پر صدارت قبول فرمائی اور خدا کے فضل و کرم سے تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ایسا عظیم الشان کام کیا کہ اپنے اور بیگانے سب دنگ رہ گئے۔ اس کام کا ایک حصہ مظلوم کشمیریوں کی قانونی امداد بھی تھی جس میں احمدی وکلاء نے اپنی پریکٹس کو چھوڑ کر دن رات انتھک محنت کر کے ایسے شاندار کارنامے سرانجام دیئے کہ کشمیر کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ اس وقت مضمون کے لحاظ سے محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی قانونی خدمات کا تھوڑا سا تذکرہ مدنظر ہے۔

کشمیر کمیٹی کی مسلسل اور منظم کوشش اور جدوجہد کے نتیجہ میں جب ریاستی حکام نے گھٹنے ٹیک دیئے تو مہاراجہ ہری سنگھ صاحب والئی جموں وکشمیر نے ۱۱ر نومبر ۱۹۳۱ء کو ایک اعلان کے ذریعہ دو کمیشن مقرر کئے جن میں سے ایک کا نام تھا "مڈلٹن کمیشن" اور دوسرے کا "گلانسی کمیشن" ان کمیشنوں کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کے سامنے کشمیری مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلوانے کے لئے کارآمد اور مفید شہادتیں پیش کریں تا کمیشن ریاست کے مسلمانوں کو ایسے مشورے دے سکیں جن پر کاربند ہو کر وہ اپنا کیس مضبوطی کے ساتھ اور موثر رنگ میں

---

[۱] تاریخ احمدیت جلد ششم بحوالہ "لاہور" پرچہ ۵ر اپریل ۱۹۶۵ء

پیش کر سکیں۔ مظلومین کی وکالت کرنے اور "مڈلٹن کمیشن" کے سامنے شہادت پیش کرنے کے سلسلہ میں جو خدمات محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے سر انجام دیں ان سے متاثر ہو کر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو سرینگر سے "الفضل" کے نام یہ پیغام بھیجا کہ

"شوپیاں کا مقدمہ قتل گذشتہ ہفتہ سے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور نہایت قابلیت کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک ملزم رہا کر دیا گیا ہے۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے ہمارے مفاد کی خاطر جو قربانی کی ہے اس کے ہم بیحد ممنون ہیں۔ آپ نے "مڈلٹن" تحقیقاتی کمیٹی کے سلسلہ میں بھی ہمیں قابل قدر امداد دی ہے ہم آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صمیم قلب کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ایسا قابل قانون دان ہماری امداد کے لئے بھیجا" [۱]

شوپیاں کے علاوہ "علی بیگ" میرپور کے مقدمہ کی بھی آپ نے پیروی کی اور اس مقدمہ کے ۲۴ ملزمان نے مندرجہ ذیل الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کیا۔

"سب سے بڑھ کر ہم آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممنون ہیں جنہوں نے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو ہمارے مقدمہ کی بحث کے لئے ہماری درخواست کو قبول کرتے ہوئے بھیجا اور مسلسل ایک ہفتہ بحث کر کے انہوں نے ہماری نیابت کا حق ادا کر دیا" [۲]

## تنظیم جماعت

محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ اسلامیہ پارک کا بیان ہے کہ جب محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ جماعت لاہور کے امیر منتخب ہوئے تو آپ نے لاہور شہر کی وسعت کے پیش نظر شہر کو کئی حلقوں میں تقسیم کیا اور ہر حلقہ کے لئے الگ الگ صدر اور دیگر عہدیدار مقرر کئے۔ ان ایام میں محترم شیخ صاحب مجھے ساتھ لے کر باقاعدگی کے ساتھ باری باری تمام حلقوں کا دورہ کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ آپ کے والد صاحب کافی بیمار تھے مگر اس حالت میں بھی آپ مجھے ساتھ لے کر ماڈل ٹاؤن کے دورہ پر روانہ ہو گئے۔ ابھی ماڈل ٹاؤن پہنچے ہی تھے کہ فون پر اطلاع ملی کہ آپ کے والد صاحب

---

[۱] الفضل ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء [۲] "انقلاب" ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۲ء

کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے فوراً واپس پہنچو۔ اس پر ہم واپس آ گئے۔

محترم چودھری صاحب نے مزید فرمایا:۔

محترم شیخ صاحب جب امیر مقرر ہوئے تو شروع شروع میں آپ کے پرسنل اسسٹنٹ محترم چوہدری احمد جان صاحب حال امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی تھے۔ مگر جب ان کا تبادلہ ہو گیا۔ تو شیخ صاحب نے مجھے پرسنل اسسٹنٹ مقرر کر لیا۔ مجھے کچھ عرصہ تک اپنے ساتھ حلقوں میں لے جاتے رہے۔ پھر یہ کام میرے ہی سپرد کر دیا۔ میں دوروں کی رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ اور پھر جس حلقہ میں آپ خود جانے کی ضرورت محسوس کرتے اس میں مجھے ساتھ لے کر تشریف لے جاتے۔ جب مجھ پر حلقہ جاتی دوروں کی وجہ سے بوجھ زیادہ ہو گیا تو آپ نے مجلس عاملہ کے سارے ممبروں کے لئے الگ الگ حلقے مقرر کر دیئے۔

محترم چودھری صاحب نے آپ کی امارت کے زمانہ کا ایک اہم واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

حلقہ دہلی دروازہ میں بہت قدیم اور بزرگ صحابہ رہا کرتے تھے۔ تبلیغ بھی خوب کرتے تھے۔ نیکی اور تقویٰ کا بھی گہرا اثر تھا۔ مگر حلقہ کی تنظیم برائے نام تھی۔ اس حلقہ کی یہ حالت دیکھ کر پہلے تو محترم شیخ صاحب نے خود اس حلقہ میں بار بار تشریف لا کر احباب کو سمجھایا مگر جب دیکھا کہ جیسی تنظیم کے آپ خواہاں تھے ویسی قائم نہیں ہو سکی تو آپ نے مجھے اس حلقہ کا صدر نامزد کر دیا۔ اندازاً ڈیڑھ سال میں صدر رہا اور جب اس حلقہ میں تنظیم قائم ہو گئی اور چندہ بھی باشرح آنا شروع ہو گیا تو محترم شیخ صاحب کی اجازت سے دوبارہ انتخاب ہوا اور میاں محمد صاحب صدر منتخب ہو گئے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ محترم چودھری عبدالرحیم صاحب کے زمانہ کا ایک رجسٹر مجھے ملا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ۳۹-۱۹۳۸ء کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں باقاعدگی کے ساتھ حلقہ کے ہفتہ وار اجلاس ہوا کرتے تھے اور اکثر حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل، حضرت میاں معراجدین صاحب عمر، حضرت میاں محمد سعید صاحب سعدی اور دیگر بزرگوں کی ذکر حبیب پر ایمان افروز تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ ان تقریروں کا خلاصہ پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں اس حلقہ میں میاں فیملی کے کافی افراد مسجد کے

اردگرد رہا کرتے تھے مگر اب ان کی نسل لاہور کے بعض دیگر حصوں اور دوسرے شہروں میں پھیل گئی ہے اور بہت کم لوگ یہاں رہ گئے ہیں۔ اللہ کرے وہ اپنے بزرگوں کے رُوحانی ورثہ کے حقیقی وارث بنیں۔ آمین اللّٰھم آمین۔

محترم بابو فضلدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ کا بیان ان کے حالات میں درج کیا جا چکا ہے۔ یہاں موقعہ کی مناسبت سے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

آپ کے بیان کے مطابق

آپ جناب شیخ صاحب کے زمانہ امارت میں ۱۹۳۱ء سے لیکر ۱۹۳۹ء تک سکرٹری مال کے طور پر کام کرتے رہے۔ اس کے بعد بطور نگران اس کام میں حصہ لیتے رہے۔ چندہ آپ کے زمانہ میں سو فیصدی وصول ہوتا رہا۔ اور اس کام میں محترم چوہدری عبدالکریم صاحب، محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب، محترم بابو فضل احمد صاحب، محترم حکیم سراجدین صاحب، محترم بابو محمد شفیع صاحب اور محترم قاضی محمود احمد صاحب آپ کی امداد فرماتے رہے۔ حلقوں کے دوروں میں محترم ملک خدا بخش صاحب اور محترم میاں عبدالکریم صاحب معاونت فرمایا کرتے تھے۔

## فتنۂ احرار اور جماعت کی بیداری

محترم شیخ صاحب ابھی امیر بنے ہی تھے کہ سابق پنجاب اور خاص کر شہر لاہور میں مجلس احرار نے ملک میں سیاسی برتری حاصل کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا۔ خاکسار مؤلف کتاب کو وہ زمانہ خوب یاد ہے۔ احراریوں نے قریہ قریہ اور دیہہ دیہہ میں جماعت احمدیہ کے خلاف ہزاروں جلسے کئے اور اس قدر لوگوں کو بھڑکایا کہ اگر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بار بار جماعت کو صبر و برداشت کی تلقین نہ کی جاتی تو قریب تھا کہ ملک میں سخت خونریزی تک نوبت پہنچ جاتی۔ اگر معاملہ یہیں تک رہتا تو خیر تھی مگر نوبت بایںجا رسید کہ حکومت کے بعض بڑے بڑے افسروں نے بھی در پردہ احراریوں کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کر دی اور جماعت کے ساتھ صریح بے انصافی پر اُتر آئے۔

ان حالات کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جماعت میں ایک سیاسی پارٹی

قائم کرنے کا ارشاد فرمایا جس کا نام حضور نے نیشنل لیگ رکھا اور محترم شیخ بشیر احمد صاحب کو اس کا صدر مقرر فرمایا۔ اس لیگ کے ماتحت ایک رضا کاروں کی جماعت بھی قائم فرمائی جس کے قائد محترم چودھری محمد اسد اللہ خاں صاحب مقرر ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی ہزاروں لوگ اس لیگ کے ممبر بن گئے۔ حضور رضی اللہ عنہ نے ابتدائی ایام میں لیگ کے سپرد جو کام کیا اس کی تفصیل یہ ہے۔ حضور نے فرمایا:۔

"سب سے پہلی اور مقدم چیز جس کے لئے ہر احمدی کو اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلسلہ کی ہتک ہے۔ متواتر سلسلہ احمدیہ کی ہتک کی جا رہی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حکام کو اس کے دُور کرنے کی طرف وہ توجہ نہیں جو ہونی چاہیئے نہ وہ فرض ادا کر رہی ہے جو حکومت کے لحاظ سے اس پر عائد ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ حکومت پنجاب نے ابتک نو کے قریب یا ممکن ہے ایک دو زیادہ پمفلٹ ضبط کئے ہیں جن میں سلسلہ احمدیہ پر حملے کئے گئے تھے۔ مگر نو، دس یا گیارہ پمفلٹوں کو ضبط کر لینا ہرگز یہ بات ثابت نہیں کرتا کہ گورنمنٹ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ کیونکہ ضبط ہونے والے پمفلٹ تو نو دس ہیں اور وہ ٹریکٹ، رسالجات اور اشتہارات جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ گندی گالیاں دی جاتی ہیں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور گورنمنٹ ان کے متعلق کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ اگر سو قاتلوں میں سے نو یا دس قاتلوں کو گورنمنٹ سزا دے دیتی ہے تو ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گورنمنٹ نے اپنی ذمہ داری کو ادا کر دیا۔ کیونکہ اگر اُسے سَو قاتلوں کا علم ہے تو جب تک وہ ہر ایک قاتل کو سزا نہیں دے لیتی وہ اپنے فرائض کو ادا کرنے والی نہیں سمجھی جا سکتی۔ اسی طرح گورنمنٹ کا ہمارے خلاف سینکڑوں رسالوں اشتہاروں اور کتابوں کی طرف کوئی توجہ نہ کرنا اور نو دس پمفلٹوں کو ضبط کرنا بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شُبہ پیدا کرتا ہے کہ یہ نو ضبطیاں بھی محض یہ دکھانے کے لئے ہیں کہ ہم نے احمدیوں کی طرف توجہ کی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ نو دس پمفلٹوں کو تو ضبط کر لیا جائے مگر باقی اخبارات متواتر گالیوں سے پُر ہوں۔ ٹریکٹ اور رسالے گالیوں سے

پُر ہوں۔ نظمیں ہمارے خلاف پڑھی جاتی ہوں مگر گورنمنٹ ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرے"[1]

"دوسری بات جس کی طرف لیگ کو توجہ کرنی چاہیئے وہ مسٹر کھوسلہ کا فیصلہ[2] ہے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے وہ کیس عدالت میں پیش ہو چکا ہے۔ پس سب سے پہلے جماعت کو عدالتی چارہ جوئی ہی کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ جس جس امر کے متعلق قانون نے ہمارے لئے راستہ کھولا ہوا ہو اُن امور کے متعلق ہمیں اپنے قلم یا اپنی زبان کو اس وقت تک استعمال نہیں کرنا چاہیئے جب تک قانونی ذرائع ہمارے لئے بند نہ ہو جائیں۔

تیسرا امر جو نیشنل لیگ کو مدنظر رکھنا چاہیئے یہ ہے کہ ایسے افسر اس ضلع میں بھی ہیں اور باہر بھی جنہوں نے سلسلہ کی متواتر ہتک کی ہے اور سلسلہ کے تمام حقوق کو انہوں

---

[1] الفضل ۲۰ر اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۵

[2] قادیان میں آریہ ہائی سکول کے پاس احرار نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک جلسہ کیا تھا جس میں جماعت کے خلاف نہایت ہی اشتعال انگیز تقریریں کی گئی تھیں۔ اور اگر جماعت احمدیہ کے ذمہ دار افسروں کی طرف سے احمدیوں کو بار بار صبر اور ضبط کی تعلیم نہ دی جاتی تو قریب تھا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ احراری مقررین نے ایک بہت بڑے جلسہ میں جس میں شامل ہونے کیلئے مُلک کے طول وعرض سے لوگ جمع ہوئے تھے، جماعت احمدیہ کے امام اور دیگر معزز ہستیوں کے خلاف جی بھر کر انتہائی بدتہذیبی اور بدگوئی کا مظاہرہ کیا تھا جس پر گورنمنٹ نے دیگر مقررین کو چھوڑ کر صرف سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے خلاف مقدمہ کھڑا کیا تھا۔ مگر کارروائی اس مقدمہ کی اس طرح چلائی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ مقدمہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب کے خلاف نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے خلاف چلایا گیا ہے۔ اس مقدمہ میں مسٹر کھوسلہ نے شاہ صاحب کو صرف پندرہ منٹ قید کی سزا دی۔ اس کے بالمقابل ایک احمدی نے ایک کتاب لکھی جس میں صرف حوالجات جمع کئے گئے تھے اس پر اسے قید کی سزا دی گئی مگر جب مسٹر کھوسلہ سشن جج کے پاس اپیل کی گئی تو انہوں نے سزا کو چار سو روپیہ جرمانہ میں بدل دیا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے دونوں فریق کے ایک ایک آدمی پر مقدمہ چلا کر انصاف کا تقاضا پورا کر دیا۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ ہمارے ایک آدمی نے جُرم کیا اور اس ایک پر ہی مقدمہ چلایا گیا مگر دوسرے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نے نظر انداز کر دیا ہے۔ صدر انجمن نے متواتر حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ ان افسروں کو سزا دے مگر حکومت نے ہمیشہ بے توجہی سے کام لیا ہے۔ نیشنل لیگ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ایسے جائز ذرائع سے کام لے کر جو قانون اور شریعت کی حدود کے اندر ہوں دو باتوں میں سے ایک نہ ایک بات کرے۔ یا تو حکومت کو مجبور کرے کہ وہ اپنے افسروں کو سزا دے یا ایسے طریق اختیار کرے کہ یہ معاملہ بالکل کھل جائے کہ حکومت اپنے افسروں کی رعایت کر رہی اور احمدیوں کی حق تلفی کر رہی ہے۔ دونوں امور میں سے ایک امر ضرور نیشنل لیگ اختیار کرے۔ یا تو قانون کے مطابق ان افسروں کو حکومت سے سزا دلوانے کی کوشش کرے کیونکہ جیسے وہ حکام ہمارے مجرم ہیں اسی طرح حکومت کے بھی مجرم ہیں۔ حکومت افسروں کو اس لئے مقرر کیا کرتی ہے کہ وہ مظلوم کی مدد کریں۔ مگر جب وہ ظالم کی مدد کر رہے ہوں تو وہ حکومت کے بھی ایسے ہی مجرم ہیں جیسے لوگوں کے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ حکومت ان کو سزا نہ دے لیکن اگر وہ سزا نہ دے تو ایسا طریق اختیار کرو جو دنیا پر ثابت کر دے کہ تم حق پر تھے مگر حکومت نے تمہارا حق ادا نہیں کیا۔ اور وہ یہ ہے کہ مختلف امور کے متعلق عدالتوں میں مقدمات لے جاؤ اور ہائی کورٹ اور پریوی کونسل تک ان مقدمات کو چلاؤ۔ یہانتک کہ یہ امر ثابت ہو جائے کہ حکومت پنجاب نے بعض غیر منصف حکام کے متعلق ناجائز طرفداری کا طریق اختیار کیا ہے[1]"

حقیقت میں یہ ساری مشکل اس لئے پیش آئی کہ گورنمنٹ کا یہ قانون تھا کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے بزرگ کی ہتک کرے تو ہتک کرنے والے پر نالش گورنمنٹ کرے۔ اس قوم کے افراد نہیں کر سکتے تھے۔ اور گورنمنٹ یہ دیکھتی تھی کہ جن کا دل دکھا ہے وہ کتنی تعداد میں ہیں اور آیا وہ بے قابو ہو کر قانون توڑنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اگر دیکھتی کہ فساد کا خطرہ ہے تو توجہ کرتی تھی

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔

فریق کے سو آدمیوں نے جرم کیا جن میں سے صرف ایک آدمی پر مقدمہ چلایا گیا۔ گویا احمدیوں کے سو فیصدی آدمیوں کے خلاف کارروائی کی گئی اور احراریوں کے ایک فیصدی آدمیوں کے خلاف کارروائی ہوئی۔

[1] الفضل ۲۰ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸

بصورت دیگر ٹس سے مس نہ ہوتی تھی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ گورنمنٹ ایسا قانون بنائے کہ جس مذہب کے پیشوا کی ہتک کی جائے اس کے پیرو ہتک کرنے والے پر خود مقدمہ دائر کریں اگر ایسا قانون بن جاتا تو جماعت احمدیہ کو گورنمنٹ پر اس بارہ میں کوئی اعتراض باقی نہ رہتا۔

**زرّیں نصائح** غرض مندرجہ بالا ہدایات کے ساتھ ساتھ حضور نے نیشنل لیگ کو یہ بھی نصیحت کی کہ

"یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ شریعت کی پابندی اور قانون وقت کی اطاعت ہمیشہ ملحوظ رکھی جائے"

"سیاسیات میں بھی کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے سلسلہ کی عظمت کو بٹہ لگے۔ تم پر کتنی ہی مصیبتیں آئیں۔ کتنا ہی دکھ اور تکلیف میں رہنا پڑے اسے برداشت کرو۔ کیونکہ یہ زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ سلسلہ پر کوئی اخلاقی یا قانونی الزام عائد ہو۔ اب خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک اچھا نمونہ پیدا کر دیا ہے جس سے تم اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتے ہو۔ ایک دو باتیں میں نے بتا دی ہیں اور بیسیوں اور باتیں ہیں جو نکالی جا سکتی ہیں جب تمہارے لئے ایک رستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی رستے کھولے ہوئے ہیں تو تمہیں کیا ضرورت ہے کہ تم وہ طریق اختیار کرو جس سے جماعت کی بدنامی ہو۔ تم آئین کے اندر رہ کر کام کرو اور یقیناً یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے جلال کے لئے کھڑے ہو اور وہ تمہیں ضائع کر دے۔ تم گذشتہ دنوں کے اللہ تعالیٰ کے وہ نشانات دیکھ لو جو اس نے تمہاری تائید کے لئے ظاہر کئے۔ کس طرح اس نے حیرت انگیز طور پر تمہاری مدد کی اور کس طرح اس نے تمہارے دشمنوں کو نیچا دکھایا"[۵۱]

ان جلی الفاظ میں حضور کا اشارہ مجلس احرار کی اس ذلت کی طرف ہے جو اسے مسجد شہید گنج لاہور کے بارہ میں مسلمانوں سے علیحدہ رویہ اختیار کرنے پر اٹھانا پڑی۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ۱۹۳۵ء کے اوائل میں سکھوں نے لنڈا بازار کی ایک قدیم مسجد کو جو سکھوں کے زمانہ سے اُن کے

---

۵۱ الفضل ۲۰ اگست ۱۹۳۵ء

قبضہ میں چلی آتی تھی اپنے نزدیکی گوردوارہ میں شامل کرنے کے لئے شہید کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہوا۔ اور انہوں نے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ جب تک مسجد کو نئے سرے سے تعمیر نہ کیا جائے وہ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مجلس احرار نے آئندہ الیکشن میں اپنے زیادہ سے زیادہ نمائندوں کو کامیاب کروا کر وزارتوں پر قبضہ کرنے کی ٹھان رکھی تھی اور اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہ غیر مسلموں کے ایک حصہ کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھی لیکن جب سکھوں نے مسجد شہید کر دی تو مسلمان آپے سے باہر ہو گئے اور حالات نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی۔ مسلمانوں نے اپنی قومی غیرت کو برقرار رکھنے کی خاطر جو انہیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہوئی ہے ہزاروں کی تعداد میں مسجد شہید گنج کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ حکومت کو یہ ہنگامہ خیزی ناگوار گذری اور قیام امن کے پیش نظر متعدد بار مسلمانوں پر گولی چلائی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان حالات میں مسلم قوم نے طبعاً اپنے ان لیڈروں کی طرف رجوع کیا جو ان سے آئندہ الیکشن میں ووٹ حاصل کرنے کی بھیک مانگ چکے تھے۔ اس نازک موقعہ پر احراری لیڈروں کا فرض تھا کہ وہ آگے بڑھ کر مسلمانوں کی رہنمائی کرتے۔ حکومت اور سکھ لیڈروں سے مل کر اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتے مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ لیکن جب پبلک آواز نے انہیں مجبور کر دیا تو انہوں نے اپنی جد و جہد کا آغاز کرنے کے لئے ۲۷-۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء کی تاریخیں مقرر کر دیں۔ چنانچہ ۲۷ جولائی کو انہوں نے موچی دروازہ کے باہر برکت علی محمڈن ہال میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس میں پنجاب و سرحد کے ایک سو کے قریب نمائندے شامل ہوئے۔ لیکن ابھی جلسہ شروع نہیں ہوا تھا کہ چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی جس کے جواب میں کسی احراری لیڈر کو تو لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی البتہ انہوں نے سیرت کمیٹی والے عبدالمجید صاحب قرشی کو اپنی طرف سے قربانی کا بکرا بنا کر پیش کر دیا۔ قرشی صاحب پر جو بیتی اس کا کچھ حال بالفاظ "زمیندار" یوں ہے کہ

"قرشی صاحب سٹیج پر کیا آئے حاضرین کے لئے پیغام اشتعال آگیا۔ . . سارے مندوبین یک زبان ہو کر "بٹھا دو" "بٹھا دو" کا ہنگامہ بلند کر رہے تھے۔ نفرت و ہیجان میں ڈوبے ہوئے فقرے بزبان ہنگامہ اعلان کر رہے تھے کہ کوئی مسلمان اس کی صورت تک کو دیکھنے

کے لئے تیار نہیں۔ غیظ و غضب یہانتک بڑھ گیا کہ سٹیج کے قریب سے چند اشخاص اُٹھ کر قریشی پر جھپٹ پڑے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ سٹیج سے پیچھے دھکیل دیا۔ اس کھینچا تانی میں قریشی کا کُرتا کچھ اس طرح پھٹ گیا کہ ایک گریبان کے نیچے درجنوں اس کے نائب نظر آنے لگے"۔

"آخر صدر نے بمشکل جلسہ برخواست کر کے احراریوں کو خود تجویز کردہ اور خود طلب کردہ مسلمان نمائندگان کے چنگل سے رہائی دلائی۔ اور بالفاظ "زمیندار" احرار لیڈر دامن جھاڑ کر اس طرح اُٹھے جس طرح کوئی ملاح اپنی کشتی غرق کر دینے کے بعد ساحل پر آتا ہے اور وہاں سے نامرادانہ آہیں کھینچتا ہوا گھر کی راہ لیتا ہے[1]"

یہ تو ان نمائندگان نے احراریوں کی گت بنائی جنہیں مجلس احرار کے لیڈروں نے اپنی تائید کے لئے لاہور کے باہر سے بُلایا تھا۔ اگر خدانخواستہ لاہور والوں کو بھی اطلاع ہو جاتی تو نامعلوم وہ اس جلسہ میں کیا کر گذرتے؟ بہرحال مجلس احرار کو اپنے طلب کردہ جلسہ میں ہی غداری اور قوم فروشی کا بدلہ کسی قدر مل گیا۔ اور بعد ازاں ان کے خلاف دن بدن نفرت بڑھتی گئی۔ زمین اُن کے پاؤں تلے سے نکل گئی اور وزارتوں پر قبضہ کر کے پنجاب پر حکومت کرنے اور جماعت احمدیہ کو کچل کر رکھ دینے کا جو خواب احراری دیکھ چکے تھے وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور ایک لمبے عرصہ تک کے لئے ان کے وقار کی صف لپیٹ دی گئی۔

## نیشنل لیگیں اور یوم احتجاج

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے زمانہ امارت میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لاہور میں متعدد بار تشریف لا کر مسلمانانِ ہند کی جو رہنمائی فرمائی تھی اور مظلوم کشمیریوں کی حمایت میں جو عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا تھا وہ مجلس احرار کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہر موقعہ پر یہ کوشش کی کہ مسلمان حضور کی رہنمائی سے محروم ہو جائیں اور قیادت کا اہم فرض مجلس احرار سرانجام دے مگر لوگوں کو مشتعل کر کے ناشائستہ حرکات کروانا اور چندہ وصول کر لینا تو آسان ہوتا ہے مصائب و آلام اور مشکل حالات میں رہنمائی کرنا بڑی قربانی اور حزم و احتیاط

---

[1] الفضل ۲ راگست ۳۵ء

چاہتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مجلس احرار نے اس نازک موقعہ پر مسلمانوں کی رہنمائی سے نہ صرف اجتناب کیا بلکہ انہیں "انگریز کی گولی"، "سکھ کی کرپان" اور "ہندو کے سرمایہ" سے دہشت زدہ کر کے خاموش کر دینے کی کوشش شروع کر دی۔[1]

ان حالات کو دیکھ کر ہوشمند مسلمانوں نے پھر حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف رہنمائی حاصل کرنے کے لئے رجوع کیا۔[2] حضور نے نیشنل لیگ کو حالات کا جائزہ لینے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ سب سے پہلا کام جو اس سلسلہ میں نیشنل لیگ نے کیا وہ یہ تھا کہ لیگ کی تمام شاخوں کو یہ ہدایت کی کہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۵ء کو ہر جگہ "یوم احتجاج مسجد شہید گنج" منایا جائے اور سیاہ جھنڈیوں اور سیاہ نشانوں کے ساتھ گورنمنٹ پر واضح کیا جائے کہ مسلمانوں کے دل مسجد شہید گنج کی شہادت سے سخت زخمی اور مجروح ہو چکے ہیں۔ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ وہ درد رسیدہ قلوب کو مطمئن کرنے کی کوئی صورت نکالے۔ مگر ساتھ ہی ہدایت کی کہ

"چونکہ اس بات کا سخت خطرہ ہے کہ جو لوگ اس وقت قوم اور ملّت سے غداری کر رہے ہیں اور کھلم کھلا مسجد شہید گنج کی حفاظت کی تحریک کے خلاف کھڑے ہیں وہ کسی نہ کسی رنگ میں اور کسی نہ کسی شکل میں کوشش کریں گے کہ کوئی فتنہ و فساد کھڑا کر کے مسلمانوں کو مبتلائے مصیبت کر دیں۔ اس لئے پوری احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور باوجود کسی کے اشتعال دلانے کے بالکل پُرامن اور قانون کے اندر رہنا چاہیئے۔"[3]

## نیشنل لیگ کا دوسرا کام

دوسرا کام نیشنل لیگ نے یہ کیا کہ حضرت امیرالمومنین کی ہدایات کے ماتحت مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی چنانچہ ہائیکورٹ کے جج آنریبل جسٹس کولڈسٹریم نے مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیں جس کے نتیجہ میں احرار کا سارا مخالفانہ پراپیگنڈا خاک میں مل گیا۔

## نیشنل لیگ کا تیسرا کام

تیسرا کام نیشنل لیگ نے یہ کیا کہ جب ۲۹ر اپریل ۱۹۳۶ء کو پنڈت جواہر لعل نہرو لاہور میں تشریف لائے تو صدر آل انڈیا نیشنل لیگ

---

[1] "مجاہد" پرچہ ۷ر اگست ۱۹۳۵ء [2] الفضل پرچہ ۲ر اگست ۱۹۳۵ء [3] الفضل ۱۸ر ستمبر ۱۹۳۵ء

کی ہدایت کے ماتحت نیشنل لیگ کور نے پنڈت صاحب کا پانسو رضاکاروں کے ساتھ استقبال کیا۔

یاد رہے کہ قریب کے زمانہ میں ہی جب ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے احمدیت کی مخالفت میں چند مضامین لکھے تھے تو پنڈت جواہر لعل نہرو نے نہایت عمدگی سے ان مضامین کا ردّ لکھا تھا اور ثابت کیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے احمدیت پر اعتراضات اور احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سوال بالکل نامعقول اور خود ان کے گذشتہ رویہ کے خلاف ہے۔

پس ایسے حالات میں ان کے اس صوبہ میں بطور مہمان آنے پر اُن کا نیشنل لیگ کور کی طرف سے استقبال موقعہ کے مطابق اور برمحل تھا۔

## مسجد چابکسواراں کا قصّہ

محترم شیخ بشیر احمد صاحب کے زمانہ امارت کا ایک واقعہ حلقہ چابک سواراں کی ایک مسجد سے متعلق ہے جس کے متولی حضرت سیّد دلاور شاہ صاحب بخاری کے نانا ملّا غوث تھے۔ اس مسجد میں کئی سال سے سید صاحب موصوف امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے مگر ۱۹۳۶ء کے نصف اول میں غیر احمدیوں کے شریر عنصر نے اس مسجد پر مخالفانہ قبضہ کرنا چاہا۔ نوبت بایں جا رسید کہ عدالت میں مقدمہ کرنا پڑا۔[1]

اس مقدمہ میں احمدیوں کی طرف سے جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور غیر احمدیوں کی طرف سے نولکشور صاحب بار ایٹ لار پیش ہوئے۔ ۱۲ نومبر ۳۶ء کو ہائیکورٹ نے فیصلہ دیا کہ مسجد میں باجماعت نماز صرف احمدی پڑھ سکتے ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ غیر احمدی بھی جب چاہیں فرداً فرداً بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کے قانوناً حقدار ہیں مگر اس کے نتیجہ میں چونکہ مسجد میں پُرامن طریق پر عبادت نہیں ہو سکتی تھی اس لئے جماعت نے خود ہی یہ مسجد چھوڑ دی۔

## محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے کا تقرر بطور نائب امیر

محترم شیخ بشیر احمد صاحب کو چونکہ مقدمات کے سلسلہ میں اکثر لاہور سے باہر جانا پڑتا تھا اس لئے اس خیال سے کہ جماعتی کاموں میں رکاوٹ پیدا نہ ہو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے محترم جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے کو نائب امیر مقرر فرمایا۔[2]

---

[1] الفضل ۱۴ جون ۱۹۳۶ء

[2] الفضل ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء

## حضرت سیدہ اُمِ طاہر رضی کی بیماری اور حضرت امیر المومنینؓ کی لاہور میں تشریف آوری

۱۹۴۳-۴۴ء کے واقعات میں سے دو اہم واقعات تاریخ احمدیت میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اوّل حضرت سیدہ ام طاہر احمد رضی اللہ عنہا کی بیماری اور وفات، دوم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مصلح موعود ہونے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع۔

سو پہلے اوّل الذکر واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت سیدہ مرحومہ رضی اللہ عنہا جب آخری علالت سے بیمار ہوئیں تو قادیان میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بڑی محنت سے علاج کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ان کی زیادہ تکلیف کے مدنظر امرت سر سے ایک لیڈی ڈاکٹر اور لاہور سے کرنل ہیز کو بلوا کر معائنہ کروایا گیا۔ چنانچہ ان کے مشورہ کے مطابق سیدہ مرحومہ کو لاہور لے جا کر علاج کروایا گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ رقمطراز ہیں:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ۷ ار دسمبر ۱۹۴۳ء کو بروز جمعہ مرحومہ کو لاہور لے آئے اور لیڈی ولنگڈن ہسپتال میں داخل کرا دیا اور پانچ میل کی لمبی مسافت طے کر کے صبح و شام دونوں وقت ان کی عیادت کے لئے ہسپتال تشریف لے جاتے رہے۔ ہسپتال میں ابتداءً افاقہ کی صورت پیدا ہوئی مگر پھر حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ ڈاکٹر کرنل ہیز کو ۱۴ار فروری ۱۹۴۴ء کو بروز جمعہ پیٹ کا اپریشن کرنا پڑا۔ اور چند دن بعد پھر ایک دوسرا اپریشن ہوا۔ مگر حالت دن بدن گرتی گئی اور کمزوری بڑھتی ہی چلی گئی۔ آخر جب یہ دیکھا گیا کہ اس ہسپتال کے ڈاکٹر اپنا زور لگا کر ہمت ہار چکے ہیں اور اس جگہ پابندیاں بھی ایسی تھیں جو اُس مذہبی اور رُوحانی ماحول کے منافی تھیں۔ جو ایک مسلمان کو اپنے آخری لمحات میں حاصل ہونی چاہئیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اور اس خاکسار کو فون کر کے لاہور بلوایا تاکہ مشورہ کیا جا سکے کہ کیوں نہ پیش آمدہ حالات میں سیدہ ام طاہر احمد کو احتیاط کے ساتھ قادیان پہنچا دیا جائے اور وہاں اپنی نگرانی میں علاج کیا جائے۔ چنانچہ ہم دونوں لاہور پہنچے اور سیدہ مرحومہ کی بیماری میں ہمارا یہ چوتھا سفر تھا۔ لیکن چونکہ ان کی حالت زیادہ کمزور پائی گئی۔ اس لئے بالآخر یہی تجویز ہوئی کہ کسی ماہر ڈاکٹر

کو دکھا کر کسی دوسرے ہسپتال میں منتقل کر لیا جائے۔ چنانچہ کرنل بھروچہ کے ساتھ بات کر کے اور انہیں آمادہ پا کر ۲۶ر فروری ۱۹۴۴ء کو بروز ہفتہ سیّدہ مرحومہ کو سر گنگا رام ہسپتال میں ایک ایمبولنس کار کے ذریعہ احتیاط کے ساتھ منتقل کر دیا گیا اور اس انتقال ہسپتال کے تعلق میں کرنل ہیز نے بھی بطیب خاطر امداد دی۔ نئے ہسپتال میں کرنل بھروچہ خود دو وقت آتے تھے اور خود پٹی کرتے تھے اور حضرت صاحب کو یہ سہولت تھی کہ اوّل تو ہسپتال حضور کی قیامگاہ کے بالکل قریب تھا۔ دوسرے اس میں آنے جانے کے اوقات کی ایسی سخت پابندیاں نہیں تھیں جیسی کہ لیڈی ولنگڈن ہسپتال میں تھیں اور تیسرے یہ کہ اس جگہ کا ماحول قریباً اپنے اختیار میں تھا جہاں اپنا مخصوص مذہبی اور روحانی رنگ بآسانی پیدا کیا جا سکتا تھا مگر تقدیر کے نوشتے بہر حال پورے ہونے تھے۔ حالت خراب ہوتی گئی۔ اور آخر ۵ر مارچ ۱۹۴۴ء کو اتوار کے دن ۲½ بجے سہ پہر کو قریباً ۳۹ سال کی عمر میں ہماری بہن نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے آقا و مالک کے حضور پہنچ گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔" [1]

حضرت سیّدہ مرحومہؓ کی وفات کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تیمارداری کرنے والوں کے لئے دعا کرتے ہوئے لکھا:۔

"مریم بیگم کی بیماری میں سب سے زیادہ شیر محمد خاں صاحب آسٹریلیا والوں کی بیوی اقبال بیگم نے خدمت کی۔ اڑھائی مہینہ اس نیک بخت عورت نے اپنے بچوں کو اور گھر کو بھلا کر رات اور دن اس طرح خدمت کی کہ مجھے وہم ہونے لگ گیا تھا کہ کہیں یہ پاگل نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے سارے خاندان پر اپنے فضل کا سایہ رکھے۔

پھر ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ہیں جن کو ان کی بہت لمبی اور متواتر خدمت کا موقعہ ملا۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے کئی ماہ تک ہماری مہمان نوازی کی اور دوسرے کاموں میں امداد کی۔ میاں احسان اللہ صاحب لاہوری نے دن رات خدمت کی یہانتک کہ میرے دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالےٰ ان کا خاتمہ بالخیر کرے۔ حکیم سراج دین صاحب

---

[1] اقتباس از مضمون حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ منقول از تابعین اصحاب احمد حصہ سوم صفحہ ۳۱۴

بھاٹی دروازہ والوں نے برابر ان کی ہمراہی عورت کا اڑھائی ماہ تک کھانا پہنچایا اور خود بھی اکثر ہسپتال میں آتے رہے۔ ڈاکٹر معراج الدین صاحب کو رعشہ کا مرض ہے اور بوڑھے آدمی ہیں۔ اس حالت میں کانپتے اور ہانپتے اور لرزتے ہوئے جب ہسپتال میں آکر کھڑے ہو جاتے کہ میں نکلوں تو مجھ سے مریضہ کا حال پوچھیں تو کئی دفعہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو دیکھ کر کہ مجھ ناکارہ کی محبت اس نے کس طرح لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے میری آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ لاہور کے اور بہت سے احباب نے نہایت اخلاص کا نمونہ دکھایا۔ اور بہت سی خدمات کیں۔" [۱]

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب معالج خصوصی حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت لاہور کی خدمات کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

"جماعت احمدیہ لاہور کے اخلاص کی کچھ حد نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر خدمت گذاری کے لئے مستعد نظر آتا تھا۔ کہیں راتوں کو پہرے کا انتظام ہے کہیں دن کو۔ اور کوئی سائیکل سے خدمت کے لئے آمادہ ہے۔ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کیا ہی خوش بخت ہیں جن کے مکان پر حضرت صاحب نے اس قدر لمبا عرصہ قیام فرمایا۔ انہوں نے اور اُن کے معمر والد صاحب اور والدہ صاحبہ نے حضور کے قیام کے دنوں بہت ہی مشقت اُٹھائی۔ ان کے نوکروں نے خدمت کے کام کو انتھک طور پر انجام دیا۔ جزاہم اللہ خیرا۔

لاہور کے ایک نوجوان عزیزم احسان اللہ صاحب ابن ملک خدا بخش صاحب تو نہایت ہی خوش قسمت ہیں کہ سائیکل لئے ہر وقت حاضر اور حکموں کے منتظر رہے۔ یہانتک کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی آنکھوں میں سما گئے اور کئی بار اُن کی خدمت کی تعریف فرمائی۔ پھر ایک اور دوست قابلِ رشک ہیں یعنی حکیم سراج الدین صاحب وہ تو سایہ کی طرح حضرت صاحب کے ہسپتال پہنچنے کے وقت ہسپتال پہنچ جاتے تھے اور ہر قسم کی خدمت کے لئے لبیک کہتے تھے۔ انہوں نے سیدہ مرحومہ کی چوبیس گھنٹے خدمت انجام دینے والی خادمہ کے دونو وقت کھانا پہنچانے کا انتظام بھی رکھا۔ جزاہ اللہ

---

[۱] الفضل ۱۲ر جولائی ۱۹۴۴ء

احسن الجزاء"

"قابل رشک خاتون محترمہ اقبال بیگم صاحبہ اور والدہ رشید نے تو وہ خدمت انجام دی کہ آسمان سے ان کی خدمت کی گواہی ملی[1]"

## قیام لاہور کے دوران علم و عرفان کی بارش

خاکسار راقم الحروف ان ایام میں لائل پور میں متعین تھا۔ چند ایک مرتبہ حضور کی زیارت اور ملاقات کے لئے لاہور آنے کا موقعہ ملا۔ وہ نقشہ ابتک میرے سامنے ہے۔ محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب کے مکان ۱۳۔ٹمپل روڈ پر حضور کا قیام تھا۔ حضور اور حضور کے اہلبیت اوپر چوبارہ میں رہتے تھے اور خدام نیچے۔ ہر وقت چہل پہل رہتی تھی۔ چند ایک خادم ہر وقت موجود رہتے تھے۔ بعض خدام جو سرکاری ملازم تھے ان کا یہ معمول تھا کہ ادھر چھٹی ہوئی، گھر میں گئے، کھانا کھایا اور سیدھے حضور کی قیامگاہ پر پہنچے اور پھر حضور کی مجالس علم و عرفان میں بھی شامل ہوئے اور مختلف قسم کی خدمات بھی بجا لائے۔

مجھے خوب یاد ہے۔ مکرمی و محترمی بابو فضلدین ہائیکورٹ والے اور مکرمی و محترمی چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء سابق امیر جماعت لاہور نماز میں حضور کے دائیں بائیں کھڑے ہوتے تھے۔ بعض غیر احمدی اور غیر مسلم معززین جن میں کالجوں کے پروفیسر اور طلباء و طالبات بھی شامل ہیں۔ حضور رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے اور اپنے سوالات کے جوابات اور حضور کی عارفانہ باتیں سُنکر بہت خوش اور مطمئن ہو کر جاتے تھے۔

## مصلح موعود ہونے کی اطلاع بذریعہ رؤیا ۵/۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات بمقام لاہور

اب ہم اس عظیم الشان نشان کا ذکر کرتے ہیں جس کا اعلان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو بمقام ہوشیار پور شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی حویلی کے بالاخانہ میں چلہ کشی کے بعد کیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے احیاء کے لئے دعائیں کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ایک نشان طلب کیا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوشیار پور جا کر چلہ کشی کا حُکم

---

[1] تابعین اصحاب احمد حصہ سوم صہ ۲۷۲ ۔

دیا۔ چنانچہ حضور اس حکم کی تعمیل میں ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کی حویلی یا طویلہ کے بالاخانہ میں چالیس روز اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت ہی خشوع خضوع کے ساتھ آہ وزاری کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم الشّان فرزند کے تولّد کی بشارت دی۔ اس فرزند کی صفات خاصہ کا ذکر حضور نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے سبز اشتہار میں کیا۔ یہ اشتہار ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے جو "پیشگوئی مصلح موعود" کے نام سے مشہور ہے اس پیشگوئی میں یہ بتایا گیا تھا کہ

## پیشگوئی مُصلح موعُود کے الہامی الفاظ

"... سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ ... اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً" [۱]

اس اشتہار میں مصلح موعود کی جن صفات خاصہ کا ذکر کیا گیا ہے ان کو سیّدنا حضرت

---

[۱] اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء۔

امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات میں موجود پا کر جماعت کی اکثریت یہ یقین رکھتی تھی کہ "مصلح موعود" آپ ہی ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی بشارتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ "مصلح موعود" آپ ہی ہیں۔ جماعت کے رجحان اور بشارتوں کے باوجود حضور رضی اللہ عنہ نے کبھی "مصلح موعود" ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن ۱۹۴۴ء میں جب حضور حضرت سیدہ ام طاہر احمد مرحومہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں لاہور میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر قیام فرما تھے۔ حضور رضی اللہ عنہ کو ۵ اور ۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات کو بذریعہ رؤیا بتایا گیا کہ مصلح موعود آپ ہی ہیں۔ چنانچہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو قادیان میں حضور نے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں پہلی مرتبہ اس کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے ہوشیار پور، لاہور، لدھیانہ اور دہلی کے عظیم الشان جلسوں میں ہزارہا افراد کے مجمعوں میں مؤکد بعذاب حلف کے ساتھ اس اعلان کا اعادہ فرمایا۔

ذیل میں اس تقریر کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے جو حضور نے جودھامل بلڈنگ اور میکلوڈ روڈ کے درمیانی میدان میں (جہاں اب عظیم عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ مؤلف) لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ خاکسار مؤلف کو بھی اس تقریر کے سننے کا موقعہ ملا۔ اس تقریر میں حضور نے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے ایسے غیب سے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ ہماری جماعت آپ ہی آپ مختلف ممالک میں پھیلتی جا رہی ہے اور وہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق فرمائی تھی کس شان کے ساتھ پوری ہوئی اور چونکہ اکثر علامات جو اس بیٹے کی بتائی گئی تھیں وہ سالہا سال سے پوری ہو رہی تھیں اس لئے جماعت ہمیشہ مجھے یہ کہا کرتی تھی کہ مصلح موعود آپ ہی ہیں مگر میں نے اس امر کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور میں نے کہا جب تک خدا مجھے آپ یہ اطلاع نہ دے کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں اس وقت تک میرا اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دے کر دعویٰ کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ یہی حالت ایک لمبے عرصہ تک رہی یہانتک کہ اس

سال (۱۹۴۴ء) کے شروع میں ۵ اور ۶ جنوری کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعے بتادیا کہ میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی۔ میرے ذریعہ ہی شرک کو مٹایا جائے گا اور میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا خصوصاً مغربی ممالک میں جہاں توحید کا نام مٹ چکا ہے وہاں میرے ذریعہ ہی اللہ تعالےٰ توحید کو بلند کرے گا اور شرک اور کفر کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے گا۔ تب جبکہ خدا نے مجھے یہ خبر دے دی۔ میں نے دنیا میں اس کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آج میں اس جلسہ میں اُسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں نمبر ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی **مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی**"[1]

### لاہور کی عظمت کی بحالی

۱۱ فروری ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے اس نشان کے لاہور میں ظاہر ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ تازہ نشان خدا نے لاہور میں ظاہر کیا ہے پس جس طرح مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر اسلام کی طرف سے خاص ذمہ داریاں عائد ہو گئی تھیں اسی طرح میں سمجھتا ہوں اس انکشاف کے بعد جو لاہور میں مجھ پر ہوا یہاں کی جماعت کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ میں نے جہانتک غور کیا ہے اس انکشاف کا مجھ پر سفر میں ہونا جہاں اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی سے مشابہت رکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ پیشگوئی سفر کی حالت میں ہوشیار پور میں فرمائی اور مجھ پر بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا انکشاف سفر کی حالت میں ہی ہوا۔ وہاں آج خدا تعالیٰ نے مجھے ایک اور بات بھی سمجھائی ہے۔ بات

---

[1] الفضل ۱۸ فروری ۱۹۴۴ء

یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں فوت ہوئے تھے اور آپ کے لاہور میں فوت ہونے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں لاہور کے متعلق ایک قسم کا بغض پایا جاتا تھا۔ یُوں تو ہر شخص نے فوت ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فوت ہو گئے اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو گئے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے گھر پر فوت ہوتا ہے تو اس کے متعلقین کو گو طبعی طور پر رنج ہوتا ہے مگر ان کے دلوں میں کوئی حسرت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کے متعلقین کے دل ساری عمر اس حسرت و اندوہ سے پُر رہتے ہیں کہ کاش! وہ سفر کی حالت میں فوت نہ ہوتا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اُس کے علاج میں کوتاہی ہوئی ہو۔ شاید اس کی تیمارداری میں کمی رہ گئی ہو۔ پس ساری عمر ان کے دلوں سے ایک آہ اُٹھتی رہتی ہے اور انہیں یہ تصور کر کے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ ان کا کوئی عزیز فلاں سفر پر گیا تو پھر وہ واپس نہ آیا بلکہ اسی جگہ فوت ہو گیا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اگر وہ سفر پر نہ جاتا تو نہ مرتا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں۔ جماعت کے دلوں پر یہ ایک بہت بڑا بوجھ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں آئے اور اس جگہ آکر فوت ہو گئے۔ خود لاہور کی پیشانی پر بھی ایک بدنما داغ تھا مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام کے ذریعہ خبر دی گئی تھی کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" اور یہ کہ وہ "نظیف مٹی کے ہیں"۔ ؎۱ خدا تعالیٰ نے پاک ممبروں کی دعاؤں کو سُنکر لاہور کی پیشانی سے اس داغ کو ہمیشہ کے لئے دُور کر دیا اور مسیح موعود کو لاہور میں ہی دوبارہ زندہ کر دیا۔ اب لاہور والے کہہ سکتے ہیں کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں فوت ہوئے مگر وہ دوبارہ زندہ بھی ہمارے شہر میں ہی ہوئے ہیں۔ پس وہ جو لاہور والوں پر ایک داغ تھا خدا نے اس انکشاف کے ذریعہ اس داغ کو دھو دیا اور گو مُنہ سے احمدی اس بات کا اظہار نہیں کرتے تھے مگر لاہور کا ذکر آنے پر ان کے دل ضرور بے چین ہو جاتے تھے کہ یہ کیا شہر ہے جس میں خدا کا مسیح چند روز کے لئے گیا اور فوت ہو گیا۔ پس یہ داغ خدا نے لاہور سے اب دُور کر دیا ہے مگر اس چیز سے وہ ذاتی طور پر اسی وقت فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جب ان میں عمل کی قوت موجود ہو۔" ؎۲

---

؎۱ تذکرہ صفحہ ۳۷۶۔ ؎۲ الفضل ۱۶ ؍جون ۱۹۴۴ء۔

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس نشان کے لاہور میں ظاہر ہونے کی جو حکمت بیان کی ہے لاہور کے موجودہ اور بعد میں آنے والے احمدیوں کو چاہیئے کہ اس حکمت کو مدنظر رکھ کر اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور سلسلہ کی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

## اصحاب مسیح موعودؑ کا فوٹو

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جس رات حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلح موعود ہونے کی اللہ تعالے کی طرف سے اطلاع دی گئی۔ اس سے اگلے روز یعنی ۶ جنوری ۱۹۴۴ء کو لاہور میں موجود تمام اصحاب مسیح موعودؑ کا حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کی معیت میں فوٹو لیا گیا اور گو اس فوٹو میں بعض ایسے اصحاب بھی نظر آئیں گے جو صحابی نہیں مگر غالب اکثریت صحابہ ہی کی ہے۔

## جلسہ مصلح موعود کے موقعہ پر باہر سے آنیوالوں کی رہائش اور خوراک کا انتظام

اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کیلئے رہائش اور طعام کا انتظام محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب نے محترم ملک خدا بخش صاحب جنرل سکرٹری اور محترم بابو فضل دین صاحب کے سپرد کیا تھا۔ ان حضرات نے محترم جناب چودھری محمد اسد اللہ خانصاحب بار ایٹ لاء کی رہائش گاہ واقعہ ٹرنر روڈ میں یہ انتظام کیا۔ محترم بابو فضلدین صاحب کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر چودھری صاحب موصوف نے ہر طرح کا تعاون اور مدد فرمائی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

## دی پنجاب احمدیہ انٹر ایسوسی ایشن کا قیام۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۴ء

۲۶ دسمبر ۱۹۴۴ء کو جلسہ سالانہ کے پہلے روز قادیان میں دی پنجاب احمدیہ انٹر کالجییٹ ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا گیا اور قرار پایا کہ اس ایسوسی ایشن کا صدر مقام لاہور ہوگا۔ پہلے سکرٹری ملک فیض الرحمن صاحب فیضی مقرر ہوئے [۱]

## لاہور میں کمیونزم کے خلاف تقریر

فروری ۱۹۴۵ء کے آخری ہفتہ میں حضور لاہور تشریف لائے اور ۲۵ فروری ۱۹۴۵ء کو جناب رائچند صاحب منچندہ کی زیر صدارت کیمونزم کے خلاف ایک جامع اور پُر مغز تقریر فرمائی۔ حضور کی یہ تقریر ۲½ گھنٹے

---

[۱] الفضل ۲ جنوری ۱۹۴۵ء

تک جاری رہی۔ تقریر میں کمیونزم کے خلاف اس قدر ٹھوس اور وزنی دلائل تھے کہ کمیونزم کے دلدادہ افراد کو بھی حضور کے دلائل کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔ چنانچہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور تقریر ختم فرما چکے تو ایک غیر احمدی نوجوان نے اپنے ایک دوست کو جو کمیونزم کا زبردست حامی تھا کہا کہ "اگر اب بھی تم نے کمیونزم کی تائید کی تو تم پر لعنت ہے [1]"

تقریر کے اختتام پر صاحب صدر نے اپنے صدارتی ریمارکس میں حضور کی اس تقریر کی بیحد تعریف کرتے ہوئے کہا کہ

"اگر کوئی یورپین اس حالت کو دیکھتا تو حیران رہ جاتا کہ ہندوستان نے اس قدر ترقی کر لی ہے [2]"

حضور کی یہ تقریر "اسلام کا اقتصادی نظام" کے نام سے چھپ چکی ہے۔

## احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کیطرف سے حضور کے اعزاز میں دعوت چائے

۲ مارچ ۱۹۴۴ء کو ۵ بجے شام احمدیہ ہوسٹل میں احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کی طرف سے حضور کو چائے کی دعوت دی گئی جس میں غیر احمدی طلباء کے علاوہ مختلف کالجوں کے متعدد غیر احمدی پروفیسر صاحبان بھی شریک ہوئے۔ تین گھنٹہ تک حضور مسلمانوں کی اقتصادی پستی کی وجوہ اور ان کا حل، سیاسیات حاضرہ، ملکانوں کا ارتداد اور جماعت احمدیہ کی مساعی وغیرہ امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ آخر پونے آٹھ بجے شام جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے مکان پر تشریف لے گئے [3]۔

## محترم ملک امیر بخش صاحب صحابیؓ کی وفات۔ ۲ جون ۱۹۴۵ء

غالباً محترم ملک امیر بخش صاحب صحابیؓ لاہور کا ذکر اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کے حالات مندرجہ کتاب ہذا میں نہیں آسکا۔ یہ صحابی ۲ جون ۱۹۴۵ء کو ۸۲ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون [4]۔

## نہایت افسوسناک حادثہ

۱۱ نومبر ۱۹۴۵ء کو لاہور میں ایک نہایت ہی افسوسناک حادثہ پیش آیا۔ اور وہ یہ کہ خدام الاحمدیہ کے ٹرپ کے موقعہ پر حضرت حاجی

---

[1] الفضل ۵ مارچ ۱۹۴۵ء۔ [2] الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۴۴ء۔ [3] الفضل ۷ مارچ ۱۹۴۵ء۔ [4] الفضل ۴ جون ۱۹۴۵ء۔

میاں محمد موسیٰ صاحب نیلہ گنبد والوں کے تین پوتے کشتی ڈگمگا جانے کی وجہ سے دریائے راوی میں ڈوب کر فوت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان میں سے عزیز عبدالواحد اور عزیز منیر احمد میاں عبدالماجد صاحب کے بچے تھے اور ان کی عمریں علی الترتیب قریباً پندرہ اور چھ سال کی تھیں۔ تیسرا بچہ عطاء الرحمٰن میاں محمد حسین صاحب کا لڑکا تھا۔ اس کی عمر قریباً ۱۵ سال تھی۔

ان تینوں بچوں کو کافی تگ و دو کے بعد پانی سے باہر نکال کر ہسپتال پہنچایا گیا مگر وہ جانبر نہ ہو سکے تینوں بچوں کی نعشوں کو دوسرے روز یعنی ۱۲ر نومبر کو قادیان لے جایا گیا۔ بعد نماز مغرب حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں جنازہ پڑھایا اور جنازے بچوں کے قبرستان کے ساتھ کی زمین میں دفن کئے گئے۔ بعد تدفین حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے دعا کروائی۔[1]

## گورنمنٹ کالج لاہور میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی تقریر

آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج فیڈرل کورٹ آف انڈیا نے گورنمنٹ کالج لاہور میں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر "قیام امن" کے مسئلہ پر دوشنبہ کی صبح کو ایک نہایت ہی پُر مغز تقریر فرمائی۔[2]

## حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کا دو ماہ میو ہسپتال میں بیمار رہکر ڈسچارج ہونا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب جو دو ماہ ہسپتال میں زیر علاج رہ کر ڈسچارج ہوئے، ۷ر مارچ ۱۹۴۶ء کو واپس قادیان پہنچے۔ آپ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق کرنل بھروچہ سے مرض التہاب غدہ قدامیہ کا اپریشن کروایا تھا۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا۔ مگر کمزوری ابھی باقی تھی۔ آپ نے علاوہ اپنے عزیز رشتہ دار تیمارداروں کے احباب لاہور یعنی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب، قاضی حبیب اللہ صاحب اور اُن کی صاحبزادیاں، قاضی عبدالحمید صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، قاضی محبوب عالم صاحب، پیر غلام محبوب سبحان شاہ صاحب، اہلیہ صاحبہ مستری محمد حسین صاحب، شیخ محب الرحمٰن صاحب اور مجلس خدام الاحمدیہ کے بعض نمائندوں کا شکریہ بذریعہ الفضل ادا کیا۔[3]

---

[1] الفضل ۱۲-۱۳ر نومبر ۱۹۴۵ء
[2] الفضل ۹ر مارچ ۱۹۴۶ء
[3] الفضل ۱۱ر مارچ ۱۹۴۶ء

## آل انڈیا نیشنل لیگ کے بارہ میں ضروری اعلان

محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب صدر آل انڈیا نیشنل لیگ نے ملک کے موجودہ حالات سے متاثر ہو کر اور یہ دیکھتے ہوئے کہ اب بعینہٖ ویسے حالات پیدا ہو گئے ہیں جیسے کہ اس وقت تھے جبکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے آل انڈیا نیشنل لیگ کا قیام منظور فرمایا تھا، حضرت امیر المومنین رضؓ کی طرف سے منظوری کی امید پر جولائی ۱۹۴۶ء سے دوبارہ کام شروع کر دیا اور حضور سے درخواست کی کہ حضور اس امر کی منظوری دیں کہ آل انڈیا نیشنل لیگ وقت کے تقاضا کے مطابق کام کو پھر جوش کے ساتھ شروع کرے جس پر حضور نے از راہ کرم اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ لیگ کے مرکزی دفتر نے سابقہ اور نئے ممبران کو دوبارہ اپنے نام پیش کرنے کی ہدایت کی۔[۱]

## محترم جناب چودھری محمد اسد اللہ خان صاحب دہلی میں حضرت امیر المومنینؓ کے ہمراہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ جب ستمبر ۱۹۴۶ء کے آخری عشرہ میں دہلی تشریف لے گئے تو لاہور سے محترم چودھری محمد اسد اللہ خاں صاحب کو بھی طلب فرمایا تا جماعت کے اور سرکردہ احباب کے ساتھ مل کر انہیں بھی ملک و قوم کی خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ یاد رہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انگریز ہندوستانیوں کو ہندوستان کی حکومت سونپنا چاہتے تھے مگر کانگرس اور مسلم لیگ کے لیڈر کوئی ایسا سمجھوتہ کرنے پر راضی نظر نہیں آتے تھے جس سے یہ کام خوش اسلوبی کے ساتھ طے پا جائے۔ ان حالات میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے چند خدام کے ساتھ بنفسِ نفیس دہلی تشریف لے گئے۔ اور خود بھی مختلف الخیال لیڈروں سے مل کر اُن کی صحیح رہنمائی کر کے اس مسئلہ کو سلجھانے کی سعی فرمائی اور اپنے خدام کو بھی بعض لیڈروں سے ملاقات کر کے اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ان خدام میں جناب چودھری اسد اللہ خاں صاحب حال امیر جماعت احمدیہ لاہور کو بھی شامل کیا۔

## محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس کی لندن سے واپسی اور امریکن پریس کے نمائندہ سے انٹرویو،

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس محترم منیر الحصنی شامی کے ہمراہ دس سال انگلینڈ میں لندن مشن کے انچارج

---

[۱] الفضل ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء

کے عہدہ سے فارغ ہو کر جب اپنے وطن مالوف تشریف لائے تو قادیان پہنچنے سے قبل ایک رات آپ نے جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ کے مکان ۱۲۔ٹمپل روڈ پر قیام فرمایا۔ لاہور اسٹیشن پر لاہور کی جماعت نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ پریس کے نمائندوں کو بھی آپ کی آمد کی اطلاع دی گئی۔ چنانچہ ابھی آپ محترم شیخ صاحب کے مکان پر پہنچے ہی تھے کہ تھوڑی دیر بعد ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کا نمائندہ آپ کی ملاقات کے لئے آگیا۔ خاکسار مؤلف اس ملاقات کے وقت وہاں موجود تھا۔ نمائندہ مذکور کو آپ نے بیان دیتے ہوئے فرمایا:۔

"میری یہی خواہش ہے کہ اہلِ ہند عدم اتحاد کی رُوح کو خیرباد کہکر بین الاقوامی تحریک معاونت میں اپنے لئے باعزت جگہ حاصل کریں۔ آج ہندوستان کے متعلق اقوام عالم کا نظریہ حقارت سے پُر ہے"

آپ نے مزید فرمایا:۔

"ابھی وقت ہے کہ ہم اپنے وطن کو عمدگی سے سنوار لیں اور اس طرح اپنے آپ کو اغیار کے تمسخر کی آماجگاہ بنے رہنے سے محفوظ و مامون کر لیں"

مولانا موصوف نے پُر زور الفاظ میں فرمایا کہ اختلافات یقیناً دوستانہ طریق پر طے ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے مشرق وسطیٰ میں لڑائی جھگڑوں اور باہمی خلفشار پر بہت کچھ روشنی ڈالی اور آخر میں فلسطین کے متعلق صدر ٹرومین کے آخری بیان دربارہ داخلہ یہود کو ہوشیاری اور چالاکی کی ایک چال قرار دیا کہ جو آئندہ صدارتی انتخابات میں یہودی ووٹس حاصل کرنے کی غرض سے چلی گئی ہے [1]

## ملک خضر حیات کے استعفیٰ میں آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں کی مساعی جمیلہ

۱۹۴۷ء کا سال برصغیر پاک و ہند میں نہایت ہی ہنگامہ خیزی کا سال تھا۔ ملک کے طول و عرض میں ہندو مسلم فسادات ہو رہے تھے۔ پنجاب میں ملک خضر حیات خاں ٹوانہ یونینسٹ پارٹی کے لیڈر ہونے کی وجہ سے پنجاب کے وزیر اعظم تھے اور گو انتخابات میں مسلم لیگ کافی نشستیں حاصل کر چکی تھی مگر دیگر اقوام کے نمائندوں کے عدم تعاون کی وجہ سے اس وقت تک حکومت پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک ملک صاحب استعفیٰ پیش نہ کرتے۔ لاہور میں فرقہ دارانہ فسادات شروع ہو چکے تھے۔ حکومت نے مسلم لیگی لیڈروں کو گرفتار کر لیا تھا۔ پریس

[1] الفضل ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۶ء

پر پابندیاں تھیں مگر ملک صاحب موصوف جُھکنے میں نہیں آتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے برطانوی حکومت کے ۲۰؍فروری ۱۹۴۷ء کے اعلان کی وجہ سے پریس سے پابندیاں دُور کر دیں۔ ۱۲۰۰ مسلم لیگی کارکن رہا کر دیئے اور تمام فرقوں کے لیڈروں سے اپیل کی کہ وہ قیام امن کے سلسلے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ خاکسار مؤلف کتاب ہذا ان ایام میں یہیں تھا۔

۲؍مارچ ۱۹۴۷ء بروز اتوار صبح نو بجے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ لاہور سے سندھ تشریف لے جا رہے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے آنریبل چودھری صاحب بھی حضور کو الوداع کہنے کہنے کے لئے تشریف لائے اور یہ خوشخبری سُنائی کہ آج انشاء اللہ ملک خضر حیات خاں صاحب کے استعفیٰ کا اعلان ہو جائے گا۔ چنانچہ اوکاڑہ یا کسی اَور ریلوے اسٹیشن سے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے قائداعظم محمد علی صاحب جناح کو تار دلوایا کہ آج شام آپ ایک خوشخبری سُنیں گے چنانچہ اسی روز استعفیٰ کا اعلان ہو گیا۔ استعفیٰ کی اس حقیقت کا اظہار ۵؍مارچ کے انگریزی اخبار "ٹربیون" میں بدیں الفاظ کیا گیا تھا۔

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خاں صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے۔ سُنا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی تازہ ایجی ٹیشن کے دوران جماعت احمدیہ کے امام نے خضر حیات خاں کو خط لکھا کہ وہ لیگ کے سامنے جُھک جائیں۔ یہ خط سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعے بھیجا گیا تھا جنہوں نے اپنے امام کی ہدایت کی پُر زور تائید کی۔ ملک خضر حیات صاحب نے سر ظفر اللہ خاں کو لاہور مشورہ کے لئے بلایا جس کے بعد ملک صاحب نے وہ بیان دیا جو اخبارات میں شائع ہوا"[1]

۷؍مارچ ۱۹۴۷ء کے الفضل میں "ضروری تردید" کے عنوان سے یہ اعلان کیا گیا کہ ٹربیون میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ملک خضر حیات خاں صاحب کے نام کوئی خط دیا تھا، یہ صحیح نہیں۔ البتہ اس امر کی کوئی تردید نہیں کی گئی کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے ارشاد پر ہی جناب چودھری صاحب نے ملک صاحب کو استعفیٰ دینے پر رضا مند کیا تھا اور حقیقت یہی ہے کہ یہ استعفیٰ چودھری صاحب موصوف کے زور دینے پر ہی دیا گیا تھا۔

---

[1] الفضل ۶؍مارچ ۱۹۴۷ء

ملک صاحب کے استعفیٰ کے بعد حکومت کے تمام اختیارات گورنر صاحب پنجاب سر ایون جنکنز نے خود سنبھال لئے تھے اور اعلان کیا تھا کہ

"نئی وزارت بننے تک میں نے سر خضر حیات خاں اور ان کے رفقاء سے کہا تھا کہ وہ حکومت کا کام چلائیں۔ لیکن انہوں نے اس سلسلے میں معذوری کا اظہار کر دیا ہے۔ اس لئے حکومت کے جملہ اختیارات میں نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں۔ نئی وزارت کی تشکیل کی کوششیں جاری ہیں۔ امید ہے کہ بہت جلد نئی وزارت برسر اقتدار آکر جملہ امور کو سنبھال لے گی"[1]

## فسادات

یہ وہ خطرناک ایام تھے جن میں پنجاب کے تمام شہروں میں ہندو مسلم فسادات رونما ہو چکے تھے۔ گورنمنٹ کو تمام بڑے بڑے شہروں میں کرفیو لگانا پڑا مگر فسادات کی آگ بھڑک چکی تھی۔ کچھ لوگ باہمی فسادات کی وجہ سے قتل ہو رہے تھے اور کچھ پولیس اور فوج کی گولیوں کا نشانہ بن رہے تھے۔ آتش زنی کی متعدد وارداتیں ہو رہی تھیں۔ امن مفقود ہو چکا تھا اور بدامنی، بے چینی اور خوف و اضطراب کا دَور دَورہ تھا۔

## مبلغ کے رہائشی مکان کی تعمیر

لاہور میں یہ حالت تھی کہ جن علاقوں میں ہندوؤں کا غلبہ تھا وہاں سے کسی مسلمان کا گذرنا موت کو دعوت دینا تھا اور جن علاقوں میں مسلمانوں کو طاقت حاصل تھی وہاں سے کسی ہندو یا سکھ کا سلامت گذرنا ناممکن تھا ایسے پُر آشوب حالات میں مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور کے ساتھ مبلغ کی رہائش کیلئے مکان کی تعمیر جاری تھی۔

مجھے خوب یاد ہے۔ ۱۹۴۶ء کے آخری حصہ میں اس مکان کی تعمیر شروع ہوئی اور ۱۹۴۷ء کے پہلے ربع میں یہ مکان مکمل ہوا۔ ہمارے مستری صاحبان محمد انور اور اللہ رکھا بڑے اطمینان کے ساتھ تعمیر کا کام کرتے تھے۔ ان ایام میں مسجد شہید گنج کی طرف سے بڑے زور سے "ست سری اکال" کے نعرے بلند ہوتے تھے اور ہمارے علاقہ سے اس کے جواب میں "اللہ اکبر" کے نعروں سے فضا گونج اُٹھتی تھی حضرت ملک خدا بخش صاحب جنرل سکرٹری اس تعمیر کی نگرانی کا کام کرتے تھے اور محترم میاں عبد المجید صاحب مرحوم و مغفور جمعہ کی شام کو مستریوں اور مزدوروں کو ان کی اُجرت ادا کیا کرتے تھے۔ خاکسار کے

---

[1] الفضل ۷ مارچ ۱۹۴۷ء

سپرد یہ ڈیوٹی تھی کہ خاکسار جمعہ کی نماز میں احباب کو تحریک کیا کرتا تھا کہ دوست مزدوروں کی اُجرت کے لئے چندہ دیتے جائیں اور باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں آجکل کے زمانہ سے جماعت کی تعداد بہت کم تھی مگر اسّی نوّے روپے بآسانی جمع ہو جاتے تھے۔ اور اسی قدر مستریوں اور مزدوروں کی اُجرت ہوا کرتی تھی۔

ناشکر گذاری ہوگی اگر اس امر کا ذکر نہ کیا جائے کہ اس مکان میں جو لوہا خرچ ہوا ہے وہ سارے کا سارا حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب رضی اللہ عنہ کی اولاد محترم میاں محمد حسین صاحب اور محترم میاں عبد المجید صاحب نیلہ گنبد والوں نے دیا تھا اور لکڑی کا سارا سامان محترم میاں عطاء الرحمٰن صاحب اور محترم میاں عبد الرحمٰن صاحب راوی روڈ والوں نے بڑی فراخدلی کے ساتھ مہیا کیا تھا۔ ان کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ جب ان سے اس مکان کی تعمیر کے لئے ایک ہزار روپیہ مانگا گیا تو انہوں نے کہا کہ ایک ہزار روپیہ ہم دے دیتے ہیں۔ لیکن اگر جماعت ہم سے عمارتی لکڑی کا سامان لینا چاہے تو اس میں جماعت کا فائدہ ہے۔ جس جس سامان کی آپ کو ضرورت ہو چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر آپ پیغام بھیجدیا کریں۔ چنانچہ مطلوبہ سامان دروازے، کھڑکیاں، روشندان چھت کا سامان وغیرہ چند گھنٹے کے نوٹس پر مسجد میں پہنچ جایا کرتا تھا اور ایک محتاط اندازے کے مطابق چار ہزار روپے کا سامان ان دونوں بھائیوں نے دیا تھا۔ جہانتک مجھے یاد ہے ایک ہزار روپیہ چندہ محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت اور آپ کے خاندان نے، ایک ہزار روپیہ محترم ملک عبد الرحمٰن صاحب قصور والوں نے اور غالباً پانصد روپیہ محترم چودھری محمد اسد اللہ خانصاحب نے دیا تھا۔

محترم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب بیان کیا کرتے ہیں کہ ۱۹۲۶ء میں جب مسجد کی تعمیر شروع کی گئی تو اس موقعہ پر بھی حضرت مستری میاں محمد موسیٰ صاحبؓ نے لوہے کا سارا سامان اپنی گرہ سے دیا تھا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

## فسادات کی آگ

ان ایام میں ہندو مسلم فسادات کی آگ پورے زور سے بھڑک رہی تھی ۷؍ مارچ ۱۹۴۷ء کو پنجاب کے فرقہ وارانہ فسادات کے متعلق برطانوی پارلیمنٹ میں مسٹر آرتھر ہینڈرسن نائب وزیر ہند نے بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے بتایا

کہ کس طرح ۴ر مارچ کو لاہور سے فساد کی ابتدا ہوئی۔ اور اس کے بعد امرتسر، راولپنڈی اور ملتان بھی فساد کی زد میں آگئے۔ آپ نے کہا۔ . . . مغربی پنجاب کے مختلف علاقوں میں فساد ہو رہا ہے صورت حالات پر قابو پانے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے گو ابھی تک مکمل اطلاعات موصول نہیں ہوئیں لیکن اتوار تک کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۴۳۔ اشخاص ہلاک اور ۱۱۰۰ کے قریب شدید مجروح ہوئے۔ برطانوی افواج کو کسی ایک فرقے کے خلاف استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ وہ قانون شکنی کے خلاف کارروائی کر رہی ہے"[1]

غرضکہ یہ دن بڑے ہی خطرناک تھے۔ روزانہ قتل و غارت کے واقعات اس کثرت کے ساتھ ہوتے تھے کہ الامان والحفیظ! حکومت کی طرف سے کرفیو لگا رہتا تھا اور صرف اتنا وقت کرفیو اُٹھتا تھا جس میں لوگ ضروریات زندگی خرید سکیں۔ متعدد دکانیں جل گئیں۔ مکانات خاکستر ہو گئے چھُرا گھونپنے کی وارداتیں بکثرت ہونے لگیں۔ مختلف اقوام کے پُرانے گہرے دوست ایک دوسرے سے بدکنے لگے۔ گاڑیاں اور بسیں اکثر بند ہو گئیں بلکہ پیدل چلنا بھی دشوار ہو گیا۔

**تقسیم پنجاب**

مارچ ۱۹۴۷ء میں لارڈ ویول کی جگہ لارڈ مونٹ بیٹن ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوئے اور انہوں نے ہندوستان پہنچتے ہی ہندو اور مسلم لیڈروں سے ملاقاتیں شروع کر دیں۔ مگر جب ملک کی یہ دونو اہم قومیں کسی ایک فارمولا پر متفق نہ ہو سکیں۔ تو ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو گورنمنٹ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ مسلم اکثریت ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کی رُو سے شمار ہو گی۔ اس اصل کے مطابق پنجاب کے سترہ اضلاع بشمول گورداسپور پاکستان میں آتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ حدود کا آخری فیصلہ باونڈری کمیشن کرے گا۔ نیز اس منشور کے فقرہ ۹ میں یہ الفاظ بھی بڑھا دیئے گئے کہ علاقوں کی تقسیم میں آبادی کے علاوہ OTHER FACTORS یعنی دوسرے حالات کو بھی مدنظر رکھا جائے گا۔ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء سے ہندوستان اور پاکستان کی دونوں حکومتوں نے علیحدہ علیحدہ کام شروع کر دیا مگر فسادات کی آگ شدت کے ساتھ بھڑکتی رہی۔ اور پنجاب کے ہندو مسلم اپنے اپنے علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

---

[1] الفضل ۱۹ر مارچ ۱۹۴۷ء

خاکسار راقم الحروف کو وہ زمانہ خوب یاد ہے جب پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا سوال اُٹھا تو گورنر پنجاب نے سکھوں کو لمبی لمبی کرپانیں اور تلواریں لے کر پھرنے کی عام اجازت دے دی مگر مسلمان کے لئے گھر میں چاقو رکھنا بھی جُرم قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ جہاں ذرا بھی شک پیدا ہوتا۔ مسلمانوں کی تلاشی لی جاتی اور معمولی چاقو اور چھری برآمد ہونے پر بھی انہیں گرفتار کر لیا جاتا۔ پھر ریڈکلف ایوارڈ نے تو ہندوؤں اور سکھوں کو اَور بھی جرأت دلا دی اور انہوں نے پاکستان کی سکیم کو ناممکن العمل بنانے کے لئے مسلمانوں کو مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ بونڈری فورس نے بھی امن قائم کرنے کے لئے پوری کوشش نہ کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جانیں بچانے کے لئے پاکستان میں پناہ لینے کا ارادہ کر لیا۔ مگر جونہی وہ گھروں سے نکل کر کیمپوں میں داخل ہوتے ہندو اور سکھ ان پر ٹوٹ پڑتے۔ قیمتی سامان زیورات وغیرہ چھین لیتے۔ عورتوں کی بے حرمتی کرتے اور نوجوان بچیوں کو زبردستی اغوا کر لیتے۔ اور جو کچھ بچ رہتا اسے رستہ میں چھین لیا جاتا۔ چنانچہ مسلمان جب پاکستان میں پہنچتے تو نوجوان عورتوں اور زیورات وغیرہ قیمتی سامان سے محروم ہو کر نہایت ہی بدحالی میں پہنچتے۔ وہ زمانہ بڑا ہی خطرناک تھا۔ راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب دو ریل گاڑیاں لاشوں سے بھری ہوئی پاکستان میں پہنچیں تو مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور حکومت کے روکتے روکتے انہوں نے بھی بعض ایسے علاقوں میں جہاں حکومت اس زمانہ میں کچھ نہ کر سکتی تھی بعض ہندوؤں اور سکھوں کو نقصان پہنچایا۔ بہرحال ایک محتاط اندازے کے مطابق اس زمانہ میں ایک کروڑ انسانوں نے نقل وطن کیا اور ہزارہا مسلمان خواتین ہندوؤں اور سکھوں نے زبردستی اپنے قبضہ میں کر لیں۔ پھر جب بونڈری کمیشن کا اعلان ہوا تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ قادیان سے لاہور تشریف لائے۔ اور بعض امور کی وضاحت کے سلسلہ میں مسلمان ججوں سے ملے۔ کمیشن کے جتنے اجلاس لاہور اور شملہ میں ہوئے کسی اجلاس میں بھی ریڈکلف نے شرکت کی ضرورت نہ سمجھی مگر حضور رضی اللہ عنہ لاہور ہائیکورٹ میں برابر تشریف لے جاتے رہے۔ بونڈری کمیشن میں اپنا کیس پیش کرنے کے لئے مسلم لیگ نے اپنا نمائندہ آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو مقرر کیا۔ حضور نے زر کثیر صرف کر کے سکول آف اکنامکس کے پروفیسر سپیٹ ( SPATE ) کو جو باونڈری اکسپرٹ تھے لاہور بُلایا

ہوا تھا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کشمیر کا علاقہ بہرحال ہندوستان کے حوالہ کرنا ہے اور چونکہ ضلع گورداسپور کے ایک بڑے حصہ کے دیئے بغیر یہ کام ہو نہیں سکتا تھا اس لئے OTHER FACTOR کی آڑ میں گورداسپور کی تین تحصیلوں کو بھی ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔

آنریبل چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے کس قابلیت کے ساتھ کیس لڑا؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے "نوائے وقت" لاہور نے لکھا:-

"حد بندی کمیشن کا اجلاس ختم ہوا . . . چار دن چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل، نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی۔ کامیابی بخشنا خدا کے ہاتھ میں ہے مگر جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہو گیا کہ ان کی طرف سے حق و انصاف کی بات نہایت مناسب اور احسن طریقہ سے ارباب اختیار تک پہنچا دی گئی ہے۔ سر ظفر اللہ خاں صاحب کو کیس کی تیاری کے لئے بہت کم وقت ملا ہے مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی سے ادا کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلا لحاظ عقیدہ ان کے اس کام کے معترف اور شکر گذار ہوں گے" ؎۱

جب بونڈری کمیشن کے فیصلہ کا اعلان ہوا تو ہندو اور سکھ بے حد خوش ہوئے اور مسلمان گھبرا گئے۔ مگر قائد اعظم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:-

"ہمارے علاقہ کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم پر آخری وار بونڈری کمیشن کے فیصلہ سے ہوا ہے۔ یہ فیصلہ سراسر غیر منصفانہ، ناقابل فہم اور بدنیتی پر مبنی ہے۔ اس فیصلہ کی حیثیت محض سیاسی ہے، قانونی نہیں ہے۔ تاہم چونکہ ہم بونڈری کمیشن کے فیصلہ پر کاربند ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں اس لئے ایک معزز قوم کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر کاربند رہیں۔ گو یہ ہمارے لئے سخت تکلیف دہ ہے۔ لیکن اب ہمیں ضبط اور تحمل سے کام لینا چاہیئے اور امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہیئے۔" ؎۲

---

؎۱ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ یکم اگست ۱۹۴۷ء ؎۲ تقریر یکم اگست ۱۹۴۷ء بمقام لاہور۔

بہرحال اس فیصلہ کے اعلان کے معاً بعد ہندوؤں اور سکھوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے اس ارادے سے ہندوستان جانا شروع کر دیا کہ وہ بہت جلد پاکستان واپس آکر پاکستان پر قبضہ کر لینگے۔ اور اپنی جانیں بچانے کے لئے مسلمانوں کے بھی بڑے بڑے قافلے ہندوستان سے پاکستان آنے شروع ہو گئے۔ لاہور شہر کی ان ایام میں یہ حالت تھی کہ ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں جانا مشکل تھا۔ بڑی مشکل سے حکومت نے فسادات پر کنٹرول کیا مگر لاہور کے جن علاقوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ وہ مسلمانوں کو چیلنج پر چیلنج دے رہے تھے کہ اگر تم نے ہم سے ہمارے علاقے خالی کروا لئے تو ہم تمہاری طاقت کا لوہا مان لیں گے۔ چنانچہ اندرون شاہ عالمی دروازہ کے ہندو بڑے زوروں پہ تھے انہوں نے بہت سے مظلوم کشمیریوں اور دوسرے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر مسلمان بھی آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے اس علاقہ کے ہندوؤں کا ایسا بے جگری سے مقابلہ کیا کہ ہندو اندرون شاہ عالم کا علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر جن علاقوں کے ہندو پُرامن رہے انہیں مسلمانوں نے اور حکومت نے بھی تسلی دی اور ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ اگر وہ پُرامن رہے تو ان پر ہرگز کسی قسم کی سختی نہیں کی جائے گی اور انہیں عام شہریوں کے سے حقوق حاصل ہوں گے۔

ہماری اپنی جماعت کا یہ حال تھا کہ جب قادیان میں حالات بہت ہی بگڑ گئے اور ہندوؤں اور سکھوں نے حکومت کے ساتھ مل کر قادیان پر چاروں طرف سے حملے شروع کئے تو جماعت کے سرکردہ احباب نے متفقہ طور پر حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور پاکستان تشریف لے جائیں اور وہاں جا کر جماعت کی قیادت سنبھالیں۔ مگر حضور نے انکار کیا اور فرمایا کہ امام کا مرکز کو چھوڑ کر باہر جانا مناسب نہیں چنانچہ انہی ایام میں جو چٹھی حضورؓ نے محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور کی معرفت جماعت احمدیہ پاکستان کے نام بھیجی۔ اس کی نقل درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ھوالنّاصر

برادران جماعت احمدیہ　　　　السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فسادات بڑھ رہے ہیں۔ قادیان کے گرد دشمن گھیرا ڈال رہا ہے۔ آج سُنا گیا ہے ایک احمدی گاؤں پوری طرح تباہ کر دیا گیا ہے۔ اس گاؤں کی آبادی چھ سو سے اُوپر تھی۔ ریل، تار، ڈاک بند ہے۔ ہم وقت پر نہ آپ کو اطلاع دے سکتے ہیں اور نہ جو لوگ قادیان سے باہر ہیں۔ اپنے مرکز کیلئے کوئی قربانی ہی کر سکتے ہیں۔ میں نے احتیاطاً خزانہ قادیان سے باہر بھجوا دیا ہے۔ پھر بھی ان فسادوں کی وجہ سے بعض کو روپے ملنے میں دیر ہو تو انہیں صبر سے کام لینا چاہیئے کہ یہی وقت ایمان کی آزمائش کے ہوتے ہیں۔

مجھے بعض لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ میں قادیان سے باہر چلا جاؤں۔ ان لوگوں کے اخلاص میں شُبہ نہیں لیکن میری جگہ قادیان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تفسیر کا کام اور کئی اور کام پڑے ہیں لیکن ان کاموں کے لئے خدا تعالےٰ اَور آدمی پیدا کر دے گا یا مجھے قادیان ہی میں دشمن کے حملے سے بچا لیگا۔ لیڈر کو اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ یہ خدا تعالےٰ پر بدظنّی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خدا تعالےٰ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں فتح دے گا مگر پھر بھی حضرت مسیح موعودؑ کی عزت اور احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض مستورات کو باہر بھجوانے کا ارادہ ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے انتظام کر دیا۔ اگر اللہ تعالےٰ کی مدد اس کے وعدوں کے مطابق آگئی تو یہ سب خدشات صرف احمقانہ ڈر ثابت ہوں گے۔ لیکن اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سمجھنے میں غلطی کی ہے تو یہ احتیاطیں ہمارے لئے ثواب کا موجب ہوں گی۔ آخر میں مَیں جماعت کو محبت بھرا اسلام بھجواتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ اگر ابھی میرے ساتھ مل کر کام کرنے کا وقت ہو تو آپ کو وفاداری سے اور مجھے دیانتداری سے کام کرنے کی توفیق ملے اور اگر ہمارے تعاون کا وقت ختم ہو چکا ہے تو اللہ تعالےٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے قدم کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے۔ سلسلہ کا جھنڈا نیچا نہ ہو۔ اسلام کی آواز پست نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کا نام ماند نہ پڑے۔ قرآن سیکھو اور حدیث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ خود عمل کرو اور دوسروں سے عمل کراؤ۔ زندگیاں وقف کرنے والے ہمیشہ تم میں ہوتے رہیں۔ اور ہر ایک اپنی جائداد کے وقف کرنے کا عہد کرنے والا ہو۔ خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔ صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا

حسن اور تقویٰ تمہارا لباس ہو۔ خدا تعالیٰ تمہارا ہو اور تم اس کے ہو۔ آمین۔

میرا یہ پیغام ہندوستان کے باہر کی جماعتوں کو بھی پہنچا دو اور انہیں اطلاع کر دو کہ تمہاری محبت میرے دل میں ہندوستان کے احمدیوں سے کم نہیں۔ تم میری آنکھ کا تارا ہو۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جلد سے جلد اپنے اپنے ملکوں میں احمدیت کا جھنڈا گاڑ کر آپ لوگ دوسرے ملکوں کی طرف توجہ کریں گے اور ہمیشہ خلیفہ وقت کے جو ایک وقت میں ایک ہی ہو سکتا ہے، فرمانبردار رہیں گے اور اس کے حکموں کے مطابق اسلام کی خدمات کریں گے۔

والسلام۔ خاکسار مرزا محمود احمد ۲۲ ۸/۴۷

اس چٹھی کو محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے درج ذیل نوٹ کے ساتھ امرت الیکٹرک پریس لاہور میں چھپوا کر حضور رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق پاکستان اور باہر کی جماعتوں میں بھجوا دیا۔

محترمی۔ السلام علیکم۔ حضور کا پیغام جماعت احمدیہ کے نام بذریعہ ہوائی جہاز مجھے پہنچا ہے۔ اس کی نقل حضور کے حکم کی تعمیل میں بھیج رہا ہوں۔ سمجھیں، عمل کریں اور کرائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ والسلام۔ خاکسار بشیر احمد امیر جماعت احمدیہ لاہور۔

اس چٹھی کے ایک ہفتہ بعد جو دوسری چٹھی حضور نے احباب جماعت کے نام بھیجی وہ درج ذیل ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

جماعت کو ہدایات جو فوراً شائع کر دی جائیں۔

باوجود بار بار زور دینے کے لاہور کی جماعت نے کنوائے نہیں بھجوائے جس کی وجہ سے قادیان کا بوجھ حد سے زیادہ ہو گیا۔ اگر کنوائے آتے تو شاید میں بھی چلا جاتا۔ اور جب مسٹر جناح اور پنڈت جی[۱] آئے تھے ان سے کوئی مشورہ کرتا مگر افسوس کہ فرض شناسی نہیں کی گئی۔

---

[۱] مراد پنڈت جواہر لال نہرو۔ مولف

اگر قادیان میں کوئی حادثہ ہو جائے تو پہلا فرض جماعت کا یہ ہے کہ شیخوپورہ یا سیالکوٹ میں ریل کے قریب لیکن نہایت سستی زمین لیکر ایک مرکزی گاؤں بسائے مگر قادیان والی غلطی نہیں کہ کوٹھیوں پر زور ہو۔ سادہ عمارات ہوں۔

فوراً ہی کالج اور سکول اور مدرسہ احمدیہ اور جامعہ کی تعلیم کو جاری کیا جائے۔

دینیات کی تعلیم اور اس پر عمل کرنے پر ہمیشہ زور دو۔ علماء بڑے سے بڑے پیدا کرتے رہنے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ تبلیغ کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔ وقف کے اصول پر جلد سے جلد کافی مبلغ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ اگر میں مارا جاؤں یا اور کسی طرح جماعت سے الگ ہو جاؤں تو پہلی صورت میں فوراً خلیفہ کا انتخاب ہو اور دوسری صورت میں ایک نائب خلیفہ کا۔

۴۔ جماعت باوجود ان تلخ تجربات کے شورش اور قانون شکنی سے بچتی رہے اور اپنی نیکنامی کے ورثہ کو ضائع نہ کرے۔

۵۔ ہمارے کاموں میں ایک حد تک مغربیت کا اثر آگیا تھا یعنی محکمانہ کارروائی زیادہ ہو گئی تھی۔ اسے چھوڑ کر سادگی کو اپنانا چاہئیے اور تصوف اور سادہ زندگی اور نماز روزہ کی طرف توجہ اور دعاؤں کا شغف جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔

۶۔ قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر انگریزی و اردو جلد جلد شائع ہوں۔ میں نے اپنے مختصر نوٹ بھجوا دیئے ہیں۔ اس وقت تک جو ترجمہ ہو چکا ہے اس کی مدد سے اور تیار کیا جاسکتا ہے۔ ترجمہ کرنے والا دعائیں بہت کرے۔

۷۔ ان مصائب کی وجہ سے خدا تعالےٰ پر بدظنی نہ کرنا۔ اللہ تعالےٰ جماعت کو کبھی ضائع نہ کرے گا۔ پہلے نبیوں کو بڑی بڑی تکالیف پہنچ چکی ہیں۔ عزت وہی ہے جو خدا اور بندے کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ مادی اشیاء سب فانی ہیں خواہ وہ کتنی ہی بزرگ یا قیمتی ہوں۔ ہاں خدا تعالےٰ کا فضل مانگتے رہو۔ شاید کہ وہ یہ پیالہ ٹلا دے۔

خاکسار مرزا محمود احمد ۳۰ - ۸ - ۴۷

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اس دوسری چٹھی سے ظاہر ہے کہ ملکی حالات کا جائزہ لینے اور اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے بعد اب حضور اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ حضور کا وجود جماعت اور مسلمانوں کے لئے ہندوستان میں رہنے کی بجائے پاکستان میں زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

چنانچہ پہلے حضور نے اپنے خاندان کی خواتین اور بچوں کو لاہور بھجوا دیا۔ یہ ۲۵ ؍اگست کا دن تھا۔ چھ دن بعد یعنی ۳۱ ؍اگست ۱۹۴۷ء کو حضور خود بھی لاہور پہنچ گئے۔ میو ہسپتال کے متصل رتن باغ میں حضور اور حضور کے خاندان کو رہائش کی جگہ ملی۔ اور جودھا مل بلڈنگ اور اس کی متصل تین چار بلڈنگوں میں جماعت کے احباب ٹھہر گئے۔ مجھے خوب یاد ہے اس زمانہ میں قائد مجلس خدام الاحمدیہ محترم قریشی محمود احمد صاحب حال ایڈووکیٹ لاہور نے اپنے معاونین کی مدد سے نہایت ہی نمایاں کام کیا۔ لاہور میں خدام الاحمدیہ نے مہاجرین کو کھانا کھلانے اور مختلف علاقوں میں آباد کرنے کے لئے بہت تگ و دو کی۔ امیر جماعت احمدیہ محترم شیخ بشیر احمد صاحب بھی اپنے معاونین محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب، مرحوم جنرل سکرٹری مرزا خدا بخش صاحب اور محترم بابو فضل دین صاحب وغیرہ کے ساتھ ہر وقت دوڑ دھوپ میں مصروف تھے۔ کہیں مہاجرین کو کھانا کھلانے کے انتظام میں مصروف نظر آتے تھے۔ کہیں ان کی رہائش کے مسئلہ پر غور کرتے دکھائی دیتے تھے۔

چونکہ ہزارہا بلکہ لاکھوں افراد کی رہائش کا مسئلہ درپیش تھا اس لئے حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے جودھا مل بلڈنگ میں مہاجرین کی رہائش کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ایک دفتر قائم کر رکھا تھا۔ جس کے انچارج محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تھے۔ مختلف علاقوں سے جماعت کے احباب کی طرف سے جو اطلاعات موصول ہوتیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے مہاجرین کو ان علاقوں میں جانے کا مشورہ دیا جاتا اور جب مہاجرین ان علاقوں میں پہنچتے تو وہاں کے لوکل احمدی ان کی رہائش اور خوراک وغیرہ کا انتظام کرتے۔

اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کی احمدی آبادی کے پاکستان میں منتقل ہونے کا بھی اختصاراً ذکر کر دیا جائے۔ پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ ملک کے حالات کا جائزہ لینے اور اس امر پر غور کرنے کے بعد کہ حضور کا وجود ہندوستان اور پاکستان میں سے کس ملک میں زیادہ مفید ہو سکتا ہے، حضور پاکستان تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ یہاں پہنچتے ہی حضور نے قادیان کی آبادی کے انخلاء

کے لئے کنوائے بھجوانے شروع کر دیئے۔ سب سے زیادہ فکر حضور کو عورتوں اور بچوں کی تھی۔ حضور نے ان کو لانے کے لئے یہاں سے ایک بہت بڑا کنوائے بھیجا۔ جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں عورتیں اور بعض بزرگ ہستیاں یہاں پہنچ گئیں۔

مجھے یاد ہے۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کا دن تھا۔ اس روز اندازے کے مطابق جب کنوائے یہاں نہ پہنچا تو حضور نے ہوائی جہاز بھجوا کر پتہ منگوایا کہ قافلہ کہاں ہے؟ جب پتہ لگا کہ قافلہ آ رہا ہے تو بھی حضور کی گھبراہٹ میں کچھ کمی نظر نہ آتی تھی۔ حضور کے لئے بغیر کسی سہارے کے چلنا پھرنا محال ہو گیا تھا۔ جب قافلہ پہنچ گیا تو حضور کو اطمینان ہوا۔ اور حضور سجدہ شکر بجا لائے۔ اسی طرح متفرق اوقات میں بھی متعدد کنوائے قادیان گئے جو احمدیوں کو وہاں سے پاکستان لے آئے بلکہ ساٹھ ستر ہزار غیر احمدی جو وہاں آس پاس کے علاقوں سے جمع ہو گئے تھے، انہیں بھی بحفاظت لانے کے لئے حضور فکرمند تھے اور انہیں پیغام بھی بھجوا دیا تھا کہ آپ کو بھی بحفاظت لانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی مگر افسوس کہ وہ سکھوں کے دھوکے میں آ گئے اور پیدل چل پڑے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سینکڑوں راستے میں ہی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہرحال احمدی آبادی پاکستان میں پہنچ گئی اور حضور کے ارشاد کے مطابق ۳۱۳۔ افراد قادیان کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے پیچھے رہ گئے اور کچھ عرصہ تک ان میں بھی تبادلہ ہوتا رہا۔ مگر پھر انڈین یونین نے اسے بند کروا دیا اور جو تین سو تیرہ افراد وہاں رہ گئے تھے وہی وہاں رہے۔ البتہ جب کچھ عرصہ کے بعد امن قائم ہو گیا تو آہستہ آہستہ ہندوستان سے بھی کچھ گھرانے آ کر آباد ہو گئے۔ اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں درویشوں کی تعداد سات آٹھ سو کے لگ بھگ ہے اور وہ خوب تندہی سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جلسہ سالانہ بھی بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ اور دفاتر بھی باقاعدگی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ استاذی المکرم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب وہاں کے امیر ہیں اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی خاندان مسیح موعود کی نمائندگی میں وہاں پر مقیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بزرگوں کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور قادیان کی آزادی کے جلد سے جلد سامان کرے۔ آمین۔

اب ذرا لاہور میں حضور کی رہائش کا حال سُنئیے۔ حضور نے جب رتن باغ میں رہائش اختیار کی تو حکم دیا کہ رتن باغ کا سارا سامان محفوظ کر لیا جائے اور اس میں سے اپنی ذات کے لئے کچھ استعمال نہ کیا جائے بلکہ جو لوگ اس سامان کے اصل مالک ہیں اور گورداسپور جا چکے ہیں انہیں اطلاع دے دی جائے کہ اگر وہ اپنا سامان لے جا سکتے ہوں تو حکومت کی اجازت سے لیجائیں۔ چنانچہ مجھے خوب یاد ہے تین دن ان کے ٹرک آتے رہے اور اپنا سامان لے جاتے رہے۔ بعض احباب نے جن میں گورنمنٹ کے افسر بھی تھے حضور سے عرض بھی کی کہ حضور! آپ کو اس سامان کے استعمال کا حق ہے آپ کیوں اسے استعمال نہیں کرتے۔ مگر حضور نے فرمایا کہ اس کوٹھی والوں نے چونکہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا اس لئے ہم ان کا سامان استعمال نہیں کر سکتے۔

باوجود اس کے کہ ان ایام میں حضور کی مالی حالت اچھی نہیں تھی حضور نے وہ ابتلا اور آزمائش کے دن بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ گذارے۔ تمام گھر والوں کو حکم تھا کہ ایک ایک روٹی سے زیادہ کوئی نہ کھائے۔ چارپائیاں بھی نہیں تھیں۔ فرش پر بچھانے کے لئے کمبل لنڈے بازار سے خریدے گئے تھے۔ ایک مرتبہ پرائیویٹ سکرٹری صاحب نے مجھے لکھا کہ مہمانوں کو چائے پیش کرنے کے لئے حضور کو دو ٹی سیٹوں کی ضرورت ہے مگر پانچ روپے میں دونوں ٹی سیٹ آ جانے چاہئیں۔ چنانچہ حضور کے اس حکم کی تعمیل میں معمولی قسم کے دو ٹی سیٹ خرید کر پیش کر دیئے گئے۔

## ایک ایمان افزا واقعہ

اس موقعہ پر ایک ایمان افزا واقعہ کا ذکر ضروری ہے۔ انہی ایام میں جبکہ سلسلہ کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ سلسلہ کے اشد ترین مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک لڑکا کہیں سے پھرتا پھراتا آ گیا۔ حضور رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو حضور نے حکم دیا کہ اسے پیٹ بھر کر کھانا دیا جائے اور ضروری لباس اور بستر بھی مہیا کیا جائے۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل میں اس کی رہائش، لباس اور خوراک کا مکمل انتظام کر دیا گیا مگر افسوس کہ پندرہ سولہ دن رہ کر وہ یہاں سے چلا گیا۔ لباس اور بستر تو ساتھ لے گیا مگر آرام دہ رہائش اور خوراک سے محروم ہو گیا۔

اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ مجھے یاد آیا۔ آٹھ دس سال کی بات ہے کہ محترم پرائیویٹ سکرٹری صاحب نے خاکسار کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ایک لڑکے کا خط دکھایا جو اس نے کراچی سے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لڑکا ہوں۔ اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میرے باپ کے متعلق حضرت مرزا صاحب (علیہ السلام) نے جو لکھا تھا کہ "خانہ ات ویران تو در فکر دگر" یہ بالکل صحیح ہے اور اس کی صحت کا گواہ میں مولوی صاحب موصوف کا بیٹا ہوں۔ میں کراچی میں رہتا ہوں۔ مارے مارے پھرتا ہوں۔ کوئی مجھے نہیں پوچھتا۔ لیکن جب احمدیہ ہال میں آتا ہوں تو روٹی مل جاتی ہے"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ وہ خط نہایت عمدہ لکھا ہوا تھا۔ خاکسار کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس خط کا کاتب ظاہری حالات کے لحاظ سے یقیناً اس قابل ہے کہ اگر کسی جگہ کلرکی اختیار کرلے یا بچوں کو پڑھانا شروع کر دے تو پچاس ساٹھ روپے ماہوار بآسانی کما سکتا ہے مگر خدا تعالےٰ کی عجیب شان ہے کہ یہ شخص دربدر دھکے کھا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

## لاہور میں قادیان کے مہاجرین کی رہائش

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور حضور کے خاندان اور دیگر متعلقین کی رہائش رتن باغ میں تھی۔ اب رہا قادیان کے باقی احمدیوں کی رہائش کا مسئلہ، سو ان کے لئے تین بلڈنگیں الاٹ کروائی گئیں ۱۔ جودھامل بلڈنگ ۲۔ جسونت بلڈنگ ۳۔ سیمنٹ بلڈنگ ان بلڈنگوں میں علاوہ رہائش کے سلسلہ کے دفاتر بھی تھے۔ چنانچہ ۲۱ اگست ۱۹۴۸ء کے الفضل میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک نقشہ دیا تھا جو درج ذیل ہے:۔

| نمبر شمار | نام عمارت | تعداد خاندان | تعداد افراد |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | رتن باغ | ۸۲ | ۳۹۵ |
| ۲۔ | جودھامل بلڈنگ | ۲۲ | ۱۴۱ |
| ۳۔ | جسونت بلڈنگ | ۲۴ | ۱۳۹ |
| ۴۔ | سیمنٹ بلڈنگ | ۲۴ | ۱۲۶ |
| | میزان | ۱۵۲ | ۸۰۱ |

اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ ایک سو باون خاندانوں کے آٹھ سو ایک افراد کیلئے صرف چار بلڈنگیں الاٹ کروائی گئی تھیں جو بالکل ناکافی تھیں۔ حالانکہ ان خاندانوں میں سے بعض خاندان ایسے بھی تھے جو قادیان میں بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہتے تھے۔

**نوٹ**:۔ رتن باغ کے عقب میں چار دیواری کے اندر ایک وسیع "باغ" تھا جس میں کافی پھیلدار

پودے لگے ہوئے تھے۔ اس باغ میں "جماعت احمدیہ لاہور" نے اپنے پیارے امام "المصلح الموعود" کی اقتداء میں جمعہ کی نمازیں بھی پڑھی ہیں۔ اب اس باغ کی جگہ میو ہسپتال کے نئے حصّہ کی بلڈنگ بن چکی ہے۔ کوٹھی کے اگلے صحن میں بھی جمعہ کی نمازیں ہوتی رہی ہیں۔ کوٹھی کے اگلے حصّہ میں ایک کمرہ ہے جو کشادہ اور قبلہ رُو ہونے کی وجہ سے مسجد کا کام بھی دیتا رہا ہے۔ اب یہ کوٹھی گورنمنٹ پاکستان نے ہسپتال کی ضرورت کے لئے خالی کروالی ہے اور اس کے بدلہ میں ماڈل ٹاؤن ۱۰۸۔ سی اور شملہ پہاڑی کے متصل پام ویو۔۵ دو کوٹھیاں خاندان مسیح موعودؑ کے نام الاٹ کردی ہیں۔

## یونیورسٹی ہال میں لیکچروں کا سلسلہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جب پاکستان میں پہنچے تو باوجود شدید مالی مشکلات کے حضور نے منتشر جماعت کو اکٹھا کرنے اور انہیں موزوں جگہوں پر آباد کرانے کی کوششیں شروع کردیں مگر حضور کی نظر صرف اپنی جماعت کی بہتری اور بہبودی تک محدود نہیں تھی بلکہ حضور کو پاکستان کی مضبوطی اور اس کے استحکام کا بھی ازحد فکر تھا۔ چنانچہ حضور نے یونیورسٹی ہال لاہور میں متواتر چھ لیکچر دیئے جن میں ان سکیموں اور تجاویز کا ذکر فرمایا۔ جن پر عمل کرنے سے پاکستان محفوظ اور طاقتور ملک بن سکتا تھا۔ خاکسار مؤلف کو خوب یاد ہے۔ ان لیکچروں کو سُننے کے لئے سول اور ملٹری کے بڑے بڑے افسر بلکہ اکثر وزراء بھی شامل ہوا کرتے تھے۔ آخری لیکچر جو ۱۸؍جنوری ۱۹۴۸ء کو آنریبل سر شیخ عبدالقادر صاحب کی صدارت میں ہوا۔ اس لیکچر کے بعد انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا:۔

"حضرات! میں آپ سب کے دل کی بات کہہ رہا ہوں جبکہ میں آپ سب کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نہ صرف آج کے لیکچر کے لئے بلکہ گذشتہ پانچ لیکچروں کے لئے بھی جن میں بے شمار اہم معاملات اور مسائل کے متعلق نہایت مفید اور ضروری باتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں۔ میں فاضل مقرر سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر ان لیکچروں کو کتابی شکل میں شائع کردیا جائے تو پبلک آپ کی بہت ممنون ہوگی۔

ایک چیز کا میرے دل پر خاص اثر ہے۔ باوجود اس کے کہ فاضل مقرر اور آپ کی جماعت کو گذشتہ ہنگاموں میں خاص طور پر بہت نقصان اُٹھانا پڑا لیکن آپ نے ان حوادث کی طرف اشارہ تک نہیں کیا"[1]

---

[1] الفضل ۱۸؍جنوری ۱۹۴۸ء

میں اس موقعہ پر ظلم کروں گا۔ اگر ان تجاویز اور مشوروں کا خلاصہ بیان نہ کروں جو حضور نے اپنی ان تقاریر میں بیان فرمائے :-

۱- ۱۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کے اخبار "الفضل" میں حضور کی ہدایت کے مطابق ایک مضمون شائع ہوا جس میں حضور نے فرمایا :-

"پاکستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں سوائے مشرقی بنگال کے سارے کام وزراء کے سپرد ہیں اور نائب وزیر مقرر نہیں۔ اس وجہ سے نہ تو کام ٹھیک ہو سکتا ہے اور نہ مسلمانوں میں نئے تجربہ کار آدمی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے نائب وزراء یعنی انڈر سکرٹری مقرر ہونے چاہئیں۔

۲- "پاکستان کو بیرونی ممالک سے تعلق قائم کرنا چاہیئے مثلاً انڈونیشیا، ابی سینیا، سعودی عرب، انڈونیشیا دوسرا بڑا اسلامی ملک ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی چھ کروڑ ہے اور اس کا جائے وقوع بھی ایسی جگہ پر ہے کہ اس سے تعلقات آئندہ پاکستان کی ترقی اور حفاظت میں بہت کچھ ممد ہو سکتے ہیں"

۳- ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء کے "الفضل" میں فرمایا :-

"پاکستان کے لوگ عموماً انگریزوں سے بدظن ہو چکے ہیں۔ امریکہ کی طرف بھی کوئی رغبت نہیں۔ . . . . پاکستان کی حقیقی ترقی کا راز مسلم اقوام کے اتحاد میں ہے اور مسلمان حکومتوں کو اکٹھا کرنے اور اسلامی ممالک کی متحدہ سیاست میں ہے۔ پاکستان کو اپنے سفارتی تعلقات تمام اسلامی ممالک کے ساتھ استوار کرنے چاہئیں۔"

۴- "پاکستان کا دفاع بہت مضبوط ہونا چاہیئے۔ پاکستان کی سرحدیں زیادہ مضبوط ہونی چاہئیں"

۵- "معنوی دولت ہی کسی ملک کی اصل قوت ہوا کرتی ہے۔ باقی سب چیزیں اس کے مقابلے میں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر پاکستان کا ہر جوان عقل سے کام لے اور دماغ پر زور دے اور یہ اقرار کرے کہ مجھے تمام قوتیں ملک و ملت کے لئے وقف کر دینی ہیں تو یقیناً ہماری ساری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔

معنوی دولت افراد کے دماغ اور ان کے جسم مل کر پیدا کرتے ہیں۔ معنوی دولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱- پاکستان میں ہر مسلمان کے لئے قرآن کریم کا ترجمہ جاننا لازمی قرار دیا جائے۔

۲- مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس سلسلہ میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے۔ کیونکہ اسے اپنی زبان بنگالی سے عشق ہے۔ ان کے لئے اردو کو لینگوا فرینکا قرار دیا جائے۔

۶- پاکستان کے دفاع میں بعض ان روکوں کا ذکر کرتے ہوئے جن کے دُور کرنے کی فوری ضرورت ہے حضور نے فرمایا:-

۱- فوجوں کی کمی کے علاوہ تجربہ کار افسر کم ہیں۔ ۲- ریزرو فورس بالکل نہیں۔ ۳- توپ خانہ کا حصہ بہت کمزور ہے۔ خاصکر گولہ بارود بہت کم ہے۔ ۴- پیرا شوٹ بٹالین کو توڑا جا رہا ہے ۵- انجنیروں کی کمی ہے۔ ۶- اور ایک بھی اسلحہ ساز کارخانہ نہیں۔ یہ نقائص ہیں جن کا ازالہ کئے بغیر کبھی دفاع مضبوط نہیں ہو سکتا۔

۷- فضائی طاقت کو مضبوط بنانے پر زور دینا چاہیئے۔ عوام میں فضائی تربیت حاصل کرنے کا رجحان پیدا کرنا چاہیئے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اس کا انتظام کرنا چاہیئے۔ ضرورت کے وقت ہوائی جہاز تو تیار ہو سکتے ہیں لیکن آدمی ایک دن میں تیار نہیں ہو سکتے۔

۸- "الفضل" ۱۱ر جنوری ۱۹۵۸ء میں حضور کے لیکچر کا خلاصہ ان الفاظ میں درج ہے:-

"انڈین یونین کا ففتھ کالم پاکستان میں موجود ہے لیکن پاکستان کا ففتھ کالم انڈین یونین میں موجود نہیں ہے۔ کانگرس پنجاب میں بھی اور سرحد میں بھی بعض لوگوں کے ساتھ ساز باز کر رہی ہے۔ یہ لوگ ایک تنظیم اور سکیم کے ماتحت آہستہ آہستہ پاکستان کو ضعف پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستان کے عوام اور حکومت کو ان لوگوں سے خبردار رہنا چاہیئے۔"

۹- "یاد رکھو۔ افراد کے متعلق جو اسلامی احکام ہیں۔ اگر افراد ان پر عمل نہیں کریں گے تو کبھی بھی ملک میں اسلامی آئین جاری نہیں ہو سکتا"

اس زمانہ میں جن لوگوں نے حضور کی یہ تقاریر سُنیں وہ سارے کے سارے حضور کی ان تجاویز سے متفق تھے جو حضور نے بیان فرمائیں۔ مگر وزارتوں کے جلد جلد بدلنے کی وجہ سے ان پر کماحقہ عمل نہ ہو سکا۔ لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اب سربراہ مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کے زمانہ میں بہت حد تک ان تجاویز پر عمل ہو رہا ہے۔

## فرقان فورس

ایک اور کام جو حضور نے پاکستان کے استحکام کی خاطر کیا، یہ تھا کہ آزاد کشمیر گورنمنٹ کے قیام پر دوسرے مسلمانوں کی طرح حضور نے بھی آزاد گورنمنٹ کی ہر ممکن امداد کی۔ بلکہ جب گورنمنٹ کو والنٹری فورس کی ضرورت پیش آئی تو فرقان فورس کے ذریعہ جس میں ایک وقت میں کم وبیش پانچ سو سپاہی ہوتے تھے، امداد کی۔

خاکسار مؤلف کو وہ زمانہ خوب یاد ہے جب ہماری جماعت کے نوجوانوں نے محاذ جنگ پر جا کر کام شروع کیا، پُرانی پھٹی ہوئی وردیاں اور بُھنے ہوئے چنے اوائل میں ان کی خوراک تھے مگر جنگ ختم ہونے کے بعد آہستہ آہستہ سب انتظامات درست ہو گئے۔

## حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر رضؓ

اب میں ایک ایسی بات بیان کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ بزرگ صحابہ کو قادیان سے کس قدر محبت تھی۔ پاکستان آنے کے بعد پہلی عید جو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے منٹو پارک میں پڑھائی۔ اس میں نماز اور خطبہ کے بعد احباب جماعت، حضرت اقدس سے ملاقات کر رہے تھے۔ خاکسار بھی امیدواروں میں سے تھا۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّرؓ نے خاکسار کو دیکھ کر پوچھا۔ کہ "آپ یہ بتائیں ہم لوگ، قادیان کب واپس جائیں گے" اتنا فرماتے ہی حضرت نیّر صاحب کے آنسو نکل آئے۔ خاکسار نے جواب میں عرض کیا کہ مولوی صاحب! اس کا انحصار تو ہمارے اعمال پر ہے اگر ہم جلد اپنی اصلاح کر کے اللہ تعالیٰ کے رحم کو جذب کر لیں تو وہ ذات ارحم الراحمین جلد ہمیں واپس قادیان لے جائے گی ورنہ شاید کچھ دیر لگ جائے۔ خاکسار کا یہ جواب سُنکر حضرت نیّر صاحب نے فرمایا "پھر مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ تم ایک سال کے اندر اندر چلے جاؤ گے۔" چنانچہ ایک سال کے اندر ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو گوجرانوالہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور حضرت مولوی غلام محمد صاحب ماریشسیؓ کی وفات بھی لاہور ہی میں ہوئی تھی۔ پھر ربوہ میں بہشتی مقبرہ تیار ہونے پر اُن کی نعشیں ربوہ میں منتقل کی گئیں

## جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء

جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء رتن باغ کے سامنے اور جودھامل بلڈنگ کے قریب منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں مہمانوں کے قیام وطعام کے انتظام میں مرکزی عہدیداروں کی امداد کے لئے محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی

ہدایت کے مطابق محترم بابو فضل الدین صاحب، محترم ملک خدا بخش صاحب، محترم مرزا مولا بخش صاحب اور محترم شیخ محمود الحسن صاحب نے خاص طور پر حصہ لیا۔

مجھے خوب یاد ہے اس جلسہ میں آزاد کشمیر کے متعدد وزراء بھی شامل ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تقریر خوب توجہ سے سُنی تھی۔

## حضرت اقدس کا ورود سندھ

۱۴ر فروری ۱۹۴۸ء کو حضور رضی اللہ عنہ معہ قافلہ سندھ تشریف لے گئے اور ضلع میر پور خاص اور کراچی کا کامیاب دورہ کرنے کے بعد ۲۰ر مارچ ۱۹۴۸ء کو واپس لاہور تشریف لائے۔

## مجلس مشاورت ۱۹۴۸ء

مجلس مشاورت ۱۹۴۸ء کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۶۔ ۲۷ر مارچ کی تاریخیں مقرر فرمائی تھیں اور ۲۸ر مارچ کا دن جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء کی کمی پورا کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ یہ دونو اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل سے شاندار طور پر کامیاب رہے۔

## قیدیوں کا تبادلہ

مشرقی پنجاب میں ہندو ملٹری نے بعض مسلمانوں کو مبینہ تخریبی سرگرمیوں کی بناء پر گرفتار کر لیا تھا جن میں جماعت احمدیہ کے بعض معززین بھی شامل تھے چنانچہ ۲۲ر اگست ۱۹۴۷ء کو میجر شریف احمد صاحب باجوہ، ۱۳ر ستمبر کو حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم، ایل، اے، ۱۴ر ستمبر کو محترم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، ۱۲ر ستمبر کو چوہدری عبدالباری صاحب اور ۲۹ر ستمبر کو محترم مولوی احمد خاں صاحب نسیم اور محترم مولوی عبدالعزیز صاحب صاحب کو گرفتار کیا گیا تھا۔

ہمارے ان معززین نے جیل میں دوسرے مسلمانوں کی تربیت کا بہت خیال رکھا۔ ان کے نیک نمونہ کو دیکھ کر بہت سے غیر احمدی مسلمانوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ بلکہ جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے اپنی رؤیا بتائی کہ آموں کے موسم میں وہ آزاد ہو جائیں گے تو غیر احمدی مسلمانوں پر خاص اثر ہوا۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کہ کس طرح ایک شخص اپنی خواب کی بناء پر یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی فلاں موسم میں رہا کر دیئے جائیں گے حالانکہ حالات نہایت ہی خطرناک تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ تمام قیدیوں کو اذیتیں دے دیکر موت کے

گھاٹ اُتار دیا جائے گا مگر جب اس خواب کے مطابق سارے قیدی رہا کر دیئے گئے تو ان میں سے چون اصحاب نے بیعت کر لی۔

یہ عجیب بات ہے کہ جب قیدیوں کا تبادلہ دونوں حکومتوں نے منظور کیا تو اس کے لئے کئی تاریخیں مقرر ہوئیں مگر جب تک آموں کا موسم نہ آیا وہ تاریخیں تبدیل ہوتی رہیں اور آخر ۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو آٹھ بجے شب بذریعہ ٹرین جالندھر سے دوسرے زیر حراست قیدیوں کے ساتھ ہمارے معزز افراد حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ ایم۔ اے، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، محترم چودھری محمد شریف صاحب باجوہ، محترم مولوی احمد خاں صاحب نسیم اور محترم مولوی عبدالعزیز صاحب وغیرہ بھی لاہور پہنچ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اس واقعہ سے چھ ماہ قبل ۷ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ظہر و عصر کی نمازوں کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک رؤیا دیکھا تھا کہ

"سید ولی اللہ شاہ صاحب آئے ہیں اور میرے پاس آکر بیٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے صرف قمیص پہنی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر تک انہوں نے مجھ سے باتیں کیں اور پھر یہ نظارہ غائب ہو گیا"[1]

اس رؤیا کی تعبیر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا تھا کہ "جو شخص قید ہو اس کے رہا ہونے کی دو ہی تعبیریں ہو سکتی ہیں یا وفات یا پھر واقعہ میں رہا ہو جانا۔" سو الحمد للہ کہ ہماری آنکھوں نے دوسری تعبیر پوری ہوتی دیکھی۔ ان بزرگوں کی آمد کے چند دن بعد ۲۱۔ اپریل ۱۹۴۸ء کو رتن باغ میں جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے اُن کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا گیا جس میں جماعت نے اپنے جذبات محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔

**ہمارے تعلیمی ادارے**

یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ قادیان سے لاہور پہنچکر حضرت اقدس امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے متعلق بڑا فکر دامنگیر تھا۔ سو الحمد للہ کہ تعلیم الاسلام کالج کے لئے تو ڈی۔ اے۔ وی کالج کی وسیع عمارت الاٹ ہو گئی اور ربوہ کی زمین کا سودا ہو جانے پر تعلیم الاسلام ہائی سکول جلد ہی چنیوٹ میں منتقل ہو گیا۔ تعلیم الاسلام گرلز ہائی سکول کے لئے بھی پنجاب سرسوتی کالج کی عمارت الاٹ ہو گئی تھی۔[2]

---

[1] "الفضل" پرچہ ۱۳ر اپریل ۱۹۴۷ء۔ [2] "الفضل" یکم ستمبر ۱۹۴۸ء۔

مگر یہ سکول یہاں نہیں چل سکا۔

**ہمارا نیا مرکز** اگست ۱۹۴۸ء میں حضرت نواب محمد دین صاحب مرحوم رضؓ کے ذریعہ ربوہ کی زمین خریدی جا چکی تھی۔ اب اس کی تعمیر کے سلسلہ میں اخراجات کی فوری ضرورت تھی۔ مگر حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح ایسے بیدار مغز خلیفہ کو پہلے سے ہی اس کی فکر تھی۔ چنانچہ حضور نے ستمبر ۱۹۴۷ء میں ایک شوریٰ طلب فرمائی تھی جس میں تحریک فرمائی تھی کہ مرکز پاکستان کی تعمیر کے لئے پانچ لاکھ روپیہ کا ایک فنڈ قائم کیا جائے جس پر احباب نے بڑھ چڑھ کر وعدے کئے تھے مگر عملاً ابھی تک اس میں صرف ایک لاکھ کے قریب ہی روپیہ آیا تھا۔ لیکن اب جبکہ زمین خریدی گئی تو ناظر صاحب بیت المال نے اعلان کیا کہ اب احباب کو اس رقم کی فراہمی کے لئے جلد سے جلد توجہ کرنی چاہیئے۔[1]

**حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی کوئٹہ سے تشریف آوری** حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جون ۱۹۴۸ء کے شروع میں کوئٹہ تشریف لے گئے اور ۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو واپس تشریف لے آئے۔

**صیغہ امانت اور دفتر محاسب چنیوٹ میں** نئے مرکز کو آباد کرنے کے لئے اب اقدامات شروع کر دیئے گئے چنانچہ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۸ء کے پرچہ الفضل میں اعلان ہوا کہ مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو صیغہ امانت اور دفتر محاسب معہ عملہ و متعلقہ ریکارڈ چنیوٹ منتقل ہو رہے ہیں اور ۶ اکتوبر سے چندوں کی وصولی اور صیغہ امانت کے لین دین کا انتظام انشاء اللہ چنیوٹ میں شروع کر دیا جائیگا۔

چند دنوں کے بعد نظارت تعلیم و تربیت نے بھی ربوہ میں اپنا کام شروع کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ سارے دفاتر ربوہ میں منتقل ہو گئے۔

**حضور کا ربوہ تشریف لیجانا** ان ایام میں حضور دو مرتبہ ربوہ تشریف لے گئے اور تعمیر ربوہ سے متعلق کارکنوں کو ضروری ہدایات دیں۔ ۱۷ اکتوبر کے پرچہ الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستری صاحبان کی مسلسل جد و جہد اور کوششوں کے باوجود ربوہ میں پانی نہیں نکلتا

---

[1] " الفضل ۲۱ ستمبر ۱۹۴۸ء

تھا لیکن جس وقت حضور دوسری مرتبہ ربوہ تشریف لائے اور سرزمین ربوہ میں قدم رکھا اسی وقت پانی نکل آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ چنانچہ مستری فضل حق صاحب کا بیان ہے کہ

"جس وقت حضور کے قدم اس زمین پر داخل ہوئے . . . یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے نلکہ کی نالی کو کوئی طاقت خود بخود پانی کے قریب لے جا رہی ہے۔ چنانچہ جب حاضرین نے مستری صاحب کے یہ کلمات سُنے کہ "حضور! پانی آ گیا" تو بے اختیار الحمد للہ زبان پر جاری ہو گیا۔ حضور اس کے بعد دیر تک مستری صاحب سے گفتگو فرماتے رہے اور ہر رنگ میں ان کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے" [۱]

## خاکسار مؤلف کی لاہور سے سرگودھا تبدیلی اور محترم مولانا عبد الغفور صاحب کا تقرر

محترم مولانا عبد الغفور صاحب مرحوم کا تقرر قیام پاکستان کے بعد سرگودھا میں ہوا تھا۔ اور خاکسار تقسیم برصغیر سے دو سال قبل سے لاہور میں متعین تھا۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء ہم دونوں کا باہمی تبادلہ ہو گیا۔ خاکسار نے ضلع سرگودھا میں اور محترم مولانا عبد الغفور صاحب نے لاہور میں کام شروع کر دیا۔ خاکسار نے ایک سال ضلع سرگودھا میں کام کرنے کے بعد مرکز ربوہ میں مہتمم نشر و اشاعت کا چارج لیا اور ٹریکٹ "التبلیغ" نکالنا شروع کیا۔ ۱۹۵۱ء میں خاکسار کا تبادلہ شیخوپورہ میں ہو گیا۔ ۱۹۵۴ء میں پھر خاکسار کا لاہور میں تقرر ہوا۔ اور اس وقت سے لیکر آج ۱ر مئی ۱۹۶۶ء تک خاکسار یہاں بحیثیت انچارج مربی کام کر رہا ہے۔

## اخبار "سن رائز" کا نیا ایڈریس

اخبار "سن رائز" کا دفتر ایک عرصہ سے کشمیر بلڈنگس میکلوڈ روڈ میں تھا مگر اب ۳۲۔ ڈیوس روڈ میں منتقل ہو گیا۔ [۲] اس اخبار کے ایڈیٹر محترم جناب قاضی عبد الحمید صاحب ایل۔ ایل۔ بی برادر محترم جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے تھے۔ اپنے زمانہ میں اس پرچہ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شاندار خدمات سرانجام دی تھیں۔

## حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے جماعت لاہور کو وسیع مسجد بنانے کی تحریک

۱۵ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو حضرت امیر المومنین

---

[۱] "الفضل" مورخہ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۴۸ء [۲] "الفضل" مورخہ یکم مئی ۱۹۴۸ء

خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں خطبہ جمعہ کے دوران جماعت احمدیہ لاہور کو جماعت کی وسعت کے پیش نظر ایک نئی اور وسیع مسجد بنانے کی تحریک فرمائی۔ حضور نے فرمایا:۔

"بہرحال کسی سڑک پر زمین خرید کر اور خیمے لگا کر نماز شروع کر دی جائے۔ پھر مبلغ کی رہائش کا بھی وہاں انتظام ہو جائے اور ایک لائبریری بھی بنا دی جائے۔ شہروں میں لائبریریوں کا ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے مگر لائبریری اسی جگہ بن سکتی ہے جہاں لوگ کثرت سے آتے جاتے ہوں"

حضور نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں لٹریچر کی اشاعت کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ بڑی آسانی سے ہر جگہ پہنچ سکتی ہے۔ مبلّغ کے ذریعہ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتی۔ پس اب لٹریچر کی اشاعت پر بھی ہمیں خاص طور پر زور دینا پڑے گا۔ جس کا ایک طریق یہ ہے کہ مختلف شہروں میں لائبریریاں قائم کی جائیں مگر لائبریری بھی اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب مبلغ ہو۔ ایک دکاندار یا تاجر یا ملازم کس طرح ہر وقت لائبریری میں بیٹھ سکتا ہے۔ اُسے تو اپنے کام ہوتے ہیں۔ لیکن مبلغ بیٹھ سکتا ہے اور جو لوگ اخبار پڑھنے کے لئے آئیں یا کتابوں وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے لئے آئیں وہ انہیں تبلیغ بھی کر سکتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں باقی جگہوں کی نسبت لاہور شہر میں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔"[1]

محترم بابو فضل دین صاحب سابق سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ کا بیان ہے کہ جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے ایک بڑی مسجد تعمیر کرنے کا ارشاد فرمایا تو ساتھ ہی فرمایا۔ اندازاً دس ہزار روپیہ میں جگہ کا بندوبست ہو جائے گا۔ حضور کا یہ ارشاد سُنکر محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت نے مجھے فرمایا کہ میری کار لو اور زمین کی خرید کے لئے فوراً چندہ جمع کرو۔ میں نے محترم میاں غلام محمد صاحب اختر کو ساتھ لیا اور اللہ کا نام لے کر سب سے پہلے ہم محترم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب کی کوٹھی واقعہ ڈیوس روڈ پہنچے۔ انہوں نے ایک ہزار روپیہ کا چیک عنایت کیا۔ پھر بعض اور دوستوں کے پاس گئے۔ مغرب کی نماز سے قبل محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانچ ہزار روپے نقد اور پانچ

---

[1] "الفضل" پرچہ ۲۶ر جنوری ۱۹۴۹ء۔

ہزار کے وعدے پیش کر دیئے۔ انہوں نے مغرب کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں یہ رقم اور وعدہ جات پیش کئے جس پر حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

محترم شیخ عبدالحمید صاحب شملوی کا بیان ہے کہ فروری ۱۹۵۴ء میں محترم جناب چودھری اسداللہ خاں صاحب کے زمانہ امارت میں موجودہ جگہ خریدی گئی اور رجسٹری کروا کر اس کا قبضہ حاصل کر لیا گیا۔ اس کا زرداری پر بیس ہزار روپے خرچ ہوئے۔ اس جگہ کا رقبہ پانچ کنال اٹھارہ مرلے اور ایک سو چونسٹھ مربع فٹ ہے مارچ ۱۹۵۴ء میں حضرت امیرالمومنین المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور حضور ہی نے اس کا نام "دارالذکر" رکھا۔ ۲۳ نومبر ۱۹۵۴ء سے سفید زمین پر چھپر ڈال کر نماز جمعہ پڑھنا شروع کی گئی اور پھر ۱۹ دسمبر ۱۹۵۶ء سے مسجد کی تعمیر کا کام مسجد دارالذکر کمیٹی کے زیر انتظام شروع ہوا۔ تعمیر مسجد پر زمین کی قیمت کے علاوہ فروری ۱۹۶۶ء کے اخیر تک تقریباً تین لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں اور تعمیر کا کام مکمل ہونے تک اخراجات کا اندازہ پانچ لاکھ روپے کا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی تکمیل کے جلد سامان پیدا کرے۔ آمین۔

## جماعت احمدیہ لاہور کا جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء

جلسہ سالانہ قادیان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور نے ۲۵ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۴۸ء کو جلسہ سالانہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس مرتبہ جماعت احمدیہ کا مرکزی جلسہ ملتوی ہونے کی وجہ سے سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں تقریر کرنا منظور فرما لیا۔ چنانچہ یہ جلسہ حسب پروگرام ۲۵ دسمبر کو صبح دس بجے رتن باغ کے سامنے اسی جگہ منعقد کیا گیا جہاں گذشتہ سال جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ہوا تھا۔ حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے خود بنفس نفیس اس کا افتتاح فرمایا۔ افتتاحی تقریر کے دوران حضور نے جماعت کو اپنا عملی نمونہ درست کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمارا مقصد تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرما دیا ہے کہ اسلام کو دنیا میں غالب کرنا۔ پس ہمارا مقصد ہمارے سامنے ہے، اسے حاصل کرنا ہمارا کام ہے۔ ایسا غلبہ جو دلائل اور تعلیم کے لحاظ سے ہم دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں وہ تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور اعلیٰ تعلیم جس کی وجہ سے قرآن تمام مذہبی کتب سے افضل ہے، اس میں موجود ہے۔ اور

ہر شخص جو غور کرے اس کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن جب تک ان دلائل کو عملی طور پر پیش نہ کیا جائے محض دلائل سے کوئی شخص قائل نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کا عام طریق ہوتا ہے کہ جب وہ دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ بتاؤ تم نے اس تعلیم پر عمل کر کے کونسا تغیر اپنے اندر پیدا کر لیا ہے؟ کونسا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے؟ کونسی فضیلت حاصل کر لی ہے؟ چنانچہ آج دشمن اسی طریق سے اسلام پر طعنہ زن ہو رہا ہے۔ جب ہم اس کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کرتے ہیں تو کہتا ہے۔ بتاؤ اسلامی ممالک نے کونسی رواداری کی مثال پیش کی ہے اور کونسے فتنے فساد انہوں نے رفع کئے ہیں۔ کونسا نیا تغیر انہوں نے پیدا کیا ہے اور اگر انہوں نے اسلام کی تعلیم پر عمل کر کے کچھ نہیں کیا تو اس تعلیم کو تم ہمارے سامنے کیوں پیش کرتے ہو۔ جب اس کے ماننے والے اسے رد کر چکے ہیں تو نہ ماننے والے کیونکر قبول کریں۔ یہ ایسا زبردست اعتراض ہے کہ اس کے سامنے ہمارے لئے بولنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پس ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر تغیر پیدا کریں اور اسلام کی تعلیم کے ساتھ عمل کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کریں کہ دشمن بھی اسلام کی علمی و عملی برتری کا اقرار کرنے لگے"[۵۱]

دوسری خصوصیت اس جلسہ کی یہ تھی کہ مفتی اعظم فلسطین کے ذاتی نمائندوں الشیخ عبداللہ غوشیہ اور السید سلیم الحسینی اور السید عبدالحمید بک جو افغانستان میں فلسطینی سفیر مقرر ہوئے تھے، نے اس جلسہ میں شرکت کی اور اول الذکر نے تو تقریر بھی کی۔ جس میں اسلامی اصول کو اپنانے اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کرنے کی اپیل کی۔[۵۲]

اس جلسہ میں مولانا عبدالغفور صاحب فاضل، مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری، چودھری اسداللہ خاں صاحب بار ایٹ لا، صوفی مطیع الرحمٰن صاحب ایم۔اے، قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے، مولانا جلال الدین صاحب شمس، حضرت مفتی محمد صادق صاحب، سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور میاں عبدالمنان صاحب نے تقریریں کیں۔

جلسہ کے افسر اعلیٰ چودھری محمود احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ لاہور تھے جو اپنے نائبین چودھری عبدالکریم خاں صاحب اور قاضی خالد ہدایت اللہ صاحب کے ہمراہ مقامی جماعت کے امیر شیخ بشیر احمد

---

۵۱ "الفضل" ۲۶ دسمبر ۱۹۴۸ء    ۵۲ ایضاً

صاحب اور ان کے نائب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب کے مشورہ اور مدد سے کام کرتے رہے۔

## ہر عبدالشکور کنزے کی لاہور میں تشریف آوری

۱۱ر جنوری ۱۹۴۹ء کو ہمارے جرمن نومسلم بھائی ہر عبدالشکور کنزے پاکستان میل کے ذریعہ کراچی سے لاہور تشریف لائے۔ اسٹیشن پر ہزاروں اصحاب نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ آپ جرمن فوج میں اعلیٰ فوجی افسر تھے۔ لبیا میں جنرل رومیل کی قیادت میں لڑتے ہوئے گرفتار ہو گئے تھے۔ وہاں سے آپ کو امریکہ بھیجدیا گیا۔ جہاں سے انہیں ۱۹۴۶ء کے آخر میں انگلستان لایا گیا۔ اور قید کی پابندیاں اُٹھا دی گئیں۔ انگلستان پہنچکر آپ کا رجحان مذہب کی طرف ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے جماعت احمدیہ کے تبلیغی مرکز سے رابطہ قائم کر کے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا جس کے نتیجہ میں بہت جلد آپ کو حقیقی اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔[۱]

## محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت کی والدہ محترمہ کی وفات ۲۹ جون ۱۹۴۹ء

محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی والدہ محترمہ ۲۹ر جون ۱۹۴۹ء کی صبح کو مختصر سی علالت کے بعد وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہت ہی نیک، مخلص اور مہمان نواز خاتون تھیں۔[۲]

## مجلس عاملہ جماعت احمدیہ لاہور کے اجلاس میں حضرت امیر المومنین رضؓ کی تشریف آوری۔ ۵ نومبر ۱۹۴۹ء

۵ر نومبر ۱۹۴۹ء کو (بروز اتوار) محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور کی درخواست پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مجلس عاملہ لاہور اور حلقہ جات کے عہدیداروں کے اجلاس میں شمولیت فرمائی۔ اجلاس ½ ۱۱ بجے محترم امیر صاحب کی کوٹھی واقعہ ۱۳۔ ٹمپل روڈ میں ہوا۔ اجلاس میں حضور نے کارکنان لاہور کو قیمتی ارشادات سے نوازا۔ بعد ازاں محترم شیخ صاحب کی طرف سے دی گئی دعوت طعام میں سب احباب نے شرکت کی۔[۳]

---

[۱] "الفضل" ۱۲ر جنوری ۱۹۴۹ء [۲] "الفضل" ۳۰ر جون ۱۹۴۹ء

[۳] "الفضل" ۶ر نومبر ۱۹۴۹ء

## ربوہ میں مستقل رہائش کیلئے لاہور سے آخری قافلہ کی روانگی۔ ۷؍نومبر ۱۹۴۹ء

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مورخہ ۷؍نومبر ۱۹۴۹ء کو دو بجے بعد دوپہر بذریعہ موٹر کار ربوہ تشریف لے گئے۔ حضور کے ہمراہ سیدہ ام متین صاحبہ حرم ثالث، دو صاحبزادیاں، صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بھی تھے۔ دیگر عملہ محترم جناب چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ قائمقام پرائیویٹ سکرٹری کی قیادت میں دو گھنٹہ بعد بذریعہ لاری روانہ ہوا۔ یہ گویا ربوہ میں مستقل رہائش کی تکمیل کا دن تھا۔[۱]

## لاہور میں جلسہ سیرت النبیؐ ۴؍دسمبر ۱۹۴۹ء

تقسیم ملک کے بعد پہلی مرتبہ لاہور میں وسیع پیمانے پر سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر وائی۔ ایم۔ سی ہال میں ایک شاندار جلسہ کیا گیا۔ جلسے کی صدارت جناب مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری سینئر ایڈووکیٹ پاکستان فیڈرل کورٹ نے فرمائی۔ ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

جلسہ میں جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لا، جناب فتح محمد انوری صاحب ایڈووکیٹ، جناب ڈاکٹر اے۔ ای میڈن صاحب، جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے تقاریر کیں۔

آخر میں صاحب صدر نے اسلام کی اس خصوصیت پر زور دیا کہ اسلام جملہ مذاہب کے بانیان کو راست باز قرار دیتا ہے۔ آخر میں پروفیسر سلطان محمود صاحب شاہد ایم۔ ایس۔ سی سکرٹری جلسہ نے مقررین کا شکریہ ادا کیا۔[۲]

## ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب سرجن کی انگلستان سے کامیاب مراجعت ۹؍دسمبر ۱۹۴۹ء

خان بہادر ڈاکٹر محمد بشیر صاحب (ماہر امراض آنکھ کان، ناک) کے فرزند اکبر اور حضرت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحبؓ سابق امیر جماعت احمدیہ امرتسر کے پوتے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ولایت سے سرجری کی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء کو لاہور

---

[۱] "الفضل" ۸؍نومبر ۱۹۴۹ء ص
[۲] "الفضل" ۶؍دسمبر ۱۹۴۹ء ص

واپس تشریف لائے۔ ریلوے اسٹیشن پر ایک بڑے مجمع نے آپ کا استقبال کیا۔ استقبال کرنے والوں میں امیر جماعت احمدیہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ، کرنل غلام احمد خاں و بیگم خاں، میاں تصدق حسین و بیگم سلمیٰ تصدق حسین، خان بہادر و بیگم محمد لطیف قریشی، مسٹر نسیم حسن ایڈوائزر تعلیم و بحالیات مغربی پنجاب، ڈاکٹر عبدالغنی صاحب بھٹی، ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب، ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب، پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے، ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب یوسف سابق پرنسپل آرٹسٹ سکول اور میاں محمد حسن صاحب وغیرہ اصحاب شامل تھے۔[۱]

## احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن میں تازہ رُوح پھونکنے کی کوشش

مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء کے الفضل میں لاہور کے مختلف کالجوں کے طلباء کی توجہ کے لئے ایک ضروری اعلان شائع کیا گیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن لاہور میں جو سستی اور کاہلی کے آثار نظر آرہے ہیں انہیں دُور کرکے ان میں تازہ رُوح پھونکی جائے۔ چنانچہ اعلان کیا گیا:-

"مکرم قاضی محمد اسلم صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور (نگران اعلیٰ احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن) کی زیر نگرانی ایسوسی ایشن کی عارضی کمیٹی نے دستور اساسی تیار کیا ہے۔ احمدی طلباء کی اطلاع کیلئے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ لاہور کے کالجوں کے تمام احمدی طلباء کو چاہیئے کہ وہ ایسوسی ایشن کے ممبر شپ کے فارم مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب پروفیسر تعلیم الاسلام کالج سے حاصل کرکے اپنے اپنے کالج کے تمام احمدی طلباء سے پُر کراکے مجھے ذیل کے پتہ پر ارسال فرمائیں تاکہ آئندہ سال کے لئے تنظیم کی جاسکے

پریذیڈنٹ عارضی کمیٹی احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن

معرفت

صوفی بشارت الرحمٰن صاحب پروفیسر ٹی۔آئی کالج لاہور

### دستور اساسی احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن

۱۔ اغراض و مقاصد۔ (۱) مختلف کالجوں کے احمدی طلباء کی تنظیم اور ان کی عملی

---

[۱] "الفضل" ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء

زندگی کو اسلامی تعلیم کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا۔ (ب) تبلیغ اسلام کے لئے موثر ذرائع اختیار کرنا۔ (ج) احمدی طلباء میں علمی ذوق پیدا کرنا۔

**۲۔ لائحہ عمل** (ا) مختلف تبلیغی، تربیتی اور علمی اجلاس کرانا اور ٹریکٹ یا رسالے چھپوانا۔ (ب) مختلف جماعتی تحریکوں میں حصہ لینا۔ (ج) ایسوسی ایشن کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک فنڈ قائم کرنا۔

**۳۔ عہدیداران۔** نگران اعلیٰ۔ پریذیڈنٹ۔ وائس پریذیڈنٹ۔ سکرٹری۔ فنانشل سکرٹری اور خزانچی۔

**۴۔ طریق انتخاب و نامزدگی۔** (ا) مختلف کالجوں کے وہ احمدی دوست جو باقاعدہ طور پر ممبر شپ کے فارم پُر کر کے ایسوسی ایشن کے ممبر بن چکے ہوں گے۔ ہر سو یا سو کی کسر پر دو نمائندے منتخب کریں گے۔ اس طور پر منتخب شدہ تمام نمائندوں کی مجلس ایگزیکٹو کمیٹی کہلائے گی۔ (ب) ایگزیکٹو کمیٹی اپنے میں سے پریذیڈنٹ، وائس پریذیڈنٹ، سکرٹری اور فنانشل سکرٹری کا انتخاب کرے گی۔ (ج) خزانچی کی نامزدگی نگران اعلیٰ کریں گے۔ (د) ہر کالج کے منتخب شدہ نمائندے اپنے میں سے ایک کو نمائندہ اعلیٰ منتخب کریں گے۔

**۵۔ مالی فنڈ:۔** (الف) ہر ممبر تین روپے سالانہ چندہ یکمشت یا بذریعہ اقساط ادا کریگا۔ (ب) ہر کالج کے نمائندہ اعلیٰ کا فرض ہوگا کہ وہ اپنے کالج کے تمام ممبران سے بروقت چندہ وصول کر کے پچیس فیصدی اپنے کالج کی مقامی تنظیم کے اخراجات کے لئے رکھ کر باقی چندہ خزانچی کے پاس جمع کرا دیں۔ مقامی اخراجات کی تفصیلی اطلاع بھی فنانشل سکرٹری کو کرنی ہوگی۔ (ج) فنانشل سکرٹری کی رپورٹ اور پریذیڈنٹ کی منظوری سے اخراجات کے لئے رقم خزانچی سے لی جا سکے گی۔[1]

**محترم چودھری فقیر محمد صاحب کی وفات۔ ۳ نومبر ۱۹۵۱ء**

۳ نومبر ۱۹۵۱ء بروز ہفتہ محترم چودھری فقیر محمد صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا چند ماہ لاہور میں بیمار رہنے کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

[1] "الفضل" ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء

مرحوم خدمت سلسلہ کے لئے بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ دنیوی ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد زندگی وقف کر کے مرکز سلسلہ میں حاضر ہو گئے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں وکیل الدیوان تحریک جدید کے عہدہ پر فائز رہ کر کافی عرصہ کام کرتے رہے۔[1]

## محترم ملک عطاء الرحمٰن اور محترم ملک احسان اللہ صاحبان کی فرانس اور مغربی افریقہ سے واپسی۔ ۹ر نومبر ۱۹۵۱ء

محترم ملک عطاء الرحمٰن اور محترم ملک احسان اللہ صاحبان چھ سال سے زائد عرصہ تک فرانس اور مغربی افریقہ میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے بعد ۹ر نومبر ۱۹۵۱ء کی صبح کو پاکستان ایکسپرس کے ذریعہ کراچی سے لاہور پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن پر محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک مجمع کثیر کے ساتھ ان مجاہدین کا استقبال کیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب بھی ازراہِ نوازش اسٹیشن پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ احباب نے ان مجاہد بھائیوں کو بکثرت پھولوں کے ہار پہنائے۔ مصافحہ و معانقہ سے فارغ ہونے کے بعد ہر دو مجاہد بھائی احباب کی معیت میں اسٹیشن سے باہر تشریف لائے جہاں محترم شیخ صاحب نے دُعا کروائی اور احباب کو رخصت ہونے کی اجازت دی۔

احباب کو رخصت کر کے دونو مجاہد اپنے والد محترم ملک خدا بخش صاحب کی قبر پر قبرستان میانی صاحب تشریف لے گئے۔ ملک صاحب محترم کی وفات ایسے حالات میں ہوئی جبکہ یہ دونو مجاہد اپنے وطن سے ہزاروں میل دُور تھے۔[1]

## پنجاب کے اہم تعلیمی مسائل پر محترم قاضی محمد اسلم صاحب کی تقریر۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۵۱ء

مورخہ ۲۰ر نومبر ۱۹۵۱ء کو محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے محترم خلیفہ شجاع الدین صاحب کی زیر صدارت وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں پنجاب کے تعلیمی مسائل پر ایک تقریر فرمائی۔ جناب پروفیسر صاحب نے ابتدائی ثانوی اور یونیورسٹی تعلیم کے اہم مسائل پر روشنی ڈالی۔[2]

---

[1] "الفضل" ۱۰ر نومبر ۱۹۵۱ء

[2] "الفضل" ۲۲ر نومبر ۱۹۵۱ء

## تعلیم الاسلام کالج لاہور میں ماہرین تعلیم کا اجلاس ۔ ۲۷؍جنوری ۱۹۵۲ء

"بارگاہ ادب" لاہور کے زیر اہتمام ایک علمی اجلاس ۲۷؍جنوری بروز اتوار ۳ بجے دن کو "تعلیم الاسلام کالج لاہور" میں مشہور ریاضی دان خواجہ دل محمد صاحب ایم اے کی صدارت میں ہوا۔ جس میں "پنجاب کا موجودہ نظام تعلیم" کے موضوع پر مختلف کالجوں کے پروفیسر صاحبان نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

## لجنہ اماء اللہ لاہور کا اہم اجلاس ۱۳؍مئی ۱۹۵۲ء

لجنہ اماء اللہ لاہور کی عہدیدار خواتین کو جب بھی موقعہ ملا، مرکز سے معزز ہستیوں کو دعوت دے کر اپنے ہاں تقاریر کروائیں۔ اسی سلسلہ میں صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ حضرت سیدہ ام متین صاحبہ حرم حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ لجنہ لاہور کی دعوت پر تشریف لائیں اور مورخہ ۱۳؍مئی ۱۹۵۲ء کو لجنہ کے ایک خصوصی اجلاس میں مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں ایک اہم تقریر فرمائی۔

## منٹو پارک لاہور میں آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا خطبہ عید ۲۵؍جون ۵۲ء

آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ محترم امیر جماعت احمدیہ شیخ بشیر احمد صاحب کی درخواست پر عید الفطر کا خطبہ آپ نے منٹو پارک میں دیا۔ خطبہ میں آپ نے احباب کو وقت کے تقاضوں کو پہچاننے اور ان کے مطابق اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ حاضری دو اور تین ہزار افراد کے درمیان تھی۔[1]

## مجلس احرار کا جماعت احمدیہ کے خلاف پروپیگنڈا ۔ ۱۹۵۲ء

جیسا کہ تحقیقاتی رپورٹ سے ظاہر ہے شروع شروع میں احراری لیڈر کانگرس کے ساتھ تھے مگر ۴؍مئی ۱۹۳۱ء کو لاہور میں ایک جلسہ کر کے انہوں نے بعض مخصوص فوائد حاصل کرنے کے لئے "مجلس احرار" کی بنیاد رکھ دی اور اسی سال انہوں نے "کشمیر کمیٹی" کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر ۱۴؍اگست کو "یوم کشمیر" منایا۔ اور اس سے دوسرے دن اعلان

---

[1] "الفضل" ۲۶؍جون ۱۹۵۲ء۔

کر دیا کہ انہوں نے کشمیری بھائیوں کی حمایت میں تحریک کا آغاز کر دیا ہے چنانچہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مولوی مظہر علی صاحب اظہر کی سرکردگی میں ایک سو رضا کاروں کا جتھا جموں کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس اقدام سے عوام میں ان کو خاص شہرت حاصل ہوگئی۔[1]

احرار کا مطمح نظر شروع سے یہ تھا کہ اس ملک میں اگر وہ نمایاں حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر جماعت احمدیہ کی مخالفت کی جائے۔ اور اس طرح عوام الناس کے جذبات سے کھیل کر انہیں اپنا ہمنوا بنا لیا جائے چنانچہ انہوں نے اس ملک کے طول و عرض میں جماعت احمدیہ کے خلاف جلسے کرنا شروع کر دیئے۔ ۱۹۳۴ء میں قادیان کے متصل دیانند اینگلو ویدک ہائی سکول کی گراؤنڈ میں انہوں نے ایک وسیع پیمانہ پر کانفرنس منعقد کی جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے جماعت احمدیہ کے خلاف پانچ گھنٹے کی ایک نفرت آمیز تقریر کی۔ اس تقریر کی بناء پر بخاری صاحب کے خلاف مقدمہ چلایا گیا جس کی سماعت کے دوران میں احرار پراپیگنڈا کی بنار پر عوام سادہ لوح کے جذبات اتنے برانگیختہ ہوئے کہ خود تقریر سے بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ وہ دن اور یہ دن، ہر قابل ذکر احراری مقرر احمدیوں، ان کے رہنماؤں اور ان کے عقیدوں کے خلاف ہر قسم کی باتیں کہتا رہا ہے۔[2]

پاکستان بننے کے بعد بظاہر احراریوں کا مستقبل بالکل تاریک تھا کیونکہ متحدہ ہندوستان میں یہ کانگرس کے ہمنوا اور قیام پاکستان کے شدید مخالف تھے۔ مگر جماعت احمدیہ کی مخالفت ایک ایسا حربہ ان کے ہاتھ میں تھا جس کے استعمال سے آہستہ آہستہ پھر انہیں مقبولیت حاصل ہونا شروع ہوگئی۔ چنانچہ تقسیم ملک کے بعد احرار کا سب سے بڑا اجتماع ۱۲ جنوری سے لے کر ۱۴ جنوری ۱۹۴۹ء تک لاہور میں "احرار ڈیفنس کانفرنس" کے نام سے ہوا۔ اس اجتماع میں انہوں نے اپنی سیاسی حیثیت کو خیر باد کہہ کر محض مذہبی حیثیت سے کام کرنے کا اعلان کیا چنانچہ اس کے بعد انہوں نے مغربی پاکستان کے تمام قابل ذکر شہروں میں "تبلیغی کانفرنسیں" منعقد کرنا شروع کر دیں۔ اور آہستہ آہستہ اختلافی مسائل کے ساتھ ساتھ احمدیوں کو "غیر مسلم اقلیت" قرار دینے اور آنریبل چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو وزارت خارجہ کے منصب جلیلہ

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۰ ٭ [2] ایضاً صفحہ ۱۱ ٭

سے ہٹانے کے مطالبات بھی پیش کرنا شروع کر دیئے۔ نوبت بائنجا رسید کہ عوام میں اشتعال انگیز

## میجر محمود احمد صاحب کی شہادت ۱۱؍اگست ۱۹۴۸ء

تقریریں کر کے احمدیوں کے خلاف جبروتشدد پر اکسانا ان کا عام معمول ہو گیا۔ چنانچہ ۱۱؍اگست ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں "ختم نبوت" کے موضوع پر ریلوے کے مسلم ملازمین ایک جلسہ کروا رہے تھے جس میں علماء احرار نے اس قدر اشتعال انگیزی کی کہ ایک احمدی ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب جو ایک مریض کو دیکھنے کے بعد واپس آتے ہوئے جلسہ گاہ کے پاس سے گذرے۔ اتفاق سے ان کی موٹر کار جلسہ کے قریب ٹھہر گئی۔ ابھی وہ دوبارہ کار چلانے کی کوشش میں مصروف تھے کہ جلسہ گاہ سے نکل کر ایک ہجوم نے ان کے اردگرد گھیرا ڈال لیا۔ میجر صاحب کو کار سے گھسیٹ کر نیچے اُتارا اور پتھر اور چھُرے مار مار کر اُنہیں شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں اس واقعہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ

"اُن کی پُوری انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔ ان کی نعش کے پوسٹ مارٹم معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے جسم پر کُند اور تیز دھار والے ہتھیاروں سے لگائے گئے چھبیس ۲۶ زخم تھے۔ اور موت ایک تو صدمے سے اور دوسرے داخلی جریان خون سے واقع ہوئی۔ جو بائیں پھیپھڑے، بائیں گردے اور جگر کے دائیں کنارے کے زخموں سے جاری ہوا تھا۔ کوئی شخص بھی "اسلامی شجاعت" کے اس کارنامے کی نیک نامی لینے پر آمادہ نہ ہوا۔ اور بیشمار عینی شاہدوں میں سے ایک بھی ایسا نہ نکلا جو ان "غازیوں" کی نشاندہی کر سکتا یا کرنے کا خواہشمند ہوتا جن سے یہ "بہادرانہ" قتل صادر ہوا تھا۔ لہٰذا اصل مجرم شناخت نہ کئے جا سکے اور مقدمہ بے سراغ ہی داخل دفتر کر دیا گیا" [۱]

## میاں غلام محمد صاحب مدرس کی شہادت

پھر یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء کو سات احمدیوں کا ایک وفد پیغام حق پہنچانے کے لئے "اوکاڑہ" سے چک ۵ میں گیا جہاں کے احرار نے ان پر کیچڑ پھینکی۔ ان کے چہروں پر کالک ملی اور گندے پانی سے انہیں ہنکا کر ریلوے اسٹیشن اوکاڑہ تک پہنچایا۔ اس

---

[۱] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۴ ؎

واقعہ کی پولیس میں جب رپورٹ لکھوائی گئی تو پولیس نے ایک شخص مولوی فضل الٰہی صاحب کو جو شرارت کے سرغنہ تھے، زیر حراست لے لیا۔ اس گرفتاری کے خلاف احرار نے بے انتہا اشتعال انگیز تقریریں کر کے سخت احتجاج کیا اور نوجوان حاضرین سے اپیل کی کہ "مرزائی فتنہ سے قوم کو نجات دلاؤ" دوسرے دن ایک شخص محمد اشرف نے میاں غلام محمد صاحب احمدی مدرس کا ایک چھرے سے مسلح ہو کر تعاقب کیا اور اس زور سے چھرا مارا کہ مدرس مذکور کو جو ابھی تھانہ میں رپورٹ درج کروانے کے لئے لیجائے جارہے تھے کہ انہوں نے رستہ میں ہی جام شہادت نوش فرمالیا۔[1] اناللہ وانا الیہ راجعون۔

## میاں بدر دین صاحب کی شہادت

اس واقعہ کے بعد اسی مہینہ میں راولپنڈی میں ایک شخص ولایت خاں نے ایک احمدی بدر دین صاحب کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ اور جب اس سے بیان لیا گیا تو اس نے خود اعتراف کیا کہ "میں نے بدر دین کو اس لئے ہلاک کیا ہے کہ وہ احمدی ہے"

## لاہور میں یوم تشکر ۲۵/۲۶ مئی سنہ ۱۹۵۱ء

احرار نے جب دیکھا کہ آہستہ آہستہ ان کی تحریک ترقی کر رہی اور احمدیوں کے خلاف بڑھتی جارہی ہے اور گورنمنٹ بھی ان سے کوئی باز پرس نہیں کر رہی تو انہوں نے وسیع پیمانے پر لاہور میں "یوم تشکر" منانے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے ۲۵-۲۶ مئی سنہ ۱۹۵۱ء کے دو دن مقرر کئے گئے۔ "یوم تشکر" منانے کے سلسلے میں پہلے دن تمام پنجاب اور صوبہ سرحد کے اضلاع پشاور و ہری پور ہزارہ کے احراری رضا کاروں کے دستے لاہور کے بازاروں سے بشکل جلوس گذرے۔ اُن کے ساتھ پانچ بینڈ باجے بھی تھے۔ شام کو جلسہ ہوا جس میں بہت سے مسلم لیگی ایم۔ ایل۔ اے اور عہدیدار بھی شامل تھے۔ احرار لیڈروں نے تقریریں کیں۔ صاحبزادہ فیض الحسن نے اپنی تقریر میں مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے یا انہیں مجبور کیا جائے کہ اس ملک کو چھوڑ دیں اور بھارت میں آباد ہو جائیں۔ مولانا محمد علی (جالندھری) نے جو جلسے کی صدارت کر رہے تھے ایک قرارداد پیش کی جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ احمدیوں کو ذمہ دار عہدوں سے موقوف

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۵۔

کر دے اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے میجر جنرل نذیر احمد کی گرفتاری (راولپنڈی سازش کیس میں۔ناقل) کا ذکر کر کے کہا کہ اس گرفتاری نے "یوم تشکر" کو "یوم تفخر" بنا دیا ہے کیونکہ مملکت ایک بہت بڑے خطرے سے بچ گئی ہے۔بخاری نے حسب معمول اپنے متبذل اور پست مزاج سے کام لیکر کہا کہ میجر جنرل نذیر احمد ننگا ہو گیا ہے۔اب احمدی اس کو نئی پتلون پہنائیں۔اس نے یہ بھی کہا کہ میجر جنرل نذیر احمد کو مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اکسا کر سازش میں شامل کرایا ہے۔بخاری نے اس جلسے کے حاضرین سے جو نعرے لگوائے وہ حسب ذیل تھے:۔

"نمک حرامان پاکستان مُردہ باد"، "غداران پاکستان مُردہ باد"، "پاکستان زندہ باد"

"مرزا بشیر الدین محمود احمد مُردہ باد"، "مرزائیت مُردہ باد"

۲۶ مئی کے جلسے میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے پھر مقدمہ سازش راولپنڈی کا ذکر کیا اور شیخ حسام الدین نے اعلان کیا کہ احمدی جو مسلمانوں کے قومی مفاد کیلئے ایک خطرہ ہیں کلیدی عہدوں سے موقوف کئے جانے چاہئیں۔شیخ حسام الدین اور علامہ علاؤ الدین صدیقی نے چودھری ظفر اللہ خاں کے متعلق توہین آمیز کلمات کہے اور ان کی موقوفی کا مطالبہ کیا۔اس دن بھی ایک جلوس نکالا گیا۔

جب حسب معمول اس جلسے کی تقریروں کی روداد چیف منسٹر کی خدمت میں پیش کی گئی تو انہوں نے اس پر ذیل کی معنی خیز رائے لکھی:۔

"احرار ایک ایسے مسئلے سے فائدہ اٹھا کر جس کو پاکستانی عوام میں واضح مقبولیت حاصل ہے اپنے لئے محض سیاسی موقف و مقام پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ہمیں اس امر پر گہری نظر رکھنی چاہیئے کہ یہ معاملہ ایک خاص حد سے متجاوز نہ ہو" [۵]

چیف منسٹر کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو احمدیوں کی ذلیل مخالفت اور گورنمنٹ کے معزز احمدی عہدیداروں کی توہین و تضحیک سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ان کو اگر فکر تھی تو صرف یہ کہ ان کی کرسیاں محفوظ رہیں۔

---

[۵] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۹-۳۰۔

## سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایک اور اشتعال انگیز تقریر ۲۵ ؍اگست ۱۹۵۱ء

۲۵ ؍اگست ۱۹۵۱ء کو سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے موچی دروازہ کے باہر ایک اور اشتعال انگیز تقریر کی جس میں بیان کیا کہ

(الف) چودھری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان مملکت کے وفادار نہیں۔

(ب) تقسیم سے قبل جماعت احمدیہ نے اپنے پیروؤں کو بتایا تھا کہ پاکستان وجود میں نہیں آئے گا اور اگر کوئی اس قسم کی مملکت پیدا بھی کر لی گئی تو تقسیم شدہ ملک دوبارہ متحد ہو جائیگا۔

(ج) احمدی بھارت کی حکومت کے جاسوس ہیں۔ اگر بھارت کے ساتھ جنگ چھڑ جائے تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر احمدیوں کی بیخکنی کر دینی چاہیئے جو مملکت کے دشمن ہیں۔

## آل پارٹیز کنونشن لاہور ۱۳ ؍جولائی ۱۹۵۲ء

اس قسم کی اور بیسیوں کنونشنیں اور کانفرنسیں ملک کے طول و عرض میں احراریوں نے اس سال منعقد کیں مگر ہم اپنے مضمون کو صرف لاہور تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔

۱۳ ؍جولائی ۱۹۵۲ء کو لاہور میں ایک آل پارٹیز کنونشن منعقد کی گئی جس کے داعیوں میں اکثریت احراری علماء کی تھی اور دعوت نامے کوئی ساٹھ علمائے دین کے نام جاری کئے گئے تھے۔ اور کنونشن میں دوسرے علماء کے علاوہ کراچی سے مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا عبدالحامد بدایونی اور سید سلیمان ندوی بھی شامل ہوئے تھے۔

اس کنونشن میں تین مطالبات منظور کئے گئے:۔

۱۔ چودھری ظفر اللہ خاں کو وزارتِ خارجہ کے عہدہ سے برطرف کیا جائے۔ ۲۔ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور ۳۔ احمدیوں کو مملکت کے کلیدی عہدوں سے ہٹا دیا جائے

اس کنونشن میں ملک کے بیس نامور علماء کی ایک مجلس عمل مرتب کی گئی۔ تا کہ آئندہ لائحہ عمل کا فیصلہ کیا جاوے۔

## حکومت کی طرف سے شرپسند اخبارات کو عطایا

تحقیقاتی رپورٹ صفحہ ۸۴ سے ظاہر ہے کہ ڈائریکٹر تعلقات عامہ نے ۵۲-۱۹۵۱ء اور ۵۳-۱۹۵۲ء میں مجموعی حیثیت سے ایک لاکھ روپیہ "آفاق" کو

اٹھاون ہزار "احسان" کو، پندرہ ہزار "مغربی پاکستان" کو اور تیس ہزار روپیہ "زمیندار" کو دیا۔[1]
اگر حکومت چاہتی تو کیا مجال تھی کہ یہ اخبارات اس شورش میں حصہ لیتے۔ مگر ان اخبارات نے لوگوں کو مشتعل کرنے میں دوسرے اخبارات سے بھی زیادہ حصہ لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس وقت کی حکومت خود روپیہ خرچ کر کے اخبارات کے ذریعہ پبلک کو شورش پیدا کرنے کے لئے اُکسا رہی تھی۔

## محکمہ اسلامیات اور حکومت

پھر "محکمہ اسلامیات" کے نام سے جن علماء پر حکومت کی طرف سے روپیہ صرف کیا گیا۔ ان میں سے بھی بیشتر نے اس تحریک میں پورا حصہ لیا۔ مشہور علماء کے نام یہ ہیں۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد، مولانا محمد بخش صاحب مسلم، مولوی غلام دین صاحب، صاحبزادہ فیض الحسن صاحب، علامہ علاؤالدین صاحب صدیقی، مولانا غلام محمد صاحب ترنم، قاضی مرید احمد صاحب، حافظ کفایت حسین صاحب، پروفیسر عبدالحمید صاحب، مولانا سلیم اللہ صاحب، مفتی محمد حسن صاحب۔[2]

## فسادات کی انتہاء مارچ ۱۹۵۳ء

حکومت کی مسلسل نرمی اور آل پارٹیز کے علماء کو ڈھیل دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء نے سارے ملک میں جلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال انگیزی کی حد کر دی۔ خاکسار راقم الحروف کو وہ زمانہ خوب یاد ہے۔ ان ایام میں احمدی بڑی ہی مظلوم حیثیت میں تھے۔ ان کا کاروبار بند ہو چکا تھا اور دعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔

مارچ ۵۳ء کے پہلے ہفتہ میں تو احمدیوں کے لئے ریل گاڑی اور بسوں پر سفر کرنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ ہر سواری پر، ہر راستہ میں اور ہر گھر میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کا چرچا تھا اور شرفاء بیچارے بے بس تھے۔ بے عزتی کے ڈر سے حق و انصاف کا ساتھ دینا بھی ان کے لئے دشوار ہو رہا تھا۔ ادھر حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے اخبار الفضل بند ہونے کی وجہ سے دستی پریس پر اپنی اور ربوہ کی خیریت کی خبر بھیجی جاتی تھی۔ نیز جماعتوں کو تسلّی دی جاتی تھی کہ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھو، دعائیں کرو اور اپنے گھروں کو مت چھوڑو مگر شور دن بدن

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۸۴۔ [2] ایضاً صفحہ ۸۸۔

بڑھتا جارہا تھا حتیٰ کہ مخالفین نے ۶؍ مارچ ۱۹۵۳ء کا دن اس امر کے لئے مقرر کرلیا کہ اس دن کوئی احمدی زندہ نہ رہنے دیا جائے گا اور ان کا مال و اسباب لُوٹ لیا جائے گا۔ اب پولیس بھی بے بس تھی اور شرفا بھی۔

۴؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو ساڑھے چار بجے شام دہلی دروازے کے باہر ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔ جس میں حاضرین کی تعداد پانچ ہزار کے قریب تھی۔ اس جلسے میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ چوک دالگراں میں ایک لڑکے کو گولی ماردی ہے اور قرآن مجید کو پامال کیا ہے۔ جلسے کے بعد ایک جلوس مرتب کیا گیا جو مسجد وزیر خاں کی طرف روانہ ہوا۔ منظور الحق اور محمد صادق اسسٹنٹ انسپکٹران نے مسجد وزیر خاں کے قریب اس ہجوم کو روکا۔ سیّد فردوس شاہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ٹیلیفون پر اطلاع ملی کہ ان اسسٹنٹ سب انسپکٹروں کو اُٹھا کر مسجد میں لے گئے ہیں اور یہ دونوں ہلاک کردیئے گئے ہیں یا عنقریب کئے جانے والے ہیں۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ایک مسلح ریزرو دستہ کی زیر سرکردگی سب انسپکٹر مظفر خاں (تھانہ کوتوالی) کو ساتھ لیا اور مسجد کی طرف چل دیئے۔ مسجد کے عین باہر ان کا سامنا ایک غضبناک ہجوم سے ہوا۔ جب ڈی۔ ایس۔ پی نے پوچھا کہ وہ دو پولیس افسر کہاں ہیں؟ تو ان کو بلوائیوں نے گھیر لیا اور ان پر چھُروں اور لاٹھیوں سے حملہ کرکے وہیں ہلاک کر دیا۔ سید فردوس شاہ کے جسم پر باون زخموں کے نشان تھے۔ ان کا اپنا ریوالور اور ان کے ساتھی پولیس مینوں کی دو بندوقیں چھین لی گئیں اور سب انسپکٹر مظفر خاں زخمی ہوگیا۔ ڈی۔ ایس۔ پی کی نعش کو کسی نے کوتوالی پہنچا دیا۔[1]

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی سمیت تمام سابق پنجاب کے قابل ذکر احمدیوں کے گھروں کی تلاشیاں لی گئیں اور کوشش یہ کی گئی کہ اگر کسی احمدی کے گھر سے اپنی دفاعی ضروریات کے لئے چاقو بھی برآمد ہو جائے تو اسے گرفتار کرلیا جائے۔ چنانچہ ہمارے نہایت ہی محبوب اور پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح کے بھائی حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ اور بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ) کو بھی اسی جُرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ حالانکہ اول الذکر بزرگ کا جُرم صرف اس قدر تھا کہ ان کی اسلحہ کی دوکان

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۵۹ - ۱۶۰۔

تھی اور ایک بندوق انہوں نے مرمت کے لئے گھر رکھی ہوئی تھی اور آخر الذکر بزرگ کے سسرال کی طرف سے آپ کی بیگم صاحبہ کو نوابی طریق کے مطابق ایک مرصع خنجر جہیز میں ملا تھا جن کی برآمدی پر دونو بزرگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ گرفتاریاں یکم اپریل ۱۹۵۳ء کو ظہور میں آئیں[1] اور ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کو انہیں آزاد کر دیا گیا[2]۔

ان تلاشیوں اور گرفتاریوں سے یہ امر ظاہر ہوتا تھا کہ اس وقت کی حکومت یہ چاہتی تھی کہ احمدی اپنے ظالم اور خونخوار دشمنوں کے ہاتھوں نہتے مارے جائیں اور خود حفاظتی کے لئے اپنے گھر میں معمولی چاقو بھی نہ رکھ سکیں مگر اللہ تعالے کی قدرت دیکھئے کہ اس نے احمدیوں کی اس طرح خارق عادت طور پر حفاظت کی کہ مخالف یہ سمجھتے تھے کہ گویا احمدیوں کے گھر اسلحہ سے بھرے پڑے ہیں۔ اکثر مقامات پر یہ بھی سُنا گیا کہ ......... انہوں نے فوج منگوائی ہوئی ہے جو رات کو ان کے گھروں کا پہرہ دیتی ہے۔

## میاں منظور احمد صاحب مدرس کی شہادت۔ ۵ مارچ ۱۹۵۳ء

۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو مشتعل ہجوم ہر حصہ میں گشت لگا رہا تھا۔ سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا، لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت کو بالکل معمولی چیزیں سمجھا جا رہا تھا۔ باغبانپورہ کے ایک احمدی مدرس منظور احمد صاحب کو چھرے کی ایک ضرب سے شہید کر دیا گیا۔ کئی پرائیویٹ کاروباری مرکز بھی لوٹ لئے گئے۔ غرضکہ لاقانونی کے اتنے واقعات ہوئے کہ پولیس اور فوج کو کئی بار گولی چلانا پڑی[3] رات اور دن کے اکثر حصوں میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کرفیو لگا رکھا تھا مگر لوگ بالکل بے پروا ہو رہے تھے۔

۶ مارچ کو جو ہولناک واقعات ہوئے ان کا ذکر کرتے ہوئے ہائیکورٹ کے فاضل جج صاحبان لکھتے ہیں۔

## چار اور احمدیوں کی شہادت

"اس دن کے واقعات کو دیکھ کر "سینٹ بارتھولومیو ڈے" یاد آتا تھا حتی کہ ڈیڑھ بجے بعد دوپہر مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ایک دن قبل ایک احمدی مدرس قتل کر دیا گیا تھا۔ ۶ مارچ کو ایک احمدی

---

[1] "نوائے وقت" ۳ اپریل ۱۹۵۳ء [2] "المصلح" کراچی ۲۹ مئی ۱۹۵۳ء [3] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۶۱

محمد شفیع[۲] برما والا مغلپورہ میں ہلاک کر دیا گیا۔ اور کالج کے[۳] ایک احمدی طالب علم (میاں جمال احمد صاحب[۱] ابن مستری نذر محمد صاحب) کو بھاٹی دروازہ کے اندر لوگوں نے چھرے مار مار کر قتل کر دیا۔ ایک اَور احمدی (یا مفروضہ احمدی)[۲] مرزا کریم بیگ کو فلیمنگ روڈ پر چھرا مار دیا گیا۔ اور اس کی نعش ایک چتا میں پھینک دی گئی جو فرنیچر کو آگ لگا کر تیار کی گئی تھی احمدیوں کی جو جائدادیں اور دکانیں اس دن لُوٹی یا جلائی گئیں۔ وہ یہ تھیں۔ پاک ریز، شفا میڈیکل، اور سوکو، موسٰی اینڈ سنز کی دوکان، راجپوت سائیکل ورکس، ملک محمد طفیل اور ملک برکت علی کے چوب عمارتی کے احاطے اور گودام، میسن روڈ پر ملک عبدالرحمٰن کا مکان اور مزنگ روڈ اور ٹمپل روڈ پر پانچ احمدیوں کے مکان جن میں شیخ نور احمد ایڈووکیٹ کا مکان بھی شامل تھا۔ تیسرے پہر ایک ممتاز ایڈووکیٹ مسٹر بشیر احمد امیر جماعت احمدیہ لاہور کا مکان گھیر لیا گیا۔ ہجوم اس مکان میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ مسٹر بشیر احمد نے اپنے دفاع میں چند گولیاں چلائیں۔ ایک خاص فوجی عدالت نے ان کے اس فعل پر مقدمہ چلایا لیکن وہ بری کر دیئے گئے۔ ۶-۷ مارچ کی رات کو عبدالحکیم مالک پایونیر الیکٹرک اینڈ بیٹری سٹیشن کے مکان پر چھاپا مارا گیا اور ان کی بوڑھی والدہ[۵] قتل کر دی گئی"[۳]

اوپر مارشل لاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ مارشل لاء کا لگنا تھا کہ مشتعل ہجوم کے ہوش بحال ہو گئے اور ایک دن میں امن قائم ہو گیا۔ ہم ان واقعات کا مفصل ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ہاں اتنا ذکر ضروری ہے کہ امن بحال ہو جانے کے بعد حکومت پاکستان نے اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ عدالت عالیہ کے دو فاضل جج صاحبان سے ان سارے واقعات کی تحقیقات کروائی جائے۔ چنانچہ کئی ماہ کی محنت شاقہ کے بعد جج صاحبان نے ایک مفصل رپورٹ تیار کی جو "رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء" کے نام سے شائع

---

[۱] میاں جمال احمد صاحب لاہور میں امانتاً دفن کر دیئے گئے تھے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اجازت سے ۸ نومبر ۱۹۵۴ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کئے گئے۔ شہادت کے وقت مرحوم کی عمر ۱۷ سال اور ۵ دن تھی اور ایف۔ اے کا طالب علم تھا۔ [۲] مفروضہ نہیں بہت مخلص احمدی تھے۔ [۳] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۷۱

ہو چکی ہے۔ اس رپورٹ کے آخری نتائج کے ضمن میں لکھا ہے

" ہمارا احساس یہ بھی ہے کہ احراریوں سے تو ایسا برتاؤ کیا گیا گویا وہ خاندان کے افراد ہیں اور احمدیوں کو اجنبی سمجھا گیا " [1]

ساری رپورٹ کا خلاصہ کتاب کے آخری پیرا میں یوں درج ہے کہ

"ہمیں یقین واثق ہے کہ اگر احرار کے مسئلے کو سیاسی مصالح سے الگ ہو کر محض قانون و انتظام کا مسئلہ قرار دیا جاتا تو صرف ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کے تدارک کے لئے کافی تھے۔ چنانچہ وہ طاقت جسے انسانی ضمیر کہتے ہیں ہمیں یہ سوال کرنے کی ترغیب دیتی ہے کہ آیا ہمارے سیاسی ارتقار کے موجودہ مرحلے پر قانون و انتظام کا مسئلہ اس جمہوری " ہم بستر " سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا جسے وزارتی حکومت کہتے ہیں اور جس کے سینے پر ہر وقت سیاسی کابوس سوار رہتا ہے۔ لیکن اگر جمہوریت کا یہ مطلب ہے کہ قانون و انتظام کو سیاسی اغراض کے ماتحت کر دیا جائے تو اللہ تعالےٰ ہی علیم و خبیر ہے کہ کیا ہو گا "

اس عدالت میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ خود بنفس نفیس تشریف لے جاتے رہے۔ جماعت کے وکلاء جناب شیخ بشیر احمد صاحب، جناب چودھری اسد اللہ خاں صاحب اور جناب ملک عبد الرحمٰن صاحب خادمؓ نے خاص طور پر واقعات کی تحقیقات میں جج صاحبان کی امداد کی۔ مشورہ میں جماعت کے سرکردہ علماء جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس اور جناب مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری وغیرہم کو بھی حضورؓ نے شامل کیا۔

تاریخ ادیان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے حواریوں کی تکالیف اور مصائب کا ذکر پڑھا کرتے تھے۔ مگر اپنے زمانہ میں خود اس قسم کے واقعات کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا۔ اور جب خدا کی نصرت " افواج " کی شکل میں ظاہر ہوئی تو مومنوں کا ایمان تازہ ہو گیا۔

فالحمد للہ علےٰ ذٰلک

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۲۲۔

## شیخ بشیر احمد صاحب

اب شیخ بشیر احمد صاحب کا زمانۂ امارت ختم ہوتا ہے۔ لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب محترم پر ایک مختصر سا نوٹ درج کیا جائے۔

شیخ صاحب متوسط قد کے مضبوط جسم رکھنے والے بزرگ ہیں۔ زندہ دلی ان کا شیوہ ہے۔ تکالیف و مصائب کو صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور ہر حالت عسر و یسر میں اپنے خالق و مالک کے حضور جھکے رہتے ہیں۔ ۱۹ برس کا لمبا زمانہ جماعت لاہور کے امیر رہے اور سلسلہ کی قانونی خدمات بغیر معاوضہ کے بجا لاتے رہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ تحقیقاتی عدالت میں ان کے کام کا معاوضہ پچپن ہزار روپیہ بنتا تھا۔ مگر آپ نے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کیا۔ اب بھی جماعتی مقدمات میں بغیر فیس کے عدالت عالیہ میں پیش ہوتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ آپ کے زمانۂ امارت میں جب بھی لاہور میں تشریف لاتے رہے عموماً آپ ہی کے مکان پر قیام فرماتے رہے خصوصاً حضرت ام طاہر رضی اللہ عنہا کی طویل بیماری کے ایام میں تو کئی ماہ حضور کا آپ کے ہاں قیام رہا۔ اور آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو حضور کی خدمت کا خاص موقعہ ملا۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ کو حضور رضی اللہ عنہ کا ہم زلف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے

## جناب چودھری اسد اللہ خانصاحب کا زمانۂ امارت

مئی ۱۹۵۴ء سے امارت لاہور کا عہدہ بذریعہ انتخاب محترم جناب چودھری محمد اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء کے سپرد کر دیا گیا۔ لیکن دفتر مرکزیہ جماعت احمدیہ لاہور جسے محترم شیخ بشیر احمد صاحب نے انتظامات کی سہولت کے لئے اپنی کوٹھی کے ایک کمرہ میں کھولا تھا بدستور وہیں رہا اور اب تک جو ۱۷ مئی ۱۹۶۶ء ہے وہیں ہے اور دفتر کے انچارج محترم جناب بابو عبد الحمید صاحب شملوی برادر حضرت مولوی فرزند علی خانصاحب بھی شروع سے اس وقت تک برابر کام کر رہے ہیں۔

## حضرت امیر المومنین رضؓ کی لاہور میں تشریف آوری

۱۳ ستمبر ۹ بجے صبح حضور رضی اللہ عنہ لاہور میں تشریف لائے[1] اور چار

---

[1] "الفضل" ۱۴ ستمبر ۱۹۵۴ء ۔

روز قیام فرما کر ۱۶ ستمبر کو واپس ربوہ تشریف لیگئے۔[۵]

## مکرم محمد سعید احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۴ء

۱۷ ستمبر ۱۹۵۴ء کو بعد نماز جمعہ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا ماہانہ اجلاس ہوا جس کی صدارت جناب ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب نائب امیر نے فرمائی۔ اس اجلاس میں نئے سال کے لئے قائد مجلس کا انتخاب عمل میں آیا۔ کثرت رائے سے مکرم محمد سعید احمد صاحب قائد مقرر ہوئے۔

آپ کے زمانہ قیادت میں چونکہ ملک میں بکثرت سیلاب آرہے تھے اس لئے آپ کو سیلاب زدگان کی امداد کا خوب موقعہ ملا۔ نمونتہً ایک رپورٹ درج ذیل ہے۔

"لاہور۔ ۷ ستمبر۔ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے دفتر واقعہ جودھامل بلڈنگ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آج مجلس خدام الاحمدیہ نے کشمیر روڈ، وارث روڈ، چوبرجی کی ملحقہ بستیوں میں ایک ہزار بے گھر اور مصیبت زدہ افراد میں مفت کھانا تقسیم کیا۔ حالیہ بارش میں ان غریبوں کی جھونپڑیاں اور کچے مکانات منہدم ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں آجکل مجلس کے کم و بیش ایک سو خدام لاہور کے نشیبی اور دیگر متاثرہ علاقوں میں ریلیف کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ان علاقوں میں مجلس کی طرف سے باقاعدہ بارہ امدادی مراکز قائم ہیں۔ دس دس خدام باری باری ہر مرکز میں حاضر رہ کر باراں زدگان کو ہر ممکن امداد پہنچاتے ہیں۔ کل پٹیالہ گراؤنڈ (میکلوڈ روڈ) اور گرد و نواح کے قریباً چار سو تباہ حال اور بے خانماں مہاجرین میں مفت آٹا تقسیم کیا گیا۔ علاوہ ازیں گذشتہ تین روز میں قریباً ۶۵ گھروں کے افراد کو مخدوش گھروں سے نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچایا گیا۔ محمد نگر کے قریب ایک کرسچن لیڈی تیر کر گہرے پانی کو عبور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے بروقت امداد پہنچا کر ڈوبنے سے بچایا گیا۔ وہ تھک کر ہمت ہار چکی تھی۔ اسی طرح سنت نگر میں ایک ڈوبتی ہوئی عورت، اس کے بچے اور ایک بوڑھے مرد کی جان بچائی گئی۔ مجلس نے مختلف علاقوں میں مکانوں کی چھتوں پر مٹی ڈالنے، گلیوں اور سڑکوں پر گری ہوئی دیواروں کا ملبہ اٹھانے اور بارش سے بھیگے ہوئے لوگوں میں پارچات تقسیم کرنے کے علاوہ بیماروں کو

---

[۵] "الفضل" ۱۷ ستمبر ۱۹۵۴ء۔

ادویات بہم پہنچائیں۔ نیز بعض جگہوں میں پردہ نشین مستورات کو سودا سلف پہنچانے کا انتظام بھی کیا گیا" [۱]

اسی طرح ۳۰ ستمبر ۱۹۵۴ء کے پرچہ میں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے کام کی جو رپورٹ درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجلس نے ریلیف کے کام میں مدد دینے کے لئے حکومت پنجاب کو اپنی خدمات پیش کر دیں۔ مجلس کی امدادی پارٹیوں نے متعدد نواحی بستیوں میں کثیر مقدار میں میٹھے چنے اور دیگر خشک اشیاء تقسیم کیں۔

۲ اکتوبر کے الفضل سے ظاہر ہے کہ مجلس نے چھ نواحی بستیوں اور دیہات میں بیماروں کیلئے مفت دوائیں تقسیم کیں اور سیلاب زدگان کی شکایات بھی متعلقہ حکام تک پہنچائیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا کام دیکھنے کے لئے محترم جناب چودھری اسداللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور نے بھی سیلاب زدہ علاقے کا دورہ کیا۔

## حضرت امیرالمومنینؓ کی طرف سے عطیہ اور اظہار خوشنودی

سب سے بڑھ کر یہ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خدام الاحمدیہ لاہور کے کام سے خوش ہو کر انہیں پانچ صد روپیہ کا عطیہ دیا۔ [۲] اور پرائیویٹ سکرٹری نے ایک خط کے ذریعہ مکرم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو حضور کی خوشنودی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا:۔

"ملت میں شائع شدہ دوران سیلاب میں خدام الاحمدیہ لاہور کی خدمت خلق کی رپورٹ ملاحظہ فرما کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰی بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ خدام کو شکریہ نیز فرمایا کہ اسی قسم کی خدمات اسلامی روح کو بڑھاتی ہیں۔ جزاکم اللہ و اللّٰھم زد فزد" [۳]

نیز خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۵۴ء میں فرمایا:۔

"اس دفعہ لاہور کی جماعت نے قربانی کا اچھا نمونہ پیش کیا ہے اور وہاں کے خدام نے قابل تعریف کام کیا ہے۔ مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس دفعہ ان میں بیداری پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے مصیبت زدگان کی خوب مدد کی ہے اور انہوں نے ان مکانوں میں لوگوں کو پناہ دی ہے

---

[۱] الفضل مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۴ء [۲] الفضل ۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء [۳] الفضل ۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء

جنہیں گذشتہ فسادات میں جلانے کا پروگرام بنایا گیا تھا اور جن لوگوں کو اب پناہ دی گئی ہے وہ ان کو جلانے آئے تھے۔" ؎۱

پھر حضور نے خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ۵ نومبر ۱۹۵۴ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا :-

"پس اپنے پروگراموں پر ایسے رنگ میں عمل کرو جیسے اس دفعہ لاہور کے خدام نے خصوصیت سے اعلیٰ کام کیا ہے۔ . . . . . تم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ دکھاوا ہے۔ تم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ نمائش ہے۔ مگر کبھی کبھی نمائش بھی کرنی پڑتی ہے۔ اگر تمہارے دلوں کی نیکی اور خوبی کا اقرار دنیا نہیں کرتی تو تم مجبور ہو کہ تم لوگوں کو دکھا کر کام کرو . . . . . چنانچہ اب جبکہ ہم نے اپنی خدمات ظاہر کرنی شروع کیں تو مسلمانوں کی خدمت کا دعویٰ کرنے والے اپنے بلوں میں گھس گئے اور کوٹھیوں میں بیٹھے رہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے جو جماعت اسلامی کے دفتر کے قریب رہتے تھے اقرار کیا کہ اسلامی جماعت نے تو ہماری خبر بھی نہیں لی۔ اور یہ (خدام) چار چار میل سے آئے اور ہماری مدد کی" ؎۲

پھر فرمایا :-

"اس میں کوئی شک نہیں کہ لاہور کی نیم مُردہ سی جماعت میں اس سال وہاں کی مجلس خدام الاحمدیہ نے زندگی کی رُوح پھونک دی ہے اور اس کا سہرا زیادہ تر وہاں کے قائد محمد سعید احمد صاحب اور ان کے چار پانچ رفقار کے سر ہے جنہوں نے بڑی محنت سے کام کیا۔ گذشتہ سیلاب کے ایام میں نہ صرف یہ کہ غیر معمولی طور پر لاہور کی مجلس نے خدمت خلق کا کام کیا بلکہ اسے غیر معمولی طور پر پبلک میں روشناس بھی کرا دیا۔ اور اس لحاظ سے اس کا کام واقعی خاص طور پر تعریف کے قابل ہے۔ . . . . . سیلاب کے ایام میں لاہور کی مجلس نے جو کام کیا ہے میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔" ؎۳

---

؎۱ "الفضل" پرچہ ۸ اکتوبر ۱۹۵۴ء

؎۲ تقریر فرمودہ ۵ نومبر ۱۹۵۴ء بر موقعہ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ

؎۳ تقریر فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۴ء بر موقعہ جلسہ سالانہ مندرجہ "الفضل" ۶ جنوری ۱۹۵۵ء

## تعلیم الاسلام کالج کی ربوہ میں منتقلی

تعلیم الاسلام کالج لاہور کو بھی ربوہ میں منتقل کر دیا گیا۔[1]

## پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب کی گورنمنٹ کالج لاہور سے ریٹائرمنٹ اور کراچی یونیورسٹی میں تقرری

پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور اپنی ملازمت سے ریٹائر ہو کر عازم کراچی ہوئے وہاں آپ کو یونیورسٹی میں شعبہ نفسیات کا صدر مقرر کیا گیا۔ گورنمنٹ کالج کے طلباء، ممبران سٹاف، محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران، دوست احباب اور عقیدت مند حضرات کے ایک کثیر مجمع نے لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کو پُر خلوص جذبات اور دلی دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا اور بکثرت پھولوں کے ہار پہنائے۔ آپ کو الوداع کہنے والوں میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب پروفیسر سراج الدین صاحب، گورنمنٹ کالج کے نئے پرنسپل خواجہ منظور احمد صاحب، امیر جماعت احمدیہ لاہور چودھری اسد اللہ خاں صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ فیڈرل کورٹ آف پاکستان کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مکرم قاضی محمد اسلم صاحب نے جن کی عمر ان ایام میں چون سال کی تھی ۱۹۲۱ء سے گورنمنٹ کالج لاہور کے ساتھ وابستہ چلے آتے تھے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم۔ اے کرنے کے بعد کیمبرج یونیورسٹی سے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم و تدریس کے تئیس سالہ عرصہ میں آپ کی توجہات فلسفہ اور نفسیات کے مضمون کو ترقی دینے کے لئے وقف رہیں۔ آپ ۱۹۳۹ء میں گورنمنٹ کالج کے شعبہ فلسفہ و نفسیات کے صدر مقرر ہوئے۔ جہانتک کالج اور یونیورسٹی کو فلسفہ کے میدان میں اعلیٰ بنیادوں پر قائم کرنا اور اسے ترقی دینے کا تعلق ہے۔ محترم قاضی صاحب کا اس میں بہت بڑا دخل ہے۔ شعبہ نفسیات کی وسعت اور اس کی موجودہ ترقی پذیر حالت جس پر ایک لاکھ سے زائد روپیہ صرف ہوا ہے تمام تر آپ ہی کی مساعی جمیلہ کی رہین ہے۔ پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب کا پنجاب یونیورسٹی کے سینئر ترین پروفیسروں اور ماہرین تعلیم میں شمار ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں آپ ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب اور سکرٹری حکومت پنجاب کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔ پھر ملک کے

---

[1] "الفضل" پرچہ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۴ء۔

تعلیمی مسائل پر غور کرنے کے لئے مرکز نے جو تعلیمی کانفرنس طلب کی آپ نے اس میں پنجاب کے ماہرین تعلیم کے وفد کی قیادت کی۔ آپ کے زمانۂ تعلیم و تدریس میں جن طلباء نے فارغ التحصیل ہو کر زندگی میں قدم رکھا ہے ان میں سے اکثر کو قومی یونیورسٹیوں، افواج کے انتخابی بورڈ اور پبلک سروس کمیشن وغیرہ میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔[۱]

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کے "خلیفۃ المسیح" بن جانے کے بعد آپ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل مقرر ہوئے ہیں۔

## سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کی رخصت گذارنے کے بعد واپسی، ۹/ اکتوبر ۱۹۵۴ء

محترم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا جو ۱۸ سال تک انڈونیشیا میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے بعد ایک سال قبل پاکستان میں تشریف لائے تھے۔ ۸/ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو ربوہ سے عازم لاہور ہوئے۔ اور ۹/ اکتوبر کو چناب ایکسپریس سے کراچی روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن لاہور پر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری جنرل پریذیڈنٹ ربوہ اور وکالت تبشیر کے نمائندے مکرم مولوی محمود احمد صاحب شاہد کے علاوہ پانچ انڈونیشی طلباء بھی آپ کے ہمراہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ اسی طرح لاہور کی جماعت میں سے بھی بہت سے احباب اسٹیشن پر موجود تھے۔[۲]

## ربوہ کے یکصد خدام کا لاہور پہنچنا

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ معلوم کر کے کہ لاہور میں سینکڑوں سیلاب زدگان غرباء محتاج امداد ہیں، ۱۵/ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو ربوہ سے یکصد خدام کا ایک قافلہ جس میں پچپن معمار بھی تھے، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کی قیادت میں لاہور بھیجا۔[۳]

ان خدام نے لاہور پہنچ کر حکام شہر کے ساتھ تعاون کا ایسا بے نظیر نمونہ دکھایا کہ مدت تک اس کی یاد قائم رہے گی۔ ان کے کام کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ربوہ اور لاہور کے دو صد خدام نے مل کر تین دن کے اندر لاہور کے بارش زدہ علاقوں میں ۷۵ مکان از سر نو تعمیر کر دیئے۔ خدام کے اس حیرت انگیز کارنامہ کو دیکھ کر لاہور کے لوگوں نے قائد وفد حضرت صاحبزادہ

---

۱۔ "الفضل" ۱۵/ اکتوبر ۱۹۵۴ء  ۲۔ ایضاً ۱۰/ اکتوبر ۱۹۵۴ء  ۳۔ "الفضل" ۱۶/ اکتوبر ۱۹۵۴ء

مرزا طاہر احمد صاحب کو راستہ روک روک کر خدام کے قابلِ رشک نمونہ پر مبارکباد پیش کی اور پھولوں کے ہار پہنائے۔[1]

خدام کے اس شاندار کام پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے قائدِ وفد کے نام ایک تار میں جو خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس کا متن درج ذیل ہے:۔

"ربوہ کے خدام تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ لوگ بہت محنت سے کام کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ اور زیادہ جذبہ اور جوش کے ساتھ کام کریں گے اور جس قدر کہ انسانی طور پر ممکن ہے آپ مخلوقِ خدا کی بھلائی میں پوری طرح کوشاں رہیں گے۔ خدا آپ لوگوں کے ساتھ ہو"[2]

## حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ربوہ کو واپسی۔ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ جو ساڑھے تین ماہ قبل علاج کی غرض سے لاہور میں تشریف لائے تھے مورخہ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۵۴ء کو واپس ربوہ تشریف لے گئے۔[3]

## حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی لاہور میں تشریف آوری۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۴ء کو بذریعہ کار علاج کی غرض سے لاہور تشریف لائے اور پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے حضور کی صحت کے بارے میں جو رپورٹ شائع ہوئی وہ یہ تھی:۔

"پہلے سے درد میں تو افاقہ ہے لیکن ضعف کی شکایت ہے"[4]

## حضرت امیر المومنین رضؓ کا علالت کے باوجود دو گھنٹے تک بارش زدہ علاقوں کا دورہ فرمانا۔ یکم نومبر ۱۹۵۴ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یکم نومبر ۱۹۵۴ء کو علالت کے باوجود دو گھنٹے تک لاہور کے حسب ذیل بارش زدہ علاقوں کا دورہ فرمایا۔ لیاقت پارک، کشمیر روڈ، وارث روڈ۔ کانگڑہ

---

[1] "الفضل" ۱۹ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

[2] "الفضل" ۱۹ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

[3] "الفضل" ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

[4] "الفضل" ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

آبادی فیروز پور روڈ، مہاجر آباد ملتان روڈ، ایک نئی بستی نزد مندر چونی لال ملتان روڈ۔

حضور رضی اللہ عنہ بارش زدہ علاقوں کے دورہ پر محترم امیر جماعت جناب چودھری اسد اللہ خان صاحب اور مکرم قائد صاحب محمد سعید احمد صاحب کے ہمراہ صبح ۶½ بجے رتن باغ سے روانہ ہوئے سب سے پہلے حضور لیاقت پارک تشریف لے گئے اور نئے تعمیر شدہ مکانات دیکھ کر اس امر پہ خوشی کا اظہار فرمایا کہ مکانات سلسلہ وار پلان کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ لیاقت پارک سے حضور کشمیر روڈ پہنچے۔ یہاں لوگوں نے بڑے شوق سے آگے بڑھ کر حضور سے مصافحہ کیا اور اپنے حالات بیان کئے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر حکومت مہاجرین کو اس جگہ آباد کرنا مناسب نہیں خیال کرتی تو پھر ان کے لئے آج سے بہت عرصہ پہلے ہی کسی متبادل جگہ کا انتظام کر دیا جاتا تاکہ یہ پکے مکانوں میں آرام سے زندگی بسر کر سکتے۔ اس کے بعد حضور وارث روڈ پہنچے اور نو تعمیر شدہ مکانات دیکھے۔ وہاں بھی لوگ استقبال کے لئے نہایت تپاک سے آگے بڑھے اور خدام کے جذبہ خدمت خلق کو سراہتے ہوئے ممنونیت کا اظہار کیا۔ وہاں ارد گرد گندہ پانی کھڑا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کی صفائی کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ مکرم قائد صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہاں کارپوریشن کی معرفت ڈی۔ ڈی۔ ٹی چھڑکوا دی گئی تھی۔ اس پر حضور نے مزید فرمایا کہ ایک آدھ مرتبہ دوائیں چھڑکنا بے فائدہ ہے جب تک صفائی کا مکمل انتظام نہ ہو۔ اس کے بعد حضور فیروز پور روڈ پر ذیلدار پارک کے قریب "کانگڑہ آبادی" نام کی بستی میں تشریف لے گئے۔ یہاں حضور نے وہ آٹھ مکان دیکھے جو پچھلے دنوں خدام نے تعمیر کئے تھے۔ جب لوگوں کو حضور کی آمد کا پتہ چلا تو وہ دوڑتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے۔ وہ سارے کے سارے مکانات کی بسرعت تعمیر پہ سراپا تشکر بنے ہوئے تھے۔ ملتان روڈ پر کچے مکانوں کی "مہاجر آباد" نام ایک کالونی ہے۔ جب حضور اس بستی میں پہنچے تو لوگ بڑے اشتیاق سے حضور کے گرد جمع ہو گئے اور خدام کی امدادی سرگرمیوں کی تعریف کرتے ہوئے حضور سے مصافحے کئے اور اپنی مشکلات بیان کیں۔ انہیں قائد صاحب خدام الاحمدیہ لاہور نے ریلیف آفس کا پتہ دیا اور ان سے کہا کہ جب بھی ضرورت ہو وہاں آ کر ملیں۔ اس کے بعد حضور ملتان روڈ پہ ہی مندر چونی لال سے ملحق ایک نئی بستی میں تشریف لے گئے۔ یہاں خدام نے ۲۶ مکان تعمیر کئے تھے جو ہر طرح مکمل حالت میں تھے۔ حضور نے مکرم امیر

صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ ان لوگوں کو تھوڑا بہت سامان فراہم کرنے کے لئے کہیں تا ان کے مکانوں کے آگے پردے کی دیواریں کھینچ دی جائیں۔ اس ضمن میں ایک صاحب مکرم سید نیاز علی صاحب نے جو اسلامیہ کالج لاہور سے تعلق رکھتے ہیں دخل دیتے ہوئے سستے داموں مٹی فراہم کرنے کا ذمہ لیا۔ مکرم امیر صاحب نے پوچھا کیا آپ بھی یہیں رہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو نواں کوٹ میں رہتا ہوں۔ آپ لوگوں کی بروقت اور بے لوث خدمات مجھے سرکار (حضور رضی اللہ عنہ) کی زیارت کے لئے یہاں کھینچ لائی ہیں۔ آپ کے خدام نے جس قدر محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے میں اس سے بے حد متاثر ہوا۔ مجھے ابھی ابھی پتہ لگا کہ آج سرکار اس علاقے میں تشریف لائے ہوئے ہیں چنانچہ میں سنتے ہی زیارت سے شرفیاب ہونے کے لئے دوڑا چلا آیا۔

## ایک بوڑھی عورت کی درد بھری درخواست

حضور ان مکانوں کا معائنہ کرنے کے بعد واپس تشریف لے جا ہی رہے تھے کہ ایک بڑھیا عورت نے نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ اس کے لئے ایک کمرہ اور بنوایا جائے۔ اس نے کہا میرے لئے ایک کمرہ تو آپ کے آدمی پہلے ہی بنا چکے ہیں لیکن میری کئی جوان بیٹیاں ہیں اور بچے ہیں جن کے واسطے سر چھپانے کو جگہ نہیں ہے اس لئے میرے واسطے ایک کمرہ اور بنوا دیا جائے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے پاس نہ اینٹیں ہیں اور نہ لکڑی اور نہ ہی مٹی وغیرہ ہے۔ اس نے نہایت درد بھرے انداز میں یہ درخواست کی۔ حضور نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مکان بنوا دیا جائے گا۔ چنانچہ ساتھ ہی مکرم قائد صاحب کو حضور نے ہدایت فرمائی کہ وہ اس عورت کے مکان کا ESTIMATE آج ہی شام تک پیش کر کے اس کی تعمیر کی منظوری لے لیں۔

اس کے بعد حضور (رضی اللہ عنہ) دھوبی منڈی واقعہ پرانی انارکلی کی تنگ گلیوں میں خدام کے ہاتھوں تعمیر شدہ مکانات کا معائنہ فرمانے اور وہاں کے لوگوں کی شکایات سُننے کے بعد "رتن باغ" تشریف لے آئے [1]

---

[1] "الفضل" ۲ر نومبر ۱۹۵۴ء

## حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لاہور میں تشریف آوری۔ ۲ دسمبر ۱۹۵۴ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۲ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ایک بجے کے قریب ربوہ سے لاہور تشریف لائے محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت کی قیادت میں بہت سے مقامی دوست بھی حضور کے استقبال کے لئے رتن باغ میں جمع ہو گئے تھے صحت کے متعلق حضور نے فرمایا :-

"درد کمر سفر کی وجہ سے پھر تیز ہو گئی ہے۔ کل ایکسرے لیا جائے گا اور ڈاکٹری مشورہ کیا جائے گا" لے

## حضور کی دوبارہ لاہور میں تشریف آوری ۹ مارچ ۱۹۵۵ء

مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۵۵ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر جسم کے بائیں حصہ پر فالج کا حملہ ہوا۔ رات دو بجے کے قریب لاہور سے ڈاکٹر پیرزادہ صاحب اور ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب ربوہ تشریف لے گئے اور معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ فالج کے حملہ کا اثر بہت حد تک دُور ہو چکا ہے۔ ان کے نزدیک فالج کے حملہ کی وجہ خون کے دباؤ کا یک دم بڑھ جانا اور دماغ کی شریانوں کا سکڑ جانا تھا جو بفضلہ تعالیٰ جلد معمول پر آگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

جوں جوں اس حملہ کی اطلاع پاکستان اور بیرون پاکستان میں پہنچی، فدایان احمدیت نے ربوہ میں آنا شروع کر دیا۔ بیرون پاکستان سے بھی حضور کی صحت دریافت کرنے کے لئے تاریں آنا شروع ہو گئیں۔

ہفتہ عشرہ تو حضور کا علاج ربوہ ہی میں جاری رہا۔ حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کے علاوہ لاہور اور کراچی سے بھی ماہرین فن ڈاکٹر صاحبان تشریف لاتے رہے۔ مگر بعد ازاں یہ ضروری سمجھا گیا کہ حضور خود لاہور تشریف لے جائیں۔ چنانچہ ۹ مارچ ۱۹۵۵ء کو حضور ایک مختصر قافلہ کے ساتھ لاہور تشریف لائے۔ ٢ے

۱۴ مارچ ۵۵ء کی اطلاع کے مطابق "رات کے پہلے حصہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ

---

لے "الفضل" ۲۱ دسمبر ۱۹۵۴ء

٢ے "الفضل" ۱۰ مارچ ۱۹۵۵ء

کو قریباً اڑھائی گھنٹے اچھی نیند آگئی۔ مگر اس کے بعد دَورہ کی تکلیف کی وجہ سے نیند اُچاٹ رہی البتہ رات کے ایک بجے کے بعد پھر کچھ نیند آگئی۔ مگر یہ نیند بے چینی کی وجہ سے مسلسل نہیں تھی۔ کچھ کمزوری بھی رہی اور نقرس کی تکلیف میں بھی کسی قدر زیادتی ہوگئی۔"[1]

۱۶ر مارچ ۱۹۵۵ء کو دو بجے بعد دوپہر حضور رضی اللہ عنہ مع اہلبیت و خدام لاہور سے واپس ربوہ تشریف لے گئے۔[2]

## بغرض علاج یورپ جانے کیلئے حضور کی لاہور میں تشریف آوری۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۵۵ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ علاج کے لئے یورپ جانے کے ارادے سے مؤرخہ ۲۳ر مارچ ۱۹۵۵ء کو لاہور میں تشریف لائے۔

۲۴ر مارچ کو ربوہ کے امیر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اہل ربوہ کی طرف سے خیریت دریافت کرنے کے لئے حضور کی خدمت میں تار دیا۔ اس کے جواب میں حضور نے جو تار دیا، درج ذیل ہے:۔

"آپ کی تار پہنچی۔ میں خدا کے فضل سے پہلے سے بہتر ہوں۔ احباب کا شکریہ ادا کریں۔ اور انہیں میرا سلام پہنچا دیں۔ میں نے یہاں لاہور میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا ہے اور ان کے مشورے اور بعض دوستوں کی خواہش پر دو دن کے لئے کراچی کی طرف روانگی ملتوی کر دی ہے۔ خلیفۃ المسیح"[3]

## حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی کراچی کو روانگی ۲۶ر مارچ ۱۹۵۵ء

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ۲۶ر مارچ ۱۹۵۵ء کو عازم کراچی ہوئے اور ۲۷ر مارچ کی صبح کو بخیر و عافیت کراچی پہنچ گئے۔[4]

## محترم مولوی نذیر احمد علی صاحب کی وفات پر جماعت احمدیہ لاہور کیطرف سے قرارداد تعزیت

حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب رئیس التبلیغ مغربی افریقہ جو ۱۹ر مئی ۱۹۵۵ء کو ایک لمبی بیماری کے بعد سیرالیون (مغربی افریقہ)

---

[1] "الفضل" ۱۵ر مارچ ۱۹۵۵ء
[2] "الفضل" ۱۸ر مارچ ۱۹۵۵ء
[3] "الفضل" ۲۵ مارچ ۱۹۵۵ء
[4] "الفضل" ۲۹ر مارچ ۱۹۵۵ء

میں فریضہ تبلیغ بجالاتے ہوئے وفات پا گئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی وفات پر ۲۷ مئی ۱۹۵۵ء کو نماز جمعہ سے قبل محترم جناب چودھری اسداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کی تحریک پر جماعت احمدیہ لاہور نے قرارداد تعزیت پاس کی جس میں آپ کی وفات پر دلی رنج والم کا اظہار کیا گیا اور آپ کی شاندار اسلامی خدمات کے باعث خراج تحسین ادا کیا گیا اور دُعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی رُوح پر سلامتی نازل کرے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔[1]

## حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی لاہور میں تشریف آوری۔ ۱۰ جون ۱۹۵۵ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ جو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے بعد ربوہ کے امیر تھے، علاج کی غرض سے مورخہ ۱۰ جون ۱۹۵۵ء کو لاہور تشریف لائے اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ کو اپنا قائمقام امیر مقرر فرمایا۔[2]

## حضرت حکیم شیخ فضل حق صاحب بٹالوی کی وفات۔ ۳ جولائی ۱۹۵۵ء

حضرت حکیم شیخ فضل حق صاحب بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ والد محترم کا اسم گرامی شیخ نور احمد صاحب تھا۔ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے جلسہ میں شریک ہونے والے احباب میں آپ کا نام ۱۴۷ نمبر پر درج ہے اس جلسہ میں آپ کے والد محترم بھی ساتھ تھے۔ جلسہ سالانہ کے بعد جب یہ حضور سے رخصت ہونے لگے تو حضور نے ازراہِ شفقت ایک ٹوکری خطائیوں کی اور ایک ٹوکری جلیبیوں کی ساتھ کر دی اور فرمایا کہ بچے کے لئے ہے راستہ میں کھالے گا۔

ایک دفعہ شیخ نور احمد صاحب بیمار ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب سے علاج کے لئے قادیان گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ اللہ نے شفا دی آپ نے اگرچہ بیعت نہ کی مگر مخالفت بھی کبھی نہیں کی۔ حضرت حکیم فضل حق صاحب کی بیعت پر بھی اعتراض نہ کیا بلکہ ہمیشہ بیٹے کی عزت کرتے رہے۔

---

[1] "الفضل" ۳ جون ۱۹۵۵ء [2] "الفضل" ۱۲ جون ۱۹۵۵ء

شیخ نور احمد صاحب نے اپنی وفات سے پہلے اپنی ایک بیٹی کی نسبت بٹالہ کے ایک معزز غیر احمدی خاندان میں کی ہوئی تھی۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت حکیم فضل حق صاحب نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ اب اپنی بہن کا ولی میں ہوں اس لئے اس کا رشتہ احمدیوں کے ہاں کروں گا۔ چنانچہ وہی لڑکی پھر محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے کے ساتھ بیاہی گئی۔ اسی قسم کا واقعہ حکیم صاحب کی بڑی لڑکی کے متعلق بھی ہوا۔ حکیم صاحب کے غیر احمدی خسر نے ایک معزز غیر احمدی خاندان میں اس کے رشتہ کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کر رکھا تھا۔ اس کا رشتہ بھی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایماء پہ آپ نے حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ مغربی افریقہ کے ساتھ کر دیا۔

مرحوم پہ وفات سے ایک ہفتہ قبل یک لخت فالج کا حملہ ہوا۔ جو جان لیوا ثابت ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ نعش ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئی۔[1]

## عزیزہ عائشہ صادقہ کا اعلان نکاح ۲۹ر دسمبر ۱۹۵۵ء

مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو خاکسار (مؤلف کتاب ہذا) کی بچی عزیزہ عائشہ صادقہ کا نکاح حضرت سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایکہزار روپیہ مہر پہ عزیزم خالد ہدایت صاحب بھٹی بی۔ اے حال مینیجر نیشنل بنک گجرات ابن محترم قاضی عطاء اللہ صاحب مرحوم سکنہ لاہور کے ساتھ پڑھا۔[2]

## حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا اپریشن۔ ۱۶ر مارچ ۱۹۵۶ء

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیمار تھے۔ کرنل ڈاکٹر ملک بشیر احمد صاحب ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ مغربی پاکستان نے پتہ کا اپریشن تجویز کیا۔ چنانچہ ۱۶ر مارچ ۵۶ء کو میو ہسپتال لاہور کے حصہ موسومہ البرٹ وکٹر ہسپتال میں ڈاکٹر امیر الدین صاحب سینئر سرجن نے حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کے پتہ کا اپریشن کیا اور سارا پتہ مع پتھری کے نکال دیا۔ اپریشن خدا کے فضل سے کامیاب ہوا۔ اپریشن کے بعد ڈاکٹر امیر الدین صاحب نے بتایا کہ پتہ میں پیپ پڑ چکی تھی اور اگر اپریشن میں مزید تاخیر کی جاتی تو خطرہ کی صورت

---

[1] "الفضل" ۱۹ر مئی ۱۹۵۶ء
[2] "الفضل" ۲۶ر اپریل ۵۶ء

پیدا ہو جاتی۔ پتھری بھی کافی بڑی ہو چکی تھی۔ اپریشن کے وقت ڈاکٹر امیر الدین صاحب اور ان کے نائبین کے علاوہ ڈاکٹر غلام بھیک صاحب سول سرجن لاہور اور ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب اور ڈاکٹر ملک عبد الحق صاحب اور صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بھی موجود تھے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، چودھری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور، شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ، میاں غلام محمد صاحب اختر اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے افراد اور بہت سے دیگر احمدی احباب ہسپتال پہنچے ہوئے تھے۔ اپریشن کے بعد صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو بیہوشی کی حالت میں سٹریچر پر ڈال کر ان کے کمرہ میں لایا گیا جہاں قریباً دو گھنٹہ بعد انہیں ہوش آیا۔ مگر شام تک طبیعت کافی کمزور رہی اور اپریشن کے مقام پر درد بھی محسوس ہوتی رہی اور تین چار دفعہ قے بھی ہوئی مگر عام حالت خدا کے فضل سے تسلی بخش رہی۔[۵۱]

کافی دن ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب اپریل کے پہلے عشرہ میں صحت یاب ہو کر گھر تشریف لے گئے۔

## حضرت اقدس کی لاہور میں تشریف آوری ۲ر اپریل ۱۹۵۶ء

۲ر اپریل ۱۹۵۶ء کو حضرت اقدس امیر المومنینؓ لاہور پہنچے۔ شوریٰ کے کام کی وجہ سے حضور کو کوفت تھی۔ راستہ میں بھی اور لاہور پہنچ کر بھی طبیعت مضمحل رہی۔ ظہر و عصر کی نمازیں حضور نے جمع کر کے پڑھائیں اور اس کے بعد کافی دیر تک خدام میں رونق افروز رہے۔ قریباً چھ بجے شام حضور مکرم محترم نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

بعد نماز مغرب سوا سات بجے حضور محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی صاحبزادی کے رخصتانہ میں دُعا کے لئے تشریف لے گئے۔

۳ر اپریل کو ایک حکیم صاحب اور ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب نے حضور کا طبّی معائنہ کر کے مشورہ دیا کہ خدا کے فضل سے حضور کو کوئی بیماری نہیں۔ مگر کام کی زیادتی اور آرام کی کمی کی وجہ

---

۵۱ "الفضل" ۱۸ر مارچ ۱۹۵۶ء

سے جسم میں کمزوری ہے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں اصرار سے عرض کیا کہ حضور جہانتک ہو سکے بہت آرام فرمائیں۔[1]

## حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کی شفایابی۔ ۱۱ مئی ۱۹۵۶ء

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس جو کئی ماہ سے میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۵۶ء کو شفایاب ہو کر واپس ربوہ پہنچ گئے۔ الحمد للہ[2]

## حکومت سپین کے تبلیغ اسلام کو روکنے پر قرارداد

مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۵۶ء کو نماز جمعہ کے معاً بعد جماعت احمدیہ لاہور کا ایک اجلاس محترم جناب چودھری اسد اللہ خانصاحب امیر جماعت لاہور کی صدارت میں ہوا۔ جس میں باتفاق رائے یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ

۱۔ حکومت سپین نے اسلام کی تبلیغ روکنے کے لئے جو قدم اُٹھایا ہے (وہاں کے مبلغ اسلام کو اسلام کی تبلیغ کرنے سے منع کر دیا ہے اور بصورت دیگر انہیں سپین سے نکلنے کا حکم دے دیا ہے) جماعت احمدیہ کے نزدیک حکومت سپین کا یہ اقدام آزادیٔ ضمیر کے بالکل خلاف ہے لہٰذا جماعت احمدیہ لاہور حکومت پاکستان کی خدمت میں پرزور درخواست کرتی ہے کہ وہ حکومت سپین کے پاس اس کی اس حرکت کے خلاف پرزور احتجاج کرے اور اسے اطلاع دے دے کہ اگر اس نے اس ناواجب حکم کو واپس نہ لیا تو حکومت پاکستان بھی عیسائی مبلغین کو پاکستان میں تبلیغ کرنے سے روکنے پر مجبور ہو جائے گی۔

۲۔ نیز حکومت پاکستان، حکومت انگلستان و امریکہ اور دوسری عیسائی حکومتوں سے بھی مطالبہ کرے کہ وہ حکومت سپین پر زور ڈال کر یہ حکم منسوخ کروائیں۔ ورنہ حکومت پاکستان بھی مسلمانوں کے جذبات کی خاطر پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ روکنے پر مجبور ہوگی۔[3]

## حضرت مولوی رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کی علالت

حضرت مولوی رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا جو کئی ماہ

---

[1] "الفضل" ۵ اپریل ۱۹۵۶ء [2] "الفضل" ۱۵ مئی ۱۹۵۶ء [3] "الفضل" ۲۹ مئی ۱۹۵۶ء

میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر ہال میں زیر علاج رہے تھے اور گو گھر واپس تشریف لے گئے تھے مگر ابھی مکمل شفا حاصل نہیں ہوئی تھی۔ ان کے متعلق ڈاکٹر صاحبان نے بتایا کہ گردے میں پتھری ہے۔ لہذا ایک بڑا اپریشن کرانا ضروری ہے[1]۔ محترم مولوی صاحب کافی عرصہ بیمار رہے۔ کبھی گھر پر اور کبھی ہسپتال میں علاج ہوتا رہا۔ مگر اگست ۱۹۵۸ء میں صحت بہت گر گئی۔ حتیٰ کہ ۳۱ر اگست ۱۹۵۸ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## فتنہ منافقین و مخرجین ۱۹۵۶ء

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی اولاد ایک عرصہ سے غیر مبائعین اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے غیر احمدی دشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھتی تھی جس کا مفصل ذکر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تقریر "نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر" میں موجود ہے۔ اس تقریر میں بعض مخلص احمدیوں کی شہادتوں سے ظاہر ہے کہ انہوں نے چند نوجوانوں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ منصوبہ بنایا تھا کہ (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد وہ میاں عبد المنان صاحب عمر کی بیعت کریں گے۔ چنانچہ محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی بیدار مغزی اور دینی غیرت کی وجہ سے فتنہ پردازوں کا یہ راز افشا ہو گیا۔ انہوں نے فوراً ضروری شہادتیں حاصل کر کے حضرت امیر المومنینؓ کی خدمت میں بھجوا دیں اور جماعت احمدیہ لاہور کے ایک عام اجلاس میں منافقین کے اس گروہ سے بیزاری کا اعلان کیا اور ایک قرارداد پاس کروائی جس کی رو سے حضرت امیر المومنینؓ کی خدمت میں یہ سفارش کی گئی کہ ان منافقین و مخرجین کو جماعت احمدیہ لاہور کے افراد تسلیم نہ کیا جائے۔ جماعت لاہور کی یہ سفارش صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے اجلاس مورخہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۶ء میں منظور کی گئی۔

ان افراد نے ایک پارٹی بنائی تھی جس کا نام انہوں نے "حقیقت پسند پارٹی" رکھا تھا۔ اس پارٹی نے ان دنوں اپنے خبث باطنی و گند کو بہت اچھالا تھا اور جماعت کے خلاف بڑی شرارتیں کی تھیں مگر خدا تعالیٰ نے ان کو خائب و خاسر کیا۔ اب وہ گروہ کالعدم ہو چکا ہے۔

---

[1] "الفضل" ۳۱ر مئی ۱۹۵۶ء

## محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کی وفات - ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء

محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی ایل ایل بی سلسلہ احمدیہ کے ایک پرجوش اور کامیاب مناظر و مقرر تھے۔ غیر احمدی و غیر مسلم علماء سے متعدد مناظرے کئے۔ اور اس میدان میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مقام اور رُعب عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے نامی مخالف مناظر میدان مناظرہ میں آپ کے مقابل پر آنے سے خم کھاتے تھے۔

.. .. .. .. .. .. .. .. .. .. .. .. .. ..

محترم خادم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تحریر و تقریر کا خاص ملکہ ودیعت کیا تھا اور آپ نے عمر بھر اپنی خداداد صلاحیتوں کو سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف رکھا۔ تبلیغی میدان میں آپ کی مرتب کردہ "تبلیغی پاکٹ بک" آپ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے۔

غیر مبائعین کے لئے آپ لاریب بطل جلیل تھے۔ اور عمر بھر اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے سینہ سپر رہے۔ ۵۳ء کے فسادات پنجاب کے سلسلہ میں تحقیقاتی عدالت میں آپ نے جماعت کی خاص خدمات سرانجام دیں۔ سلسلہ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور مسلسل خدمات کی بنا پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آپ کو "خالد" کے خطاب سے نوازا تھا۔

خادم صاحب مرحوم ایک عرصہ سے بیمار تھے مگر اوائل دسمبر ۵۷ء سے طبیعت بہتر ہونا شروع ہو گئی حتیٰ کہ جلسہ سالانہ سے دو روز قبل جب خاکسار آپ کو ملنے کے لئے ہسپتال میں گیا تو آپ ہشاش بشاش تھے اور امید رکھتے تھے کہ وہ جلسہ سالانہ میں بھی شمولیت اختیار کر سکیں گے مگر دوسرے ہی دن بیماری نے پیچیدہ صورت اختیار کر لی اور ۳۱ دسمبر ۵۷ء کو آپ اچانک دل کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ اسی روز ½۲ بجے بعد دوپہر مولیٰ حقیقی سے جا ملے اور ہمارا یہ محبوب بھائی ہم سب کو سوگوار و حزیں بنا کر داغِ مفارقت دے گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ سالہا سال تک ضلع گجرات کی احمدی جماعتوں کے امیر رہے۔ آپ کو یکم جنوری ۵۸ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کیا گیا۔

## چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی روٹری کلب میں تقریر ۷ر جنوری ۱۹۵۸ء

محترم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جب بھی مرکز ربوہ میں تشریف لاتے ہیں۔ اہل لاہور کو بھی عموماً اپنے خطابات سے نوازنے کا شرف عطا فرماتے ہیں۔ ۷ر جنوری ۱۹۵۸ء کو آپ نے روٹری کلب میں تقریر کرتے ہوئے بے غرضانہ خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر روٹری کلب کے ممبران اس مقصد کے حصول میں کامیابی حاصل کر لیں تو زندگی زیادہ محفوظ، دلکش، پُرمسرت اور خوشگوار بن سکتی ہے۔[۱]

## عالمی عدالت کا طریق کار

اسی طرح ۹ر جنوری کی سہ پہر کو آپ نے لاہور کے وکلاء کے ایک اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ بین الاقوامی عدالت اقوام متحدہ کا عدالتی ادارہ ہے۔ اس ادارہ کو اپنے فیصلوں کی تعمیل کرانے کا اختیار نہیں۔ آپ نے فرمایا تاہم اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل اس عدالت کے لئے اگزکٹو ادارہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے متعلقہ ممالک کے بارہ میں عدالتی فیصلوں کی پابندی کرانا حفاظتی کونسل کا کام ہے۔[۲]

## ربوہ کی یادگاری مسجد کیلئے جماعت لاہور کا چندہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ نے ربوہ کی یادگاری مسجد کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ یہ تحریک جب اخبار "الفضل" میں شائع ہوئی تو اگلے روز جمعہ کے خُطبہ میں محترم چودھری محمد اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور نے احباب جماعت کو اس چندہ میں حصہ لینے کی پرزور تحریک فرمائی۔ الحمد للہ کہ جماعت لاہور نے دو دن کے اندر اندر پندرہ سو (۱۵۰۰) روپیہ ربوہ میں بھجوا دیا۔ الفضل میں جماعت لاہور کی اس قربانی کو دوسری جماعتوں کے لئے قابل تقلید قرار دیا گیا۔[۳]

## حضرت سیدہ اُمّ مظفر احمد کی بیماری اور لاہور میں تشریف آوری۔ ۱۱ر اگست ۱۹۵۸ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ ڈاکٹری مشورہ کے مطابق حضرت سیدہ اُمّ مظفر احمد صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کو لے کر

---

۱ "الفضل" ۱۱ر جنوری ۱۹۵۸ء ۲ "الفضل" ۱۱ر جنوری ۱۹۵۸ء

۳ "الفضل" ۱۱ر جون ۱۹۵۸ء

علاج کی غرض سے ۱۱ اگست ۱۹۵۸ء کو لاہور میں تشریف لائے۔ اور میو ہسپتال کے مشہور سرجن ڈاکٹر امیر الدین صاحب سے علاج شروع کروا دیا۔ [۱]

## مجالس خدام الاحمدیہ لاہور ڈویژن کی تربیتی کلاس۔ ۱۴ اگست تا ۲۱ اگست ۱۹۵۸ء

لاہور ڈویژن کے خدام میں دینی شغف، کام کرنے کا جذبہ اور سلسلہ کے اہم مسائل سے واقفیت پیدا کرنے کی غرض سے مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے زیر اہتمام ۱۴ اگست سے لیکر ۲۱ اگست ۱۹۵۸ء تک مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں ایک تربیتی کلاس منعقد کی گئی جس میں مقامی عہدیداروں کے علاوہ مرکزی نمائندگان نے بھی خدام کو خطاب فرمایا۔

## محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور کی جماعتی چندوں کے بارہ میں کوششیں

محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے جماعتی چندوں کے بارہ میں اضافہ کی جو کوششیں کیں ان کا اندازہ ذیل کے چند سالوں کے اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے:۔

| سال | چندہ عام | چندہ جلسہ سالانہ |
|---|---|---|
| ۶۱ - ۱۹۶۰ | ۱۶۴۹۷۹ | ۱۶۳۹۱ |
| ۶۲ - ۱۹۶۱ | ۱۹۴۹۲۱ | ۲۰۱۶۳ |
| ۶۳ - ۱۹۶۲ | ۲۲۱۴۱۵ | ۲۳۱۲۱ |
| ۶۴ - ۱۹۶۳ | ۲۳۰۴۹۳ | ۲۴۵۵۲ |
| ۶۵ - ۱۹۶۴ | ۲۶۷۳۶۷ | ۲۷۶۷۹ |

علاوہ ازیں تحریک جدید اور وقف جدید کے چندوں کے بارہ میں بھی آپ ہمیشہ احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ قربانیوں کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وکیل المال صاحب تحریک جدید لکھتے ہیں:۔

"محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب وعدہ جات تحریک جدید کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸/۱۱/۶۴ میں احباب جماعت کو تاکید کر دی گئی کہ وہ تحریک جدید کے فنڈز کو مضبوط بنائیں۔ . . . اس سال تحریک جدید کے وعدوں کو پچاس ہزار تک پہنچانے کی

---

[۱] "الفضل" ۱۴ اگست ۱۹۵۸ء

انتہائی جدوجہد کریں۔"

گذشتہ سال اس جماعت کی طرف سے قریباً چونتیس ہزار روپیہ کے وعدے تھے۔اس سال سولہ ہزار روپیہ کا اضافہ کرنے کا عزم کوئی معمولی امر نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ یہ جماعت "دارالذکر" کے نام سے ایک وسیع وعریض مسجد بنانے میں بھی مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو ہر ایک نیک ارادے میں کامیاب فرمائے۔ آمین"

## محترم چوہدری اسداللہ خانصاحب کی علالت۔ ۱۴؍دسمبر ۱۹۶۰ء

محترم چوہدری اسداللہ خانصاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور جو جماعت کے ایک نہایت ہی قیمتی وجود ہیں اور سلسلہ کی خاطر جان، مال اور عزت ہر قسم کی قربانیوں کے لئے تیار رہتے ہیں مورخہ ۱۴؍دسمبر ۱۹۶۰ء کو بوقت ۸ بجے صبح اچانک فالج کے حملہ کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ فالج کا حملہ بائیں جانب ہوا جس کا اثر آج جبکہ اس حملہ پر قریباً ساڑھے پانچ سال گذر چکے ہیں برابر چلا آرہا ہے۔ مگر آفرین ہے اس انسان پر کہ بیماری کے ایام میں بھی خدمتِ دین کو ایک نعمتِ عظمیٰ سمجھا۔ بیماری کے کچھ عرصہ بعد جب بھی بدن میں ذرا ہمت پیدا ہوئی، وکالت تو چھوڑ دی مگر خدمات سلسلہ کو اپنی خوراک سمجھ کر اس میں منہمک رہے۔

اس بیماری کے حملہ کی وجہ جہانتک میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہونے کے لئے جو قافلہ پاکستان سے قادیان جانے والا تھا آپ کو اس کا امیر مقرر کیا گیا تھا اس قافلہ کی تیاری کے لئے آپ برابر دو دن تک شب و روز مصروف رہے اور درحقیقت آپ کی یہ مصروفیت صرف دو دن سے نہیں تھی بلکہ اس سے پہلے ہائیکورٹ کی طرف سے مقدمات کے فیصلوں پر مشتمل جو رسالہ نکلتا ہے اس کے چونکہ آپ ایڈیٹر تھے اس لئے متواتر کئی دن اس رسالہ کے لئے محنت شاقہ کرنا پڑی۔ کچھ مقدمات بھی ان ایام میں زیادہ تھے۔ جن کی تیاری میں کافی کام کرنا پڑا۔ اس پے در پے محنت اور مشقت کو آپ کا جسم برداشت نہ کرسکا اور آپ عین قافلہ قادیان کی روانگی کے دن فالج کے حملہ کا شکار ہو گئے۔ یہ حملہ ۳۲۔ ایلگن روڈ لاہور چھاؤنی والی کوٹھی میں ہوا جو آپ نے ابھی نئی نئی خرید ی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ اور آپ پہلے کی طرح مردانہ وار خدمات دینیہ میں مصروف

نظر آئیں۔ آمین۔

## حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ کا پیغام خدام الاحمدیہ لاہور کے نام

۱۹۶۱ئہ میں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور نے ایک لائحہ عمل مرتب کر کے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ کی خدمت میں بغرض ملاحظہ و رہنمائی پیش کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے بعد ملاحظہ مجلس خدام الاحمدیہ کو جو ارشاد فرمایا وہ چونکہ زریں نصائح پر مشتمل ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں درج کیا جاوے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"میں نے مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا لائحہ عمل اور طریق کار سرسری نظر سے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے لاہور کے خدام کو اپنی رضا کے ماتحت بہترین خدمت دین کی توفیق دے اور انہیں روح القدس کی نصرت سے نوازے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ لائحہ عمل تجویز کرنا بے شک ضروری ہے اور مفید ہے۔ اس کے ذریعہ انسان کی خدمت اور اس کے طریق کار کا دائرہ معین صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور وہ اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بچ جاتا ہے اور اس کی توجہ ایک خاص نقطہ پر مرکوز ہو کر بہترین نتائج پیدا کرتی ہے۔ لیکن لائحہ عمل سے بھی زیادہ اہم کام کرنے والوں کی صلاحیت اور اہلیت کا سوال ہے۔ بہتر سے بہتر لائحہ عمل خراب کام کرنے والوں کے ذریعہ ناکام ہو سکتا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اچھے کارکنوں میں پانچ بنیادی اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

اوّل محنت کی عادت، دوم مستقل مزاجی، سوم اخلاص، چہارم قربانی اور پنجم دیانتداری کا جذبہ۔

یہ پانچ باتیں تو دنیا کے میدان سے تعلق رکھتی ہیں مگر ان سے بھی بڑھ کر خدائی جماعتوں کے لئے تقویٰ اور للّٰہیت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ تقویٰ دینداری اور عمل صالح کی رُوح کا نام ہے اور للّٰہیت سے مراد ہے کہ ہر کام میں خدا کی رضا مقصود ہو۔ اگر اچھے لائحہ عمل کے ساتھ کام کرنے والوں میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کی کامیابی اور ترقی میں روک نہیں بن سکتی۔ پس اس کی طرف خاص بلکہ خاص الخاص توجہ کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ نئی پود یعنی اطفال کی تربیت کا سوال نہایت اہم ہے کیونکہ اطفال کا وجود

خدام کے لئے نرسری کی حیثیت رکھتا ہے اور اچھی نرسری کے بغیر کبھی بھی اچھا باغ تیار نہیں ہو سکتا۔ پس خدام الاحمدیہ کو چاہیئے۔ کہ چھوٹی عمر کے بچوں کی تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ دیں اور ان کے اندر محنت اور دیانت داری اور راست گفتاری اور خلیفۂ وقت اور مرکز کے ساتھ محبت کا جذبہ پیدا کریں۔ یہ وہ اُٹھتے ہوئے پودے ہیں جنہوں نے کل کو ثمر دار درخت بننا ہے اور قوموں کی رفتار ترقی کو بچوں کی صحیح دیکھ بھال کے بغیر برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

باقی رہا موجودہ لائحہ عمل کا سوال۔ سو کام شروع کرنے کی غرض سے وہ مناسب ہے۔ آگے چل کر عملی تجربہ کے نتیجہ میں اس لائحہ عمل میں مزید اصلاح اور توسیع کا رستہ کھلتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھے اور آپ ایسی خدمت کی توفیق پائیں جو بعد میں آنے والوں کے لئے اُسوۂ حسنہ ہو"

خاکسار مرزا بشیر احمد

ربوہ۔ یکم فروری سنہ ۱۹۶۱ء "[۵۱]

## محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب جج ہائیکورٹ لاہور کی سیرالیون کے جشن آزادی میں شرکت

محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ مغربی پاکستان جو کچھ عرصہ کے لئے ہائیکورٹ کے جج مقرر ہوئے تھے اس دوران میں سیرالیون مغربی افریقہ کے جشن آزادی میں شرکت کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے نمائندہ کے طور پر تشریف لے گئے۔ ۲۷ اپریل سنہ ۶۱ء کو ملک بھر میں آزادی کا جشن انتہائی خوشی اور مسرت کے عالم میں بڑے اہتمام کے ساتھ منایا گیا۔

اس موقعہ پر جشن آزادی میں شرکت کرنے والے متعدد مندوبین، اعلیٰ حکام اور مسلم زعماء تبادلہ افکار کے دوران محترم شیخ صاحب موصوف کے بلند پایہ اور عالمانہ خیالات سے بیحد متاثر ہوئے چیف جسٹس سیرالیون نے محترم جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب اور بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے دیگر جج صاحبان کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا۔ اخبارات نے محترم شیخ صاحب موصوف کی تشریف آوری اور جشن آزادی میں شرکت کے متعلق نمایاں طور پر خبریں شائع کیں۔ نیز ریڈیو پر آپ کا انٹرویو اور

پیغام نشر ہوا۔

احمدیہ مشن سیرالیون نے محترم شیخ صاحب کے اعزاز میں فری ٹاؤن اور "بو" میں وسیع پیمانے پر استقبالیہ تقاریب کا اہتمام کیا۔[1]

## شیخ صاحب کا حج بیت اللہ

اس سفر سے واپسی پر محترم شیخ بشیر احمد صاحب نے بیت اللہ کا حج کیا۔ آپ یوم الحج سے قبل بیس[۲۰] مئی کو جدہ پہنچ گئے تھے۔

## خاکسار مؤلف کا دورہ مغربی پاکستان

نظارت اصلاح و ارشاد کی طرف سے بصورت وفد محترم مولوی قمرالدین صاحب فاضل اور خاکسار مؤلف کتاب ہذا نے لائلپور سے لے کر کراچی تک کی بعض جماعتوں کا تربیتی دورہ یکم جون ۱۹۶۱ء سے شروع کیا اور ۳۰ جون کو ختم کیا۔

## محترم مولانا عبدالغفور صاحب فاضل کی وفات ۔ ۴ جنوری ۱۹۶۱ء

افسوس کہ مولانا عبدالغفور صاحب فاضل مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ جنہوں نے چند سال لاہور میں رہ کر بحیثیت مبلغ سلسلہ عالیہ کی شاندار خدمات سرانجام دی تھیں، مورخہ ۴ جنوری ۱۹۶۱ء بوقت پونے چار بجے سہ پہر قریباً ۶۱ سال کی عمر میں ربوہ میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ہرسیاں ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے۔ والد محترم کا نام حضرت میاں فضل محمد صاحب تھا۔ باپ بیٹا دونوں صحابی تھے۔ آپ ابھی بچہ ہی تھے کہ آپ کے والد محترم نے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر کے خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پائی۔ آپ حضرت حافظ روشن علی صاحب کی زیر نگرانی و زیر تربیت تیار ہونے والے مبلغین کے اولین گروپ میں سے تھے۔ بحیثیت مبلغ و مربی آپ نے ۳۶ سال شاندار خدمات سرانجام دیں۔ ۶۰ سال کی عمر میں صدر انجمن سے ریٹائر ہونے کے بعد تحریک جدید میں اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ مگر ابھی ایک سال ہی کام کیا تھا کہ داعی اجل کو لبیک

---

[1] "الفضل" ۲ مئی ۱۹۶۱ء

کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کئے گئے۔[1]

## جماعت احمدیہ کے ذریعہ تبلیغ اسلام اکناف عالم میں

۳ مارچ ۱۹۶۳ء بروز اتوار جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں ایک جلسہ کا انعقاد عمل میں آیا جس میں مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ اور ماریشس کے بعض احمدی طلبہ اور علماء سلسلہ نے مشرق و مغرب میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی پر تقاریر کرتے ہوئے اس امر کو واضح کیا کہ آج حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیشکردہ علم کلام کے نتیجہ میں اسلام دنیا بھر میں غالب آرہا ہے۔ جلسہ میں صدارت کے فرائض محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے نے ادا فرمائے۔ مقررین میں محترم علامہ جلال الدین صاحب شمس، مکرم سید کمال یوسف صاحب مبلغ سکنڈے نیویا۔ مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب آف ماریشس، مکرم یوسف عثمان صاحب طالب علم افریقہ، مکرم سید داؤد احمد صاحب آف سیرالیون کے نام قابل ذکر ہیں۔[2]

## محترم چوہدری اسد اللہ خانصاحب

محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کے والد محترم حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب رضؓ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے مشہور رئیس، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور جانثار صحابی تھے۔ آپ کے برادران اکبر حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اور حضرت چوہدری عبد اللہ خاں صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ کراچی کے کارناموں سے ساری جماعت خوب واقف ہے۔ ایک بھائی آپ کے محترم چوہدری شکر اللہ خاں صاحب تھے۔ وہ بھی احمدیت کے لئے بڑی غیرت رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی صحابیہ تھیں بڑی متوکلہ، غیور اور صابرہ خاتون تھیں۔ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے "میری والدہ" کے نام ایمان افروز واقعات پر مشتمل ایک کتابچہ لکھا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیمار ہونے سے قبل مضبوط جسم رکھتے تھے۔ سلسلہ کے

---

[1] "الفضل" ۱۲ جنوری ۱۹۶۱ء

[2] "الفضل" ۷ مارچ ۱۹۶۳ء

لئے بڑی غیرت رکھتے ہیں۔ افسوس کہ کثرت کار اور تفکرات کی وجہ سے چند سال سے آپ فالج کے حملہ کی وجہ سے بیمار پڑ گئے مگر جب بھی ذرا طبیعت سنبھلی خدمت دین میں مصروف ہو گئے۔ آجکل آپ کی صحت کمزور ہے۔ گذشتہ جلسہ سالانہ پر دل کی تکلیف ہو گئی تھی۔ اس وقت سے طبیعت بحال نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ دعاجلہ عطا فرمائے تا آپ پھر عزم و جزم کے ساتھ حسب سابق خدمات سلسلہ میں مصروف ہو جائیں۔ آمین۔

**نظام سلسلہ کے ساتھ وابستگی** | چوہدری صاحب قابل رشک خوبیوں کے حامل ہیں۔ منجملہ ان خوبیوں کے ایک وصف اطاعت امام ہے۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح کی طرف سے اگر کوئی حکم آجائے تو آپ اس کی تعمیل کے لئے اس وقت تک بے تاب نظر آتے ہیں جب تک کہ اس پر پوری طرح عمل نہ ہو جائے۔ پھر حضور کی شان تو بہت بلند ہے اگر کسی نظارت بلکہ نظارت کے کسی کارکن کی طرف سے بھی کوئی ہدایت موصول ہو تو آپ اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ مجھے بعض مرکزی کارکنوں نے بتایا ہے کہ اگر آپ غلط فہمی کی بنا پر کوئی بات واقعات کے خلاف کہہ دیتے ہیں تو اصل واقعہ کا علم ہونے پر اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک متعلقہ کارکن سے اس معاملہ میں معذرت نہ کرلیں۔

**اطاعت امیر** | ایک خوبی چوہدری صاحب محترم میں میں نے یہ دیکھی ہے کہ جس امیر کے ماتحت بھی آپ کو کام کرنے کا موقعہ ملا ہے آپ نے اس کی کامل اطاعت کی ہے۔ چند سال کی بات ہے آپ کی کوٹھی واقعہ ۳۲۔ ایگٹن روڈ لاہور چھاؤنی میں کارکنان لاہور کی ایک میٹنگ تھی اس میں آپ نے ایک واقعہ بیان فرمایا جس کا مجھ پر اب تک گہرا اثر ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ جبکہ قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے جماعت لاہور کے امیر تھے۔ میں کار کے لئے پٹرول لینے پٹرول پمپ پر جا رہا تھا کہ رستہ میں مجھے جماعت کا ایک کارکن ملا جس نے ہاتھ کے اشارہ سے مجھے روکا۔ میں نے کار کھڑی کر لی اور اسے کہا فرمائیے کیا ارشاد ہے؟ اس نے مجھے جماعت کے بعض افراد کی ایک لسٹ دکھائی جس میں میرا نام بھی تھا۔ ابتدا میں محترم امیر صاحب کا یہ ارشاد درج تھا۔ کہ کسی ضروری کام کے لئے تین صد روپیہ کی ضرورت ہے۔ ذیل کے احباب دس دس روپے حامل رقعہ ہذا کو دے دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری جیب میں صرف دس روپے کا

ایک نوٹ تھا وہ میں نے فوراً نکال کر پیش کر دیا۔ اب حیران تھا کہ پٹرول کے لئے تو پیسے رہے نہیں، کیا بنے گا؟ ابھی پٹرول پمپ پر پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھے تین سو روپے دے کر کہا کہ آپ کی فیس میں سے یہ روپیہ باقی تھا۔ آپ لے لیں۔ میں نے روپیہ لے لیا۔ اس کا نام نوٹ کیا اور واپس دفتر پہنچا۔ اس زمانہ میں بڑے بھائی محترم چودھری ظفر اللہ خاں صاحب بھی پریکٹس کیا کرتے تھے۔ میں نے اپنے منشی سے دریافت کیا کہ اس نام کے کسی شخص کے ذمہ میری یا بڑے بھائی صاحب کی فیس کا کوئی روپیہ باقی ہے؟ اس نے رجسٹر دیکھ کر کہا کہ اس نام کا تو کوئی شخص کبھی کوئی مقدمہ ہمارے پاس لے کر آیا ہی نہیں۔ اس پر میں نے سمجھا کہ یہ روپیہ ان دس روپوں کے بدلہ میں ایک انعام ہے جو جناب الٰہی کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

محترم قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ نے بیان کیا کہ محترم چودھری صاحب کی بیماری کے بعد ایک مرتبہ قافلہ قادیان کا امیر میں تھا۔ محترم چودھری صاحب بھی اس قافلہ میں شامل تھے جب ہم پاکستان کی سرحد عبور کر کے ہندوستان کی سرحد پر پہنچے تو ایک شخص نے ایک دکان سے چائے پی۔ محترم چودھری صاحب نے مجھے توجہ دلائی کہ امیر صاحب! دیکھئے اس شخص نے نظام کی خلاف ورزی کی ہے اس سے باز پرس کیجئے۔ میں خاموش رہا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس پر کسی دوسرے شخص نے مجھے توجہ دلائی مگر میں پھر بھی خاموش رہا۔ میری اس خاموشی کو دیکھ کر اس دوسرے شخص نے محترم چودھری صاحب کو کہا کہ دیکھئے چودھری صاحب امیر صاحب نے نہ آپ کی شکایت کی پرواکی ہے اور نہ میری شکایت پر کان دھرا ہے۔ جونہی اس نے یہ بات کہی۔ چودھری صاحب کو جوش آگیا اور آپ نے اُسے سخت ناراضگی کے لہجہ میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھو وہ امیر ہیں اور دو صد افراد کے قافلہ پر اُن کی نگاہ ہے۔ میرا اور آپ کا کام صرف توجہ دلانا ہے۔ اگر وہ ہماری بات پر توجہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے تو ہمیں شکایت کا کوئی حق نہیں۔ ہمارا فرض صرف توجہ دلانا تھا جو ہم نے دلا دی۔ میں چودھری صاحب کی یہ بات سُن رہا تھا جس کا اب تک مجھ پر اثر ہے۔ حقیقت میں ایسے ہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے جماعت کا نظام مستحکم رہ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ خاکسار مؤلف کو ایک جماعت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں امارت بدل چکی تھی۔

اور سابق امیر اور اس کے ایک دو ساتھی نئے امیر کی پوری طرح اطاعت نہیں کرتے تھے۔ گویا وہ سمجھتے تھے کہ امارت ہمارا پیدائشی حق ہے جو کسی اور کو دے دیا گیا ہے۔ محترم چودھری صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے سابق امیر اور اس کے ساتھیوں کو کہا کہ دیکھو ایک لمبا عرصہ آپ نے یہاں امارت کی ہے اب خدا تعالیٰ تمہیں ماتحت رکھ کر آزمانا چاہتا ہے کہ تم اپنے امیر کی کیسے اطاعت کرتے ہو؟ اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ جس طرح یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں لوگ آپ کی اطاعت کریں اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کا عمل اس پر شاہد ہے کہ اگر آپ پر کوئی اور امیر مقرر کیا جائے تو آپ اس کی اطاعت میں خوشی اور انبساط محسوس کرتے ہیں۔

آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ مسجد دار الذکر جیسی عظیم الشان مسجد کی تعمیر ہے۔ "حقیقت پسند پارٹی" کے فتنہ کو کچل کر رکھ دینا بھی آپ کا ایک کارنامہ ہے۔

## جناب چودھری صاحب کا کام "کشمیر کمیٹی" کے ماتحت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو جب ہندوستان کے مسلمان لیڈروں نے "کشمیر کمیٹی" کا صدر چُن لیا تو اُن کشمیری مظلومین کے مقدمات کی پیروی کرنے کے لئے جن پر ریاست کی طرف سے مقدمات چل رہے تھے حضور نے احمدی وکلاء کو کشمیر جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ ان وکلاء میں ایک جناب چوہدری صاحب بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے پہلا کام یہ کروایا کہ ریاستی قانون کے مطابق یہ ضروری تھا کہ اگر کوئی وکیل باہر سے ریاست میں جا کر کسی مقدمہ کی پیروی کرے تو اس کے لئے لازمی تھا کہ وہ پہلے ماتحت عدالت میں دو روپیہ کے کاغذ پر درخواست دے اور بیس روپیہ فیس ادا کرے۔ پھر عدالت اپیل اول اور ہائی کورٹ میں بھی بائیس بائیس روپے ادا کرے۔ گویا ایک معمولی سے مقدمہ کے لئے بھی چھیاسٹھ روپے ادا کرنے پڑتے تھے۔ اس قانون کی اطلاع جب محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچائی تو حضور نے اس قانون کو منسوخ کرانے کے لئے محترم چودھری اسد اللہ خاں صاحب کو دو مرتبہ جموں بھجوایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چیف جسٹس کی سفارش پر اپریل ۱۹۳۲ء میں مہاراجہ کشمیر نے بیرونی وکلاء پر عائد شدہ پابندیاں

دُور کر دیں۔ اس عظیم الشان خدمت کے علاوہ آپ نے جموں اور میرپور میں بھی بہت سی قانونی خدمات سرانجام دیں۔ میرپور کے مقدمہ میں محترم میاں محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ کی پیروی سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے مسلمان مجرموں کو بری کروایا اور جن چھ مجرموں کو سزا ہوئی جناب چودھری صاحب موصوف کی پیروی سے پانچ کو بَری قرار دیا گیا اور ایک کی سزا میں تخفیف کر دی گئی۔

ریاستی حکام نے آپ کو بھی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ریاست چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ میں نے کوئی غیر قانونی اقدام نہیں کیا۔ اس لئے اگر ریاست کے حکام مجھے نکالنا چاہتے ہیں تو مجھے زبردستی اُٹھا کر ریاست سے باہر چھوڑ آئیں یا پھر مجھ پر مقدمہ چلایا جائے۔ چنانچہ ریاست کو نوٹس واپس لینے پر مجبور ہونا پڑا۔[۱]

اب میں اس سلسلہ میں ایک آخری بات لکھ کر اس حصّہ مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اور حضرت مصلح موعودؓ کی نگاہ میں آپ کا کیا مقام ہے؟ حضرت چودھری محمد ظفراللہ خاں صاحب کے بارہ میں پہلے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک رؤیا درج کیا جا چکا ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہی رؤیا جو دوسری مرتبہ حضور نے بیان کی۔ اس کا یہاں اندراج کیا جائے۔

حضور نے کراچی میں ایک خطبہ جمعہ کے دوران میں بیان فرمایا۔

"یہاں کی جماعت اپنی جدوجہد اور قربانی کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کچھ اس میں اس بات کا بھی دخل ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے بعض خاندانوں کو دین کی خدمت کا موقعہ عطا فرما دیتا ہے اور ان کی وجہ سے جماعت ترقی کر جاتی ہے۔ سترہ اٹھارہ سال کی بات ہے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوں اور میرے سامنے چودھری ظفراللہ خانصاحب لیٹے ہوئے ہیں اور گیارہ بارہ سال کی عمر کے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے دائیں بائیں چودھری عبداللہ خاں صاحب اور چودھری اسداللہ خاں صاحب بیٹھے ہیں اور ان کی عمریں بھی آٹھ آٹھ نو نو سال کے بچوں کی سی معلوم ہوتی ہیں۔ تینوں کے مُنہ میری طرف ہیں اور تینوں مجھ سے باتیں کر رہے ہیں اور بڑی محبت سے میری باتیں سُن رہے ہیں۔ اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں اور جس طرح فراغت کے وقت ماں باپ اپنے بچوں

---

۱ہفتہ وار "لاہور" پرچہ ۷ر جون ۱۹۶۵ء

سے باتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح میں ان سے باتیں کر رہا ہوں۔ . . . . چنانچہ اس رؤیا کے بعد اللہ تعالیٰ نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو جماعت کا کام کرنے کا موقع دیا اور لاہور کی جماعت نے ان کی وجہ سے خوب ترقی کی۔ اس کے بعد چودھری عبداللہ خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کراچی میں کام کرنے کی توفیق دی اور چودھری اسد اللہ خاں صاحب آجکل لاہور کی جماعت کے امیر ہیں" ۱؎

آپ سنہ ۱۹۵۴ء سے لیکر اب تک برابر جماعت لاہور کے امیر چلے آتے ہیں۔ اس عرصہ میں بہت سے احباب آپ کی مجلس عاملہ کے ممبر رہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ ان کے اسماء گرامی درج کر دیئے جائیں۔

مکرم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے نائب امیر
مکرم ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب
مکرم حضرت خانصاحب میاں محمد یوسف صاحب
مکرم شیخ محمود الحسن صاحب
مکرم شیخ نور احمد صاحب
مکرم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب
مکرم ملک فضل کریم صاحب
مکرم چودھری فتح محمد صاحب
مکرم سید بہاول شاہ صاحب
مکرم ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب
مکرم قریشی محمود احمد صاحب معتبر
مکرم شیخ عبدالحق صاحب انجنیئر
مکرم شیخ عبدالحمید صاحب شملوی
مکرم بابو فضل دین صاحب

مکرم قاضی محمود احمد صاحب
مکرم مولوی برکت علی صاحب لائق
مکرم ملک عبدالمالک خاں صاحب
مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر
مکرم بابو انشاء اللہ خاں صاحب
مکرم خالد ہدایت صاحب بھٹی
مکرم چودھری بشیر احمد صاحب
مکرم سید حضرت اللہ پاشا صاحب
مکرم ٹھیکیدار محمد شریف صاحب
مکرم مرزا محمد اسلم صاحب
مکرم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب
مکرم ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی
مکرم بابو محمد شفیع صاحب
مکرم چوہدری نور احمد خاں صاحب

---

۱؎ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ جون سنہ ۱۹۵۴ء مندرجہ "الفضل" ۱۸ اپریل سنہ ۶۰ء۔

مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب — مکرم میاں محمد یحییٰ صاحب

مکرم مولوی عبد الحکیم صاحب — مکرم شیخ ریاض محمود صاحب

مکرم شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری — مکرم چوہدری محمد اشرف صاحب

## مبلّغین و مُربیانِ لاہور

لاہور میں جن مبلغین و مربیان کو کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ ان میں اولیت کا سہرا حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضؓ کے سر ہے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ میں ایک لمبا عرصہ یہاں کام کیا ہے۔ غیر مبائعین کے فتنہ کے ازالہ میں آپ نے دن رات انتھک محنت اور کوشش کی۔ آپ کا عالمانہ اور عارفانہ درس خاص شہرت رکھتا تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے صحابی بھی تھے اور علم لدنی سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا تھا۔

آپ کے بعد محترم مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا اور محترم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی حال مبلغ مغربی افریقہ کو لاہور میں اصلاح و ارشاد کے کام کی توفیق ملی۔

اوّل الذکر وہی بزرگ ہیں جنہوں نے مبلغین کلاس پاس کرنے کے معًا بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر بخارا کا رُخ کیا اور جاتے ہی گرفتار کر لئے گئے۔ اڑھائی سال تک قید میں روسی حکومت کے جبر و تشدد کا شکار رہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے رہائی پا کر واپس قادیان پہنچے۔ جب ذرا صحت بحال ہوئی تو احباب اور بزرگوں کے زور دینے پر رُوس میں قید و بند کے حالات پر ایک کتاب "آپ بیتی" لکھی جو بیحد مقبول ہوئی۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ کچھ عرصہ آپ نے لاہور میں بھی بحیثیت مبلغ کام کیا ہے۔ آجکل آپ مرکز میں نظارت اصلاح و ارشاد کے ماتحت شعبہ رشتہ ناطہ کے انچارج ہیں۔ اللّٰھم متعنا بطول حیاتہ۔

محترم مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی بھی جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طلبہ میں سے ہیں۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس جن مبلغین نے ٹریننگ حاصل کی آپ ان میں سے ایک ہیں۔ کچھ عرصہ آپ نے بھی لاہور میں بحیثیت مبلغ گذارا ہے۔ آپ کو عربی ادب کے ساتھ خاص لگاؤ ہے۔ آپ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ میں پڑھاتے بھی رہے ہیں۔ آجکل آپ تحریک جدید کی طرف سے مغربی افریقہ کے ملک گیمبیا میں تبلیغ احمدیت و اسلام کے کام پر مامور ہیں۔

ان بزرگوں کے بعد خاکسار مؤلف کو تقسیم ملک سے قبل اور تقسیم ملک کے بعد تین چار سال کام کرنے کی توفیق ملی۔ ان ایام میں چونکہ دارالتبلیغ لاہور کا بجٹ آجکل کے بجٹ سے دُگنا تھا۔ اس لئے ہر ماہ کوئی نہ کوئی تبلیغی ٹریکٹ خاکسار شائع کرتا رہتا تھا۔ مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جس کے ملحقہ مکان میں اب خاکسار کی رہائش ہے جماعت کی جامع مسجد کہلاتی تھی اور یہ وہ مبارک مسجد ہے جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ اور جماعت کی دیگر بزرگ ہستیوں نے نمازیں پڑھیں، خطبات دیئے اور جلسوں سے خطاب کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ میں گو یہ مسجد نہیں تھی مگر چونکہ یہ جگہ اور اس کے اردگرد کی جگہ میاں فیملی کی ملکیت تھی اس لئے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی کئی تقاریر ان مقامات پر ہوئیں اس لئے یہ مسجد خاص اہمیت رکھتی ہے۔

مسجد سے ملحقہ مکان جس میں خاکسار کی رہائش ہے تقسیم ملک سے قبل موجودہ شکل میں نہیں تھا۔ ایک برآمدہ اور سامنے ایک دو کمرے تھے۔ مگر ۱۹۴۶ء میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور نے اسے گرا کر نیا مکان بنانے کا فیصلہ کیا جس کی تفصیل پہلے کسی مقام میں گذر چکی ہے۔

دوسری مرتبہ ۱۹۵۷ء میں جب خاکسار کا یہاں تبادلہ ہوا، اس وقت بجٹ کی کمی کی وجہ سے باقاعدہ اور مسلسل تبلیغی ٹریکٹ تو شائع نہیں کئے جا سکے مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں سلسلہ کی تاریخ سے متعلق چند ایسی کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی جو موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ یعنی "حیات طیبہ"۔ "حیات نور"۔ اور "حیات بشیر"۔ اس سلسلہ کی چوتھی کتاب اب دوستوں کے ہاتھ میں ہے۔

خاکسار کے عرصہ قیام میں بطور معاون محترم مولوی محمد اشرف صاحب ناصر اور محترم راجہ خورشید احمد صاحب منیر نے اور برائے ٹریننگ محترم مرزا محمد سلیم صاحب اختر، محترم سید شمس الحق صاحب اور محترم مولوی مبارک احمد صاحب جمیل نے قابل قدر کام کیا۔ آخرالذکر کو عرصہ ٹریننگ گذارنے کے بعد یہاں ہی بطور معاون مقرر کر دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ نوجوان بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ اب چونکہ جماعت بہت بڑھ چکی ہے۔ اس لئے شہر کو مندرجہ ذیل ۲۴ حلقوں

میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ سلطان پورہ ۲۔ اسلامیہ پارک ۳۔ مزنگ ۴۔ نیلہ گنبد ۵۔ باغبانپورہ۔
۶۔ قلعہ لچھمن سنگھ ۷۔ سمن آباد ۸۔ سول لائنز ۹۔ سنت نگر ۱۰۔ مغلپورہ گنج
۱۱۔ بھاٹی گیٹ ۱۲۔ دارالذکر ۱۳۔ وحدت کالونی ۱۴۔ دھرمپورہ ۱۵۔ مصری شاہ
۱۶۔ والٹن ۱۷۔ لاہور چھاؤنی ۱۸۔ رحمن پورہ ۱۹۔ راج گڑھ ۲۰۔ کینال پارک
۲۱۔ ماڈل ٹاؤن ۲۲۔ محمد نگر ۲۳۔ پرانی انارکلی اور ۲۴۔ دہلی دروازہ۔

ان چوبیس حلقوں میں خاکسار اور محترم مبارک احمد صاحب جمیل، محترم جناب چوہدری اسداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے تیار کردہ پروگرام کے ماتحت دورے کرتے ہیں دارالتبلیغ میں جو غیر از جماعت معززین تشریف لاتے ہیں۔ انہیں سلسلہ سے متعلق معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ مطالعہ کے لئے لٹریچر دیتے ہیں اور شہر کے معززین سے ملاقاتیں کر کے انہیں پیغام حق پہنچاتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اب شہر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں کی آبادی بہت بڑھ چکی ہے۔ جمعہ اور عیدین کے لئے بھی سب احباب ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ نماز جمعہ دارالذکر، مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ، اسلامیہ پارک، مغلپورہ گنج، ماڈل ٹاؤن اور شاہدرہ میں ہوتی ہے۔ عیدین کی نماز کا بڑا اجتماع منٹو پارک میں ہوتا ہے مگر مغلپورہ گنج، شاہدرہ اور ماڈل ٹاؤن میں بھی عیدین کی نمازیں ہوتی ہیں۔

آجکل خدا تعالیٰ کے فضل سے شہر میں احمدیوں کی آبادی دس ہزار سے کہیں زیادہ ہے بلکہ یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ پاکستان بھر میں ربوہ کے بعد احمدیوں کی سب سے زیادہ آبادی لاہور میں ہے۔ اور لاہوری فریق جن کا مرکز احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہے شہر بھر میں بمشکل چند سو افراد پر مشتمل ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیا میں لاہوری فریق کی آبادی اتنی نہیں جتنی احمدیوں کی آبادی صرف لاہور شہر میں ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ فریق لاہور کے سالانہ جلسہ کی حاضری مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں جمعہ کی حاضری سے بھی کم ہوتی ہے اور ہماری مسجد دارالذکر میں جمعہ کی حاضری تو ان کے سالانہ جلسہ کی حاضری سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کے بلند بانگ دعوے دار

اس فریق کے مرکزی دفتر اور مسجد کے علاقے میں جب کوئی تحقیق کی غرض سے داخل ہوتا ہے تو رُوحانی لحاظ سے ایک اُجاڑ منظر اس کو بدظن کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ گذشتہ سالانہ جلسہ پر سب سے زیادہ حاضری ایک مشہور و معروف غیر احمدی مقرر کے وقت تھی جو ۳۰۰ اور ۳۵۰ کے درمیان تھی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

## فہرست مرکزی عہدیداران جماعت احمدیہ لاہور۔ ۱۹۶۴ء-۶۵

نوٹ :- امراء کا انتخاب تین سال کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے مرکزی عہدیداران کا انتخاب گذشتہ سال ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر ہندوستان کے پاکستان پر حملہ کے باعث ملتوی ہو گیا۔ اس سال بھی ابھی تک مجلس انتخاب کی منظوری مرکز سے نہیں آئی اس لئے پرانے عہدیداران کے نام ہی درج کئے جا رہے ہیں :-

امیر ۔ ۔ ۔ چوہدری اسداللہ خانصاحب ۳۲۔ ایگن روڈ لاہور چھاؤنی

نائب امیر ۔ ۔ حضرت خانصاحب میاں محمد یوسف صاحب ۲۸۱ فیروز پور روڈ دارالبرکات نزد ماڈل ٹاؤن۔

" ۔ ۔ چوہدری فتح محمد صاحب مالک ہریکے ٹرانسپورٹ

سکرٹری مال ۔ ۔ بابو محمد شفیع صاحب مکان ۱۸ گلی ۶ نیا دھرمپورہ

سکرٹری اصلاح و ارشاد ۔ ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی نمبر ۱۷۔ ارجن روڈ کرشن نگر۔

" تعلیم ۔ ۔ ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب ۵۔ بی بہاولپور ہاؤس

" امور عامہ ۔ چوہدری فتح محمد صاحب مالک ہریکے ٹرانسپورٹ دفتر سرائے سلطان لاہور۔

" وصایا ۔ چوہدری نور احمد خاں صاحب ۶۴ گوبند رام سٹریٹ گوالمنڈی لاہور

" ضیافت ۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب چراغ سٹریٹ ۳ بیرون دہلی دروازہ۔

" رشتہ ناطہ ۔ میاں عبدالحکیم صاحب ۲۴۔ میکلوڈ روڈ۔

" تحریک جدید ۔ میاں محمد یحییٰ صاحب ایم موتی اینڈ سنز نیلا گنبد

" وقف جدید ۔ قریشی محمود احمد صاحب معتبر وشنو گلی ۱۲۷ مکان ۸۹ نسبت روڈ لاہور۔

" تالیف و تصنیف۔ شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری حالی سٹریٹ اسلامیہ پارک

" زراعت ۔ ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب ۱۔ بی بہاول پور ہاؤس

# مجلس عاملہ جماعت احمدیہ لاہور



زمین پر بیٹھے ہوئے دائیں طرف سے (۱) چودھری نور احمد صاحب - (۲) بابو محمد شفیع صاحب - (۳) میاں عبدالحکیم صاحب - (۴) میاں محمد یحییٰ صاحب (۵) ملک عبدالمالک صاحب - (۶) ڈاکٹر احمد علی صاحب -

کرسیوں پر - (۱) شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ (۲) چودھری فتح محمد صاحب مالک ہریکے ٹرانسپورٹ - (۳) پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب - (۴) چودھری اسد اللہ خانصاحب امیر جماعت (۵) حضرت میاں محمد یوسف خاں صاحب - (۶) ملک عبداللطیف صاحب ستکوھی - (۷) شیخ عبدالحمید صاحب -

کھڑے (۱) محمد صدیق صاحب شاکر - (۲) قریشی محمود احمد صاحب معتبر - (۳) چودھری محمد شریف صاحب ٹھیکیدار - (۴) قاضی محمود احمد صاحب - (۵) ملک فضل کریم صاحب - (۶) قریشی محمود احمد صاحب ایڈوکیٹ - (۷) ماسٹر محمد ابراھیم صاحب - (۸) رانا عبدالکریم صاحب - (۹) شیخ عبدالحق صاحب انجنیئر - (۱۰) شیخ ریاض محمود صاحب - (۱۱) میر مشتاق احمد صاحب - (۱۲) سید حضرت اللہ پاشا صاحب -

# مجلس انصار اللہ



بیٹھے ہوئے (۱) چودھری نور احمد صاحب ۔ (۲) بابو محمد شفیع صاحب

کرسیوں پر (۱) شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ ۔ (۲) چودھری فتح محمد صاحب ۔ مالک هریکے ٹرانسپورٹ ۔ (۳) پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ۔ (۴) شیخ عبدالحق صاحب زعیم اعلیٰ ۔ (۵) چودھری اسداللہ خاں صاحب ۔ (۶) حضرت میاں محمد یوسف صاحب ۔ (۷) ملک عبداللطیف صاحب ستکوھی ۔

کھڑے پہلی صف میں (۱) میاں محمد یحییٰ صاحب ۔ (۲) ملک فضل کریم صاحب (۳) میاں عبدالحکیم صاحب ۔ (۴) ماسٹر محمد ابراهیم صاحب ۔ (۵) قریشی عطاالرحمان صاحب ۔ (۶) اخوند فیاض احمد صاحب ۔ سید حضرت اللہ پاشا صاحب

دوسری طرف (۱) شیخ عبدالحمید صاحب ۔ (۲) چودھری انور علی صاحب (۳) قاضی محمود احمد صاحب ۔ (۴) قریشی محمود احمد صاحب ایڈوکیٹ ۔ (۵) شیخ احمد علی صاحب ۔ (۶) ملک عبدالمالک صاحب ۔

سکرٹری امورخارجہ . چوہدری بشیر احمد صاحب ۳۴ ماڈل ٹاؤن

" فضل عمر فاونڈیشن فنڈ . سید حضرت اللہ پاشا صاحب سلمان سٹریٹ ۳ اسلامیہ پارک لاہور۔

آڈیٹر . . " " " "

زعیم اعلیٰ انصار اللہ . شیخ عبدالحق صاحب انجینئر ۱۰۱۔میو روڈ لاہور

قائد مجلس خدام الاحمدیہ . شیخ ریاض محمود صاحب ۲۵ ہائیڈ مارکیٹ جی۔ٹی روڈ لاہور۔

**شکریہ** میں اس موقعہ پر محترم جناب شیخ عبدالحمید صاحب شملوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے تعاون سے مجھے جملہ عہدیداروں کی فہرست یکجا طور پر ملنیہ آگئی۔ محترم شیخ صاحب موصوف جماعت لاہور کے مرکزی دفتر کے انچارج ہیں۔ یہ دفتر محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب نے اپنے زمانہ امارت کے آخری سالوں میں قائم کیا تھا جو اب تک ان کی کوٹھی ہی میں چلا آرہا ہے اور نہایت مفید کام سرانجام دے رہا ہے۔ محترم شیخ عبدالحمید صاحب کے نائب محترم مولوی نذیر احمد صاحب آف راجوری ہیں۔ دونو کارکن نہایت اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔

نوٹ ۱، نئے سال یعنی ۶۷-۱۹۶۶ء کے لئے حلقوں کے عہدیداروں کے انتخابات ہو چکے ہیں اور محترم جناب امیر صاحب انہیں منظور بھی فرما چکے ہیں۔ یہ فہرست درج ذیل ہے:۔

## عہدیداران برائے ۶۷-۱۹۶۶ء

### حلقہ سمن آباد

صدر . . . چوہدری انور لطف اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ ۵۵۸۔این نزد نیو مارکیٹ سمن آباد

سکرٹری امور عامہ . شیخ فضل احمد صاحب ۴۸۶۔این سمن آباد

" مال . . . ملک منظور احمد صاحب مکان ۵۵ گلی ۵۵ بر سر مشرقی مین روڈ "

" اصلاح وارشاد. شیخ بشیر احمد صاحب ۴۸۶۔این

" تعلیم . . میاں عبدالسلام صاحب ظافر بنک کالونی

" وصایا . . سید اعجاز احمد صاحب اعجاز

" فضل عمر فاؤنڈیشن چوہدری عطاءالرحمٰن صاحب

سکرٹری تحریک جدید ۔ چوہدری عبدالحمید صاحب سمن آباد

" وقف جدید ۔ میاں بشارت احمد صاحب بنک کالونی "

آڈیٹر ۔ ۔ چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔اے ۳۰۱-این "

۲

## حلقہ رحمان پورہ

صدر و آڈیٹر ۔ ۔ شیخ محمد اکرام صاحب مکان ۶ گلی ۲۶ رحمان پورہ

سکرٹری امور عامہ ۔ چوہدری محمود احمد صاحب معرفت ڈاکٹر ظفر غوری صاحب سلطان احمد روڈ

" مال ۔ ۔ ملک عبدالقادر صاحب مکان ۲ گلی ۲

" اصلاح و ارشاد ۔ چوہدری ارشاد احمد صاحب ورک ایڈووکیٹ مکان ۱۱ گلی ۲ محمد پورہ، اچھرہ۔ لاہور

" تحریک جدید ۔ چوہدری شمس الدین صاحب کچی بستی شاہ جمال۔ اچھرہ لاہور

" وقف جدید ۔ میاں محمد خاں صاحب مکان ۴۶ ذیلدار روڈ، قمردین کٹڑی اچھرہ لاہور۔

۳

## حلقہ بھاٹی گیٹ

صدر ۔ ۔ ۔ میاں محمد صدیق صاحب شاکر مکان ۱۴۱ اے بازار حج محمد لطیف اندرون بھاٹی گیٹ۔

سکرٹری امور عامہ ۔ حکیم سراج الدین صاحب محلہ پٹرنگاں۔ اندرون بھاٹی گیٹ

" مال ۔ ۔ مرزا اصلاح الدین صاحب مکان ۲۵۹/بی "

" اصلاح و ارشاد ۔ میاں غلام نبی صاحب مکان ۱۴۱-اے بازار حج محمد لطیف اندرون بھاٹی گیٹ

" تعلیم ۔ ۔ مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۰۸-بی محلہ پٹرنگاں

" وصایا ۔ ۔ حکیم حفیظ الرحمن صاحب ۱۷۸ نیو راوی پارک

" تحریک جدید ۔ ماسٹر حسن دین صاحب ۲۰۷ "

" وقف جدید ۔ مرزا محمد احمد صاحب ۲۵۹-بی محلہ پٹرنگاں اندرون بھاٹی گیٹ

" فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ۔ ڈاکٹر محمد اشرف صاحب ۲۵۹-بی

## ۴ حلقہ دہلی دروازہ

صدر . . ڈاکٹر احمد علی صاحب مکان ۱۱۵۲ - ایف محلہ سرین۔ اعظم مارکیٹ لاہور
سکرٹری جنرل . میاں بشیر الدین صاحب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ۔
" امور عامہ . میاں غلام حسین صاحب " " "
" مال . . میاں منور احمد صاحب " " "
" اصلاح و ارشاد . میاں بشیر الدین صاحب " " "
" تعلیم . شیخ عبد الہادی صاحب " " "
" وصایا . . میاں عبد الرحمٰن صاحب راحت ۶۵۵ - ایچ کوچہ حسین شاہ چوک مسجد وزیر خان۔
" فضل عمر فاؤنڈیشن . ڈاکٹر محمود احمد صاحب معرفت حضرت حافظ عبد الجلیل صاحب اندرون موچی دروازہ
" تحریک جدید . میاں عبد الواحد صاحب
" وقف جدید . میاں عبد الرشید صاحب
آڈیٹر . . میاں محمد سعید صاحب

## ۵ حلقہ پرانی انارکلی

صدر . . میاں اکبر علی صاحب ۱۶ - نابھہ روڈ پرانی انارکلی
سکرٹری امور عامہ . مرزا محمد شفیع صاحب مکان ۵ - کمنڈ سٹریٹ پرانی انارکلی
" مال . . میاں عبد القیوم صاحب فاروقی مکان ۱۶ بھگوان سٹریٹ پرانی انارکلی
" اصلاح و ارشاد . میاں محمد صادق صاحب ۱۳/۲ لاج روڈ پرانی انارکلی

## ۶ حلقہ سول لائنز

صدر . . . چوہدری نور احمد صاحب ۶۳ گوبند رام سٹریٹ گوالمنڈی لاہور
جنرل سکرٹری . قریشی محمود احمد صاحب معتبر ولشنو گلی ۱۲۷ مکان ۸۹ نسبت روڈ

سکرٹری امور عامہ . چوہدری غلام مجتبیٰ صاحب ۴ میکلوڈ روڈ
" مال . . ملک عبدالمالک خانصاحب ۴/۳۲ عبدالکریم روڈ لاہور
" اصلاح وارشاد . شیخ شان محمد صاحب بی۔ اے مہابیر سٹریٹ بیڈن روڈ
" تعلیم . سید نعیم احمد شاہ صاحب شفا میڈیکو لاہور
" وصایا . میاں عبدالواحد خانصاحب سیمنٹ بلڈنگ "
" ضیافت . چودھری امیرالدین صاحب " "
" رشتہ ناطہ و زکوٰۃ . بابو فقیر اللہ صاحب ۵۱ مہابیر سٹریٹ بیڈن روڈ
" تحریک جدید . سردار عبدالسمیع صاحب ۱۷ میکلوڈ روڈ
" وقف جدید . میاں عبدالرشید صاحب افریقوی جسونت بلڈنگ
آڈیٹر . چوہدری عنایت اللہ صاحب ملت ہسپتال ایبٹ روڈ
محاسب . . عبداللطیف صاحب جودھامل بلڈنگ
سکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن قریشی مسعود احمد صاحب گلی ۱۲۷ مکان ۸۹ نسبت روڈ

۷

## حلقہ کینال پارک

صدر . . قاضی عطاء الرحمٰن صاحب قریشی ۱ کینال پارک گلبرگ کالونی لاہور
سکرٹری مال . میاں مجید احمد صاحب بٹ کوارٹر ۵۱ مینٹل ہسپتال "
" تعلیم . شیخ جمیل احمد رشید صاحب ۳۔۷۔پی گلبرگ لاہور
" تحریک جدید . میاں مجید احمد صاحب بٹ کوارٹر ۵۱ مینٹل ہسپتال
" وقف جدید . " " " "
" فضل عمر فاؤنڈیشن . شیخ غلام یزدانی صاحب ٹیکسیشن کالونی گلبرگ لاہور

۸

## حلقہ اسلامیہ پارک

صدر . . چوہدری عبدالرحیم صاحب ۱۵ انور سٹریٹ اسلامیہ پارک

سکرٹری جنرل . سید حضرت اللہ پاشا ۲۰ سلمان سٹریٹ

" امور عامہ . چوہدری عبدالرشید صاحب ۱۵- انور سٹریٹ اسلامیہ پارک

" مال . . " عبدالمالک صاحب "

" اصلاح وارشاد . شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری حالی اسٹریٹ

" تعلیم . میاں عبدالوہاب صاحب

" وصایا . چوہدری عبدالسمیع صاحب

" ضیافت . . " حمد الٰہی صاحب

" فضل عمر فاؤنڈیشن مرزا عزیز احمد صاحب

" تحریک جدید . ملک بشیر احمد صاحب ۳۶-ڈی گورنمنٹ کوارٹرز چوبرجی لاہور

" وقف جدید . چوہدری احمد حیات صاحب

محاسب . . " محمد اسلم صاحب

## ۹ حلقہ راجگڑھ

صدر . . چوہدری محمد ابراہیم صاحب کشن سٹریٹ مکان ۱۸ پریم نگر

سکرٹری جنرل . میاں مصباح الدین صاحب ۵۶ کوپر ہوسٹل چوبرجی لاہور

" امور عامہ . عبدالرشید صاحب بنگوی

" مال . . چوہدری عبدالوہاب صاحب محلہ رام نگر شنکر سٹریٹ مکان ۲۱ راج گڑھ

" اصلاح وارشاد . راجہ نذیر علی صاحب

" تعلیم . میاں عبداللطیف صاحب

" وصایا . قریشی محمد عمر صاحب مکان ۱۴ گلی ۲ رام نگر چوک راجگڑھ روڈ لاہور

" تحریک جدید . میاں منیر احمد صاحب قریشی

" وقف جدید . . " "

آڈیٹر . . میاں غلام مصطفیٰ صاحب ۵۶ کوپر ہوسٹل نزد چوبرجی لاہور

## ۱۰ حلقہ والٹن

صدر . . . سید اعزاز علی شاہ صاحب
سیکرٹری مال . . " "
" امور عامہ . . ماسٹر منظور احمد صاحب
" تحریک جدید . مستری ولی محمد صاحب
" وقف جدید . " "
" فضل عمر فاؤنڈیشن " "
" اصلاح وارشاد . مستری صدر الدین صاحب
" تعلیم و تربیت . میاں عبدالرحمٰن خاں صاحب

## ۱۱ حلقہ سنت نگر

صدر . . . ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی
سیکرٹری مال . . چوہدری سلیم احمد صاحب
" اصلاح وارشاد . ملک عبدالحمید صاحب
" جنرل . . ملک محمد خاں صاحب
" امور عامہ . . چوہدری محمد ابراہیم صاحب
" تحریک جدید . میاں تیمور احمد صاحب چغتائی
" وقف جدید . چوہدری الطاف حسین صاحب
" ضیافت . . شیخ احمد حسن صاحب
" فضل عمر فاؤنڈیشن ملک عبدالجلیل صاحب عشرت
" تعلیم . . میاں عبدالحق صاحب بٹ
" وصایا . . قاضی محمد عطاء اللہ صاحب

سکرٹری رشتہ ناطہ . ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی

آڈیٹر . . میاں اسحٰق منصور صاحب

۱۲

## حلقہ سلطان پورہ

صدر . . . چوہدری بشیر احمد صاحب مکان ۸ گلی ۱۷ سوامی نگر احاطہ تیزاب نزد پرانی گیس فیکٹری

سکرٹری جنرل . . میاں عبید الرحمٰن صاحب ارشد ۱۸-بی شمس بلڈنگ سلطانپورہ روڈ لاہور

" مال . . میاں سلیم اختر صاحب نزد چودھری سوپ فیکٹری چاہ میراں خورد

" امور عامہ . . میاں محمد رشید صاحب ایڈووکیٹ کوٹھی ۲۰۱-اے نزد ریلوے گودام بالمقابل جی۔ٹی روڈ

" وصایا . . صوفی محمد رفیق صاحب " " "

" اصلاح وارشاد . شیخ ریاض محمود صاحب ۳۵-جی ٹی روڈ بالمقابل مین گیٹ ریلوے گودام

" تحریک جدید . چوہدری خدا بخش صاحب گلی ۸ بھارت نگر

" وقف جدید . بابو محمد اسحاق صاحب مکان ۷-اے گلی ۲ عثمانیہ سٹریٹ نولکھا پارک فیض آباد

" تعلیم . . چوہدری سلطان علی صاحب مکان ۱۱ محمدیہ سٹریٹ ۷ مکھن پورہ نزد چاہ میراں

" ضیافت . ملک مقصود احمد صاحب جناح پارک سلطان پورہ

آڈیٹر . . چوہدری رشید احمد صاحب مکان ۸ گلی ۱۷ سوامی نگر احاطہ تیزاب

۱۳

## حلقہ محمد نگر

صدر . . ملک فضل کریم صاحب

سکرٹری مال . . مرزا محمد امین صاحب

" اصلاح وارشاد . میاں عزیز احمد صاحب

" امور عامہ . . چوہدری فتح محمد صاحب

" تعلیم . . خواجہ محمد اکرم صاحب

" تحریک جدید . ملک عبدالمالک صاحب

سکرٹری وقف جدید . ملک عبدالمالک صاحب

〃 وصایا . چوہدری بشیر احمد صاحب

فضل عمر فاؤنڈیشن 〃 〃 〃

۱۴

## حلقہ باغبانپورہ

صدر . . ماسٹر فیض الرحمٰن صاحب

سکرٹری مال . میاں جلال الدین صاحب معرفت مستری محمد دین صاحب فہمی سٹریٹ ۱۰-اے مکان ۲ شالامار ٹاؤن

〃 اصلاح وارشاد . چوہدری بشیر احمد صاحب باجوہ۔ باجوہ پلاسٹک ورکس شالامار ٹاؤن لاہور

〃 تحریک جدید . بابو عبدالرحمٰن صاحب کٹری رام لعل ۱۵/۷ جی۔ ٹی روڈ باغبانپورہ

〃 وقف جدید . 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۵

## حلقہ مغلپورہ گنج

صدر . . چوہدری غلام رسول صاحب گلی ۳/۲ مکان ۱۶۳/۳ فضل منزل گنج مغلپورہ

نائب صدر . میاں عبدالحکیم صاحب مکان ۱/۱۰ گلی ۱۶/۷ گنج مغلپورہ

سکرٹری جنرل . مولوی نذیر احمد صاحب مکان ۱/۱۴۴ رام گڑھ کالونی

〃 امور عامہ . 〃 خورشید احمد صاحب مکان ۲/۲ گلی ۱۴/۲ گنج مغلپورہ

〃 مال . چودھری غلام محمد صاحب پرویز نزد فضل عمر لائبریری گلی ۱۴/۲

〃 اصلاح وارشاد . 〃 حیات محمد صاحب مکان ۴/۱ گلی نمبر ۲۳/۳ 〃

〃 تعلیم . 〃 بشیر احمد صاحب گورایا معرفت مسجد احمدیہ 〃

〃 وصایا . ملک منور احمد صاحب جاوید 〃 〃

〃 ضیافت . میاں محمد اسمٰعیل صاحب ڈار 〃 〃

〃 رشتہ ناطہ . چودھری بشیر احمد صاحب مہار 〃 〃

〃 تحریک جدید . میاں غلام نبی صاحب قمر 〃 〃

〃 وقف جدید . چودھری محمد خاں صاحب 〃 〃 〃

سکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن ۔ چوہدری محمود احمد صاحب ایم ۔ ایس ۔ سی معرفت مسجد احمدیہ گنج مغلپورہ

آڈیٹر ۔ ۔ عبدالحمید صاحب نبی پورہ نزد گنج مغلپورہ

## ۱۶ حلقہ دارالذکر

صدر ۔ ۔ شیخ عبدالحق صاحب انجنیئر ۱۰۱ ۔ میو روڈ لاہور

سکرٹری امور عامہ ۔ اخوند فیاض احمد صاحب ۲ ۔ مفتی سٹریٹ گڑھی شاہو

" مال و اصلاح وارشاد شیخ احمد علی صاحب ۱۲ ۔ اے دل فزا سٹریٹ ۳۹ گڑھی شاہو

" تعلیم و تالیف و تصنیف ماسٹر عزیز احمد صاحب مسجد دارالذکر میو روڈ

" وصایا ۔ تحریک جدید و وقف جدید شیخ عبدالحق صاحب ۱۰۱ ۔ میو روڈ

## ۱۷ حلقہ وحدت کالونی

صدر ۔ ۔ چوہدری ولی محمد صاحب وینس کوارٹر ۱۴ ۔ پی وحدت کالونی

سکرٹری مال ۔ رانا عبدالکریم صاحب کوارٹر ۱۸ ۔ آئی "

" اصلاح وارشاد ۔ تعلیم ۔ وصایا چوہدری خالد احمد صاحب " ۱ ۔ کیو "

" ضیافت ۔ رشتہ ناطہ " " " " "

" تحریک جدید ۔ وقف جدید حکیم قدرت اللہ صاحب " ۲ ۔ پی "

آڈیٹر ۔ چوہدری انور علی صاحب " ۱۱ ۔ ڈی "

## ۱۸ حلقہ نیلا گنبد لاہور

صدر ۔ ۔ قاضی محمود احمد صاحب پروپرائیٹر راجپوت سائیکل ورکس محبوب عالم اینڈ سنز

سکرٹری مال ۔ وقف جدید تحریک جدید میاں محمد یحییٰ صاحب مالک ۔ سائیکل ہاؤس نیلا گنبد لاہور

" اصلاح وارشاد ۔ ملک نصراللہ خاں صاحب ایوننگ روڈ لاہور

" امور عامہ ۔ میاں عبدالمجید صاحب ۔ ایم موٹی اینڈ سنز نیلا گنبد لاہور

" تعلیم و فضل عمر فاؤنڈیشن ڈاکٹر عمرالدین صاحب ڈی ۔ ایم ۔ ایس میو ہسپتال لاہور

## ۱۹ حلقہ ماڈل ٹاؤن

صدر ۔ ۔ حضرت الحاج میاں محمد یوسف صاحب ۲۸۱ ۔ فیروز پور روڈ کوٹھی دارالبرکات نزد ماڈل ٹاؤن

سکرٹری مال . قریشی قمر احمد صاحب ۴۹-ایف ماڈل ٹاؤن لاہور

" جنرل . . مولوی عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی فلیٹ ۷ سی بلاک۔ مارکیٹ ماڈل ٹاؤن

" اصلاح وارشاد . " " " " " " "

" تحریک جدید . میاں غلام بھیک خانصاحب ۹۰۔ڈی ماڈل ٹاؤن

" وقف جدید .. " " " " "

## جماعت شاہدرہ

جماعت شاہدرہ گو انتظامی لحاظ سے شہر میں شامل نہیں مگر لاہور کارپوریشن میں شامل ہے۔ لہذا اس جماعت کے عہدیداروں کی فہرست بھی شائع کی جاتی ہے۔ مؤلف

صدر . . . ماسٹر غلام محمد صاحب محلہ صرافاں مکان ۲/۱ گلی ۴/۱ شاہدرہ ٹاؤن

سکرٹری جنرل . . میاں محمد یعقوب صاحب

" مال . . ماسٹر ممتاز احمد صاحب ۶/۱۴ مین بازار۔ شاہدرہ ٹاؤن

" اصلاح وارشاد . میاں الطاف احمد خاں صاحب

" تعلیم . . میاں محمد یعقوب صاحب

" وصایا . . بابو چراغ دین صاحب

محاسب . . چودھری علی حسن صاحب

آڈیٹر . . " الطاف حسن صاحب

نوٹ ۲۔ لاہور شہر کے چند حلقوں کا انتخاب ابھی تک نہیں ہوا۔ اس لئے مجبوراً ان حلقوں کے عہدیداروں کی فہرست نہیں دی جا رہی۔ اگر کتاب کی طباعت سے قبل انتخاب ہوگیا۔ تو انشاء اللہ شامل کتاب کرلی جائے گی۔ مؤلف

# فہرست قائدین مجلس خدام الاحمدیہ لاہور

ذیل میں ان قائدین کرام کی فہرست دی جاتی ہے جنہیں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی قیادت کے فرائض بفضلہ تعالےٰ سرانجام دینے کا فخر حاصل ہوا۔

| | |
|---|---|
| مرزا رحمت اللہ صاحب | |
| قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ | .... تا ۱۹۴۷ء |
| قریشی محمد اکرم صاحب / میاں عبدالمنان صاحب | ۱۹۴۸ء |
| شیخ خورشید احمد صاحب } ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب } | ۱۹۵۲-۵۳ |
| محمد سعید احمد صاحب | ۱۹۵۳-۵۴ |
| عبدالجلیل صاحب عشرت } خالد ہدایت صاحب بھٹی } | ۱۹۵۴-۵۵ |
| میاں محمد یحییٰ صاحب | ۱۹۵۵-۵۶ تا ۱۹۵۷-۵۸ |
| قریشی محمود احمد صاحب معتبر | ۱۹۵۸-۵۹ تا ۱۹۵۹-۶۰ |
| میاں محمد یحییٰ صاحب | ۱۹۶۰-۶۱ |
| سید حضرت اللہ صاحب پاشا | ۱۹۶۱-۶۲ تا ۱۹۶۲-۶۳ |
| شیخ ریاض محمود صاحب | ۱۹۶۳-۶۴<br>۱۹۶۴-۶۵<br>۱۹۶۵-۶۶ |

**نوٹ ۱۔** قائدین کی یہ فہرست اور سنین میاں محمد یحییٰ صاحب سابق قائد اور مکرم محمد صدیق صاحب شاکر سابق معتمد نے اپنی یادداشت کی بنا پر تیار کی ہے۔ یکجائی صورت میں مجھے کوئی ایسا ریکارڈ نہیں ملا جس سے اس کی تصدیق ہو سکے۔

**نوٹ ۲۔** فہرست مندرجہ بالا کے آخری دو قائدین یعنی سید حضرت اللہ صاحب پاشا اور شیخ ریاض محمود صاحب کے علاوہ باقی قائدین کے دورِ قیادت کے حالات بھی یکجائی صورت میں دستیاب

نہیں ہو سکے۔ اس لئے ان کے ذاتی تعارف اور کسی نمایاں کام کے تذکرہ پر اکتفا کی گئی ہے۔

نوٹ ۳ - قائدین کا ذاتی تعارف اور دورِ قیادت کے حالات ۔شیخ عبد الماجد صاحب ناظم اشاعت نے مرتب کئے ہیں اور شیخ ریاض محمود صاحب قائد مجلس کی معرفت موصول ہوئے ہیں۔

**مرزا رحمت اللہ صاحب**

لاہور میں قیادت کی داغ بیل رکھنے کا سہرا ان کے سر ہے۔

**قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ**
**ســـہ تا ســـہ**

لاہور کے ابتدائی قائدین میں سے ہیں۔ قادیان دارالامان میں قیادت کے خدوخال پر لاہور میں قیادت قائم کی۔ منصوبہ بندی، تنظیمی قابلیت اور نظم وضبط کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں۔ پگڑی اچکن زیب تن کرتے ہیں تو جماعت احمدیہ کے مبلغین کے گروہ کے ایک فرد معلوم ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں خدام کی غفلت وکوتاہی پر انہیں بیدار رکھنے کے لئے مختلف بدنی سزائیں بھی دی جاتی تھیں جنہیں خدام الاحمدیہ کے دستور کی اصطلاح میں " ذریعہ اصلاح "کہا جاتا ہے۔ تبلیغ کا شوق رکھتے ہیں۔ مخالف علماء سے کامیاب مباحثوں کا موقعہ بھی ملا ہے۔ سنہ ۱۹۴۷ء کی قیامت صغریٰ میں آباد کاری اور الاٹمنٹ کے سلسلہ میں جماعت کی خدمت کی توفیق بھی پائی۔ پاکستان سے جو قافلہ جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کے لئے جاتا ہے۔ ایک دو مرتبہ اس کے امیر بھی رہے ہیں۔ قانونی موشگافیوں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور لاہور کے کامیاب وکلاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تقریر بھی اچھی کر لیتے ہیں۔ لیکن اندازِ گفتگو سادہ ہوتا ہے۔ اس دور میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بھی تعلیم کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے اور مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے سرگرم کارکن رہ چکے ہیں۔

**خواجہ محمد اکرم صاحب**

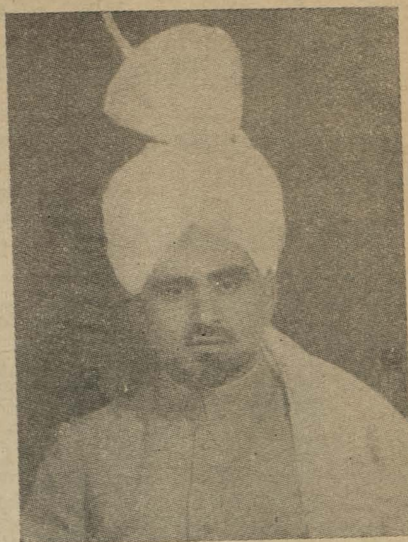
مکرم خواجہ محمد اکرم صاحب کو بھی کچھ عرصہ بحیثیت قائمقام قائد کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ مہاجرین کی خدمت اور جلسہ سالانہ (لاہور) کے انتظامات میں کام کرنے کی توفیق پائی۔

**میاں عبد المنان صاحب**

لاہور کی میاں فیملی کے فرد ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد مجلس کی حالت منتشر تھی۔ تنظیم کو از سرِ نو مضبوط کرنے کا ابتدائی موقعہ ملا۔ حلقہ جات میں دورے کرتے رہے۔



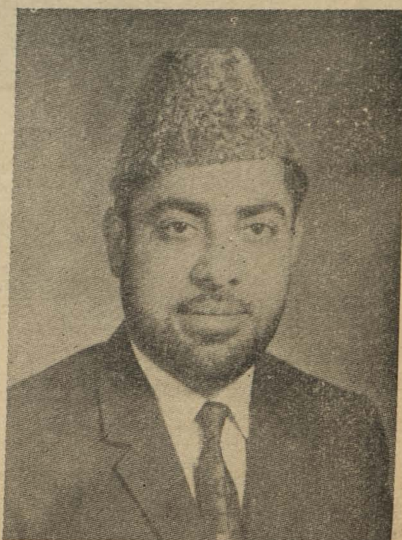
(۱) سید حضرت اللہ پاشا صاحب ایم - اے
(۲) حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ
(۳) ڈاکٹر اعجازالحق صاحب
(۴) قریشی محمود احمد صاحب معتبر



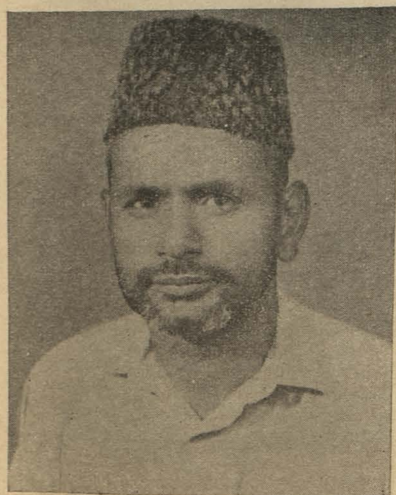
قریشی محمود احمد صاحب ایڈوکیٹ



محمد سعید احمد صاحب انجینئر



شیخ ریاض محمود صاحب



میاں محمد یحییٰ صاحب

**ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب**

شمع خلافت کے پروانوں میں سے ہیں۔ تہجد گزار، بے نفس کام کرنے والے، خلوص و قربانی کے پیکر بزرگ خادم ہیں۔ خوش بخت ہیں کہ عرصہ تک حضرت مصلح موعودؓ کے ڈینٹل سرجن رہے ہیں۔ محترم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب کو ۱۹۵۳ء میں بھی کام کرنے کا موقعہ ملا ہے جبکہ علماء نے عوام کو جماعت احمدیہ کے خلاف برگشتہ کر کے ظلم و ستم پر آمادہ کیا تھا، حکومت کو مارشل لاء لگانا پڑا اور احمدیوں کے جان و مال خطرہ میں تھے۔ اس حالت میں احمدی نوجوانوں کے فرائض اور پھر ان کے قائد کے فرائض کتنے بڑھ جاتے ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب ان سب مراحل سے کامیاب گزرے ہیں۔ ۱۹۵۳ء کی قیامت خیز بارش میں ڈاکٹر صاحب کی زیر قیادت لاہور کے خدام کو بنی نوع انسان کی خدمت کا موقعہ ملا ہے۔ ۱۹۶۰ء میں ڈویژنل قائد بنے۔ گوجرانوالہ کی تربیتی کلاس ان کی انتظامی صلاحیتوں کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کلاس کی تقاریر پر مشتمل "خالد" کا ایک خاص نمبر بھی شائع ہوا تھا۔ لاہور ڈویژن کے زیر اہتمام ۱۹۶۳ء میں "یوم قادیان" منایا گیا اور ۱۹۶۴ء میں "یوم دعائے صحت" برائے حضرت مصلح موعودؓ منایا گیا۔

**محمد سعید احمد صاحب ۱۹۵۳-۵۴ء**

لاہور کے سب سے کم عمر قائدین میں سے ہیں۔ طالب علمی کے زمانہ سے خدمت کا شوق رکھتے ہیں۔ اپنی محنت، خلوص اور تدبر کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں تجربہ کار قائدین میں ان کا شمار ہونے لگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۳ء کے موقعہ پر ان کے کام پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ چونکہ ان کے دورِ قیادت کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے آچکا ہے (بہ سلسلۂ سیلاب) اس لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

**عبد الجلیل صاحب عشرت ۱۹۵۴-۵۵ء**

اکاؤنٹس لائن سے متعلق ہیں۔ ڈھاکہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کے ذمہ دار عہدوں پر کام کرتے رہے ہیں۔ لاہور تبدیل ہو کر آئے تو یہاں بھی تھوڑا عرصہ بطور قائد کام کرنے کی توفیق پائی۔ طالب علمی کے زمانہ سے دین سے شغف رکھنے والے بزرگ ہیں۔ الفضل ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء کے خاتم النبیین نمبروں میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر آپ کے مضامین موجود ہیں۔

**خالد ہدایت صاحب بھٹی ۱۹۵۴-۵۵ء**

لاہور کے پرانے مخلص کارکنوں میں سے ہیں۔ ۱۹۵۴-۵۵ء میں کچھ عرصہ قائد رہے ہیں۔ خوش خلق اور ملنسار ہیں۔ سیلاب کے ایام

میں محترم چوہدری اسداللہ خاں صاحب کے ہمراہ لاہور اور سیالکوٹ کے سیلاب زدہ علاقوں کا فضائی جائزہ لیا گیا اور اس کے بعد تباہ حال لوگوں کو امداد پہنچائی گئی۔

محترم خالد ہدایت صاحب آجکل گجرات کی نیشنل بنک برانچ کے مینجر ہیں۔

## میاں محمد یحییٰ صاحب

## ۱۹۵۵-۵۶ء و ۵۷-۵۸ء اور ۱۹۶۰-۶۱ء

لاہور کے حضرت میاں محمد موسیٰ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے نام نامی سے قریباً سبھی احمدی واقف ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں آپ نے نیلا گنبد میں موسیٰ اینڈ سنز کے نام سے سائیکلوں کا کاروبار شروع کیا۔ محترم میاں محمد یحییٰ صاحب انہی کے لائق فرزندوں میں سے ہیں۔ لاہور کے قائدین میں سے غالباً سب سے کم تعلیم یافتہ ہیں مگر متین، سنجیدہ اور صائب الرائے بزرگ ہیں۔ اچھے تعلیمیافتہ حضرات مجلسی امور میں ان سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔

سید حضرت اللہ صاحب پاشا قائد مقرر ہوئے تو محترم یحییٰ صاحب کو آپ نے مشیر مقرر کیا۔ نو سال سے متواتر سکرٹری تحریک جدید جماعت احمدیہ لاہور چلے آ رہے ہیں۔ مرکز کی طرف سے مجلس کے دستور اساسی پر نظر ثانی کے لئے جو کمیٹی بنی تھی۔ محترم یحییٰ صاحب اس کے رکن بنائے گئے تھے۔ قیادت سنبھالنے سے قبل سابقہ دو قائدین کے ساتھ بطور ناظم مال کام کرنے کی توفیق ملی۔

۱۹۵۵ء کے سیلاب میں جی بھر کر بنی نوع انسان کی خدمت کا موقعہ ملا۔ آپ کے زمانہ قیادت میں مرکز کی زیر ہدایت تعمیر ہال کے لئے خاصی رقم فراہم ہوئی۔ فضل عمر ہسپتال، جامعہ احمدیہ، اور یادگاری مسجد ربوہ کے لئے عطیہ جات مرکز میں بھجوائے گئے۔

وائی ایم سی اے ہال میں دو تبلیغی جلسے ہوئے ایک ۵ فروری ۶۱ء اور دوسرا ۱۹ جون ۶۱ء اسی ہال میں عیسائیوں کی سہ روزہ کانفرنس تھی۔ ان کی تقاریر کے جواب محترم شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری، محترم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ اور محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب موگا مرحوم کے مشورہ سے تیار کر کے بروقت شائع کر کے تقسیم کئے جاتے رہے۔

شیخ محمد احمد صاحب مرحوم نے ان کی قیادت میں قابلِ قدر کام کیا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں خلافت کے موضوع پر مرکز میں مجلس مذاکرہ تھی۔ لاہور کے محترم قاضی برکت اللہ صاحب ایم اے نے اول انعام حاصل کیا۔ محترم محمد یحییٰ صاحب کے سپرد ایک خاص ڈیوٹی لگائی گئی تھی جسے انہوں نے اپنے رفقائے کار

کے ساتھ مل کر نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ حضرت اقدس امیر المومنین نے اس پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا اس کا مفہوم درج ذیل ہے۔

یہ عبارت شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی نے محترم محمد یحییٰ صاحب اور محترم محمد صدیق صاحب شاکر سابق معتمد کو دکھا کر لکھی ہے:۔

"عزیزم میاں محمد یحییٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مبارک محمود صاحب مجھے مل گئے ہیں۔ ان کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدام الاحمدیہ لاہور نہایت اعلیٰ کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جب ہم بیماری اور بڑھاپے کا شکار ہوئے تو اس نے نوجوانوں کو ہمت بخش دی اور انہوں نے نہایت ضروری بوجھ اُٹھا لیا۔ بہرحال میں خدام الاحمدیہ لاہور سے خوش ہوں۔ بہت خوش اتنا کہ آپ اس وقت اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ . . . . . . جب میں ربوہ آؤں تو آپ مجھے ملیں۔ . . .

(خلیفۃ المسیح الثانی)

## عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ لاہور ۵۷-۱۹۵۶ء

منظوری از مرکز بذریعہ چٹھی نمبری ۶۴۳/۵۶ مورخہ ۵۶-۱۱-۲۰

| | |
|---|---|
| قائد . . . . | مکرم محمد یحییٰ صاحب |
| نائب قائد اول . . . | " قاضی برکت اللہ صاحب ایم۔اے |
| " " دوم . . . | " محمد صدیق صاحب شاکر |
| معتمد . . . . . | " شیخ مبارک محمود صاحب |
| نائب معتمد . . . . | " مرزا محمود احمد صاحب |
| ناظم مال . . . . | " عبدالقیوم صاحب ناگی |
| ناظم تعلیم و نشرو اشاعت . | " اختر صاحب گوبند پوری |
| ناظم تحریک جدید . . | " محمود احمد صاحب قریشی |
| " وقار عمل . . | " شریف احمد ٹھیکیدار |
| " تربیت و اصلاح . . | " محمد احمد صاحب پانی پتی |

ناظم عمومی . . . . . مکرم خان قدرت اللہ خاں صاحب

ناظم تجنید . . . . . محمد صدیق صاحب شاکر

" ذہانت وصحت جسمانی . . . " شریف احمد صاحب سرہندی

" تنفید . . . . . " قاضی محمد برکت اللہ صاحب ایم۔اے

## قریشی محمود احمد صاحب معتبر
## ۵۹-۱۹۵۸ء و ۶۰-۱۹۵۹ء

صدر انجمن احمدیہ کے کارکنان میں ایک معروف شخصیت جناب محمد اسمٰعیل صاحب معتبرؓ (صحابی) آڈیٹر تحریک جدید کی ہے جو کچھ عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔ قریشی محمود احمد صاحب انہی کے لائق فرزندوں میں سے ہیں۔ مولوی فاضل ہیں۔ گریجوایٹ ہیں۔ دو سال تک قیادت کی توفیق حاصل ہوئی۔ آپ نہایت نرم دل، بغیر سختی سے کام لینے والے خادم ہیں۔ قیادت سے پہلے اور بعد بھی سالہا سال تک خدام الاحمدیہ کے ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ تین سال تک بحیثیت سکرٹری تحریک جدید بھی کام کیا ہے اور قریباً چار سال سے بطور سکرٹری وقف جدید خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ درویشان قادیان جب بھی لاہور تشریف لاتے ان کی قیادت میں خدام کو درویشوں کی خدمت کی وافر توفیق ملی ہے۔ قافلہ جلسہ سالانہ قادیان کے جملہ انتظامات بطریق احسن سرانجام دیتے رہے ہیں۔ لاہور ڈویژن کے زیر اہتمام جتنی تربیتی کلاسیں ہوئیں۔ ان کی کامیابی میں قریشی صاحب کا خاصا ہاتھ رہا ہے۔ جامعہ احمدیہ، فضل عمر ہسپتال کی بلڈنگ کے لئے عطیہ جات فراہم کر کے مرکز میں بھجوائے گئے۔

## سید حضرت اللہ صاحب پاشا ایم۔اے

یہ ۶۲-۱۹۶۱ء، ۶۳-۱۹۶۲ء کا زمانہ ہے خدام الاحمدیہ کے ارکان میں ایک ہنس مکھ ملنسار اور پُر وقار خادم ــــــ خدام کے ہر مسئلہ پر گہری نظر رکھنے والا ــــــ خوش اخلاق اور خوش گفتار ــــــ یہ شخصیت قائد مجلس سید حضرت اللہ صاحب پاشا کی ہے۔ جو بہت بعد میں آئے اور بہتوں سے آگے نکل گئے

محترم پاشا صاحب ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۴ء تک امریکہ میں رہے۔ ۱۹۵۳ء میں احمدیت قبول کی ۱۹۵۴ء میں ایم۔اے پاس کیا۔ پہلی ملاقات سے ہی یہ تاثر قائم ہو جاتا ہے کہ محترم پاشا صاحب

سلسلہ کی کتب اور خصوصاً تفسیر کبیر کا خاصا مطالعہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دینی و دنیاوی مسائل پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ پیچیدہ مسائل کے صحیح حل سے آگاہ ہیں۔

رنج و الم اور زمانہ کی ستم ظریفیوں کی چہرہ پر کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے پر سخت کرب و اضطراب کے عالم میں دو ماہ متواتر بستر علالت سے بھی مجلسی سرگرمیوں سے متعلق ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ تقریر میں تنظیمی مسائل پر بات کرتے ہوئے بھی روحانیت کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

آپ کے دورِ قیادت میں لاہور کی مجلس میں تجنید کا خاصا کام ہوا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس قیادت نے قریباً تین سو ایسے خدام کو تنظیم میں منسلک کیا جو اس سے قبل تجنید میں نہیں آسکے تھے۔ سات سو خدام کے کوائف مرتب کر کے مرکز میں بھجوائے جس کے نتیجہ میں بجٹ میں اڑھائی گنا اضافہ ہوا۔ خدام میں ڈاڑھی رکھنے کی تحریک پر زور دیا۔ خدام الاحمدیہ کا مستقل دفتر مسجد بیرون دہلی دروازہ میں قائم کروایا۔ تجنید میں اضافہ مجلس کے ہر شعبہ میں ترقی پر منتج ہوا۔ تنظیم مضبوط ہوئی۔ بجٹ میں اضافہ ہوا۔ اطفال کی موجودہ ابھرتی ہوئی تنظیم کی بنیاد آپ ہی کے دور قیادت میں رکھی گئی۔ مسجد دارالذکر میں نو روزہ تربیتی کلاس جس کی یاد تا دیر خدام کے دلوں سے محو نہیں ہوگی آپ کی مخلصانہ کاوشوں کا ثمرہ تھا (یہ تربیتی کلاس ۱۸ تا ۲۶ اگست ۱۹۸۲ء منعقد ہوئی تھی)

خدام کی صلاحیتوں کو پرکھ کر اس کے مطابق کام لینے میں پاشا صاحب ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ جن نئے کارکنوں کو آپ ذمہ دار عہدوں پر لائے ان میں محترم شیخ ریاض محمود صاحب موجودہ قائد مجلس بھی شامل ہیں۔

بلڈ ڈونیشن۔ ۱۰۰ سے زائد خدام نے حصہ لیا۔

تبلیغ۔ ایک لاکھ سے زائد ٹریکٹ لاہور میں تقسیم کئے گئے۔

لائبریریاں۔ مرکزی لائبریری کے فرنیچر اور کتب میں اضافہ کے ساتھ حلقوں میں لائبریریوں کا اضافہ ہوا۔

احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن۔ اس ایسوسی ایشن کا از سر نو قیام عمل میں لایا گیا۔ مجلس سے رابطہ گہرا ہوا۔ اور اجلاس اور دیگر سرگرمیاں تیز ہوئیں۔

اشاعت۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی کتاب "مذہب کے نام پر خون" کے قریباً ۱۰۰ صفحات روزنامہ "امروز" میں شعبۂ اشاعت نے شائع کروائے۔

مجلس لاہور نے اطفال کے لئے ایک رسالہ کا بھی اجراء کیا جس کے چند ایشوع نکلے تھے۔

حلقوں کی عاملہ اور مرکزی عاملہ میں کام کرنے والے کارکنوں کا اس دور میں جائزہ لیا جائے تو ۵۰٪ کے قریب نئے کارکن نظر آئیں گے۔

______ لاہور میں تشریف آوری سے قبل محترم پاشا صاحب حیدر آباد اور خیر پور ڈویژن میں علاقائی قائد بھی رہے ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے ریکارڈ سے نومبر ۱۹۶۱ء تا جون ۱۹۶۲ء کی ایک رپورٹ ملی ہے۔ جو درج ذیل ہے:۔

نومبر ۱۹۶۱ء تا جون ۱۹۶۲ء

سات ماہانہ تربیتی اجلاس عام ہوئے۔ مندرجہ ذیل بزرگوں نے خدام سے خطاب فرمایا:۔

۱۔ ڈاکٹر کرنل عطاء اللہ صاحب ۲۔ قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ

۳۔ ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے ۴۔ سید حضرت اللہ صاحب پاشا

۵۔ مکرم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب ۶۔ چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال

۲۲۳ چٹھیاں موصول ہوئیں۔ آٹھ سرکلر جاری ہوئے۔ ۱۹۲ خطوط لکھے گئے۔

تجنید۔ پچھلے سال ۴۴۳ خدام تجنید میں شامل تھے جبکہ اس سال ان کی تعداد ۴۵۳ ہے

اشاعت۔ خالد کے خریدار ۷۳ (یہ تعداد تمام مجالس سے بڑھ کر ہے)

تشحیذ کے خریدار ۵۲ ( " " " " )

لائبریریاں۔ حلقہ جات کی مختلف لائبریریوں سے ۶۹۰۰ احباب نے استفادہ کیا۔ ۲/۳ خدام نے مختلف کتب کا مطالعہ کیا۔ ۱۱۷ کتب کا اضافہ ہوا۔

تربیت و اصلاح۔ حلقہ جات میں ۱۲۱ تربیتی اجلاس ہوئے۔ ۱۰۰ خدام باقاعدہ ذکرِ الٰہی کرتے ہیں۔ مرکزی تربیتی کلاس میں لاہور کے ۱۳ خدام شریک ہوئے۔ حاضری کے لحاظ سے ربوہ کے بعد لاہور کا دوسرا نمبر تھا۔

اصلاح وارشاد:- ۸۱ افراد زیر تربیت رہے۔ ۵۰۰ کی تعداد میں لٹریچر بذریعہ ڈاک روانہ کیا گیا۔ ۹۳۰۰ کی تعداد میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ ۶ افراد نے بیعت کی۔ لاہور کے گرجوں میں خدام کے وفود تبلیغ کے لئے جاتے رہے۔ وائی۔ ایم۔ سی ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ ۱۰۰۰ کے لگ بھگ حاضری تھی۔ ۲۰۰ کے قریب غیر از جماعت احباب شامل ہوئے۔

شعبۂ مال:- بجٹ ۶۶۷۰ روپے ہے۔ مختلف مرکزی مدات میں ۹ ۵-۵ ۳۰۱ روپے چندہ بھجوایا گیا۔ مجلس ۵۹ ۳ ۱۶۰۴ - اجتماع ۰۰ ۲ - ۷۲ ۲ - تعمیر دفتر ۰۰ - ۱۰۰۰

وقارِ عمل:- ۴۱ وقارِ عمل ہوئے۔ ۲۵۱ گھنٹے صرف کئے گئے۔

خدمتِ خلق:- ۱۷ خدام نے خون کا عطیہ دیا۔ ۲۴ مریضوں کی عیادت کی گئی۔ ۵۶ ٹیکے لگائے گئے۔ ۵۶ افراد کے لئے ذریعہ معاش میں مدد دی گئی۔

شیخ ریاض محمود صاحب
نومبر ۱۹۶۳ء تا ......

نوجوانوں کی تنظیم کے مسائل حل کرنے کے لئے اولوا العزمی اور خلوص کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ وقت کی قربانی بھی کرنا پڑتی ہے۔ مومنانہ فراست، کشادہ دلی اور بلند نظری کا جوہر بھی چاہیئے۔ محترم شیخ ریاض محمود صاحب اس اسلحہ سے لیس نظر آتے ہیں۔ محترم شیخ صاحب کو حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ کی رأفت و شفقت سے بھی وافر حصہ میسّر ہے۔

قائد صاحب مؤثر رنگ میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ نظام سلسلہ پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے رفقائے کار میں ہر دلعزیز بھی ہیں۔

اس دور میں بعض ایسے خدام جنہیں کچھ عرصہ قبل انتظامی صلاحیتوں سے محروم سمجھا جاتا تھا اب ذمہ دار عہدوں پر خلوص اور کامیابی سے کام کرتے نظر آتے ہیں۔

مجالس ہائے عاملہ و عامہ باقاعدگی سے ہوتی ہیں۔ اجلاس عام میں سلسلہ کے بزرگوں سے تقاریر کروائی جاتی ہیں۔ مرکز میں کارکردگی کی رپورٹیں بروقت پہنچائی جاتی ہیں۔ ہنگامی حالات میں خدام کی مساعی اپنوں اور غیروں کے لیے قابل رشک نمونہ ہے۔

اس قیادت کی بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے لاہور میں تعلیم القرآن کلاس کا اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے سپرد کیا ہے۔ اور مجلس اس مقدس فریضہ کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہی ہے۔

ذیل میں بعض شعبوں کی مختصر رپورٹ درج کی جاتی ہے۔

**اصلاح وارشاد:۔** تبلیغ کا کام وسیع اور مستحکم بنیادوں پر کیا گیا۔ اس سلسلہ میں یہ دور سابقہ ادوار پر سبقت لے گیا ہے۔ مجلس مرکزیہ کی نظر میں ۱۹۶۵ء-۱۹۶۴ء میں پاکستان بھر میں مجلس راولپنڈی اور مجلس لاہور کا شعبہ اصلاح وارشاد نمایاں رہا ہے۔

**تقسیم لٹریچر:۔** اس وقت تک دولاکھ سے زائد پمفلٹ تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ ان میں سے ایک لاکھ مجلس لاہور کے شائع کردہ ہیں۔

**یوم التبلیغ** ۔ ۲۱ بار منایا گیا۔ **جلسہ ہائے سیرت النبی صلعم** ۔ ۱۷ جلسے ہوئے ۔
**تبلیغی اجلاس ۴ - تبلیغی پارٹیاں ۱۲ - پوسٹر ۳۰۰۰ - ممبران اسمبلی کو لٹریچر ۳ بار**
**پرائیویٹ تبادلہ خیالات ۱۵ مرتبہ۔**

**شعبہ تربیت واصلاح۔** خدام کے دینی ذوق کو اجاگر کرنے کے لئے **تربیتی کلاس** ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ تربیتی کلاس پہلے بارہ دن متواتر تمام حلقہ جات میں شام کو دو گھنٹے کے لئے جاری رہتی ہے اور اس کے بعد تین دن مسجد دار الذکر میں اجتماعی تربیتی کلاس منعقد ہوتی ہے۔ ربوہ کی مرکزی تربیتی کلاس میں بھی خدام نمایاں طور پر شامل ہوتے رہے ہے۔

**نماز تہجد و نفلی روزے:۔** قائد صاحب کی توجہ خدام کے نفس کی اصلاح کی طرف بھی ہے۔ عملی قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ صدر صاحبان کے مشورہ سے مختلف حلقہ جات میں نماز کے نئے سنٹر مقرر کئے گئے ہیں۔ متعدد بار حلقہ جات میں ایک رات مقرر کر کے نماز تہجد ادا کی گئی۔ اس طرح خدام نے متعدد بار ایک دن مقرر کر کے نفلی روزے بھی رکھے ۔

**داڑھی:۔** صدر صاحب کے ارشاد کے مطابق قائد صاحب داڑھی رکھنے کی تحریک پر متواتر زور دے رہے ہیں۔ اور اب ایسے نوجوانوں کی ایک معقول تعداد ہو چکی ہے۔ جو سنت کے مطابق پوری داڑھی رکھے ہوئے ہیں۔

**مسجد کی تعمیر:۔** تربیت واصلاح اور تبلیغ کے لئے اسلامی سنٹر یعنی مساجد کا قیام نہایت ضروری ہے۔ قائد صاحب کی مسلسل مساعی سے حلقہ سلطان پورہ میں خوبصورت مسجد تیار ہو ئی ہے۔

**شعبہ اطفال الاحمدیہ:۔** مجلس لاہور نے اطفال کی تنظیم کو مضبوط کرنے کے سلسلہ میں قابل قدر کام کیا ہے۔ اطفال میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مجلس لاہور کے ۲۴ حلقہ جات کے تحت ۴۰۰ اطفال زیر تربیت رہے ہے۔ ۱۲ مرکزی اجلاس بلائے گئے۔ ۱۴ اپریل ۱۹۶۶ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ کی زیر صدارت وسیع پیمانے پر "یوم والدین"

کا اہتمام کیا گیا۔ تین دفعہ ہفتہ اطفال منایا گیا۔ مرکزی سالانہ کلاس میں اطفال کو بھجوایا جاتا رہا۔ ہر جمعہ اور عیدین کے مواقع پر بچے کتابوں کا بک سٹال لگاتے ہیں۔ خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے کام مثلاً راستہ بنانا۔ دوالانا۔ غربا کی مدد کرنا وغیرہ امور سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ یوم تبلیغ کے موقع پر اطفال نے خدام کے ساتھ مل کر شہر کے مختلف گوشوں میں ۴۰۰۰ ٹریکٹ تقسیم کئے۔

**شعبہ تعلیم:-** خدام میں سلسلہ کے لٹریچر کو پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کے لئے مختلف اوقات میں امتحانات لئے گئے۔ اس مقصد کے پیش نظر مرکز نے تعلیمی کارڈ شائع کروائے۔ لاہور میں اس کارڈ کو بطور شناختی کارڈ خدام میں رائج کیا گیا۔

**شعبہ تجنید:-** اس عرصہ میں ۳۰۰ سے زائد نئے خدام کو تنظیم میں منسلک کیا گیا۔

**شعبہ مال:-** مجلس کا سالانہ بجٹ -/۱۱۰۰۰ گیارہ ہزار روپے کے قریب ہے۔ تعمیر ہال مرکزیہ کے لئے اس دور میں اندازاً -/۳۵۰۰۰ روپے کا عطیہ فراہم کیا گیا۔

**شعبہ ہائے تحریک جدید و وقف جدید:-** اس عرصہ میں متعدد بار ہفتہ ہائے تحریک جدید و وقف جدید منائے گئے۔ تحریک جدید کے ماتحت غیر ملکی مساجد، ہسپتال، سکول اور دیگر عمارات اور مشہور ہستیوں کے فوٹو دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔

**شعبہ خدمت خلق:-** (ا) ۲۵۰ بیکار افراد کو روزگار دیا گیا۔ غریب طلبا کے لیے ۵۰۰ روپیہ ماہوار مستقل بنیادوں پر جاری ہے۔

(ب) شاہ جمال کالونی نزد گلبرگ میں جب شدید بارشوں کے باعث کچی آبادیاں گر گئیں تو قریباً بکصد خدام نے تباہ شدہ مکانات تعمیر کئے۔ مفت ادویہ تقسیم کیں۔

**جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء:-** جنگ کے ایام میں تنظیم کو نئے ڈھانچہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ ۵۰ خدام نے فسٹ ایڈ کی تربیت حاصل کی۔ ۲۵۰ کے قریب خدام نے سول ڈیفنس کی ٹریننگ لی۔ ۱۵۰ خدام خون کا عطیہ دینے کے لیے حاضر ہو گئے۔ مجاہدوں کو مصیبت زدہ افراد میں ہزاروں کی تعداد میں کپڑے، گرم بستر اور دیگر اشیاء تقسیم کرنے کے علاوہ ہزاروں روپے دفاعی فنڈ میں جمع کروائے گئے۔

**شعبہ اشاعت:-** مجلس لاہور کا اس دور قیادت میں اہم کام سالانہ مصوّر رسالہ "فاروق" شائع کرنا ہے۔ قیمتی آرٹ پیپر پر اردو زبان میں باتصویر تبلیغی مجلّہ دیدہ زیب بھی ہے اور علمی حلقوں میں بڑا مقبول ہوا ہے۔ مجلس کو اس سے نفع بھی حاصل ہوا۔ یہ اس قیادت کا اہم کام

تصور کیا جا سکتا ہے۔

**شعبہ عمومی:-** اس عرصہ میں پہلی بار جلسہ سالانہ ربوہ کے موقعہ پر ۱۵۰ خدام نے منظم طور پر بڑی عمدگی سے جلسہ کے انتظامات سنبھالے۔ انتظامیہ کی طرف سے اس انتظام کو بڑا پسند کیا گیا۔

**دفتر:-** لاہور میں مجلس کے کاموں کو بطریق احسن سرانجام دینے کے لئے جودھامل بلڈنگ میں باقاعدہ دفتر کا قیام کیا گیا۔ اس طرح تبلیغ کے لئے مسجد دہلی گیٹ میں دفتر مقرر کیا گیا۔

**ممبران عاملہ:-** مندرجہ ذیل ممبرانِ عاملہ نے قائد صاحب کے ساتھ مختلف وقتوں میں کام کیا ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| قریشی محمود احمد صاحب | قریشی مسعود احمد صاحب | فضل الٰہی صاحب | بشیر الدین احمد صاحب |
| خواجہ محمد اکرم صاحب | مظفر احمد صاحب | شیخ رحمت علی صاحب | محمود اقبال صاحب |
| شیخ بشیر احمد صاحب کنزنگیڑ | مجیب الرحمٰن صاحب درد | عبد الرشید صاحب بنگوی | محمد صدیق صاحب شاکر |
| میر مظفر اقبال صاحب | چوہدری منور لطف اللہ صاحب | شیخ عبد الماجد صاحب | بشارت احمد صاحب |
| چوہدری منور احمد " | چوہدری ارشاد احمد صاحب | چوہدری لعل خاں صاحب | شیخ عبد الہادی صاحب |
| ملک نور الٰہی صاحب | ورک | محمد رفیق صاحب چینا | صوفی خلیل احمد صاحب |
| شیخ مبارک محمود صاحب | شیخ حبیب الرحمٰن صاحب | خواجہ حمید اسلم صاحب | عبد القیوم صاحب ناگی |
| شیخ اعجاز احمد صاحب | گلزار احمد صاحب | چوہدری محمد امجد صاحب | عبد الوہاب صاحب |
| صوفی محمد رشید احمد صاحب | سلیم احمد صاحب | چوہدری محمود احمد صاحب | سید تبسم حسین صاحب |
| سردار عبد السمیع صاحب | ڈاکٹر لئیق احمد صاحب | چوہدری رشید احمد صاحب | ۰ |

۱۴/اپریل ۱۹۶۵ء کو محترم شیخ ریاض محمود صاحب کے خطبہ نکاح کے موقعہ پر صدر مجلس محترم مرزا رفیع احمد صاحب نے قائد مجلس اور لاہور کے دیگر نوجوانوں کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا وہ درج کر کے ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں۔

"شیخ صاحب سلسلہ کے خادم اور میرے نزدیک جس طرح وہ خدمتِ دین کر رہے ہیں واقفین زندگی ہی میں سے ایک فرد ہیں اور ان کو واقف زندگی ہی سمجھنا چاہیئے جو لوگ اس طرح سے سلسلہ کا کام کرتے ہیں وہ اکیلے ہی ایسے فرد نہیں۔ قائد ہونے کے لحاظ سے ان کو ایک امتیاز حاصل ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اور بھی بہت سارے نوجوان یہاں اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں جن کا اخلاص اور سلسلہ کے لئے درد اور جس طرح وہ اپنے ذاتی کاموں اور دنیاوی کاموں کو چھوڑ کر خدا کے کاموں اور دین اور عقبیٰ کے کاموں کی طرف توجہ دیتے ہیں وہ بہتوں کیلئے قابل رشک اور آئندہ نسلوں کے لئے ایک نمونہ ہے"۔

# بقیہ فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

# شکریہ بزرگان واحباب

مکرمی ومحترمی مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زود نویسی کی وفات کو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر میں نے اپنی اس کتاب میں بھی آنمکرم کے فراہم کردہ مواد سے فائدہ اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

مکرمی ومحترمی ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب بٹالوی اور عزیزم شیخ عبدالماجد صاحب بی۔اے بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کے مسودہ میں اپنے گرانقدر مشوروں سے امداد دی۔

مکرمی ومحترمی جناب چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب آج کل صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کاملہ و عاجلہ صحت عطا فرمائے۔ انہوں نے بھی ہر قسم کی امداد سے نوازا ہے۔

ضخیم کتابوں کی طباعت کے لئے سب سے زیادہ مشکل اخراجات کی ہوا کرتی ہے۔ مالی رنگ میں درج ذیل بزرگوں اور احباب نے تعاون کیا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

(۱) حضرت میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور (۲) محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر (۳) محترم جناب چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت شیخوپورہ (۴) محترم جناب شیخ عبدالحق صاحب انجنیئر صدر حلقہ دارالذکر (۵) محترم جناب چوہدری فتح محمد صاحب مالک ہری کے ٹرانسپورٹ (۶) محترم جناب چوہدری نور احمد صاحب صدر حلقہ سول لائنز۔ (۷) محترم جناب چوہدری غلام رسول صاحب صدر حلقہ مغلپورہ گنج (۸) محترم جناب چوہدری منور لطف اللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ وصدر حلقہ سمن آباد (۹) محترم جناب چوہدری محمد نواز صاحب مینجنگ ڈائرکٹر پریس ٹرانسپورٹ (۱۰) محترم جناب شیخ بشیر احمد و جناب فضل احمد صاحبان گورنمنٹ کنٹریکٹر سمن آباد۔ (۱۱) محترم جناب حافظ فضل کریم صاحب ہال روڈ۔ (۱۲) محترم جناب ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی سکرٹری اصلاح و ارشاد لاہور (۱۳) محترم جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی ماڈل ٹاؤن (۱۴) محترم جناب میاں عبدالعزیز صاحب بھٹی سمن آباد ———— ناشکر گزاری ہوگی۔ اگر محترم جناب چوہدری شاہ محمد صاحب خوشنویس کی ان تھک محنت اور کوشش کا ذکر نہ کیا جائے۔ جو آپ نے باوجود عدیم الفرصت ہونے کے اس کتاب کی کتابت میں کی۔ فجزاہُ اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار عبدالقادر　۲۰/۶/۶۶